ہل

جلد ۱ نمبر ۳ — سائنٹفک ماہوار رسالہ

فہرست مضامین



صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر
گاؤں سدھار افسر، یو۔ پی

ایڈیٹر
نرسی ناتھ سنگھ

باتصویر ماہوار رسالہ

مارچ ۱۹۴۲ء جلد ۹ نمبر ۳

مچھلیوں کی پیداوار کس طرح بڑھانی چاہیئے

(از جناب سندر لال ہورا۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ ڈائرکٹر فشریز۔ بنگال)

چند مہینے پہلے مصر کے اخباروں میں یہ خبر چھپی تھی کہ مصر نے گوشت کی کمی کو مچھلیوں کی پیداوار بڑھا کر پورا کر لیا۔ لڑائی شروع ہونے کے بعد باہر کے مچھلی پکڑنے والوں کے کاروبار پر پابندیاں لگ جانے کی وجہ سے مصر میں ۱۲۰۰۰ ٹن مچھلیوں کے بجائے صرف ۲۰۰۰ ٹن مچھلیاں ملنے لگیں۔ یہ دیکھکر مصر کے ڈپارٹمنٹ آف فشریز نے سمندر سے چھوٹی مچھلیاں پکڑ کر جھیلوں میں ڈلوا دیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب چالیس ہزار ٹن سالانہ مچھلیاں ملنے لگیں۔ مصر نے جس طرح کھانے کے سوال کو حل کیا ہے اسی طرح ہندوستان کو بھی کرنا چاہیئے۔

مچھلیاں پالنا

لڑائی کے اثر سے اسکا پتہ چل گیا ہے کہ ہندوستان میں کھانے کی چیزوں کی کمی ہے۔ اگرچہ معمولی حالات میں یہ کمی برما۔ تھائی لینڈ۔ فرانسیسی ہند چینی ہندوستان سے چاول لاکر پوری کر لی جاتی تھی۔ ہندوستان میں صرف آبادی بڑھنے کے لحاظ سے کھانے ہی کی کمی نہیں ہے بلکہ غلہ کی عمدگی میں بھی برابر کمی ہوتی جا رہی ہے۔ پچھلے ۳۰ سالوں میں گیہوں اور چاولوں کی کمی ہوتی گئی۔ اور گھٹیا قسم کے غلہ کی پیداوار بڑھتی رہی۔ اس سے یہ اندیشہ ہے کہ آئندہ کھانے کی چیزوں کی حالت زیادہ خراب ہو جائیگی (رادھا کمل مکرجی) آئندہ کے لئے کھانے کے متعلق ترقی پسند پالیسی بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہندوستان میں موجودہ مچھلیوں کو اس طرح پوری طور پر کام میں لایا جائے کہ انکی پیداوار محفوظ رہے اور برابر بڑھتی ہی رہے۔

مچھلیوں کو کھانے کی خاص چیز کی طرح استعمال کرنے کا فائدہ اور اسکی ضرورت اس وقت معلوم ہوگی جب مناسب غذا کی ضرورت پر ہندوستان کی اندرونی ماہی گاہیں کھانا بہم پہنچانے کے لئے ضروری خاص اہمیت رکھتی ہیں اور یہ امید کی جاتی ہے کہ تالابوں کے مالک محض ذاتی فائدہ کے لئے نہیں بلکہ قوم کے فائدہ کی غرض سے نیچے دیئے ہوئے طریقہ پر مچھلیاں پالنا شروع کر دیں گے

باری باری سے فصلیں اور مچھلیاں پیدا کرنے سے فائدہ

دریا اور اس کے دہانے پر کی بہت سی مچھلیوں کے انڈوں سے مارچ اپریل میں بچے نکلتے ہیں۔ اس زمانہ میں بلا کسی خرچ کے مچھلی پالنے کی جگہ دار جگہوں (نمک کے پانی میں) جھیلوں اور تالابوں میں پالنے کے لئے چھوٹی مچھلیاں مل جاتی ہیں۔ ... کٹلا۔ اور مرگل وغیرہ

چھوٹے بچے برسات کے زمانہ میں سیلاب آئے ہوئے دریاؤں۔ دھان کے کھیتوں اور چھوٹی نہروں میں مل جاتے ہیں ان کو احتیاط سے جمع کر کے حوضوں اور جھیلوں میں ڈال دینا چاہیئے۔ اس طریقے سے مچھلیاں [illegible] تعداد میں ملنے لگیں گی۔ یہ دیکھنا ہر شخص کا فرض ہے کہ جہاں جہاں [illegible] ہو وہاں میں ٹھیک طور سے مچھلیاں ڈالدی جائیں۔ سندربن کے علاقہ [illegible] طرح وہاں کے جن کھیتوں کی مینڈیں اونچی ہوں ان میں دھان کی فصل کے ساتھ ساتھ مچھلیاں بھی پالنا چاہیئے۔ بعض حالات میں جلد تیار ہونیوالی فصلوں کے ساتھ مچھلیاں پالنا زیادہ مفید ہوگا کیونکہ اس طرح اس سے کہیں زیادہ آمدنی ہوجائے گی جتنی کہ صرف مچھلیاں پالنے یا فصل ہونے سے ہوتی۔

بنگال اور ہندوستان کے بعض دوسرے حصوں میں بہت پرانے زمانہ سے مچھلیاں پالی جاتی ہیں۔ مگر مچھلیاں پالنے کے طریقہ میں کبھی کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی۔ آجکل یہ ہوتا ہے کہ مچھلیوں کے انڈے خرید کر تالاب میں ڈالدیئے جاتے ہیں۔ مگر انڈوں کی قسم اور تالاب کی حالت کا کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ اسکی وجہ سے اکثر ناقابل اطمینان نتیجہ نکلتا ہے۔ اگر نیچے لکھی ہوئی عام ہدایتوں پر عمل کیا جائے تو مچھلی پالنے سے بہت فائدہ ہوگا۔

مچھلی پالنے کے لیئے تالاب تیار کرنا

پانی جمع کرنے سے پہلے اسکی کوشش کرنا چاہیئے کہ تالاب کو والاگونیا۔ سال۔ لتا۔ چتال۔ بھلوئی۔ اور دوسری قسم کی شکار کرنیوالی مچھلیوں۔ مینڈکوں۔ سانپوں۔ کچھوؤں وغیرہ سے بالکل خالی کردینا چاہیئے۔ انکو یا تو جال سے پکڑ لیا جائے یا گرمیوں میں پانی نکال کر تالاب کو بالکل خشک کردیا جائے۔

اس سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ شکار کرنیوالی مچھلیوں کے حملہ کے علاوہ کوئی دوسری چیز مچھلیوں کی پیداوار کو اتنی جلد اور اتنا زیادہ کم نہیں کرسکتی ہے۔ جتنا کہ تالاب کی تہ میں جتنا پانی رہنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر تالاب کو کبھی کبھی بالکل خشک کردیا جائے اور تھوڑے عرصہ تک اسی حالت میں رکھا جائے تو مچھلیوں کی پیداوار بڑھ جاتی ہے۔ یہ بات اور بہتر ہوگی اگر گرمیوں میں تالاب کی تہ کو جوت کر کوئی جلد تیار ہونیوالی فصل بودی جائے۔ فصل کاٹ لینے کے بعد تالاب کی تہ پر اچھی طرح ہل چلانے کے بعد پانی بھر دینا چاہیئے۔ رو ہو۔ کٹلا وغیرہ اور دوسری ایسی قسم کی مچھلیوں کی ٹھیک طریقہ پر پیداوار بڑھانے کے لیئے تالاب کی تہ کو صاف ہونا چاہیئے۔ اور اس میں ریت وغیرہ اور دوسرے خراب کردینے والی نباتاتی اجزا نہ ہونا چاہیئے۔

تالاب تیار کرنے میں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ پانی زیادہ گہرا [illegible] نہ ہو اور پانی کی حرکت بھی زیادہ اونچی نہ ہو۔ کیونکہ تجربہ سے یہ [illegible]

چلاہے کہ گہرے پانی کے مقابلہ میں چھچھلے پانی میں مچھلیاں زیادہ پیدا ہوتی ہیں نئے بنائے ہوئے تالابوں کو تھوڑے دنوں اسلئے خالی رکھنا چاہیئے کہ وہ مچھلیاں پالنے کے لئے تیار ہوجائیں۔ اسکے بعد تالابوں میں مچھلیاں چھوڑ دینا چاہیئے۔ چنی ہوئی خاص گھاس اور پودوں کے علاوہ جھینگا مچھلی۔ گھونگے کیکڑے۔ (چھوٹے قسم کے) وغیرہ بھی ڈال دینا چاہیئے کیونکہ یہ سب مچھلیوں کے کھانے کے کام آتے ہیں۔

سخت قسم کی گھاس اور بیلوں کو پانی سے نکالدینا چاہیئے اور نرم گھاس کے پودے جیسے کہ جھنجی۔ پناکو رہنے دینا چاہیئے۔ یہ مچھلیوں کے کام آتے ہیں۔ اور پانی میں کاربونک ایسڈ گیس بھی [illegible] ہیں اگرچہ سطح پر تھوڑی سی گھاس اس وجہ سے ضروری ہے کہ مچھلیوں پر سایہ رہے مگر جب گھاس سے پانی کی سطح بالکل بند ہوجائے اسکو صاف کردینا چاہیئے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوچکی ہے کہ سخت قسم کے کوڑے اور سایہ دار پودوں سے بعض فائدے حاصل ہوتے ہیں مگر چھوٹے قسم کے گودہ دار پودے زیادہ مفید ہیں۔ اگر پانی زیادہ گہرا نہ ہو تو اس کے بیچ اور دکھنی کنارو پر بڑے سایہ دار درختوں کا ہونا اچھا ہے کیونکہ یہ درخت گرمیوں کے زمانہ میں پانی کو ٹھنڈا رکھتے ہیں اور اس طرح چھوٹی مچھلیوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

مچھلیاں جمع کرنا

کسی حالت میں بھی مچھلیوں کے انڈوں کو تالاب میں نہ ڈالنا چاہیئے۔ ایک تو یہ اندیشہ ہے کہ اس میں شاید شکاری مچھلیوں کے انڈے ہوں اور وہ چھوٹی رو ہو مچھلیوں کو نقصان پہنچائیں دوسرے یہ کہ ان انڈوں سے بچے نکالنے کی بہترین جگہ چھچھلا گرم پانی ہوتا ہے نہ کہ گہرے تالاب۔ اگر مچھلی کے انڈے جمع کرنے کو مل جائیں تو انکو بچے نکالنے والے ۲۰ مربع فٹ چوڑے اور ۱/۲ ۱ فٹ گہرے تالابوں میں چھوڑ دینا چاہیئے۔ تیس فیٹ لمبی اور چوبیس فٹ چوڑی جگہ (کوتا) میں ۵۰۰۰ سے زیادہ مچھلیوں کے بچے نہ رہنا چاہیئے۔

انڈوں سے بچے نکلنے کے بعد چوبیس سے چھتیس گھنٹے کے اندر اندر [illegible] کپڑے کے ذریعہ سے کسی قدر بڑے اور ۳ فٹ سے ۴ فٹ تک گہرے تالاب میں ڈالنا چاہیئے۔ یہاں کوتا (۳۰ فٹ لمبے اور ۲۴ فٹ چوڑی جگہ) میں ایکہزار سے زائد بچے نہ رہنا چاہیئے۔ ان بچوں کے جلد بڑھنے کے لیئے یہ ضروری ہے کہ انھیں قدرتی غذا کافی تعداد میں ملے۔ اس کے لیئے یہ کرنا چاہیئے کہ غذا تیار کرنیوالے چھوٹے گڑھے تالاب کے قریب بنا کر انھیں گوبر۔ کھلی۔ سوکھی پتیوں یا گھاس بھر دیں تاکہ ان میں کیڑے مکوڑے پیدا ہوجائیں یہ غذا روزانہ [illegible] وقت تک تالاب میں ڈالتے رہنا چاہیئے جب تک کہ یہ مچھلیاں انگل کے برابر نہ ہوجائیں۔ اس کے بعد ان مچھلیوں کو بڑے تالاب میں ڈالدینا چاہیئے۔ اگر رقبہ کئی ایکڑ ہو تو مچھلیوں کو گہرے تالاب میں

اسے سے پہلے کئی مہینہ تک چھوٹے تالاب میں رکھنا چاہیئے۔ اگر تالاب میں چند خاکستری رنگ کی ملیٹ مچھلیاں (کمر سولا) ڈالدی جائیں تو وہ خود بچے دینگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تالاب سے اس قسم کی مچھلیاں کبھی کبھی نکالنا پڑیں گی مگر پھر سے یہ مچھلیاں ڈالنا نہ پڑینگی۔

کسی تالاب میں مچھلیاں پالنے کی تعداد کا دارومدار اس بات پہ ہوتا ہے کہ اس میں غذا پہنچانے کی کتنی طاقت ہے اور تالاب کے کتنے حصے میں ہوا لگتی ہے۔ عام قاعدہ تو یہ ہے کہ ایک گیلن پانی میں ایک مچھلی یا ایک گرام مچھلی ۶ فٹ گہرائی کے ایک لٹر پانی میں رکھی جاتی ہے۔ ایک ماہر کی یہ رائے ہے کہ سو مکعب فٹ پانی میں دو سے زیادہ مچھلیاں نہ رکھنا چاہیئے۔ ایک سال سے دو سال تک عمر کی ایک مچھلی کے لئے ۵۰ مکعب فٹ پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک دوسرے ماہر کی رائے ہے کہ ۵۰ فٹ لمبے۔ ۵۰ فٹ چوڑے اور دس فٹ گہرے تالاب میں دو ہزار کی تعداد میں ایک انچ لمبی مچھلیاں چار سے چھ مہینے تک رکھی جا سکتی ہیں۔ اسکے بعد تالاب سے کچھ اسلئے نکال لینا چاہیئے تاکہ وہ ضرورت سے زیادہ نہ ہو جائیں۔ تالاب سے اس وقت اچھا نتیجہ نکلتا ہے جب اس میں صرف اتنی مچھلیاں رکھی جائیں جتنی کہ اس میں قدرتی خوراک ہے یا جتنی اور ذریعہ سے خوراک پہنچائی جاسکتی ہے۔

جب مچھلیاں تالاب میں ڈالی جائیں تو اس کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ وہ نہ تو زخمی ہوں اور نہ ان کے چوٹ چپیٹ لگے۔

اوپر کی بیان سے یہ بات صاف ہو گئی ہے کہ ایک تالاب میں جتنی چھوٹی مچھلیاں رہ سکتی ہیں اس سے کہیں کم تعداد میں بڑی مچھلیاں رہ سکتی ہیں۔ یہ زیادہ اچھا ہوگا کہ مچھلیاں برابر ڈالی جاتی اور پکڑی جاتی رہیں۔

مچھلیوں کا چارا

مچھلیوں کا چارا تالاب کی تہ اور پانی میں ہوتا ہے بشرطیکہ تالاب کے پچھلے حصوں میں گھاس پھوس اور کیڑے مکوڑے جلد پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہاں سے یہ پھیل کر گہرے پانی میں پہنچ جائیں گے اور وہاں انھیں ایسے کیڑے مکوڑے کھا لیں گے۔ جو مناسب دریائی گھاس پھوس اور چھوٹے کیڑوں کے ساتھ مل جل کر مچھلیوں کی غذا بن جائیں گے۔

یہ اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ پانی کے دو قطعے ایک سی خاصیت نہیں رکھتے اسلئے دو علیحدہ علیحدہ تالابوں میں مچھلیوں کی تعداد برابر نہیں ہو سکتی۔ اگر تالاب کی تہ میں کافی چارہ ہے تو موٹی مچھلیاں خوب بڑھیں گی اور اگر تالاب کی سطح پر اور اردگرد کافی چارہ اور سبزی ہے تو روہو اور کتلا مچھلیاں جلد بڑھیں گی بہرحال اگر سوچ سمجھ کر کارروائی کی جائے تو مچھلیوں کی پیداوار بڑھائی جاسکتی

اور بہتر نتیجے حاصل کیے جا سکتے ہیں اگر مچھلیوں کو دس حصہ پانی میں ایک حصہ سواج ملا کر کھانے کو دیجائے تو اس سے بھی اچھا نتیجہ نکلتا ہے۔

مچھلیوں کی دیکھ بھال

خاص طور سے گرمیوں کے موسم میں جب مچھلیاں ۸/۱۰ مہینے کی ہو جائیں تو یہ مناسب ہے کہ تالاب میں ایک مرتبہ جال ڈالدیا جائے تاکہ اس سے کوڑا کرکٹ نکل جائے اور تہ کے قریب کا پانی بھی بدبودار نہ ہونے پائے۔ اس کے علاوہ مچھلیوں کی بھی تھوڑی سی ورزش ہو جائیگی۔ اگر معائنہ سے یہ پتہ چلے کہ مچھلیاں کم بڑھی ہیں تو تالاب میں یا تو اوپر دی ہوئی چیزیں ٹھیک صورت سے ڈالی جائیں۔ مچھلیوں کی تعداد کم کر دینا چاہیئے تاکہ وہ ضرورت سے زیادہ نہ ہو جائیں۔

تالاب میں مناسب جگہوں پہ چند بانس اس وجہ سے کھڑے کر دینا چاہیئے تاکہ مچھلیاں اپنے جسم کو رگڑ کر کیڑے مکوڑے دور کر دیں اور دوسرے لوگ انھیں آسانی سے چرا بھی نہ سکیں

اگر مچھلیوں کے جسم پر لال دھبے یا مچھلیوں کے جوں معلوم ہوں تو ایسی مچھلیوں کو چند منٹ تک نمک کے پانی میں (۲ سے ۳ فیصدی یا بہ حساب ۸۰ پونڈ تک بہ حساب فی پانچ ہزار مکعب فٹ پانی) یا پوٹاشیم پرمیگنیٹ کے پانی (بہ حساب ۱/۸ گرین فی گیلن) میں چند منٹ تک ڈال دینا چاہیئے۔ جہاں مچھلیوں کے بڑے تالاب ہوں وہاں اس قسم کی مچھلیوں کو اسپتالی تالابوں میں رکھکر وقت تک اوپر دی ہوئی دوائیں استعمال کرتے رہنا چاہیئے جب کہ وہ بالکل تندرست نہ ہو جائیں۔ اس کے بعد ان مچھلیوں کو بڑے تالاب میں ڈالا جا سکتا ہے۔ دوسری ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ پورے تالاب ہی میں نمک یا پوٹاشیم پرمیگنیٹ کا مرکب ڈالدیا جائے ایسا کرنے سے صرف تمام تالاب ہی کی حالت بہتر نہ ہو جائیگی بلکہ سے سارغ (Funges) اور پروٹوزون (rotozen) قسم کے طفیلی کیڑے بھی غائب ہو جائیں گے۔

گرمیوں میں اسکی بھی کوشش کرنا چاہیئے کہ تالاب کی تہ اور اس کے کناروں سے سڑنے والی گھاس پھوس نکالدی جائے تالاب کی تہ میں مردہ نباتاتی مادوں کے سڑ جانے کی وجہ سے اکثر زیادہ تعداد میں مچھلیاں مر جاتی ہیں اگر یہ اندیشہ ہو کہ زیادہ تعداد میں مچھلیاں مر جائیں گی تو پانی میں جال ڈال کر اچھی طرح ہلا دینا چاہیئے۔ وبائی بیماریوں کے پھیلنے [illegible] بھی تالاب کے پانی میں چونا یا پوٹاشیم پرمیگنیٹ ڈالنا چاہیئے۔

اگر کسی سخت قسم کے وبائی بیماری سے بچنے [illegible] مچھلیوں

بڑی تعداد میں مرنے لگیں تو سب سے اچھا یہ ہوگا کہ فشری افسر کو
تالاب کی حالت بیماری کی علامت اور تمام تفصیل لکھکر بھیج دیجائے۔
اور ماہر کی رائے لی جائے زیادہ اچھا تو یہ ہوگا کہ اس کے پاس
بیمار مچھلی کو ۵ فیصدی کے نمک کے پانی میں یا فارمولین کے مرکب میں
رکھ کر مردہ مچھلی معائنہ کے لئے بھیج دیجائے۔

زراعت اور مچھلی پالنا

جاپان: و مشرق بعید کے بعض دوسرے ملکوں میں اونچی مینڈ کے
دھان کے کھیتوں میں مچھلی پالنا بہت مفید ثابت ہوا ہے۔ اگرچہ
وہ مچھلی دھان کے کھیتوں میں صرف چار یا پانچ مہینے ہی رہ سکتی
ہے مگر وہ اتنے ہی عرصہ میں اتنی بڑھ جاتی ہے اور موٹی ہوجاتی ہے
کہ اسے بازار میں بیچا جا سکتا ہے۔ کیڑوں اور بیکار گھاس کو مچھلی
کھا لیتی ہے اور اس وجہ سے دھان کی باڑھ بہت اچھی ہوجاتی ہے
مچھلیوں کی غلیظ دھان کی فصل کے لئے بہت عمدہ کھاد کا کام دیتا
ہے۔

سر کے۔ جی۔ گپتا کی رائے ہے کہ (۵۰ فٹ × ۵۰ فٹ × ۱۰ فٹ)
ایک تالاب میں ڈیڑھ سیر وزن کی پانچ سو مچھلیاں رکھی جاسکتی
ہیں۔ اور اس سے کم از کم ۷۰ روپیہ سالانہ کا خالص نفع ہوسکتا
ہے۔ یہ اندازہ بہت گھٹا کر لگایا گیا ہے۔ عام طور سے آمدنی اس
سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

اچھے مویشی پیدا کرنے اور گاؤں میں زیادہ دودھ پیدا کرنے کے لئے کیا کریں

مویشیوں کی اصلاح کے لئے مندرجہ ذیل باتیں خاص طور سے
ضروری ہیں۔ (الف) کسی جگہ کے مطابق نسل کا انتخاب یا مقامی نسل
کی اصلاح (ب) جانوروں کو ٹھیک سے چارہ دینے کا انتظام اور
(ج) ان کی دیکھ بھال اور انتظام۔

جانوروں کی قوت تولید پر نسلوں کا انحصار ہوتا ہے۔ خوراک
اور دیکھ بھال قدرتی طاقت سے زیادہ کسی جانور کی قوت تولید کو
نہیں بڑھا سکتی۔ اسکے علاوہ بغیر اچھی خوراک اور اچھی نسل وغیرہ
کے عمدہ نسل سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ لیکن اکثر جانوروں
کی خراب تندرستی اور بیماریوں کے ذریعے ہونے والے نقصان کی
تلافی اچھی نسل یا اچھی غذا کے ذریعے نہیں ہوسکتی۔

نسل پیدا کرنا۔ اس صوبہ کی مختلف نسلوں کی اصلاح
کے لئے حسب ذیل نسلیں زیادہ مفید ثابت ہوئی ہیں:-

۱۔ ہریانہ، ساہیوال، مرّا بھینسا (مغربی اضلاع کے لئے)
۲۔ پون وار، کھیری گڈھ اور ساہیوال (مشرقی اور شمالی مشرقی
اضلاع کے لئے)
۳۔ تھرپارکر (اودھ کے کچھ حصے کے لئے)
۴۔ کنکن (بندیلکھنڈ کے جنوبی حصہ کے لئے)

مختلف نسلوں کے فائدے

۱۔ ہریانہ۔ اس سے (Draft) اور دودھ دونوں کا کام
لیا جا سکتا ہے۔
۲۔ ساہیوال اور مرّا بھینس۔ ڈیری کے لئے مفید ہوتی ہیں۔
ان میں دودھ زیادہ ہوتا ہے لیکن (Draft) کے لئے یہ ناموزوں ہیں۔
۳۔ تھرپارکر۔ ہلکا۔ بڑی وار اور دودھ کاموں کا مویشی ہے۔
۴۔ پنوار اور کھیری گڈھ۔ صرف (Draft) کے لئے موزوں ہیں۔
۵۔ کنکن۔ ہلکی ذات کا اچھا مویشی ہے۔ یہ زیادہ پھرتیلا اور محنتی
ہوتا ہے۔

چونکہ قوت تولید پر ماں اور باپ دونوں کا اثر پڑتا ہے اسلئے عمدہ
نسل کے سانڈ کا استعمال نسل کی اصلاح کے لئے زیادہ مفید ہے۔ اسی
غرض سے مختلف فارموں میں محکمہ زراعت مختلف نسلوں کے سانڈ
تیار کرتا ہے۔ یہ سانڈ صرف لاگت خرچ کے ۳۰ روپئے میں مویشیوں
کے مالکوں کو دیئے جاتے ہیں۔ سانڈ حکومت کی ملکیت سمجھے جاتے
ہیں۔ فارموں میں تیار ہونیوالے سانڈوں کی تعداد کافی نہیں ہوتی
اسلئے بہت سے سانڈ پنجاب سے منگائے جاتے ہیں جہاں مختلف نسلوں
کے سانڈ قدرت کی گود میں پرورش پاتے ہیں۔ پچاس یا ۶۰ گایوں
کے لئے ایک سانڈ کا ہونا ضروری ہے۔

سرکاری اداروں میں رکھی جانے والی مختلف نسلیں

۱۔ مادھری کنڈ مویشی خانہ، جھانسی۔ ہریانہ اور مرّا بھینس۔
۲۔ ہیم پور مویشی خانہ نینی تال۔ پنوار اور کھیری گڈھ۔
۳۔ منجھرا مویشی خانہ۔ لکھیم پور کھیری۔ پنوار، کھیری گڈھ اور
ساہیوال۔

آختہ کرنا۔ جس طرح محکمہ زراعت کے سانڈ مل سکتے ہیں، وہاں
پر دوسرے سبھی سانڈوں کو جن کی نسل کے متعلق شبہ ہو، آختہ کرادینا
چاہئے۔ ایسے سانڈ کو جس کا بڑھنا رک گیا ہو، آختہ کرنے کے لئے برڈیزو
کا استعمال کرنا چاہئے۔ آختہ کرنیوالا برڈیزو محکمہ زراعت کے کسی بھی

بیج اسطور سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ طریقہ بہت آسان، مفید اور کم خرچ ہوتا ہے۔

بانجھ جانوروں کا خاتمہ۔ ایسے تمام جانوروں کا خاتمہ کردینا ضروری ہے جن سے جانوروں کو مالکوں کو مالی فائدہ نہیں ہوتا۔ اس سے جانوروں کے مالک اپنے کارآمد جانوروں کو اچھی خوراک دے سکیں گے اور ان کی زیادہ دیکھ بھال کی جا سکے گی۔ بانجھ جانوروں کو کھلانے میں جو خرچ ہوتا ہے اسکا استعمال اچھے جانوروں پر کیا جا سکے گا۔ اس طرح مویشیوں کی تعداد میں کمی کرنے سے انکی ترقی بجائے کم ہونے کے زیادہ ہوگی۔

خوراک۔ اپنی پالتو گایوں سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ مویشیوں کی معمولی ضروریات سے واقف ہو۔ عام طور سے گائے بیل سو سیر وزن پر ۲ سے ۲ ½ سیر تک سوکھی گھاس یا بھوسا کھاتے ہیں۔ زیادہ دودھ دینے والی گایوں کو ۴ سیر تک کی ضرورت پڑتی ہے۔ مقامی ۴ من کی گائے کو ۸ سیر سوکھی گھاس یا بھوسے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک سیر سوکھی گھاس یا بھوسے کی جگہ پر ۳ سیر ہری گھاس دینی چاہئے۔ جس جانور کا جسم جتنا ہی بھاری ہوگا اسے اتنے ہی زیادہ چارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مویشیوں کو ٹھیک سے خوراک دینے کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

۱۔ جو گائے جتنا دودھ دیتی ہے اس کے لئے اسی حساب سے چارے کا انتظام کرنا۔

۲۔ کم خرچ والے اور اچھے چارے کا استعمال۔

۳۔ مختلف قسم کے مزیدار چارے کا انتخاب۔

۴۔ چارے میں کسی خوراک کو رکھنا۔

۵۔ چارہ لذیذ لیکن قابض نہ ہو۔

۶۔ خوراک کی باقاعدگی۔

ڈیری کے گایوں کی افزائش نسل

ڈیری کے بچھڑے۔ پیدا ہونے کے بعد بچھڑوں کو ایک ہی خوراک دی جانی چاہئے۔ اگر غذا میں کیلسٹرم (Calesterm) ہو تو اچھا ہے۔ اگر اس طرح کی غذا نہ مل سکے تو اس کی اسکی جگہ انڈے کی سفیدی پانچ چھٹانک گرم پانی میں ملاکر خوب حل کر دینا چاہئے۔ اس میں آدھ چمچہ رینڈی کا تیل ملاکر ۱۰ چھٹانک تازہ دودھ میں ملاکر ایک بار میں بچھڑے کو کھانے کے لئے دینا چاہئے۔ اگر انڈے کا استعمال کرنے میں عذر ہو تو دودھ کے ساتھ صرف رینڈی کا تیل ملاکر دینے سے بھی کام چل سکتا ہے اگر خرچ کا خیال رکھتے ہوئے بھی بچھڑوں کو پورے طور سے بڑھنے دینا ہی منظور ہو تو پانچ چھ ماہ تک زیادہ سے زیادہ گائے کا دودھ پلانے سے بہتر دوسرا طریقہ کوئی نہیں ہے۔ لیکن کم خرچ کے لئے حسب ذیل ترکیبوں پر عمل کیا جا سکتا ہے۔

پہلا ہفتہ۔ دو تین دن تک کیلسٹرم اور باقی دنوں کے لئے ڈھائی سیر دودھ۔

دوسرا ہفتہ۔ روزانہ تین سیر دودھ۔

تیسرا ہفتہ۔ ڈھائی سیر دودھ اور تھوڑی کوئی اچھی ہری گھاس۔ تیسرے ہفتہ تک تین بار میں حسب ضرورت دودھ دینا زیادہ بہتر ہے۔ چوتھے سے چھٹے ہفتہ تک دو سیر دودھ اور تھوڑی ہری گھاس دینا چاہئے۔

ساتویں ہفتہ سے بچھڑے کو چھ مہینے تک ہری گھاس کا گاڑھا مرکب دیا جانا چاہئے۔ گاڑھے مرکب کی مقدار سوکھی خوراک سے آدھی ہونی چاہئے۔ علاوہ قسم کے خشک چارے کے ساتھ ایک سے ڈیڑھ سیر تک گاڑھا مرکب کافی ہوتا ہے۔ اگر سوکھا چارہ ادنیٰ درجہ کا ہو تو مرکب کی مقدار بڑھائی جا سکتی ہے۔ سات ماہ سے ایک سال تک کے بچھڑوں کو ایک سے ڈیڑھ سیر تک مرکب دیا جانا چاہئے۔

ایک سال سے زیادہ کی کلور۔ کم خرچ کرنے کی غرض سے اگر اچھا سوکھا چارہ مل سکے تو ایک سال کی عمر سے لیکر حاملہ ہونے کے تین چار ماہ پہلے تک کلور گائے کو گاڑھا مرکب دینا بند کر دیا جاتا ہے۔ اگر کافی اور اچھا سوکھا چارہ نہ ملے یا اچھی چراگاہ نہ ہو تو تھوڑا گاڑھا مرکب دیا جا سکتا ہے۔ حاملہ ہونے کے تین ماہ قبل سے لیکر حاملہ ہونے تک کم سے کم دو سیر گاڑھا مرکب دیا جانا چاہئے۔

عام طور پر گائے کے قامت کے مطابق (۱۰۰ سیر پر ۲ سے ۲ ½ سیر سوکھا چارہ) چارہ دیا جانا چاہئے۔ ایک کی جگہ پر ۲ یا تین (Con Centrata) ہو تو اچھا ہے۔ ذیل میں ڈیری کی مویشیوں کو کھلانے کے لئے مرکب بتائے جاتے ہیں۔ دس سیر مرکب تیار کرنے کے لئے اتنی مقدار ہونی چاہئے۔

پانچ ماہ تک بچھڑوں کے لئے

(۱) السی کی کھلی	۴ سیر
جو	۴ "
بھوسی	۲ "
(۲) السی کی کھلی	۵ "
جو	۳ "
بھوسی	۲ "

چھ ماہ سے زیادہ دن کے بچھڑوں کے لئے

(۱) السی کی کھلی	۱ ½ سیر
سرسوں کی کھلی	۱ ½ "

(۱) چنا ... ... ۱½ سیر
مکا یا جو ... ... ۳½ "
بھوسی ... ... ۲ "
(۲) مونگ پھلی کی کھلی ... ... ۱ سیر
سرسوں کی کھلی ۱½
چنا ... ... ۱½ "
مکا یا جو ... ... ۴ "
بھوسی ... ... ۲ "
(۳) سرسوں کی کھلی ... ... ۱½ "
چنا ... ... ۱½ "
ارہر یا مونگ کی چونی ... ... ۳ "
(۴) سرسوں کی کھلی ... ... ۲ "
[illegible] کی کھلی ... ... ۱½ "
بھوسی ... ... ۲ "
جو ... ... ۱½ "
چنا ... ... ۲ "

کفایت کے خیال سے جو کی جگہ جوار یا مکا ملا کر کام میں لایا جا سکتا ہے۔

جب بچھڑے چھ مہینے سے زیادہ کے ہو جائیں تو مرکب میں گڑ یا شیرہ بھی ملایا جا سکتا ہے تاکہ کفایت ہو جائے۔ ایک سیر جو کا دام ¾ سیر گڑ یا شیرا اور [illegible] کے برابر ہوتا ہے۔ ایک سال سے کم کے بچھڑے کے لئے ایک دن میں آدھ سیر سے زیادہ گڑ یا شیرے کی مقدار نہ ہونی چاہئے۔ [illegible] آہستہ آہستہ بڑھا کر ایک سال بعد ایک سیر تک دیا جا سکتا ہے۔

دودھ دینے والی گائے کی خوراک ۔ (الف) گائے کے جسم کے سوا دودھ کے لئے بھی چارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ [illegible] ہری، ہرا مکا، ہری جئی، ہری گھاس اگر کافی دی جائے تو گائے کے جسم کے لئے وہ کافی ہوتی ہے۔

(ب) اگر گائے کو صرف سوکھے چارے، مثلاً گیہوں، جو کا بھوسا، [illegible] پرال یا کڑبی پر ہی قانع رہنا پڑتا ہے تو ایک سیر زیادہ مرکب اس کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

(ج) زیادہ دودھ کے لئے ایک سیر مرکب زیادہ دینے سے گائے ۲ سیر اور ۲½ تک اور دودھ دے سکتی ہے۔ جب گائے اور بھینس کو ہری گھاس کھانے کو کافی مقدار میں مل سکتی ہے تو اسکو دیئے جانے والے مرکب کو کم کیا جا سکتا ہے۔

(د) ایک سیر مرکب عام طور سے ۶½ پونڈ برسیم یا اور کوئی پھلی دار [illegible] کے برابر ہوتا ہے۔ برسیم، لوکاٹ، سوجی اور [illegible]، میتھی، سویابین وغیرہ کا ہرا چارہ اچھے چارے ہیں۔

(ہ) دن بھر جتنا مرکب دینا ہو اُسے دو بار میں دینا چاہئے۔

(و) بچھڑوں کو نصف سے لیکر ایک چھٹانک تک روز نمک دینا چاہئے۔ لیکن جب پھلی دار چارہ کافی نہ ملے تو مرکب کے ساتھ نصف چھٹانک کھریا بھی روز دینی چاہئے۔

ذیل میں گایوں کے لئے کچھ مرکب دیئے جاتے ہیں

(۱) سرسوں کی کھلی ... ۳½ سیر
بنولہ ... ۳½ "
گیہوں کی بھوسی ... ۱ "
جو ... ۳ "
(۲) مونگ پھلی کی کھلی ... ۱½ "
سرسوں کی کھلی ... ۱½ "
چنا یا بنولہ ... ۱½ "
مکا ... ۵ "
گیہوں کی بھوسی ... ۱½ "
(۳) سرسوں کی کھلی ... ۲ "
مونگ پھلی کی کھلی ... ۱ "
مکا ... ۵ "
چنا یا بنولہ ... ۱ "
گیہوں کی بھوسی ... ۱ "
(۴) مونگ پھلی کی کھلی ... ۱½ "
سرسوں کی کھلی ... ۱ "
جو ... ۵ "
جوار ... ۱½ "
چنا ... ۱ "
(۵) مونگ پھلی کی کھلی ... ۱½ "
جو ... ۵ "
چنا ... ۲ "
بھوسی ... ۱½ "
(۶) مونگ پھلی کی کھلی ... ۱½ "
بنولہ ... ۱½ "
جو ... ۵ "
بھوسی ... ۴ "
(۷) سرسوں کی کھلی ... ۲ "
مونگ پھلی کی کھلی ... ۱½ "
جو ... ۳½ "
دھان ... ۲½ "
چنا ... ۱½ "
(۸) مونگ پھلی کی کھلی ... ۱½ "
بنولہ ... ۱ "
جو ... ۴ "
چنا یا بنولہ ... ۱ "
دھان ... ۲½ "
(۹) ارہر یا مونگ کی چونی ... ۴½ "
بنولے کی کھلی ... ۲½ "
دھان کی بھوسی ... ۱½ "

مکا یا جوار	۱½	سیر
(۱۰) ارہر یا مونگ کی چونی	۳	"
بنولے کی کھلی	۱½	"
سرسوں کی کھلی	۱½	"
دھان کی بھوسی	۱½	"
گڑ یا شیرہ	۲	"
(۱۱) ارہر یا مونگ کی چونی	۴	"
سرسوں کی کھلی	۱½	"
بنولہ	۳½	"
مکا یا جوار	۱	"

ان مرکبوں میں سے کوئی بھی منتخب کیا جاسکتا ہے۔ اپنی مقامی حالت کے مطابق ان میں ترمیم وتبدیلی بھی کی جاسکتی ہے سرسوں کی جگہ پر السی یا تل کی کھلی یا کوئی دوسری سستی استعمال کی جاسکتی ہے بنولہ کبھی کبھی بچھڑوں کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ بنولہ کی جگہ پر چنا یا جو کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ سستے ہونے پر جو کی جگہ پر جوار یا باجرہ بھی اچھا ہوتا ہے۔ اگر سوکھا چارہ ہری جوار، مکا، اچھی قسم کی گھاس کا ہو تو عموماً بھینس کی تندرستی اچھی رکھنے کے لئے زیادہ مرکب کی ضرورت نہیں ہے۔ ہری حتیٰ اگر کافی ہو تو مرکب کی ضرورت بہت کم رہتی ہے۔ اگر چارہ سوکھی گھاس کا ہی ہو تو جانور کی تندرستی کے لئے اور زیادہ مرکب کی ضرورت پڑتی ہے۔

دودھ نہ دینے والی یا حاملہ گائے کا چارہ۔ بچہ دینے کے پہلے کم ازکم آٹھ ہفتے تک گائے دودھ دینا بند کردیتی ہے۔ اس عرصہ میں اُسے اپنی اور پیٹ کے بچھڑے کی صحت درست رکھنے کے لئے کافی مقوی غذا دینی چاہیئے۔ اگر گائے بچہ دینے کے پہلے کافی تندرست رہی ہو تو وہ دودھ دینے کے وقت کافی دودھ دیتی ہے۔ اگر دودھ بند ہونے کے بعد گائے کافی تندرست ہے تو اُسے سوکھے چارے کے ساتھ ایک سیر سے دو سیر تک مرکب دینا کافی ہوتا ہے۔ بچہ دینے کے ایک ہفتہ پہلے کا چارہ ٹھنڈا اور خوش ذائقہ ہونا چاہیئے۔

کام کرنے والے بیلوں کی خوراک بیلوں کو اُن کے کام کے مطابق غذا ملنی چاہیئے۔ جب بیلوں کے پاس کوئی کام نہ ہو تو انھیں ایسی خوراک دینی ہی کافی ہے جو ان کی صحت کو درست رکھنے کے لئے کافی ہو۔ کام کرنے والے جانوروں کے لئے دو مرکب نیچے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) سرسوں کی کھلی	۲	سیر
جو	۵	"
بھوسی	۱	"
چنا	۲	"
(۲) مونگ پھلی کی کھلی	۱	"
سرسوں کی کھلی	۱	سیر
جو	۵	"
بھوسی	۱	"
چنا	۲	"

معمولی کام (۴ گھنٹے) کرنیوالے بیلوں کے لئے دن بھر میں ڈھائی سیر مرکب اور زیادہ کام (آٹھ گھنٹے) کرنیوالے بیلوں کو ۴½ سیر مرکب مستقل غذا کے علاوہ دینا چاہیئے۔ بیلوں کو روزانہ ایک چھٹانک نمک بھی ملنا چاہیئے۔

کام کرنیوالے سانڈوں کی خوراک اور دیکھ بھال

کام کرنیوالے سانڈوں کو اچھا اور کافی چارہ اور مرکب دینا چاہیئے تاکہ وہ تندرست تو رہیں مگر موٹے نہ ہوں۔ زیادہ گھاس کھلانے سے سانڈ پیٹو ہوجاتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ سانڈ کے لئے ہرا چارہ سب سے اچھا ہے۔ جب سانڈ کو صرف سوکھی گھاس دی جائے تو جسم کو دیکھتے ہوئے سات سے نو سیر تک مرکب کافی ہوگا۔ اگر سوکھا چارہ عمدہ قسم کا ہو تو ۲ سے ۳ سیر تک مرکب کافی ہے۔ سانڈ کو اپنے چارے میں اتنی رطوبت کی ضرورت نہیں ہوتی جتنا کہ دودھ دینے والی گائے کو۔ کھور کو دیئے جانیوالے مرکب انھیں دیئے جاسکتے ہیں۔ سانڈ کو تندرست اور اچھا رکھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُسے کافی کام کرنا پڑے۔ اسکو عام مویشیوں کے ساتھ چراگاہ میں نہ دوڑنے دینا چاہیئے صرف ایک ہی بار کام لینا چاہیئے۔

گائے بھینسوں کی صحت اور دیکھ بھال

مویشی خانہ۔ مویشی خانہ صاف اور روشنی دار ہونا چاہیئے برابر صاف ہوا آسکے۔ مویشی خانہ ایسا ہونا چاہیئے کہ دن کے کسی حصے میں دھوپ آسکے کیونکہ اس میں جراثیم کا ہونا ممکن ہے۔ دودھ دینے والی گائے بھینسوں کو انتہائی سردی سے بچانا چاہیئے۔

صفائی۔ مویشی خانہ کو جتنا زیادہ صاف رکھنے کی برابر کوشش کی جانی چاہیئے۔ حتی الامکان مویشی خانہ کو دن میں ایک بار دھلنا چاہیئے۔ مویشی خانہ سے دور پر گوبر کو ایک گڈھے میں پھنکوا دینا چاہیئے۔ یہ جگہ چراگاہ سے دور ہونی چاہیئے کیونکہ اس سے بیماریوں کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں جو اکثر بہت سے جانوروں کی موت کے باعث ہوتے ہیں۔ اس طرح کھاد بھی محفوظ رہ سکیگی۔

سبھی جانوروں کی لاشیں خواہ وہ گاؤں کے باہر ہی کیوں پھینکی جائیں، زمین میں گاڑ دیجانی چاہیئیں۔

مویشی خانہ کی مٹی، خاک وغیرہ کو دور پر ایسی جگہ پھینکنا چاہیئے جہاں جانور نہ جاتے ہوں۔ چراگاہ یا زیر چراگاہ قطعہ کا باڑہ بدلتے رہنا چاہیئے اور انھیں کبھی کبھی جوت دیا جانا چاہیئے۔ پینے کا پانی صاف اور اچھا

پاک ہونا چاہئے۔ اسلئے پانی اور چارہ رکھنے کے برتن کو اونچے پر رکھنا چاہئے۔
بیماری روکنے کے عام اُصول۔ چونکہ بیمار جانور سے بیماری پھیلتی ہے اسلئے اسے تندرست جانوروں سے الگ رکھنا چاہئے۔
نئے خریدے ہوئے جانوروں کو دو چار دن تک دیگر جانوروں سے ملانا چاہئے کیونکہ ممکن ہے اُن میں کسی بیماری کے جراثیم ہوں۔
جانوروں کے زخم کھلے نہ رہنے چاہئیں۔ اس سے مکھیاں پیدا ہونگی ورزخم بڑھ جائیگا۔
بچہ دینے کے وقت گائے بھینسوں کی بہت دیکھ بھال کرنی چاہئے۔ ناف سے بڑھکر بیماری کے جراثیم پھیپھڑوں اور دوسرے جوڑوں تک پہنچ سکتے ہیں جہاں وہ بڑھتے ہیں۔ ناف کو پیٹ سے آدھ انچ کے فاصلے پر دھاگے سے باندھ دینا چاہئے اور پھر بچلے پانی سے ابالی ہوئی قینچی سے کاٹ کر ٹنکچر لگا دینا چاہئے۔
سانڈ کے متعلق بہت خیال رکھنا چاہئے۔ انھیں رات میں گایوں کے ساتھ نہ رکھنا چاہئے۔ بیمار سانڈ کو گائے پر نہ چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس سے گائے میں بھی بیماری آجاتی ہے۔ اور نہ تندرست سانڈ کو بیمار گائے سے ملنے دینا چاہئے کیونکہ اس سے بھی بیماری پھیلنے کا اندیشہ ہے۔
بچھڑوں کو بھی گائے سے رات کو الگ رکھنا چاہئے۔
جانوروں کو چیچک، لنگ گھونٹو، گھونٹو پھسری یا زہر باد سے دور رکھنا چاہئے

ٹماٹر زیادہ کھاؤ

کیونکہ

اس میں سب سے زیادہ وٹامنز یعنی جوہر غذائیت ہے

گو لوگوں نے عام طور پر وٹامنز کی اہمیت بطور غذا انہیں سمجھی ن اُسکی قدر و قیمت عام طور پر تسلیم کرلی گئی ہے۔ اور اب یہ بات م طور پر معلوم ہو چکی کہ ان (وٹامنز) یعنی راز عناصر کا منبع ہماری خوراک ہیں نہ جن کو عام طور پر کھاتے ہیں۔ ڈاکٹر ہنری۔ سی شیرمن حب۔ پی۔ ایچ۔ ڈی پروفیسر خوراک کیمسٹری (رسائن بھوجن) بیا اپنی کتاب فوڈ پروڈکٹس (Food Products) میں تحریر تے ہیں۔ پورا ٹماٹر کچا یا جوش دیا ہوا وٹامنز اے اور بی کے اظ سے کاہو اور لوبیا وغیرہ کے ہم پلہ اور وٹامن (سی) کے لحاظ سنترہ اور لیموں کے ہم پلہ ہے۔ خشک ٹماٹر اور پالک میں وٹامن اے) کی مقدار مکھن سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔
لیموں اور سنترہ اور ٹماٹر کا عرق خرابی خون کو دور کرنے کی تنہا رہ دوا ہے اصلاح خون کے لئے ٹماٹر اور عرق ٹماٹر اسلئے سب سے یادہ فوقیت رکھتے ہیں کہ ان کے پکانے پر وٹامن (سی) قطعی طور پر یل نہیں ہوتا اُن میں وٹامنز (اے) اور (بی) بھی ہوتے ہیں۔
جلدی۔ خونی اور گٹھیا بائی کے امراض کے لئے ٹماٹر کے عرق اطبا لوگ عرصہ دراز سے بہت مفید سمجھتے ہیں۔ لیکن یہ بات حال میں لوم ہوئی کہ یہ بچوں اور کمزوروں کو موٹا تازہ کرنیوالی چیز ہے۔ نیکاگو فع (امریکہ) کے چلڈرن میموریل ہاسپٹل میں مریض بچوں کو ٹماٹر کا عرق ی بطور غذا دیا جاتا ہے۔ ننھے اور بڑے بچوں کی خوراک کیلئے ٹماٹر میں نا مکمل وٹامنز ہے کہ پہلے اس کے اس زبردست وصف کا علم خواب بال کے احاطہ میں بھی نہیں تھا ٹماٹر کا عرق انتڑیوں وغیرہ کے صاف بسانے میں جادو کا اثر رکھتا ہے۔
سوزش چشم اور آشوب چشم کے کئی مریضوں کو جن کو یہ مرض خوراک میں وٹامن اے کی کمی کے باعث ہوا تھا عرق ٹماٹر دیکر اچھا کیا گیا۔
حفظ ماتقدم۔ ایک مشہور و مستند ڈاکٹر کی رائے ہے کہ خوراک میں وٹامنز کے کسی ضروری جز کی کمی کے باعث جو مرض واقعہ ہوجاتے ہیں۔ ایسے مریض ٹماٹر یا عرق ٹماٹر کے استعمال سے محفوظ ہوجاتے ہیں۔ یہ تعجب کی بات ہے۔ کہ ٹماٹر جیسی نہایت مفید سستی اور سادی چیز کے استعمال کرنے میں عوام الناس اس قدر سستی اور لاپروائی دکھلا رہے ہیں۔ اس کا عرق بخار کے مریض کو بھی دینا چاہئے کیونکہ اس کا قدرتی ایسڈ (کھٹاس) بخار کی گرمی کو کم کرتا ہے اور مریض کو بہت تسکین دیتا ہے اور کوئی دوسرا عرق یا جوشاندہ اتنا نفع نہیں پہنچاتا۔
عرق ٹماٹر کا اُن عرقوں یا شربتوں میں شمار ہے کہ جو پیاس کو کم کرنے کے واسطے سب سے اچھے تسلیم کئے گئے ہیں۔ کیونکہ ٹماٹر کے عرق میں وہ تمام ایسڈ (کھٹائیاں) پائے جاتے ہیں۔ جو سیب۔ لیموں۔ سنترہ لائم اور فاسفورس میں ملتے ہیں علاوہ اس کے اگر عرق ٹماٹر کھانا کھاتے وقت پیا جاوے تو ہاضمہ کو تقویت دیتا ہے اور بھوک کو بڑھاتا ہے۔
لندن کے ڈاکٹر پی۔ جے۔ کیمج صاحب حسب ذیل رپورٹ فرماتے ہیں "مرض ذیابیطس کے علاج کے لئے ٹماٹر تمام سبزیوں اور پھلوں میں اعلیٰ درجہ کی چیز ہے عرق ٹماٹر اب مرض موٹاپہ اور زہرباد کے علاج میں بہت زیادہ استعمال کیا جاتا ہے۔ وزن میں کمی کرنے کے لئے تمام مستند اطباء نے ٹماٹر کو تمام غذاؤں کا سرتاج بتایا ہے منشی اشیاء کے استعمال کی زیادتی سے خون اور معدے صو پھیپھڑوں میں جو خرابیاں واقعہ ہوجاتی ہیں ان کی اصلاح کرنے

کے لئے ٹھنڈے ٹماٹر یا عرق ٹماٹر سے زیادہ موثر کوئی چیز نہیں ہے۔ جن لوگوں کو منشی اشیاء کے کثیر استعمال کی بدعادات نے مریض و کمزور بنا دیا ہے ان کے لئے ٹماٹر کے عرق کا کافی مقدار میں استعمال بہت ہی مفید ہے۔ ضرورت سے زیادہ مقوی غذا کھانے اور ضرورت سے بہت کم کھانے سے جو ایک قسم کا زہریلا مادہ جسم میں پیدا ہو جاتا ہے وہ عرق ٹماٹر کے استعمال سے جاتا رہتا ہے۔ ٹماٹر زیادہ وٹامنز اور خرابی خون کی صلاحیت کا وصف رکھنے کے علاوہ معدنی اجزا بھی کافی مقدار میں اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ ٹماٹر میں (۱) پروٹین۔ (۲) فاسفیٹ۔ (۳) پوٹاش (۴) چونہ (۵) میگنیشیم۔ سوڈیم۔ سلفر (گندھک) کلورین اور آئرن (لوہا) پائے جاتے ہیں۔

غذائیت کے لئے لوہا سبزی ترکاری اور پھلوں میں بہ نسبت گوشت کے زیادہ ہوتا ہے اور زیادہ مکمل حالت میں حاصل ہو سکتا ہے۔ شکاگو کے مشہور ڈاکٹر جی۔ ڈبلیو وگنیر فرماتے ہیں۔

۱۔ ٹماٹر میں جملہ خوردنی اشیاء سے زیادہ وٹامنز ہیں۔

۲۔ قدرتی صحت بخش ایسڈ کی جو معدہ اور انتڑیوں کو ٹھیک حالت میں رکھتا ہے جتنا ٹماٹر میں ہے اتنا کسی اور سبزی ترکاری میں نہیں ہے۔

۳۔ ٹماٹر موثر طریقہ میں مصفّی خون ہے۔

۴۔ ٹماٹر گردوں کے لئے بہت مفید ہے کہ اُس میں مرض پیدا کرنیوالے زہر کو زائل کر دیتا ہے۔

۵۔ امراض گردہ اور ذیابطیس کے لئے بہت مفید ہے اب عرق ٹماٹر کا استعمال اس قدر زیادہ بڑھ گیا ہے کہ وہ لوگ بھی کہ جو اس کو قطعی استعمال نہیں کرتے تھے اس کی قدر و قیمت سے واقف ہو گئے ہیں اور اس کو بطور غذا استعمال کرنے لگے ہیں۔

ٹماٹر کے اوصاف اور اثرات کی جانچ اور تجربوں سے ظاہر ہوا کہ بدہضمی۔ گٹھیا بائی۔ آشوب چشم، موٹاپے (جسم کا پھول جانا) کمی خون۔ قبض۔ بدبودار سانس۔ خرابی خون۔ جلدی امراض کے لئے ٹماٹر یا اس کے عرق کا استعمال بہت ہی مفید چیز ہے۔ بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں اگرچہ ٹماٹر سال کے زیادہ حصہ میں کم و بیش قیمت پر ملتا رہتا ہے اور جو لوگ اس کے ذائقہ یا اوصاف سے تھوڑے بہت واقف ہیں وے اسکو استعمال بھی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن ہندوستان کے دیہاتوں میں یہ اتنا کمیاب ہے کہ شائد ۹۵ فیصدی دیہاتی لوگ اسکی صورت شکل۔ نام اور ذائقہ تک سے بھی ناواقف ہوں۔ چونکہ یوروپین صاحب ٹماٹر کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں اسلئے شروع شروع میں اسکی کاشت انھیں مقامات سے شروع ہوئی کہ جہاں یوروپین صاحب زیادہ تعداد میں رہتے ہیں۔ جیوں جیوں اسکی قدر و قیمت معلوم ہو گئی تیوں تیوں مانگ بڑھتی گئی۔ یہاں آجکل شائد کوئی ہی بڑا شہر یا قصبہ ایسا ہوگا کہ جہاں ٹماٹر نہ پایا جاتا ہو۔ ہندوستانی شہروں کے بازاروں میں اسکو عام طور پر ولائتی بیگن بھی کہتے ہیں۔ اور کئی قسم کا ہوتا ہے۔ فرق زیادہ تر جسامت رنگ اور ذائقہ میں ہوتا ہے۔ اس ملک میں یہ بہت آسانی کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے ایک تجربہ کار صاحب ٹماٹر (ٹماٹو) کی کاشت کے متعلق اپنا ذاتی تجربہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

ٹماٹر کا تخم میدانوں میں اخیر جون سے اخیر نومبر تک بو یا جا سکتا ہے اور پہاڑوں میں شروع مارچ سے اخیر مئی تک۔ زمین دومٹ اور اچھی طاقت ور ہونی چاہئے۔ جہانتک ممکن ہو عمدہ اور تازہ بیج حاصل کر کے گملوں یا کیاریوں میں پینری لگا دیں۔ جس کیاری یا گملے میں پینری لگائی جائیں اس کی مٹی میں گوبر یا پتیوں کا خوب گلا سڑا کھاد اس طرح ملا دینا چاہئے کہ کہیں مٹی کی ڈلی کا نام باقی نہ رہ جائے۔ پینری کے لئے تخم بوتے ہی زمین کو فوارہ وغیرہ سے تر کر دینا چاہئے۔ جب بیج پھوٹ کر پودے قریباً تین تین انچ کے ہو جائیں تو اُن کو آہستگی کے ساتھ باقاعدہ کیاریوں میں جن میں گوبر کا خوب گلا سڑا کھاد کافی مقدار میں پہلے سے ہی ملا رکھا ہو قطاروں میں لگا دیویں قطاروں کا باہمی فاصلہ تین تین فیٹ اور پودوں کا فاصلہ ایک دوسرے سے دو فیٹ مناسب ہے۔ جب پودے بڑھنے لگ جائیں تو ان کی شاخوں کو ٹیکیں (سہارا دینے والی لکڑیاں) دیدی جائیں۔ یا بانس جعفری یا ٹٹی وغیرہ پر چڑھا دیجائیں۔ جب تک ٹماٹر لگنے شروع ہوں۔ موسم گرما میں حسب ضرورت تیسرے چوتھے روز سینچائی کرتے رہنا چاہئے۔ پودہ لگانے سے ۲ یا ۲½ ماہ بعد ٹماٹر لگنے شروع ہو جائیں گے اور اگلی برسات شروع ہونے تک برابر لگتے رہیں۔ ٹماٹر کو پودے سے ہاتھ سے نہیں توڑنا چاہئے۔ بلکہ قینچی یا چاقو سے کاٹ لینا چاہئے۔ ٹماٹر بہت پھلتا ہے۔ اسلئے خانگی ضروریات کے لئے ہر ایک دیہاتی بھائی حسب ضرورت بو کر فائدہ اٹھا سکتا ہے اور کھانے کے لئے کافی مقدار میں ٹماٹر پیدا ہو سکتا ہے

(ماخوذ از مفید المزارعین)

گرام گیت

(از مسٹر تربینی سنگھ ـ کادار)

(بطرز آلھا)

ا ۔ ٹیوب ویل کی آبپاشی

یے ٹیمروں دَھرنی دَھر کو
مر کی سمروں مہا دیو کو
مر کی سرسوتی کو شمرت تہوں
ھا چھند پھک میں بھاکھوں
ودھ پُری میں راجہ دشرتھ گھر
ام لکشمن ۔ بھرت ۔ شترگھن
بندھا میں تھی گورنمنٹ سے
رہیں آدہی بھارت میں
ہی نہیں تھی کسی بات کی
ام راجیہ کی پرشنسا کو
رتیا بیت دواپر بیتو
لجگ مدھیہ بیچ بھارت میں
کیا گن گاؤں گورنمنٹ کے
سکل جنن کے سنکٹ ٹارن
ہریں آدِ کنواں بجلی کے
بیدھ بھانت سے بھئے سہائی
ہتا ایک چت میں بیا سے
سب ساماں پاس میں متر و
رو ہیلکمنڈ کی کمشنری میں
اتی بھاگ بچا نہروں سے
سم بچائی کو نائی چھانٹت
ے گن اندہ موڑھ تک بیتو
نہری خاطر گورنمنٹ نے
اُس پہ کبھی تم ٹھیک ریت سے
اب یہو اور روپ ہو ہر درشو
کرے پلیوہ جلدی کو وسے
دونی ڈیوڑھی سے بڑھ جائے
مالی یقین ہوئے کا ہو گو
بھید بھاؤ تم کو سمجھاؤں
اچھا سے سِلے محنت کا

اوپر دین بندھو بھگوان
دھر بجرنگ بلی کا دھیان
میرے کنٹھ براجو آن
رہ جائے سکل جبین میں مان
جن میں کام روم شت چار
جن گھر آن سلئے اوتار
جتنے کرشن کے اوزار
بھارت دیش بنو گلزار
پرجا پھول رہی پھلوار
اب تک گائے رہو سنسار
اب رہی کلجگ کی مرجاد
درشو ست جگ کی مرجاد
پایا خوب عیش آرام
بن گئے اودھ پُری کے رام
اُرو اوزار کرے تیار
کیوں نہ ہو رہن کھیت سدھار
سجن سُنیو کان لگائے
تو بھی درشا دین دکھلائے
اوّل نہریں دئی بنوائے
اُس میں کنواں دئے بنوائے
اب ہی دھرے پئے ہاتھ
نکست سے جائے رہو ہاتھ
روپیہ کو ٹن دیئے لگائے
کچھ نہیں رہے ہو لابھ اٹھائے
فصل خریف کی دیوں مثال
پیداوار میں کرے کمال
اچرج بھری بات کچھو نائے
اپنے گھر کیجو ازمائے
جو تم دو رو کان میں بات
بچن بھلی بھانت بن جائے

ہوئے نرائی آن فصلن کی
اک دونی ہاتھ فصل بڑھ جائے
فصل اگیتی کی ہونی جو
پیسہ خوب ہاتھ میں آئے
خالی کھیت وقت سے ہو جائے
کرو جتائی مسٹن ہل سے
ایک کھیت میں دو فصلیں لیو
رہے بن ہاتھ پاؤں کچھ پھٹکے
اب ہیں اور گئی ہو نہروں
فصل خریف کو پیچھے چھانڑو
ئے کام برسا پر نادھو
کمی نمی کی لکھو کھیت میں
خوب جاؤ کھیت میں بو ہیں
پہلے پانی کی بیریاں کون
دو پانی جب لگے کھیت میں
حالت دیکھ دیکھ کھیتی کی
جن کا ہوئے نہ کرے پلیوہ
کچھو سے اور بھرے دیمک کے
چوک آپنی کو کیوں رو ؤ
کیا تم نائے سُنی کانن سے

ہو وے سبھی ختم بیوہار
جب لگ بارش کی او ہنار
اوّل ہو سب سے طیار
بگڑے سبھی بنے بیوہار
رقبہ کرو ربیع طیار
کیسا سندر سُگم سُدھار
اُو نہر کیوں چوکو مت بام
پیو کبھی نائے آرام
سُنیو سکل چت دھر دھیان
ارو دھر لیو ربیع سے دھیان
رہ ہین سدا ادھورے کام
تو بھر لیو کنواں سے کام
دیمک بھاگے پران بچائے
درشو کھیت ہرد لہرائے
بالی بڑی بڑی دکھلائے
کرسک بہت مگن ہو جائے
ارو جن پانی دیتھے نائے
ارو کچھ پڑی ہاتھ میں نائے
ناحق رہے ادھک پچھتائے
کب تربینی سنگھ رہو گائے

۲ ۔ او کھ ۔ گنا

مہادیو کی اردھانگن کو
نت نو شہد جائے بٹکھڑے
اک دن کہن لگیں شیوجی سے
نت پرت شہد کہاں تے آوے
شیوجی کہن واں دن لاگے
مکھی شہد دھرین چھتہ میں
بڑے پرشرم سے نش باسر
اور پورتی کی سا گمری

تربھے جگ جانے سنسار
سیو کریں اماں ات پیار
تک میری سُنیو اودن کنار
ارو کس بھانت ہوئے تیار
سُن میری اُنگ سر رکھی تار
لاویں کاڑ بسپت وار
چھید ہا کے ہتیو لاؤیں بچائی
تم سوائی نت کرو پر یہ پان

بھوتی سنکر سے بولی
شُدھ بنیت کو رسن لاؤ
بیگ بلا سے لیو بشوامتر کو
پاربتی کے سنکٹ ٹارن
پن ترکیب ایک من سوجی
سدھ بھانت سے کھوج مین کر
جھٹک کال او نتھ گت لہرتی
سُدھری دشا بیگ پن بنسی
پتلی ایکھ پڑی سب اِکدم
کچھ دِن دشا یہی جب رہتی
بوڑت دشا لکھی نج نینن
گورنمنٹ گنا کی خاطر
صوبہ آپ نے میں شاہجہانپور
مگر ب فریشٹ گنا بیہ اکر
دین نواج تین سو بارہ
چارسو اکیس کے گنتا میں
بپراسے گنوں سے ات اوتم
گاؤں گاؤں جب بھیے تجربہ
گرمی کی جب بھئی جستائی
سبے کسان کے کھیتن مان
بھلی بھانت سے منئی دَب گئی
مسٹن ہَل سے بھئی جُتائی
ٹھیک ریت سے ہوئی جُتائی
گیہوں نہ فصل ہوسے اُت اُتم
کارن سدھ انت میں پرگھٹا
آج دیش بھارت کے اندر
جیسی شکر صاف جاوا کی
اب محتاج نہ ہی سکا ہو کو
یہ شبھ دشا ہوت بھی مشرد
سال بہ سال را کھت پیڑی کو
سہ تبہ گیان کے بپینے

اب جن پان کریں ہم ناتھ
تب ہم پان کریں تجویہ ناتھ
اپنی کتھا کہی بتیھاسئے
مُن ور کرنے لگے اپاسئے
کانس سے ایکھ کری طیار
گنا روپ کرو طیار
پھر آسے گیو اونت کال
بھارت ہون لگو کنگال
جب نائی دیو کسی نے دھیان
تب ہوجاتیو کانس سمان
تو اُٹھ وائیں پن بھاگ
تب بھارت میں رچو د بھاگ
کوئم بھارت کا استھان
پھیلے بھارت کے درمیان
جو ہر جگہ ہوئے طیار
تر تہ شکر ہے سے شمار
او بچ میں دُگنے تھے جان
تب سے سبھی گئے پہچان
سن برسا ہوت دئی ہواسئے
ہل پنجاب پچھاریں کھائے
ہوگئی کھاد خوب طیار
یوپی بھومیہ بھئی طیار
اُنتیہ شیل سچلے اد زار
جب بوئے دئیں لائنین ڈار
بن گئو دیش ایکھ کی کھان
بن گئے شکر میل مہان
تیسی خود ہو رہی طیار
بھارت خود بیچے بہرار
لیو کچھو ایسے نیت کسان
جن کو تنک نہ ہووے گیان
کیوں گھو سئی ادد یا لوائیں

امر بیل کو تیاگن کرکے　　کہتے رہے بشم بیل کی نائ
ہے پھل مول سکل سکھ نا شک　　سے کن دیو اودیا تیاگ
کیا تم نائیں سنئی کانن سے　　کہتا کرشی پھرے د بھاگ

مسٹن ہل کے فائدے

پرتھم سُمردن جگدیشور کو　　دوجے سُمر لیو پنچو مات
تیجے سُمرون گورنمنٹ کو　　ہوگئے اُدے بھاگیہ سکھ
آج انتی کو کرشی کی　　رچ دسے بڑے بڑے ا
لکھوں بڑائی مسٹن ہل کی　　دھرچھت پار برمہ ساکا
گہری جوتے دہری نہ پھینکے　　مٹی لوٹ پوٹ ہوجا
گھاس پھوس سب دبے کھیت میں　　چھن میں دَیت ہے کھاد
ایک جتائی مسٹن ہل کی　　ارو دیسی کی کئی
جائی کھیت میں مسٹن پر جائے　　تاکو جنم سپھل ہوجا
کیڑا ختم ہوئیں زہریلے　　جو دھرتی میں کریں بس
بنا روگ کے فصلیں ہورہیں　　پیدا اُبھرنہ ہوئیں دکا
مُنہ کھل ترت جائے دھرتی کا　　کرتی بھومیہ خوب جل
اد بیج شکت کھیتن کی بڑھ جائے　　فصلیں ہو رہیں بڑی
برشا بھر ہل چلے کھیت میں　　پانی نائی جائے بہرا
جڑیں پھیلنے کی خاطر سے　　یوپی بھومیہ ہوئے طی
خوب خوراک ملے پودے کو　　سب بدھ ہورہے خوب
نمی نہ ہی مدت لوں جیسے　　رہی ہے تری کا خوب
کھیت کی مانٹی پرسے بھربھری　　ڈیوڑھی اد بیج کو دی بڑھ
پکتن سے فصل کو مورسے　　بالی بڑی بڑی دکھلا
پہلے پانی کی فصلوں میں　　جلدی پڑے ضرورت
اد بیج شکست کھتن سے چاہو　　کرلیو سندر سنگم اپا



دھان کی کاشت اور مچھلیوں کی مصنوعی پرورش

(از سندر لال ہورا۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ ڈائرکٹر آف فیشری۔ بنگال)

آجکل کی صورتوں کو دیکھتے ہوئے جبکہ عوام کی غذا کو صحت بخش بنانے کے لیئے کھانے میں مچھلیوں کا زیادہ استعمال کرنا اور ماہی گاہوں کو اچھی حالت میں رکھنا نہایت ضروری ہے مچھلیوں کی مناسب پیداوار حاصل کرنے کے لیئے پانی کے ہر خطے سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

یہ عام خیال ہے کہ صرف دائمی تالابوں وغیرہ میں ہی مچھلیاں پالنا کا روزگار بہتر ہو سکتا ہے غلط ہے۔ کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ کسی تالاب کی تہہ کے نیچے بیٹھ جانے سے مچھلیوں کی پیداوار کو جس قدر کثیر نقصان پہنچتا ہے اتنا کسی دوسری اور وجہ سے نہیں ہوتا۔ عام طور پر تالاب میں مچھلیوں کی پیداوار بڑھ جاتی ہے۔ اگر ہم کبھی کبھی اسکو پوری طور پر خشک کر دیں اور کچھ عرصہ کے لیئے افتادہ چھوڑ دیں۔ اس ملک میں چھچھلے پانی کی بہت سی جگہیں ہیں جن میں ہر سال مچھلی کی پیداوار سے بہت زیادہ منافع اٹھایا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل مثالیں اس بات کو واضح کرتی ہیں۔

چھچھلے پانی کی ماہی گاہیں

کلکتہ کے قریب بدیا دھاری کے بہاؤ کے علاقہ میں بہت سے مقامات ہیں جہاں کارپ مچھلیاں بڑے پیمانے پر پیدا کیجاتی ہیں جہاں برسات کے زمانے میں (جولائی۔ اگست۔ ستمبر) مچھلیاں ڈال چھوڑدی جاتی ہیں اور گرمی کے موسم میں (مارچ۔ اپریل۔ مئی) پانی کے بہاؤ کے ان مقامات کو پوری طور پر یا کسی حد تک پانی سے خالی کر دیا جاتا ہے۔ بعض مقامات پر پانی میں مچھلیاں ڈالنے سے پیشتر دھان کی ایک فصل (جون جولائی سے اکتوبر نومبر تک) کاشت کرتے ہیں۔ چھچھلے پانی میں گرمی اور نباتاتی کھار زیادہ ہونے کی وجہ سے مچھلیوں کی پیدائش بہت تیزی سے ہوتی ہے چند مہینے کے عرصہ میں بڑھ کر ۵ء۱۲ انچ سے ۱۸ انچ تک ہو جاتی ہیں جبکہ کلکتہ کے دائمی تالابوں میں اس قدر بڑا ہونے کے لیئے ان کو دو (۲) سال لگتے ہیں۔

سندربن کے بعض آباد علاقوں میں جہاں لوگوں نے کھال میں یعنی (پانی کی نکاس کے لیئے نالیاں) اور دھان کے کھیتوں میں کارپ مچھلیوں کا پالنا شروع کر دیا ہے کتلا مچھلی وزن میں سات سیر تک اور روہو مچھلی پانچ سیر وزن تک ایک سال میں ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ نیکلسن نے بتایا ہے کہ ڈیلٹاؤں میں جہاں پانی کی سپلائی ہمیشہ رہتی ہے دھان کی فصل کے ساتھ ساتھ مچھلی کی پیداوار کے لیئے حالات نہایت ہی مناسب ہیں۔ مترا نے یہ تخمینہ لگایا ہے کہ اگر بنگال میں دھان کے زیر کاشت (۲۲۹۲۱۰۰ ایکڑ) رقبہ کو اور جوٹ کے زیر کاشت (۲۲۳۱۰۴۰۰ ایکڑ) رقبہ کو ان فصلوں کے ساتھ ساتھ مچھلیاں پیدا کرنے کے لیئے استعمال کیا جائے اور یہ کہ اگر معمولی طور پر فی ایکڑ رقبہ پر مچھلیوں کی پیداوار کی قیمت دس روپیئے ہو تو مچھلیوں کی اس پیداوار سے سالانہ ۵ کروڑ روپیہ کی آمدنی ہو سکتی ہے۔

عام طور پر جاپان میں دھان کی فصل کے ساتھ ساتھ مچھلیاں پیدا کرنے کا بھی روزگار کیا جاتا ہے۔ جاپان میں اس غرض کے لیئے مچھلیوں کے بچے مفت تقسیم کیئے جاتے ہیں۔ نکلسن نے اپنے مضمون "جاپان میں مچھلیوں کا پالنا" میں اس رواج کو بیان کیا ہے۔ نکلسن نے بتایا ہے کہ جاپان میں عام رواج ہے کہ جون کے مہینہ میں آبپاشی کے شروع ہوتے ہی دھان کے کھیتوں میں مناسب جگہوں پر مچھلیوں کے بچے ایک یا دو انچ لمبے چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ چار مہینے کے بعد یعنی اکتوبر تک جب دھان کی فصل کاٹی جاتی ہے تو یہ مچھلی کے بچے بڑھ کر ۸ یا ۱۰ انچ لمبے ہو جاتے ہیں جو آسانی سے بازار میں بیچے جا سکتے ہیں۔ مچھلیاں اس قدر تیزی سے اسلیئے بڑھتی ہیں کہ گرمی کافی ہوتی ہے اور کھیتوں میں ان کو خوراک کے لیئے چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے مثلاً لاروا اور کوپ پاڈ وغیرہ ملتے ہیں۔ کھیتوں میں بانس کے باڑے لگے ہونے کے باعث یہ باہر نہیں نکل سکتے۔ اگر کھیتوں میں پانی نہ رہے تو کسان کھیت کے ایک کونے میں گڑھا کھود دیتے ہیں

جس کے اندر مچھلیاں اس وقت تک زندہ رہ سکتی ہیں جب تک
اور پانی نہ آجائے کھیتوں میں مچھلیاں پالنے کی وجہ سے دھان کی
فصل بہت اچھی ہوتی ہے کیونکہ مچھلیاں ان کیڑوں کو جو پودوں کے
لئے نقصان دہ ہوتے ہیں کھا جاتی ہیں۔

ترقی دی ہوئی فصلیں

جب مچھلیاں دھان کے کھیت میں چلتی پھرتی ہیں تو پودوں
کے ہلنے سے نقصان دہ کیڑے پانی کی سطح پر گر جاتے ہیں اور
مچھلیاں ان کو کھا جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ مچھلیوں کے چلنے
پھرنے سے جڑوں کے پاس کی زمین اور گھاس پات ڈھیلی پڑجاتی
ہے۔ اور اس طرح کلوں کے پھوٹنے میں آسانی ہوتی ہے۔ ملائم
گھاس کو مچھلیاں کھا لیتی ہیں اس طرح دھان کے پودے اچھی طرح
بڑھتے ہیں اور یہ کہ مچھلیوں کا فضلہ دھان کی فصل کے لئے اچھی کھاد
کا کام دیتا ہے۔

دھان کے کھیتوں میں رہنے سے مچھلیوں کو گرمی اور اچھی خوراک
ملنے کے علاوہ پانی کے بڑے رقبہ میں گھومنے پھرنے کی بھی سہولیت
ملتی ہے۔ اڑتی ہوئی چڑیا کے سایہ پڑنے اور تیز ہوا کے باعث
پودوں کے ہلنے سے مچھلیاں پانی میں تیزی سے دوڑتی رہتی
ہیں اس طرح سے انکی کافی ورزش ہو جاتی ہے اور وہ خاصی موٹی
ہو جاتی ہیں۔ ڈیلٹا کے علاقہ میں دھان کے کھیتوں کا پانی کسی قدر
نمکین ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے مچھلیوں میں پسو۔ پھپھوندی
یا اس قسم کے دوسرے جراثیم نہیں لگنے پاتے۔

"امداد باہمی (کوآپریٹو) کے اصولوں پر عمل کرنے کے فوائد"

دھان کی کھیتی کے ساتھ ساتھ مچھلیاں پالنے کے مسئلہ پر
غور کرنے کے لئے اس بات کو دھیان میں رکھنا لازمی ہے کہ
گو علیحدہ علیحدہ کھیتوں کی پیداوار مقدار میں زیادہ نہ ہو پھر
بھی اس کی مجموعی پیداوار کا وزن کئی لاکھ پونڈ ہوگا۔ اگر گاؤں والے
دھان کی کھیتی کے ساتھ ساتھ مچھلیاں پالنے کا روزگار کوآپریٹو
کے اصولوں پر کرنا شروع کریں تو اس ضمنی پیداوار سے بہت کافی
آمدنی حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ ہر شخص کا اس مد پر بھی خرچہ بہت
ہو جائیگا۔ اور اگر ان مچھلیوں کو بڑے تالابوں میں جہاں انکو
ایک یا دو سال تک اچھی خوراک کھلائی جائے رکھنے کا انتظام کیا
جائیگا تو مچھلیاں پالنے کا یہ روزگار بہت ہی منافع بخش ہوگا۔

پروفیسر مستوکری کا حوالہ دیتے ہوئے نکلسن نے یہ کہا ہے کہ
"کسانوں کی ایک کوآپریٹو سوسائٹی جو پورے قانون کی نمائندہ
ہوتی ہے اس ضمنی پیداوار کے لئے ہر سال ۲۵۰۰ ایکڑ رقبہ
استعمال کرتی ہے جس کی سالانہ پیداوار ۲½ کروڑ مچھلیوں
کے بچے ہوتے ہیں اور جو آس پاس کے گاؤں میں پالنے کی
غرض سے فروخت کر دیئے جاتے ہیں نکلسن نے ایک دوسری
مثال بھی پیش کی ہے (مثلاً مصر میں) جہاں بہت بڑے رقبہ
پر آبپاشی ہوتی ہے ۱۹۱۰ء میں مچھلیاں پالنے کے روزگار بست
گو ابھی یہ روزگار شروع ہی کیا گیا ہے ۲۷ ہزار روپیہ کی آمدنی
ہوئی تھی۔

اس مضمون نگار نے ابھی حال میں جو تحقیق کی ہے اس سے
پتہ چلتا ہے کہ برطانوی گیانا اور برطانوی ویسٹ انڈیز میں جہاں پر
گنے اور چاول کی فصلوں کی کاشت کے لئے ساحل کے زرخیز علاقوں میں
نہروں اور خندقوں کے ذریعہ آبپاشی کی جاتی ہے زرعی فصلوں کی
کاشت کے ساتھ ساتھ مچھلیاں پالنے کا روزگار شروع کرنے کا انتظام کیا
جا رہا ہے۔ پانی کے حلقوں میں پیداوار کو زیادہ بڑھانے کے لئے دیسی
مچھلیوں کے انڈوں سے نکلے ہوئے بچے (Fingerlings)
اکٹھا کئے جائینگے تاکہ مچھلیوں کی قدرتی پیدائش میں ترقی کی جائے اور
اس طرح مچھلیوں کی پیداوار کی مقدار میں اضافہ ہو۔

خوراک میں اضافہ

گو کہ جیسا اوپر بتایا جا چکا ہے دھان کی کھیتی کے ساتھ ساتھ
مچھلیاں پالنے کا روزگار نفع بخش ہے پھر بھی محض آمدنی بڑھانے کے
لئے ہی یہ مشورہ نہیں دیا گیا ہے بلکہ اس مقصد سے کہ [illegible] طبقے کے
لوگوں کے لئے جن کی غذا میں عموماً جانوروں سے حاصل کردہ پروٹین
کی بہت کمی ہوتی ہے کافی مقدار میں اس قسم کا پروٹین حاصل ہو سکے
ہندوستان کی زراعت کے متعلق جو رائل کمیشن مقرر کیا گیا تھا
اس نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ "جن لوگوں کی خاص غذا
چاول ہے انکی خوراک کا مچھلی بہت ہی اہم جزو ہونا چاہئے"۔
زرعی کمیشن نے یہ بھی لکھا ہے کہ "کسانوں کی غذا کو بہتر بنانے
سے ان کی صحت پر بہت اچھا اثر پڑیگا۔ ہماری رائے میں ملک
کے بہت زیادہ حصوں میں مچھلی ہی ایک ایسی چیز ہے جس کا
اضافہ ان کی خوراک کو بہتر بنانے کے لئے کیا جا سکتا ہے۔ اسلئے
ہم اس کی سفارش کرتے ہیں اور جو لوگ ان مشکلات سے واقف
ہیں وہ اس امر سے اتفاق کریں گے کہ یہ رائے دینے میں ہم نے
غلطی نہیں کی ہے"۔

بھیڑوں کی منڈائی

از جناب پی - این - نند ایم - آر - سی - وی - ایس)

اور

جناب گر و بخش سنگھ ایل - وی - پی گورنمنٹ کٹیل فارم ، حصار

بھیڑوں کی تجارت بڑھ رہی ہے اسلئے یہ ضروری ہے کہ ہمارے گڈریئے سائنٹفک طور پر بھیڑوں کا پالنا سیکھیں - یہ صحیح ہے کہ اُن میں سے بیشتر پشتہا پشت کے تجربہ سے اس فن میں بڑی مہارت دکھلاتے ہیں لیکن پھر بھی بھیڑوں کے پالنے میں اِدھر جو ترقی اور اصلاح ہوئی ہے اُن سے وہ فائدہ نہیں اُٹھا پاتے - وہ اپنے قدیم طریقوں کو اسی وقت چھوڑ سکتے ہیں جب انھیں جدید طریقہ میں واضح طور پر فائدہ نظر آئے

بھیڑوں کی منڈائی ایک اہم اور وسیع پیمانے کا کام ہے مگر اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی جاتی - ٹھیک منڈائی نہ کرنے کے باعث وہ بہت کچھ اون کھو دیتے ہیں - اکثر وہ اپنی بھیڑوں کو سڑک کے کنارے مونڈتے ہیں - عموماً وہ فرصت کے وقت ایک یا دو بھیڑوں کو مونڈتے ہیں اور سارے جھنڈ کو مونڈنے میں ان کا بہت وقت صرف ہوتا ہے - یہ دونوں باتیں مضر ہیں -

اُون کی اچھی قیمت اسی وقت مل سکتی ہے جب وہ صاف، برابر، مضبوط، لمبا، ملائم اور چمکدار ہو - یہ سب باتیں اُسی وقت ہو سکتی ہیں جب منڈائی ہوشیاری کے ساتھ کی جائے -

منڈائی سال میں کتنی بار کی جائے اسکے لئے مختلف مقامات میں مختلف رواج ہیں - پہاڑی علاقوں میں منڈائی سال میں ایک بار کی جاتی ہے باقی جگہوں میں سال میں دو بار منڈائی کی جاتی ہے کہیں کہیں سال میں تین بار بھی بھیڑیں مونڈی جاتی ہیں - یہ قاعدہ درست نہیں ہے - کیونکہ تین بار مونڈنے میں اُون چھوٹا نکلتا ہے اور دام کم ملتے ہیں - حصار کے سرکاری کیٹل فارم میں بیکانیری بھیڑوں کی سال میں دو بار کی منڈائی اور ایک بار کی منڈائی کا مقابلہ کیا گیا تھا - یہ دیکھا گیا تھا کہ سال میں ایک بار یعنی اپریل میں مونڈنے میں بھیڑوں کی تندرستی برقرار رہی اگرچہ سال میں دو بار مونڈنا زیادہ مفید ثابت ہوا کیونکہ -

دو بار مونڈنے میں اُون زیادہ نکلتا ہے -

۲ - چھ ماہ کی منڈائی والا اون سال بھر کی منڈائی والے اون سے اچھا ہوتا ہے اسلئے دام زیادہ ملتے ہیں -

۳ - سال بھر بعد کی منڈائی میں بڑے اور چھوٹے روئیں کا فرق بہت زیادہ ہو جاتا ہے اور انھیں الگ کرنے میں زیادہ نقصان ہوتا ہے - ۶ مہینے بعد کی منڈائی میں یہ فرق ویسا نہیں رہتا لہذا الگ کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی -

۴ - کہیں کہیں گرمی کا اون زردی مائل ہوتا ہے اور جاڑے کا اون سفید ہوتا ہے سال میں ایک بار کی منڈائی سے رنگ کھچڑی ہو جاتا ہے -

۵ - سال بھر بعد کی منڈائی کے اون اُلجھ جاتے ہیں -

اس سے یہ ظاہر ہے کہ اگر آب و ہوا رکاوٹ نہ ثابت ہو تو بھیڑوں کی سال میں دو بار منڈائی کرنا اچھا ہوگا -

بھیڑیں کب مونڈی جائیں - اس کا کوئی جواب نہیں ہو سکتا - یہ بہت کچھ اُس جگہ پر مل سکنے والے چارے اور آب و ہوا پر منحصر ہوتا ہے - ہمارے ملک میں مختلف مقامات کی آب و ہوا میں بہت فرق ہے - منڈائی کا وقت مقرر کرنے میں مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں -

(۱) ان مقامات میں، جہاں سردی گرمی دونوں موسم بہت تیز ہوتے ہیں، یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بیشتر روئیں والے جانور موسم کی تبدیلی کے وقت اپنے روئیں جھاڑ دیتے ہیں - ایسے مقامات پر اس وقت کے آنے سے پہلے ہی بھیڑوں کی منڈائی ہو جانی چاہیئے -

(۲) حصار کے فارم میں یہ دیکھا گیا ہے کہ منڈائی کے بعد کچھ عرصہ تک بھیڑوں کے جسم کی حرارت معتدل سے ایک یا دو ڈگری نیچے رہتی ہے - اسلئے جسم کی حرارت کو برقرار رکھنے کے لئے منڈائی کے بعد کچھ دن تک خوراک کا انتظام کو رکھنا چاہیئے -

(۳) موسم کی اچانک تبدیلی کا بھیڑوں کی صحت پر بُرا اثر پڑتا ہے - اسلئے بھیڑوں کی منڈائی ایسے وقت کرنی چاہیئے جب موسم کے یکایک تبدیل ہونے کا اندیشہ نہ ہو -

(۴) جہاں موسم کے یکایک تبدیل ہونے کا اندیشہ ہو وہاں منڈائی اس طرح کرنی چاہیئے کہ بھیڑوں کے بدن پر کم از کم ایک انچ اون برقرار رہے -

پنجاب میں دیکھا گیا ہے کہ منڈائی کا سب سے اچھا وقت ستمبر کے آخری ہفتہ سے اکتوبر کے پہلے ہفتہ تک اور مارچ کے آخری ہفتہ سے اپریل کے پہلے ہفتہ تک رہتا ہے - کوئی بھی وقت مقرر کیا جائے

لیکن منڈائی کم سے کم وقت میں کرنی چاہیئے۔ اس سے منڈائی میں یکسانی رہیگی۔

منڈائی کے لیئے خاص طور سے ایک سایہ دار باڑا بنا لینا چاہیئے۔ لیکن ہر ایک گڈریا اسکا انتظام نہیں کرسکتا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ بھیڑیں کم ہوں، دو سو سے زیادہ نہ ہوں۔ اگر بھیڑ پالنے کا کام اعلیٰ پیمانہ پر ہو رہا ہو تبھی مستقل باڑے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ کہیں بھی موزوں جگہ پر ایک چھپر ڈال لینا چاہیئے۔ ہاں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ روشنی کافی آتی ہو اور اون صاف رہنا چاہیئے جہاں منڈائی ہو رہی ہو اس جگہ پر منڈائی سے پہلے پانی کا چھڑکاؤ کر دینا چاہیئے تاکہ گرد نہ اڑے۔ منڈائی کی جگہ بڑی ہونی چاہیئے تاکہ ہر ایک مونڈنے والے کو پانچ فٹ لمبی اور پانچ فٹ چوڑی جگہ ملے۔

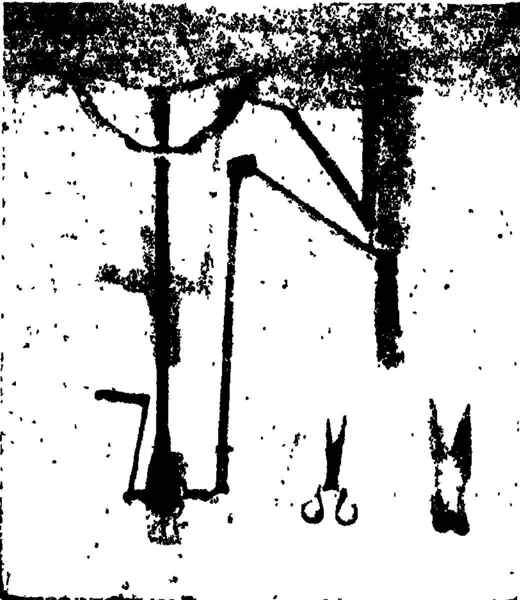


حصار کے سرکاری کیٹل فارم میں بھیڑوں کو منڈائی سے پہلے نہلایا جا رہا ہے

منڈائی سے چار پانچ دن پہلے بھیڑوں کو بہتے پانی میں نہلا لینا چاہیئے حصار میں اس سے کوئی فائدہ نہیں دیکھا گیا لیکن کنٹرول شدہ اور منظم بازاروں کے باعث اس سے فائدہ ہی کا امکان ہے۔ بھیڑوں کو ہمیشہ نہر یا ندی کے بہتے ہوئے پانی میں نہلانا چاہیئے اور بھاری پانی سے بچانا چاہیئے۔ نہلاتے وقت اس بات کی احتیاط رکھنی چاہیئے کہ اون الجھ نہ جائے۔ سوکھی جگہوں میں منڈائی اور منڈائی سے پہلے بھیڑوں کے نہلانے کے وقت کو ۲۴ گھنٹے تک گھٹایا جا سکتا ہے۔ حصار میں بھیڑوں کو نہر کے پانی میں نہلانے کے بعد منڈائی کرنے سے اون کے نمونے ۹۰ فیصدی اچھے حاصل ہوتے دیکھے گئے ہیں۔

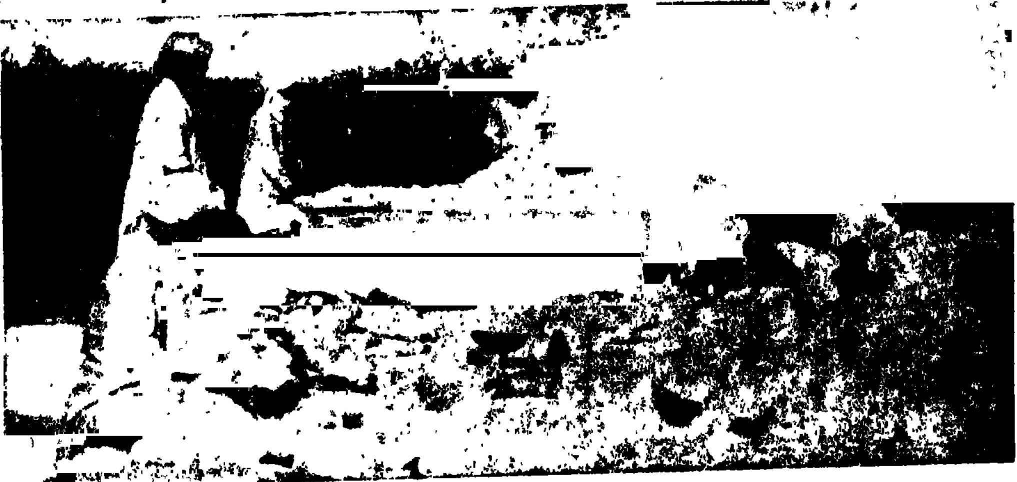
منڈائی سے پہلے بھیڑ کو ۱۲ سے ۱۸ گھنٹے تک بھوکا رکھنے کا قاعدہ اچھا ہے۔ اس حالت میں بھیڑ کو زمین پر کم سے کم تکلیف ہوتی ہے اور اس کے بیمار پڑنے کا اندیشہ نہیں رہتا۔

منڈائی یا تو قینچی سے یا ہاتھ سے یا پاور سے چلنے والی مشین سے کی جا سکتی ہے۔ ہندوستان کے مختلف حصّوں میں مختلف قسم کی قینچیاں کام میں لائی جاتی ہیں۔ حصار کے فارم میں انگریزی قینچیاں زیادہ اچھی ثابت ہوئی ہیں۔ ایک ہاتھ سے مونڈنے والا



بھیڑ مونڈنے والی قینچی کے نمونے۔ بائیں طرف سے ۱- انگریزی ۲- دیسی قینچی ۔ ۳- ہاتھ سے مونڈنے والی مشین۔

قینچی سے ایک دن میں ۲۵ سے ۳۰ بھیڑیں تک مونڈ سکتا ہے بجلی سے چلنے والی مشین ایک دن میں ۲۰۰ بھیڑیں تک مونڈ سکتی ہے۔ مشین سے منڈائی جلدی ہوتی ہے اور کھال کے زیادہ نزدیک تک اون کٹتا ہے اس میں مشکل یہ ہوتی ہے کہ مشین سے منڈائی میں زیادہ ہوشیاری کی ضرورت پڑتی ہے اور مشین کے کچھ حصے



حصار کے سرکاری کیٹل فارم میں بھیڑوں کی منڈائی کا ایک منظر

عموماً بدلوانے پڑتے ہیں جن کا ہندوستان میں ملنا مشکل ہوتا ہے۔ مشینیں دراصل اُن ملکوں کی ضرورت پوری کرنے کے لئے بنی ہیں جہاں بھیڑیں بہت بڑی تعداد میں پالی جاتی ہیں اور مونڈنیوالے کافی تعداد میں نہیں ملتے۔ جہاں مزدوروں کا سوال نہیں ہے وہاں قینچی سے بھیڑ مونڈنا سستا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتنے ہی اون پیدا کرنیوالے ممالک نے مشین سے منڈائی کرنا بند کر دیا ہے اور ہاتھ سے چلائی جانے والی قینچی کو اپنایا ہے۔

مونڈتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ بھیڑ کو کم سے کم تکلیف ہو۔ سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ پیر، پیٹ اور سر کا اون پہلے اُتار لیا جائے اور علیحدہ رکھ دیا جائے باقی اُون اس کے بعد اُتارنا چاہئے۔ خواہ گردن کی طرف سے یا دُم کی طرف سے۔

یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اون کا گچھا ایک ہی بار کے قینچی چلانے میں کٹ جائے۔ اچھا مونڈنے والا وہ سمجھا جاتا ہے جو کھال کے پاس سے قینچی چلاتا ہے اور کسی دفعہ قینچی کی چال کو دہراتا نہیں۔ سارا اُون یکساں طور پر کاٹنا چاہئے۔ کچھ مونڈنے والے سر، پیٹھ، پٹھوں پر اور دُم پر زیبائش کے خیال سے اُون کے گچھے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ فضول ہے مونڈتے وقت بھیڑ کے جسم پر یا اُون پر غیر ضروری دباؤ بھی نہیں ڈالنا چاہئے۔ کند قینچی سے بھیڑ کی کھال کے جگہ بہ جگہ کٹ جانے کا اندیشہ رہتا ہے اور بہت تیز قینچی سے کاٹنے پر بھی زور نہیں دیا جاسکتا بھیڑ کے مونڈ چکنے پر کھال جہاں جہاں کٹ گئی ہو وہاں وہاں ٹینکچر آف آیوڈین لگا دینا چاہئے اور ان کو اس طرح لپیٹ لینا چاہئے کہ کھال کی طرف والا حصہ باہر کی طرف رہے۔



بندیلکھنڈی کہانی

ترکش والا بہادر

(از جناب شیو سہائے چترویدی)

ایک راجہ تھا۔ تیر کمان چلانے میں بہت ہی مہارت رکھتا تھا۔ ہر روز صبح کے وقت وہ اپنی رانی کو قلعہ کے میدان میں لیجاتا اور دور کھڑے ہوکر اس کی ترکش میں سے تیر چلایا کرتا۔ جب تیر ترکش میں سے نکل کر نشانے پر لگ جاتا تو وہ رانی سے پوچھتا۔
"کہو رانی، میرا جیسا بہادر کوئی دوسرا ہے؟"
رانی جواب دیتی "کوئی نہیں۔"

راجہ کا یہ روز کا کام تھا۔ رانی کو ڈر لگتا تھا کہ کسی دن تیر نے ذرا بھی خطا کی تو میری موت یقینی ہے۔ اسلئے وہ دن بدن دُبلی ہوتی جاتی تھی۔ ایک دن رانی کا بھائی آیا۔ اُس نے پوچھا "بہن تم اتنی دبلی کیوں ہوگئی ہو؟"

رانی نے سارا قصہ کہہ سُنایا۔ بھائی نے کہا "میں علاج بتلاتا ہوں۔ جب راجہ تم سے پوچھے کہ مجھ جیسا بہادر کوئی دوسرا ہے؟ تم تم کہنا کہ یہ زمین بہت بڑی ہے۔ ایک سے بڑھکر ایک ہیں۔"

دوسرے دن ترکش میں سے تیر نکال کر جب راجہ نے پوچھا تو رانی نے کہہ دیا "یہ زمین بہت بڑی ہے۔ ایک سے بڑھکر ایک ہیں۔" رانی کا جواب سُن کر راجہ کو بہت غصّہ آیا اور اپنا تیر کمان لیکر وہ پردیس کو چل دیا۔ چلتے چلتے راستے میں اُس نے دیکھا کہ ایک سورداس تیر کمان لئے بیٹھا ہے۔ بار بار تیر چڑھاتا ہے اور پھر اُسے اُتار لیتا ہے۔ ترکش والے بہادر یہ عجیب نظارہ دیکھکر سورداس کے پاس جاکر رام رام کیا اور پوچھا "سورداس کیا کر رہے ہو؟"

سورداس نے کہا "سات سمندر پار سات دانے چر رہے ہیں ایک سیدھ میں آتے ہی نہیں۔"

ترکش والے بہادر کو بڑی حیرت ہوئی۔ وہ سوچنے لگا کہ یہ سورداس سات سمندر پار کے دانے کو کیسے دیکھ سکتا ہے۔ سورداس نے اُس کے دل کی بات جان کر کہا "بھائی ترکش والے بہادر تمہیں یقین نہ آئے تو میرا تیر پکڑ کر چلے جاؤ اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھ آؤ۔" ترکش والے نے ایسا ہی کیا۔ سورداس کے تیر کے ساتھ سات سمندر پار چلا گیا۔ دیکھا تو واقعی وہاں سات دانے چر رہے ہیں۔ تیر پھر اُسے اپنی جگہ پر واپس لے آیا۔ دونوں میں دوستی ہوگئی اور وہ ساتھ ساتھ آگے بڑھے۔ کچھ دور چلنے پر ایک بھالے والا بہادر ملا۔ اُس نے اپنے بھالے کو پھینک کر کہا "جا شکار لے آ۔" دونوں دوست کھڑے ہوکر تماشہ دیکھنے لگے تھوڑی دیر میں دیکھتے کیا ہیں کہ بھالا ایک ہرن کو چھیدے ہوئے آرہا ہے اب تو ان تینوں میں دوستی ہوگئی۔ سب نے مل کر کھانا پکایا، کھایا اور ساتھ ساتھ آگے بڑھے۔ کچھ دور جانے پر اُنھوں نے دیکھا کہ ایک انسان کمر برابر گڈھا کھودے اُس میں گھسا ہے

تینوں دوستوں نے اس کے پاس جاکر صاحب سلامت کی اور پوچھا "کیا کر رہے ہو بھائی؟" اس نے جواب دیا "اندر سبھا کا تماشہ دیکھ رہا ہوں۔" یہ جواب سُن کر تینوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ گڈھے والے نے کہا "اعتبار نہ ہو تو گڈھے میں اُتر کر دیکھ نہ لو۔" باری باری تینوں گڈھے میں گھسے تماشہ دیکھکر خوش ہوگئے۔ اس سے بھی دوستی ہوگئی۔ اب چاروں دوست آگے چلے اور ایک شہر میں پہنچے۔

شہر ویران تھا۔ ہر قسم کی دوکانیں تھیں۔ چیزوں کے نرخ لکھے تھے۔ ان چاروں دوستوں نے کھانے کا سامان لیا اور شہر کے باہر ایک باؤلی پر آکر ٹھہر گئے۔ سورداس کھانا پکانے کو رہ گئے اور باقی تینوں دوست شکار کو چلے سورداس نے کھانا تیار کیا۔ اتنے میں ایک دانا باؤلی سے نکل کر آیا اور آگ مانگی۔ سورداس نے کہا کہ جب تک ہم چاروں دوست کھانا نہ کھالیں گے اس وقت تک آگ نہ ملے گی۔ اس پر دانے نے سب کھانا کھالیا اور سورداس کو پیٹ کر باؤلی میں جا کودا سورداس شہر سے سامان لاکر پھر کھانا پکانے لگا۔ اتنے میں تینوں دوست شکار کھیل کر آگئے۔ دیکھکر بولے۔ "سورداس، بڑی دیر کی۔ ابھی تک کھانا نہیں تیار ہوا"، سورداس نے بات بنا کر کہا "پہلے سے کھانا پکا رکھتا تو ٹھنڈا نہ ہوجاتا؟ چاروں دوستوں نے مل کر کھانا پکا کر کھایا اور سو گئے۔

دوسرے دن صبح پھر شکار کی تیاری ہوئی۔ سورداس نے کہا "آج شکار کو میں بھی جاؤں گا۔ کھانا پکانے کے لئے آج بھالے والا بہادر یہاں رہے۔" یہ بات سب نے پسند کی اور بھالے والا بہادر رہ گیا۔ تینوں دوست شکار کھیلنے چلے گئے۔ بھالے والے نے جوں ہی کھانا تیار کیا کہ باؤلی میں سے دانا نکلا اور آگ مانگی۔ بھالے والے بہادر نے وہی جواب دیا۔ دانے نے

نے سارا کھانا کھالیا اور اُسے پیٹ کر باؤلی میں جا کودا تینوں دوست لوٹے تو دیکھا کہ کھانا تیار نہیں ہے۔ پہلے دن کی طرح پھر سب کو مل کر کھانا پکانا پڑا۔

تیسرے دن کھانا پکانے کے لئے نتھنی والے بہادر کے رہنے کی باری آئی۔ تینوں دوستوں کے چلے جانے پر اُس نے کھانا تیار کیا کہ اتنے میں باؤلی سے پھر وہی دانا نکلا اور آگ مانگی۔ نتھنی والے نے آگ دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر دانا مارنے کو جھپٹا۔ نتھنی والے بہادر نے فوراً ہی کمان اُٹھا کر ایسا تیر مارا کہ دانا ڈھیر ہوگیا۔ تینوں دوست لوٹے تو اُس نے کہا۔ ”تم لوگ ناحق پٹتے رہے۔ میرے ساتھ بھی اُس نے شرارت کرنی چاہی مگر دیکھو کہ کیا حال ہوا۔ اب لوگ بہت خوش ہوئے۔ کھانا تیار ہوچکا تھا۔ صرف گوشت پکنے کی دیر تھی۔ بھالے والے نے کہا کہ دیکھوں ابھی کتنی دیر ہے۔ ہانڈی کے پاس جاکر اُس نے دیکھا اور نتھنی والے بہادر سے پوچھا کہ تم نے گوشت کا ٹکڑا پکنے کو رکھا تھا یا سالم بکری؟“ اُس نے جواب دیا۔ ”ٹکڑے رکھے تھے۔ کہیں سالم بکری بھی رکھی جاتی ہے؟“

بھالے والے نے کہا۔ ”ذرا یہاں آکر دیکھو تو۔“

قریب جاکر دیکھا تو ہانڈی کے اندر سالم بکری مع سینگ چمڑا اور دُم کے بیٹھی ہے۔ ان سب کو بہت تعجب ہوا۔ ہانڈی کو انھوں نے ڈھنک دیا اور باقی کھانا سب نے مل کر کھایا۔

کھانے کے بعد سب نے صلاح کی کہ اب یہاں پر رہنا ٹھیک نہیں۔ کسی دوسری جگہ چلنا چاہئے۔ نتھنی والا بہادر دوسری قسم کا انسان تھا بولا ”تم تینوں چلے جاؤ میں تو ابھی کچھ دنوں یہیں رہوں گا شہر جو ویران ہوا ہے وہ یہیں کی شرارت سے ہوا ہے اُسے دُور کئے بغیر میں کہیں نہیں جاؤں گا۔ مگر تم لوگ ایک کام کرنا جہاں کہیں رہو، روز چار آدمیوں کا سامان لیکر کھانا پکانا۔ اپنا اپنا حصہ کھانا۔ میرا زمین میں گاڑ دیا کرنا۔“

تینوں دوستوں نے اسکی بات مان لی اور چلے گئے۔ ان کے چلے جانے پر نتھنی والے بہادر نے ہانڈی کو پھوڑ ڈالا۔ اس میں جو بکری بیٹھی تھی وہ ڈائن بن کر دوڑی۔ بولی ”کھاؤں یا بچاؤں؟“

نتھنی والے نے کہا۔ ”تمہارا آدمی تو مر ہی گیا۔ مجھے بھی کھالوگی تو تمہیں کیا ملے گا؟ میں مرد، تم عورت۔ دونوں مل کر عیش کیوں نہ کریں؟“

ڈائن راضی ہوگئی اور دونوں رہنے لگے۔ نتھنی والا روزانہ

کچھ دیر گھومنے جانے لگا۔ ایک دن گھومتے گھومتے شاہی محل کے پاس جا نکلا۔ دیکھتا کیا ہے کہ اوپر چھجے پر ایک نہایت حسین لڑکی بیٹھی ہے۔ اُسے دیکھتے ہی وہ بولی ”راہی تجھے اپنی جان پیاری نہیں ہے؟ یہاں کیوں پھر رہا ہے؟ جلدی بھاگ جا، نہیں تو ڈائن کھا جائیگی“ نتھنی والے نے کہا۔ ”تم اوپر، میں نیچے، پاس بُلاؤ تو کچھ بات چیت کروں۔“

لڑکی نے کمند ڈال کر اُسے اوپر بُلایا اور عزت کے ساتھ پلنگ پر بٹھا کر بولی ”میں راجا کی بیٹی ہوں۔ اس شہر کو ایک دیو اور ڈائن نے برباد کر دیا ہے۔ ان کے ظلم سے سب لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں“

نتھنی والے نے دیو کی موت کا حال سُنا کر کہا کہ یہ تو بتاؤ کہ اس ڈائن کی موت کیسے ہوگی؟

راجکماری نے کہا۔ ”اس کی موت تیر طنچہ سے نہیں ہونے کی۔ اُسے تو کنڈوں سے جلا کر مارا جاسکتا ہے“

اتنی بات چیت کرکے نتھنی والا بہادر ڈائن کے پاس لوٹ آیا۔ اگلے دن اُس نے ڈائن سے کہا۔ ”دیکھو، مجھے شکار کا شوق ہے۔ اگر تم کہو تو شکار کھیل آیا کروں۔“

ڈائن نے کہا۔ ”شکار کے لئے تم خوشی سے جاسکتے ہو۔ لیکن دیکھو، کہیں بھاگ مت جانا۔ بارہ کوس تک میری چوکی ہے۔ بھاگے تو چوٹی پکڑ کر کھینچ لاؤں گی۔“

نتھنی والے نے کہا۔ ”اچھی بات ہے۔ مجھے بھاگنے کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے؟“

اُس دن سے وہ روزانہ شکار کو جانے لگا۔ ایک دن اس نے ڈائن سے کہا۔ ”دیکھو میں راجہ ہوں۔ ہمارے محل میں خوب پردہ ہوتا ہے۔ رانی محل کے اندر پردے میں رہتی ہے۔ اب ہم تم سے شادی کرلینا چاہتے ہیں۔ تم رانی بن جاؤگی۔ لیکن قسم کھاؤ کہ پردے میں رہوگی۔ اِدھر اُدھر آواروں کی طرح نہ پھروگی!“

ڈائن نے قسم کھائی۔ دونوں کی شادی ہوگئی۔ قریب ہی کنڈوں کا ایک ڈھیر لگا تھا۔ اُسے بیچ میں کھوکھلا کرکے اُس میں ایک آدمی کے بیٹھنے کے لائق جگہ بنا کر نتھنی والے نے ڈائن سے کہا کہ تمہارے بیٹھنے کے لئے یہ جگہ بنادی ہے۔ یہیں بیٹھا کرو۔ ڈائن دن میں وہیں بیٹھنے لگی۔ ایک دن موقع دیکھ کر نتھنی والے نے اس میں آگ لگادی۔ ڈائن جل کر خاک ہوگئی۔

اس طرح ڈائن کو ختم کرکے وہ راجکماری کے محل میں پہنچا

اور اُسے سارا قصّہ سُنا کر کہا کہ لو اس بلا سے بھی نجات ملی۔

راج کماری بہت خوش ہوئی۔ اس نے چاروں طرف خطوط بھیج کر یہ اعلان کرا دیا کہ شہر کی بلا ختم ہو گئی۔ لوگ آ کر پھر اپنے گھروں میں آباد ہو جائیں اور اپنی زمین و جائداد سنبھالیں۔ تھوڑے ہی دنوں میں شہر پھر آباد ہو گیا۔ سب کام کاج باقاعدہ ہونے لگے۔ تھیلی والے نے راج کماری سے شادی کر لی۔ دونوں آرام سے رہنے لگے۔

ایک دن راجکماری دریا میں نہانے گئی۔ اس کے بال سونے کے تھے۔ کنگھی کرنے میں جو بال ٹوٹے ان کو ایک دونے میں رکھکر اس نے دریا میں بہا دیا۔ بالوں کا دونا بہتے بہتے ایک دوسرے راجہ کے راج میں پہنچا۔ وہاں کا راج کمار اُس وقت دریا میں ٹہل کر رہا تھا۔ بالوں کو دیکھکر اُس نے طے کیا کہ میں اپنی شادی اسی سونے کے بالوں والی عورت کے ساتھ کروں گا اور گھر جا کر چارپائی پر پڑ رہا۔ راج کمار کے اس طرح پڑے رہنے کا سارا حال راجہ کو معلوم ہوا۔ راجکمار نے دونا پیش کر کے کہا "جس عورت کے یہ بال ہیں اُسی کے ساتھ میں شادی کروں گا۔" راجہ نے فوراً چالاک کٹنیوں کو بلوایا۔ پہلی کٹنی سے پوچھا "تم میں کیا خوبی ہے؟"

"میں بادل میں سوراخ کر سکتی ہوں۔"

"تم میں؟" دوسری سے راجہ نے پوچھا۔

"میں بادل میں سوراخ کر کے اس میں پیوند لگا سکتی ہوں"

پیوند لگانے والی کو زیادہ ہوشیار سمجھ کر راجہ نے اُسے سونے کے بالوں والی عورت تلاش کرنے کا حکم دیا۔ کٹنی نے ایک کشتی تیار کرائی اور بہاؤ کے خلاف اوپر کو کشتی لیجانے کے لئے ملاحوں سے کہا۔ کچھ دنوں میں وہ اُسی جگہ پر جا پہنچی جہاں وہ سونے کے بالوں میں رانی رہتی تھی۔ ملاحوں کو دریا کے گھاٹ پر رہنے اور اُسکی واپسی کا انتظار کرنے کو کہکر وہ شاہی محل کی طرف بڑھی۔ محل کے اندر جا کر رانی سے بڑی محبت کے ساتھ بولی۔ "میں تمہاری خالہ ہوں۔ تمہاری ماں تمہارے بچپن ہی میں مر گئی تھیں تبھی سے تمہیں دیکھنے کی خواہش تھی۔ تمہیں دیکھکر میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔" رانی نے اُسے عزت کے ساتھ رکھا۔ جب تھیلی والا آیا تو رانی نے خالہ کے آنے کی خبر سُنائی۔ اس نے کہا "خالہ والہ کوئی نہیں۔ یہ کوئی کٹنی معلوم ہوتی ہے۔ بہت ہوشیار رہنا۔ اسکی باتوں میں مت آنا۔" کٹنی کو رہتے ہوئے کئی دن ہو گئے۔ ایک دن اُس نے رانی سے پوچھا "بیٹی بُرا نہ مانو تو ایک بات پوچھوں؟" رانی نے کہا "پوچھو خالہ، بُرا کیوں مانوں گی۔"

"تو میری ہے اسلئے پوچھتی ہوں۔ سچ بتا تیرا شوہر کیا تجھ پر اعتبار کرتا ہے؟ مجھے تو رنگ ڈھنگ ٹھیک نہیں معلوم ہوتے۔..

"نہیں خالہ، تم یہ کیا کہتی ہو؟ وہ مجھ پر بہت اعتبار رکھتے ہیں اور مجھ سے سچی محبت کرتے ہیں۔"

کٹنی نے ہنسکر کہا "ابھی تو نری چھوکری ہے۔ مردوں کی چال تجھے نہیں معلوم۔ بیٹی میں نے اسی میں اپنے بال پکائے ہیں۔ اچھا تجھے یقین نہ ہو تو آزما کر دیکھ لے۔ آج رات کو اُس سے پوچھو کہ تمہاری موت کہاں ہے؟ اگر وہ تجھ پر اعتبار کرتا ہوگا تو بتا دے گا ورنہ نہیں۔"

رانی کے دل پر خالہ کی بات جم گئی۔ رات کو اس نے شوہر سے پوچھا "تمہاری موت کہاں ہے؟ مجھے بتا دو۔"

تھیلی والے نے جھوٹ موٹ کہہ دیا "اوپر دو منزلے پر جو مٹی کی پتلی رکھی ہے اُس میں۔"

صبح رانی نے خالہ کو رات کی بات بتلا دی۔ خالہ اوپر جھاڑنے بُہارنے گئی تو اُس نے پتلی میں ایک لات ماری۔ پتلی چھوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ تھیلی والے کا سر تک نہیں دُھمکا۔ خالہ نے بیٹی سے کہا "دیکھو بیٹی۔ میں نے کہا تھا نہ کہ راجہ تم پر اعتبار نہیں کرتا۔ راجہ نے تم سے جھوٹ موٹ ہی کہہ دیا کہ میری موت پتلی میں ہے۔ دیکھو وہ پتلی پھوٹی پڑی ہے اور اس کا سر تک نہ دُھمکا۔ بیٹی، مرد، بڑے مطلبی ہوتے ہیں۔ تو بھولی ہے۔ سمجھتی ہے کہ وہ تجھ سے سچی محبت کرتے ہیں۔ اب تو آنکھیں کھلیں۔" بیٹی کو خالہ کی باتوں میں کچھ سچائی نظر آئی۔ آج رات کو پھر اس نے شوہر سے کہا "معلوم ہوتا ہے کہ تم مجھ پر اعتبار نہیں کرتے۔ سچ بتلاؤ کہ تمہاری موت کس جگہ ہے؟" تھیلی والے نے کہا "موت پھر بتلاؤں گا۔ پہلے ایک قصّہ سنو۔ چار دوست تھے وہ ساتھ ساتھ چلے۔ لیکن ان میں سے ایک راستہ میں رہ گیا۔ وہ تینوں اب بھی کہیں گھومتے ہیں۔ وہ روزانہ چار آدمیوں کا سامان لیتے ہیں۔ کھانا پک جانے پر تین اپنا اپنا حصّہ کھا لیتے ہیں۔ چوتھے کا زمین میں گاڑ دیتے ہیں۔ میں مر جاؤں تو مجھے زندہ کرنیوالے وہی ہیں۔ مرنے پر میری لاش جلانا مت۔ تیل میں ڈال کر اسی محل میں رکھ دینا۔ وہ کبھی نہ کبھی آ کر مجھے زندہ کر دیں گے۔ میری موت میری تلوار میں ہے۔"

صبح ہونے پر رانی نے خالہ کو بتا دیا۔ خالہ نے موقع دیکھکر پانی گرم کرنے کے چولھے میں تلوار ڈال دی۔ تھیلی والا شکار کھیلنے چلا گیا تھا۔ اُسے بےچینی معلوم ہوئی۔ گھوڑے پر سوار ہو کر وہ گھر کو بھاگا۔ لمحہ بہ لمحہ طبیعت خراب ہوتی جاتی

سا گھر پہنچتے ہی اُس نے تلوار مانگی۔ تلوار نہ ملی تو مرنے کے بعد دلاش نہ جلانے کی ایک بار پھر ہدایت کرکے وہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا اور جان نکل گئی۔

رانی کو بیحد افسوس ہوا۔ خوب روئی پیٹی۔ کٹنی نے سمجھا کر کہا "بیٹی، مرنا جینا کیا کسی کے ہاتھ میں ہے۔ ایک دن سبھی کو مرنا ہے۔"

رانی بڑی بھولی تھی۔ وہ کٹنی کی چال پھر بھی نہ سمجھی۔ شوہر کی لاش کو اُس نے تیل کے صندوق میں بند کرکے محل کے اندر رکھوا دیا۔ اس کا غم دن بدن بڑھنے لگا اور وہ سوکھ کر کانٹا ہوگئی۔ ایک دن کٹنی نے اُس سے کہا "بیٹی گھر میں جو رہنے کی وجہ سے تجھے ہر وقت غم ستاتا ہے۔ چل آج دریا میں گھوم آئیں۔"

زور دینے پر رانی راضی ہوگئی۔ وہ دونوں دریا پر پہنچیں۔ ناؤ تو وہاں تھی ہی بیٹھ کر سیر کرنے لگیں۔ اسی عرصہ میں کٹنی نے ملاحوں کو آنکھ کا اشارہ کیا ناؤ تیزی سے چلنے لگی۔

جب بہت دور نکل آئے تو رانی نے کہا "خالہ، اب لوٹ چلنا چاہئے۔"

خالہ اب بھلا کیوں سنتیں۔ ناؤ گھاٹ پر ہی آکر رکی۔ اب رانی کو کٹنی کے فریب کا حال معلوم ہوا لیکن وہ کچھ بولی نہیں۔ کٹنی نے خبر بھیج کر پالکی منگوائی اور اُس میں رانی کو بٹھال کر محل میں لیگئی۔

وہاں پر راجہ نے اس کی خوب خاطر مدارات کی اور راجکمار کے ساتھ شادی کرنے کے لئے کہا۔ رانی بولی "پتا جی، آپ جو کچھ کہیں گے مَیں وہی کروں گی۔ لیکن میں نے بارہ برس تک سدا برت بانٹنے کا عہد کیا ہے۔ نو برس تو گذر چکے ہیں۔ تین باقی ہیں۔ انھیں پورا کرکے میں ضرور راجکمار کے ساتھ شادی کرلوں گی۔"

راجہ نے اس کی بات مان لی اور شہر کے باہر اُس کے رہنے کا انتظام کر دیا۔ وہاں پر جتنے آدمی آتے، سب کو اپنی طرف سے کھانے کا سامان دیتی۔ ایسا کرتے کرتے دو برس گیارہ مہینے بیت گئے۔ صرف ایک ماہ باقی بچا۔ رانی پریشان ہونے لگی۔ [illegible] مصیبت سے بچا۔ [illegible] مسافر آئے اور انھوں نے [illegible]

مسافروں نے کہا "ہمارا یہ قاعدہ ہے۔ تمہیں دینا ہو تو دو ورنہ رہنے دو۔"

بھنڈاری نے سارا حال رانی سے جاکر کہا۔ سنتے ہی رانی خوش ہوگئی۔ اس نے کہا "دیدو اور ان سے کہو کہ کھانا یہیں پکالیں۔"

تینوں مسافروں نے وہیں پر کھانا تیار کیا۔ اپنا اپنا حصہ کھاکر جو تھا حصہ انھوں نے زمین میں گاڑ دیا۔ اب تو رانی کو پورا یقین ہوگیا کہ وہ تینوں مسافر اس کے شوہر کے دوست ہیں۔ اُس نے انھیں بلاکر ساری کہانی کہہ سنائی اور بولی۔

"تمہارے دوست کی لاش وہاں محل میں رکھی ہے جس طرح بھی ہو انھیں زندہ کرو اور مجھے اس مصیبت سے بچاؤ۔"

رانی کو ڈھارس بندھاکر وہ لوگ چلے گئے اور اگلے دن ایک اُڑن کھٹولا لے کر آئے۔ اُس میں رانی کو بٹھاکر اُسی شہر میں پہنچے جہاں اُن کے دوست کی لاش رکھی تھی۔ رانی کو پہچان کر وزیر اور محل کے ملازم بہت خوش ہوئے۔ تینوں دوستوں نے نتھنی والے بہادر کی لاش نکال کر پلنگ پر رکھی اور بھٹی جلاکر تلوار پر پانی چڑھانا شروع کیا۔ سوداس نے کہا "میں نے اپنی عمر میں سے ایک چوتھائی عمر اس نتھنی والے کو دیدی۔" اتنا کہتے ہی لاش میں گرمی آگئی۔ پھر تلوار گرم کرکے پانی چڑھاتے ہوئے بھالے والے نے کہا "میں نے بھی اپنی ایک چوتھائی زندگی اسے دیدی۔" اتنا کہنا تھا کہ نتھنی والے کی نبض چلنے لگی۔ تیسرے نے جیسے ہی ایک چوتھائی عمر دینے کو کہا کہ وہ زندہ ہوکر اُٹھ بیٹھا۔ آنکھیں ملتے ہوئے بولا۔ "بڑی نیند آئی۔" رانی اس کے قدموں پر گر پڑی اور اپنے قصور کے لئے اُس نے معافی مانگی۔ تینوں دوست بغلگیر ہوئے۔

نتھنی والے نے وہ حکومت تو اپنے تینوں دوستوں کو دیدی اور رانی کو ساتھ لیکر وہ اپنے راج میں لوٹا۔ اتنے دن بعد اپنے راجہ کو دیکھکر رانی اور رعایا کو بہت خوشی ہوئی اور وہ سب اُس دن سے آرام سے رہنے لگے۔

سبزی ترکاری

انسان کی خوراک کے لئے منعم حقیقی نے جو بے شمار اور بے بہا نعمتیں پیدا کی ہیں اُن میں مختلف اقسام کی سبزی ترکاری۔ساگ۔بھاجی اور پھل بھی شامل ہیں۔ قدرت کی عطا کردہ ان بے بہا نعمتوں سے جو لوگ لذت اور فائدہ اٹھانے کی حتی الامکان کوشش نہیں کرتے وہ درحقیقت سخت بد قسمت ہیں۔ یہ چیزیں کھانے کو نہ صرف مفید اور پر لطف ہی نہیں بناتیں بلکہ جسم انسانی کے لئے بہت مفرح اور مقوی غذا مہیا کرتی ہیں۔اس لئے کھانے کے ساتھ سبزی ترکاری اور ساگ وغیرہ کا استعمال نہایت ضروری ہے۔ اور خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ دودھ گھی۔مکھن اور سوا وغیرہ کی ملک میں اس قدر کمی اور گرانی ہے کہ اس کی کثیر تعداد (آبادی) کو ان چیزوں کا استعمال کرنا تو درکنار شاید دیکھنا بھی مشکل سے ہی نصیب ہو سکتا ہو۔

یہی نہیں کہ آج کل ہندوستان میں محض تحت مفلوک الحال لوگ ہی دودھ۔گھی۔مکھن وغیرہ جیسی پرلطف و مقوی غذاؤں سے محروم ہیں۔ بلکہ درمیانی حالت کے کثیر التعداد لوگ بھی ان غذاؤں سے محروم ہیں۔اگر تحقیقات کیجائے تو اسکول و کالجوں کے طلباء میں ایسے خوش قسمت بچوں اور نوجوانوں کی بہت ہی خفیف تعداد برآمد ہو سکے گی کہ جو روزانہ فی طالب علم پاؤ سیر عمدہ تازہ دودھ اور ایک چھٹانک گھی یا مکھن اپنی خوراک میں استعمال کر سکتے ہوں باشندگان کی عام جسمانی کمزوری اور خراب تندرستی کے سب سے بڑے اسباب میں کافی مقوی اور صحت بخش غذاؤں کا میسر نہ آسکنا بھی ہے۔

چونکہ دودھ۔گھی۔مکھن وغیرہ کا بطور غذا میسر آسکنا ایسے مفلس اور کنگال لوگوں کے لئے تو قریب قریب ناممکن ہی ہوگیا ہے کہ جن بیچاروں کو مکا۔جوار۔باجرہ۔مٹر۔جو۔چنا۔کرا (منڈوا) ساتواں کا کن وغیرہ کی خشک روٹیاں بھی دونوں وقت پیٹ بھر نصیب نہیں ہوتیں اور چونکہ آج کل یہ چیزیں ان لوگوں کو بھی کافی مقدار میں نصیب نہیں ہوتیں بلکہ بعضوں کو قطعی نصیب نہیں ہوتی جو کہ معمولی حیثیت اور اوسط درجہ کی آمدنی کے لوگ خیال کئے جاتے ہیں اس لئے اگر وہ عقل و ہمت اور کوشش کو کام میں لاویں، تو غذا میں دودھ۔گھی۔مکھن وغیرہ کی یہ کمی سبز ترکاریوں اور ساگ بھاجیوں وغیرہ سے بہت حد تک پوری کیجا سکتی ہے۔عالمان و ماہران علم و طب اس بات پر متفق الرائے ہیں کہ سبزی ترکاریوں اور ساگ بھاجیوں میں غذائیت کے وہ تمام اجزاء کم و بیش مقدار میں موجود ہیں جو کہ جزو بدن بن کر جسم کو طاقت ور اور تندرست بناتے ہیں اور صاف خون پیدا کرتے ہیں۔

ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں تو خاص خاص موسموں میں خاص خاص قسم کی سبزی ترکاریاں ارزاں گراں پیدا ہو جاتی ہیں لیکن دیہاتوں اور چھوٹے چھوٹے قصبوں میں ہی قلت اور گرانی رہتی ہے بلکہ دیہاتوں کی زیادہ تعداد ایسی ہے کہ جہاں سبزی ترکاری قطعی میسر نہیں آتی۔

یہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کی جہاں مانگ ہوتی ہے وہاں ہونے لگتی ہے اگر وہ وہاں پر پیدا نہیں ہوتی تو دیگر مقامات آجاتی ہے۔مگر جہاں جس چیز کی مانگ نہیں ہوتی وہ وہاں میسر نہیں ہوتی۔شہری لوگوں کی زیادہ تعداد چونکہ معقول اور تعلیم ہوتی ہے اس لئے وہ سبزی ترکاری اور ساگ پھل وغیرہ کی قیمت سے زیادہ واقف ہوتے ہیں اور بطور غذا ان کے استعمال کو ضروری خیال کرتے ہیں۔اسلئے شہروں میں ان کے لئے سبز ترکاری مہیا ہو جاتی ہے۔مگر دیہاتی آبادی چونکہ زیادہ ترکم اور بے علم ہے اس لئے وہ مقوی اور صحت بخش کھانا حاصل کی طرف توجہ نہیں دیتے۔روکھا سوکھا جیسا بھی ان کو ملجاتا اسکو کھا کر ہی پانی پی لیتے ہیں اور قانع رہتے ہیں جو لوگ تنگدستی و بیمائیگی اسقدر خستہ حال ہیں کہ جن کو روکھا سوکھا کھانا بھی دونوں وقت پیٹ بھر میسر نہیں آتا۔ان بیچاروں کی تو سوائے اظہار رحم اور ہمدردی کردینے کے اور کوئی چارہ نہیں ہے مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ جو لوگ خوشحال ہیں چھوٹی بڑی زمینداریوں کے مالک ہیں۔باغ و باغیچے بھی رکھتے اور جو اچھے پیمانہ پر کھیتی بھی کرتے ہیں ان کو بھی دیہاتوں اچھی اقسام کی سبزی ترکاریاں بمشکل میسر ہو سکتی ہیں بلکہ اکثر بھی میسر نہیں آسکتیں دیہاتوں کے لوگ خود تو موسمی سبزی پیدا نہیں کرتے۔خرید کر کھانا تو اُن کے لئے مشکل ہے کیونکہ پیسہ پاس نہیں رہتا۔اور اس لئے ان چیزوں کو وہاں کے لئے نہ کوئی بھیجتا ہے اور نہ لے جاتا ہے۔ہمارے ملک اور خاص طور پر ہندو قوم میں ذات برادریاں پیشہ کے اعتبار بالکل ایک دوسری سے الگ الگ ہو رہی ہیں ایک مخصوص کی برادری کا آدمی دوسری برادری کے پیشہ کو چاہے وہ مفید اور اعلیٰ کیوں نہ ہو اختیار کرتے ہوئے گھبراتا ہے اور

ے اپنی برادری کے لوگوں کے طعن وتشنہ کا نشانہ بننے سے خوف
تا ہے ناخواندہ برہمن روٹی پکانے یا کوئی ادنیٰ ملازمت کرنے
بجائے بڑھئی لوہار کا کام یا کوئی کشتری معمولی چپراسی یا دیہاتی
پیدار کی ملازمت کرنے کے بجائے سنار یا لوہار کا پیشہ اختیار کرلیوے
بی وئش دھوبی کا کام کرنے لگ جائے تو اُس کو اپنی برادری۔
ائیوں کی نظروں میں سخت ذلیل وخوار ہو جائے اور بیاہ شادی
بیرہ کے تعلقات سے محروم ہو جانیکا سخت خوف لگا رہتا ہے اگرچہ
ری ترکاری پیدا کرنا بھی زراعتی ہی کام ہے۔ مگر یہ اعلیٰ کام بھی خاص
دریوں تک ہی محدود ہو گیا ہے تجارتی طریقہ پر سبزی ترکاری کی
شت کرنا ان لوگوں کے لئے معیوب سمجھا جاتا ہے کہ جو بخیال خویش
نے آپ کو اونچے درجہ کے خیال کرتے ہیں۔ برہمن۔ کشتری۔ سید۔
رمان وغیرہ پیداوار غلہ۔ گڑ۔ شکر۔ تمباکو وغیرہ کو تو منڈیوں میں لیجاکر
وخت کر آتے ہیں۔ لیکن سبزی ترکاری وغیرہ پیدا کرکے برائے
فروختگی بازاروں میں لیجانا کسر شان خیال کرتے ہیں اور اس
ل باطل سے کہ کہیں ان کی برادری کے لوگ ان کو مالی یا کنجڑا
ہنے لگیں تجارتی طریقہ پر سبزی ترکاری وغیرہ کی کاشت کرنا ہی
رہ نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ اپنے آپ کو اونچی برادریوں میں
کرنے والے کاشتکار صاحبان تجارتی طریقہ پر تو کیا اپنے کھانے
لئے بھی سبزی ترکاری پیدا کرنا ضروری خیال نہیں کرتے۔ نتیجہ
ہو رہا ہے کہ دیہاتوں میں قریب قریب بارہ مہینہ ہی عمدہ اقسام
سبزی ترکاری کا قحط رہتا ہے۔ ورنہ تو وے اپنے کھیتوں کے ساگ
ن اور بعض بعض خودرو دیگر بوٹیوں پر ہی قانع ہو جاتے ہیں جیسے چنے
یا سرسوں۔ بتھوا وغیرہ بڑے بڑے اور متوسط درجہ کے زمینداروں
و کچھ دقت ہو ہی نہیں سکتی لیکن اگر ہمارے وے بیشمار کسان
ئی بھی جن کے یہاں روپیہ پیسہ کا عموماً قحط رہتا ہے۔ جن کے
ن باغ باغیچے نہیں ہیں۔ جنکی کاشت میں بہت تھوڑی تھوڑی اراضی
جو یا تو محض کاشتکار ہیں یا بہت چھوٹے چھوٹے زمیندار ہیں۔
ے تمام توجہ اور کوشش ان اجناس یا فصلوں کو ہی بونے اور
ا کرنے میں لگی رہتی ہے کہ جس کی پیداوار سے لگان یا سرکاری
مذاری ادا کرنے کے بعد وہ اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھر سکیں
نے روکھے سوکھے کھانے میں سبزی ترکاری کے استعمال کو ضروری خیال
نے لگ جائیں تو اس ضرورت کو بہت حد تک بہت آسانی کے ساتھ
پر کرسکتے ہیں۔ اور غیر معمولی اقسام کی نہیں تو معمولی اقسام کی سبزی
کاری قریب قریب ہر ایک موسم میں مہیا کرسکتے ہیں بڑے بڑے
ہروں اور قصبوں کے بازاروں میں جو جو سبزی ترکاری اور
ت وغیرہ فروخت ہوتے ہیں وہ قریب قریب تمام اُن اُن شہروں
و قصبوں کے آس پاس کی زمینوں یا اُن مواضعات میں ہی تو پیدا
ہوتے ہیں جو انکے قریب ہیں چونکہ وہاں ان چیزوں کی کاشت اس لئے کی جاتی ہے۔
کہ ان کو بازاروں میں فروخت کرکے نفع اٹھایا جاوے اس لئے
کاشتکاران کو کچھ زیادہ پیمانہ پر بوتا ہے لیکن جو بیشمار مواضعات ایسے
ہیں جہاں بوجہ کافی نکاس نہ ہونیکے یہ چیزیں تجارتی پیمانہ پر کاشت
کرنے سے منافع بخش ثابت نہیں ہوسکتیں اور اس لئے اُسکا کاشت
کرنا روزانہ کی خانگی خرچ کے لئے بھی ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ انہیں
بھی اگر تھوڑی سی بھی کوشش اور توجہ کو کام میں لایا جاوے
تو روزآنہ کھانے کے استعمال کیلئے ان چیزوں کا پیدا کرلینا زیادہ
دقت اور صرفہ طلب نہیں ہے یہ خام خیال دل ودماغ سے نکال دینا
چاہیئے کہ سبزی ترکاری بونا ان کے پیشہ اور شان کے خلاف ہے
جن چیزوں کے استعمال سے صحت اور تندرستی قائم رہتی ان کو ایماندارانہ
محنت وکوشش کرنا انکا پاک فرض ہونا چاہیئے۔ خانگی خرچ کیلئے
ان چیزوں کے پیدا کرلینے کے لئے بہت ہی کم زمین کی ضرورت ہے
اکثر ایسی فالتو زمینوں میں پیدا کی جاسکتی ہیں کہ جو کھیتی کے کام
میں نہیں لائی جاتیں مثلاً ماہ جون میں کریلہ کدو، سیم۔ لوکی۔ گھیا توری
وغیرہ کے تین تین چار چار تخم بوئے۔ ایسی جگہ بوئے جائیں کہ جہاں
پودوں کی بیلیں جھونپڑوں چھپروں لکڑیوں وغیرہ پر چڑھ سکیں
کسی تھوڑی سی مناسب جگہ پر مختلف چھوٹی چھوٹی کیاریاں بنا کر
بھنڈی۔ بینگن۔ اروی۔ ٹنڈا۔ باقلہ وغیرہ پیدا کرسکتے ہیں۔ مکا کے
کھیت میں مختلف جگہوں پر چند تخم ڈالکر کچھ پیدا کرسکتے ہیں
ماہ اگست اکتوبر میں تھوڑے تھوڑے آلو۔ شلجم گاجر۔ مولی پالک
میتھی کلفہ سویا پھول گوبھی۔ بند گوبھی گانٹھ گوبھی۔ ولایتی مٹر وغیرہ
بوکر روزانہ کی ضروریات کو بخوبی رفع کرسکتے ہیں۔ ماہ مارچ میں
پھر کدو لوکی۔ گھیا توری۔ کریلہ۔ بینگن۔ بھنڈی۔ کھیرا کے دو دو
چار چار پودے لگاکر موسم گرما میں سبزی ترکاری حاصل کرسکتے ہیں
مصالحہ کے لئے سونف دھنیہ زیرہ۔ مرچا پودینہ پیاز۔ لہسن وغیرہ
بھی ماہ اکتوبر میں تھوڑی تھوڑی زمینوں میں بوکر پیدا کرسکتے ہیں
امید ہے کہ محکمہ زراعت کی مفید ہمدردانہ کوششوں سے ہمارے
وہ غریب سے غریب دیہاتی بھائی بھی کہ جن کو دودھ گھی،
مکھن وغیرہ تو درکنار۔ ایسی روکھی سوکھی۔ ناکافی خوراک کے
ساتھ معمولی سبزی ترکاریاں بھی اچھی طرح میسر نہیں ہوتیں۔
ان کو خود بہ آسانی پیدا کرکے استعمال کرنے لگیں گے اور
اپنی جسمانی صحت اور تندرستی میں ترقی کریں گے۔

(ماخوذ از مفید المزارعین)

چمگادڑ

ازجناب دیودت دویدی بی-اے

آپ لوگوں میں سے بیشتر نے چمگادڑ ضرور دیکھا ہوگا - وہ اکثر شام
ہوتے پر جبکہ الو کے علاوہ سب چڑیاں بسیرا لے لیتی ہیں، ہوا میں تھوڑی
ہی بلندی پر اڑا کرتا ہے دور سے اسکی شکل کالی کالی نظر آتی ہے
اسے چمگادڑ کہتے ہیں - اس کا عجیب حال ہے شائد آپ یہ سوچیں کہ
وہ اپنے کھانے کی چیزیں
دن ہی میں تلاش کر لیتا
ہوگا - لیکن یہ بات نہیں
ہے اس کی آنکھیں اس
طرح بنی ہوتی ہیں کہ وہ
سورج کی روشنی میں دیکھنے
کا کام بالکل ہی نہیں کر سکتیں
وہ صرف رات کے وقت
خواہ اندھیری ہو یا اجالی
دیکھ سکتی ہیں یہی وجہ ہے
کہ چمگادڑ رات بھر جاگتا رہتا
ہے اور دن میں جبکہ چاروں
طرف شور وغل مچا رہتا ہے
سونے کے سوا اور کچھ بھی
کام نہیں کرتا - وہ ہوا میں
بلا وجہ نہیں اڑتا بلکہ کسی
خاص وجہ سے ہی ادھر
ادھر گشت لگایا کرتا ہے
بات یہ ہے کہ ہوا میں ہمیشہ
خواہ دن ہو یا رات، کچھ نہ
کچھ کیڑے مکوڑے اڑتے
ہی رہتے ہیں ہم لوگ
انھیں رات میں آسانی سے نہیں دیکھ سکتے لیکن چمگادڑ کی تیز
آنکھیں انھیں دیکھ لیتی ہیں اور وہ انھیں کھا جاتا ہے - اب آپ
سمجھ سکتے ہیں کہ چمگادڑ زہریلے اور نقصان دہ کیڑوں کو کھا کر
کس طرح ہمیں طرح طرح کی بیماریوں سے بچا لیتا ہے زندہ رہ
کر وہ کیڑے انسانوں، مویشیوں اور فصلوں میں کئی قسم کی بیماریاں
پھیلاتے ہیں -

ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ چمگادڑ ہوا میں اڑتا ہے اس سے
آپ کہیں یہ نہ مان لیں کہ وہ بھی ایک طرح کا پرندہ یا چڑیا ہے
کیونکہ چمگادڑ چڑیا نہیں ہے دیکھئے چڑیا انڈے دیتی ہے انڈ
کے پھوٹنے پر چھوٹے چھوٹے بچے نکلتے ہیں یہ بچے ماں کا دو
نہیں پیتے کیونکہ چڑیا دودھ نہیں دیتی - وہ اپنی چونچ میں چھ
چھوٹے کیڑے مکوڑے لاکر بچوں کی چونچ میں رکھ دیتی ہے
جسے وہ کھا لیتے ہ
یہی ان کی خوراک ہو
ہے - اگر ہم چمگادڑ کو
کہیں تو ہمیں یہ مان
ہوگا کہ وہ بھی چڑیوں
طرح کیڑوں مکوڑوں
ہی اپنے بچوں کا پ
بھرتا ہوگا - لیکن یہ ب
نہیں ہے - وہ ا
بچوں کو اپنا دودھ
ہے آپ نے دیکھا ہو
کہ کتیا گائے گھوڑی
بکری بھینس اپنے بچو
اپنا دودھ پلا کر ہی
ہیں اسی طرح مادہ چم
بھی اپنے بچوں کو اپنا
پلاتی ہے ہمیں یقین
کہ آپ اتنا جاننے کے
اب کبھی غلطی سے یہ
کہہ دیں گے کہ چمگادڑ
بھی پرند یا چڑیا ہے
ہونے کے باوجود و

چمگادڑ

چڑیا نہیں ہے -

اس عجیب وغریب جانور کے جسم کی طرف غور سے دیک
پر ہمیں کتنی ہی دلچسپ اور مزیدار باتیں معلوم ہوں
پہلے منہ کو ہی لیجئے ہم دیکھیں گے کہ اسکا ننھا سا منہ بہ
کچھ چوہے سے ملتا جلتا ہے اس کے کان چھوٹے چھوٹے
اور بہت خوبصورت ہوتے ہیں اس کی چھوٹی چھوٹی آ
سیاہ اور چمکیلی ہوتی ہیں اسکے ننھے ننھے سفید دانت کا
نوکیلے اور چمکدار ہوتے ہیں - وہ دانت اسے کھلوں

رسنے یا جانوروں کے بدن میں سوراخ بنانے میں پوری مدد دیتے
ں۔ اسکی انگلیاں تعداد میں اتنی ہی ہوتی ہیں جتنی کہ ہماری لیکن
، انگلیاں ہم لوگوں کی انگلیوں سے مختلف ہوتی ہیں دن میں وہ
یا پورا دھڑ نیچے کی طرف کرکے انگلیوں سے شاخ وغیرہ پکڑ کر
ٹا رہتا ہے۔ اسے اپنی انگلیوں سے ہی لٹکنے میں مدد ملتی ہے
ذکہ انکا اگلا حصہ بجائے سیدھا ہونے کے کوٹ ہُک کی طرح
ڑھا ہوتا ہے یہی وجہ ہے وہ اپنا پنجہ جہاں رکھ دیتا ہے اچھی طرح
ٹک جاتا ہے۔

اب ہم چمگادڑ کے پیروں کی طرف دیکھیں۔ یہ پر چھتری سے
کل ملتے جلتے ہیں، جس طرح چھتری لوہے کی پتلی کڑیوں پر بنی ہوتی ہے
ور انھیں دبا کر کھولنے پر پوری پھیل جاتی ہے، ٹھیک اسی طرح چمگادڑ
پر بھی ہوتا ہے۔ وہ بہت ہی ملائم اور پتلا ہوتا ہے اور بیچ بیچ میں
نسیں ہی نسیں ہوتی ہیں۔ چمگادڑ کے اڑنے پر وہ اچھی طرح پھیل جاتا
ے اور پھیلنے پر ہی اس پر کی چوڑائی بھی نظر آتی ہے سکوڑ لینے پر یہ
کی گردن سے لے کر پیر تک رہتا ہے۔ آپ اسکے لمبے چوڑے پر کو دیکھکر
میں یہ نہ سوچ بیٹھیں کہ وہ پر تنگ جگہوں یا درخت کی شاخوں میں
ٹا تو الجھ جاتے ہونگے۔ ایسا نہیں ہوتا۔ ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ اسکی
نکھیں اندھیری رات میں بھی اچھی طرح دیکھ سکتی ہیں اسکے علاوہ اس
ں ایک اور خاص بات پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہوا میں جتنی آسانی
ے اپنا راستہ نکال لے گا اتنی آسانی سے دوسرا کوئی نہیں نکال سکتا
س بات کی صداقت دیکھنے کے لئے آزمائش بھی کی جا چکی ہے۔

ایک بار کئی چمگادڑ پالے گئے بڑے ہونے پر انکی دیکھنے کی
طاقت زائل کر دی گئی۔ انھیں ایک ایسے کمرے میں اڑایا گیا جس
ں بیچ بیچ میں کئی جگہ اونچائی پر ایسی چیزیں رکھ دی گئی تھیں کہ
ڑتے وقت چمگادڑوں کے پر الجھ جائیں لیکن وہ ان چیزوں سے
پنے کو بچا کر برابر اڑتے رہے۔ یہ دیکھکر لوگوں کو بیحد تعجب ہوا۔
ب یہ سوچا گیا کہ آگے پڑنے والی چیزوں کو وہ ناک سے سونگھ کر
پہچان جاتے ہیں اسلئے ان کے سونگھنے کی طاقت زائل کر دی گئی یہی
نہیں بلکہ انکے سننے کی طاقت بھی بند کر دی گئی اس طرح انھیں گونگا
بہرا اور اندھا بنا کر اس کمرے میں اڑنے کے لئے چھوڑ دیا گیا لوگوں
کی حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ ایسا کرنے پر بھی وہ چمگادڑ بغیر الجھے
ہوئے ہی اڑتے رہے۔ اس پر ایک اور ترکیب سوچی گئی۔ اس
کمرے میں جگہ جگہ سوت کی پتلی رسیاں اور دھاگے باندھ دیئے گئے
لوگوں نے دیکھا کہ وہ اس میں بھی بغیر الجھے ہوئے اڑ رہے ہیں اسکے
بعد آزمائش بند کر دی گئی اور یہ بات تسلیم کر لی گئی کہ اندھا بہرہ اور
گونگا چمگادڑ بھی ہوا میں اڑتے وقت اپنے لئے راستہ نکال لے گا۔
چمگادڑ کی ناک کے پاس نسوں کا اتنا بڑا جال پھیلا رہتا ہے کہ اسے
ہوا میں پھیلی ہوئی چیزوں کی پوری خبر مل جاتی ہے اور وہ اپنے لئے آسانی
سے راستہ تلاش کر لیتا ہے اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کا خون بھی عجیب طرح
کا ہوتا ہے۔ گرمی میں یہ خون کچھ گرم رہتا ہے اور جاڑوں میں کبھی کبھی اتنا
سرد ہو جاتا ہے کہ چھونے یا دیکھنے پر معلوم ہوگا کہ وہ مر گیا ہے لیکن وہ برابر
زندہ رہتا ہے جیسے ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ وہ دن کے وقت سویا کرتا ہے
اس لئے دھوپ سے بچنے کے لئے وہ بند جگہ ہی زیادہ پسند کرتا
ہے اکثر ایسے پرانے گھروں میں جہاں دھوپ نہیں پہنچتی، وہ
آرام کے ساتھ گزارتا ہے۔ اگر اسے ایسی جگہ نہ ملی تو وہ سایہ دار
بلند درختوں کی شاخوں میں لٹک کر ہی اپنا دن گزارے گا۔
جہاں کہیں سوئے گا اپنا پیر اوپر کو اور باقی جسم نیچے کو لٹکائے گا
کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شاید چمگادڑ یہ سوچتا ہے کہ اگر آسمان
گر جائیگا تو نیچے کے سبھی لوگ دب کر مر جائیں گے اور میں اپنے
زبردست پنجوں سے آسمان کو روک لوں گا۔ بہرحال اس کے
سونے کا بھی یہ عجیب و غریب طریقہ ہے جاڑوں میں وہ گرمیوں کی
بہ نسبت کہیں زیادہ سوتا ہے اور باہر جانے کی کم کوشش کرتا ہے۔

اب ہم چمگادڑ کی قسموں اور ان کی کھانے کی عادتوں کے
متعلق بتلائیں گے۔ چمگادڑ کئی قسم کے ہوتے ہیں لیکن وہ اکثر کیڑوں
مکوڑوں سے ہی اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ کچھ چمگادڑ اس قسم کے بھی
ہوتے ہیں جو پھلدار درختوں پر بری طرح ٹوٹ پڑتے ہیں اور انکے
پھلوں کا صفایا کر دیتے ہیں۔ ایسے چمگادڑ اکثر آسٹریلیا، لنکا،
ہندوستان جنوبی امریکہ اور جاپان میں پائے جاتے ہیں۔ انکے
بدن کا رنگ لومڑی سے بہت کچھ ملتا جلتا ہے۔ چونکہ اس قسم
کے جانور پھلوں کی فصل برباد کرتے ہیں اور انکا رنگ لومڑی
کی طرح ہوتا ہے اس لئے انھیں فلائنگ فاکس (اڑتی ہوئی لومڑی)
کہتے ہیں۔ ایسے چمگادڑوں سے پھلوں کی حفاظت کرنے کے
لئے کہیں کہیں انھیں ٹوکریوں سے ڈھک دیتے ہیں اور رات
بھر نگرانی کرتے ہیں اتنا کرنے پر بھی چمگادڑوں کا گروہ کچھ نہ
کچھ نقصان پہنچا ہی دیتا ہے بعض چمگادڑ اور زیادہ خطرناک
ہوتے ہیں۔ وہ انسان کا خون چوسنے لگتے ہیں۔ ایسے چمگادڑ
بہت کم ہوتے ہیں۔ وہ اکثر سوئے ہوئے آدمیوں کے کھلے ہوئے
پیر پر حملہ کرتے ہیں اور ان کا تھوڑا سا خون پی کر بھاگ جاتے
ہیں۔ وہ اکثر مویشیوں اور پالتو پرندوں پر بھی حملہ کرکے
پیٹ بھر کر خون چوس لیتے ہیں اور پھر چھوڑ دیتے ہیں۔
اس قسم کے چمگادڑ کافی خونخوار ہوتے ہیں۔ انھیں اپنے
یا ان سے بچنے کے لئے انسان طرح طرح کی تدبیریں کرتا
رہتا ہے۔

کسانوں کے دشمن چوہے اور انکو دور کرنیکی تدابیر

فصل ربیع کے کھیتوں میں خاصکر فصل گیہوں اور جو میں چوہے گردی کی خبریں بہت جگہوں سے سننے میں آیا کرتی ہیں۔ ویسے تو یہ موذی جانور ہندوستان کے کسانوں کی کمائی کے کچھ نہ کچھ حصہ کو ہر سال ہڑپ یا خراب کرتا رہتا ہے اور اس طرح پر سخت ناجائز طریقہ سے کاشتکاروں کو مجموعی طور پر بہت ہی نقصان پہونچتا ہے مگر کچھ عرصہ سے تو اس موذی نے مصلوں پر بہت ہی بیجا اور بیرحمانہ دانت لگایا ہوا ہے اگرچہ اس موذی کے ظلم و ستم سے تمام بساطی، بزاز، پنساری، دھوبی، رنگریز، درزی کارخانہ دار، مالکان چھاپہ خانہ جات، محافظ دفتر ان، کتب فروش، محافظ کتب خانہ جات، حلوائی، نانبائی وغیرہ بھی اکثر بہت ہی نقصان اٹھاتے رہتے ہیں مگر غریب کسان کو تو یہ بعض دفعہ بہت ہی نقصان پہونچا دیتا ہے جب سے فصل زمین میں شروع ہو کر اس کا غلہ گھر میں جاتا بلکہ رہتا ہے یہ اسکو کھانے اور خراب کر ڈالنے کی متواتر کوشش کرتا رہتا ہے خصوصاً جب بارش نہ ہونے سے عام طور پر خشکی ہو جاتی ہے تو انکی تعداد بہت بڑھ جاتی ہے۔ چونکہ ان صوبجات میں فصل بونے سے اب تک کافی بارش نہیں ہوئی اس لئے اس کی تعداد بڑھ گئی۔ کسانوں کی عام پریشانی اور سخت نقصان رسانی کا باعث بن گئی ہم چوہوں کے دفعیہ کی چند ترکیبیں ذیل میں دیتے ہیں امید ہے کہ ناظرین ان میں سے کسی ایک یا دو کو حسب سہولیت استعمال میں لاویں گے۔

۱۔ پاؤ سیر سنکھیا کو آٹھ سیر پانی میں جوش دیں۔ جب نصف یا چار سیر پانی رہ جاوے تو ایک سیر گڑ یا راب اور قریب ۲½ سیر جو کا آٹا اس میں ملالیں اور پھر آگ پر چڑھا کر مرکب کو خوب اچھی طرح چلائیں تاکہ کل چیزیں اچھی طرح حل ہو جائیں اور پھر آگ سے اتار کر کسی برتن سے ڈھانپ دیں۔ جب یہ مرکب ٹھنڈا ہو جاوے تو جا بجا کسی چیز میں لگا کر رکھدیں تاکہ چوہے اسکو کھا جائیں۔

نوٹ۔ اگر کم مقدار کی ضرورت ہو تو اسی تناسب سے کم تیار کر لیا جاوے۔

۲۔ تین تولہ کچلا خوب باریک پسا ہوا اور ایک سیر سرکہ (۲) سیر پانی میں ملائیں اور پھر دو سیر آٹا جو کا اور آدھ سیر گڑ یا راب ملاکر اور ان سب چیزوں کو پکا کر لیسی بنالیں اور کسی ایسی چیز میں لگاکر جس سے چوہے اسکو کھا سکیں جا بجا رکھدیں حسب ضرورت اسی حساب سے لیسی بنالینی چاہئے۔ لیسی جس قدر تازی ہوگی اسی قدر زیادہ رغبت سے چوہے اس کو کھائیں گے۔

۳۔ چوہوں کے بلوں کے پاس جا بجا سرپت بچھا دیا جاوے سرپت سے چوہے زخمی ہو کر بھاگ جائیں گے۔

۴۔ مدار کے پتے مع شاخوں کے چوہوں کے سوراخوں میں دیدے جاویں۔

۵۔ سوراخوں کے آس پاس چوڑے منہ کے مٹی کے گھڑے یا برتن پانی سے آدھے آدھے بھر کر ان میں باجرے کی لائی (بھنا ہوا باجرا) اتنی مقدار میں ڈالی جاوے کہ پانی کی سطح لائی سے ڈھک جاوے۔ چوہے لائی کو کھانے کے لئے برتن میں گھس جاویں گے اور پانی کی وجہ سے پھر باہر نہیں نکل سکیں گے اور آسانی سے گرفتار ہو جائیں گے یا پانی میں ہی ڈوب کر مرجائیں گے۔

۶۔ ایک کنستر پانی میں آدھ سیر توتیا ملاکر یہ پانی چوہوں کے بلوں میں بھر دیا جاوے اس سے چوہے ہلاک ہو جائیں گے۔

۷۔ ایک چھٹانک دھتورے کا بیج ۱½ سیر جو کا آٹا۔ آدھ سیر گڑ یا راب میں ملاکر اس کی مٹر کے برابر چھوٹی چھوٹی گولیاں بناکر بلوں کے اندر ڈالدی جاویں۔

۸۔ ایک اونس یعنی نصف چھٹانک اسٹرکنین (Strych nine) جو کہ کچلے سے بنا ہوا زہر ہوتا ہے تین چھٹانک پانی میں اچھی طرح حل کر لیا جاوے اور ۲ سیر گڑ کو آدھ سیر پانی میں آنچ سے پگھلا کر اس میں مذکورہ بالا زہر ملاکر پانی اچھی طرح ملا دیا جاوے اور پھر اس مرکب کو گرم کر کے پندرہ سیر پہلے سے بھیگے ہوئے گیہوں یا چنے پر ڈالکر اسکو ایک لکڑی سے اچھی طرح الٹ پلٹ دیا جاوے تاکہ اس غلہ کے تمام دانوں پر اچھی طرح زہر لگجائے اور قریب ۲۴ گھنٹہ تک اس غلہ کو بہت احتیاط کے ساتھ رکھا جائے تاکہ تمام غلہ میں زہر اچھی طرح جذب ہو جائے اسکے بعد اس غلہ میں سے قریب ½ چھٹانک چوہوں کے ہر ایک بل میں ڈالدیا جائے اور بل کا منہ بند کر دیا جاوے اگر اگلے روز بل کا منہ بند ملے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے اندر کے چوہے ہلاک ہو گئے۔

نوٹ:۔ مذکورہ بالا جو ادویات زہریلی ہیں ان کو تیار کرنے رکھنے اور استعمال میں لانے کے لئے سخت احتیاط کی ضرورت ہے تاکہ غلطی سے کوئی بچہ یا ناواقف آدمی ان کو نہ کھا جاوے۔ گھریلو مویشی مرغی کبوتر وغیرہ کے لئے بھی مذکورہ بالا زہریلی ادویات مضر ہیں۔

۹۔ اسٹرکنین کے بجائے پلاسٹر آف پیرس (Plaster of paris) سے بھی مذکورہ بالا خوراک چوہوں کے ہلاک کرنے کے لئے تیار کی جاسکتی ہے۔

۱۰۔ اینٹ اکسٹرمینیٹر (Ant extreminater) مشین کے ذریعہ سے سلفیٹ آف ڈائی اوکسائڈ یا پلاسٹر آف پیرس کا دھواں چار یا پانچ منٹ تک سوراخ کے اندر پہنچاکر سوراخ کو اچھی طرح بند کر دیا جائے چونکہ چوہوں کے بلوں کے دہانے اکثر مختلف اطراف میں کئی کئی ہوتے ہیں جنکا باہمی تعلق ہوتا ہے اس لئے سوراخ

ں دھواں پہنچانے سے پہلے جملہ باقی سوراخوں کو بند کر دینا چاہئے۔ اگر اگلے روز چلے سوراخ کم ملیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ اسکے اندر چوہے ہلاک ہو گئے ہیں۔

۱۱۔ ٹوٹے ہوئے کانچ کے ٹکڑے لیکر ان کو ہوشیاری سے خوب باریک پیس لیا جاوے اور جتنی مقدار اس سفوف کی ہو اتنا ہی گیہوں یا جو کا بھنا ہوا آٹا لے کر اور اسکو پانی میں سان کر بڑی مٹر کے برابر گولیاں بنالی جاویں اور ان میں سے دس دس پندرہ پندرہ چوہوں کے بلوں میں ڈالدی جاویں۔ اسکو کھا کر چوہے مرجاتے ہیں۔

۱۲۔ Strn Ebchre port بھی چوہوں کے دفعیے کے لئے ایک عمدہ دوا ہے جسکا استعمال صوبے میں شروع ہو رہا ہے۔

نوٹ۔ جملہ مذکورہ بالا تراکیب کسی ایک مخصوص کھیت میں آزمانے سے چوہوں کا کماحقہ دفعیہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر اس مخصوص کھیت کے چوہے ہلاک بھی ہو جاویں تو اردگرد کھیتوں سے دوسرے چوہے حملہ آور ہو جاویں گے اور مرض جوں کا تیوں بنا رہیگا۔ چوہوں سے کچھ عرصہ کے لئے اسی حالت میں امن ملسکتا ہے جبکہ گاؤں کے سب لوگ مل جل کر وسیع رقبہ پر اس کے دفعیہ کے لئے مذکورہ بالا ترکیبوں میں سے حسب سہولت کسی ایک یا دو ترکیب کا استعمال ایک ساتھ ہی کریں۔

(ماخوذ از مفید المزارعین)

شراب کے نقصانات

(حکیم محمد محمود انصاری)

شراب خواہ کسی قسم کی ہو تمام برائیوں اور بیماریوں کی ماں ہے۔

شراب معدہ میں ایک قسم کی خراش اور سوزش پیدا کرتی ہے جس سے معدہ اور آنتوں کی جھلی موٹی اور درشت ہو جاتی ہے۔ اور ان کے عمل میں فتور آجاتا ہے۔ بدہضمی دست پیچش وغیرہ امراض رونما ہوجاتے ہیں جب شراب معدہ سے جگر میں جاتی ہے۔ تو یہ اس پر بھی تحریک کا اثر ڈالتی ہے آخر جگر کی باریک ساخت ضائع ہونے لگتی ہے اور جگر سکڑ کر چھوٹا ہو جاتا ہے اور اسکے معمولی فعل میں خلل واقع ہو جاتا ہے چنانچہ ورم جگر۔ یرقان یا بعض۔ استسقا وغیرہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

دل اور شرائین پر بھی شراب کا بہت مضر اثر پڑتا ہے چنانچہ دل دھڑکنے لگتا ہے۔ اس کی حرکات بے قاعدہ ہو جاتی ہیں۔ بعض اوقات بعض شرائین پھٹ جاتی ہیں۔ اور مرض سکتہ ہو کر انسان مرجاتا ہے [illegible] بھی شراب کے مضر اثر سے خراب ہو جاتے ہیں۔

دماغ پر تو شراب کا اثر نہایت تیز ہوتا ہے تھوڑی مقدار میں [illegible] پی جائے تو دماغ کو تحریک ہو کر دوران خون تیز ہو جاتا ہے۔ [illegible] قدرے سرور معلوم ہوتا ہے مگر بار بار متواتر شراب پینے سے [illegible] دماغی امراض ہو جاتے ہیں مثلاً نسیان۔ جنون۔ [illegible]

ساتھ ہی قوت جسمانی وقابلیت دماغی پر بدرجہ مقوی اعتماد ہونے لگتا ہے یہ خود اعتمادی مراکز اعلےٰ کے اقتداری نیز امتناعی اثرات کے زوال سے پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی نظام اعصاب پر اس کا پہلا اثر ہے۔ شراب کی زیادہ مقدار سے قہقہہ لگانے نقالی کرنے اور فضول بکنے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے چہرہ سرخ وگرم ہوتا ہے۔ آنکھیں روشن نظر آتی ہیں نبض تیز ہو جاتی ہے قوت خود اختیاری سلب اور قوت ارادی ضعیف ہو جاتی ہے بیخودی و بے اختیاری کا مظاہرہ ہنگامی غصے اور نامعقولیت سے ہوتا ہے یا پست نازک خیالیوں اور نفسانی تصورات سے اہم اور غیر اہم امور میں تمیز کرنے کی قوت باقی نہیں رہتی۔ ایسے شخص کو نہ تو دوسروں کے جذبات کا لحاظ ہوتا ہے اور نہ زیادہ آداب مجلس پیش نظر رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ شرابی نشہ میں وہ افعال اور گفتگو کرتا ہے جو ہوش کی حالت میں خود اسے شرم سے پانی پانی کردے۔ اگر بہت زیادہ شراب پی جائے تو حرکات بے ربط ہو جاتے ہیں۔ بولتے وقت زبان میں لکنت پیدا ہو جاتی ہے۔ کھڑے ہونے میں لغزش ہوتی ہے اور گہری نیند آنے لگتی ہے۔ اکثر معدے میں خراش ہونے سے متلی اور قے شروع ہو جاتی ہے یا بیہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ جب نشہ اتر جاتا ہے تو بہت زیادہ کمزوری محسوس ہوتی ہے۔ بھوک مرجاتی ہے۔ اعلیٰ دماغی قابلیتوں پر اس کے نقصانات [illegible]

جسم کی حرارت اور بیرونی حرارت کے درمیان فرق کم رہ جاتا ہے اور دوسری طرف احساس حرارت کلیتہً زائل نہیں۔ تو کافی سست ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسم کو خارجی حرارت کا احساس بہت کم ہوتا ہے۔ چنانچہ سردی کے نقصان رساں اثرات کی روک تھام تو نہیں ہوتی۔ البتہ ہم اس مغالطہ میں پڑ جاتے ہیں کہ ہم پر سردی کا کوئی اثر نہیں ہوتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شراب خور اپنی بدمستی کی وجہ سے بیرونی اثرات سے غافل رہتا ہے۔ اور ایسی حالت میں نمونیہ وغیرہ کا اندیشہ ہوتا ہے۔ نہ صرف یہاں تک بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ شراب خور ٹھٹھر کر لقمہ اجل ہو جائے۔ گو یہ بیرونی حرارت نقطہ انجماد سے کہیں زیادہ ہو۔

شراب کے زیر اثر عملیات جن میں عضلات کی ہم آہنگی و قوت فیصلہ کی ضرورت ہوتی ہے طبعی حالت کی نسبت کم صحیح اور سست ہوتے ہیں مشاہدات کے بعد یہ دیکھا گیا ہے کہ جن فوجوں کو شراب نہیں دی جاتی وہ بمقابلہ ان فوجوں کے جن کو شراب دی جاتی ہے۔ زیادہ دور جا سکتی ہیں اور زیادہ بہتر حالت میں رہتی ہیں۔ شراب کے زیر اثر کام کم ہوتا ہے اور قوت زیادہ صرف ہوتی ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے۔ کہ ٹائپ کرنے والے بمقابلہ مخمور حالت کے طبعی حالت میں نہ صرف کم غلطیاں کرتے ہیں۔ بلکہ کام بھی زیادہ کرتے ہیں۔ مخمور اصحاب اپنے کام کو نہایت عمدہ سمجھتے ہیں۔ خواہ انھوں نے کام کتنے ہی خراب کئے ہوں۔

شراب ایک عادت ڈالنے والی چیز ہے۔ اس سے عمر میں کمی ہو جاتی ہے۔ امراض کے مقابلہ کے لئے قوت مدافعت میں زوال واقع ہوتا ہے۔ قوت کارکردگی ضعیف ہوتی ہے افلاس ترقی پذیر ہوتا ہے۔ جرائم کی کثرت ہوتی ہے حادثات کے وقوع کا امکان بڑھتا ہے خواہشات نفسانی کو تحریک ہوتی ہے۔ قوت خود اختیاری متزلزل ہوتی ہے بدکاری وبد اخلاقی عروج کمال کو پہنچتی ہے۔ اور امراض خبیثہ (آتشک سوزاک وغیرہ) کا امکان ہوتا ہے۔

شراب سے اقتصادی نقصان بہت ہوتا ہے اور معاشرتی [illegible] مسدود ہو جاتی ہے مختصر یہ کہ شراب اعلیٰ ترین و شریف جذبات احساسات کو مردہ کر دیتی ہے۔

اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد مصلحان قوم و دیگر ارباب حل و عقد کا فرض اولین ہے کہ اپنے ابنائے جنس کو شراب خانہ خراب کی لعنت سے بچائیں کیونکہ یہ ایسی شے ہے۔ جو انسان کو حیوان سے بدتر بنا دیتی ہے زندگی کا کون سا ایسا شعبہ ہے جس پر اس کے مضر اثرات نہیں کتنے شریف گھرانے اس کے تباہ کن اثرات سے برباد ہو گئے شراب درحقیقت ام الخبائث ہے اور ام الامراض ہے پس ایسے زہر ہلاہل کو ہرگز منہ نہ لگائیں کیونکہ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔

کفن کی چوری

از [illegible]

منظر: شہر کی ایک چوڑی سڑک پر ایک عظیم الشان عمارت۔ سامنے ایک باغیچہ ہے جسکے درمیان سے ایک راستہ مکان تک آتا ہے۔ مکان دو منزلہ ہے اور بہت اونچا ہے۔ نیچے وسط میں ایک کمرہ ہے۔ مربع اور صاف۔ فرش پر قالین اور دیواروں کے پاس غالیچے بچھے ہیں۔ بیچ میں ایک بڑی گول میز ہے جس کے چاروں طرف کئی ایک کرسیاں پڑی ہیں۔ میز پر تین چار تازہ اخبار پڑے ہیں اور ایک جلتا ہوا برقی لیمپ ہے دیواروں سے لگی ہوئی کتابوں سے بھری کئی ایک الماریاں ہیں۔ کمرے میں دو دروازے ہیں ایک بیرونی جو باہر کے برآمدے میں کھلتا ہے اور دوسرا پیچھے کی دیوار میں ہے جس سے ہو کر اندر جانیکا راستہ ہے۔ باہر موسلا دھار بارش ہو رہی ہے اور بادل زوروں سے گرج رہے ہیں۔

سریندر ہاتھوں پر سر رکھے میز کے سہارے بیٹھا ہے۔ عمر تقریباً [illegible]

اندر کے دروازہ سے کملا (سریندر کی بیوی) آتی ہے [illegible] عورت۔ نہ حسین نہ بدشکل۔

کملا۔ (سریندر کے کندھوں پر ہاتھ رکھکر) کیا کر رہے ہو؟ (سریندر [illegible]) ملول کیوں ہو؟

سریندر۔ یوں ہی بیٹھا ہوں۔ کوئی خاص بات نہیں ہے۔

کملا۔ آج کسی سے لڑکر تو نہیں آئے؟

سریندر (خشک ہنسی ہنسکر) نہیں بلکہ آج ایک پرانے دوست سے ملاقات ہوئی ہے۔

کملا۔ تو اس میں اداس ہونے کی کونسی بات ہے۔

سریندر۔ (کملا کی طرف دیکھتے ہوئے) اور تم بھی اسکو جانتی ہو۔

کملا۔ کون ہے وہ؟

سریندر۔ موہنی موہن۔

کملا (بیحد متحیر ہو کر) موہنی موہن۔ کہاں ملاقات ہوئی۔

سریندر۔ ہوٹل ہے ایک جگہ۔ وہ یہاں آج ہی آیا ہے

کملا۔ موہنی موہن پھر یہاں۔ کیا بالکل ہی پاگل ہو گیا ہے؟

سریندر۔ پاگل؟

کملا۔ اسے پاگل پن نہیں تو اور کیا کہتے ہیں ابھی کتنے دن ہوئے جو تم اس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔

سریندر۔ کملا میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس سلسلے میں تمہارا خیال درست نہیں ہے۔ موہن

موہنی موہن کے ظاہرا اطوار قابل مذمت ہو سکتے ہیں لیکن جسے ہمیشہ مہذب، نیک اور بہتر پایا اُسے بلا سمجھے بوجھے ہی ذلیل اور بدمعاش کیسے مان لیں؟

کملا (مشتعل ہوکر تحکمانہ لہجہ میں) تمہیں اس آدمی کی بڑائی کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟ جس بدمعاش نے ایک معصوم لڑکی کو محبت کے دام میں پھنسا کر بعد میں بے رحمی سے ٹھکرا دیا، جس بدمعاش نے ایک بیوہ کو بُرے راستہ پر لیجا کر اُسے دُنیا بھر میں بدنام کیا اس کا نام لینا بھی پاپ ہے لیکن تم اب بھی اسی پُرانی دوستی کا دم بھرے جاتے ہو۔

سریندر۔ (خاموش) تھا۔

کملا۔ (کچھ دیر بعد) سبھدرا روز بروز گلتی جاتی ہے۔

سریندر۔ ہاں، اُس کو بڑی بیچینی ہے اور وہ بہت بیمار ہو رہی ہے۔ مگر اس کی تندرستی کی بھی کوئی تدبیر نہیں سمجھ میں آتی۔

سریندر۔ ہاں، اسکو بڑی بیچینی ہے اور وہ بہت بیمار ہو رہی ہے۔ مگر اس کی تندرستی کی بھی کوئی تدبیر نہیں سمجھ میں آتی۔

کملا۔ کسی کو دکھلاؤ۔

سُریندر (ٹھنڈی سانس لیکر) بہت سے مرض ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی کوئی دوا نہیں ہوتی۔

کملا۔ مگر دیکھنے میں تو اُنھیں کوئی بیماری نہیں معلوم ہوتی۔

سریندر۔ جیسی بیماری تم سمجھتی ہو، ویسی تو کوئی نہیں ہے۔

کملا۔ تو پھر کیسی بیماری ہے۔

سریندر۔ (کچھ دیر خاموش رہ کر) کملا، کیا تم نے کبھی اس بھی غور کیا کہ سبھدرا کی زندگی تباہ کرنے کے ذمہ دار صرف ہم لوگ ہیں۔

کملا (حیرت سے) ہم لوگوں نے کیا کیا ہے؟ پھر ان کی زندگی برباد کہاں ہو رہی ہے؟ آپس میں جھگڑے سبھی کرتے ہیں مگر کوئی ہمیشہ تھوڑی روٹھا رہتا ہے۔

سُریندر۔ بات جتنی تم سمجھتی ہو اُس سے کہیں زیادہ سنجیدہ ہے۔ سبھدرا اور درگا ہمیشہ کے لئے ایک ہو چکے ہیں۔

کملا۔ یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ کیا سبھدرا نے تم سے کچھ کہا ہے؟

سُریندر۔ کیا بک رہی ہو۔ سبھدرا کب مجھ سے ایسی باتیں کہیگی۔ مگر میں جانتا ہوں ان دونوں کی طبیعت میں کوئی لگاؤ نہیں۔ دونوں کی فطرت ایک دوسرے کے برعکس ہے۔ ایسوں کو میاں بیوی ہوکر رہنے میں چین کہاں! اور......

کملا۔ ہاں اور کیا؟

سُریندر۔ یہی کہ بغیر محبت کی ازدواجی زندگی بھی کسی طرح گزر سکتی ہے۔ مگر ان دونوں کی گاڑی تو کسی طرح بھی چلتی نہیں نظر آتی۔ سبھدرا جنگلیوں کا سا سلوک نہیں برداشت کر سکتی۔

کملا۔ مگر تمہاری بہن کو جنگلی انسان کے ساتھ رہنے کو کون کہتا ہے۔ درگا چرن تو ایک بڑے رئیس کے لڑکے ہیں اُن کی کوٹھی تمہارے مکان سے کہیں بڑی ہے۔

سریندر۔ تمہاری عقل پہ تو پتھر پڑے ہیں۔ یہاں کوٹھی اور مکان کی کیا بات ہے؟

کملا۔ نہیں بات تو صرف جنگل کی تھی۔ تمہاری اُلٹی سیدھی دلیلیں تو میری سمجھ میں قطعی نہیں آتیں۔ مگر یہ میں جانتی ہوں کہ یہ جھگڑا کچھ ہی دنوں کا ہے اور سبھی گھروں میں ہوتا رہتا ہے پھر یہ شادی تو سبھدرا کی مرضی ہی سے ہوئی ہے۔

سُریندر۔ ہوئی تو اسکی مرضی سے ہے لیکن اس سے بڑھکر اُس کے سرپرستوں اور بزرگوں کی ناعاقبت اندیشی کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔ بیمار کی خواہش کے مطابق علاج کرنے والا حکیم لقمان سے کم نہیں۔ کتنی بڑی غلطی ہوئی ہے۔ شادی ہونے والی تھی موہنی موہن سے اور ہوا........ تم کو یاد ہے؟ سبھدرا اور موہن ایک دوسرے کو کتنا چاہتے تھے۔

کملا۔ میں بھی تو یہی سمجھتی تھی لیکن موہنی موہن کی حرکتوں سے تو صاف ظاہر ہے کہ یہ انسان کسی سے بھی محبت نہیں کر سکتا۔

سُریندر۔ تو کیا تم سمجھتی ہو کہ اس کی سب باتیں دکھاوے کی تھیں؟

کملا۔ ضرور۔

سریندر۔ بھلا اس میں اُسکی کون سی چال ہو سکتی تھی۔ سبھدرا جس دن کالج نہیں جاتی تھی وہ کالج چھوڑ کر چلا آتا تھا۔ جس دن وہ یہاں آتا اور سبھدرا نہ ہوتی تو کتنا اُداس ہو جاتا اور بہت جلد کسی نہ کسی بہانے سے چلا جاتا سبھدرا کو جب ایک بار انفلوئنزا ہو گیا تھا تو وہ رات بھر بیٹھا رہ گیا۔ سبھدرا کی ایک ایک نس ٹوٹ رہی تھی اور وہ بیحد بیچین تھی۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موہن کو اس سے بھی زیادہ تکلیف ہے۔ اُس کے کھانسنے کی آواز سُن کر وہ تڑپ اُٹھتا تھا اور ایسی کوئی غیر معمولی بیماری بھی نہیں تھی۔ یہ سب باتیں کیا محض دکھلانے کی ہو سکتی ہیں؟

کملا۔ (ہنس کر) تم باتیں خوب بناتے ہو۔ ناول لکھا کرو تو بُرے نہ رہوگے۔ لیکن اس کے بعد کا واقعہ کیوں بھول

جانتے ہو؟

سریندر۔ کون سا واقعہ۔

کملا۔ وہی چائے کے دن کا۔ یہاں سب لوگ بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ رادھا کا کچھ ذکر تھا۔ درگا نے کوئی تہذیب سے گرا ہوا جملہ کہا تمہارے بے نظیر دوست موہنی موہن نے اُٹھکر درگا کو اتنے زور سے ایک طمانچہ مارا کہ وہ اسی وقت زمین پر لوٹ گئے۔ اُدھر موہنی موہن کمرے سے باہر ہوگئے۔ دوسرے ہی دن شہر میں یہ بات پھیل گئی کہ آپ کے سنت موہنی موہن اس بیچاری بیوہ رادھا کو لے بھاگے۔ اتنی محبت کا اتنا ہی سرمایہ تھا کتنی ذلیل حرکت تھی۔ شہر بھر کے لوگوں نے ان پر لعنت بھیجی۔ اس وقت اس شہر میں ان کے برابر کوئی بدنام نہیں۔ یہ اچھا ہی ہوا کہ سبھدرا کا ان سے تعلق نہیں ہوا۔

سریندر۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ اسکو رادھا سے محبت تھی؟

کملا۔ میں یہ کچھ نہیں سمجھتی۔ وہ کسی سے بھی محبت نہیں کرتا تھا۔ رادھا آسانی سے مل گئی۔

سریندر۔ میں تو اسے اتنا ذلیل نہیں سمجھتا۔ اُڑتی ہوئی افواہوں کا کیا اعتبار؟ پتہ نہیں، تم اس سے کیوں نفرت کرتی ہو؟

(سبھدرا پیچھے کے دروازہ سے اندر آتی ہے۔ کملا سریندر کا ہاتھ دباتی ہے اور وہ اُدھر دیکھکر خاموش ہوجاتا ہے۔ سبھدرا آکر قریب ہی ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ جاتی ہے۔)

سریندر۔ کیوں سبھدرا۔ آج کہیں گھومنے نہیں گئی تھیں؟

سبھدرا۔ نہیں۔

سریندر۔ طبیعت کیسی ہے؟

سبھدرا۔ اچھی ہے۔

(کمرے میں کچھ دیر کے لئے خاموشی چھا جاتی ہے۔ سریندر اُٹھ کھڑا ہوتا ہے)

سریندر۔ اچھا میں اُوپر جا رہا ہوں۔ آج کام بہت ہے۔ اُف پانی کتنے زور سے گر رہا ہے۔ (پیچھے کے دروازہ سے اندر جاتا ہے۔ کمرے میں پھر خاموشی چھا جاتی ہے۔ کملا ایک کرسی پر بیٹھ جاتی ہے۔)

سبھدرا۔ کیوں بھابھی۔ تم چُپ کیوں ہوگئیں؟

کملا۔ چپ نہ رہوں تو کیا کروں؟

سبھدرا۔ کچھ کہو۔

کملا۔ کیا کہوں؟

سبھدرا۔ یہی کہ تم بھیّا سے کیا بات کر رہی تھیں؟

کملا۔ اور وہ اگر تم سے کہنے کے قابل نہ ہو تو؟

سبھدرا۔ تو نہ بتاؤ۔ مگر میں سمجھ گئی۔ تم لوگ میرے ہی بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ ہے نہ؟

کملا۔ نہیں تو۔

سبھدرا۔ بھابھی۔ دیکھو تم جھوٹ نہ بولا کرو۔ کیونکہ تم پکڑی جاتی ہو۔ ایسے جھوٹ بولنے سے کیا فائدہ؟

کملا۔ تو تم مجھ کو جھوٹی سمجھتی ہو؟

سبھدرا۔ یہ میں نے کب کہا؟

کملا۔ پھر اور کیا کہا؟

سبھدرا۔ تم سچی ہو، لیکن جھوٹ تو سچ بھی بول سکتے ہیں

کملا۔ سچے لوگ جھوٹ بولتے ہیں؟

سبھدرا۔ اور نہیں تو کیا؟ جس کو دُنیا جھوٹا جانتی ہے اسکی بات کون سُنتا ہے؟ بھابھی میں نے ابھی ابھی ایک بہت عمدہ کتاب خریدی ہے۔ اگر تم سنو تو میں اس میں سے تمہیں کچھ پڑھ سُناؤں۔ کیوں؟

کملا۔ سُناؤ۔

(سبھدرا اُٹھکر ایک الماری میں سے ایک کتاب نکالتی ہے اور کملا کے پاس آکر کچھ صفحے اُلٹتی ہے)

سبھدرا۔ سنو بھابھی۔ (پڑھتی ہے) جسے کانوں نے سُنا آنکھوں نے دیکھا اور ہاتھوں نے چھوا۔ جو پھول کی طرح کھلا اور جس کی خوشبو سے سطح زمین اور ساری فضا معطر ہو اُٹھے، وہ جھوٹ کیونکر ہوسکتا ہے۔ جب صبح طلوع ہونیوالے آفتاب کی سُنہری شعاعیں درختوں کی ہری ہری پتیوں پر کھیلنے لگتی ہیں اور پانی کے قطرے زمین کے پردوں کو توڑتے ہوئے سُنہری کرن سے ملنے کے لئے دوڑے آتے ہیں تو اُن کو آفتاب کی روشنی جھوٹی کیوں کر معلوم ہو۔ لیکن شام ہوتے ہی دغاباز سورج بلند پہاڑوں کے پیچھے جا چھپتا ہے اور دُنیا پر تاریکی چھا جاتی ہے۔ آفتاب کی روشنی جھوٹی ہوتے ہوئے بھی جھوٹی......

(آنکھ اُٹھا کر کملا کی طرف دیکھتی ہے۔) ایں! آپ اتنی متفکر کیوں ہو رہی ہیں؟

(کملا کوئی جواب نہیں دیتی مگر اپنے بازوؤں کو سبھدرا کے گلے میں ڈال کر اُسے اپنی طرف کھینچتی ہے۔)

سبھدرا۔ آپ مجھ سے محبت کرنی نہ شروع کیجیے۔ بھائی اور بہن دونوں ہی پر اپنا قبضہ کرنا چاہتی ہیں۔

کملا۔ (ہنسکر) نہیں بھائی۔ تمہارے اوپر تو دوسرے کا قبضہ ہوچکا ہے۔

(سبھدرا تلملا اُٹھتی ہے۔ مُنہ سُرخ ہوجاتا ہے۔ کملا کی باہیں اپنی گردن سے نکال دیتی ہے۔ لیکن خاموش رہتی ہے۔ یہ دیکھکر کملا خوفزدہ ہوجاتی ہے۔)

کملا (دھیمی آواز میں) مجھے معاف کرنا بہن۔ تمہیں تکلیف

پہنچانے کے لئے میں نے یہ نہیں کہا۔

(سبھدرا خاموش رہتی ہے۔)

کملا۔ سبھدرا۔ مجھے معاف کرو۔

(سبھدرا خاموش رہتی ہے۔)

کملا۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ تمہارے اوپر کیا گزرتی ہے اور اب تو میں بھی سمجھتی ہوں کہ تمہاری شادی کر کے ہم نے کتنا بڑا گناہ کیا ہے۔

سبھدرا۔ ایسا نہ کہو۔

کملا۔ نہیں۔ آج میں یہ بات تم سے کہے بغیر نہ رہوں گی اور ایک بات کا جواب تو تمہیں دینا ہی ہوگا۔ جب تم درگا کی طرف مائل نہ تھیں تو تم نے اس کے ساتھ شادی کرنے کا اقرار کیوں کرلیا۔ انکار کیوں نہ کر دیا؟

سبھدرا۔ (جھلا کر) یہ فضول باتیں تم سے کس نے کہیں۔ اس بکواس سے فائدہ؟

کملا۔ کیوں فائدہ کیوں نہیں؟ تمہارے بھیا.....

سبھدرا۔ (بات کاٹ کر) ہمارے بھیا جو کچھ کہتے تھے اسکا جواب انھیں سے لینا۔ مجھ سے کیوں بدلے رہی ہو۔

کملا۔ (متین لہجہ میں) اس میں لینے اور نہ لینے کا کیا سوال؟ اور اس میں بگڑنے کی کیا بات ہے۔ میں تو سدھے سادے لفظوں میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔

سبھدرا۔ کیوں پوچھنا چاہتی ہو۔ مت پوچھو۔

کملا۔ کیوں نہ پوچھوں؟ بہن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے دکھ میں کسی اور کو شامل نہیں کرتے میری دانست میں ایسے لوگ رحم کے مستحق ہیں۔ کیونکہ وہ خود اپنی تکلیف کو اور بڑھاتے ہیں۔ تم ان باتوں کو مجھ سے نہ کہو گی تو اور کون تمہارا حال پوچھنے والا بیٹھا ہے؟

سبھدرا۔ (خاموش)

کملا۔ تم پھر کچھ نہیں کہہ رہی ہو۔

سبھدرا۔ کیا کہوں؟

کملا۔ یہی کہ جب تمہیں درگا جی پسند نہیں آئے تو تم نے ان سے شادی کرنے سے انکار کیوں نہ کر دیا؟

سبھدرا۔ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ مجھ کو پسند نہیں تھے؟

کملا۔ جیسے بھی معلوم ہوا ہو۔ سچ سچ شادی کے دو ہفتہ بعد ہی کیا یہی حال ہو جاتا ہے۔ آخر تم یہاں کب تک پڑی رہو گی؟

سبھدرا۔ اگر میرا رہنا برا لگتا ہے تو میں ابھی چلی جانے کو تیار ہوں۔

کملا۔ کہاں جاؤ گی؟ اپنے گھر؟

سبھدرا۔ (جل کر) جہاں کہیں جگہ ملے گی۔

کملا۔ بھئی میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا۔ زیادہ پڑھی لکھی لڑکیوں سے تو بات کرنی بھی مشکل ہو جاتی ہے۔ تم جان بوجھکر بات ٹالتی ہو۔

سبھدرا۔ تم بھی مجھے بلا وجہ کیوں تنگ کر رہی ہو؟

کملا۔ تو تم نہ بتاؤ گی۔

سبھدرا۔ بتانے کی کوئی بات بھی تو ہو۔ اگر تمہاری سمجھ میں آئے تو اس کتاب میں سے کچھ اور سناؤں۔

دیکھو اس میں کیا لکھا ہے۔ (کتاب کھولکر صفحے الٹتی ہے)

"جب پھول مرجھا کر ٹوٹ کر زمین پر گر گیا تو اسکی کیا وقعت رہی۔ اسکا جو حال بھی ہو۔ لوگ مردے پر پھول چڑھاتے ہیں مگر وہ آنکھ بند کئے ہوئے بیہوش ہی رہتا ہے۔ جب زندگی کی کوئی قدر، کوئی وقعت باقی نہیں رہ جاتی تو اس کے حادثوں اور تبدیلیوں کا کیا شمار؟"

(سبھدرا کملا کی طرف دیکھکر کتاب آہستہ سے بند کر دیتی ہے۔ کملا۔ خاموش اسکی طرف دیکھتی رہتی ہے۔)

سبھدرا۔ سنو بھابھی۔ ہر انسان کا کام الفاظ کے ذریعے چلتا ہے۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ الفاظ کب فریب دے جائینگے اور غلط نکلیں گے۔ کتنا اچھا لکھا ہے اس کتاب میں۔ سنو (کتاب پڑھتی ہے)

اُس سہانی شام کو جب سورج کی سرخ شعاعیں پھولوں سے رخصت ہو رہی تھیں اور نیلا آسمان بالکل صاف تھا۔ باغ کے وسط میں سنگ مرمر کے چبوترے پر بیٹھے ہوئے اس نے کچھ نہایت شیریں آواز سنی۔ یہ آواز کسی خوش گلو مغنیہ کی نہ تھی اور نہ کسی طائر خوش لحن کی تھی۔ یہ ایک درخت کی چوٹی پر لٹکے ہو کسی پرندے کے خشک چمڑے اور ہڈیوں پر ہلکی ہوا کے جھونکوں کے لگنے سے پیدا ہو رہی تھی۔"

(کملا کتاب کی طرف ہاتھ بڑھا کر اسے چھیننا چاہتی ہے سبھدرا اپنا ہاتھ ہٹا لیتی ہے اور کتاب بند کر دیتی ہے۔)

کملا۔ یہ کتاب مجھے دو۔

سبھدرا۔ نہیں۔ تم کیا کرو گی؟

کملا۔ یہ کیسی کتاب ہے۔ میں اسکے ہر ورق کو جلا ڈالوں گی۔

سبھدرا۔ وہ! اتنی اچھی کتاب۔ اچھا، جانے دو اسے۔ (کتاب میز پر رکھدیتی ہے) ہاں بھابھی تم نے یہ میں نے کبھی نہیں بتایا۔ رادھا کی پھر شادی ہو گئی۔

کملا۔ رادھا کی شادی۔ یہ کب؟

سبھدرا۔ اُسکی شادی میری شادی کے پہلے ہی ہو گئی تھی۔

کملا۔ کس سے ہوئی تھی؟

سبھدرا۔ کیا یہ بھی بتانا پڑیگا؟

کملا۔ کیا موہنی موہن سے؟

(سمیدرا سر ہلا کر، "ہاں" کا اشارہ کرتی ہے۔)

کملا۔ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟

سمیدرا۔ اُس نے یہاں سے جانے کے کچھ ہی دنوں بعد ایک خط لکھا تھا۔

کملا۔ تم نے اسے آج تک چھپا کیوں رکھا اور آج کیوں بتا رہی ہو۔

سمیدرا۔ یوں ہی۔

کملا۔ اُف! یہ دُنیا اور اس کے لوگ!

سمیدرا۔ رادھا میری سب سے عزیز سہیلی تھی۔

کملا۔ اپنی حرکت کا خمیازہ کبھی نہ کبھی ضرور بھگتے گی۔ اچھا آؤ۔ اوپر چلیں۔ دیر ہو رہی ہے۔ (اُٹھتی ہے۔)

سمیدرا۔ بھابھی۔ تم جاؤ اور یہاں ایک دو گھنٹے کوئی نہ آئے مجھے کچھ ضروری کام کرنا ہے۔

کملا۔ کیا کام کرنا ہے؟

سمیدرا۔ یوں ہی کچھ۔

کملا۔ پھر کر لینا۔ اس وقت چلو (سمیدرا کا ہاتھ پکڑتی ہے)

سمیدرا۔ (ہاتھ چھڑا کر) نہیں بھابھی، اس وقت تم جاؤ۔ میں بھی تھوڑی دیر میں آ جاؤں گی۔

(سمیدرا کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ ہے چہرہ سفید ہو رہا ہے۔ کملا متفکر ہو کر اسکی طرف دیکھتی ہے اور آہستہ آہستہ پیچھے کے دروازے کی طرف بڑھتی ہے۔ دو چار قدم چل کر رُک جاتی ہے۔ جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو۔ مگر پھر دروازے سے ہو کر اندر چلی جاتی ہے۔ اُسکے چلے جانے پر سمیدرا اندر سے دروازہ بند کر دیتی ہے اور کُرسی پر بیٹھکر ایک اخبار دیکھتی ہے۔ پھر اُسکو میز پر پٹک دیتی ہے۔ گھڑی کی طرف دیکھتی ہے اور جیب سے ایک خط نکال کر دیکھتی ہے اُسے جیب میں رکھکر کمرے میں گھومتی ہے اور بار بار گھڑی دیکھتی ہے۔ باہر پانی اب اور بھی زیادہ تیزی سے برس رہا ہے اور رہ رہ کر بجلی کے چمکنے سے سامنے کی تاریکی لمحہ بھر کے لئے دور ہو جاتی ہے۔ گھڑی میں نو بجنے کی گھنٹی بجتی ہے۔ سمیدرا باہر کے دروازے کی طرف دیکھتی ہے۔ کچھ دیر بعد کسی کے قدموں کی آہٹ سُنائی دیتی ہے سمیدرا میز کے سہارے کھڑی ہو جاتی ہے۔ سامنے سے ایک نوجوان اندر آتا ہے۔ خوبصورت۔ تندرست مگر بےچین۔)

نوجوان۔ سمیدرا!

سمیدرا۔ موہن!

(تھوڑی دیر تک دونوں ایک دوسرے کو خاموش کھڑے دیکھتے ہیں۔)

موہن۔ میں نے تم کو آخری بار تکلیف دی ہے۔ میں جانتا تھا کہ تم میری آخری درخواست کو نہ ٹھکراؤ گی میں تم سے معافی مانگنے نہیں آیا۔ میں قابل معافی نہیں رہا لیکن اپنے کو تمہارے راستے سے ہمیشہ کے لئے الگ کر دینے سے پہلے تم کو دو ایک بات بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں اور اسی لئے پھر تمہارے پاس آیا۔

سمیدرا۔ میں نے آپ پر کوئی الزام نہیں لگایا۔ معافی کی کیا بات ہے۔ ہاں، یہ میری خواہش تھی کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہو۔ آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں کہئے۔ میں سب سُن لونگی

موہن۔ آپ؟ آپ؟ دو ہی دنوں میں موہن موہن سے اتنا اجنبی ہو گیا اور تم اتنی سخت ہو گئیں۔ سُنو۔ سمیدرا حقیر سے حقیر کتا بھی ایک بڑی پالنے کا مستحق ہے۔ (کچھ خاموش رہ کر) مگر اب تو رحم اور بے رحمی میں کچھ بھی فرق نہ رہا (۔۔۔۔ کو ہاتھوں سے دبا کر) اچھا سمیدرا یہ بتاؤ کہ درگا سے شادی ہوتے وقت کیا تمہیں اس بات کا ذرا بھی خیال نہ آیا کہ تم کو غم کے سمندر میں ڈبو رہی ہو جس میں سے تم باہر نہیں نکل سکو گی۔ کیا تمہیں بالکل معلوم نہیں تھا کہ زندگی بھر کے لئے جسے تم اپنا رفیق بنا رہی ہو وہ ایک کینہ پرور، بدطینت اور ذلیل انسان ہے جس کی قربانگاہ پر تم اپنی زندگی کی قربانی دے رہی ہو وہ کوئی دیوتا نہیں، ایک بدمعاش انسان ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں سوچا؟

سمیدرا۔ (سخت آواز میں) مہربانی کر کے آپ ایسی باتیں نہ کیجئے۔ پیٹھ پیچھے دوسروں کو بھلا بُرا کہنا کہاں کی شرافت ہے؟ کیا آپ نے رادھا کے ساتھ مجھ سے پوچھ کر شادی کی تھی؟ تمہارا جیسا بے رحم انسان دُنیا میں۔ ہوگا۔ اگر یہ سچ ہے کہ کرنی کا پھل ملتا ہے تو ایک دن تمہیں اپنے مظالم کی سزا ضرور ملے گی۔ میں نے خواہ کچھ بھی کیا ہو۔ تمہیں اس سے کیا غرض۔

موہن (ہونٹوں پر ایک ہلکی مسکراہٹ لا کر) سمیدرا۔ میں تو تم کو سمجھ رہا ہوں۔ مگر تم مجھے نہیں سمجھتیں۔ اچھا یہ بتاؤ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ میری اور رادھا کی شادی ہو گئی؟

سمیدرا۔ کیا یہ غلط ہے؟

موہن۔ نہیں، مگر تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا؟

سمیدرا۔ رادھا نے مجھے خط لکھا تھا۔

موہن۔ اوہ! تم غالباً رادھا کو بھی میری ہی طرح ذلیل سمجھتی ہو

سمیدرا۔ میں ذلیل یا باعزت کسی کو نہیں سمجھتی۔

موہن (مسکرا کر) تم آخر تک لڑتی جاؤ گی۔ میں سمجھتا تھا کہ رادھا تمہاری دوست ہے؟

سمیدرا۔ میں بھی یہی سمجھتی تھی اور آج کل کی دوستی بھی ایسی ہی ہوتی ہے

موہن۔ تم رادھا کے ساتھ بے انصافی کر رہی ہو۔ میرے

اُسے شادی کرنے کے لئے مجبور کیا۔ بڑی مشکل سے وہ راضی ہوئی۔

سبھدرا۔ مگر اُس نے لکھا تھا کہ شادی میری مرضی سے ہوئی ہے۔

موہن۔ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ اچھا، اُس نے ایک اور بھی خط لکھا تھا؟

سبھدرا۔ ایسی ہی کچھ باتیں تھیں۔ اُس نے اپنے کو بہت قصور وار بتایا تھا اور مجھ سے معافی مانگی تھی۔ شادی کی خبر کچھ دنوں خفیہ رکھنے کی تاکید کی تھی اور خط کے آخر میں ایک پہیلی کی سی بات لکھی تھی۔

موہن۔ وہ کیا؟

سبھدرا۔ اس نے لکھا تھا۔ "ڈاکے کا مقصد کفن چرانے سے زیادہ نہیں تھا"۔

موہن۔ اوہ! تو یہ بات شروع سے ہی اسکے دل میں جگہ کر رہی تھی۔ تم نے اس کا مطلب سمجھا؟

سبھدرا۔ کچھ بھی نہیں۔

موہن۔ اچھا تو اب سمجھو۔ رادھا اب اس دنیا میں نہیں ہے۔

سبھدرا۔ کیا؟ (کرسی پر مایوس ہو کر بیٹھ جاتی ہے)

موہن۔ رادھا ہر چکی سنو سبھدرا ایشور گواہ ہے میں جب سے تمکو جانتا ہوں تم سے الگ رہکر زندہ رہنے کا تصور بھی میرے لئے ناقابل برداشت رہا۔ تم مجھے کتنی عزیز ہو یہ میں اب کیسے بتاؤں۔ بس یہ بھی جانتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔ پھر بھی یہ بات کیسے ہوئی۔ سنو رادھا کے لئے شادی کرنا نہایت ضروری ہوگیا تھا۔ سمجھیں (سبھدرا کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتا ہے)

سبھدرا (کچھ دیر میں سمجھتی ہے چہرہ شرم اور نفرت سے سرخ ہو جاتا ہے) ہے رام۔

موہن۔ اسمیں اسکا قصور نہیں تھا رادھا اسوقت ہوش میں نہ تھی جس پاپی نے اسے تباہ و برباد کیا تھا اس نے اپنا فرض ادا کرنے سے انکار کیا۔ میں یہ سب باتیں تم سے تفصیل کے ساتھ نہیں کہونگا اسکی ضرورت بھی نہیں۔ مجھے خود اسکا پتہ اسوقت چلا جب بہت دیر ہو چکی تھی۔

سبھدرا۔ رادھا ایسی تو نہ تھی یہ پاپ اس نے کیسے کیا؟

موہن۔ وقت اور قسمت کی خوبی ہے اور کیا کہا جائے۔ طمع اور لالچ کے سامنے بڑے بڑوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ اور رادھا کی عمر ہی کیا تھی۔ تم سے ایک سال بھی بڑی نہ تھی۔ شادی ہونیکے چھ ماہ کے اندر ہی بیوہ ہو گئی رادھا کا شوہر میرا دوست تھا یہ تو تمہیں اچھی طرح معلوم ہے؟

سبھدرا۔ ہاں۔

موہن۔ رادھا کی جان بچانے کی ایک ہی ترکیب تھی۔ رادھا کا درد ناقابل برداشت تھا۔ میں نے اسے اپنے ساتھ شادی کرنیکے لئے مجبور کیا۔ میں جانتا تھا کہ سب باتیں معلوم ہونے پر تم مجھے معاف کر دو گی۔ مجھے پورا یقین تھا کہ ان معمولی باتوں سے ہماری محبت میں فرق نہ آئیگا۔

(سبھدرا کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے ہیں)

موہن۔ شادی نام کی تھی۔ یہ تو تم سمجھتی ہو گی۔ بھگوان شنکر نے ہلاہل کو امرت

نہیں، ہلاہل ہی سمجھ کر پیا تھا۔ میں تمہارے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا تھا

سبھدرا (سر پر ہاتھ رکھکر) پھر میں نے کیا کیا؟

موہن۔ وہی جو قسمت نے کرایا تھا۔ رادھا یہ بار بہت دنوں تک اُٹھا نہ سکی۔ ایک دن بیتی کے شربت میں سنکھیا ملا کر پی گئی میرے اُوپر کیا گزری۔ یہ کیا بتاؤں یہ بات میں نے اخباروں تک نہ پہنچنے دی (کچھ دیر دم لیتا ہے) رادھا کا خونی کون تھا۔ یہ میں نہ بتاتا مگر اب تو بتانا ہی پڑا۔ شاید تم خود سمجھتی ہو

سبھدرا۔ نہیں کون تھا۔

موہن۔ وہ درگا ہی تھا۔

(سبھدرا کے منہ سے ایک ہلکی چیخ نکلتی ہے وہ کرسی سے اُٹھتی ہے اور پھر اس پر گر جاتی ہے)

موہن۔ جس ظالم نے یہ پاپ کیا تھا، میرے خیال میں وہ زندہ رہنے کے قابل نہیں تھا سماج کے پاس ایسے مجرم کے لئے کوئی سزا نہ تھی لیکن میرے پاس تھی۔ مجھے آج یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ درگا کے ساتھ تمہاری شادی ہو گئی۔ کیا مشکل ہے، سب باتیں وقت گزرنے پر معلوم ہوئیں ورنہ .... ورنہ .. .. درگا شہر کے باہر گیا تھا۔ میں نے یہ پتہ لگایا اور آج اس شہر میں آنے سے پہلے میں ایک قاتل بن چکا تھا۔

(سبھدرا زور سے چونکتی ہے اور اسکا چہرہ بے جان لاش کی طرح سفید پڑ جاتا ہے)

موہن۔ سبھدرا ذرا اور سن لو میں نے ایک انسان کو قتل کیا ہے اسلئے میں اس دنیا میں رہنے کے قابل نہیں رہا۔ موت اپنے خوفناک سیاہ پنجوں کو بڑھائے ہوئے میری طرف چلی آ رہی ہے اور تھوڑی ہی دیر میں وہ اپنے شکار کو کھا جائیگی۔ صبح ہونے سے پہلے میری ہڈیاں تالاب کے پانی پر تیرتی ہونگی۔ تمہاری زندگی کو برباد کرنے والی دو ہستیاں تھیں۔ یہ دونوں ہی اب اس دنیا میں نہ رہیں گی۔ پر تم نے چاہا تو تم پھر بھی سکھی رہ سکو گی۔ لیکن مجھے تو اب رخصت کرو۔ میرا جسم بھاری ہو رہا ہے۔

(سبھدرا بڑی تکلیف سے کرسی سے اُٹھتی ہے اور موہنی موہن کیطرف ہاتھ پھیلا کر دو قدم بڑھتی ہے)

سبھدرا۔ نہ جاؤ .... نہ جاؤ ... شائد ....

موہن۔ نہیں سبھدرا۔ یہ نہ کہو۔

(سبھدرا بیہوش ہو کر زمین پر گر جاتی ہے۔ موہنی موہن جھینگرا سے بچوں کی طرح اُٹھا لیتا ہے)

موہن۔ شمشان کی پھول (ہچکچاتی) سے سبھدرا کو دیکھتا ہے اندر کے دروازے پر تھپ تھپ کی آواز۔ کوئی کمرے میں آنا چاہتا ہے۔ موہنی موہن ڈر کر اِدھر دیکھتا ہے اور سبھدرا کو میز پر لٹا دیتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے۔ تھوڑی دیر میں کملا بیرونی دروازے سے باہر آتی ہے۔

کملا۔ ارے! ارے رے!!

(دوڑ کر سبھدرا کے قریب آتی ہے۔ پردہ گرتا ہے)

کوآپریٹیو طرزِ عمل

یا

امداد باہمی کا مالی اصول

(از جی کے اروڑا صاحب)

کوآپریٹو کا اصول ایک مخصوص مالی اصول ہے۔ نیز اسے سرمایہ داری اور سوشلزم کا درمیانی اصول کہا جا سکتا ہے جہاں تک ہمیں سرمایہ کا تعلق اور اصول منافعیت قائم رہتا ہے وہاں تک تو کوآپریٹو سرمایہ داری کے ہی زیرِ زمین ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ سوشلزم کے دائرے میں بھی آ جاتا ہے کیونکہ پیداوار اور تقسیم منافع کمانے کے نقطہ نظر سے نہ ہو کر اجتماعی ضرورت میں ہونے کی وجہ سے ان کی ضروریات کی بنا پر ہی ہوتا ہے سرمایہ دارانہ مالی نقطہ سے منافع ہی خاص دلکش اصول ہے اور جوائنٹ اسٹاک کمپنیوں کے ذریعہ پیداوار کی ترقی کے ساتھ ساتھ وہی منافع ڈیویڈنڈ کی شکل میں ان لوگوں میں ملتا رہتا ہے جو پیداوار میں کوئی بھی حصہ نہیں لیتے۔ لیکن کوآپریٹو شرکت میں گو کہ اصول منافعیت اس سے بالکل برباد نہیں ہوتا، پیدا کرنے والے اور استعمال کرنے والے دونوں پیداوار اور تقسیم میں شریک ہوتے ہیں اور حاصل شدہ منافع ایک دوسری شکل میں انھیں لوگوں کے پاس آ جاتا ہے۔ اس طرح پیدا کرنے والے کی آمدنی یعنے خریدنے کی طاقت بڑھتی جاتی ہے۔

سرمایہ دارانہ مالی شرکت نے انسانوں کو دو عطیے دئے ہیں ایک تو یہ کہ اس نے مشینوں کے ذریعہ پیداوار شروع کر کے بڑے پیمانے پر پیداوار کو ممکن بنا دیا ہے اور اس طرح سے پیداوار کے خرچ میں کمی کر دی ہے۔ یہ بات سبھی انڈسٹری پر لاگو ہوتی ہے۔ اور دوسرا عطیہ سرمایہ داری کا یہ ہے کہ اس نے بنی نوع انسان کو یہ سکھلایا کہ کوئی بھی شراکت کس قدر اور کس طرح بڑھائی جا سکتی ہے یہ دونوں ہی باتیں بنی نوع انسان کی ترقی کے زبردست ذرائع ہیں۔ لہٰذا آئندہ ترقی کی راہ کے متلاشیوں کو اس بات کو ذہن نشین کرنا لازمی ہے کہ ان دونوں فوائد کو قائم رکھتے ہوئے سرمایہ دارانہ شرکت کی خرابی۔ منافع کی برائیوں کو دور کریں۔

کوآپریٹو اصول ایسا ہے جس میں ان دونوں باتوں کو قائم رکھتے ہوئے اور ان کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بھی منافع کی برائیاں دور کی جا سکتی ہیں۔ آگے بڑھنے سے قبل یہ مناسب ہوگا کہ سرمایہ دارانہ اور سوشلزم کے اصولوں کی تشریح کر لیں۔

مالیت کے چند اصول ہیں نیز وہ اصول خاص خاص حالتوں میں لاگو ہوتے ہیں۔ مخصوص ترین یہ ہے کہ خریدار اور دینے والے میں خوب مقابلے ہوتے رہتے ہیں اور منافع کی در سے ہی اس بات کا پتہ چل سکتا ہے کہ دولت کتنی پیدا ہوتی۔ مثال کے طور پر کسی چیز کی قیمت اس چیز کی بازار میں مانگ اور سپلائی پر منحصر ہوتی ہے۔ کسی شے کو تیار کرنے میں کس قدر صرفہ ہوتا ہے اور اس شے کی قیمت کیا ہے۔ اس کا تعلق تو غیر ظاہر دار طریقہ پر رہتا ہے۔ کیونکہ مقابلہ میں مخصوص کارخانے ہی قائم رہتے ہیں بقیہ تو تباہ ہو جاتے ہیں اس اصول کی ظاہرہ صورت یہ ہوتی ہے کہ پیداوار کے مد ان میں ایک قسم کا ہیجان سا پھیل جاتا ہے۔ مختلف مینوفیکچرر آپس میں مقابلہ کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیشتر مینوفیکچرر اپنی دولت تباہ کر کے مینوفیکچروں کے زمرہ سے برطرف ہو جاتے ہیں۔ تاہم ہم یہ کہہ سکتے ہیں مانگ اور سپلائی ایک قینچی کے دو پہلو ہیں۔ اگر ایک کو بھی قبضہ میں رکھا جائے تو دوسرے پر بھی کچھ نہ کچھ قبضہ رہتا ہے۔ آغاز میں سرمایہ داری کے شروع میں جو ہے جس قدر بھی مقابلہ کی گرما گرمی کیوں نہ رہی ہو اب تو یقینی طور سے اس قسم کی رقابت دیکھنے میں کم آتی ہے۔ بڑی بڑی کمپنیاں ان کے باہمی تعلقات پر بازاروں کے رک جانے سے مقابلہ کا زور کم ہو گیا ہے اور چیزوں کی قیمت بڑھ کر کافی بلند سطح پر ٹھہرتی نظر آتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کی حقیقی ضروریات بازاروں پر اور پیداوار پر کوئی اثر نہیں ڈالتیں بلکہ انسان کی وہی مانگ پیداوار پر اور بازار پر اثر ڈالتی ہے جو مینوفیکچرر کو منفعت پہنچا سکتی ہے۔

یعنے یہ اس کے برعکس سوشل مالی شراکت میں کسی چیز کی قیمت آنکنے کا پیمانہ اس پر صرف ہوئی انسان کی مشقت ہوتی ہے لیکن کوآپریٹو مالی شرکت میں مانگ اور سپلائی کا اصول جاری رہنے پر بھی چونکہ حقیقی مانگ ہوتی ہے اور سپلائی خصوصاً انسان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ہوتی (منافع خصوصیت نہیں) اس لئے مانگ اور سپلائی کے اصول کی سختی کچھ کم ہو جاتی ہے اگر کسی شے کی تیاری میں زیادہ صرفہ ہو جانے کی وجہ سے اس خاص شے کی قیمت زیادہ بھی ہوتی ہے تاہم اس کے لئے بازار کی کمی نہیں رہتی کیونکہ مینوفیکچرر خود ہی اس چیز کو (اپنی) ضرورت کے

خریدتا اور استعمال کرتا ہے کوآپریٹیو مالی اصول اشاعت اور ایڈورٹائزمنٹ
کی قیمت بھی بہت کم کر دیتا ہے اشاعت اور ایڈورٹائزمنٹ دو طرح
کا ہوتا ہے (۱) مقابلہ کے لئے اور (۲) اشاعت کے سرمایہ دارانہ
مالی شراکت میں صرف مقابلہ کی غرض سے جس کی اصلیت کچھ نہیں
ہوتی ایسی اشاعت پر ضرورت سے زیادہ رقم صرف کر دی جاتی
ہے اور وہ تمام رقم اس چیز کی تیاری کے خرچ میں جوڑی جاتی ہے
اس طرح سے اس فضول اشاعت کا خرچ بھی خریدار کو ادا
کرنا پڑتا ہے کبھی کبھی تو ایک ہی چیز ایک ہی کارخانہ میں عمدہ
ناموں سے تیار کی جاتی ہے اور اس کا ایڈورٹائزمنٹ بھی الگ
الگ کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے بیکار خرچ کی مثالیں سگریٹ
بلیڈ، ٹائر، پیٹرولیم وغیرہ کی تجارتوں میں بہت ملتی ہیں کوآپریٹیو
اصولوں پر مینوفیکچر کرنے سے اس قسم کے بیکار اخراجات بالکل
بند کئے جا سکتے ہیں اور چیزوں کے دام بھی سستے ہو سکتے ہیں۔
آجکل کی تجارتی شراکت مینوفیکچرر کے پاس سے چیزیں لے کر
استعمال کرنے والے خریدار تک پہنچنے میں ایک لمبا راستہ طے
کرنا پڑتا ہے۔ نیز اس بیچ راستے میں بہت سے درمیانی منافع
خوروں کے ہاتھوں سے نکلتی ہے یہ درمیانی آڑھتیئے اپنا خرچ
برابر اسی پر جوڑتے چلے جاتے ہیں۔ اور خریدار تک چیز پہنچے
پہنچتے اس چیز کا دام صرف اسی پر خرچ کیا گیا روپیہ ہی نہیں ہوتا
بلکہ ایڈورٹائزمنٹ اور ان آڑھتیوں کا خرچ بھی اس میں جڑا
ہوتا ہے۔ کوآپریٹیو مالی حالت میں یہ تمام اخراجات اگر بالکل بند
ہی نہ کئے جا سکیں تو کم تو یقیناً کئے جا سکتے ہیں اور اسی حساب
سے چیزوں کی قیمتیں کم نرخ پر مقرر ہو جاتی ہیں۔

یہ حیرت انگیز ضرور نظر آتا ہے، لیکن صحیح ہے کہ سرمایہ دارانہ
مالی شراکت میں منافع کی خرابیاں دور کرنے کی کوشش میں ہی
عام کو منافع حاصل ہو جاتا ہے لیکن منافع کے اصول کی خرابیاں
ابھی نہیں ہوتیں بلکہ ختم ہونے لگتی ہیں اور ظاہرہ منافع
گھٹنے لگتی ہیں لوگوں کی طاقت خریداری دو طرح سے بڑھائی
جا سکتی ہے ایک تو بازار میں مروجہ قیمتوں سے کم داموں پر چیزیں
مہیا کر کے تاکہ دیگر اشیا بھی لینے کے لئے خریدار کے پاس کافی رقم بچی
رہے۔ دوسرے یہ جو کچھ خریدتا ہے اسی پر اسے ڈیوڈنڈ دے کر
پیسے کی دوسری آمدنی کا راستہ پیدا کریں۔ اس طرح یہ صاف
ہے کہ اگر کوآپریٹیو مالی شراکت ظاہرہ صورت میں پھیل پائے تو
معمولی خریدار ہی نہیں بلکہ مینوفیکچرر بھی اس وقت بھی شریک منافع
رہے گا اگر یہ چیزیں ان پر خرچ کئے گئے داموں پر ہی فروخت کیجائیں یا
بازار نرخ سے کم قیمت پر۔ کیونکہ مینوفیکچرر کو دوسری شکل میں
ڈیوڈنڈ ملے گا ہی۔ اور دوسرے اگر کوئی خریدار کوآپریٹیو کا ممبر
نہیں ہے تو اکیلے مینوفیکچرر کو ہمیشہ اس بات کا کھٹکا لگا رہے گا
کہ اس نے زیادہ دام وصول کرنے کی کوشش کی تو وہ
گاہک اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا یہی نہیں اس کا ایک
اور بھی زبردست فائدہ ہوگا۔ معمولی طور پر انکم ٹیکس کی
رقم بھی چیزوں کے خرچہ میں جوڑ کر ان کی قیمتوں میں اضافہ
کر دیا جاتا ہے اور مینوفیکچرر، آڑھتیئے یا تاجروں پر لگایا
گیا انکم ٹیکس اس لئے خریدار کو ہی ادا کرنا پڑتا ہے۔
لیکن کوآپریٹیو مالی اصول کی کوششوں کے بعد چونکہ بازاری
مقابلہ کے خوف کی وجہ سے چیزوں کی قیمتیں بڑھانا ناممکن سا
ہو جاتا ہے اس لئے غریب خریدار بقیہ ماندہ بڑے آڑھتیوں

یا تاجروں یا مینوفیکچروں کے انکم ٹیکس کی ادائیگی کے بوجھ سے بھی بچ جاتا ہے
کوآپریٹیو یعنی امداد باہمی کے مالی اصول کی تاریخ اصولاً صرف ۱۰۰ برس پرانی
ہے یہ صحیح ہے کہ انسانی تہذیب کے زمانہ آغاز کے دنوں میں بھی پیداوار بذریعہ
امداد باہمی کی نظیریں ملتی ہیں۔ لیکن چونکہ اسوقت پیداوار بذریعہ امداد باہمی کسی
مقررہ طریقے یا اصول امداد باہمی کی بیداری کے اثرات سے پیدا نہیں ہوتی
تھی اس لئے اس پیداوار کو بذریعہ امداد باہمی کو آج کے پیداوار بذریعہ
امداد باہمی کی تحریک کے ساتھ ساتھ رکھنا مناسب نہیں ہوگا۔

حسب بالا باتوں سے یہ تو صاف ہو جاتا ہے کہ کوآپریٹیو اصول پر ہی
سماج کی مالی کشمکش دور کیجا سکتی ہے لیکن ان اصولوں میں بھی تو چند
مشکلات ضرور ہی ہیں اور جب تک یہ مشکلات حل نہیں کی جاتیں اس
وقت تک ان اصولوں میں ہر اچھائی کے ہوتے بھی ان پر عمل درآمد کرنا
دشوار ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔

جب کبھی پیداوار بذریعہ امداد باہمی کی تبلیغ کیجاتی ہے وہاں امداد
باہمی کی خوبیوں پر ہی زیادہ زور دیا جاتا ہے لیکن ان تجربہ امور کے باوجود
بھی کوآپریٹیو اصول کہیں بہت زیادہ حامیاں و معاونیاں پیدا نہیں
کر پایا ہے کوئی بھی اصول ہو وہ اسی وقت مضبوطی سے قائم کیا جا سکتا
ہے جب اس کی بھلائیاں ظاہر اور مکمل طور سے ثابت کر دی جائیں آج
تک سبھی سرمایہ دار ملکوں میں کوآپریٹیو پیداوار اور تقسیم اصولوں
کو بجز زبانی امداد اور اس کی ظاہری پسندیدگی کے علاوہ کوئی
امداد عملی نہیں دی گئی برعکس اس کے سرمایہ دارانہ مالی اصولوں
میں منافع پیدا کرنے کے لالچ کے علاوہ درآمد ٹیکس سرکاری
امداد درآمد و برآمد (ایکسپورٹ اور امپورٹ) سے متعلقہ
بورڈ انڈسٹریل کیشن ٹکنیکل تعلیم کے لئے امداد اور نیز مختلف
دیگر ذرائعوں سے سرکار سے مدد ملتی رہتی ہے اور مل سکتی
ہے لیکن کوآپریٹیو اصول میں منافع کی طرح کوئی
بھی ایسی چیز نہیں ہے جس کے لالچ میں بالائی

طبقہ کے لوگ اس اصول کی طرف رجوع کریں۔ اسلئے یہ سوچنا کہ مستقبل حال میں یہ اصول بہت زیادہ ترقی کر جائے گا غلط ہوگا۔ ہاں یہ تو اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب ریاست کی جانب سے اس اصول کو مضبوط کیا جائے۔ سب ہی ملکوں میں کو آپریٹو اصولوں کو ماننے والوں کی تعداد سرمایہ داروں سے بہت ہی کم ہے اور اجتماعی اور سرمایہ دارانہ نقطۂ نظر سے تو وہ بالکل ہی کمزور ہے۔ لہذا کو آپریٹو اصول کی کامیابی کے لئے اس کو سرکار کی جانب سے اگر زیادہ نہیں تو کم از کم اسیقدر امداد و تائید اور اتفاق باہمی حاصل ہونا چاہئے جس قدر سرمایہ دارانہ مالی اصول کو کسی زمانہ میں حاصل ہوا تھا۔ اگر یہ طے ہو جائے تو یہ امر لازمی ہے کہ پیداوار کا اسٹینڈرڈ بھی اونچا اٹھانا امر یقینی ہے۔ کیونکہ اس کے معنی ہوں گے چیزوں کے باہمی تبادلہ کی رفتار کا بہت تیز ہونا اور اسی کے ساتھ عوام کی حالت بھی سدھرتی جائیگی۔ اسی سلسلہ میں کو آپریٹو کو مالی امداد ملنے کا بھی سوال پیش ہو جاتا ہے۔ بنکاری بینک بھی تو قرض یا امداد منافع حاصل کرنے کی ہی غرض سے دیتے ہیں آج بینک یعنی امدادی پونجی منوفیکچر کے اتحاد اور اسکے ذریعوں پر بہت کافی اثر رکھتی ہے۔ یہی نہیں، زیادہ تر تو امدادی پونجی ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ امدادی پونجی کے لئے یہ کبھی بھی فائدہ مند نہ ہوگا کہ وہ کو آپریٹو مالی اصولوں کو پھیلنے کا موقعہ دے کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ انھیں مدد دیکر اور بڑھنے دیکر خود ہی اپنے (سرمایہ دارانہ اتحاد) پیروں میں کلہاڑی مارتی۔ اس کے لئے امدادی پونجی کا بھی اصول امداد باہمی پر ہی قائم ہونا لازمی ہے یا باہمی امداد کی پونجی۔ لہذا کریڈٹ کو آپریٹو سوسائٹی کا ہی دوسرا نام ہے۔ کو آپریٹو (اجتماعی اتفاق) دوسرے دو طرح کے فرق، متفقہ منوفیکچر اور متفقہ تقسیم یعنی پروڈیوسرس کو آپریٹو اور کنزیومرس کو آپریٹو ہوتے ہیں۔ کو آپریٹو کو چلانے کے لئے الگ الگ قائم ہیں۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمیشہ تنی اور وہ تبدیل ہوتے رہیں

جنگ کے بعد سپاہیوں کی حالت

(از جناب ٹی۔ این۔ کول۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ ڈپٹی کمشنر۔ اُناؤ)

جنگ کا اختتام اب نزدیک ہے۔ ہمارا اولین مقصد جنگ پر جیتنا ہونا تو ہے ہی ساتھ امن امان پر بھی فتح حاصل کرنا لازمی ہے اس پر بھی غور کرنا ہے۔ اس جنگ کا مقصد بنی نوع انسان کو چار قسم کی آزادیاں عطا کرنا ہے۔ کمی۔ خوف سے نجات نیز مذہب اور تقریر کرنے کی آزادی۔ اس اہم موضوع کا ایک مختصر مگر مخصوص پہلو جنگ کے بعد سپاہیوں کا سوال ہے۔ میدان جنگ سے بنجر زمین میں، مشینوں کے کولاہل سے گاؤں کے امن میں اور تابعدارانہ سپاہیانہ زندگی سے کاشتکار کی من موجی زندگی میں جو تبدیلیاں اس کے سامنے واقع ہونگی اس سے وہ خود کو کس طرح اس کا اہل بنا سکتا ہے۔ اس جدید تبدیل شدہ زندگی کے مناسب اپنے بنانے میں اُن کی ہی بھلائی نہیں ہے بلکہ اس ملک کے ہزاروں گاؤں کی بھلائی ہے۔ اگر اس کو اس کے لئے آسانیاں حاصل ہونگی تو وہ جنگ کے بعد ہندوستان جدید کی تعمیر میں مددگار ہو سکیں گے۔

نوکری

(الف) کھیتی۔ سب سے اہم سوال جو ان سپاہیوں کے سامنے حائل ہوگا وہ ہے کام کا۔ کچھ تو کھیتی کرنے لگیں گے، کچھ کو جن کے پاس زمین نہیں ہے کھیت دیئے جائیں گے۔ لیکن ایسوں کی تعداد بہت کم ہوگی اور کاشتکاری کے مناسب زمین اور توڑی جانے کے قابل بنجر زمین کو جو توڑی جا سکتی ہے حساب سے ہی یہ ہو سکتا ہے۔ اسلئے ابھی سے ایسی زمینوں کی پیمائش کر کے اسے علیحدہ رکھ لینا چاہئے۔

سب سے ضروری بات کھیتی کے طریقوں میں سدھار ہے موجودہ مشینوں کی اس لڑائی کا سپاہی اپنے پرانے ڈھنگ کے ہل اور دبلے پتلے بیلوں سے ہرگز مطمئن نہیں ہو سکتا جہاں وہ اپنے مشینوں کی جانکاری اور واقفیت کا استعمال کر سکتا ہے جو اس نے میدان جنگ میں حاصل کی ہیں۔ جس قدر بھی سپاہیوں کو ٹریکٹر وغیرہ قسم کی مشینوں کی تعلیم دیجانی چاہئے تاکہ وہ اپنے گاؤں لوٹنے پر اپنی اس واقفیت اور تجربہ کے ذریعہ فائدہ اٹھا سکیں وہ اپنے پچھڑے ہوئے کسان بھائیوں کے لئے نظیر پیش کر سکیں شاید چند جنگی مشینری سے بھی کھیتی کے لئے کام آ سکیں اور بنائی جا سکیں۔ جو سپاہی جنگ کے بعد اپنے کھیتوں کو لوٹ جانیوالے ہوں ان کو کھیتی کے نئے طریقوں کی تعلیم دیجانی چاہئے۔ انھیں فصلوں کا دورہ، قطاروں میں بوائی، مناسب بیج فصل وغیرہ ضروری باتیں بتائی جانی چاہئے۔

(ب) اسکاؤٹنگ۔

بہت سے سپاہی جو لڑائی کے بعد کھیتی کے کام میں لگیں گے وہ اپنے دیہاتی بھائیوں کو اسکاؤٹنگ، فوجی ڈرل اور ڈاکوؤں چوروں اور غنڈوں سے لڑنے کے روزمرہ کے طریقوں کی تعلیم

ینے کے کام میں لگائے جاسکتے ہیں۔ اسی صوبہ میں ان انجمنوں،
نیا دگرام رکشا سمیتی اور گرام سدھار اسکاؤٹ کی شکل میں بھی
ڈال دی گئی ہے۔ ان انجمنوں کو اس وقت تجربہ کار رہنماؤں کی
ی ہے۔ جنگ سے لوٹنے والے سپاہی اس کام کو اپنی مخصوص تعلیم
ے زیر اثر اسے بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ اب اس صوبہ کے
ریبا ہر گاؤں میں محافظ کمیٹیاں کھل گئی ہیں اور اس میں ایک
دو فوجی افسر کام کرنے کے لئے نوکر رکھے جاسکتے ہیں اس کام
ں دس یا بیس لاکھ افسران فوج یا اُن کے ماتحتان لگ سکتے
یں اور چاروں طرف ڈاکوؤں کے خطرے سے بھی امان رہیگی۔
ھانوں میں عموماً دس سے پندرہ کانسٹیبل رہتے ہیں اور یہ تعداد
یادہ گاؤں کی حفاظت کے لیے کافی نہیں ہوسکتی۔ گاؤں
ں محافظتی کمیٹی کی تعلیم یافتہ اور متحدہ انجمن صوبہ میں جرموں
ی تعداد کم از کم نصف ضرور کر دیگی۔ اس تجویز پر کچھ بھی خرچ
نا نامناسب نہیں ہوگا۔

(ج) **تعمیر مکانات**۔ جنگ کے بعد سپاہیوں کو گاؤں
مٹی کے گھروں میں سب سے زیادہ پریشانی ہوگی جو کہ گرمیوں
ں دھوپ سے تپتے ہیں۔ برسات میں پانی سے بھر جاتے ہیں اور ہمیشہ
ت و تاریک یا کھنڈر بنے رہتے ہیں۔ انہیں اپنے گاؤں کے مکانات
سدھارنے کے کام میں کیوں نہ لایا جائے۔ اس تجویز سے گاؤں
عموماً سب ہی گھر پختہ ہو سکتے ہیں۔ کچھ سپاہیوں کو ان کے واپس
نے سے پہلے راجگیری اور بڑھئی گیری کی تعلیم دی جائے۔
گاؤں میں اینٹ تیار کرنے کا ایک بھٹہ ہو۔ جو لوگ اپنے گھروں
پکا کرنا چاہتے ہوں وہ مفت میں کام کریں، مٹی اور بالو تو
فی مقدار میں مل ہی سکتا ہے۔ لکڑی اور کوئلہ سرکار تقاوی
شکل میں دے اور ایک ماہ میں ایک بھٹے سے ایک لاکھ اینٹیں
ر ہو سکتی ہیں۔ خواندہ کام سپاہیوں سے لیا جاسکتا ہے اور
خواندہ کام اُن دیہاتیوں کے ذریعہ انجام پاسکتا ہے جو اپنے
نوں کو پختہ کرانا چاہتے ہیں۔ انہیں مکان کی شہتیروں اور
کے لئے لکڑی کی ضرورت پڑیگی۔ اسے وہ زمینداروں سے یا کھیتوں
کے درختوں سے حاصل کرسکتے ہیں کیونکہ اب قانون جدید کے مطابق
یہ پیڑ انھیں کے ہیں۔ یہ ترکیب خیال نہیں بلکہ اس ضلع کے تین گاؤں
سدھار گاؤں میں حاصل شدہ تجربہ کی بنا پر ہے جیوں جیوں گاؤں
میں اینٹ تیار کرنے کے بھٹے بنتے ہیں، اینٹ بنانے کے مختلف کاموں
راجگیری اور بڑھئی گیری کا کام جاننے والوں کی تعداد بھی بڑھ گئی
کیونکہ تعلیم یافتہ سپاہی انھیں ان کاموں کو سکھلائیں گے اور
پاس پڑوس کے گاؤں بھی ایسا ہی کرنے کی کوشش کریں گے۔
سرکار کی معمولی سی مدد سے یہ تجویز کامیاب بنائی جاسکتی ہے۔

یہاں پر میں نے محض معمولی سی باتوں کا ذکر کیا ہے جن سے
جنگ سے واپس ہونیوالے سپاہیوں کا استعمال کیا جاسکتا ہے اور
جن سے ان کا نیز گاؤں دونوں کا فائدہ ہوسکتا ہے اسی طرح ان کا
استعمال توسیع تعلیم، گھریلو انڈسٹری کو مدد پہنچانے (مثلاً چمڑا تیار
کرنا، اوزار لکڑی کی چیزیں بنانا وغیرہ) گاؤں کی آمد و رفت
سدھارنے اور مویشیوں کی داشت وغیرہ کے سلسلہ میں کیا جاسکتا
ہے۔

یہ تمام تجاویز اسی بات پر منحصر ہیں کہ جنگ سے واپس ہونیوالے
سپاہیوں کو کسی نہ کسی کام کی تعلیم دیجائے۔ اور اس میں کسی قسم
کی دشواری نہیں ہوسکتی اگر ابھی سے فوج کے لئے منتخب شدہ
معلموں کی ٹریننگ کی طرف خیال کیا جائے۔ ہم کو جنگ کے بعد سپاہیوں
کا ایک علیحدہ فرقہ بنانے کی غلطی نہ کرنی چاہئے، بلکہ ان کو مختلف
شاخوں کے لئے کارآمد نمائندوں کی شکل میں اپنے ساتھ شامل
کرلینا چاہئے جہاں وہ اپنے وطن اور ہموطنوں کی سچی خدمت
کرسکیں گے۔ ہندوستان جدید کی تعمیر کا زمانہ قریب ہے اور مجھے
توقع ہے کہ یہ سپاہی اس میں اسی طرح اہم کار انجام دینگے جس
طرح وہ جنگ میں فتح حاصل کرنے کے سلسلہ میں کر رہے ہیں۔



اکوریہ گاؤں بینک سوسائٹی

(از جناب شیوانند صاحب جھا، بی۔ ایس۔ سی۔ سکریٹری)

اکوریہ گاؤں بینک سوسائٹی، لمیٹیڈ، شنکر گڈھ سے مرزا پور جانیوالی سڑک کے کنارے، شنکر گڈھ سے جانب مشرق پانچ میل کے فاصلہ پر اکوریہ گاؤں میں قائم ہوئی ہے ۱۹۳۶ء کے ماہ نومبر میں پنڈت رمانند جھا صاحب نے اس انجمن کی بنیاد ڈالی تھی۔ قبل ازیں اسکا نام اکوریہ گاؤں سدھار انجمن رکھا گیا۔ ہر ایک کا منتظم ہوتا تھا۔ ممبری کا چندہ غلہ کی شکل میں وصول کیا جاتا تھا۔ سوسال اور محض پانچ من ہی جمع ہو سکا تھا۔ ۱۹۳۷ء کے ماہ نومبر میں اس انجمن کی رجسٹری، کوآپریٹو اصولوں کے زیر تحت کوآپریٹو سوسائٹیز، ممالک متحدہ آگرہ و اودھ نے کرنے کی عنایت فرمائی اور اس انجمن کا نام اکوریہ گاؤں بینک لمیٹیڈ پڑا۔ جہاں پر یہ انجمن قائم ہوئی ہے پرگنہ بارا اور بارا سرکل میں محض ایک قدیم انجمن تھی جو کہ قرض کے لین دین کے علاوہ کچھ نہیں کر رہی تھی۔ حسب بالا انجمن کی کارروائی کا کافی اثر پڑا۔ لوگ کوآپریٹو سوسائٹی کو کافی سمجھنے لگے اور نتیجہ یہ ہوا کہ اس سرکل میں پانچ سوسائٹیاں اور کھلیں اور بہت ہی جلد اور سوسائٹیاں بھی کھلنے والی ہیں۔

سوسائٹی آپس میں اتفاق کرنے کی انتہائی کوشش کر رہی ہے جس کی وجہ سے گاؤں میں کسی قسم کا فساد نہیں ہونے پاتا۔ اگر ہوا بھی تو سمجھوتہ کے ذریعہ معاملہ گاؤں کی پنچایت میں ہی طے ہو جاتا ہے۔ نتیجہ ان فضول کے خرچہ اور پریشانی سے بچ جاتے ہیں۔ عالی جناب کلکٹر صاحب نے گاؤں کی پنچایت کے اختیارات اسی انجمن کے پنچوں کو عطا کیا ہے۔ دیہاتی لوگوں میں زیادہ تر زمیندارانہ کاشتکارانہ طبقہ کے لوگ شامل ہیں۔ اس انجمن کے ممبر زمیندار، کاشتکار، مزدور اور دیگر پیشہ ور بھی ہیں اور کسی قسم کی تفریق آپس میں نہیں ہے، یہ بڑی خوبی کی بات ہے۔ یہ انجمن ممبروں کی بھی کافی تعداد ہے۔

چونکہ مخصوص پیشہ کاشتکاری ہے اسلئے زراعت کی ترقی پر خاص طور سے توجہ دی جاتی ہے اور حسب ذیل کار انجام دیئے جاتے ہیں۔

(۱) سوسائٹی کا ذاتی بیج قریباً ۔۔ من کے جمع ہو چکا ہے جس میں چندہ ممبری نیز زر خیرات بھی شامل ہے پانچ من سے جمع ہونا شروع ہوا تھا۔ محکمہ زراعت یوپی سے مبلغ دو سو روپیہ کی گرانٹ بیج گودام بنوانے میں دینے کی خاص عنایت کی تھی اور اسی قدر رقم پنڈت رمانند جھا صاحب سرپنچ نے حسب بالا انجمن کی جانب سے عطا کی تھی۔ انجمن محکمہ زراعت نیز سرپنچ صاحب کی مشکور ہے۔ اب ایک پختہ عمارت بیج رکھنے کے لئے بن گئی ہے۔

(۲) چندہ کے ذریعہ بائیس روپیہ جمع کر کے محکمہ زراعت سے ایک حصار نسل کا سانڈ خرید لیا گیا ہے جو کام کر رہا ہے۔ یہ پرگنہ کسوڑ کے نام سے مشہور ہے اور گھی کے لئے کافی نام پیدا کر چکا ہے لیکن کچھ عرصہ سے مویشیوں کی نسل نہایت ناکارہ ہو گئی ہے۔ اس سانڈ کی وجہ سے امید ترقی ہے۔ یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ محکمہ وٹرینری اس انجمن کی کافی مدد کرتا ہے۔ ہر سال مویشیان کو ٹیکہ لگتا ہے اور دیسی چھوٹے سانڈ آختہ کئے جاتے ہیں۔ امید ہے کہ چند ہی برسوں میں اسی پرگنہ میں بہترین مویشی نظر آئیں گے اور اس کی وجہ سے اچھی تجارت ہو سکیگی۔ دودھ کا نل بیٹھ گا۔ دیگر سوسائٹیوں سے بھی کئی سانڈوں کے واسطے محکمہ زراعت میں درخواستیں گذاری ہیں۔

(۳) کھاد سڑانے والے گڈھوں کی اختراع کی گئی ہے اور گاؤں میں کافی تعداد میں اس قسم کے گڈھے ہیں۔ کھاد کے فوائد بتلانے اور دکھلانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔

(۴) ترقی شدہ آلات سے کام لینے کی اہمیت سمجھائی جاتی ہے اور کافی لوگوں نے مٹی پلٹنے والے ہلوں کو محکمہ زراعت سے خریدا ہے اور مستفید ہو رہے ہیں۔

(۵) گرو مور فوڈ (غلہ زیادہ پیدا کرو) اسکیم کا زوروں سے پروپیگنڈہ کیا گیا ہے اور بہت سی زمین زراعت کے کام میں اس سال لائی گئی ہے۔ بہت سے لوگوں نے تقاوی (بغیر سود کے) کے واسطے محکمہ زراعت میں راستے بنانے باندھ و جنگل صاف کرنے کی عرضیاں دی ہیں۔ چند لوگوں کی عرضیاں منظور بھی ہو گئی ہیں۔

(۶) سرپنچ پنڈت رمانند صاحب نے ایک نمائشگاہ کھولنے کے لئے ۵۰ ایکڑ زمین اپنی کاشتکاری سے نکال کر علیحدہ کی ہے۔ اس کے لئے امداد کی ضرورت ہے سب سے بڑی ضرورت اس پرگنہ میں ذرائع آبپاشی کی تکمیل ہے جو کنوئیں کھودنے سے ہو سکتی ہے۔ اس مقصد سے ایک درخواست جناب سکریٹری صاحب یوپی گورنمنٹ ڈپارٹمنٹ آف اگریکلچر کی خدمت میں دی گئی ہے۔ انھوں نے جناب ڈائریکٹر صاحب یوپی کی خدمت میں برائے سماعت اس درخواست کو پہنچنے کی عنایت کی ہے۔ اُمید ہے سنجیدگی کے ساتھ اس پر غور کی جائیگی۔ اس فارم کے کھلنے سے دو فائدے ہوں گے۔ (۱) عموماً ابھی تک نمائشگاہیں شہری مرکزوں کے نزدیک ہی واقع ہیں لیکن دہقانی طبقہ ان سے کافی فائدہ نہیں حاصل کر سکتا ہے لہٰذا یہ فارم نمائش کا کام دیگا جس میں سائنٹفک اصول سے کاشت کرنا دکھلایا و سکھلایا جائیگا۔ (۲) ضرورت سے زائد جو پیداوار ہوگی وہ مناسب قیمت پر حسب ضرورت سرکار کو دیدی جائیگی۔ مبلغ دو ہزار تین سو چالیس روپیہ باندھ بنانے و جنگل

ل
معاف کرنے کے لئے قرضہ اُسی خطۂ زمین کے لئے منظور ہوا ہے۔
(۱) یہ انجمن ضلع کوآپریٹو بینک الہ آباد سے تعلق رکھتی ہے جہاں سے ممبران کو کم سود پر فائدہ مند کاموں کے لئے آسانی سے روپیہ مل جاتا ہے۔ کئی لوگوں کی جائداد سود خور مہاجنوں کے چنگل سے بینک کی بدولت بچ گئی۔
(۲) بڑی خوشی کی بات ہے کہ انجمن کے ہریجن ممبروں کو محکمہ کوآپریٹو سوسائٹیز کے ہریجن فنڈ سے مبلغ ۶۳ روپیہ گھر کی مرمت کے واسطے ملتے تھے۔
(۳) تقریباً سو روپیہ نقد بھی سوسائٹی میں جمع ہو سکا ہے۔ امید ہے چند سالوں میں باہر سے قرض لینے کی ضرورت نہ رہ جائیگی۔ ممبران کے چندے وغیرہ کے ذریعہ اپنی ذاتی پونجی فراہم ہوجائیگی۔
اخلاقی ترقی :۔ اس بات کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ کوئی بھی ممبر حیثیت سے زائد صرف نہ کرے۔ نشہ وغیرہ پر لوگ خرچ نہیں کرتے پلتے اور اس طرح ملت قومی میں بچت ہوتی ہے۔ شادی نابالغان وغیرہ جیسی بیکار رسمیں بہت کم ہوگئی ہیں۔
سیاست :۔ جبکہ انجمن، رفاہ عام کے لئے ہی سارا کام کر رہی ہے، یہ ہر پہلو سے سیاست سے علیحدہ ہے راعی و رعیت کے اتفاق سے ہی تمام تر کار انجام پا سکتے ہیں، جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ کوآپریٹو سائٹی ہے جس کا خاص مقصد اتفاق اور امداد باہمی ہے۔ لہذا کسی قسم کی نااتفاقی مقاصد انجمن کے سراسر برعکس ہے۔
اس انجمن کے کھلنے کے پہلے گاؤں میں بہت کم پڑھے لکھے لوگ تھے۔ اب کافی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جو کم از کم لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ بہت سے عمر رسیدہ اصحاب کو خواندہ بنایا گیا ہے۔
خدمات :۔ گاؤں میں ایک حفاظتی دستہ قائم ہوا ہے جس میں سب ممبران شامل ہیں۔ ممبران کی گروپ میں منقسم ہیں۔ ہر گروپ یا دل ایک گھنٹہ رات میں جاگ کر گاؤں کا پہرہ دیتا ہے اور اس طرح گاؤں چوری کے خطرے سے محفوظ ہے۔

انجمن میں سرکاری اخبار نیز دیگر اخبارات آتے ہیں جس سے غلط افواہیں نہیں پھیلنے پاتیں اور صحیح خبریں سنائی جاتی ہیں۔
موجودہ جنگ عالم میں جاپان اور جرمن جیسے موذی دشمنوں سے ملک کو محفوظ رکھنے کے لئے انجمن نے حتی الوسع چندہ دیا ہے اور امید ہے کہ دیگر انجمنیں اور اشخاص بھی ملک کی حفاظت کے لئے حتی الامکان سرکار کی مدد کرینگے۔
تندرستی اور صفائی :۔ گاؤں میں ایک دوا کا بکس رکھا گیا ہے جس میں کچھ مدد ہیلتھ ڈپارٹمنٹ سے بھی ملتی ہے اور کچھ موجودہ سرپنچ صاحب امداد فرماتے ہیں۔ خاص خاص بیماریوں کی روک مثلاً ملیریا اور ہیضہ وغیرہ کے لئے دوا دیجاتی ہے۔ جناب ہیلتھ افیسر صاحب کی بندہ نوازی ہے کہ ہیضہ وغیرہ کے زمانہ میں مفت ٹیکہ لگوادینے کا انتظام کرا دیتے ہیں۔
میں اس رپورٹ کے ذریعہ کوئی فرضی یا ادبی مضمون ہموطنوں کے سامنے نہیں رکھ رہا ہوں بلکہ ابھی تک جو ہو سکا ہے وہ بطور مشاہدہ خدمت میں پیش کیا ہے۔ اُمید ہے کہ مختلف محکمہ جات کے افسران و ماتحتان اپنے مشورے نیز مناسب امداد فرما کر اس انجمن کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ ساتھ ہی تعلیم یافتہ طبقہ سے میری دلی استدعا ہے کہ ایسی انجمنیں ہر گاؤں میں قائم کرنے کی کوشش کریں۔ خانگی فسادات کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ ہم آج بھی کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے اور ناکامیاب رہے ہیں لہذا بغیر امداد باہمی کے کبھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی مجھے یہ لکھتے ہوئے سخت افسوس ہے کہ گاؤں سدھار محکمہ نے، جو گاؤں سدھار کا خاص محکمہ ہے اس انجمن سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھا۔ خطوط کے جواب تک نہ حاصل ہو سکے جبکہ محکمہ کوآپریٹو سوسائٹیز نیز محکمہ زراعت نے کافی دلچسپی لی ہے۔ امید ہے سبھی محکموں کے افسران آپس میں اختلاف نہ رکھکر کوآپریٹو اصولوں پر عمل کرتے ہوئے حسب بالا سوسائٹی کی مدد کریں گے تب ہی رفتار ترقی تجاویز کر سکتی ہے۔

۲

نو بار قاتلانہ حملوں کا شکار

ہسپانیہ کے آخری فرمانروا الفانسو، جو گذشتہ اسپینش بغاوت کے سبب تخت سلطنت سے برطرف ہونے پر مجبور کئے گئے تھے، قبل اس کے زندگی میں بارہا قاتلانہ حملوں کے شکار ہو چکے تھے۔ سیاسی انقلاب پسند فرقہ نے نو بار ان کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن ہر بار وہ بال بال بچ گئے۔ ایسی ہی کوشش ایکبار ان کی شادی کے موقعہ پر بھی کی گئی۔ جب شاہی دولہا اور دولہن جلوس کے درمیان ایک گاڑی پر بیٹھے ہوئے چلے جا رہے تھے اس وقت مجمع کے اندر سے کسی نے ایک بم پھینکا۔ جس کی وجہ سے گاڑی کے اردگرد کے ۲۷ اشخاص جان سے مارے گئے۔ خود ملکہ کا جامۂ عروسی اُن مقتولین کے خون سے رنگ گیا۔

کاشتکاروں کو آسانیاں

(از جناب ہریشچند صاحب۔ ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ رورل ڈویلپمنٹ۔ الہ آباد)

جنگ و گرانی کے زمانہ میں کھانے پینے کی چیزوں کی طرف سب سے پہلے خیال جاتا ہے۔ لہذا آجکل زیادہ غلہ پیدا کرنے کی تحریک جاری ہے۔ اس سلسلہ میں سرکار کی جانب سے کاشتکاروں کو کچھ آسانیاں بھی دیگئی ہیں۔ ان کا خلاصہ اس طرح ہے۔

مزروعہ (پرتی) زمین پر کاشت کرنے کے بجائے سوائی کے ۱۰ فیصدی پر غلہ گودام سے بیج ملیگا۔ اس سلسلہ میں دیگر آلات کے لئے تقاوی ملیگی۔ اگر کوئی ایسی جنگلی یا جھاڑیوں والی زمین خالی پڑی ہو اور اس میں آپ کاشت کرنا چاہتے ہوں تو آپ کو بغیر سود کے سرکار سے روپیہ ملیگا۔

کھاد کی کمی کو دور کرنے کے سلسلہ میں بھی احکام جاری ہوئے ہیں۔ ایک لاکھ من کھاد خرید کر دو تہائی قیمت پر تقسیم کیجائیگی۔ تقریباً ۲۰۰۰۰ (بیس ہزار من) سنئی کا بیج بھی بجائے سوائی کے اصل قیمت خرید پر ان کاشتکاروں کو دینے کا حکم ہوا ہے جو پرانی پرتی زمین کو اپنے کاشت میں لادیں۔

کاشتکاروں میں زیادہ کھاد بنانے کی عادت کو بڑھانے کے لئے اُن کاشتکاروں کو جو کمپوسٹ کھاد بنا دیں گے یا تالاب کی مٹی کو کھاد کی طرح استعمال کریں گے، انھیں انعام دیا جائیگا۔

علاوہ بریں کاشتکاروں کو ربیع اور خریف کی عمدہ فصل پیدا کرنے پر حوصلہ افزائی کے لئے انعامات تقسیم کئے جائیں گے۔ ہم لوگوں کا فرض ہے کہ بیکار اور پرتی زمینوں کو قابل کاشت بنائیں۔ اگر زمین اوسر ہے یا سینچائی کے انتظامات کی کمی ہے۔ یا بیج کی کمی پڑتی ہے تو سرکار کی تقاوی کی اسکیم سے نفع اُٹھائیں۔ گاؤں میں کھنڈھر اکثر نظر آتے ہیں۔ ان کھنڈروں کو ہموار کرکے ترکاری بونے کے کام میں لانا چاہئے۔ کنوؤں کے نزدیک یا گاؤں کے صحن میں بھی کچھ زمین بیکار پڑی رہتی ہے۔ ان زمینوں کو ترکاری بونے کے کام میں لانا چاہئے اگر گاؤں میں صحن کم ہے تو اس جگہ پر بیلدار ترکاری بونی چاہئے جو کہ چھپّر پر پھیل کر پھیل دے۔

یہ تو پرتی زمین کے استعمال کرنے کی بات ہم کو ان کھیتوں کے لئے جن میں کاشت ہوتی ہے کچھ بھی کرنا ہے اُن کھیتوں میں پہلے جوتائی کرکے کافی گوبر کی کھاد کا انتظام کرنا چاہئے اب کھاد کی کمی ہو تو ہری کھاد بو کر کمپوسٹ کی کھاد بنا کر یا دوسری کھادیں ڈال کر کمی پوری کرسکتے ہیں اُن کھیتوں میں اچھے قسم کے بیج بوئے جائیں اور وقت سے سینچائی و نرائی ہو اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ کھیتوں کی پیداوار بڑھ جائیگی۔ ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ کسی موسم میں کھیت خالی نہ رہیں بلکہ اُلٹ پھیر کر ایسی فصلیں بوئی جائیں کہ کھیتوں کی طاقت بنی رہے اور پیداوار بھی ہوتی رہے۔ اگر ہم لوگ اپنے اس فرض کو ادا کرتے ہیں تو اپنی آمدنی بڑھانے اور ملک میں کھانے کی کمی کو دور کرنے کے علاوہ اپنے اُن بھائیوں کی بھی مدد کرتے ہیں جو اپنے ہی لئے نہیں بلکہ جو ملک کو آزاد کرنے کے لئے جنگ میں شامل ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کی کوشش کریں گے اور ان سہولیتوں سے فائدہ اُٹھائیں گے۔ واقفیت حاصل کرنے کے لئے آپ محکمہ گاؤں سدھار یا زراعتی اہلکاران سے جو گاؤں میں جاتے ہیں ملئے وہ آپ کو ہر طرح کی مدد دیں گے۔

عورتیں مردوں کی کونسی خوبی پسند کرتی ہیں

کچھ عرصہ قبل نیوجرسی کے مدرسہ نسواں کی ۴۵۰ لڑکیوں سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ وہ مردوں میں کس خاص خوبی کا ہونا ضروری سمجھتی ہیں۔ تقریباً سو لڑکیوں نے اس بات پر اپنی ایک ہی رائے ظاہر کی کہ مردوں میں اپنی زوجہ یا منظور نظر کے لئے محبت میں ثابت قدمی اور ایمانداری بہت ضروری ہے۔ ۵۰ لڑکیوں نے راستبازی اور خلوص کو خاص اہمیت دی۔ ۴۵ لڑکیوں نے عقلمندی پر زور دیا۔ ہردلعزیزی، اعلیٰ شخصیت، اور رسوخ۔ ان تین خوبیوں میں سے ہر ایک کو ۴۴ ووٹ ملے۔ حسن و جوانی کو صرف ایک ہی ووٹ ملا۔ طریقۂ محبت اور اظہار محبت کی قابلیت کو دو دو ووٹ ملے۔ چند لڑکیوں نے جن کی تعداد نہیں کے برابر تھی۔ اپنی ایسی رائے بھی ظاہر کی کہ ایسے مرد کا ملنا ناممکن ہے جسے فخر مرداں کہا جا سکے۔ دو ایک لڑکیاں ایسی بھی نکلیں جنھوں نے مردوں کی قوت مردمی کی تعریف کی، نفاست و نزاکت پسندی، ظرافت۔ بھی کافی لڑکیاں تھیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

مجمع الجزائر برطانیہ میں تقریباً پانچ ہزار جزائر شامل ہیں۔

اب تک ہندوستانی فوج کو، وکٹوریہ کراس ملے ہیں۔ ان میں سے
پہ ہندوستانیوں کو ملے ہیں۔

ایک ڈیویژن کو آلات جنگ سے آراستہ کرنے پر ۵۰ لاکھ پونڈ صرف
ہوتے ہیں۔

جب سے جنگ شروع ہوئی ہے سپاہیوں کی لائبریریوں نیز کتب خانوں
کے ذریعہ دُنیا کے سبھی محاذ جنگ پر جنگ آزما برطانوی سپاہیوں ایک
روڑ چالیس لاکھ کتابیں تقسیم کی جا چکی ہیں۔

جب سے جنگ کا آغاز ہوا ہے ہندوستان نے ہندوستانی ہوائی
فوج و نیز شاہی ہوائی فوج کے لئے ہوائی جہاز خریدنے کے لئے پینتالیس
لاکھ پونڈ سے زیادہ خیرات دیا ہے۔

حال میں اتحادی فوجوں نے اٹلی کے دو شہروں۔ سراکیوز اور اگستا
پر قبضہ کیا تھا۔ امریکہ کی نیویارک ریاست کے دو شہروں کے بھی یہی
نام ہیں۔

لکسمبرگ کی رعایا بگل کی آواز پر کھل کھلا کر ہنس پڑتی ہے۔ اسلئے
دشمن بگل کو بند کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

پچیس پونڈ کا گولہ پھینکنے والی توپ پر دو ہزار دو سو پینتالیس پونڈ
خرچ ہوتا ہے۔

اسٹالن کی عزت افزائی کے سلسلہ میں زارستان کا نام اسٹالن گراڈ
رکھا گیا تھا۔ کیونکہ آپ نے ۱۹۱۸ء میں باغی فوج کی مدد سے دشمنوں
کی فوج پر اہم ترین فتح حاصل کرکے اسی شہر کی حفاظت کی تھی۔

ایک ٹن کاغذ سے (الف) "ڈائجسٹ" اخبار کی آٹھ ہزار کاپیاں۔
(ب) جہاز میں شگاف کرنیوالے لوگوں کے رکھنے کے سو ڈبے۔ یا
(پ) چھوٹے چھوٹے گولوں کے آٹھ سو بکس۔ یا (ج) چھوٹے چھوٹے
ہتھیاروں کے گولہ بارود کے لئے سینتالیس ہزار ڈبے تیار ہو سکتے ہیں۔

× × × × ×

جنگ کے چار سالوں میں اتحادی قوموں کے بمباروں نے جرمنی
پر کل ایک لاکھ باون ہزار پانچ سو ٹن بم پھینکے ہیں۔

× × × × ×

میسور باندھ (جنوبی ہند) میں اس قدر عمارتی سامان ہے کہ اس
سے نیویارک سے لیکر شکاگو تک دس فٹ بلند اور سات سو میل لمبی دیوار
بن سکتی ہے۔

× × × × ×

برطانیہ کی ۴۷,۵۰۰,۰۰۰ کی آبادی میں سے ۲۲,۵۰۰,۰۰۰
سے بھی زائد لوگ فوج میں ہیں۔ یعنی کسی نہ کسی شکل میں قومی خدمات
انجام دے رہے ہیں۔

× × × × ×

ہندوستان کی پہلی مردم شماری ۱۸۷۲ء میں ہوئی تھی جبکہ
آبادی ۲۶,۵۰,۰۰,۰۰۰ ۔

× × × × ×

سسلی کے ساحل پر سب سے پہلے انجینیر اور سفرمینا فوج اتری
تھی۔ جس کے پاس "بنگلور" تارپیڈو تھے۔

× × × × ×

اتحادی قوموں کے دیکھ بھال کرنیوالے ہوائی جہاز چھ میل کی بلندی
سے رنگین فوٹو اتار سکتے ہیں۔ اسقدر بلندی سے اڑتے ہوئے ہوائی جہاز
کو نہ تو زمین پر سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اور نہ اسکی آواز ہی سنائی دیتی ہے۔

شیر کا گوشت کھانیوالے شہنشاہ

سابق شہنشاہ ایڈورڈ ہشتم (موجودہ ڈیوک آف ونڈسر) نے اپنے
افریقہ کے دورے میں شیر کا گوشت چکھا تھا نیز انھوں نے اسے بہت
لذیذ بتایا ہے۔ ان کی زبان سے جانوروں کے راجہ کی تعریف سن کر
لندن کے دو بہت ہی مشہور ہوٹلوں نے اپنے یہاں کی اشیاء
خوردنی کی فہرست میں شیر کا گوشت بھی مذکور کر دیا، لیکن اس شرط
پر جو لوگ اس نایاب گوشت کا ذائقہ لینا چاہیں وہ چھ ہفتہ قبل
اس کی اطلاع دیں تاکہ افریقہ کے جنگل سے وہ درندہ اعظم
منگایا جا سکے۔

دیش بدیش کی بات

P.M.32



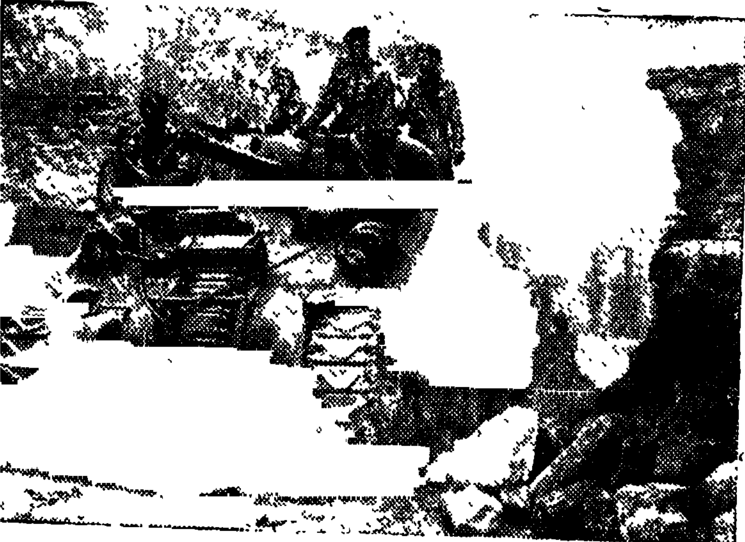
دنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت سکہ دیو بہاری مصر)

آجکل امریکہ میں صدر الصدور والے انتخاب کی بابت ابھی کشمکش چل رہی ہے وہاں کے موجودہ پریسیڈنٹ روزولٹ ڈماکریٹک پارٹی کے ہیں۔ ابھی کوئی خاص بات ظاہر تو نہیں ہے لیکن ایسا نظر آتا ہے کہ شاید چوتھی بار بھی وہی شاید پھر کھڑے ہوں۔ دوسری بڑی پارٹی ریپبلکن ہے جس کی جانب سے آخری مرتبہ وینڈل ولکی صاحب کھڑے ہو کر ہار گئے۔ اس بار انتخاب کرنے والے لوگوں میں سے کچھ میک آرتھر، میکارتھہ وغیرہ امیدواروں کی طرف نظریں دوڑاتے ہیں جس میں میکارتھہ کا موقع سب سے اچھا سمجھا جاتا تھا، لیکن انھوں نے کھڑے ہونے سے انکار کر دیا ہے جنرل میکارتھر بھی زیادہ زور نہیں لگا رہے ہیں ادھر وینڈل ولکی کا پورا زور لگا ہوا ہے۔ دیکھنا چاہئے آخر میں کون چنا جاتا ہے۔ ابھی اسکے لئے وقت کافی ہے۔ انگلینڈ میں آجکل کے ایک درمیانی چناؤ میں ایک ایسا امیدوار ہوا ہے جس کو وزیر اعظم چرچل صاحب، لیبر اور لیبرلوں کی مدد مل رہی تھی۔

اٹلی کی لڑائی میں پہلے دوستوں کی چال بہت کچھ آہستہ تھی جب سے نیٹیونو پر سپاہ نوجوانوں کے ذریعہ اتاری گئی ہے اس وقت سے سخت لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ اول تو اس چڑھائی کا موقع نہ ہونے سے جرمن فوج کچھ ہچکچاسی گئی مگر از عقب طاقت سنبھال کر اس نے انیزیو پر دوبار سخت حملے اس نو فوج پر کئے۔ پہلا سخت حملہ بیکار کر دیا گیا اور اس کے بعد تین دنوں میں پھر سے طاقت سنبھال کر اس نے دوسرا سخت حملہ کیا جس کے بابت بھی آج ہی ۲۰ فروری کو یہ تار آیا ہے کہ وہ بھی ختم ہو گیا۔ ادھر دوسری جانب کسانیو ایک ایسا سخت مقام ہے جو تین ماہ سے سرکاری چال آگے کیلئے رکے ہوئے ہے۔ اس پر بھی سخت حملہ ہوا ہے اور قریباً ایک ثلث شہر دوستوں کے قبضہ میں آگیا ہے۔ بقیہ کے لئے ایک ایک مکان اور دیوار بچانے کے لئے سخت جنگ ہو رہی ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کب تک وہ قبضہ میں آ جائے گا۔ اپنی جانب سے افسران فوج امید دلاتے ہیں کہ بالآخر کسانیو بھی گر یگا ہی اور روم پر قبضہ ہو جائیگا۔ جو فوج نیٹیونو کے پاس اتری ہے وہ اگر اپنی طاقت بڑھا سکے، تب بھی روم پر بہت کچھ زوال آ سکتا ہے۔ اسی جانب یوگوسلاویا کے جنرل ٹیٹو صاحب جرمنی سے لڑ رہے ہیں کبھی فتح کی صورت نظر آتی ہے اور کبھی دبنے کی۔ بہر حال جنرل ٹیٹو کی کوششوں سے ایک زبردست جرمن فوج ادھر اٹکی ہوئی ہے۔

روس میں تقریباً ڈیڑھ سال سے جرمنوں کو زبردست شکستیں



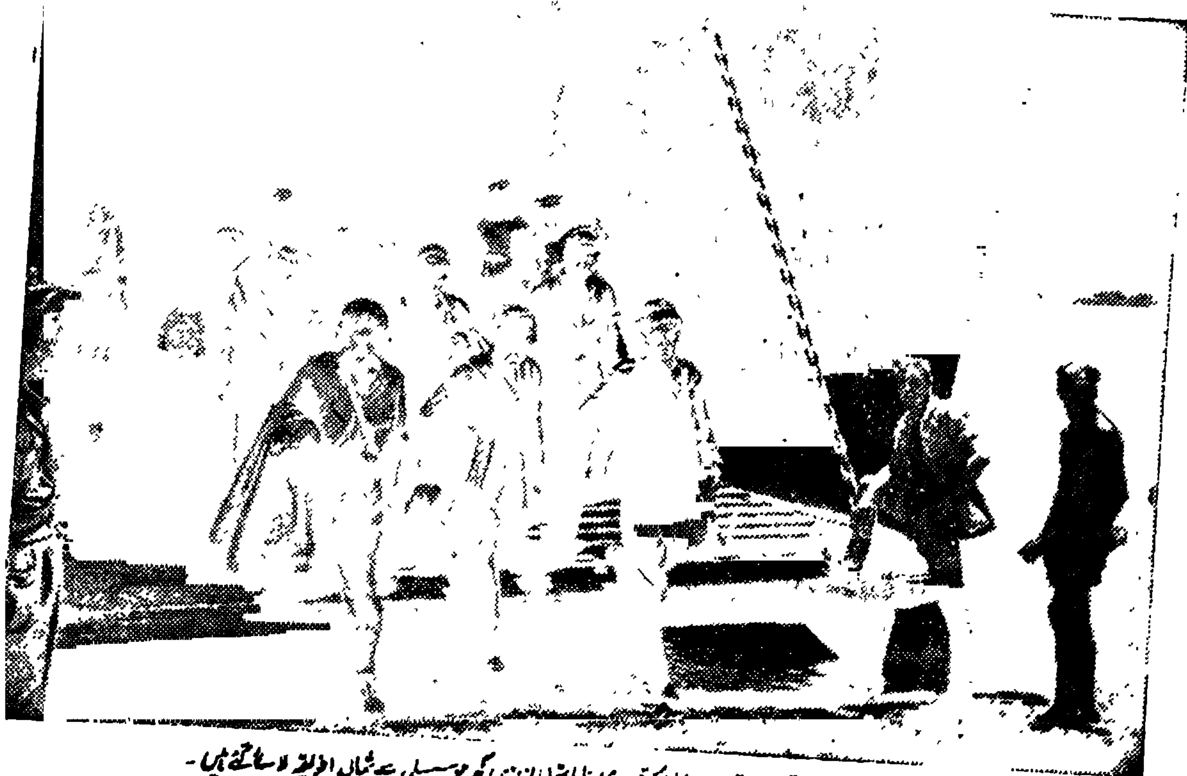
اٹلی میں اتحادی فوج کی رفتار۔ آٹھویں فوج کے نیپلس کی جانب بڑھنے کا ایک منظر۔ ایک برٹش ٹینک بڑھ رہا ہے۔

۱۳۷

ہو رہی ہیں ان دونوں میں انکی ۵۲۰۰۰ فوج قتل ہوئی ہے اور ۱۱۰۰۰ گرفتار اسی کے ساتھ ایک عظیم مقدار میں سامان جنگ بھی روسیوں کے ہاتھ آیا۔ اس فوج کو بچانے کے لئے جرمن جنرل میسٹن نے کوششیں بلیغ کیں مگر کوئی ترکیب کارگر نہ ہو سکی۔ اب جو روسی فوج اس جرمن لشکر سے لڑ رہی تھی وہ دیگر اطراف میں کاربند ہونے کو خالی ہوگئی ہے امید کیجاتی ہے کہ اڈیسہ کیجانب کہیں پر اسکا سخت حملہ ہوگا۔ کچھ شمال کی جانب اور بڑھ کر جیتوفیا وینزنٹیوبا پر بھی روسی قبضہ پھر سے ہو جانے کی امید کیجاتی ہے۔ پسکاؤ اور ناروا پر روسی دھمکیاں چل رہی ہیں فنلینڈ لیتھونیا، لٹویا اور ایسٹونیا نام کی چاروں ریاستیں بالٹک ریاستوں کے اسم سے نامزد ہیں ان میں سے فنلینڈ کو چھوڑ کر بقیہ تینوں پہلے روس کے صوبے تھے اور اب پھر بخوشی اسی میں مل چکی تھیں، مگر ۱۹۴۲ء میں بڑھ کر جرمنی ان پر قابض ہوگئے تھے۔ اب پھر روس انہیں حاصل کرتا ہوا دیکھا جا رہا ہے۔ فنلینڈ کو روس نے ۱۹۳۹ و ۱۹۴۰ء میں شکست دیکر اس سے صلح کر لی تھی لیکن جب از عقب جرمنی سے شکست کھانے لگا، تب



اتحادی فوج کے پانچویں ڈویژن کی کارروائی اٹلی میں جاری ہے یہ تصویر ۱۲-۱۴ ستمبر کی ہے جب پانچویں ڈویژن کی ایک ٹینک اور توپ نے ایک پل پر قبضہ کر لیا تھا اور جرمنوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا تھا۔



اتحادی قوموں نے سسلی پر قبضہ کرتے وقت لاتعداد جرمنوں کو قیدی بنایا تھا ان میں کچھ جو سسلی سے شمالی افریقہ لائے گئے ہیں۔

ملی

فنلینڈ بھی جرمنی سے مل کر اسی سے لڑنے لگا۔ اپنی دبی ہوئی حالت میں روس نے فنلینڈ سے نئی صلح کرنے کا بھی پیغام دیا مگر اس نے منظور نہ کیا۔ اس دفعہ فنلینڈ کا بہت کچھ فائدہ ہو جاتا۔ لیکن اس نے جرمنی کی دوستی پر بہت کچھ بھروسہ کیا۔ جب ان دنوں روس جرمنی پر فتحیاب ہونے لگا تھا اسوقت امریکہ نے فنلینڈ کو سمجھایا تھا کہ وہ جرمنی کا ساتھ چھوڑ دے مگر اس نے نہ مانا تھا۔ اب امریکہ نے ان دنوں اس سے کہلا بھیجا کہ وہ اپنی کوتاہ اندیشی کا اب نتیجہ بھوگے۔ ان دنوں روس نے فنلینڈ کے دارالسلطنت ہلسنکی پر دو بار سخت ہوائی حملے کئے جس سے اسکا نقصان عظیم ہوا ہے۔ آجکل روس کے آگے جرمن کو بڑی پسپائی پڑ رہی ہے۔ انہی وجوہات سے اسکی مددگار ریاستیں رومانیہ بلغاریہ و ہنگری میں بھی کھلبلی مچی ہوئی ہے۔ ایسا کہا جاتا ہے۔ اتحادیوں کو اُمید تھی کہ ترکی ان سے مل کر یا تو جرمنی سے لڑنے لگے گا یا پرتگال کی طرح اپنی ریاست میں ان کو دشمنوں سے لڑنے کے لئے موقع دے ہی دیگا مگر اس نے اپنی کمزوری کے حیلہ ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔

جنوبی مغربی پیسفک سمندر میں جنگ آجکل امریکہ کے حق میں جاپانیوں کے خلاف جاری ہے۔ امریکنوں نے مارشل جزیروں پر قریب قریب پورا دخل کر ہی لیا ہے اب سالومن جزیروں پر بھی ان کے کامیاب حملے شروع ہو گئے ہیں ادھر ربول کی جانب بھی انکی طاقت بڑھ رہی ہے جس سے جاپانیوں کا وہ اہم مقام [illegible] کے خطرے میں آگیا ہے۔ کیورائل جزیرہ کی جانب بھی امریکہ کا رخ ہے اور مشرقی چین سے کر وہاں سے بھی خاص جاپان پر ہوائی بری و بحری حملے چلانے کی خواہش ہے۔

ادھر چین میں بھی ان دنوں کچھ کامیابیاں ہوئی ہیں چینی لشکر برما پر بھی حملہ آور ہو رہا ہے۔ ادھر برما کی جانب سے جاپان ان دنوں ہندوستان پر دھاوا بولنے کی فکر میں ہے لیکن تاہنوز اسے کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔ سخت معرکہ جنگ و جدل اس جانب بھی چل رہا ہے

ہندوستان میں جب سے نئے بڑے لاٹ صاحب تشریف لائے ہیں اس وقت سے اُمید دلائی جاتی تھی کہ جو ریاستی مسئلہ یہاں طے ہونے کو پڑا ہے حل کرنے کے لئے کوئی نیا طریقہ کام میں لائیں گے۔ ان دنوں ان کی زبردست تقریر ہوئی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ جب تک کانگریس کے لیڈر جنگ میں مدد دینے و نیز اگست سنہ ۱۹۴۲ء والے اپنے ارادوں سے باز نہیں آتے اسوقت ان کی رہائی کا سوال نہیں اٹھ سکتا۔ جو سیاسی م[illegible] چل رہا ہے اس میں گورنمنٹ یہاں تک اختیارات دینے کو تیار ہے کہ چاہے تو ہندوستان ولایت سے کوئی بھی واسطہ نہ رکھے مگر طاقت کسے دے یہ اہم سوال رہ جاتا ہے اسکے بابت ان کا ارشاد ہے کہ جب تک تمام ہندو، مسلمان، دیسی روسا و نیز دیگر تھوڑی تعداد کے لوگ کسی واحد نتیجہ پر نہیں پہنچتے ہیں اسوقت تک سرکار نہایت افسوس کے ساتھ کوئی فیصلہ نہ کرنے پر مجبور ہے۔ ان کا فرمانا تھا کہ جب اپنی قسمت کا نتیجہ ان کے ہی ہاتھوں میں رکھ دیا گیا ہے تب لازم ہے کہ آپ لوگ معاملات کو طے کیجئے۔ پاکستان کی بابت انھوں نے اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ روزگار، فوج کشی جنگ و جدال وغیرہ کے معاملات میں ہندوستان واحد ہے اور رہنا بھی چاہیئے۔ حضور بڑے لاٹ صاحب کی اس تقریر سے ہندوستانیوں نے کسی قسم کی خوشی کا اظہار نہیں کیا۔ ابھی تک مسلم لیگ کی جانب سے کوئی رائے سامنے نہیں آئی ہے۔ کانگریس کے خلاف سرکاری تقریر ہے ہی۔ لبرل لیگ کے صدر الصدور سر مہاراج سنگھ نے بھی اسے ناپسند کیا۔ یہانتک کہ انگریزی اخبار پائنیر تک نے نا اُمیدی ظاہر کی۔

آجکل روس نے اپنے یہاں ۱۶ ریاستوں کو کافی اختیارات دئے ہیں اسبات کے سامنے بھی یہاں کی تقریر ہلکی پہنچتی ہے۔

کاشت کے لئے کس طرح کی زمین خریدنا چاہیئے

۱۔ جسکے قرب و جوار کی آب و ہوا اچھی ہو۔
۲۔ جسکے قرب و جوار میں حسب ضرورت جفاکش اور ہوشیار مزدور مل سکتے ہوں۔
۳۔ جہاں اور جس کے قرب و جوار میں بارش کافی ہوتی ہو۔
۴۔ جہاں بارش کی کمی یا زیادتی سبب خشک سالی یا سیلاب کی وجہ سے قحط نہ پڑتا ہو۔
۵۔ جو بالکل ہموار ہو اور جس پر دھوپ کا خوب اثر پڑتا ہو۔
۶۔ جہاں آبپاشی کے بہترین ذرایع موجود ہوں۔
۷۔ جسکے نزدیک ہی بازار ہو۔
۸۔ جہاں کھاد پانس بخوبی کافی مقدار میں مل سکتی ہو۔
۹۔ جن میں جنگلی جانور نقصان نہ پہنچا سکتے ہوں۔
۱۰۔ جسکے قرب و جوار میں تعلیم کا مناسب انتظام ہو۔
۱۱۔ جسکے قرب و جوار میں مذہبی فرائض ادا کرنے کی آسانیاں ہوں۔
۱۲۔ جسکے قرب و جوار میں نیک چلن لوگ موجود ہوں۔
۱۳۔ جس کے قرب و جوار میں کھیتوں کی پیداوار وغیرہ کا سامان ادھر ادھر لے جانے کے لئے ریل اور سڑکیں ہوں۔
۱۴۔ جو مستری کے مکان سے زیادہ فاصلہ پر نہ ہو۔

(ماخوذ از مفید المزارعین)

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

یکم مارچ ۱۹۴۴ء - مشرق کا حال - سالگرام چترویدی اور
ریشچند کا مکالمہ - بہچری، فقیرے لعل اور پارٹی (وقت کی
اطلاع ۸ بجے) خبریں - گیت - بچوں کی انجمن - دریاؤں
کی کہانی - یانگ تسی کیانگ - فضل احمد اور پلیٹو کا مکالمہ - سننے
والوں کی گذارش - نرگن - فقیرے لعل اور پارٹی -

۲، مارچ ۱۹۴۴ء - مشرق کا حال - مکالمہ - دادرا - بناسیر بائی،
خبریں (وقت کی اطلاع ۸ بجے) واسودتا (ناٹک) ایس،
ن تیواری اور ایس، سی، اوستھی -

۳، مارچ ۱۹۴۴ء - اچھے دہقانی کی شناخت - تعلیم او
اقفیت، مباحثہ دیہار - پنچ منڈلی (وقت کی اطلاع ۸ بجے)
خبریں - بھجن - ذخیرہ بازی، مکالمہ - دیپیا - رام جی داس -
یوسٹ کی کھاد، رمی کاکا اور پلیٹو میں بات چیت گیت -
مرتضیٰ حسین -

۴، مارچ ۱۹۴۴ء - پنگھٹ والوں کی دیکھ ریکھ، مباحثہ -
دلی، ارمیلا دیوی بھارگو (وقت کی اطلاع ۸ بجے) گیت -
بنو، تمہارا خط ملا - ڈھولک کے گیت، ارمیلا دیوی بھارگو -

۵، مارچ ۱۹۴۴ء - بچوں کی انجمن - بھلا بوجھو تو - پہیلیاں،
رمی کاکا - بھاگ، پنچ منڈلی (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں -
نعت - طلعت محمود - تمہارا خط ملا - بھجن - مشرق کا حال - مکالمہ -
دادا، مرتضیٰ حسین -

۶، مارچ ۱۹۴۴ء - ان سے ملئے - پہلوان، ایم - آر - ای
بنڈ پارٹی - بھجن، گجادھر ناتھ پجاری (وقت کی اطلاع ۸، ۰ بجے)
خبریں - ڈھولک کے گیت، ستارہ بائی - اندھیر نگری، خاص پروگرام -
فلمی گیت گجادھر ناتھ پجاری -

۷، مارچ ۱۹۴۴ء - ان سے بچئے - تمھی پھوڑ، ایک ڈاکٹر - جمناسٹ
کام کھیلیں ہولی، جنگ بہادر اور پارٹی (وقت کی اطلاع ۸ بجے
شام) خبریں - ہولی، رادھا بائی - مشرق کا حال - مکالمہ - ستار پر
بھن - اے - آئی جی - آر، آرٹسٹ - کثرت اور کشتی، رمی کاکا اور
پلیٹو کا مکالمہ - گیت، مرتضیٰ حسین -

۸، مارچ ۱۹۴۴ء - قوالی - پنچ منڈلی - سلام (نظم) شمس الدین -
سننے والوں کی گذارش (وقت کی اطلاع ۸ بجے شام) خبریں -
ڈھولک کے گیت - تارا بائی - بچوں کی انجمن - دریاؤں کی کہانی -
امیزن، فضل احمد اور سوریشچند کا مکالمہ - سلطانی مردانہ، بہجت
لکھنوی - نعت -

۹، مارچ ۱۹۴۴ء - ہولی کافی - مشرق کا حال - مکالمہ، شیام
کی ہولی - وی - جے - جوشی (وقت کی اطلاع ۸ بجے شام)
خبریں - رنگ بھری ہولی - خاص پروگرام - ہولی، سوریشچند
اور رمی کاکا کا مکالمہ -

۱۰، مارچ ۱۹۴۴ء - ہولی - ذخیرہ بائی - مکالمہ - دیہار -
پنچ منڈلی (وقت کی اطلاع ۸ بجے شام) خبریں - بھنگ کی
ترنگ (نظم)، بھوشن - لیڈ، جنگ بہادر - سنت سار - چندر پرکاش
ودیارتھی - رام کی ہولی، رام جی داس -

۱۱، مارچ ۱۹۴۴ء - پنگھٹ - کشتی پرستی - مل جل کر رہنا
کرشنا بھارگو - سوہر، گایتری دیوی ورما (وقت کی اطلاع ۸
بجے شام) فلمی گیت - بہنو، تمہارا خط ملا - بھجن، گایتری دیوی ورما -

۱۲، مارچ ۱۹۴۴ء - مشرق کا حال، سالگرام چترویدی اور
سوریشچند کا مکالمہ - قوالی، پنچ منڈلی (وقت کی اطلاع ۸ بجے
شام) خبریں - گیت، نیویدتیا مترا - بچوں کی انجمن - شیر کے راج میں
(کہانی) ارجن لعل، تمہارا خط ملا - ہولی، رام جی داس -

۱۳، مارچ ۱۹۴۴ء - اندھیر نگری - خاص پروگرام رامائن
پاٹھ، پنچ منڈلی (وقت کی اطلاع ۸ بجے شام) خبریں - غزل،
ملک پکھراج - چمڑے کا کاروبار، مالک نوی حسین اور چھیتے کا
مکالمہ - فلمی گانے - اگلے ہفتے کا پروگرام - پربی - رام جی داس -

۱۴، مارچ ۱۹۴۴ء - استتی - مشرق کا حال، مکالمہ - پربی،
رام آسرے (وقت کی اطلاع ۸ بجے شام) خبریں - غزل -
مرتضیٰ حسین - ان سے بچئے، ٹھگ، محمد رضی انصاری - ہولی،
رام آسرے - کوتیا بھوشن -

۱۵، مارچ ۱۹۴۴ء - جھانکی، آرتی اور کیرتن، سیارام داس

سنکیرتن سماج۔ مشرق کا حال (وقت کی اطلاع ۸ بجے شام) خبریں۔ گیت۔ مرتضیٰ حسین۔ بچوں کی انجمن، سمندر کی تہہ میں۔ کیڑے مکوڑے آر۔ ڈی۔ ودیارتھی اور چھجّے کا مکالمہ۔ وائلین پردھن ایم۔ آئی۔ آر، آرٹسٹ۔ بھوسہ کا روزگار، رمّی کاکا اور پلٹو کا مکالمہ۔ سننے والوں کی گذارش۔

۱۶، مارچ ۱۹۴۴ء۔ گیت، جنگ بہادر۔ مشرق کا حال، مکالمہ۔ سارنگی پردھن، اے۔ آئی۔ آر۔ آرٹسٹ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ بھیشم پرتگیا، چندر بھوشن، وجے کرشن۔ بُری بی، رام جی داس۔

۱۷، مارچ ۱۹۴۴ء۔ اچھے دہقانی کی شناخت۔ خبریں کلام امر تا، رسول احمد ابودہ۔ قوالی۔ پنچ منڈلی (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ ٹھمری، کرشن بھائی۔ ذخیرہ بائی، مباحثہ۔ نعت۔ کویل کی پکار۔ (نظم) بھوشن۔ گیت مرتضیٰ حسین۔

۱۸، مارچ ۱۹۴۴ء۔ سنگھٹ۔ کشل جی بہن، چکیا چولھا، بھگی دیوی ماتھر۔ ہولی، ویشیشوری دیوی اور پارٹی (وقت کی اطلاع ۸ بجے) بھجن۔ بہنوں تمہارا خط ملا۔ سوہر، ویشیشوری دیوی اور پارٹی۔

۱۹، مارچ ۱۹۴۴ء۔ بھجن، کالکا پرساد۔ مشرق کا حال۔ ہولی، رامجی داس۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ غزل، رشید احمد خاں۔ تمہارا خط ملا۔ گیت، کالکا پرساد۔ بچوں کی انجمن۔ ہنسی ہنساؤ، چٹکلے، رمّی کاکا۔

۲۰، مارچ ۱۹۴۴ء۔ ہر ہون کی تندرستی۔ عام بیماریاں۔ ایک مویشی ڈاکٹر۔ بھجن، ایم۔ ایم۔ پٹیل (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ اندر نگری، خاص پروگرام۔ دادرا۔ ہیرا بائی۔ اگلے ہفتہ کا پروگرام۔ گیت، ایس۔ ایم۔ پٹیل۔

۲۱، مارچ ۱۹۴۴ء۔ کیرتن، پنچ منڈلی، اسی کا جواب وقت نہ ملا، شری پشپندر اور رمّی کاکا کا مکالمہ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں بھجن، شلینی شیو بید۔ ان سے ملئے۔ ڈاکیہ۔ مکالمہ۔ گیت۔ مشرق کا حال۔ غزل، مختار احمد۔

۲۲، مارچ ۱۹۴۴ء۔ استسوتی۔ سننے والوں کی گذارش۔ دادرا۔ مرتضیٰ حسین (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ بھجن، مہادیو پرشاد۔ مشرق کا حال، مکالمہ۔ بچوں کی انجمن۔ سمندر کی تہ میں۔ موتی۔ مونگے، محمد اقبال انصاری اور پلٹو کا مکالمہ۔ ودیسیا۔ رام جی داس۔

۲۳، مارچ ۱۹۴۴ء۔ گرمی کی خوراک، تکشت بہاری سیٹھ اور شری پشپندر کا مکالمہ۔ قوالی، نصیر قوال اور پارٹی۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ بُری بی، رامجی داس۔ اگیا تو اسس، کتھا۔ شری پشپندر۔ دادرا، بشیر قوال اور پارٹی۔ ستار پردھن، اے۔ آئی۔ آر۔ آرٹسٹ

۲۴، مارچ ۱۹۴۴ء۔ اچھے دہقانی کی شناخت، ہمدردی اور سہیوگ، فصیح احمد انصاری۔ کندرا، پنچ منڈلی (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ ٹھمری، پتّا بائی۔ ذخیرہ بائی۔ بھجن۔ اناج کے دانے (نظم) بھوشن۔ گیت، مرتضیٰ حسین۔

۲۵، مارچ ۱۹۴۴ء۔ سنگھٹ۔ کورس، شوشیلا زیدی اور پارٹی۔ بہنوں تمہارا خط ملا۔ بھجن، شیلا سرکار۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) دگرم۔ خاص پروگرام۔ بی۔ این۔ چوبے۔ گیت

۲۶، مارچ ۱۹۴۴ء۔ گیت۔ بچوں کی انجمن، بھلا بوجھو تو۔ پہیلیاں، شری پشپندر۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ رامائن پاٹھ پنچ منڈلی۔ سینت کی شروعات، مکالمہ۔ بھجن، رامجی داس۔ تمہارا خط ملا۔ گیت، مرتضیٰ حسین۔

۲۷، مارچ ۱۹۴۴ء۔ (فلم) گاسنے مشرق کا حال، مکالمہ۔ پُربی مرتضیٰ حسین (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ دادرا، عبدالحیٔ۔ کھاد سے فائدے رمّی کاکا اور چھجّے کا مکالمہ۔ ہفتہ کا پروگرام۔ ڈوئیٹ، پلٹو اور چھجّے۔

۲۸، مارچ ۱۹۴۴ء۔ باغ کی تیاری۔ ولی کمال خاں۔ کیرتن پنچ منڈلی (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ ٹھمری۔ خورشید بائی۔ ہر ہون کا روزگار، ایس۔ ایس۔ تیواری اور رمّی کاکا مکالمہ۔ بھجن مشرق کا حال، مکالمہ۔ وائلین پردھن۔ اے۔ آئی۔ آر۔ آرٹسٹ۔

۲۹، مارچ ۱۹۴۴ء۔ دھوبیا گیت، پنچم اور پارٹی۔ مشرق کا حال، مکالمہ۔ دادرا۔ مرتضیٰ حسین (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ سننے والوں کی گذارش۔ بچوں کی انجمن۔ سمندر کی تہہ میں، برفیلی چٹان، مکالمہ۔ بھجن۔ دادرا۔ مرتضیٰ حسین۔

۳۰، مارچ ۱۹۴۴ء۔ وید ورینتی، کتھا، کالکا پرشاد ترپاٹھی بھجن، تلّی بائی (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ قوالی، محمد عمر اور پارٹی۔ اندھیری رات، اجودھیا پرشاد دیکھپت بھجن، جنگ بہادر

۳۱، مارچ ۱۹۴۴ء۔ اچھے دہقانی کی شناخت۔ علم الطبا اور خدمت، متو لعل دوبے۔ قوالی، پنچ منڈلی (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ گیت۔ ذخیرہ بائی، مکالمہ۔ دادرا، ستا بائی۔ پھوری (نظم) بھوشن۔ ودیسیا، رام جی داس۔

دیہاتی اسکاؤٹونکی ترقی

گرام سدھار کمشنر رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ صاحب نے دیہاتی اسکاؤٹوں کی ترقی کے سلسلہ میں جو نیا سرکلر جاری کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اسکاؤٹوں کی بھرتی کے لئے جو تعداد مقرر کی گئی ہے وہ پوری ہوگئی ہے لہٰذا انھوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ اب اسکاؤٹوں کی قابلیت بڑھانے کی خاص طور سے خیال کیا جائے اسی سلسلہ اعداد کے بارے میں انھوں نے لکھا ہے کہ وہ ہر ایک مہینہ کی سویں تاریخ تک پہنچ جائیں۔

اسی سرکلر میں دیہاتی اسکاؤٹوں کی دسمبر ۱۹۴۳ء تک کے بھرتی کے رفتار کی پوری تفصیل دی گئی ہے۔ اسے ہم ذیل میں شائع کرتے ہیں امید ہے کہ جو ضلع پیچھے ہیں وہ اسکی خاص طور پر کوشش کریں گے۔

(پرانے مرکز)

نمبر	ضلعے	گذشتہ مہینے کے آخر تک کی کل بھرتی	مکمل ٹریننگ یافتہ اور سند یافتہ	فیصدی
۱	کانپور	۳۱۱۶	۳۰۳۹	۹۸
۲	فرخ آباد	۳۶۸۳	۲۸۴۷	۷۷
۳	مراد آباد	۳۰۶۰	۱۸۶۶	۶۱
۴	مین پوری	۳۳۰۴	۱۸۲۶	۵۵
۵	الہ آباد	۳۴۵۴	۱۹۰۶	۵۵
۶	بلیا	۳۸۳۴	۲۱۰۴	۵۵
۷	گونڈا	۴۷۸۳	۲۵۸۹	۵۴
۸	مرزاپور	۵۶۴۵	۲۹۸۹	۵۳
۹	بریلی	۳۰۸۱	۱۶۰۲	۵۲
۱۰	نینی تال	۱۲۲۷	۶۶۷	۵۲
۱۱	ہردوئی	۴۳۴۹	۲۱۹۵	۵۰
۱۲	ایٹہ	۳۱۹۱	۱۴۸۱	۴۶
۱۳	الموڑہ	۸۹۷	۳۷۶	۴۲
۱۴	رائے بریلی	۳۸۱۲	۱۵۵۵	۴۱
۱۵	دہرہ دون	۳۵۵۶	۱۳۸۴	۳۶
۱۶	پرتاب گڈھ	۶۴۲۲	۲۴۹۲	۳۹
۱۷	بارہ بنکی	۴۳۳۶	۱۶۷۵	۳۹
۱۸	فتح پور	۳۵۱۹	۱۳۲۰	۳۸
۱۹	اٹاوہ	۳۶۸۴	۱۳۳۶	۳۶
۲۰	جالون	۴۵۰۶	۱۶۲۳	۳۶
۲۱	ہمیرپور	۳۷۳۲	۱۲۷۹	۳۴
۲۲	اعظم گڈھ	۳۹۲۱	۱۲۹۷	۳۳
۲۳	بلند شہر	۴۲۰۷	۱۳۸۳	۳۳
۲۴	بدایوں	۳۵۶۸	۱۱۲۵	۳۲
۲۵	علی گڈھ	۳۲۳۸	۱۰۰۰	۳۱
۲۶	آگرہ	۴۰۵۵	۱۲۴۹	۳۱
۲۷	مظفر نگر	۳۴۵۹	۱۰۳۲	۳۰
۲۸	بجنور	۴۴۸۰	۱۳۵۱	۳۰
۲۹	گورکھپور	۴۴۶۲	۱۲۰۲	۲۷
۳۰	کھیری	۱۵۷۸	۴۰۳	۲۶
۳۱	بنارس	۵۱۲۸	۱۳۰۷	۲۵
۳۲	متھرا	۳۷۷۷	۷۷۰	۲۲
۳۳	سہارنپور	۳۹۱۰	۸۶۱	۲۲
۳۴	میرٹھ	۳۵۹۳	۷۹۰	۲۲
۳۵	پیلی بھیت	۳۰۱۰	۶۹۷	۲۲
۳۶	بستی	۵۷۱۶	۱۲۱۱	۲۱
۳۷	جونپور	۶۹۷۷	۱۳۲۸	۱۶
۳۸	غازی پور	۶۸۹۹	۱۰۰۸	۱۵
۳۹	سیتاپور	۲۱۴۷	۳۰۲	۱۴
۴۰	بہرائچ	۴۷۰۲	۶۴۱	۱۴
۴۱	سلطان پور	۸۵۵۳	۱۳۰۴	۱۴
۴۲	باندہ	۴۷۵۵	۵۱۲	۱۱
۴۳	شاہجہاں پور	۲۰۷۵	۱۷۳	۸
۴۴	لکھنؤ	۳۳۷۶	۲۰۶	۶
۴۵	جھانسی	۱۷۲۱	۷۸	۵

۴۶	اناؤ	۱۰۸۹	۲۱۴	۴
۴۷	گوجرانوالہ	۱۰۷۴	۲۱	۲
۴۸	فیض آباد	اعداد موصول نہیں ہوئے۔		
	کل تعداد	۱۸۳۱۸۷	۵۹۶۱۵	

(نئے مرکز)

نمبر	ضلعے	مقررہ تعداد	مکمل بھرتی	فیصدی
۱	الہ آباد	۸۴۳	۳۴۳	۴۷
۲	پرتاب گڈھ	۲۴۱۳	۹۰۸	۳۸
۳	گونڈہ	۱۴۳۲	۳۳۳	۲۳
۴	سلطان پور	۲۱۰۳	۴۱۵	۲۰
۵	رائے بریلی	۱۷۳۲	۲۵۶	۱۵
۶	جونپور	۱۹۷۱	۲۸۱	۱۴
۷	باندہ	۲۳۶۴	۳۳۱	۱۴
۸	بارہ بنکی	۳۱۸۷	۴۲۳	۱۳
۹	بلیا	۱۱۰۰	۱۴۰	۱۳
۱۰	مرزاپور	۲۶۶۲	۳۳۹	۱۳
۱۱	غازی پور	۱۷۲۳	۱۵۰۴	۱۳
۱۲	بنارس	۵۴۹۰	۲۵۸	۵
۱۳	گورکھپور	۴۵۹۰	"	"
۱۴	لکھنؤ	۲۱۲۷	"	"
۱۵	بستی	۲۰۲۷	"	
۱۶	فیض آباد	اعداد موصول نہیں ہوئے		
	کل جوڑ	۳۵۷۶۶	۵۵۳۱	

کچے گھروں کے لئے پلاسٹر

گاؤں کے زیادہ تر مکانات مٹی کے ہوتے ہیں جو برسات میں اکثر کٹ جاتے ہیں اور ان کی مرمت کے لئے مٹی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گاؤں کی آبادی میں جگہ جگہ گڈھے اور تالاب بنجاتے ہیں اس سلسلہ میں پنجاب سرکار نے اپنے یہاں کے گاؤں کے کچے گھروں کے لئے ایک قسم کا پلاسٹر تیار کرنے کی رائے دی ہے جو جلد نہیں کٹ سکتی ہے۔ اس پلاسٹر کا استعمال ہمارے گاؤں کے کچے گھروں کے لئے بھی کیا جا سکتا ہے اس کے تیار کرنے کا طریقہ بہت آسان ہے دیوار کے لئے آدھ انچ موٹی تہ کافی ہوگی ۲۴۰۰ مربع فٹ کے لئے ۱۰۰ مکعب فٹ مٹی، ۴ بوری سمنٹ، ۸ من بھوسہ گھاس اور ۴ سیر کھارا سوڈا کی ضرورت پڑتی ہے۔ پہلے کھارے سوڈے کو اس قدر ملاؤ کہ ۸ من بھوسہ اس میں بھیگ جائے اور پھر اس آمیزش کو ایک ہفتہ کے لئے پڑا رہنے دو۔ بیچ بیچ میں اگر پانی کم ہوجائے تو اس میں تھوڑا پانی اور ملا دو۔ ۴ بوری سمنٹ کو ۱۰۰ مکعب فٹ مٹی میں ملاکر اب اسے سوڈا اور بھوسے کی آمیزش میں ڈال دو اور گارا بنا ڈالو۔ خیال رہے کہ سمنٹ سوکھی مٹی میں ہی ملائی جانی چاہئے۔ اس طریقہ سے دیوار بھی صاف دکھلائی دیگی اور برسات سے جلد خراب ہونیکا خطرہ بھی جاتا رہیگا۔

نہر کا پانی۔

اس صوبہ میں جہاں کھیتی کے لئے نہر کا پانی کام میں لایا جاتا ہے وہاں کی فصل بہت ہی اچھی ہوتی ہے لیکن اکثر کاشتکاروں کو یہ شکایت ہوتی ہے کہ انھیں کافی پانی نہیں ملتا۔ کچھ لوگ تو مختلف ذریعہ سے نہر کا پانی اپنے کھیتوں کے لئے ضرورت سے زیادہ حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن کچھ بیچاروں کو اپنی حسب ضرورت بھی پانی نہیں ملتا۔ اگر سبھی لوگ نہر کے پانی کا ٹھیک استعمال کریں تو کسی کو پانی کی کمی نہ رہ جائے بلکہ بہت پانی بچ جائیگا نہر کے پانی کو کسی طرح ضائع کرنا سرکار کو نقصان پہونچانا نہیں ہے بلکہ اپنے ہمسایوں کو نقصان پہونچانا ہے کیونکہ اس طرح انھیں پانی کم ملے گا۔ پنجاب کے محکمہ زراعت نے ایک بلیٹن شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ نہر کا پانی کس طرح استعمال کرنا چاہیے۔ وہی اصول یہاں کے لئے بھی مفید ہونگے اس لئے ہم یہاں انکا ذکر کرتے ہیں۔

نہر کے پانی سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے یہ لازم ہے کہ پانی لے جانے والی نالیاں صاف ہوں۔ چکبندی کے ذریعہ نہر کے پانی کو زیادہ کفایت کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جب پانی کی نالی کو سڑک یا کسی راستہ کے پار لے جانا ہو تو اچھی پلیا بنا لینی چاہیے کھیتوں کے مینڈ ٹوٹے پھوٹے نہ ہوں تاکہ پانی بیکار نہ جائے۔ کھیت کے کیارے جہاں تک ممکن ہو چھوٹے بنانے جائیں۔ اگر کھیت کو اچھی طرح سینچنا ہے تو ایک ایکڑ کے کھیت میں دو یا چار کیارے نہیں بنانے چاہئیں۔ فصل کو ایک قطار میں بونا چاہیے اور کھیت میں چوڑی چوڑی کیاریاں بنی ہونی چاہئیں جس سے پانی سارے کھیت میں بآسانی پہنچ ایسا کرنے سے پانی بھی کم خرچ ہوتا ہے۔ کھیت کو اچھی طرح جوتنا بھی چاہیے۔ کیونکہ کھیت جس قدر بنا ہوا ہوگا۔ اسی قدر وہ نمی بنائے رکھ سکیگا پانسا ہوا کھیت بھی زیادہ وقت تک نمی کو اپنے میں روک رکھتا ہے۔ سینچنے یا پانی برسنے کے بعد کھیت میں جیسے ہی ڈھیلے بنیں ویسے ہی انھیں ہل جوت کر یا کھیت کو ہنگا کر توڑ دینا چاہیے فصل کٹ جانے کے بعد کھونٹی کو جوت دینا چاہئے۔ جہاں ممکن ہو وہاں خشک زمین جوت کر پانی بچانا چاہیے۔ کھیت کو ہموار بنا لینے سے سینچائی میں پانی کم صرف ہوتا ہے۔ اگر ان تمام باتوں کا خیال رکھتے ہوئے پانی کا استعمال کیا جائے تو اس سے کاشتکاروں کا تو فائدہ ہوگا ہی، ساتھ ہی دوسرے کھیتوں کیلئے پانی کی دقت نہیں ہوگی۔

شکر بنانے کی نئی مشین

شکر کے تجربہ خانے کے ڈائریکٹر کی نگرداشت میں چلنے والی بلاری (ضلع مرادآباد) کے شکر کے تجرباتی اور تحقیقی مرکز میں گھریلو انڈسٹری کی شکل

ل
میں شکر بنانے کے لئے ایک مشین تیار کی گئی ہے اس مشین میں ایک سدھرا ہوا کولھو، دو کڑاہیاں ۔ ۱۰ جمانے والے چار کرسٹیلائیزر اور پاؤں سے چلنے والی ایک مشین ہے ۔ اس مشین سے گنے سے روزانہ ۲۰ سے ۳ من تک شکر بن سکتی ہے ۔

گنا پیدا کرنے والا اس مشین کو اپنے گھر کے لوگوں نیز بیلوں کی مدد سے چلا سکتا ہے ۔ بدایوں کی نمائش میں یہ مشین کاشتکاروں اور زمینداروں کو چلا کر دکھلائی گئی تھی ۔ انھوں نے دیکھا کہ اس مشین کے ذریعہ زیادہ اچھی قسم کی شکر تیار کی جا سکتی ہے مزدوروں کی نسبت اس مشین کے ذریعہ زیادہ مال تیار ہوتا ہے ۔ اس کے علاوہ چونکہ اس مشین کے چلانے میں بجلی یا بھاپ وغیرہ کا استعمال نہیں کیا جاتا اسلئے اسکے ذریعہ بنی شکر آبکاری ٹیکس بھی دینا نہیں پڑیگا ۔

کھلی کڑاہیوں کے ذریعے شکر تیار کرنے کا ایک اور طریقہ کیمی تفتیشی مرکز نے نکالا ہے ۔ اس طریقہ پر موجودہ طریقہ کی نسبت ۲½ فیصدی زیادہ شکر تیار ہوتی ہے اور وہ زیادہ اچھی قسم کی ہوتی ہے تفتیشی مرکز میں چھوٹی اور بڑی مشینوں پر اس طریقہ کو عمل میں لا کر دیکھا گیا ہے فصل کے زمانہ میں یہ طریقہ گنا پیدا کرنیوالوں کو دکھایا جائیگا ۔

دالوں پر کنٹرول

پتہ لگا ہے کہ سرکار ہند کے محکمہ کھاد نے آئندہ فصل ربیع سے دالوں کی تقسیم پر کنٹرول کرنے کا تصفیہ کیا ہے ۔ دالوں میں سے مخصوص یہ ہیں ۔ ارد، مونگ، ارہر اور مسور ۔ اول الذکر دونوں دالیں فصل خریف میں بقیہ فصل ربیع میں پیدا ہوتی ہیں ۔

دالوں کے سلسلہ میں علاوہ سے یہ نہیں معلوم کہ وہ کتنے رقبہ زمین میں بوئی جاتی ہیں پیداوار کس قدر ہوتی ہے اور ان کے بیوپار نہ آنکڑے کیا ہیں ۔ لیکن سال گذشتہ ہندوستان کے صوبوں کی پیداوار تخمینہ قریباً ۳۰۰۰۰۰۰ ٹن تھا ۔ ممالک متحدہ میں سب طرح کی دالیں پیدا ہوتی ہیں بمبئی اور وسط ہند میں ارہر اور دوسرے صوبوں میں باقی سب طرح کی دالیں پیدا ہوتی ہیں ۔

عمدہ اور پوشک چاول

اس وقت سرکار ہند کے محکمہ کھاد کے ذریعہ ایک ایسے اصول پر غور کی جا رہی ہے جس سے ممکن ہے کہ نہ صرف چاول کی کٹائی کے طریقہ میں ہی زبردست تغیر واقع ہو جائے بلکہ ہندوستان کے ان لوگوں کو بھی بڑا فائدہ پہونچے جو "بیری بیری" جیسی بیماروں کے شکار ہیں ۔ اس نئے طریقے کے مطابق چاول کا چھلکا اتارنے سے قبل اسے بھاپ کے ذریعے گرم کئے ہوئے ایک کمرے میں رکھ دیا جاتا ہے اس کے بعد خشک ہو جانے پر معمولی طریقہ سے اس کی کٹائی کے بعد اس تبدیل شدہ چاول کا دانہ معمولی طریقہ سے کوٹے گئے چاول سے اسی رنگ کا ہو جاتا ہے لیکن یہ اصل [illegible] کہیں زیادہ قوت بخش ہوتا ہے ۔ دعوی کیا گیا ہے کہ یہ تبدیل شدہ چاول اس قدر سخت ہوتا ہے کہ اس میں گھن نہیں لگ سکتا ۔ ریسرچ ہاؤس میں جو ابتدائی جانچ کی گئی ہے ان سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے ۔ سخت دانے کی وجہ سے بوقت کٹائی چاول کم ٹوٹتا ہے اور اس طرح سے چاول زیادہ نکلتا ہے اور کٹائی مہنگی نہیں پڑتی ۔ طاقت بخش اور عمدہ قسم کا چاول ہونے کی وجہ سے ہندوستان کے لئے اس کی بڑی اہمیت ہونی چاہئے ۔ پکانے پر یہ چاول خوب کھلتا ہے

اس نئے طریقہ کی تلاش کرنے والا شخص اس وقت امریکہ میں ہے اور اسکا دعوی ہے کہ ہندوستان کے حالتوں کے لحاظ سے چاول کی کٹائی کی آسان سی مشین اس ملک میں کٹائی کا کام کرنے والے سیکڑوں ہی چھوٹے چھوٹے مالکوں تک پہنچایا جا سکتا ہے ۔ اسپات کی بنی ہوئی یہ مشین بڑی آسانی سے ہندوستان میں تیار ہو سکتی ہے ۔

دھان کی پیداوار میں حیرت انگیز اضافہ

سارے ہندوستان کی دھان کی فصل کی بابت اولین اندازہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سال حیرت انگیز فصل ہوئی ۔ گذشتہ دس یا پندرہ سالوں کی تمام فصلوں سے یہ زیادہ ہوگی اور یقین کیا جاتا ہے کہ کل فصل ۲۸۵۰۰۰۰۰ ٹن سے زاید ہو گئی ۔ اس توضیع میں ہندوستان کے سبھی صوبوں کا حصہ ہے ۔ بنگال میں سب سے زیادہ یعنی پیداوار میں ۲۴ فیصدی اور کاشت کے رقبہ میں ۱۶ فیصدی اضافہ ہوا ہے اسکے بعد آسام ہے جہاں زراعتی خطہ میں ۳ فیصدی کی اور پیداوار میں ۱۰ فیصدی اضافہ ہوا ہے ۔ سارے ہندوستان میں اضافہ کی اوسط کاشت کے رقبہ میں ۶ اور پیداوار میں ۱۶ فیصدی ہے ۔ اس اندازہ کے مطابق بنگال میں ۹۰ لاکھ ٹن دھان ہوگا لیکن فیصلہ کن اندازہ ملنے پر ایک کروڑ ٹن سے زیادہ پیداوار حاصل ہونے کی امید کی جا سکتی ہے

سوتی کپڑوں کی پیداوار میں اضافہ

ہندوستان کے سوتی کپڑوں کی انڈسٹری کو متفقہ طور سے دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت عموماً ایک کروڑ تکوے ۱½ - ۱ پالی میں کام کر رہے ہیں اور عموماً دو لاکھ کرگھے دوہری پالی میں جس ۲۳ ہیں ایندھن اور بجلی کی حالتوں میں سدھار ہونے پر آئندہ کے کام کے گھنٹوں میں اور بھی زیادہ اضافہ ہونے کی امید ہے ۔

کپڑے کی پیداوار کو بہت کچھ کھپت کے مطابق بنایا جا چکا ہے کارخانوں کی عموماً ۲۵ فیصدی قوت اسٹینڈرڈ کپڑے کی پیداوار میں لگا دی گئی ہے اس کپڑے کے نمونے سادے ہیں اور انکی تعداد بھی زیادہ نہیں ہے ۔ صورت حال کے مطابق پیداوار کو کھپت کے اور زیادہ موافق بنایا جا سکے گا ۔ کام کے گھنٹوں میں اضافہ اور پیداوار کو کھپت کے موافق بنانے میں دو اہم ترین طریقے ہیں جن کے ذریعے سوت اور کپڑے کی پیداوار کو بڑھانے کی کوشش کی جا

مہتمم جامعہ ملیہ ۔۔۔ پرنٹر و پبلشر انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

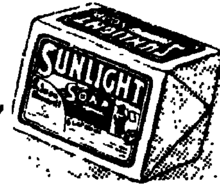


سنلائیٹ سوپ کا جانچ پڑتال کرنے والا کہتا ہے

"ہمارے صابون ساز سنلائیٹ کی جھاگ کی بابت یہ کہتے ہیں کہ وہ "اپنے آپ صاف کرنیوالی جھاگ" ہے۔ اس سے اُن کا مطلب یہ ہے کہ سنلائیٹ کی جھاگ میلے کپڑوں کی میل کو نکال دینے کے لیۓ خود بخود کام کرتی ہے۔ اس جھاگ کے اندر ایک کثیر مقدار اُس چیز کی ہے جسے وہ اپنی اصطلاح میں "جان دار" صابون کہتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو سنلائیٹ کی جھاگ سے آپ اپنے اُن میلے کپڑوں کو دھونے کا کام لے سکتے ہیں جن میں سے میل کو نکالنا عموماً نہایت ہی محنت کا کام ہوتا ہے۔ میری ماں اور میری گھروالی بہت دفعہ سنلائیٹ کی بابت مجھے یہ بات بتلا چکی ہیں۔"

سنلائیٹ

"اپنے آپ صاف کرنے والی جھاگ" والا صابون ہے



اسے نرم سے کاغذ میں لپٹا ہوا بکتا ہے

S. 83-38 UD

لیور برادرس کا بنایا ہوا

Regd. No. A—294



یہ لازمی طور پر خوش ذائقہ اور اطمینان بخش ہو . . . لیکن اسے قوت بخش بھی ہونا چاہیئے!



Dept. A127 P.O. Box No. 353, Bombay.





کیا آپ اپنے گھر والوں کے لئے کھانے پکانے کے معاملے میں اس بات کا خیال رکھتے ہیں. خوراک کا صرف خوش ذائقہ ہونا ہی کافی نہیں. بلکہ اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ کھانے والوں کی قوت میں بھی اضافہ کرے. کچھ اشیاء مقابلتاً زیادہ قوت بخش ہوتی ہیں. مگر ہماری روزانہ کی خوراک میں بہت سے ایسے کھانے ہوتے ہیں جو قوت آمیز نہیں ہوتے اور یہ ہماری صحت کے لئے مناسب نہیں. بلکہ ضرر رساں ہے خاص طور پر بچوں کیلئے. خوراک کو زیادہ مقوی بنانا کچھ مشکل نہیں ہے. اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ وٹامن آمیز ڈالڈا سے اپنے کھانے پکائیے. کھانے پکانے کا یہ روغن یقینی طور پر قدرتی قوت بخش اجزاء مہیا کر دیتا ہے. علاوہ ازیں ڈالڈا سے بہتر خوش ذائقہ کھانے کسی دوسری چیز سے ہرگز تیار نہیں ہو سکتے. ذرا اسے استعمال کر کے تو دیکھئے.

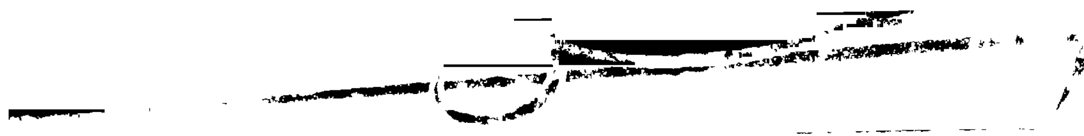
وٹامن آمیز ڈالڈا

قوت کے لئے

HVM. 32-178-40 UD

HINDUSTAN VANASPATI MANUFACTURING CO., LTD.

Printed and published by K. Mittra, at The Indian Press Ltd., Allahabad.

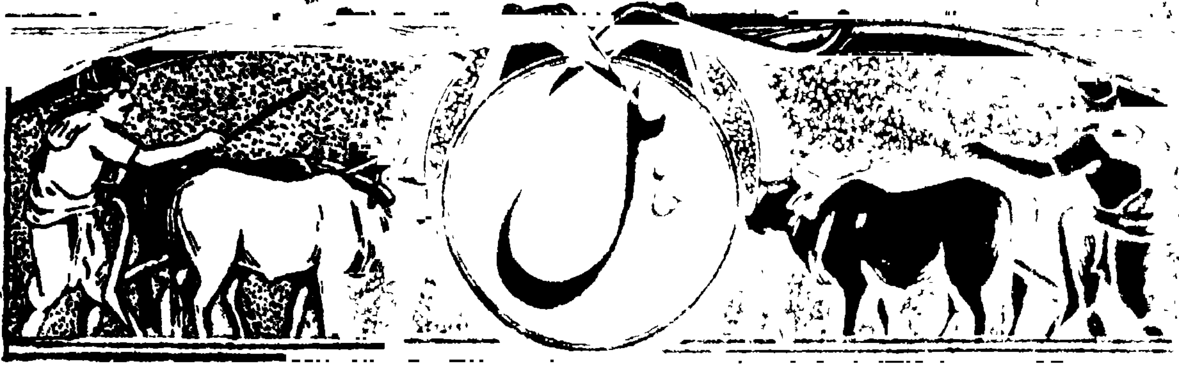


اوٹا ، مئی ۱۹۳۲ء

هل

جلد ۲ نمبر ۴ — باتصویر ماهوار رساله — اپریل سنه ۱۹۴۴ع

فهرست مضامین



صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر
گاؤں سدھار افسر یو۔پی

ایڈیٹر
شری ناتھ سنگھ

باتصویر ماہوار رسالہ

ماہ اپریل [illegible]ء جلد ۶ نمبر ۴

کسان

گیہوں کے پکے ہوئے کھیت دیکھ کر

(از جناب منظور راتھو منظور)

احسان ترا خدایا محنت لگی ٹھکانے
گودام میں اب اپنے بھرنے لگے ہیں دانے
جیون سپھل ہوا ہے جاگے ہیں بھاگ میرے
ہر سمت گونجتے ہیں کھیتوں میں راگ میرے

قدرت نے کھیت میرے تیار کر دئے ہیں
تانبے کے تھال خالص سونے سے بھر دئے ہیں
یوں بالیوں کے بل پر خوشے کھڑے ہوئے ہیں
تارِ طلا پہ گویا موتی جڑے ہوئے ہیں

یوں حسن پھوٹتا ہے خوشے کی ہر لڑی سے
کرنوں کے پھول برسیں جس طرح پھلجھڑی سے
تنویر کہکشاں کو گہنا رہے ہیں خوشے
انجم کے موتیوں کو شرما رہے ہیں خوشے

اب مجھ کو سال بھر کی محنت کا پھل ملا ہے
شاخِ مراد پر اب عشرت کا گل کھلا ہے
اساڑھ، جیٹھ میرے بیساکھ، چیت میرے
ہنستے ہیں پیاری پیاری کرنوں میں کھیت میرے

میرے لئے ہے سایہ میرے لئے ہوا بھی
بیساکھ کی سحر کی نکھری ہوئی فضا بھی
سیوک ہوں اس لئے ہے عالم پہ راج میرا
بننے لگا ہے زریں خوشوں سے تاج میرا

(ماخوذ از پنچایت)

یو پی میں توسیع زراعت

(از جناب اے۔ جی۔ شرف، مشیر گورنر یو۔ پی)

صاحبان!

جو میں نے انگریزی میں عرض کیا ہے اب مختصر طور پر ہندوستانی میں دہرانے کی کوشش کروں گا۔ اناج کی پیداوار بڑھانے کے مقصد سے جو منصوبے ہماری یو پی گورنمنٹ نے منظور کئے ہیں ان کو میں نے کسی قدر تفصیل کے ساتھ بتلایا ہے۔ خصوصاً وہ منصوبے جو محکمۂ زراعت اور آبپاشی میں اسی سال کے اندر جاری ہوئے ہیں۔ مختصراً یہ ہیں۔

(۱) اول نہر کے محکمہ میں ایک بہت ہی اہم اور کارآمد تجویز یہ ہے کہ اسٹیٹ ٹیوب ویل یعنی ان سرکاری گہرے کنوؤں کی تعداد جو بجلی کے پنکھے سے چلتے ہیں، دو سو نئے کنوؤں سے بڑھادی جائے اس میں ستاون لاکھ روپئے صرف ہونگے۔ ان دو سو کنوؤں میں سے پانچ تیار ہو چکے ہیں اور تین میں بجلی کا انتظام ہوگیا ہے۔

(۲) دوسرا کام یہ ہے کہ تمام نہر کے علاقہ میں نئے گل اور نئی شاخیں تیار کی جا رہی ہیں اور پرانوں کی توسیع کی جاتی ہے۔ اس میں تقریباً ساڑھے سولہ لاکھ روپئے صرف ہوں گے۔

(۳) تیسرا کام یہ ہے کہ آگرہ اور متھرا کے ضلعوں میں پانچ بڑے باندھ پینسٹھ ہزار روپیوں کے صرف سے برسات کے اندر مکمل کئے جائینگے۔ اس سے بہت سی زمین قابل زراعت بن جائیگی۔

(۴) موجودہ ٹیوب کے کنوؤں میں سے جو ۱۹۳۵ء میں بنے تھے بہت سے ایسے ہیں جن سے ابھی تک کسی نہ کسی وجہ سے پورا فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا۔ ان سے زیادہ زراعتی فائدہ حاصل کرنے کے لئے ایک ایسا انتظام کر لیا گیا ہے جس سے امید ہے کہ ایک ہزار کنوؤں کے اندر پچاس پچاس ایکڑ میں عمدہ گیہوں کی پیداوار ہوگی یعنی پچاس ہزار ایکڑ میں ترقی ہوگی۔

(۱) محکمۂ زراعت میں جن منصوبوں پر اب عمل کیا جا رہا ہے ان میں سے ایک پارا اسکیم نامی ہے۔ اس اسکیم سے امید ہے کہ خصوصاً ان مغربی اضلاع میں جہاں بارش کم ہوتی ہے لیکن جہاں نہریں موجود ہیں۔ نہر کے برساتی پانی سے جو عام ضائع ہو جاتا ہے۔ فائدہ اٹھایا جائے اور ان سے ربیع کی فصل کی اچھی بوائی کے لئے اساڑھ کے مہینے میں کھیتوں کی پوری طرح آبپاشی کردی جائے۔ اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اگر بوائی کے مہینے میں بارش نہ بھی ہوئی تو بھی ان علاقوں میں ربیع کی فصل کی اچھی بوائی ہو سکے گی۔ اور اگر پھر ماگھ میں بارش بالکل نہیں ہوئی تو بھی بارہ آنے کی فصل کا اطمینان ہوگا۔

اس اسکیم کا فی الحال تین سال کے لئے تجربہ کیا جائیگا۔ اگر حسب خواہش کامیابی ہوئی تو اس سے زراعت پر بہت اچھا اثر پڑیگا۔

(۲) اب زیادہ اناج پیدا کرنے کی ایک خاص اسکیم کا میں ذکر کروں گا جو گورنمنٹ آف انڈیا کے مشورہ سے تمام یو پی میں جاری کی گئی ہے۔ اس اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ ایسے رقبوں کو جو افتادہ پڑے ہوئے ہیں، قابل کاشت بنایا جائے اور جو بات اس سے بھی زیادہ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ دو فصلی رقبوں کی اور ان رقبوں کی جن میں بہترین بیج بویا جاتا ہے توسیع کی جائے۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے انتظام کیا گیا ہے کہ عمدہ قسم کے بیج رعایتی قیمت پر دیئے جائیں۔ پرتی اور افتادہ اراضیوں کو قابل کاشت بنانے کے لئے تقاوی بلا سود دیجائے۔ گاؤں سدھار کے دیہات میں سب سے اچھی فصل پیدا کرنیوالے کو انعام دیا جائے اور نہر کے محصول میں رعایت کی جائے۔ اس اسکیم کے سلسلے میں چوراسی نئے بیج کے گودام کھولے گئے ہیں اور ساٹھ ہزار من کھلی کی کھاد دو تہائی قیمت پر تقسیم کی گئی ہے اور اسی مقدار میں سنئی کا بیج ہری کی کھاد تیار کرنے کے لئے دام کے دام میں دیا گیا اور اتنے ہزار روپئے دوسری طرح کی کھادوں کو تیار کرنے کے لئے امداد کے طور پر دیئے جا رہے ہیں۔

(۳) دو اور تجویزیں جن سے اچھے نتیجے کی امید کی جاتی ہے وہ دھان کی کاشت کی توسیع کی ہے۔ ان میں ایک روہیلکھنڈ اور کمایوں میں اور دوسری مشرقی شمالی حلقہ میں جاری کی گئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ ترقی دادہ دھان کی کاشت کی تیزی کے ساتھ توسیع کی جائے۔ اسی قسم کی ایک اسکیم سے پچھلے دو برسوں میں مرزاپور اور دوسرے دو ضلعوں میں دھان کی پیداوار بڑھانے میں عجیب و غریب کامیابی ہوئی ہے۔ تجربوں سے ہم کو معلوم ہوگیا ہے کہ کس علاقہ میں کس قسم کے دھان کی اچھی پیداوار ہو سکتی ہے اور ان تجویزوں کا مطلب یہ ہے کہ ان معلومات سے بہت وسیع پیمانے پر فائدہ حاصل کیا جائے۔ ہماری سب تجویزوں میں سے شاید یہ وہی ہیں جن سے جلدی سے جلدی اناج کی پیداوار میں اور غذا کی مقدار میں ترقی ہونے کی زیادہ امید ہے۔

(۴) اب میں اس اسکیم کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں جس کا نتیجہ ہماری نظروں کے سامنے ہے۔ یہ زیادہ ترکاری پیدا کرنے کی اسکیم ہے۔ اس اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ صوبے کے اندر

فوج کے سپاہیوں کے لئے اور لام پر گئے ہوئے سپاہیوں کے لئے ترکاریاں مہیا کی جائیں۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے بیج، کھاد، بیل اور بچے کنوؤں کے لئے خاص مدد دیجاتی ہے۔ مشورہ دینے کے لئے ایک تجربہ کار عملہ بھی مقرر کر دیا گیا ہے اور یہ خاص بات ہے کہ فروخت کے لئے پچپن ایسے ڈپارٹمنٹ کھول دیئے گئے ہیں۔ جہاں اردگرد رقبہ کی ترکاری خرید لی جاتی ہے۔ ایک ایسا ڈپارٹ یہاں سے تین میل کے فاصلہ پر سڑک پر موضع محب اللہ پور میں ہے جس کا آپ معائنہ کرسکتے ہیں۔ اور یوں آپ دیکھ رہے ہیں کہ قومی ضروریات پوری ہونے کے بعد بھی اسکیم کی بدولت ترکاری کی قیمت کم کر دیگئی ہے اور شہر کے رہنے والوں کو افراط سے ترکاری مل رہی ہے۔ امید ہے کہ ترکاری کی پیداوار میں اس وقت جو اضافہ ہوگیا ہے وہ جنگ کے بعد بھی قائم رہیگا اور اس طرح شہر کے باشندوں کی غذا زیادہ بہتر ہو جائیگی۔

صاحبان، اب میں نے مختصر طور پر گورنمنٹ کی تجویزیں آپ کے سامنے بیان کی ہیں لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ بغیر آپ کی مدد کے گورنمنٹ کی کوئی اسکیم ہرگز کامیاب نہیں ہوسکتی۔ یہ امداد کافی طور پر مل رہی ہے لیکن ممکن ہے کہ اب بھی ایسے زمیندار، کاشتکار یا جاگیردار ہوں جو ان منصوبوں سے جو ان کی زمین اور ان کی حالت کے موافق ہوں، زیادہ واقفیت حاصل کرکے فائدہ اٹھا سکیں۔ صاحبان، اگر آپ میں سے کوئی صاحب زیادہ مفصل اطلاع حاصل کرنا چاہتے ہوں تو وہ ان کو یہاں محکمہ زراعت کے ان افسروں سے مل سکتی ہے جو اس نمائش کے زراعتی کورٹ میں تعینات ہیں یا آپ اپنے ضلعوں میں محکمہ زراعت کے افسروں سے یہ اطلاع حاصل کرسکتے ہیں۔ اب میں آپ کی زیادہ سمع خراشی کرنا نہیں چاہتا کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میری طرح آپ بھی نمائش کے زراعتی کورٹ کا معائنہ کرنے کے خواہش مند ہیں۔

ڈرائی فارمنگ

یعنی

موسم گرما کی جوتائی

ڈرائی فارمنگ یعنی موسم گرما کی جوتائی کے بارے میں ہم اپنے ناظرین پر تھوڑا بہت مفصل حال ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور یہی اسکو اپنی کسانو بول چال میں چیت بیساکھی جوتائی کے نام سے مسمی کرتے ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ہاں اُن ملکوں میں جنھوں نے گذشتہ سو دو سو سال کے اندر ہر علم میں کافی ترقی کرکے دنیا کو یہ دکھلا دیا ہے کہ علم میں کیا طاقت ہے۔ اُن کے لئے یہ طریقہ عمل کھیتی کا ضرور تعجب انگیز ہے اور ہو تو کیوں نہ ہو۔ کیونکہ اسکے فوائد بہت سے ہیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں کسان اس عمل کو ضرور سمجھتے ہیں اور اسکے فائدہ سے بھی واقف ہیں لیکن وہ کیوں ایسا کرتے ہیں اسکا وہ پورے طور سے جواب نہیں دے سکتے۔ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ لوگ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں کھیتی کا کام بے پڑھے لکھوں کے ہاتھ میں ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ کسان کے معنی بے پڑھے کے ہیں۔

اکثر مقامات پر دیکھا جاتا ہے کہ کسانوں نے جیوں ہی چنا وغیرہ کھیتوں سے کاٹے تیوں ہی وہ اپنے کھیتوں کو جوت ڈالتے ہیں اور جس جگہ پر گنجر کا رواج ہے۔ مثلاً بند بلکھنڈ میں وہاں وہ لوگ اپنے کھیتوں کو بکھرا دیتے ہیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ انکی جوتائی یا بکھرائی کافی ہوتی ہے یا نہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ وہ اپنی محنت کا نتیجہ آئندہ فصل کی زیادتی کی شکل میں ضرور پاتے ہیں۔ چیت بیساکھ میں اچھی طرح سے کھیت کو جوت کر چھوڑ دینے سے نیچے لکھے فائدے حاصل ہوتے ہیں:۔

(۱) زمین جُت جاتی ہے جس سے کہ آفتاب کی شعاعیں زمین میں اچھی طرح جذب ہوکر اُن چیزوں پر جو کہ پودوں کی خوراک میں اپنا پورا اثر کرکے اُن کو اس لائق کر دیتی ہیں کہ وہ چیزیں آئندہ ہونیوالی فصل کو مکمل حالت میں دستیاب ہوسکتی ہیں۔ اس شکل میں وہ چیزیں طیار ہوجاتی ہیں کہ پودے فوراً جڑ سے خوراک حاصل کر لیتے ہیں۔

(۲) زمین جُت جانے پر جو کچھ انڈے وکیڑے مکوڑے فصلوں کو نقصان کیا کرتے ہیں۔ دھوپ پاکر مر جاتے ہیں ہمارے ملک میں اس امر پر لوگوں کی توجہ بالکل نہیں ہے۔ ان لوگوں کو خیال نہیں ہے کہ ملک میں کس قدر بیشبہا روپیہ کا نقصان ان کیڑوں سے ہوتا ہے مثال کے طور پر دیکھئے پوربی اضلاع جونپور، بلیا وغیرہ میں نیشکر کی کاشت کس قدر کم ہوگئی ہے صرف چھنگا

وجہ سے۔ اگر وہاں کے لوگ جیت بیساکھ کی جوتائی عمل میں لانے لگیں بلاشبہ وہ لوگ اپنے کو کثیر نقصان سے بچا سکتے ہیں۔

(۳) گھاس وغیرہ کی جڑیں ٹوٹ جاتی ہیں اور تیز دھوپ لگ کر رجاتی ہیں جس سے کھیت صاف رہتا ہے۔ یہ امر کسی سے چھپا ہوا نہیں کہ جو کچھ سبزی کسی قسم کی کیوں نہ ہو زمین پر اُگتی ہے وہ ضرور اپنی غذا زمین سے لیتی ہے پس کھیت میں گھاس وغیرہ کا ہونا کتنا نقصان دہ ہے ناظرین اس کا اندازہ خود کریں۔

(۴) زمین میں دراصل شکل صورت پر بہت کچھ اثر پڑتا ہے یعنی بھراہٹ پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے آئندہ ہونیوالی فصل بہت فائدہ پہنچتا ہے۔

(۵) سب سے زیادہ فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس جوتائی سے زمین لی ہو جانے سے بارش کے پانی کو جذب زیادہ ہوتی ہے جو کچھ پانی تا ہے اسی میں جذب ہو جاتا ہے بجائے اس کے کہ اوپر ہی اوپر جائے اور اپنے ساتھ کچھ حصہ خوراک کا بھی بہا لیجائے ایسی جوتائی انگریزی زبان میں ڈرائی فارمنگ کہتے ہیں۔ محنتی اور جفاکش لوگوں نے ایسی ایسی جگہ جہاں کہ گھاس کا ایک پتہ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ وں آجکل اچھی اچھی فصل گیہوں کی پیدا کر لی ہے جن جگہوں پر سال بھر کی بارش کا اوسط دس انچ کا ہے وہاں پر گیہوں کی اچھی ل حاصل کرتے ہیں ایسی حالت میں کیا حیرت انگیز بات نہیں ہے ہمارے صوبہ ممالک متحدہ میں جہاں کہ ۲۵ سے لیکر ۴۰ انچ تک سال بھر کا بارش کا اوسط ہے وہاں پر اعلیٰ درجہ کے گیہوں کی فصل حاصل کر سکیں۔ بجائے اس کے کہ سب ہمت چھوڑ کر اپنے نصیب کو یاد کرتے ہے یہ کہہ کر کہ بارش ہی نہیں ہوئی۔ چپ چاپ بیٹھ جائیں۔

جیت بیساکھ میں کھیت جوت کر چھوڑ دیئے جائیں اور پہلی بارش بعد جیوں ہی کھیت جوتائی کے قابل ہو جائیں تیوں ہی اُس میں وغیرہ اچھی طرح سے چلا دیئے جائیں اور پھر کھیت کی اچھی طرح تیری رکھی جائے تو بہت کم بارش ہونے پر بھی فصل ربیع میں گیہوں رہ بوئے جا سکتے ہیں اور معمولاً فصل پیدا ہو سکتی ہے۔ کیونکہ زمین کافی تری رہ سکتی ہے۔ بارش ہونے کے پہلے جوتائی بعد میں ری جوتائی۔ گوڑائی کھیت میں ہوتی رہنا چاہئے تاکہ کھیت میں بنی رہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ سورج اپنی گرمی سے نمی کو پ کی شکل میں کھینچتا رہتا ہے اور جو نمی زمین میں ہوتی ہے وہ پ بن کر باہر نکلتی ہے اور نکلنے کے لئے باریک چھید کے راستے ہیں ہے۔ مگر جلدی جلدی کھیت کی اوپری سطح پر ہل چلاتے رہنے سے ٹوٹ جاتے ہیں اور نمی بھاپ بن کر نکلنے نہیں پاتی پس یہی ہے کہ کھیت میں فصل پیدا ہو سکنے کے لئے کافی نمی بنی رہتی ہے۔ جلدی ہی ہل چلا کر اس پر کانٹا دار ہینگا (پٹیلا) چلانے سے کھیت کی

حالت ٹھیک بنی رہتی ہے۔ یہ امر ضرور قابل غور ہے کہ کھیت پر سوکھی پپڑی نہ پڑنے پائے جتنی کم بارش ہوئے اتنی ہی دفعہ زیادہ ترکیب کی اوپری سطح الٹ پلٹ کرتے رہنا چاہئے۔ کھیت میں گھاس وغیرہ نہ اُگنے دینا چاہئے۔ یہ خیال غلط ہے کہ گھاس وغیرہ سے کھیت میں نمی بنی رہتی ہے۔ بلکہ کھیت کی نمی گھاس کی پتیوں کے ذریعہ سے بھاپ بن کر جلد نکل جاتی ہے اور زمین میں پودوں کی خوراک بھی کم ہو جاتی ہے۔ بیڑا اور ہلکی ماڑ میں جیت بیساکھ کی جوتائی اچھی طرح سے ہو سکتی ہے بلوی یا بھوڑی ماڑ اور رنگڑ اور کا بر میں یہ جتائی نہیں ہو سکتی اور نہ اُن کھیتوں میں ہو سکتی ہے جو زیادہ ڈھالو ہوتے ہیں۔ ایسے کھیتوں میں جن میں جیت بیساکھ کی جوتائی کیگئی ہو اور بارش کم ہوئے تو جو کچھ فصل بوئی جائے وہ سیدھی قطاروں میں برابر فاصلہ پر بوئی چاہئے تاکہ پودے جم جانے پر اور بڑے ہو جانے پر چھوٹے بکھر وگوڑائی مشینیں وقتاً فوقتاً چلانے کا موقع ملتا رہے۔ ایسا کرنے سے فصل اچھی مل جائیگی۔ جیت بیساکھ کی جوتائی کے لئے ہمارے ملک کی پرانی بناوٹ کے ہل ٹھیک نہیں ہیں۔ ہاں بکھر کا بھی کام دیتے ہیں۔ بہتر تو یہ ہو کہ مٹی پلٹنے والے لوہے کے ہل ہوں ٹرن رسٹ ہل اس کام کے لئے اچھا ثابت ہوا ہے۔ اس ہل میں خوبی یہ ہوتی ہے کہ کونڑ کے سرے پر پھار کا کانٹا نکال دینے سے پھار اپنے آپ دوسری کونڑ میں سیدھی آجاتی ہے جس کھیت کی جوتائی میں نیچا اور اونچا ہونے کا ڈر نہیں ہوتا۔ اس ہل کو دو جوڑی بیل اچھی طرح سے چلا لیتے ہیں۔ اور ایک دن میں نصف ایکڑ کھیت جت جاتا ہے اور کھیت قریب ۹-۶ انگل کھد جاتا ہے۔ فصل کو کاٹ کر کھیت کو جلدی سے جوت ڈالنے میں آسانی ہوتی ہے اور اگر کھیت کچھ دنوں تک پڑا رہے اور پھر جوتا جائے تو دقت ہوتی ہے جیت بیساکھ کی جوتائی کے پورے تجربے ہو چکے ہیں اور یہ عمل اچھی طرح سے فائدہ مند ثابت ہو گیا ہے۔ عقلمند وہی ہیں جو دوسروں کے تجربہ کا فائدہ اُٹھاتے ہیں اور زمانہ کی رفتار کے مطابق چلتے ہیں۔ وقت ترقی کا ہے جو پچھڑا سو پچھڑا۔ جن صاحبان کو ان ہلوں کا کام دیکھنا ہو وہ کسی سرکاری زراعتی فارم میں جاکر دیکھ سکتے ہیں۔

اس خشک جوتائی کے لئے کانٹے دار سراون یا پاٹے کا ہونا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہ زمین کی اوپری سطح کو اُلٹ پلٹ کر دینے سے زمین کی اندرونی نمی قائم رہتی ہے۔ یہ عمل دیسی ہل سے بھی پورے طور سے حاصل ہو سکتا ہے۔ نقص صرف دیسی ہل میں یہ ہے کہ انکی جوتائی میں دیر زیادہ لگتی ہے۔ معمولی کانٹا دار سراون یا پاٹا جس سے کہ سرکاری فارموں میں کام لیا جاتا ہے۔ اپنے یہاں کے دیسی ہل سے کم از کم پانچ گنا کام کرتا ہے۔ اگر خشک جوتائی کے ساتھ ساتھ زمین کی اوپری سطح کا اُلٹ پلٹ نہ کیا جائیگا تو اس خشک

جوتائی سے پورا فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ خشک جوتائی کے اصول مندرجہ ذیل ہیں۔

بارش سے پہلے گہری جوتائی کرنا تاکہ زمین کھل جائے اور بارش کا پانی اچھی طرح سے جذب ہو جائے۔ ایام بارش میں زمین کو بھر بھری رکھنا یعنی پپڑی نہ پڑنے دینا تاکہ نمی بھاپ بن کر غائب نہ ہو جائے بعد بارش ختم زمین کی اوپری سطح کو منجمد رکھنا۔ اسکے لئے دیسی ہل کی جوتائی کافی ہے بوائی کے دنوں میں بھاری پاٹا لگا کر زمین کی نمی کو اوپر کی طرف لے آنا تاکہ بیج اچھی طرح سے جم جائے۔

خشک جوتائی کے لئے اور سوکھی زمین کو توڑنے کے لئے مٹی پلٹنے والا ہل نہایت ہی موزوں ثابت ہوا ہے اس میں دیسی ہل کی بہ نسبت صرف ڈیوڑھی طاقت زیادہ لگتی ہے۔ مٹی پلٹنے والے لوہے کے ہلوں کی جوتائی میں خاص خوبی یہ ہے کہ گھاس کو ڈاکرنٹ کو معہ اُن کی جڑوں کے اُلٹ دیتے ہیں جو کہ سورج کی گرمی پاکر مر جاتے ہیں اور کھیت صاف رہتا ہے۔

دومٹ اور پڑوا زمین کے لئے ہلکے قسم کے ہل مثلاً وائس بسٹن گرمت اچھا کام دیتے ہیں اور کابر کے لئے بھاری ہل مثلاً مانسون وغیرہ بہت مفید ثابت ہوتے ہیں۔ ان ہر قسم کے ہلوں کا کام ہر شخص ہر وقت سرکاری فارم میں آکر دیکھ سکتے ہیں۔

(از مفید المزارعین)

یو پی کا کسان

(از ڈاکٹر ایس۔ بی سنگھ۔ ایم۔ ایس سی، پی۔ ایچ ڈی۔ ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت یو۔ پی۔)

اس امر سے سب لوگ اچھی طرح واقف ہیں کہ کچھ زمینداروں اور بڑے کسانوں کو چھوڑ کر یہاں کے عام کسان کی اقتصادی حالت بحد تشویشناک ہے۔ دو یا تین ایکڑ زمین سے سارے کنبے کی پرورش کرنیوالا کسان کبھی قیمتی اوزار یا ایسی اور کسی چیز کا جس میں زیادہ روپیہ خرچ ہوتا ہو، استعمال نہیں کرسکتا۔

اسکی تعلیمی حالت ایسی ہے کہ چھپی ہوئی کتابوں اور چھپے ہوئے پرچوں سے وہ پورا فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ اسکا ناخواندہ ہونا ہی اس بات کا تنہا سبب نہیں ہے بلکہ کتابوں اور اخباروں سے نئی بات سیکھنے کا شوق بھی یہاں کے کسانوں میں نہیں ہے۔ وہ کتاب اور اخبار پڑھکر اپنی ترقی کرنے کا عادی نہیں ہے۔ تقریریں سننے کے لئے وہ عموماً جمع ہوتے ہیں لیکن کسانوں میں زراعتی ترقی کی اشاعت کرنیوالے اتنے کم ہیں کہ کسانوں کو سال بھر میں ایک یا دو بار اس سلسلے کی باتیں سننے کا موقع ملتا ہے اور جو باتیں وہ تقریروں میں سنتے ہیں وہ اس قدر جلد بھول جاتے ہیں کہ اُن پر وہ کسی طرح عمل نہیں کرسکتے۔ اسکے علاوہ کسان کے دل میں اس بات کا بھی خیال رہتا ہے کہ جن طریقوں سے اُس کی اور اُسکے بال بچوں کی پرورش ہوتی آئی ہے ان طریقوں کو ایک دم چھوڑ کر نئے طریقوں سے اگر اسکو نقصان ہوا اور اسکے بچے بھوکے مرنے لگے تو اس وقت اُسکی مدد کرنے والا کوئی نہ کھڑا ہوگا۔ اسکا یہ اندیشہ درست اور بجا بھی ہے اتنی قلیل پونجی والا انسان ایک بار تقریر سُن کر اپنے قدیم اور اچھی طرح سے سمجھے ہوئے کھیتی کے طریقوں کو کیونکر چھوڑ سکتا ہے۔

کسان کی خوبیوں کے ذکر کے ساتھ ساتھ میں اس کی ایک بڑی خامی بھی بتلانا چاہتا ہوں جو اس کی موجودہ جہالت کے باعث قدرتی ہے۔ اگر ایک سو کسانوں سے اس بات کا حساب پوچھا جائے کہ اُن کے کھیت میں گذشتہ پانچ سال میں ہر ایک سال علیحدہ علیحدہ ہر ایک فصل کی کتنی پیداوار ہوئی اور ایک سال کی پیداوار اور دوسرے سال کی پیداوار میں فی بیگھہ کیا فرق۔ ہ تو شاید ایک فیصدی سے زیادہ کسان اسکا صحیح جواب نہیں دے سکیں گے۔ یعنی کسانوں کے یہاں پیداوار کا سالانہ اور فی بیگھہ کا حساب کسی صورت میں بھی موجود نہیں رہتا۔ اگر ایسی حالت میں اُسکو کوئی نیا بیج دیا جاتا ہے اور وہ اسے اپنے کھیتوں میں بوتا ہے اور ۱۵ بیس فی صدی پیداوار بڑھ بھی جاتی ہے تو بھی زیادہ تر کسانوں کے دل میں یہ خیال نہیں پیدا ہوتا کہ جو نیا بیج اُنھوں نے اپنے کھیت میں بویا ہے اُسی کی وجہ سے اُنکی پیداوار میں یہ ترقی ہوئی ہے۔ ہاں، کوئمبٹور گنے کی طرح اگر کسی نئے بیج کی پیداوار ۵۰ یا ۱۰۰ فیصدی اُسکی پرانی فصل کے مقابلے میں زیادہ ہے اور بہت صاف طور سے یہ بات ظاہر ہے کہ نئی چیز کی پیداوار ڈیڑھ گنی یا دوگنی ہے تب تو گاؤں کا جاہل ترین کسان بھی تسلیم کر لیتا ہے اور اُس نئے طریقہ کاشت کے تجربہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ گیہوں، السی، چنا، مٹر جو کی ترقی دادہ قسموں اور اُنکی دیسی قسموں کی پیداوار میں اتنا زیادہ فرق نہیں ہے جتنا کہ کوئمبٹور اور دیسی گنے میں ہے۔ ان کی پیداوار اوسطاً ۱۵ سے ۲۵ فیصدی تک دیسی بیج کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے اور جتنا ہی فرق کم ہوتا جاتا ہے اُتنا ہی جاہل کسان کو نئے بیج کی خرابیاں سمجھانا مشکل ہوتا جاتا ہے۔ دس یا پندرہ فیصدی پیداوار پہلے تو اس کی سمجھ میں ہی نہیں آتی اور جب دوسرے کسان اُسکو یہ سمجھاتے ہیں کہ پار سال ہمارے کھیت میں اس سے کہیں زیادہ پیداوار ہوئی تھی یا وہ خود ہی اپنے گوئینڈ کے کھیت کی دیسی فصل کی پیداوار کا مقابلہ کمزور کھیت کی ترقی دادہ بیج والی فصل سے کرتا ہے تو اسکے دل میں شبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کوئی کسان اگر اس بات کی ضد کرتا ہے کہ دیکھو ترقی دادہ بیج زیادہ پیدا ہوا تو دوسرے اُسکے ساتھی سمجھاتے ہیں کہ قائمہ اس کھیت کی پیداوار

اعلیٰ زیادہ ہوئی کہ اس نے کھیت میں کھاد زیادہ ڈالی تھی یا جوتائی اچھی کی تھی یا ٹھیک وقت سے بارش ہوئی یا اُسکی قسمت ہی سے اچھی پیداوار ہوگئی۔ لیکن اس بات کو وہ جلد نہیں مانتے کہ زیادہ پیداوار نئے بیج کی وجہ سے ہوئی ہے۔ ایسی حالت میں کسانوں کے دل میں اس بات کا اچھی طرح یقین دلانے کے لیے کہ عمدہ بیج یا اچھے ترقی دادہ طریقۂ کاشت سے اُن کو شرطیہ فائدہ ہوگا۔ معمولی طریقوں کا ایک خاص طرز اختیار کرنا پڑتا ہے تاکہ کسانوں کو کسی نئے بیج و ترقی دادہ کاشت کے طریقے میں کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ ان نئے طریقوں کا ذکر آگے کیا جائیگا۔ یہ بہت ضروری ہے کہ کسان کو اچھی طرح سے یہ بات سمجھا دی جائے کہ جدید طریقے کی کاشت سے انکو کچھ فائدہ ہی نہیں ہے لیکن قدیم طریقوں کے مقابلے میں کتنا زیادہ فائدہ ہے۔

کبھی کبھی یو پی کے کسان یہ کہہ اٹھتے ہیں کہ صاحب نئے بیج اور پرانے بیج کی پیداوار میں زیادہ فرق نہیں ہے جس کھیت میں پرانا چار من فی بیگھہ پیدا ہوتا ہے۔ اس میں نیا ترقی دادہ بیج صرف پانچ من فی بیگھہ پیدا ہوتا ہے۔ یعنی کل ایک من کا فرق ہوا۔ ایسے موقع پر یہی کہنا پڑتا ہے کہ کسان کھیتی کے حساب کو ٹھیک نہیں سمجھتے۔ اگر پیداوار کا ۲۰ یا ۲۵ فیصدی فائدہ ہوتا ہے اور خرچ میں کوئی فرق نہیں پڑتا تو کسان کے فائدہ میں جو کہ اس کے اور اسکے بال بچوں کی پرورش کے لئے کھیت سے ملتا ہے وہ کسی کسی حالت میں دوگنے سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ لگان، بیج، کھاد، آبپاشی، جوتائی، مزدوری وغیرہ اخراجات اگر پیداوار کا ۷۵ یا ۸۰ فیصدی تک، جیسا عموماً ہوتا ہے، ہوگیا۔ تو کسان کی جیب میں بچا ہوا ۲۰ فیصدی منافعہ پڑتا ہے یعنی ۸۰ روپیہ خرچ کرکے ۱۰۰ روپیہ پیدا ہوا تو کسان کا فائدہ ۲۰ روپیہ ہوا اور اگر یہی ۸۰ روپیہ صرف کرکے ۱۲۵ روپیے کی آمدنی ہو جاتی ہے تو اسکا فائدہ ۲۰ روپئے سے بڑھکر ۴۵ روپئے ہوگیا۔ اگرچہ پیداوار میں صرف ۲۵ فیصدی کا اضافہ ہوا۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کسان نہ تو اس بات کا سالانہ یا فصل وار حساب رکھتا ہے کہ جس سے یہ ظاہر ہو کہ اسکے کھیتوں کی پیداوار میں سالانہ فائدہ ہو رہا ہے یا خسارہ اور نہ وہ اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ وہ ترقی کرے کیونکہ اس کو اس بات کی خبر ہی نہیں ہوتی کہ وہ ترقی کر رہا ہے یا تنزلی کے گڑھے میں جا رہا ہے۔ اُس کو یہ بھی اچھی طرح نہیں معلوم کہ ترقی بہت کچھ اپنے ہاتھ میں ہے۔ کھیتی کو ترقی دینے والوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ کسانوں کو خود اعتماد بنائیں اور ان کو ترقی کرنے کے لیے آمادہ کریں۔ اتفاقی حادثے مثلاً بارش کی کمی یا زیادتی وقت پر بارش کا نہ ہونا، پالا، اولے اور سیلاب کا اور ایسی بہت سی چیزوں کا کھیتی پر ایسا اثر پڑتا ہے کہ کبھی کبھی کسان کی ساری کوششیں بیکار ہو جاتی ہیں اور پھر اُسے مجبوراً اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کا خیال چھوڑ کر قدرت کا بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ اس سے اس کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اگر دو چار سال تک کاشت کے اچھے طریقوں سے برابر فائدہ ہوتا رہا تو خود ہی اسکی مالی حالت اتنی اچھی ہو جائیگی کہ وہ اتفاقی حادثوں کا مقابلہ کرنے کو اچھی طرح تیار ہو جائیگا اور اگر ایک آدھ فصل اسکی برباد بھی ہو گئی تو اسکے پاس اپنے اور اپنے بال بچوں کی پرورش کے لئے سرمایہ بچ رہیگا۔

اس صوبہ کے کسانوں میں زیادہ اس قسم کے ہیں جو اپنے ہاتھ سے ہل جوتتے ہیں اور کھیتی کا سب کام کرتے ہیں لیکن کچھ کسان ایسے بھی ہیں جو غریب ہوتے ہوئے بھی اپنے ہاتھ سے ہل نہیں چلاتے اور کھاد وغیرہ خود کھیت میں نہیں لیجاتے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بڑے لوگوں کا اثر کچھ حد تک چھوٹے لوگوں پر بھی پڑتا ہے اور اس ملک کے کسان کھاد جمع کرنے کے کام میں دُنیا کے اور کسانوں سے کمزور ہو گئے ہیں۔ چین جاپان کے لوگوں میں اس قسم کے خیالات کھاد وغیرہ ڈھونے کے خدمت نہیں ہیں اور ان کے کھیتوں کی زرخیزی یہاں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے۔ جب تک کھیتی کے ہر کام کو عزت کی نگاہ سے نہ دیکھا جائیگا اس وقت تک کھیتی کی پیداوار اتنی اچھی نہیں ہو سکتی جتنی کہ ہونی چاہیئے۔ اس صوبے میں کسانوں کی خاص قومیں مثلاً کرمی، جاٹ، مسلمان اور اہیر جو کھیتی کے کسی کام میں نفرت نہیں کرتے ان کے کھیتوں کی حالت اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے کھیتوں کے مقابلے میں عموماً اچھی پائی جاتی ہے۔ ایک پرانی کہاوت ہے۔

پوری کھیتی جو ہر گہا — آدھی کھیتی جو سنگ رہا
جو پوچھا ہرواہا کہاں — بوت بسار گوا اسے تہاں

یہ کہاوت بالکل صحیح ہے اور جب تک کسان خواہ وہ برہمن، ٹھاکر، کرمی، جاٹ یا جس ذات کا ہو کھیتی کے ہر ایک کام کو خود اپنے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ اُس وقت تک اُسے کھیتی کی پوری پیداوار نہیں حاصل ہو سکتی۔

دیہات میں بہت سے لوگ پرانے کھیتی کے طریقوں کو عمل میں لاتے لاتے اس کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ وہ یہ مان بیٹھے ہیں کہ اسکے علاوہ اچھا اور مفید کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہو سکتا اور نہ ان کی اقتصادی حالت سدھر سکتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں وہ ترقی کا خیال ہی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ جس حالت میں پیدا ہوئے ہیں اور پلے ہوئے ہیں اُس حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خود ترقی کرنے کی کوشش بھی نہیں کر پاتے۔ اگر کسانوں کی بات چیت گاؤں میں غور سے سُنی جائے تو یہ نتیجہ نکلیگا کہ وہ اپنے دن کا پانچ فیصدی وقت بھی کھیتی کی ترقی کے بارے میں بات کرنے میں یا سوچنے میں صرف نہیں کرتے اگرچہ کھیتی ان کا خاص سہارا ہے۔ یہ بیشتر کسانوں کے دل میں اتنی مضبوطی سے جم گئی ہے کہ اگر کسی سرکاری فارم (محکمۂ زراعت کے فارم) پر یا کسی دوسرے کسان کے کھیت میں اچھی دیکھتے ہیں تو ان میں بیشتر یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حکومت نے ضرورت سے زیادہ خرچ

کھیت کا نتیجہ ہے یا دوسرے کسان کی قسمت سے اُس کے کھیت میں اتفاقیہ اچھی فصل پیدا ہو گئی۔ اُن کو جب تک کہ ان کے ہی کھیت میں اُنھیں کی جوتائی، کھاد، پانی اور عمدہ بیج کی بوائی سے زیادہ پیداوار نہ دکھلائی جائے اُس وقت تک زیادہ تر کسان اس بات کو ماننے کو تیار نہیں ہو سکتے کہ اُن کے بھی کھیت کی پیداوار بڑھ سکتی ہے۔ ایسے موقعہ پر یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ شروع میں ایک ہی کھیت کے دو حصے کئے جائیں اور ایک حصہ میں ایسے طریقوں سے کھیتی کی جائے اور دوسرے حصہ میں کسان اپنے قدیم طریقہ سے کھیتی کریں اور پھر دونوں کی پیداوار الگ الگ تول کر دیکھیں اور دوسرے پڑوسی کسانوں کو بھی بتلائیں۔ تب اُن کو اس بات کا یقین ہوگا کہ ان کے پرانے بیج اور کھیتی کے پرانے طریقے کے مقابلے میں ترقی دادہ بیجوں اور کھیتی کے نئے طریقے کتنے مفید ہیں۔

(یوپی میں ترقی زراعت، نامی کتاب سے)

گنّے کی بوائی

(از جناب سید ابن علی بی۔ ایس سی)

[یہ وہ تقریر ہے جو مسٹر ابن علی صاحب بی۔ ایس سی (اگریکلچرل اسسٹنٹ انسپکٹر محکمہ زراعت یوپی لکھنؤ نے مورخہ ۲۹ فروری ۱۹۴۳ء کو آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے نشر کی ہے۔]

اس میں شک نہیں کہ گنّے کی کھیتی میں ہمارے کسان بیا کھو سر توڑ محنت و مشقت نہیں کرتے ہیں۔ کبھی کھیت کو کئی کئی مہینے تک جب کبھی موقع ملتا ہے۔ برابر جوتتے رہتے ہیں۔ ٹھیک وقت پر جو کچھ کھاد اُنھیں ملتی ہے اپنے کھیتوں میں ڈالتے ہیں۔ گرمیوں بھر سخت محنت کرتے ہیں۔ برسات میں بھی حفاظت کرتے ہیں اور جاڑے میں سخت تکلیف جھیل کر گڑ بناتے رہتے ہیں۔ لیکن اس اتنی محنت کا نتیجہ کسانوں کو کیا ملتا ہے بس زیادہ سے زیادہ بیس پچیس من گڑ فی ایکڑ طیار ہوتا ہے۔

اس قدر کم پیداوار کی کیا وجہ ہے؟ اسکے کئی سبب ہیں:۔

اوّل۔ کھیت کی طیاری ٹھیک طریقہ سے نہ کرنا۔

دوسرے۔ اچھے اور تندرست بیج کا نہ بونا۔

تیسرے۔ خراب اور کم کھاد وقت پر نکالی اور گوڑائی نہ کرنا۔

چوتھے۔ صحیح طریقے سے گنّے کی بوائی نہ کرنا۔

اگر ہمارے کسان چاہتے ہیں کہ انکے گنّے کی پیداوار بڑھے تو اُن کو چاہئے کہ ابھی بتائی ہوئی چار باتوں پر خاص دھیان دیں۔ انھیں باتوں پر دھیان دلانے کے خیال سے آج میں اس تھوڑے سے وقت میں صرف گنّے کی بوائی کے بارے میں کچھ بتلانا چاہتا ہوں۔

گنّے کے لئے دومٹ زمین اچھی سمجھی جاتی ہے۔ لیکن اگر خاص دومٹ زمین نہ مل سکے تو بلوئی دومٹ اور مٹیار دومٹ زمین میں گنّے کی کھیتی کرنا چاہئے۔ جہاں تک ہو سکے اس بات کا خیال رہے کہ گنّا بونے سے پہلے اُس کھیت میں کوئی دال دار فصل بوئی جائے۔ جس وقت چیت بیساکھ کے مہینوں میں دال دار فصلوں سے کھیت خالی ہو جائیں اُس وقت کھیت کا بلیوہ کر کے مٹی پلٹنے والے ہل سے خوب گہری جوتائی کر کے مٹی کو کھلا چھوڑ دینا چاہئے۔ تاکہ گرمیوں میں سخت دھوپ اور لو کھا کر مٹی خوب طیار ہو جائے اور نقصان پہنچانے والے کیڑے مکوڑے اور اُن کے انڈے بچے مر جائیں اور پھر پتوار کی جڑیں بھی خشک ہو جائیں۔ تاکہ آئندہ بوئی جانیوالی فصل کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔ بارش سے پہلے جتنی دفعہ موقعہ ملے کھیت کو جوتتے رہنا چاہئے۔ بارش شروع ہونے پر بھی غریفن کی فصلیں بوتے ہی مناسب وقت پر جب جب موقعہ ملے کھیت کو جوت جوت کر کھلتے رہنا چاہئے۔

گنّے کی جوتائی کے بعد بارش شروع ہو جاتی ہے۔ برسات میں گنّے کے کھیت میں سنئی کی فصل کو جوت دینا چاہئے۔ اُسکے تین ہفتے بعد دیسی ہل سے اُس زمین کو جوتنا چاہئے۔ جتنی زیادہ کھیت کی جوتائی ہوگی اتنی ہی زیادہ پیداوار ہوگی اگر کوئی کسان ایسا نہیں کر سکتا تو اُسے چاہئے کہ ربیع کی فصل کاٹنے کے بعد کھیت کو مٹی پلٹنے والے ہلوں سے جوت کر اور سینچائی کر کے گنّے کے لئے کھیت طیار کرے لیکن اس طرح بونے سے گنّے کی فصل اُتنی اچھی نہیں ہوتی جب ربیع کی فصل بو کر کسان بیٹھ جاویں تب گنّے کے کھیت کو پھر سے جوتنا شروع کر دیں۔ اور اُس کو کم سے کم آٹھ یا دس مرتبہ جوتیں۔

گنّے کو تین طرح سے بوتے ہیں۔ اوّل نالیوں میں بونا۔ دوسرے سیدھی لائن میں بونا اور پھر برسات میں مٹی چڑھانا۔ تیسرے ہل کے پیچھے کونڈ میں بونا اور پھر برسات میں مٹی نہ چڑھانا۔

نالی بنانا:۔ ربیع کی فصل بونے کے بعد گنّے کے کھیت کی جوتائی شروع کرنا چاہئے۔ اور اس کو برابر کر کے اور پاٹا لگا کر ٹھیک کرنا چاہئے۔ پھر اُس کھیت میں جس میں نالیاں بنانی ہیں۔ سرے کے مینڈ پر دو آدمی کو رسی پکڑ کر بیٹھنا چاہئے اور تیسرا آدمی اُس رسی پر چلتا ہے۔ جس سے کھیت میں لائن کا نشان بن جاتا ہے جب ایک لائن نشان بن جائے۔ تب پھر دوسری لائن ۱ ۳/۴ فٹ کی دوری پر بنائی جائے۔ اسی طرح سارے کھیت میں لائنوں کے نشان بنائے جاتے ہیں۔ لائن بن جانے کے بعد ۱ ۳/۴ فٹ کی مٹی دونوں طرف کی جگہ میں ۹ انچ کی گہرائی تک کسی سے اُٹھا کر رکھنا چاہئے تاکہ بونے کے لئے ۱ ۳/۴ فٹ چوڑی نالی طیار ہو جائے اور اتنی ہی چوڑی کر جب سب نالیاں طیار ہو جائیں تو اُن نالیوں کو "اکولہ ہو" یا دوسرے "ہو" سے گوڑنا چاہئے۔ اور اس قدر گوڑائی کی جائے

کھودتی ہوئی مٹی ۹ انچ تک اچھی طرح بھربھری اور باریک ہو جائے جس سے جڑوں کو پھیلنے کے لئے کافی جگہ مل جائے۔ اس کام کو آخری ہفتہ نومبر یا شروع ہفتہ دسمبر میں ختم کر دینا چاہیئے۔ اس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ کم از کم بوائی سے ۸ ہفتہ پہلے کھاد ڈال کر خوب اچھی طرح سے نالیوں میں گڑائی کر دی جائے تاکہ وہ مٹی میں مل جائے چونکہ بلوی زمینوں میں نمی کم ٹھہرتی ہے۔ اسلئے نالی بنانے سے اُس میں نمی قائم رہیگی۔ دوسرے بلوی زمینوں میں گنوں کے گر جانے کا بھی اندیشہ رہتا ہے اسلئے مٹی چڑھا دینے سے گنے گرنے سے بچ جاتے ہیں جب نالیوں کی کھاد مٹی میں اچھی طرح مل جائے تو فروری کے شروع تک ان کو یوں ہی پڑا رہنے دینا چاہیئے۔ اگر جنوری اور فروری کے مہینے میں بارش نہ ہوئی ہو اور نالیوں میں نمی نہ ہو تو فروری کے شروع ہفتہ میں پلیوہ کر کے ۱۵ فروری سے ۱۵ مارچ تک بوائی کر دینی چاہیئے۔

دوسرا طریقہ کھیت بغیر نالی بنائے لائن میں بونے کا ہے اور بعد میں کھیت میں پودوں پر مٹی چڑھانے کا ہے۔ یہ آسان اور سستا طریقہ ہے۔ اکتوبر کے مہینہ تک دونوں طریقے سے کھیت کی تیاری ایک سی ہوگی لیکن ٹھیار زمینوں میں اور ایسی جگہوں میں جہاں نمی زیادہ ہے وہاں نالی بنانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاڑے میں کھیت میں کھاد ڈال کر اچھی طرح جتائی کرنا چاہیئے اور بوائی سے دو ہفتہ پہلے کھیت کو جوت کر اور پاٹا لگا کر تیار کر لینا چاہیئے اور پھر اس کھیت میں ۳ فٹ یا ۳½ فٹ کی دوری پر رسی سے نشان بنا کر لائن میں فصل بونا چاہیئے۔ جن کھیتوں میں کھاد۔ جتائی اور پانی کی پوری مقدار پہنچائی جا سکے اُن میں قطاروں کا فاصلہ ۳½ فٹ رکھنے سے پیداوار اچھی ہوگی۔ چونکہ زیادہ تر کسانوں کے کھیت کمزور ہوتے ہیں اور مناسب کھاد و پانی دینے سے مجبور ہوتے ہیں۔ اسلئے ایسے کھیتوں میں گنے کی لائنوں کا فاصلہ ۳ فٹ سے زیادہ رکھنے میں فصل خراب ہو جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔

تیسرا طریقہ ہل کے پیچھے کونڈ میں بونے کا ہے جیسا کہ کسان اکثر اپنے کھیتوں میں گنا بوتے ہیں۔ یہ طریقہ اچھا نہیں ہے۔ کیونکہ پہلے تو پودوں کے چھینکواں ہونے سے فصل کی گوڑائی میں بہت پریشانی ہوتی ہے۔ دوسرے فصل کے بڑھنے پر پودوں کے درمیان کی مٹی ان کی جڑوں پر نہیں چڑھائی جا سکتی اور فصل اکثر بڑھ کر گر جاتی ہے اس طرح سے بوئی ہوئی گنے کی فصل میں کسی قسم کا گوڑائی کا آلہ نہیں چلایا جا سکتا سوائے اس کے کہ ہاتھ سے بچا بچا کر گوڑائی کیا جائے۔

بیج کو چھانٹنے کے بعد گنے کو بونا چاہیئے۔ گنے میں سے ڈیڑھ ڈیڑھ بالشت کے ایسے ٹکڑے کاٹے جائیں کہ انکے اندر کم سے کم تین آنکھوے ہوں۔ تاکہ اگر ایک آنکھ کا کلّہ نہ اُگ سکے تو دوسرے کا ضرور اُگ آوے ایک ایکڑ کے لئے قریب چھ ہزار سے آٹھ ہزار تک ٹکڑے کافی ہوتے ہیں۔ جب نالی بہی ہو تو موٹے گنے یا پونڈے کا بیج ساٹھ من اور معمولی گنے کا چالیس من فی ایکڑ کافی ہوتا ہے۔

اس کے بونے کے بھی دو طریقے ہیں۔ (۱) انکھوا سے انکھوا ملاکر (۲) ٹکڑا سے ٹکڑا ملاکر۔ انکھوا سے انکھوا ملاکر بونے سے مزدوری بلکہ بیج زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ عام طور سے یہ طریقہ کام میں کم لایا جاتا ہے۔ اس طرح سے بویا ہوا گنا گھنا اُگتا ہے اور جہاں نمی کافی ہے اور دیمک لگنے کا ڈر کم ہے وہاں زیادہ بیج ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایک آدمی نالی میں ہل چلاتا ہے۔ پھر اُسی کونڈ میں دوسرا ہل چلاتے ہیں۔ تاکہ کونڈ کافی چوڑی ہو جائے اور گنے کے ٹکڑے ٹھیک جگہ پر پڑ جائیں۔ اس کے بعد ایک آدمی ہاتھ سے یا پیر سے کونڈ کو برابر کرتا ہے۔ ہموار زمین میں بونے پر اور سب کام تو اُسی طرح ہوتے ہیں صرف بونے کے بعد پاٹا اور دیا جا سکتا ہے۔ گنے کی بوائی میں یہ خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ گنے کے ٹکڑے مٹی سے باہر نہ نکلے رہیں کیونکہ باہر نکلا ہوا گنے کا ٹکڑا خشک ہو جاتا ہے۔

گنے کی بوائی کا سب سے اچھا وقت دس فروری سے دس مارچ تک ہے۔ گنے کی پیرائی اور بوائی کے لئے کھیتوں کی تیاری ساتھ ساتھ کرنا چاہیئے۔ کھڑی فصل کو بیچنے کے لئے اگلی فصل کو نقصان پہنچانا ٹھیک نہیں ہوتا۔ جو گنا فروری اور ۱۵ مارچ کے پہلے بویا جاتا ہے وہ بعد کی بوئی فصل سے بہت زیادہ اچھا ہوگا اور عمدہ مال ہوگا۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ فصل کو بونے کا ایک خاص وقت ہے اور اس کی پیداوار ٹھیک وقت کی بوائی پر بہت کچھ منحصر رہتی ہے۔ دیر میں بونے سے ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ نہر کے پانی سے پلیوہ کرتے ہیں ان کو چاہیئے کہ ۱۵ مارچ کے بعد کچھ عرصہ کے لئے نہر میں پانی کی کمی ہو جاتی ہے اور اگر اس درمیان میں مانگ بڑھ گئی تو زیادہ لوگوں کو پانی نہیں مل سکتا اور بوائی کا اصل وقت نکل جانے سے بہت دقتیں اُٹھانی پڑتی ہیں اور تب بھی بعد کو اچھی فصل کی اُمید نہیں ہو سکتی۔ اگیتی بوئی ہوئی فصل سوائی پیداوار دیتی ہے۔

جلد بوائی کرنے سے گنے کی فصل کی جڑیں مئی جون تک بڑھ کر کافی زمین میں پھیل جاتی ہیں جس سے اس فصل میں جیٹھ کی گرم ہوا اور لو کا بہت کم اثر ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ دیر کی بوئی ہوئی گنے کی جڑیں اوپری سطح پر رہیں گی۔ اور فصل کو ٹھیک اُس وقت پانی کی زیادہ ضرورت ہوگی جبکہ پانی کم مل سکتا ہے اور مناسب وقت پر پانی نہ ملنے اور کھدائی و گوڑائی نہ ہونے سے پیداوار بہت کم ہو جائیگی۔

ورزش کی تعلیم

از جناب پرکاش این ماتھر پی۔ ای۔ ایس

ورزش کی تعلیم

جسم کو صحیح حالت میں رکھنے کی عادت ڈالنا سب سے ضروری ہے، خواہ ہم کھڑے ہوں، خواہ بیٹھیں، خواہ چلیں۔ سینہ خوب پھیلا ہوا لیکن ڈھیلا رہے۔ کندھے پیچھے کو رہیں۔ سر اور ریڑھ ایک سیدھ میں رہیں اور پیٹ اندر کو اچھی طرح کھنچا رہے۔ پچکی چھاتی، باہر نکلا ہوا پیٹ، گول کندھے اور آگے کی طرف جھکے ہوئے سر سے صحت خراب ہوتی ہے۔ قبض ہو جاتا ہے۔ پھیپھڑوں میں شکایت ہوتی ہے اور خون کا دورہ ٹھیک نہیں ہوتا۔

ورزش یا کسرت کا خاص مقصد جسم کو تندرست رکھنا ہے اور ذہن کو تازگی اور فرحت بخشنا ہے۔ ورزش سے یہ فائدے ہوتے ہیں۔

۱۔ خوبصورتی اور طاقت آتی ہے اور جسم میں چستی آتی ہے
۲۔ جسم کے سب اعضا مضبوط ہوتے ہیں۔
۳۔ جسم کا میل دور ہوتا ہے۔
۴۔ قوت ہاضمہ درست ہوتی ہے اور بدہضمی دور ہوتی ہے
۵۔ نیند خوب آتی ہے، دماغ میں تازگی آتی ہے۔
۶۔ نوجوان عورتوں کو تندرست مال بننے میں یہ باتیں مدد دیتی ہیں۔

باقاعدہ ورزش کرنے سے تندرستی بڑھتی ہے اور مندرجہ ذیل اعضا کی قوت عمل بڑھتی ہے۔

(الف) آنتیں۔
(ب) پھیپھڑے
(ج) خون کا دورہ
(د) جسم کے کیمیاوی افعال

آنتیں

تمام جسمانی ورزشوں سے پیٹ کو تھام رکھنے والی رگیں مضبوط ہوتی ہیں اور اس طرح وہ پیٹ کے اندر کے اعضا کو ان کے فعل میں مدد پہونچاتی ہیں اور آنتوں کو صاف رکھنے میں مدد دیتی ہیں۔ ورزش کے وقت ان رگوں کو مضبوطی سے اندر کی طرف کھینچے رہنا چاہیئے اور ڈھیلا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

سینہ

ورزش میں ہم گہری سانسیں لیتے ہیں اور ریڑھ سے ملی پسلیوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے جس سے کہ چھاتی پھولتی ہے اور ریڑھ سیدھی رہتی ہے۔ جو لوگ دن میں گھنٹوں بیٹھے رہتے ہیں ان کا جسم بے ڈول ہو جاتا ہے۔ ان کے پھیپھڑے کافی پھول نہیں پاتے ان کی چھاتی پچک ہو جاتی ہے، کندھے گول ہو جاتے ہیں اور پیٹ باہر نکل آتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دیکھنے میں بھدے اور کمزور و کاہل ہو جاتے ہیں۔ ورزش کرنے سے سانس جلدی جلدی چلنے لگتی ہے۔ اس سے جسم کا خون پھیپھڑوں میں جلدی جلدی آکر خالص ہو جاتا ہے اور اس میں آکسیجن کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ خالص آکسیجن لئے ہوئے خون سے جسم میں تازگی اور قوت آجاتی ہے۔

دل

ورزش سے دل کی حرکت بڑھ جاتی ہے اور رگوں و کھال میں خون اچھی طرح داخل ہونے لگتا ہے۔

زیادہ خون کو پھیپھڑوں سے ہو کر گزرنا پڑتا ہے۔ اس سے خون آکسیجن زیادہ پاتا ہے اور بیکار مادوں کو خارج کرتا ہے۔ اس بڑھے ہوئے کام سے دل مضبوط ہوتا ہے لیکن یہ اسی وقت تک مفید ہے جبتک کہ وہ تھک نہ جائے۔

لیکن اگر ورزش کے بعد سانس لینے میں تکلیف ہو یا تکان محسوس ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ ورزش بہت تیزی سے یا ضرورت سے زیادہ کی گئی ہے، اور دل کو ضرورت سے زیادہ کام کرنا پڑا ہے۔

جب پیٹ بھرا ہوتا ہے تو دل کے فعل پر بار پڑتا ہے اس لئے کھانا کھانے کے بعد فوراً ہی کوئی سخت ورزش نہ کرنی چاہیئے۔ جب کھال میں خون کا دورہ تیزی سے ہونے لگتا ہے تو پسینے کے غدود کا کام بڑھ جاتا ہے۔ اس طرح ورزش سے گرم ہو جانے والے جسم کو پسینہ بھاپ بن کر ٹھنڈک عطا کرتا ہے۔ اس لئے سخت ورزش کرتے وقت جسم کو حتی الامکان کھلا رہنا چاہیئے۔ اس لئے کپڑے ہلکے اور ڈھیلے ہوں اور ان کے اندر سے جسم کو ہوا لگ سکے۔ ورزش کے بعد جسم کو آہستہ آہستہ ٹھنڈا کرنا چاہیئے۔ جب جسم گرم ہو تو تیز ہوا میں نہ بیٹھنا چاہیئے کیونکہ اس سے جسم جلدی سے ٹھنڈا ہونے لگتا ہے اور اس طرح جسم کو سردی لگنے کا اندیشہ رہتا ہے۔ جب جسم گرم رہتا ہے تو ٹھنڈا پانی پینے سے بھی یہی حال ہوتا ہے۔

مفید نتیجہ

ورزش کے وقت دوران خون تیزی سے ہوتا ہے۔ خون آکسیجن تیزی سے پہنچنے لگتا ہے۔ خون کا زہر زائل ہونے لگتا ہے اور اس طرح ورزش سے بھوک بڑھتی ہے اور قوت ہاضمہ بڑھتی ہے۔

دیہاتی رضاکاروں (گرام سیوکوں) کے لئے بیس سے تیس منٹ تک کی ورزش

حصہ - ۱

(۱) ۱- پاؤں پھیلا کر دو۔ سر کے اوپر ہاتھوں کو لے جا کر تالی بجاؤ۔
۲- پھر دونوں پاؤں ملا کر دونوں رانوں پر تالی مارو۔
دونوں کو پانچ تیزی کئی بار کرو پھر ہلا کے ۶ سے ۸ بار۔

(۲) ۱- (ایڑی اٹھا کر بیٹھو۔ باہیں فرش پر ٹیکیں)۔
۱- دایاں ہاتھ بائیں طرف پھیلاؤ۔ سر بھی بائیں طرف موڑ کر گھومو۔
۲- سر کے سامنے باہیں جھکی رہیں۔
۳- اسی طرح بائیں طرف۔
۴- اسی طرح سامنے۔

۳- (پاؤں پھیلا کر کھڑے رکھو) پوزیشن۔
۱- باہیں جھکاؤ۔
۲- باہیں اٹھاؤ اور پیچھے پھیلاؤ۔
۳- انگوٹھوں کو چھوؤ۔ دھڑ آگے کو جھکاؤ۔
۴- پھر پوزیشن پر آ جاؤ۔

(نوٹ - یہ ورزش تیزی سے کرو۔ جب دھڑ آگے کو جھکاؤ تو گھٹنے نہ جھکنے پائیں۔)

(۱) ۱- باہیں آگے جھلاؤ۔
۲- باہیں اوپر کو جھلاؤ۔
۳- باہیں بغلوں میں جھلاؤ۔
۴- باہیں نیچے کو جھلاؤ اور جانگھوں پر مارو۔
(کئی بار)

۲- بچھو چال - سہارے سے یا بغیر سہارے کے ہاتھوں پر کھڑے رہو۔
۱- ہاتھ پر کھڑے رہو۔
۲- پہلے کی حالت میں آؤ۔ (تین چار بار کرو۔)

(۴) ۱-۱- ایڑی اور باہیں سامنے اٹھاؤ۔
۲- گھٹنے جھکاؤ۔ باہیں ادھر ادھر جھلاؤ۔
۳- گھٹنے تانو۔ باہیں سامنے جھلاؤ۔
۴- ایڑی اور باہیں نیچے کرو۔
(کئی بار)

۲- (ہاتھوں پر نیچے) پوزیشن۔
۱- بایاں پاؤں بائیں طرف پھیلاؤ۔
۲- بایاں پاؤں پوزیشن میں لے آؤ۔
۳- داہنا پاؤں داہنی طرف پھیلاؤ۔
۴- داہنا پاؤں پوزیشن میں لے آؤ۔
کھڑے ہو جاؤ (کئی بار کرو)

(۵) ۱- (پاؤں پھیلاؤ - باہیں ادھر ادھر پھیلاؤ) پوزیشن۔
۱- دھڑ سامنے جھکاؤ۔ بائیں ہاتھ سے داہنے پاؤں کا انگوٹھا چھوؤ۔
۲- پوزیشن اسی طرح داہنے ہاتھ سے کرو۔
(کئی بار)

(۶) ۱- چلو یا دوڑو - تین تین یا چار چار۔
(دس پندرہ منٹ)
۲- ایک کھیل - یا "گروپس" ایک "ڈو بال" ایک گھیرے میں یا کبڈی۔ (سات منٹ کے لئے)

(۷) اٹنشن کی مشق کرو۔ گھٹنے ساتھ ساتھ۔ ایڑیاں ساتھ ساتھ باہیں اور سر پوزیشن میں (کئی بار)

(۸) ڈسمس - بائیں طرف گھومو اور سلام کرو۔ سر آہستہ کچھ جھکا رہے - بڑھو۔

مویشیوں کے لئے مہوہ اور نیم کی کھلی

ڈاکٹر سلطان سنگھ۔ ایل۔ اے۔ جی۔ بی۔ ایس۔ سی۔ اے۔ جی (ریڈنگ) ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت۔
کیٹل بریڈنگ۔ بندیل کھنڈ سرکل جھانسی

اس ملک کے کل مویشیوں کے لئے جتنی پروٹین کی ضرورت ہے اس سے کہیں کم مقدار میں پائی جاتی ہے۔ اس صوبہ کے مویشیوں کے کھانے کے مطابق ریسرچ اسکیم نے حساب لگا کر پتہ چلایا ہے کہ ہندوستان کے کل مویشیوں کے لئے جتنی پروٹین کی ضرورت ہوتی ہے اس کا صرف ساتواں ہی حصہ مل سکتا ہے۔ ڈاکٹر رائٹ نے بھی اپنے جانوروں اور دودھ کے کاروبار کی ترقی والی رپورٹ میں اس بات پر زور دیا ہے کہ جن چاروں میں پروٹین زیادہ مقدار میں ہو اُن کی تعداد بڑھانی چاہئے۔

عام رواج :— عام طور پر السی، سرسوں، مونگ پھلی وغیرہ کی کھلیاں جانوروں کی خوراک میں پروٹین کے لئے کھلائی جاتی ہیں لیکن ایک غریب کسان جو کہ ان کھلیوں کے خریدنے سے مجبور ہے۔ وہ اپنے گھر میں پیدا کی ہوئی چونی بھوسی کو ہی استعمال کرتا ہے۔ لیکن یہ چیزیں بھی اس کے پاس کافی مقدار میں نہیں ہوتیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے کچھ مویشی جن پر وہ زیادہ توجہ رکھتا ہے اُن کو چھوڑ کر باقی سب کو اتنا نہیں مل پاتا ہے۔

مہوہ اور نیم کی کھلی :— اس ملک کے بہت سے حصوں میں مہوہ کے بیج سے جلانے اور گھر کے دیگر معمولی کاموں کے لئے تیل نکالا جاتا ہے۔ مہوہ کی کھلی میں دوسری کھلیوں کے مقابلہ میں پروٹین کم ہوتی ہے اور اس کی کھاد بھی اچھی نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کا تیل صرف جلانے کے کام کے لئے نکالا جاتا ہے۔ اس طرح کافی پروٹین جس کو کہ دیگر کام میں لایا جا سکتا ہے۔ بیکار جاتی ہے۔ عام طور پر اس کو مویشیوں کو نہیں کھلاتے۔ جس کی وجہ سے اس کا ذائقہ یا کچھ ایسے اجزاء جو نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ اگر کسی طرح مویشیوں کو یہ کھلی کھلائی جا سکے تو جہاں کافی مقدار میں یہ کھلی پیدا ہوتی ہے وہاں کے کسان اس سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ نیم کی کھلی میں پروٹین زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن اسے مویشی نہیں کھاتے۔ کسان اسے کھاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ چونکہ مویشی نیم کی پتی کو آسانی سے کھا لیتے ہیں اسلئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھلی تلخ اور تیز بو کے باعث مویشی اس کو نہیں کھاتے۔ اگر چہ اسے ان مویشیوں کو کسی طرح بغیر نقصان پہونچے کھلایا جا سکتا تو پروٹین کی کمی کچھ حد تک پوری کی جا سکتی ہے۔

بھراری کے سرکاری فارم پر اس بات کی جانچ کی گئی کہ مویشیوں کو مہوہ اور نیم کی کھلی کھلائی جا سکتی ہے یا نہیں۔ یہ جانچ ہریانہ اور مرا نسل کے بچھڑوں پر کی گئی۔ مہوہ اور نیم کی کھلی کو اکیلے کھلانے سے مویشی اسے نہیں کھاتے لیکن کھلی کے ساتھ چونی اور چوکر ملا دینے سے کھا لیتے ہیں۔ آہستہ آہستہ جب مویشی اسے کھانے لگیں تو کھلی کی مقدار آہستہ آہستہ بڑھائی جا سکتی ہے۔ ہریانہ نسل کے بچھڑوں کو ۵۰ فی صدی مہوہ کی کھلی یا پچیس فی صدی نیم کی کھلی کھلائی جا سکتی ہے مرا نسل کے بچھڑے دانے میں پچیس فی صدی مہوہ اور ۴۰ فی صدی نیم کی کھلی کھا لیتے ہیں یہ کھلیاں ہریانہ نسل کے بچھڑوں کو ۱۲ دن اور مرا نسل کے بڑوں کو [illegible] دن تک کھلائی گئیں۔ ان کو کھلانے سے کوئی نقصان نہیں ہوا۔ نیم کی کھلی کھلانے پر گوبر اور پیشاب میں نیم کی بو آتی ہے۔ جس سے یہ اندازہ لگتا ہے کہ دودھ والے جانوروں کو نیم کی کھلی کھلانے سے اُن کے دودھ کا ذائقہ بھی بدل سکتا ہے۔

اس تجربہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کسان کے پاس جو تھوڑی مقدار میں نیم اور مہوہ کی کھلی ہو اُسے وہ اپنے مویشیوں کو کھلا کر پروٹین کی کمی کچھ حد تک پوری کر سکتا ہے۔

یہ تجربہ جناب سی۔ مایا داس صاحب۔ ایم۔ اے۔ بی۔ ایس۔ سی (ایڈنبرا) آئی۔ اے۔ ایس۔ ڈائرکٹر اگریکلچر ممالک متحدہ کی تجویز کے مطابق جناب این۔ سی۔ داس صاحب گپتا ریسرچ افسر بھراری فارم۔ جھانسی کی نگرانی میں کیا گیا تھا۔

پیاز کے اوصاف

پیاز ایک بہت مفید چیز ہے سنسکرت زبان میں اسکو پلاؤنڈ بیج بوجہ بدگند تند۔ اور یونیٹ کہتے ہیں اس کی پیداوار فی بیگھہ ۲۰۰ سے ۵۰۰ من تک ہوتی ہے اسلئے اس کی کاشت سے کاشتکار کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ اس کی بو اچھی نہیں ہوتی ہے اس لئے اعلیٰ اقوام ہندو اور وشنو لوگ اسکو اکثر نہیں کھاتے لیکن دیگر اقوام اس کو بہت رغبت کے ساتھ کھاتے ہیں۔

سنکلیر (Sinclair) نام کے ایک انگریز شاعر نے اس کے بارے میں لکھا ہے۔

Onions are pleasant as April day,
Good for the sad and good for the gay,
Excellent food and drug are they, And
I have used them either way,

خلاصہ یہ پیاز اپریل (موسم بہار) کے دن کی مانند آرام دینے والی ہے۔ پیاز رنجیدہ (مریض) اور خوش خرم (تندرست) دونوں کے لئے مفید ہے۔

یہ بہت عمدہ اور مفید کھانے والی چیز اور دوا ہے۔ میں نے دونوں طرح سے اسکا استعمال کیا ہے در اصل پیاز میں بہت سے اوصاف ہیں آیورویدا میں لکھا ہے کہ یہ کھانے میں لذیذ کچھ گرم سردی سے محفوظ رکھنے والی بیلی۔ ہاضمہ بھاری دیریا (بیج) بڑھانے والی۔ طاقتور اور رچی پیدا کرنے والی ہے۔ علاوہ اس کے بطور دوا کے مختلف امراض میں اس کے استعمال کی ترکیب بتلائی گئی ہے۔ اس لئے ناظرین کو فوائد حاصل ہونے کے لئے پیاز کے کچھ عجیب استعمال یہاں بتلا دئے جاتے ہیں۔

۱۔ پیاز کے کچھ باریک باریک ٹکڑے کرکے دھوپ میں سکھا لو۔ ان خشک ٹکڑوں میں سے ایک تولہ پیاز لے کر گھی میں بھون لو بعد میں اس میں ایک ماشہ کالا تل اور ۲ تولہ مصری کا سفوف ملا کر روز سویرے کھاؤ۔ اس سے بواسیر کا مریض تندرست ہو جاتا ہے۔

۲۔ عرق پیاز میں گھی اور شکر ملا کر (بموجب طاقت) کھانے سے بواسیر کا مرض دور ہو جاتا ہے

۳۔ رات کو قبل کھانے کے عرق پیاز میں چنے کے برابر بھنی ہوئی ہینگ ایک ماشہ، سونف اور دھنیا کا سفوف ملا کر کھانے سے ہیضہ کا خطرہ نہیں رہتا۔

۴۔ سفید پیاز ساتھ رکھنے سے ہیضہ کا خطرہ نہیں رہتا۔ گرمی کے دنوں میں پیاز ساتھ رکھنے سے لو لگنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

۵۔ ہیضہ کے مریض کو عرق پیاز ۶ ماشہ گھنٹہ گھنٹہ پر اس وقت تک پلاؤ جب تک مریض اچھا نہ ہو۔

۶۔ عرق پیاز میں آدمی کا پیشاب ملا کر پلانے سے ہیضہ کا مریض ضرور بچ جاتا ہے۔

۷۔ عرق پیاز پلانے سے بچوں کے پیٹ کے کیڑے اور بدہضمی دور ہو جاتی ہے۔

۸۔ عرق پیاز لگانے سے زہریلے کیڑوں اور بچھوؤں وغیرہ کے ڈسنے کی کھجلی اور جلن اچھی ہو جاتی ہے۔

۹۔ عرق پیاز آنکھ میں لگانے سے رتوندی دور ہو جاتی ہے۔

۱۰۔ پیاز کے دو ٹکڑے کرکے اس پر چونا لگا کر بچھو کے ڈنک مارے ہوئے مقام پر رگڑنے سے فوراً آرام ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ پاگل کتے کے کاٹنے سے جو زخم ہو جاتا ہے اس پر عرق پیاز شہد کے ساتھ لگانے اور عرق پیاز پلانے سے رفتہ رفتہ اچھا ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ عرق پیاز۔ شہد۔ پیپڑ یا نمک [illegible] لگانے سے کتے کا کاٹا ہوا اچھا ہو جاتا ہے۔

۱۳۔ نمک۔ پیاز۔ تلی۔ باکلا۔ کڑوا بادام [illegible] کتے کے کاٹے ہوئے مقام پر لگانے سے آرام ہو جاتا ہے۔

۱۴۔ بھیڑیے یا بندر کے کاٹے ہوئے مقام پر پیاز [illegible] کرو۔

۱۵۔ پیاز اور نمک پیسکر بندر کے کاٹے ہوئے [illegible]

۱۶۔ کچا پیاز کھانے سے عورتوں کا رکا ہوا ماہواری [illegible] ٹھیک وقت پر اجرا ہو جاتا ہے۔

۱۷۔ پیاز کا کاڑھا پینے سے کف دور ہوتا ہے۔

۱۸۔ جلندھر سردی۔ اور پرانی کھانسی میں پیاز کھانے سے خاص فائدہ ہوتا ہے۔

۱۹۔ پیاز کے تیز بدبو سے سانپ وغیرہ زہریلے جانور [illegible] نزدیک نہیں آتے۔

۲۰۔ پرانے بخار میں پیاز پکا کر کھانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

۲۱۔ عرق پیاز سونگھنے سے ناک سے خون گرنا بند ہوتا ہے۔

۲۲۔ کچی پیاز روزانہ کھانے سے کسی ملک کے پانی کا [illegible] ہوتا۔ اور نیند نہ آنے کا عارضہ بھی اچھا ہو جاتا ہے۔

۲۳۔ بھنا ہوا آم اور پیاز پیسکر ملنے سے آدمی [illegible] ہے۔

۲۴۔ پیاز کو آگ میں بھون کر دو ٹکڑے کرکے [illegible]

سے پھوڑا پھوٹ جائے گا۔ اگر تھوڑی سی افیون ڈالدی جائے تو پھر کیا کہنا ہے

۲۵۔ ٹوٹی ہوئی ہڈی پر۔ السی۔ ہلدی پیاز۔ بکری کے دودھ میں پیسکر باندھ دیا جائے تو آرام ہو جائے۔

۲۶۔ عرق پیاز پکاکر اور اس میں شہد ملاکر روزانہ ایک تولہ پینے سے دیر بہ میں بجولی اضافہ ہوتا ہے۔

۲۷۔ عرق پیاز اور شہد دونوں مساوی ملاکر کانچ کے برتن میں ڈالکر دھوپ میں خشک کریں۔ جب عرق خشک ہوکر تھوڑی سی شہد رہ جاوے تو اس میں سے ایک تولہ روز کھانے سے جسم میں طاقت پیدا ہوتی ہے۔

۲۸۔ سفید پیاز ۸ ماشہ عرق ادرک ۶ ماشہ۔ شہد ۴ ماشہ۔ اور گھی ۳ ماشہ۔ ان چاروں کو ملاکر متواتر ۲۱ یوم استعمال کرنے سے نامرد بھی مرد ہو جاتا ہے۔

۲۹۔ عرق پیاز ۶ ماشہ۔ گھی ۴ ماشہ۔ شہد ۳ ماشہ ملاکر دونوں وقت پینے سے اور رات کو گرم دودھ اور چینی ملاکر پینے سے دیریہ (منی) خوب بڑھتا ہے۔

۳۰۔ پیاز کاٹ کر سونگھنے سے اور چندن کپور پیسکر سر پر لگانے سے گرمی کا بخار فوراً آرام ہو جاتا ہے۔

۳۱۔ عرق پیاز میں ذراسا افیون ملاکر دینے سے بچوں کی بیماری میں نیند آتا ہے۔

۳۲۔ تخم پیاز اور منگریل بحصہ مساوی لیکر چلم میں رکھکر بطور تمباکو پینے سے مسوڑوں کا ورم دانتوں کا درد اچھا ہو جاتا ہے۔

۳۳۔ پیاز کو بھونکر اس میں ہلدی گھی ملاکر پلٹس بناؤ اور پھوڑے پر باندھو تو فوراً پھوٹ جائے گی۔

۳۴۔ اگر زخم میں درد ہو تو پیاز کا ٹکڑا گھی میں بھون کر زخم پر باندھو۔

۳۵۔ اگر پیچش میں خون کے دست ہوتے ہوں تو پیاز باریک کاٹ کر پانچ چھ مرتبہ صاف کرلو۔ پھر اسے گائے کے تازے دہی کے ساتھ کھاؤ فوراً آرام ہوگا۔

۳۶۔ عرق پیاز سر میں مالش کرنے سے جوئیں مرجاتی ہیں اور بالوں کا گرنا بند ہو جاتا ہے۔

۳۷۔ عرق پیاز میں بھنی ہینگ اور کالا نمک ملاکر پلانے سے پیٹ کا درد اور درد دور ہوتا ہے۔

۳۸۔ اگر املیت کی وجہ سے گلے میں جلن ہو تو پیاز کے باریک ٹکڑے دہی میں ملاکر اوپر سے شکر ڈالکر کھلاؤ۔

۳۹۔ سفید پیاز کوٹ کر ناک کے سامنے رکھنے سے ہسٹریا یعنی دست کے بعد جو بیہوشی کا عارضہ ہوتا ہے اچھا ہو جاتا ہے۔

۴۰۔ سفید پیاز کا عرق آنکھ میں بطور سرمہ لگانے سے نشہ کا عارضہ اچھا

۴۱۔ سفید پیاز کا عرق ناک میں ڈالنے سے نشہ کا مرض نیست و نابود

۴۲۔ سفید پیاز کا عرق ناک میں ڈالنے سے مرگی کا عارضہ رفع ہو جاتا

۴۳۔ عرق کریلا اور عرق پیاز ملاکر پینے سے خطرناک بدہضمی اور مرض ہیضہ ہوتا ہے۔

۴۴۔ پیاز ایک گانٹھ لہسن ایک گانٹھ تھوڑا سا صابن۔ بھلاواں ایک اور دس ماشہ۔ نارسی رالی۔ انکو کوٹ پیسکر ٹکیہ بنالو۔ اسکو ہر گھنٹہ بعد ناسور پر اس طرح کرنے سے ۲۰ دن میں ۔۔۔ نکل جاتا ہے۔

۴۵۔ پیاز اور لہسن پیسکر لگانے سے کنکھجورے کا زہر دور ہو جاتا ہے۔

۴۶۔ تھوڑی سی پیاز۔ حوہ کا تخم اور ۲ دانہ کالی مرچ پانی کے ساتھ پیس اگر داہنی طرف درد ہو تو ناک کے بائیں حصے (سوراخ میں) اور اگر بائیں طرف ہو تو ناک کے داہنے حصے (سوراخ) میں اس دوا کے چند قطرے ٹپکا دو (اس سے) سر درد فوراً اچھا ہو جائیگا۔

۴۷۔ عرق پیاز آنکھوں میں ڈالنے سے آنکھوں کا آنا بند ہو جاتا ہے

۴۸۔ پیاز کا عرق پانی متواتر ۔۔۔ دن تک آنکھوں میں لگانے سے ناخونہ کا مرض دور

۴۹۔ آدھ سیر پیاز کو کوٹ کر اسکا عرق نکال لو اور اس میں کپڑا تر کرکے سکھا لو۔ پھر اس کپڑے کی بتی بناکر بڑے سکورے میں رکھو اور اسپر پیالہ بھر ٹپکاتے جاؤ۔ بتی کو جلاکر سی تو بر تو سے اونچا ایک صاف تورا ۔۔۔ پر اوندھا رکھ صاف سکورے میں جو کاجل لگے اس کو نکال لو۔ اس کاجل کے لگانے سے پھولا کٹ جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ پھولا کی سب سے عمدہ دوا ہے۔

۵۰۔ پیاز کا عرق مصری میں ملاکر رات کیوقت آنکھوں پر لگانے سے آنکھ کی گرمی دور ہو جاتی ہے۔

۵۱۔ کچھ عرق پیاز مرغ کے انڈے کی سفیدی میں ملاکر کان میں ٹپکانے سے کان کا درد دور ہو جاتا ہے۔

۵۲۔ عرق پیاز کچھ گرم کرکے کان میں ڈالنے سے اونچا سننے۔ کان کا بھن بھن کرنے کان میں درد ہونے کان سے پیپ وغیرہ کی بیماریاں ضرور آرام ہوتی ہیں

۵۳۔ عرق پیاز السی کے لعاب میں ملاکر آگ پر پکاکر کان میں ٹپکانے سے کان کا ورم دور ہوکر آرام ہو جاتا ہے۔

۵۴۔ عرق پیاز گرم کرکے کان میں ٹپکانے سے کان کے کیڑے مرجاتے ہیں اور درد دور ہو جاتا ہے

۵۵۔ تخم پیاز ۳ ماشہ۔ اجوائن ۶ ماشہ ان دونوں کو مثل تمباکو کے چلم پر رکھ کر پینا مفید ہے۔ اس سے دانت کے کیڑے مرجاتے ہیں اور دانت کا درد دور ہو جاتا ہے

۵۶۔ تخم پیاز اور عرق پیاز یہ دونوں چیزیں شہوت کو بڑھاتی ہیں۔

۵۷۔ سفید پیاز۔ پودینہ عرق ادرک میں ذرا سی ہینگ ڈالکر پلانے سے ہیضہ کے مریض کو آرام ہو جاتا ہے۔

۵۸۔ پیاز کو باریک پیسکر پیر کے تلوے پر لگانے سے سر درد دور ہو جاتا ہے

۵۹۔ عرق پیاز کو ایک ایک بوند بار بار ناک میں ٹپکانے سے بیہوشی دور ہو جاتی

۶۰۔ جہاں بال گر گئے ہوں کپڑے سے خوب رگڑ کر پیاز اور شہد روزانہ لگانے سے بال جم آتے ہیں۔

(ماخوذ از مفید المزارعین)

جڑواں لڑکے

از جناب اما سروپ گپتا

بہت ہی پرانے وقتوں کی بات ہے کہ چتربھج نام کا ایک برہمن صوبہ
ی کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتا تھا۔ چتربھج صرف نام کا برہمن تھا
وہ کبھی بھی برہمنوں کے سے کام نہ کرتا تھا۔ چتربھج ان انسانوں میں
تھا جو گھومنے کے بہت شوقین ہوتے ہیں۔ وہ اپنی بیوی کو ساتھ لے
جہاز پر بیٹھکر سنگل دیپ کو روانہ ہوگیا۔ راستہ بہت ہی آرام سے طے
ہوگیا۔

سنگل دیپ پہونچکر چتربھج ایک مکان میں رہنے لگا۔ اتفاق سے
ان چتربھج کی بیوی کے بطن سے دو جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ دونوں
کی صورت بالکل ایک سی تھی۔ باپ نے دونوں کا نام چندرشیکھر
رکھا۔ اب یہ لوگ بڑے عیش و آرام کے ساتھ اپنے دن گذارنے
لگے۔ دس پندرہ دن بعد قریب کے مکان والی بھوکا۔ ان کے یہاں بھی
جڑواں بچے پیدا ہوئے۔ چتربھج نے کچھ روپیہ دیکر بھوکا ان سے ان
دونوں خوشکل بچوں کو لے لیا۔ ان دونوں کا نام اس نے بھوندو رکھا
بڑے بھوندو کو بڑے چندرشیکھر کا اور چھوٹے بھوندو کو چھوٹے چندرشیکھر
کا خدمتگار بنا دیا۔

پانچ سال یہ سب لوگ بڑے آرام سے سنگل دیپ میں رہے۔ چتربھج
محنت کر کے اپنی بیوی کا دونوں لڑکوں کا اور دونوں بھوندوں
کا اور اپنا پیٹ پالتا تھا۔ اب چتربھج نے کچھ روپیہ جمع کر لیا

چتربھج نے اب اپنے وطن بنگال آنیکا ارادہ کیا۔ اس نے
ایک جہاز کرایہ پر لیا اور مع بیوی بچوں کے جہاز پر سوار ہوکر اپنے
وطن روانہ ہوگیا۔ کچھ راستہ تو بہت اچھی طرح طے ہوا لیکن بعد میں
طوفان آنے لگا۔ جہاز ایک چٹان سے ٹکراگیا اور ڈوبنے لگا۔ ملاحوں
نے ایک کشتی پانی میں ڈالی اور اس پر چڑھ کر روانہ ہوئے۔ غریب
چتربھج کیا کرتا۔ اس کی عقل ہی کام نہ کرتی تھی۔ مگر اس کی بیوی عقلمند
تھی۔ اس نے ایک ترکیب بتائی جسے چتربھج نے مان لیا۔ جہاز پر ایک
مستول تھا۔ چتربھج نے اسکے ایک سرے پر اپنی بیوی اور بڑے
چندرشیکھر اور اس کے ملازم بھوندو کو باندھ دیا اور دوسرے
سرے پر اپنے کو اور چھوٹے چندرشیکھر اور اسکے خدمتگار کو باندھ دیا
مستول سمندر میں ٹھیک طرح جا رہا تھا۔ دوسرے دن طوفان رک
گیا اور پھر سمندر ویسا ہی حسین و خوبصورت نظر آنے لگا ان لوگوں نے
زمین کا کنارہ بھی دیکھا۔ یہ لوگ اپنے کو بہت خوش نصیب سمجھنے لگے۔

چتربھج اور اس کی بیوی بہت ہی خوش تھے۔ قسمت میں جو کچھ
ہوتا ہے وہ ٹلا نہیں جا سکتا اور نہ اسکا کسی کو علم ہی ہے۔ اتفاق
سے وہ مستول ایک چٹان سے ٹکراگیا اور بیچ میں سے ٹوٹ گیا۔ اب
آدھا حصہ ایک طرف بہنے لگا اور آدھا دوسری طرف۔ خوش قسمتی سے
چتربھج نے ایک مچھوے کی کشتی دیکھ لی۔ مچھووں نے چتربھج اور دونوں
چھوٹے لڑکوں کو کشتی میں چڑھا لیا۔ اتنے میں ڈاکوؤں کا ایک جہاز
آیا۔ چتربھج کی بیوی اور دونوں لڑکوں کو دوسرے مستول سے
کھولکر جہاز پر بٹھاکر روانہ ہوگیا۔

مچھووں کی کشتی پر چڑھے ہوئے چتربھج نے یہ سب کچھ دیکھا
مگر وہ کیا کر سکتا تھا۔ تھوڑی دیر میں وہ جہاز چتربھج کی آنکھوں سے
اوجھل ہوگیا۔

مچھووں کی کشتی آہستہ آہستہ ایک گاؤں میں پہونچ گئی۔ یہاں
مچھووں نے چتربھج کو کشتی سے اتار دیا اور اپنے گاؤں چلے گئے۔
چتربھج اس گاؤں سے چلکر مدورا پہونچ گیا۔ یہاں پر اس نے
حکومت میں ملازمت کر لی اور پندرہ سال نہایت آرام سے گزارے
مگر چتربھج کو اپنی بیوی اور بچوں کی یاد ہمیشہ ستایا کرتی تھی۔ ایک دن
چندرشیکھر نے جو اب جوان ہوگیا تھا اپنے باپ سے اداسی کا سبب
پوچھا۔ باپ نے سب حال لڑکے کو سنا دیا۔

اب بیٹے نے اپنی ماں کو تلاش کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور
باپ کے روکنے پر بھی نہ رکا اور اپنے نوکر بھوندو کے ساتھ روانہ
ہوگیا۔ بیٹے کے جانے پر باپ کا دل ٹوٹ گیا اور وہ بھی اپنے
بچے کی تلاش میں نکل پڑا۔ پانچ سال تلاش کرنے کے بعد چتربھج ریاست
کلنگ کے دارالحکومت میں پہونچ گیا۔ اسوقت کلنگ اور بنگال میں
جنگ ہو رہی تھی۔ کلنگ کے راجہ نے یہ حکم جاری کیا تھا کہ بنگال کا
کوئی بھی انسان اگر کلنگ میں آجائے تو اسے فوراً مار ڈالا جائے
یا ہزار روپیہ دینے پر چھوڑ دیا جائے۔

کلنگ میں پہونچتے ہی بیچارہ چتربھج اس حکم سے بے خبر ہونے
کے باعث پکڑ لیا گیا۔ اور کلنگ کے راجہ کے سامنے پیش کر دیا گیا
راجہ کے دریافت کرنے پر چتربھج نے راجہ سے اپنا شروع سے آخر تک
سب حال کہہ سنایا اور یہ بھی کہا کہ اب میں زندہ رہنے کا خواہاں
نہیں ہوں۔ چتربھج کی دردبھری کہانی سنکر راجہ کو بھی افسوس ہوا
مگر قانون کے پابند ہونے کے باعث راجہ اس کو معاف نہ کر سکے
لیکن انھوں نے اسے دوسرے دن کی شام تک کیلئے زندہ رکھا جائے
اور کہا کہ تم سارے شہر میں گھوم کر اپنے کسی دوست سے ایک ہزار
روپیہ منگاکر اپنی حفاظت کرو۔

بوڑھے برہمن چیتر بھج نے اپنی زندگی سے مایوس ہوکر اور بہت غمگین دملول ہوکر مرنے کی ٹھان لی اور یہ سمجھ کر کہ یہاں کوئی بھی میرا دوست نہیں ہے ردپیہ جمع کرنے کی کوشش ہی نہ کی)

اب ہم اپنے قارئین کی توجہ اس ڈاکوؤں والے جہاز کی طرف مبذول کرتے ہیں جس کے لئے ہمارے قاری خاص مشتاق ہوں گے ڈاکو اس جہاز کو کلنگ لے گئے۔ وہاں کنارے پر چیتر بھج کی بیوی کو اتار کر چندر شیکھر اور ملازم بھوندو کو راجہ کے ایک عزیز سپہ سالار کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ سپہ سالار نے ان کی اچھی طرح پرورش کی۔ جوان ہونے پر چندر شیکھر نے بہت قابلیت دکھائی اور دھیرے دھیرے وہ فوج میں ایک اچھے عہدے پر فائض ہوگیا اس وقت بھی بھوندو اسکا ملازم تھا۔ چندر شیکھر نے کملا نامی ایک عورت سے شادی کر لی اور آرام سے رہنے لگا۔

جس دن چیتر بھج کلنگ کے دارالحکومت میں داخل ہوا اسی دن چھوٹا چندر شیکھر بھی اسی شہر میں آیا اور ایک تاجر کے پاس ٹھہر گیا تاجر نے اسے بتلایا کہ وہ اپنے کو بنگالی نہ بتلائے۔

دوسرے دن چھوٹا چندر شیکھر اپنے ملازم بھوندو کو لیکر تاجر کے گھر سے نکلکر شہر کی سیر کرنے کے لئے روانہ ہوگیا۔ گھر سے نکلتے ہی چھوٹے چندر شیکھر نے بھوندو کو کچھ دام دے کر ہوٹل بھیجا اور کہا کہ تو وہاں پر کھانا تیار کروا میں کچھ گھوم کر کھانے کے وقت وہاں آجاؤنگا

گھومنے نکلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد چھوٹے چندر شیکھر نے پھر بھوندو کو لوٹتے ہوئے دیکھا یہ بھوندو اس کا ملازم نہیں تھا بلکہ بڑے چندر شیکھر کا ملازم تھا۔ دونوں چندر شیکھر اور دونوں بھوندوں کی صورت شکل آواز وغیرہ بالکل ایک سی تھی۔ چھوٹے چندر شیکھر نے حیرت سے پوچھا کہ وہ اتنی جلد کیسے آگیا۔ بھوندو نے جو چھوٹے چندر شیکھر کو بڑا چندر شیکھر یعنی اپنا آقا سمجھتا تھا کہا کہ آقا آپ کو دیر ہوگئی ہے اور آپ کی بیوی آپ سے سخت ناراض ہیں اگر آپ ابھی گھر نہ چلے تو کھانا خراب ہو جائے گا۔

بیوقوفی کی باتیں مت کر میں نے جو پیسے دے تھے اس کا تو نے کیا کیا؟

آقا! کیا آپ کا مطلب اس دس آنوں سے ہے جو آپ نے مجھے برسوں دے تھے۔ وہ پیسے میں نے درزی کو دے دیئے۔

ارے بیوقوف تو نے ان پیسوں کا کیا کیا

اب بھوندو نے کہا کہ آپ کی بیوی آپ کو کھانے کے لئے بلا رہی ہیں۔

چندر شیکھر بھوندو کا مذاق سنکر بہت ہی ناراض ہوا اور اسے ان پیسوں کا حال ٹھیک نہ بتلانے کی وجہ سے خوب مارا۔ بھوندو موقعہ پاکر اپنی مالکہ کے پاس بھاگ گیا اور چندر شیکھر بھی ہوٹل کی

پدریہ

طرف روانہ ہوگیا۔

جب بھوندو گھر پہونچا تو مالکہ نے پوچھا کہ تو اپنے مالک چندر شیکھر کو کیوں نہیں لایا۔

بھوندو نے جواب دیا۔ میرے خیال میں تو آقا پاگل ہوگئے ہیں میں نے کھانے کے لئے ان سے کہا تو انھوں نے مجھ سے کچھ پیسوں کے لئے پوچھا اور یہ بھی کہا کہ میری کوئی بیوی نہیں اور جب میں نے گھر چلنے کو کہا تو انھوں نے مجھے خوب مارا۔

اس کی مالکہ نے ڈانٹ کر اسے پھر سے بھیجا اور خود اپنی بہن چندر شیکھر کی تلاش کو چلدی۔

اتنے میں چھوٹا چندر شیکھر ہوٹل پہنچ گیا اور وہاں اپنے بھوندو کو دیکھکر پوچھا کیا اب تو کچھ مذاق کرے گا۔

بھوندو بولا۔ میں نے تو آپ سے کوئی مذاق نہیں کیا اور ہوٹل سے کہیں باہر ہی گیا۔

چندر شیکھر نے بھوندو کو پھر مذاق کرتے سمجھکر خوب مارا۔

اتنے ہی میں کملا اور اس کی بہن ہوٹل کے دروازہ پر آگئیں وہاں چھوٹا چندر شیکھر اور چھوٹا بھوندو کھڑا تھا۔ ان کو کملا بولی "آپ کو کیا ہوگیا ہے گھر کیوں نہیں چلتے ہو"

چندر شیکھر متعجب ہوکر بولا۔ خاتون مجھے اس شہر میں آئے صرف دو گھنٹے ہوئے ہیں۔ میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

کملا کی بہن بولی "چندر شیکھر تم کو ایسا نہیں کہنا چاہئے۔ میں نے تم سے کھانے کے لئے ضرور کہہ دیا ہوگا۔

بھوندو بولا "میں نے؟"

کملا بولی "ہاں میں نے بھوندو کو بھیجا تھا اس نے لوٹ کر کہا کہ آپ کہتے تھے کہ میں آپ کی بیوی نہیں ہوں اور آپ نہیں چلیں گے۔

چندر شیکھر "کیوں بھوندو تم نے ان خاتون سے بات کی تھی

بھوندو "میں نے اپنی زندگی میں کبھی ان سے بات نہیں کی لیکن چندر شیکھر کو پہلے کی بات معلوم تھی جو نوجی چندر شیکھر نے اس سے کہی تھی۔ چندر شیکھر نے سمجھا کہ اس سارے واقعہ میں اس کے ملازم بھوندو کا ہاتھ ہے۔

چندر شیکھر نے کہا "بتلا کہ یہ عورت تیرا نام بھوندو اور میرا چندر شیکھر کیسے جانتی ہے اور یہ کیا بات ہے کہ تو نے مجھ سے پہلے کھانے کے لئے گھر چلنے کو کہا تھا"

بھوندو "میرے خیال میں یہ جادوگروں کا ملک معلوم ہوتا ہے۔

کملا "بھوندو جا اور دوسرے نوکر سے کھانا لگانے کے لئے کہہ۔ اور سوامی آپ بھی کھانے کیلئے چلئے۔ ہم کو یوں بھی کافی دیر ہوگئی

چندر شیکھر اور بھوندو اپنے کو جادو میں پھنسا دیکھکر کملا کے ساتھ چلدیئے۔ گھر پہونچکر کملا نے بھوندو کو گھر کے دروازہ پر کھڑا

کسی کو بھی گھر کے اندر نہ گھسنے دینا اور دروازہ بند رکھنا
جیسے ہی چندر شیکھر کھانے کے لئے بیٹھا ویسے ہی دروازے کے باہر
کملا کے اصلی شوہر - فوجی چندر شیکھر نے دروازہ کھٹکھٹایا -
اتنے میں ہی فوجی چندر شیکھر کا ایک دوست جسے چندر شیکھر نے
نے بلایا تھا آگیا - چندر شیکھر اس سے بولا دوست اس شیطان
بندے نے شراب پی لی ہے - جب یہ مجھے ملا تو اس نے مجھ سے کہا کہ آپ
تھوڑی دیر ہوئی جب مارا اور کہا کہ میری کوئی بیوی نہیں ہے
کچھ پیسوں کے لئے پوچھا - اس لئے میں نے اسے مارا تو ٹھیک ہی کیا -
بہت چلانے پر بھی دروازہ نہ کھلا تو فوجی چندر شیکھر دوسرے
بولوں تو ڈانٹنے لگا - اس آواز کو جب کملا نے سنا تو وہ دروازے
پر آئی اور پوچھا کہ کون ہے -
فوجی چندر شیکھر نے کہا : میں چندر شیکھر آگیا ہوں - دروازہ
دو -
کملا نے سوچا کہ شیطان لڑکے یہ کہہ رہے ہیں یا کوئی بدمعاش
کیونکہ چندر شیکھر تو اندر ہیں - اس نے کہا " بھاگ جاؤ چندر شیکھر
اندر ہیں "
جب فوجی چندر شیکھر نے یہ سنا تو وہ بگڑا اور وہ ایک دوسری عورت
پاس چلا گیا -
جب چندر شیکھر اور بھوندو نے فوجی چندر شیکھر کے یہاں کھانا
لیا تو وہ گھر سے روانہ ہوئے - باہر جاکر چندر شیکھر نے جادوگروں
ملک سمجھ کر بھوندو کو ایک گاڑی والے کے پاس کلنگ کے باہر کس
سرے شہر میں ان کو لے جانے کے لئے بھیجا - اتنے میں ہی ایک سنار یہ
اہوا چندر شیکھر کے پاس آیا : آپ نے جو اپنی بیوی کملا کے لئے
ٹھی بنوائی تھی وہ لیجئے -
چندر شیکھر نے وہ انگوٹھی لینا منظور نہ کی تو سنار نے اسے زبردستی
یا - چندر شیکھر نے اسے اس انگوٹھی کے پچاس روپئے دیئے لیکن سنار نے
کہ مجھے کچھ جلدی نہیں ہے - جب پھر ملیں گے تو دے دینا -
سنار چلدیا - راستے میں کسی مہاجن نے سنار سے اپنا قرض مانگا -
اتنے میں ہی سنار نے فوجی چندر شیکھر کو دیکھا جو دوسری عورت کے
ساتھ کھانا کھاکر بازار میں ٹہل رہا تھا - سنار نے انگوٹھی کی قیمت مانگی -
شیکھر نے کہا : مجھے تم نے انگوٹھی نہیں دی میں تمہیں کس بات کی قیمت دوں -
سنار نے سوچا کہ فوجی چندر شیکھر جھوٹ بولتا ہے اور روپیہ نہیں دینا
تا - اس نے پولیس کو بلاکر فوجی چندر شیکھر کو گرفتار کرادیا کیونکہ اس
اسے اسکے روپئے نہیں دیئے -
راستے میں چندر شیکھر کا ملازم بھوندو فوجی چندر شیکھر کو ملا - بھوندو
کہا : مالک ایک گاڑی ابھی جانے والی ہے -
تو پاگل ہوگیا ہے - جاکر کملا سے پچاس روپئے لا " چندر شیکھر نے کہا -

بیچارہ بھوندو کملا سے پچاس روپئے لیکر لوٹا تو اس کا اصلی مالک
چندر شیکھر ملا - اسے بھوندو نے وہ روپئے دیدیئے - چندر شیکھر کو پورا یقین
ہوگیا کہ یہ ملک جادوگروں کا ہے کیونکہ اتنی دیر میں کتنے ہی لوگوں نے
اسے سلام کئے -
کملا نے بھوندو کو پچاس روپئے دیکر اپنی بہن کو لیا اور فوجی چندر شیکھر
کو پاگل سمجھ کر اس کی تلاش کو نکلی -
تھوڑی دیر میں وہ فوجی چندر شیکھر کے پاس پہونچی - وہاں اس نے
سنار کو پچاس روپئے دیئے اور فوجی چندر شیکھر اور ملازم بھوندو کو پاگل
سمجھ کر وید کے حوالے کیا اور آپ گھر چلی - راستے میں اس نے چندر شیکھر
اور بھوندو کو کسی آدمی سے راستے دیکھ کر سوچا کہ پھر فوجی چندر شیکھر وید کے
پاس سے بھاگ کھڑے ہوئے ہیں کملا نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ تم دونوں
کو باندھ کر گھر لے چلو - چندر شیکھر اور بھوندو یہ سوچکر کہ اب نہ جانے ہمارا
کیا حال ہوگا ، بھاگ کھڑے ہوئے اور قریب میں ایک مندر دیکھ کر
اس میں گھس گئے اور اندر سے دروازے بند کر لئے -
بہت سے لوگ باہر کھڑے ہوئے تھے - ایک پجارن مندر سے
نکلی - اس نے کہا یہ تم نے کیا کر رکھا ہے - میں ان دونوں کو نہیں
جانے دوں گی "
کملا نے کہا " میں اب کیا کروں - میں اب راجہ صاحب سے فریاد
کروں گی "
اس وقت شام ہوگئی تھی اور کلنگ کے راجہ چیتر بھیج ولیکر بھیانی
گھر کی طرف جا رہے تھے - راجہ کے پیچھے فوج تھی اور ایک جلاد اپنی چمکتی
ہوئی تلوار لئے جا رہا تھا -
کملا انصاف کے لئے دوڑ گئی اور راجہ کو روک کر پجارن کی شکایت
کی - فوجی چندر شیکھر اور بھوندو بھی وید کے پاس سے بھاگ آئے اور
اس دن کی ساری باتیں کہکر کملا کی شکایت کی -
جب چیتر بھیج نے فوجی چندر شیکھر کو دیکھا تو اسے پانچ سال پہلے کا
بچھڑا ہوا بیٹا سمجھ کر اس سے کہا اب مجھے ایک دوست مل گیا جو آپکو ایک ہزار
روپیہ دیدیگا - مگر فوجی چندر شیکھر نے جو اپنے باپ سے پانچ سال کی عمر میں
بچھڑ گیا تھا کہا کہ وہ چیتر بھیج کو نہیں جانتا -
اتنے ہی میں پجارن مندر سے چندر شیکھر اور بھوندو کو لیکر آگئی -
اب معاملہ صاف ہوگیا - جوڑواں چندر شیکھر اور جوڑواں بھوندو پاس
پاس کھڑے تھے -
چیتر بھیج کی خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا کیونکہ وہ پجارن اسکی ہی کھوئی ہوئی
بیوی تھی فوجی چندر شیکھر نے بڑی خوشی سے ایک ہزار روپیہ راجہ کو دیکر اپنے باپ کو چھڑانا
چاہا لیکن راجہ نے کمال مہربانی روپیہ لئے بغیر ہی چیتر بھیج کو چھوڑ دیا -
چندر شیکھر نے کملا کی بہن سے شادی کرلی - چیتر بھیج معہ بیوی لڑکوں
اور بھوندوؤں کے ساتھ عیش کے ساتھ رہنے لگا -

ہمارے جانور



مویشیوں کی تندرستی

از جناب ٹھاکر دیش راج صاحب

جس ملک کے باشندے اپنی ہی صحت پر توجہ نہ دیتے ہوں اُن سے یہ امید کرنا فضول ہے کہ وہ اپنے مویشیوں کی تندرستی کا خیال رکھتے ہوں گے۔ یہی سبب ہے کہ امریکہ اور آسٹریلیا جیسے ملکوں میں جہاں ایک ایک گائے ڈیڑھ ڈیڑھ من دودھ دیتی ہے وہاں ہندوستان میں ۱۰ سیر دودھ دینے والی گائے بھی بہت زیادہ دودھ دینے والی سمجھی جاتی ہے۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ دودھ کا تعلق خوراک سے ہے نہ کہ تندرستی سے۔ لیکن بات ایسی نہیں ہے۔ اچھی خوراک سے اچھی تندرستی گائے بھینسوں کے زیادہ دودھ دینے کے لئے کہیں زیادہ ضروری ہے۔ مثال کے لئے دو یکساں موٹی گائیں منتخب کیجئے اور پھر اُن کے پٹھوں کی کھال کو چٹکی بھر کر کھینچئے۔ جس کی کھال کھینچنے میں ڈھیلی معلوم ہو اُسے سمجھ لیجئے کہ وہ دوسرے کے مقابلہ میں کم تندرست ہے اور یہ بھی طے ہے کہ وہ اپنی ساتھی تندرست گائے کے مقابلے میں دودھ بھی کم دیتی ہے۔

یہ دیکھنے کے لئے کہ کون سا جانور جوان اور تندرست ہے کسی علیحدہ شناخت کی ضرورت نہیں ہے جس طرح ہم ایک جوان اور تندرست انسان کو پہچان لیتے ہیں اُسی طرح سے نشانوں اور علامتوں سے مویشیوں کو بھی پہچان سکتے ہیں جس کے جسم میں چستی اور تیزی ہے، جس کا جسم سڈول اور مضبوط ہے، ہر ایک عضو تندرست ہے، آنکھوں میں نور ہے، جسے بھوک خوب لگتی ہے، جو سردی گرمی اور بارش کو برداشت کرسکتا ہے ایسا انسان تندرست سمجھا جاتا ہے بس یہی شناخت مویشیوں کی بھی ہے۔

جس مویشی کے کان لٹکے ہوئے ہیں آنکھ اور ناک سے پانی گر رہا ہے، جسم کے رونگٹے بکھر رہے ہیں، رنگ نیلا پڑ رہا ہے، کھال کھردری سی ہو رہی ہے۔ دُم ہلانے میں بھی جسے تکلیف معلوم ہوتی ہے ایسا مویشی یقیناً بیمار ہوتا ہے۔ پورے تندرست مویشی کھونٹے سے کھلتے ہی قلانچیں بھرتے ہیں۔ دوسرے جانوروں کے پاس سے گزرتا دیکھ کر اُسے مارنے کو دوڑتے ہیں۔ بدن پر ہاتھ نہیں رکھنے دیتے اور نہ اُس کا پیٹ شہر کے لالاؤں یا مہاجنوں کی طرح پھولا ہوتا ہے نہ غریب چمارن کی طرح ریڑھ کی ہڈی سے چپکا ہوتا ہے۔

لیکن ہمارے ملک میں آج کل دو ہی قسم کے مویشی دکھائی دیتے ہیں ایک تو متھرا کے چوبوں جیسے جسم والے اور دوسرے اودھی کسانوں کے جیسے ہڈی اور کھال کے ڈھانچوں والے پہلی قسم کی گائے بھینسیں زیادہ تر شہروں میں ہوتی ہیں اور دوسری قسم کی دیہات میں۔ دراصل ان دونوں کا شمار تندرست مویشیوں میں نہیں ہو سکتا۔ شہروں میں گھوسی اور گوالوں کے پاس جو گائے بھینسیں ہوتی ہیں وہ بظاہر تو تندرست نظر آتی ہیں لیکن وہ دراصل اُس رئیس کی طرح بیمار ہوتی ہیں جسے وقت پر بھوک نہیں لگتی اور کھانے کا قدرتی ذائقہ جس کے لئے بیکار ہوتا ہے۔ یہ آدھ سیر خوراک پیٹ میں ڈالنے کے لئے جسے متعدد دکھٹی میٹھی اور چٹپٹی بے میل چیزوں کا سہارا لینا پڑتا ہے جس کا پیٹ برابر بڑھتا جاتا ہے اور قدرتی چھریرا پن برابر کم ہوتا جاتا ہے۔

ایک رانی یا ٹھکرائن یا سیٹھانی کا بیمار ہو جانا ہمارے لئے اتنا مضر نہیں جتنا ایک گائے کا کیونکہ انسان کو تندرست بنانے کے لئے دودھ امرت اور آبحیات کا کام دیتا ہے اور پھر دودھ دینے والی گائے بھینسیں ہی بیمار ہو جائیں تو یہ کتنی نقصان دہ بات ہوگی۔ اسی خیال نے قدیم زمانے میں گائے کو اتنا اونچا مرتبہ دیا تھا۔

اپنی اور جانوروں کی تندرستی کی طرف سے اتنی لاپروائی آخر ہندوستانیوں میں پیدا کیوں ہوئی؟ ہمارے سامنے یہ سوال غور طلب ہے۔ بات یہ ہے کہ ہندوستان میں عیسوی سنہ کے وسط میں اس قسم کے خیالات بہت سرعت سے پھیلے کہ یہ دنیا فانی ہے۔ جسم مٹی کا بنا ہوا ہے اسے مٹی ہی میں مل جانا ہے۔ اسے ساتھ تھوڑی لے جانا ہے۔ یہ تو چند دن کے لئے ہے۔ بیماری اور تندرستی اور سکھ دکھ سب قسمت سے ہوتے ہیں۔ اس قنوطی زمانہ نے ہندوستانیوں کے بلند حوصلوں کو دور پھینک ہی دیا ساتھ ہی انھیں اپنے خاکی جسموں کو صاف اور تندرست بنانے کی خواہشات کی طرف سے لاپرواکر دیا۔ انسان جب اپنی ہی طرف سے بے فکر ہو جائے تو وہ جانوروں ہی کی فکر کیوں کرنے لگا۔

ہندوستانیوں کے مویشیوں کی طرف سے لاپروا ہونے کا ایک اور بھی سبب ہے۔ وہ یہ کہ کچھ الفاظ اور ناموں کو اس نے ضرورت سے زیادہ حقیر سمجھ لیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان ناموں والی چیزوں کے ساتھ خواہ وہ جاندار ہی کیوں نہ ہوں، انسان کا سلوک سخت اور غیر منصفانہ ہو گیا۔ مثال کے لئے اپنے ہی جسم کے پیشاب و پاخانہ کے اعضا کو ہی لیجیئے۔ ناک، کان اور ہاتھوں کے مقابلے میں ان کی صفائی پر بہت کم توجہ کی جاتی ہے جس ناپاک پانی سے آپ منہ اور ہاتھ نہیں دھو سکتے اس سے آبدست لے لینے میں کوئی جھجھک نہیں محسوس کرتے۔ دیہات میں تو اس پانی سے بھی آبدست لے لیتے ہیں جسے وہ گندہ اور سڑا گلا کہتے ہیں۔ ان سے جب کہو کہ ناپاک اور گندے پانی سے آبدست کیوں لیتے ہو وہ کہیں گے کہ یہ جگہ بھی تو گندی ہے۔ حالانکہ چاہئے کہ جو چیز جتنی ہی میلی اور گندی ہو اسے اتنے ہی صاف اور پاک پانی سے دھویا بھی جائے۔ لفظ جانور کو بھی عام طور پر لوگ حقیر سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ گالی گلوچ میں ایک دوسرے کو ذلیل ثابت کرنے کے لئے جانور کہہ دیتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جانوروں کے کھانے پینے کی چیزوں اور ان کے رہنے سہنے کی جگہوں کی صفائی پر ذرا بھی توجہ نہیں دی جاتی۔ دیہات میں مویشیوں کو عموماً ان گڑھوں میں بھرا ہوا پانی ہمیشہ پلایا جاتا ہے جو برسات میں کھیتوں اور گلیوں کی گندگی کو سمیٹتے ہوئے بھر جاتے ہیں اور جن میں جاڑے کے دنوں میں ٹھنڈا اور گرمی کے دنوں میں گرم پانی بھرا ہوتا ہے انھیں میں دھوبی کپڑے دھوتا ہے اور کا چھی سنگھاڑے بوتا ہے۔ پانی ہی کی طرح مویشیوں کا چارہ بھی ہوتا ہے۔ اس میں بھی بلی اور کتوں کو منہ ڈالنے کی پوری آزادی ہوتی ہے۔ گرد و غبار کا تو ذکر ہی کیا، مویشی خانے گوبر اور پیشاب سے بھرے ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ مویشیوں کی عمر کم اور صحت خراب رہتی ہے۔ یورپ اور امریکہ جیسے ملکوں کے چارے کے لئے موسموں کے مطابق انتظام کرتے ہیں۔ وہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کون سے چارے سے مویشی کو رغبت ہے اور کون سا چارہ انکے مویشیوں کی صحت کو بڑھانے میں معاون ہوتا ہے۔

یہاں ہندوستان میں دودھ بڑھانے کے لئے مویشیوں۔ گائے بھینسوں کے لئے سانی، دلیا اور بنولے دیتے ہیں لیکن ان چیزوں کو دیتے وقت اس بات کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ ہمارے مویشیوں کے لئے ان میں سے کون سی خوراک زیادہ مفید ہے اور اس کے استعمال سے اس کی صحت پر کیسا اثر پڑے گا۔ شہروں کے گھوسی اور گوالے دودھ کے زیادہ خواہاں ہوتے ہیں لیکن ان کے مویشیوں کی عمر بھی اوسطاً کم ہوتی ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ مویشیوں کی فطرت کے مطابق چاہئے تو انھیں گھاس اور نباتاتی چارہ زیادہ مقدار میں لیکن گھوسی اور گوالے انھیں روغنی چارے اور غلے دیتے ہیں۔ شہر کے مویشیوں کی تندرستی خراب ہونے کا ایک سبب ان کا آٹھوں پہر کھونٹے پر بندھا رہنا بھی ہے۔ ہاضمہ محنت سے اچھا رہتا ہے اور بیٹھے بیٹھے سستی آ ہی جاتی ہے خواہ وہ انسان ہو یا حیوان۔

یہ باتیں ہیں جن پر ہر ایک ایسے انسان کو غور کرنا چاہئے جو مویشیوں سے ہمدردی رکھتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی سمجھتا ہے کہ اچھی صحت والے مویشیوں سے قوم کی قوت اور روپیہ دونوں کی ترقی ہوتی ہے۔

ہمارے ادیب آج کل زندہ ادب کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انسانی زندگی کو ترقی دینے میں مویشیوں کا ہمیشہ تعلق رہا ہے۔ کبھی تو ہمارے رشی گایا کرتے تھے۔

اے اندر! ہماری گایوں کی حفاظت کر۔ ہماری بھیڑوں کو چرانے والوں کے پیر نکال دے۔ چراگاہوں میں درندوں کو مت گھسنے دے۔ ہمارے مویشی خانوں میں اُجالا کر۔ صاف ندیوں کے کنارے سے ہمیں ہٹانے والوں پر قہر نازل کر اور انھیں غارت کر دے"۔

انگلینڈ کی موجودہ زندگی

(از جناب میجر جنرل مولس ورتھ)

چار سال کے بعد ابھی میں انگلینڈ سے لوٹا ہوں اور اس عرصہ میں یہ ملک جنگ میں اگلی قطار میں رہا ہے۔ جب میں ہندوستان میں تھا تو اکثر سوچتا تھا کہ انگلینڈ میں لوگ کس طرح زندگی گزارتے ہونگے کیا کیا تبدیلیاں ہوئی ہوں گی۔ اب چند ہفتے یہاں رہ کر میں نے اپنی آنکھوں سے یہاں کے لوگوں کی زندگی دیکھ لی ہے اور میں نے جو رائے قائم کی ہے اُسے مندرجہ ذیل سطور میں ظاہر کرتا ہوں۔ اسلئے کہ شائد ہندوستان کے میرے بہت سے دوست اسے دلچسپی کے ساتھ پڑھیں گے۔

پہلی چیز جس نے مجھے اپنی طرف متوجہ کیا وہ یہاں کا موسم تھا گرمی ابھی ختم بھی نہیں گزری پھر بھی سردی پڑتی ہے اور پانی برستا ہے۔ برطانی آب و ہوا کو ہٹلر ابھی تک نہیں بدل سکا ہے اور نہ اس بات کا کوئی امکان ہی رہ گیا ہے کہ وہ اسے بدل سکے گا۔

لیکن متعدد چیزیں بدل گئی ہیں۔ دیہات میں زیادہ تبدیلی نہیں نظر آتی اور خواہ کوئی کچھ کہے لیکن میرے خیال میں تو موسم گرما میں بھی انگلینڈ دنیا میں سب سے زیادہ خوبصورت اور سہانا ملک ہے۔ باغوں میں پھل اب پہلے کے مقابلے میں کم نظر آتے ہیں۔ اُن کی جگہ ساگ سبزی کے پودوں نے لی ہے گھاس کے میدانوں، پارکوں اور کنارے کنارے لگائے ہوئے پودوں کی اب اچھی طرح دیکھ بھال نہیں ہوتی کیونکہ اب اس کام کے لئے مزدور نہیں ملتے۔ پھر بھی قدرت خود اس کام میں تھوڑی بہت امداد کرتی ہے چنانچہ یہ چیزیں بھدی نہیں معلوم ہوتیں۔ سب سے زیادہ دلکش چیز جو مجھے نظر آئی ہے وہ یہ ہے کہ جہاں پر پہلے اوسر بنجر زمین تھی، چراگاہ تھے وہاں اب غلہ کی پکی ہوئی فصلیں لہراتی نظر آتی ہیں۔ چاروں طرف جدھر نگاہ جاتی ہے یہ کھیتی نظر آتی ہے۔ جوتی بوئی جانے والی زمین کا رقبہ بہت بڑھ گیا ہے۔

کھانا کپڑا

زندگی کے لئے ضروری چیزیں ہیں کھانا، کپڑا، رہنے کی جگہ انگلینڈ میں کھانے اور کپڑے کی راشننگ ہوتی ہے۔ رہنے کے لئے مکان اور پینے کے لئے شراب وغیرہ بہت مہنگی ہو گئی ہے۔ کھانے کی کوئی کمی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ لوگ ہوٹلوں اور ریسٹورانوں میں بھی جا کر کھانا کھا سکتے ہیں۔ وہاں پانچ شلنگ تک خرچ ہوتا ہے ملک میں سرکاری ہوٹل بھی کھلے ہیں جو برٹش ریسٹوران کہلاتے ہیں برٹش ریسٹوران میں صرف تین پینس یا ایک شلنگ میں کام چل جاتا ہے۔ لیکن پہلے کی طرح انواع و اقسام کے کھانے نہیں ملتے۔

دودھ، انڈا، مکھن اور چینی کی کمی ہے۔ بھنے ہوئے [illegible] اور جو صبح ناشتے کے لئے ملتے تھے بہت دنوں تک نہ [illegible] سکیں گے۔ مختلف شہروں میں راشننگ اسکیم کے مطابق جو مکھن ملتا ہے وہ اصلی نہیں نقلی ہوتا ہے۔ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ جو نقلی [illegible] کسی زمانے میں بُرا سمجھا جاتا تھا اب بغیر کسی عذر کے قبول کر لیا جاتا ہے مچھلی کا ملنا بھی غیر یقینی رہتا ہے کبھی وہ [illegible] دیتی ہے کبھی نہیں۔ اس کے برعکس تازہ پھل اور ساگ سبزیاں [illegible] ہے شراب اور اسپرٹ اب صرف امیروں کے استعمال کی چیز ہو گئی ہے۔ ہاں جَو کی بنی ہوئی شراب ابھی بافراط ملتی ہے۔

کپڑوں اور موزوں کا ملنا بہت مشکل ہو گیا ہے کیونکہ کوپنوں کی تعداد روز بروز کم ہوتی جاتی ہے اور بغیر کوپن کے کپڑے خریدے نہیں جا سکتے۔ کام چلاؤ کپڑے کافی سستے ملتے ہیں اور بہت سی عورتیں اُن سے کام چلانے لگی ہیں۔ لیکن زیادہ عمدہ کپڑوں کی اب بھی بہت مانگ ہے اگرچہ یہ کپڑے اب تیزی کے ساتھ دکانوں سے غائب ہوتے جا رہے ہیں۔ موزوں کی کمی کے باعث عورتوں میں پیروں کو کھلا رکھنا اب فیشن میں داخل ہو گیا ہے کسی چیز کو صاف کرانا یا مرمت کرانا بہت مشکل ہے اس میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اس لئے لوگ جو کچھ رہتا ہے اسی سے کام چلاتے ہیں۔ اگر کپڑا تھوڑا سا پھٹ گیا ہے تو پیوند لگا کر پہننے میں بھی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ سردیوں میں ایسے کپڑے کوئی نہیں پہنتا تھا۔ اُسے غریبوں اور بھکاریوں کو دیدیتے تھے

گھروں، ہوٹلوں وغیرہ کے نوکروں اور ریلوے قلیوں کی بہت کمی ہو گئی ہے۔ اُن کا ملنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ اب ہر شخص کو زیادہ تر اپنے کام خود اپنے ہاتھوں ہی سے زیادہ کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن یہ کام سب لوگ خوشی سے کر لیتے ہیں۔ اس سب کا اور کپڑوں کا مسئلہ سوسائٹی پر مساوات کا گہرا اثر ڈال رہا ہے۔

سفر کی مشکلات

سفر کرنا آج کل ایک دوسرا مشکل سوال ہے۔ بوڑھوں کے لئے اور اُن لوگوں کے لئے جو بال بچوں کے ساتھ سفر کرتے ہیں سفر

کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ مسافر گاڑیاں۔ خصوصاً دور دور جانے والی گاڑیاں بہت بھری رہتی ہیں۔ اگر کسی کو اُس میں بیٹھنے کے لئے جگہ مل جائے تو اُسے بہت خوش قسمت سمجھنا چاہئے۔ ساتھ میں زیادہ سامان لے کر لوگ اب نہیں چل سکتے کیونکہ قلیوں کا ملنا بہت مشکل ہو رہا ہے۔ عام طور سے لوگ اُتنا ہی سامان لے کر چلتے ہیں جتنا کہ مسافر خود آرام سے ساتھ لے کر چل سکیں۔ قلیوں میں اب عورتیں بھی نظر آتی ہیں جو اچھا کام کرتی ہیں

جنگ نے ایک نئی چیز اور پیدا کر دی ہے۔ دوکان پر چیزیں خریدنے کے لئے بس پر سوار ہونے کے لئے اور سینما تھیٹر میں ٹکٹ وغیرہ لینے کے لئے قطار باندھ کر کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ اس طریقہ میں بہت سی خامیاں ہیں لیکن اسے سب نے بڑی خوشی سے اپنا لیا ہے۔ یہ طریقہ اب قومی زندگی کا ایک جزو بن گیا ہے۔

لندن کے علاوہ دیگر شہروں کے بارے میں ہمیں زیادہ واقفیت نہیں ہے۔ اس وقت میں نے سمجھ رکھا تھا کہ یہاں جلتی سلگتی ہوئی چیزوں کے دھیر نظر آئیں گے۔ لیکن اس قسم کی کوئی چیز مجھے یہاں نہیں نظر آئی۔ متعدد شہروں پر کثرت سے بمباری کی گئی ہے اور وہی حال لندن کا بھی ہوا ہے لیکن ملبے وغیرہ کی صفائی ہو گئی ہے ہاں کہیں کہیں پر اس کے نشان نظر آ جاتے ہیں۔ اکثر مکان بغیر چھت کے نظر آتے ہیں کچھ مکان بالکل برباد دکھائی دیتے ہیں لیکن مجھے حیرت ہوتی ہے اور میں سوچتا ہوں کہ دشمن کے اتنے زیادہ بمباروں نے کیا صرف اتنا ہی نقصان کیا ہے۔ پارلیمنٹ کے گھنٹہ گھر کو کھڑا دیکھ کر اور بگ بین گھنٹوں کی آواز سن کر مجھے بچوں کی سی خوشی ہوتی ہے۔

لوگوں کی بھیڑ اب بھی پل پر کھڑے ہو کر آبی پرندوں کو دیکھتی ہے اور ٹرافلگر اسکوائر میں لوگ طوطوں کو اب بھی کھلاتے ہیں۔ ہاں وہ اب روٹی نہیں کھلاتے۔ کیونکہ ایسا کرنا جرم قرار دے دیا گیا ہے۔ ریجنٹ پارک کا چڑیا گھر پہلے سے بھی زیادہ مقبول ہو گیا ہے کینسنگٹن کے باغوں میں بھیڑیں اب بھی چرتی ہیں۔ تھیٹر اور سینما گھر کھچا کھچ بھرے رہتے ہیں لیکن وہ پہلے کے مقابلے میں اب پہلے بند ہو جاتے ہیں۔ سڑکوں پر لوگوں کی آمد و رفت کم ہوتی ہے لیکن بسیں اور ٹیکسیاں بہت چلتی ہیں۔ زمین کے نیچے کے تہ خانے وغیرہ لوگوں سے کھچا کھچ بھرے رہتے ہیں۔

سڑکیں پیدل چلنے والے لوگوں سے بھری رہتی ہیں اور سپاہیوں کی طرح طرح کی وردیاں دکھائی دیتی ہیں۔ اوپر سیکڑوں غبارے دکھائی دیتے ہیں جو کچھ خاص خاص رنگ کی روشنیوں میں بہت ہی دلکش معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے اپنے فوجی اور زیادہ تعداد میں ہیں۔ فوجی ہوا باز اور بحری فوج کے ملاح سب جگہ دکھائی دیتے ہیں۔ ان میں ہم بارہ نوآبادیوں کے سپاہیوں کا بھی شمار کرتے ہیں۔ عورتیں بھی کثیر تعداد میں گہرے نیلے، ہلکے نیلے اور خاکی رنگ کی وردیوں میں نظر آتی ہیں۔ وہ مختلف زنانے اداروں سے تعلق رکھتی ہیں۔ عورتوں کی بری فوج کی بہت کم ممبر خواتین لندن میں نظر آتی ہیں لیکن دیہات میں وہ کثیر تعداد میں موجود ہیں حال کی فصل کی کٹائی کرنے میں انھیں سخت محنت کرنی پڑی ہے یہ فصل بہت ہی اچھی ہوئی ہے۔

لوگوں کے نظریئے

یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ لوگ کیا سوچتے ہیں۔ کیونکہ کچھ لوگ ایک بات سوچتے ہیں اور کچھ لوگ دوسری بات۔ خاص خاص باتیں جن کی طرف اُن کی توجہ مبذول ہوتی ہے یہ ہیں! اوّل تو جنگ کی خبریں اور یہ کہ اتحادی فوجیں کس طرح لڑ رہی ہیں۔ دوسرے یہ خواہش کہ محوریوں کے ساتھ ہمارا فیصلہ ہو جائے اور جنگ ختم ہو جائے۔ تیسرے یہ کہ جنگ کے بعد کیا حالات پیدا ہوں گے اور یورپ کی تعمیر جدید کے لئے کیا کیا جائے گا۔

لوگ بہت زیادہ گھنٹوں تک کام کرتے ہیں اور شاید ہی کوئی ایسا شخص ملے جو جنگ میں کسی نہ کسی طرح حصہ نہ لے رہا ہو۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ برطانیہ اب بھی ہوائی حملے کے خطرہ سے آزاد نہیں ہوا ہے۔ لیکن آج اتحادیوں کی فتح اور فاشسزم کی شکست سے لوگوں میں بے حد جوش پیدا ہو گیا ہے۔ ہر شخص خوش ہے اور جانتا ہے کہ فتح آخر کار سامنے آ گئی ہے۔ قوم فتح کی طرف بڑھ رہی ہے۔

سنگھاڑے کی کھیتی

(سید ابن علی صاحب۔ بی۔ ایس سی۔ اگریکلچر پبلسٹی افسر محکمہ زراعت یو۔ پی۔ لکھنؤ)

بھائیو موجودہ زمانہ میں جس طرح سے اپنے کھیتوں سے کھانے پینے والی چیزوں کی زیادہ سے زیادہ پیداوار لینے کی ضرورت ہے اسی طرح ہم لوگوں کی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ گاؤں کے تالابوں اور گڈھوں میں بھی کھانے پینے والی چیزوں کی پیداوار بڑھائی جائے۔ خواہ بصورت اجناس ہو یا پھل پھول، سبزی۔ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ ہر ایک گاؤں میں چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا یہ کسی نہ کسی طرح کے تالاب یا پوکھر یا گڈھے ضرور ہوتے ہیں جن میں برسات کا پانی بھر جاتا ہے اور اپنے وقت پر سوکھ جاتا ہے۔ بہت سے گاؤں میں اس پانی سے کسی قسم کا فائدہ نہیں اٹھایا جاتا جو تالاب کھیتوں کے نزدیک ہوتے ہیں ان کا پانی سینچائی کے کام میں آجاتا ہے اور بہت سے تالاب ایسے بڑے ہوتے ہیں کہ ان کا پانی سینچائی کا کام لینے پر بھی کافی بچ جاتا ہے۔ بہت سے تالاب ایسے بھی ہیں کہ جنکا پانی بیکار رہی سوکھ جاتا ہے۔

ان تالابوں میں سنگھاڑے کی کھیتی کیجائے تو بہت کچھ فائدہ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اس کی کھیتی پانی ہی میں ہوتی ہے۔ بغیر پانی کے سنگھاڑے کی کھیتی اور کسی ذریعہ سے ممکن نہیں ہوسکتی پہلے اس کی بیاوڑ (بیرن یا پودھ) بوئی جاتی ہے۔ پھر دوسری جگہ لگائی جاتی ہے بیاوڑ بونے کا طریقہ یہ ہے کہ فروری یا مارچ (پھاگن یا چیت) کے مہینے میں سنگھاڑے کے اچھے اچھے پکے پھل دو ڈھائی فٹ گہرے پانی میں جہاں کیچڑ ہو گاڑ دیے جاتے ہیں مگر اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اسکا پانی سوکھ نہ جائے۔ پانی کے اندر ہی اندر پودے جمیں گے اور اوپر چلے آویں گے۔ اس طریقے سے بیاوڑ تیار ہو جائے گی۔ جب برسات ہو اور تالاب یا پوکھر اور گڈھے بھر جاویں تب اس طیار شدہ بیاوڑ کو جڑ سے اکھاڑ کر تالاب کے بھیتر برابر فاصلے پر جا بجا لگا دی جاوے۔ ایک بیگھہ تالاب کے لئے تقریباً (۱۸۰) پودے کافی ہونگے۔ جو کہ پورے تالاب میں پھیل جائیں گے

سنگھاڑے کی کھیتی کے لئے نیم کی کھلی کی کھاد بہت زیادہ مفید پائی گئی ہے اگر نیم کی کھلی پیسکر پودوں کے اوپر چھڑک دی جاوے تو پودے بہت جلد پھیلکر پھلنے لگتے ہیں۔ اور نقصان پہنچانے والے کیڑوں سے بھی محفوظ رہتے ہیں۔ اگر نیم کی کھلی چھڑکنے سے نقصان پہنچانے والے کیڑے دور نہ ہوں تو سب سے اچھا طریقہ یہ ہے کہ ایک کھڑنائی بناکر اسی پر بیٹھکر سارے تالاب میں گھوم کر تمام بیلوں کو الٹ پلٹ کر ان کیڑوں کو پانی میں ملکر دور کردیں ورنہ تو پیداوار بالکل نہ ہوگی۔ ستمبر کے مہینے سے پھل آنے شروع ہوجاتے ہیں۔

سنگھاڑے کا پھل کچا بھی کھایا جاتا ہے مگر زیادہ تر لوگ ابال کر یا بھون کر کھاتے ہیں۔ سنگھاڑے کی کھیتی میں فائدہ اسی وقت ہوتا ہے جبکہ بارش اچھی ہو اور تالابوں وغیرہ میں پانی کافی رہے۔ ہندو لوگ اسکو برت والے دن گیہوں کے آٹے کے بجائے سنگھاڑے کے آٹے کو کام میں لاتے ہیں۔

سنگھاڑے کی پیداوار تقریباً پچاس ساٹھ روپیہ تک فی بیگھہ ہوتی ہے۔ ایسے تالابوں سے ایک خاص فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ سوکھ جانے پر ایک فٹ تک گہری مٹی کھود کر اگر جمع کر لی جاوے تو وہ کھاد کا کام دیتی ہے۔

ستارے اور کسان

(اسمٰعیل میرٹھی)

وہ غریب کھیت والے   وہ امیدوار دہقاں
کہ کھڑی ہے جن کی کھیتی!   کہیں کھیت کٹ رہا ہے
کہیں گھر رہا ہے خرمن   کہیں آنکھ اُن کی جھپکی!
یونہی شام سے سحر تک   ہیں تمام رات جاگے
نہ گھڑی ہے واں نہ گھنٹہ   نہ شمارِ وقت و ساعت
مگر اے چمکنے والو   ہو تمھیں انھیں سجھاتے
کہ گئی ہے رات کتنی!

(از پنچایت)

ہمیشہ اعلیٰ قسم کا عمدہ بیج بوؤ!

"جیسا بوؤگے ویسا ہی کاٹوگے"

یہ ایک ایسی مشہور عام ضرب المثل ہے کہ جس سے شاید کوئی ہی
ف ہو۔ یہ کہاوت قانون قدرت کے عین مطابق ہے کیونکہ
الایام سے یہ بات روزانہ کے مشاہدہ تجربہ میں چلی آتی رہی ہے
س قسم کا بیج ڈالا جاتا اسی قسم کا پودھا اگتا ہے اور بعینہ ویسا
پیدا ہوتا ہے۔ جیسا کہ بویا جاتا ہے۔ آم کا بیج بوکر آم کا پھل ملتا
اور ببول کا بیج بوکر ببول کا پیڑ جمتا ہے۔ آم کی بھی بلحاظ ذائقہ
، رنگ وغیرہ مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ کوئی آم بڑا ہوتا ہے۔
چھوٹا، کوئی میٹھا ہوتا ہے تو کوئی کھٹا، کوئی سرخ یا سیندوریا
ب کا ہوتا ہے تو کوئی سفید یا سبز رنگ کا۔ کسی کا رس پتلا ہوتا ہے
ی کا گاڑھا۔

ہوشیار باغبان باغ لگاتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھتا
ہ کہ جس قسم کے بھی پھلدار درخت وہ باغ میں لگائے جائیں وہ
یادہ پھل دینے والے۔ بڑے بڑے خوشنما اور لذیذ ہوں۔

اسی طرح ہر ایک کاشتکار کو بھی اپنی فصلیں بوتے وقت اس
ت کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ جو فصل بھی وہ بوئے اس کا
حتی الامکان ایسا عمدہ اور مضبوط ہو کہ جس کے بونے سے اسکی
صل کی پیداوار کا پرتہ زیادہ سے زیادہ ہو اور جسکی قیمت بازار
ں زیادہ سے زیادہ مل سکے۔

اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے سرکاری محکمہ زراعت کاشتکار
صاحبان کو قریب قریب ہر ایک فصل کا عمدہ اور منتخب بیج بونیکا
مشورہ دیتا ہے اور ایسا بیج ان کے لئے مہیا کرتا ہے۔

ہمارے صوبہ جات کے جملہ اوکھ بونے والے کاشتکار صاحبان کو
اپنے ذاتی تجربہ سے بہت اچھی طرح ظاہر ہو گیا کہ سرکاری محکمہ
زراعت کے رواج دادہ کوئمبٹور اقسام سے ترقی دادہ اوکھ نمبر ۲۴۳
نمبر ۳۱۲ و نمبر ۴۲۱ وغیرہ کے بونے سے ان کے اوکھ کی پیداوار
بمقابلہ دیسی اقسام کے نہایت پتلے دبلے اوکھوں کی پیداوار کے دگنی
بلکہ تگنی تک بڑھ گئی۔

ترقی دادہ گیہوں پوسہ نمبر ۵۲۔ نمبر ۱۲، نمبر ۴ اور کانپور نمبر ۱۳
وغیرہ کے بونے سے بھی کاشتکار صاحبان کی آمدنی میں بہ نسبت
دیسی اقسام کے گیہوں بونے کا بہت زیادہ فائدہ پہنچا اور اب
وہ جملہ کاشتکار صاحبان کی جنھوں نے ترقی دادہ گیہوں بوکر ذاتی
طور پر تجربہ کر لیا ہے۔ دیسی اقسام کے کمزور اور کم پیداوار دینے
والے گیہوں بونا پسند نہیں کرتے۔

ہر ایک فصل بوتے وقت ہر ایک ہوشیار اور باسمجھ کاشتکار
کو اس بات پر خاص دھیان اور توجہ دینی چاہئے کہ بویا جانے والا بیج
عمدہ اور منتخب ہو اور اس میں کسی طرح کی بیماری اور کمزوری کا اثر نہ ہو۔

اب چونکہ فصل ربیع ختم ہو چکی ہے اور فصل خریف کے بونے کا زمانہ
قریب آرہا ہے اسلئے ہم جملہ ناظرین رسالہ ہذا کی خدمت میں یہ گذارش کر دینا ضروری
سمجھتے ہیں کہ مکا۔ کپاس دھان۔ جوار۔ باجرہ وغیرہ خریف کی خاص فصلوں کے
بیج محکمہ زراعت کے سفارش کردہ بوئیں اور اسکے متعلق اپنے اپنے حلقہ کے
افسران محکمہ زراعت سے مشورہ طلب فرمائیں۔ عمدہ اقسام کے بیج بونے
سے کاشتکار صاحبان کو یقیناً بہت ہی نفع پہونچے گا۔

(ماخوذ از رسالہ مفید المزارعین)

تاثرات

(از جناب احمد ندیم قاسمی)

وہ رات آئی۔ وہ عالم پہ خامشی چھائی
وہ اک چٹان پہ اک بھیڑ چڑھ کے ممیائی
تو کس خیال میں گم تھا خموش چرواہے
کہ ایک ننھی سی جاں کی تجھے نہ یاد آئی

شام کو کل اک مسافر نے کیا مجھ سے سوال
ختم ہو جاتی ہے اس وادی کی پگڈنڈی کہاں؟
ان دھندلکوں کی طرف میں نے اشارہ کر دیا
اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا ــــ "وہاں"



شریمتی لکشمی بائی پنّا لال

سورگیا شریمتی لکشمی بائی پنّا لال ایک مایۂ ناز ہندوستانی خاتون تھیں وہ ہندوستانی کی قدامت پسند اور نئی روشنی کی عورتوں کے درمیان کی ایک کڑی تھیں سی پی کے ایک معزز اور قدیم مالگزار خاندان میں ستمبر ۱۸۸۱ء میں آپ پیدا ہوئیں۔ قدیم رواج کے مطابق انھیں کسی اسکول میں تعلیم حاصل کرنے کی سہولت نہیں دی گئی۔ انھوں نے جو کچھ بھی تعلیم پائی گھر ہی پر پائی۔ ان کی شادی ۱۲ سال کی عمر میں ہوئی۔ ایک کٹر ہندو خاندان کی بہو کی حیثیت سے اپنی ازدواجی زندگی کے ابتدائی سال انھیں پردے کے اندر گزارنے پڑے۔

لیکن جب ان کے شوہر آئی۔ سی۔ ایس میں نکل آئے تو انھوں نے ایک ہی دن کے اندر پردہ ترک کر دیا اور اپنے رہن سہن اور خورد و نوش کے معاملات میں قدامت پسندی چھوڑ دی۔ اسوقت سے وہ آزادی کے ساتھ سماجی دعوتوں اور جلسوں میں شامل ہونے لگیں ۱۹۰۹ء میں جب لارڈ منٹو لکھنؤ میں آئے تھے تو انکے اعزاز میں ہونے والی تقریباً سبھی دعوتوں میں مسز پنّا لال شریک ہوئیں تھیں۔ ان دنوں وہی واحد معزز ہندوستانی خاتون تھیں جو لکھنؤ یا نینی تال میں گورنمنٹ ہاؤس یا آئی سی۔ ایس کی پارٹیوں میں نظر آتی تھیں۔

شریمتی لکشمی بائی نے متعدد ہندوستانی خواتین کو پردہ ترک کرنے کی ترغیب دی۔ اس زمانہ کے دقیانوسی مرد و عورتیں ان کی اس بے پردگی کے لئے ان سے بہت بددل رہتی تھیں اور انھیں کھری کھوٹی سناتی رہتی تھیں لیکن رفتہ رفتہ جب زمانہ بدلتا گیا تو بعد میں وہی مرد اور عورتیں جنھوں نے شروع میں ان کے اوپر خوب طعنہ زنی کی تھی انھیں دقیانوسی اور رجعت پسند کہکر ان کا مذاق اڑانے لگیں۔

توسیع تعلیم نسواں

مسز پنّا لال کا عقیدہ تھا کہ ہمارے ملک کی عورتوں کی کمزوری اور پستی کا خاص سبب تعلیم کی کمی ہے اس لئے وہ زندگی بھر اس بات کی حتی الامکان کوشش کرتی رہیں کہ لڑکیاں زیادہ سے زیادہ تعداد میں اسکولوں میں بھرتی ہوں اپنے شوہر کے ساتھ وہ جہاں جہاں جاتی تھیں وہاں سب سے پہلے اس بات کا پتہ لگاتیں تھیں کہ وہاں لڑکیوں کے کتنے اسکول ہیں اور ان اسکولوں میں کس قسم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ جو کچھ کمی وہ پاتی تھیں اُسے دور کرنے کیلئے پوری طاقت صرف کر لیتی تھیں۔ ان کی کوشش سے لڑکیوں کے بہت سے مدارس ہندو اور مسلم دونوں کھلے ہیں۔

یہ عقیدہ رکھتے ہوئے بھی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم کی ویسی ہی سہولت حاصل ہونی چاہئے جیسی کہ لڑکوں کو۔ ان کا یہ خیال تھا کہ لڑکیوں کو مغربی تہذیب میں رنگنا نقصان دہ ہے کیونکہ اس سے قومی زندگی کو بہت بڑا نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے جب اپنی لڑکیوں کو انگلینڈ میں پڑھنے کے لئے بھیجا تو وہ ان کے ساتھ گئیں۔ اس غرض سے کہ وہ غیر ممالک میں بھی ہندوستانی ماحول سے علیحدہ نہ رہنے پائیں۔

مسز پنّا لال امور خانہ داری میں بھی بہت ماہر تھیں۔ بچوں کی پرورش اور تربیت میں انھیں اتنی مہارت تھی کہ بڑے بڑے ڈاکٹر بھی ان کی تعریفیں کرتے تھے۔ بچوں اور عورتوں کی تندرستی کی طرف ان کی خاص توجہ رہتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ زنانہ ہسپتالوں سے وہ خاص دلچسپی رکھتی تھیں۔ اناؤ کا بڑا زنانہ ہسپتال انھیں کی کوشش سے قائم ہوا ہے اور انھیں کے نام پر اس کا نام بھی رکھا گیا ہے۔

مسز پنّا لال زندگی کے عملی تجربہ کے لئے سیر و سیاحت کو بہت ضروری سمجھتی تھیں امرناتھ سے رامیشورم اور کراچی سے کلکتے تک کوئی بھی ایسی اہم جگہ نہیں ہے جو انھوں نے نہ دیکھی ہو۔ وہ تین بار یورپ ہو آئی تھیں۔ دو بار اپنے شوہر کے ساتھ اور ایک بار اپنے بچوں کے ساتھ۔ یورپ کے تقریباً سبھی خاص خاص ملکوں کی انھوں نے سیاحت کی تھی۔ انگلینڈ کو وہ خاص طور سے پسند کرتی تھیں اور ایکبار ۱۸ ماہ تک وہیں مقیم رہیں۔ وہاں آپ باقاعدہ

ریزنیمں شامل ہوتی رہتی تھیں بالخصوص ملک معظم یا ملکہ معظم
رت سے دی جانے والی پارٹیوں میں۔

بعد میں مسز پنالال کا رجحان مذہب کی طرف بڑھ گیا تھا اور
ں نے چاروں دھاموں کی یاترا کی تھی۔ ان کے علاوہ اور بھی
ں خاص تیرتھوں کے انھوں نے درشن کئے تھے اگرچہ وہ خود
و فرقہ کو مانتی تھیں تاہم دیگر سبھی مذاہب کے متعلق ان کے
ت آزادتھے۔ اٹلی میں پوپ سے ملکر انھوں نے مذہبی معاملات
بات چیت کی تھی۔ اس کے علاوہ مسز اینی بسنٹ۔ شری کرشن
مورتی، مہارشی رمن، ماتا آنند مئی وغیرہ مشہور مذہبی پیشواؤں سے
بھی مل چکی تھیں۔

سماج سدھار کی وہ بہت حامی تھیں اور اپنے دو بچوں کی شادی
انھوں نے اپنی برادری سے باہر کی۔ شادی کے رسوم میں انھوں نے
بہت سے سدھار کئے مگر قدیم ہندوستانی تمدن کی جتنی بھی خصوصیتیں ہیں
ان سب سے انھیں بیحد عقیدت تھی ان کی زندگی قدیم وجدید خیالات
ورجحانات کا بہترین امتزاج تھی۔

پنچایتی ترانہ

(م تبسم قریشی)

امان وامن کی اُجڑی ہوئی دنیا بسائیں گے — دھڑے بندی کے شعلے آبِ الفت سے بجھائیں گے
پُرانی رنجشوں کو لوحِ دل سے ہم مٹائیں گے — اُٹھائیں گے جو سر فتنے نئے اُن کو بٹھائیں گے

ہر اک گاؤں کو پنچایت کا دیوانہ بنائیں گے

جو کرکے نالشیں جھوٹی غریبوں کو ستاتے ہیں — ستاتے ہیں جو ناحق بیکسوں کا مال کھاتے ہیں
عداوت کی بھڑکتی آگ میں گاؤں جلاتے ہیں — انھیں انصاف وحق کے سیدھے رستے پر چلائیں گے

ہر اک گاؤں کو پنچایت کا دیوانہ بنائیں گے

کریں گے فیصلہ ہم خود ہی جب جھگڑا ہوا پیدا — بنیں گے آپ ہی ہم اپنی موجیں ساحل و دریا
سنائیں گے نہ ہم غیروں کو جاکر ماجرا اپنا — کچہری کی نجاست کے تھپیڑے اب نہ کھائیں گے

ہر اک گاؤں کو پنچایت کا دیوانہ بنائیں گے

(از پنچایت)

تھوک اور خوردہ فروخت

(از جناب جے پی۔ مشرا ایم اے، پبلسٹی افسر محکمہ امداد باہمی یو۔پی)

ہمارے ملک کی آبادی کا تقریباً ۸۰ فی صدی حصہ کسانوں کا ہے اور کاشت کاری ہی اُن کا ذریعہ معاش ہے۔ دیہات میں چھوٹے موٹے کل کارخانے نہیں ہیں اور نہ خانگی صنعت و حرفت ہی ہیں کہ کسان اپنے فاضل وقت کو اُس میں لگا کر اپنی کچھ آمدنی بڑھا سکیں۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ کھیتی سے تعلق رکھنے والے دیگر کام مثلاً مرغبانی، مکھن یا پنیر سازی، مویشی بانی، سوت کی کتائی اور پارچہ بافی وغیرہ کا کافی رواج ہو تاکہ کھیتی کے علاوہ کسان کچھ مزید آمدنی کر سکیں۔ یعنی کہنے کا یہ مطلب ہے کہ کسان ذریعہ معاش کھیتی اور صرف کھیتی ہے۔

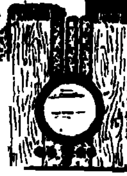
یہاں کے کسان کھیتی بھی بہت چھوٹے پیمانہ پر کرتے ہیں۔ اوسطاً اُن کے پاس تقریباً ۵ چھ بیگھہ کھیت ہوتا ہے جو چھوٹے چھوٹے ہونے کے علاوہ اِدھر اُدھر بکھرے بھی رہتے ہیں۔ چھوٹے اور کمزور بیل، کھاد کی کمی و طاقت ور بیج نہ بونا وغیرہ وغیرہ ایسے ہی چند دیگر وجوہ سے پیداوار بہت کم ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں کے کسان دیگر ممالک کے کسانوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ محنتی ہیں لیکن پھر بھی کھیتوں میں کافی پیداوار نہیں ہوتی اور وہ غریب کے غریب ہی بنے رہتے ہیں۔ اس کا سبب ایک تو کافی یکجا کھیتوں کی کمی دوسرے ترقی دادہ طریقوں سے کھیتی نہ کرنا اور تیسرے کسانوں کا جاہل اور لکیر کا فقیر ہونا ہے۔

ابھی ہم نے بتلایا ہے کہ کھیتوں میں پیداوار کافی نہیں ہوتی۔ خیر جو کچھ پیدا ہوتا ہے اس کا زیادہ حصہ کسانوں کو بیچ دینا پڑتا ہے۔ بکری سے جو پیسہ ملا اُس سے لگان اور مہاجن کا قرض ادا کرنا پڑتا ہے اور خانگی ضرورت کی چیزیں مثلاً کپڑا، تیل، نمک وغیرہ ضروری سامان لینا پڑتا ہے۔ فصل پر غلہ کا بھاؤ گر جاتا ہے۔ لیکن پانچ چھ ماہ گزرنے پر بھاؤ پھر اونچا ہونے لگتا ہے۔ بیچارے کسان اتنے عرصہ تک انتظار نہیں کر سکتے اور اپنی ضروریات سے مجبور ہو کر مال کو اَونے پَونے فروخت کر دیتے ہیں۔ منڈیوں میں کہاں تو یہ چھوٹے چھوٹے کسان اور کہاں ان کے مال خریدنے والے بڑے بڑے آڑھتئے اور تاجر بھلا ان دونوں کا مقابلہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ عام طور سے اُنھیں دلالی اور آڑھت کے علاوہ بھرائی، تولائی، گروہ، گئوشالے کا چندہ، اسکول کا چندہ اور نہ جانے کتنے ٹیکس دینے پڑتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسانوں کو یہ سب ٹیکس وغیرہ دیدینے کے بعد روپے میں صرف ۹ آنے پیسے ملتے ہیں۔ آہ! گاؤں میں اناج پیدا کرنے والے کسان کی یہ حالت جس کا سب کچھ ہوتے صرف نو آنے پیسے ہیں۔

اب سوال اس بات کا ہے کہ اُنھیں کون سا ایسا راستہ اختیار کرنا چاہئے کہ وہ اپنے مال کا زیادہ سے زیادہ دام پا سکیں۔ عام طور سے یہ مان لیا گیا ہے کہ تھوڑی تھوڑی کاشت کرنے والے اور بازار میں تھوڑا تھوڑا غلہ لانے والے کسانوں کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنا مال پھٹکر نہ بیچیں۔ ایسا کرنے میں اُن کی کوئی شنوائی نہیں ہوتی نہ کوئی اُن کی بات مانتا ہے اور نہ اُن کی بات کا کوئی اثر ہی ہوتا ہے۔ اُن کی یہ ایک سب سے بڑی کمزوری ہے جس کے باعث وہ آڑھتیوں کو تاجروں کو منہ توڑ جواب نہیں دے سکتے اور "جو جیا ہو سو کرو" کے شکار بنے رہتے ہیں۔ اس لئے کسانوں کو چاہئے کہ آپس میں میل جول کرکے اپنی منظم جماعت بنائیں۔ بازار میں اپنا اپنا غلہ پھٹکر بیچنے کے بجائے اسے اپنی جماعت کے سپرد کر دیں۔ اس جماعت یا سوسائٹی کے انسپکٹر و سپروائزر اُن کی طرف سے بازار کے آڑھتیوں سے بات چیت کرکے اُن کو پورا پورا دام دلوائیں گے۔ آڑھتئے اور تاجر بھی یہ سمجھ کر کہ اُن کو مال پھٹکر ملنے کے بجائے تھوک میں مل رہا ہے، آڑھت گھٹا دیتے ہیں۔ اور تنظیم سے ڈر کر ورنہ مٹ سے ناجائز کاٹ کپٹ بھی نہیں کرتے۔ یہ کوئی خیالی بات نہیں۔ پانچ سال سے ہمارے صوبے میں غلہ فروخت کرنے کی یونین قائم ہے۔ یہ یونینیں سرکاری نہیں ہیں بلکہ کسانوں کی اپنی چیز ہیں اور ان کا کام پڑھے لکھے ملازموں کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ جن جن کسانوں نے اپنا غلہ ان یونینوں کی معرفت فروخت کیا ہے وہ خود بتا سکتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ انھیں بازاری نرخ کے حساب سے قیمت ملی بلکہ وہ آڑھتیوں کی ناجائز لوٹ اور درمیانی لوگوں کو دلالی وغیرہ دینے سے بچ گئے بھلا اس سے اچھی اور کون بات ہو سکتی ہے کہ ایسی آسانی سے اُنکا غلہ فروخت ہو جائے اور اُنھیں گھر بیٹھے بیٹھے پورا پورا دام مل جائے۔

کسانوں کو چاہئے کہ ان یونینوں کے ممبر بن کر اپنا غلہ ان کے سپرد کر دیا کریں اور بازار میں خود جا کر اُسے پھٹکر بیچنے کی کوشش نہ کیا کریں۔ یہ یونینیں اُنھیں کی بھلائی کے لئے قائم کی گئی ہیں اور ان سے پورا فائدہ اُٹھانا چاہئے۔

دیش بدیش کی بات



P.M.38

دُنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر)

امریکہ ریاستہائے متحدہ کے ماتحت ۴۸ علیحدہ علیحدہ ریاستیں ہیں جو خارجی معاملات میں ایک ہونے پر بھی باہمی داخلی معاملات میں بہت کم متفق ہیں۔ انھیں معاملات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ صدر کے انتخاب کے بارے میں مختلف ریاستوں کے قواعد مختلف ہیں۔ اگرچہ سب ریاستیں مل کر ایک ہی صدر کا انتخاب کرتی ہیں۔ آج کل وہاں کے لاکھوں باشندے مختلف ممالک میں جنگ کے سلسلے میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کو بھی آئندہ نومبر میں صدارت کے انتخاب کے سلسلے میں اپنی رائے دینی ہے۔ ہیں تو یہ لوگ مختلف ریاستوں کے باشندے جن میں انتخاب کے طریقوں میں اختلاف کے باعث اس انتخاب میں گڑبڑی پیدا ہوگی۔ چنانچہ موجودہ صدر پریسیڈنٹ روزویلٹ نے اپنے یہاں کی مجلس آئین ساز کو انتخاب کے متعلق نیا آئین بنانے کی رائے دی ہے۔ پھر بھی جو نئے قاعدے کانگریس بنا رہی ہے وہ صدر امریکہ کی مرضی کے خلاف ہیں۔ اس لئے صدر امریکہ اور کانگریس میں نااتفاقی بڑھنے کا امکان ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہاں دو جو بڑی سیاسی جماعتیں ہیں اُن میں سے ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے تو موجودہ صدر روزویلٹ لیڈر موجود ہیں لیکن وہاں اب تک یہ قاعدہ سا تھا کہ دو بار سے زیادہ کوئی صدر منتخب نہ کیا جائے۔ اِدھر روزویلٹ صاحب تین بار منتخب ہو چکے اور اب اگر وہ منتخب ہوئے تو چوتھی بار ہوں گے۔ اُن کے مخالفین کہہ رہے ہیں کہ اگر ایک ہی شخص چار چار دفعہ صدر ہونے لگے گا تو پھر اُس میں اور بادشاہ میں فرق ہی کیا رہیگا۔ کیونکہ ایک ایک انتخاب چار چار سال کے لئے ہوتا ہے۔ اُدھر دوسری بڑی سیاسی جماعت ریپبلکن پارٹی کی طرف سے دو آدمیوں میں لیڈر بننے کے لئے جھگڑا ہو رہا ہے: یعنی مسٹر ڈیوی اور رونڈل ولکی میں۔ ابھی تک زیادہ عوام ڈیوی



انگلینڈ میں گھوڑوں کی کودائی کی نمائش اس زمانۂ جنگ میں بھی بدستور جاری ہے۔ اس تصویر میں لڑکوں کے مقابلے میں حصہ لینے والا ایک لڑکا اپنا گھوڑا کودا رہا ہے۔

... طرف معلوم ہوتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر برطانیہ
کے ساتھ روزویلٹ کی زیادہ دوستی ہونے کے سوال پر ریپبلکن
پارٹی برسر اقتدار آ گئی تو ان دوستانہ تعلقات میں کچھ فرق آ سکتا
ہے۔ ادھر انگریزوں کا خیال ہے کہ ہماری دوستی کسی خاص شخص
سے نہیں بلکہ امریکی قوم سے ہے اس لئے وہ اس انتخاب میں غیر
جانبدار ہیں۔ بظاہر تو یہ طریقہ صحیح ہے لیکن ذاتی دوستی کا بھی
سیاست پر کچھ اثر پڑنا ناممکن نہیں۔ تاہم اس سیاسی معاملہ پر
کوئی رائے وثوق کے ساتھ نہیں ظاہر کی جا سکتی۔ کچھ ہی دنوں
میں ظاہر ہو جائے گا کہ ونڈل ولکی اور ڈیوی میں سے عوام کس کو
زیادہ پسند کرتے ہیں۔ گذشتہ انتخاب میں ریپبلکن پارٹی کے
لیڈر مسٹر ولکی ہی تھے۔

اٹلی میں جرمنوں سے برطانیہ اور امریکہ کی جو جنگ ہو رہی تھی وہ تین چار ہفتوں سے کچھ سرد سی پڑ گئی ہے۔ وہ تین خاص مقامات پر ہو رہی ہے۔ یعنی نٹوان، اینزیو اور اس کے جنوب میں تو پانچویں برطانی فوج لڑ رہی ہے اور مشرق کی طرف آٹھویں فوج۔ ان سب کا مقصد شہر روم پر قبضہ کرنا ہے کیسنو نامی ایک شہر کو جرمنوں نے ایک مضبوط قلعہ سا بنا رکھا تھا جس کے باعث آٹھویں فوج تین مہینوں سے روم کی طرف نہیں بڑھ پاتی تھی۔ ڈیڑھ دو ہفتے ہوئے کہ برطانی فوج نے حملہ کر کے شہر کیسنو کا ایک تہائی حصہ چھین لیا تھا لیکن باقی شہر وہ نہ چھین پائی اور اسے پیچھے ہٹ آنا پڑا۔ اس کے بعد ہوائی جہازوں کے ذریعے زوردار حملہ کر کے اتحادیوں نے اس شہر کے تمام مکانوں کو مسمار کر دیا اور پھر خشکی کے ذریعے حملہ کر کے تین چوتھائی شہر پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب جرمن فوج شہر کے صرف جنوب مغرب میں گھمسان کی لڑائی لڑ رہی ہے۔ امید ہے کہ دو تین دنوں میں اس پر بھی قبضہ ہو جائے گا۔ اس کے قریب جو دشمنوں کا اڈا ایک پہاڑی پر ہے اس پر بھی حملے ہو رہے ہیں۔ ایک دو ہفتہ میں اٹلی کے معرکہ میں خاص نتائج برآمد ہونے کی امید ہے۔ ادھر یوگوسلاویہ میں بھی کئی ہفتوں

سے جنگ ہو رہی ہے۔ اس میں اور اٹلی میں جنگ میں مصروف
جرمنوں کی فوجوں کی تعداد ۱۹ ڈویژن معلوم ہوتی ہے۔ روس
کو اس سے یہ فائدہ ہے کہ اتنی فوج روس کے میدان میں نہیں
آ پاتی۔ جرمنوں کے خلاف اتحادیوں کی طرف ایک دوسرا محاذ
جو کھولا جانے والا تھا اس کا ۱۹۴۴ء میں کھلنا مشتبہ سا ہو گیا
اگرچہ ابھی یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔ روسیوں کو اس
محاذ کے کھولے جانے کی خاص خواہش ہے۔ لیکن جتنے کام
جاتے ہیں وہ ہر ایک سوال کے سبھی پہلوؤں پر غور کے بعد ہی کئے
ہیں۔ یکایک یا بلا سوچے سمجھے نہیں۔ آج کل کئی وجوہ سے اتحادیوں
نے یہ طے کیا ہے کہ انھیں ادھر اٹلی سے جو کثیر تعداد میں پچھلے
جہاز ملے ہیں ان میں سے تہائی تعداد میں وہی یا دوسرے جنگی



ملکہ معظمہ خواتین کی فوجوں کے ایک کیمپ کا معائنہ فرما رہی ہیں۔

روس کو دئے جائیں۔ اس سے شاید دوسرے محاذ کے کھلنے
روسیوں کی شکایت کچھ حد تک کم ہو جائے۔
روس آج کل بے حد تیزی کے ساتھ جرمنوں کو بھگا
دریائے بگ پر پہلے جرمن فوج نے اڈے جمانے والی تھی وہ
ناکام رہی اور اب بگ سے بھی آگے بڑھ کر روسی فوج کئی
پر دریائے نیسٹر پر پہونچ چکا ہے۔ حال ہی میں روسیو
دپیار کا اور ڈبونجیت کر اڈیسہ کی طرف حملہ کیا ہے۔ ا

کے میدان میں بھی روسی آگے بڑھ رہے ہیں۔ وہ ۔ . ۔ نیہ
بھی داخل ہونے والے ہیں۔ اُدھر ویانا میں بھی آج کل
یوں کے ہوائی حملے ہوتے ہیں۔ ہوائی حملوں سے امریکہ
برطانیہ نے جرمنی کے دارالحکومت برلن کو برباد ہی کر ڈالا
یہاں تک کہ وہ دارالحکومت اب بریسلا نامی شہر میں اُٹھ
ہے۔ دیگر جرمن شہروں پر بھی جہاں جہاں سامان جنگ تیار
ے ہیں، خاصے ہوائی حملے ہوئے ہیں جن سے ایسی پیداوار
ت کم ہو گئی ہو گی۔ ایسا خیال کیا جاتا ہے۔

اُدھر جنوب مغربی بحرالکاہل میں امریکی فوج کئی
ت پر جاپانیوں کو شکست دے چکی ہے۔ مارشل
من وغیرہ جزیروں پر امریکہ کا قبضہ ہو چکا ہے۔
نگلینڈ، نیوگنی وغیرہ میں بھی امریکنوں کی فتح
رہی ہے۔ چین میں تو ان دنوں کوئی بڑی جنگ
رہا ہو رہی ہے لیکن شمالی برما میں چینی لوگ
بڑھ رہے ہیں۔ انہیں دنوں ہندوستان کی طرف
امریکی اور برطانی ہوائی فوج نے ہوائی جہازوں
کے ذریعے شمالی برما کے وسط میں ایک زبردست
فوج اُتار دی ہے تاکہ وہاں سے مغرب کی طرف
جاپانی فوج اتحادی فوجوں سے لڑ رہی ہے اُسکا
طرف سے گھر جانا ممکن معلوم ہوتا ہے۔ خیال ہے
جاپانی فوج اس نئی فوج سے زوردار مقابلہ
نہ کر سکے گی۔ اُدھر چین میں بھی امریکہ کافی مقدار
میں سامان جنگ بھیجنے لگا ہے اور خیال کیا جاتا ہے
کہ مئی سے خشکی کے ذریعے بھی ہمالیہ کو پار کر کے
زیادہ سامان پہونچنے لگے گا۔ اُدھر بحر اوقیانوس
کے جو جہاز امریکہ سے انگلینڈ کو سامان
لے جاتے تھے اُن کا جرمنوں کی طرف سے جو نقصان
ہوتا تھا وہ ماہ بہ ماہ گھٹتے گھٹتے گذشتہ ماہ فروری
بہت گھٹ گیا تھا۔

ہندوستان میں اب بنگال کا قحط قریب قریب دور
ہے۔ سال آئندہ کے لئے اُس طرف اور بقیہ ہندوستان
میں انتظام ہو رہا ہے۔ ہندوستان کے سیاسی مسئلہ کے حل کا
ابھی طے نہیں ہوا۔ مسٹر جناح بغیر پاکستان حاصل کئے
ہوئے اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کرنے کے لئے تیار نہیں
ہیں اور ہندو مہاسبھا والے متحدہ ہندوستان کے لئے بضد
ہیں۔ نئے بجٹ میں بڑے بڑے ٹیکس لگے ہیں جن کے باعث
اور گرانی کے باعث عوام کی تکالیف میں اضافہ ہو رہا ہے
اُدھر دیہاتیوں کو گرانی سے فائدہ بھی ہے۔ کم از کم کسانوں
کو۔ یہ مضمون ۱۹ مارچ تک کے واقعات پر لکھا گیا ہے۔
اِدھر غیر جانبدار ہونے کے باعث آئرلینڈ نے اپنے



ملکہ معظمہ جنگی قیدیوں کو بھیجے جانے والے پارسلوں کا معائنہ فرما رہی ہیں۔

علاقہ میں کچھ جرمنوں اور جاپانیوں کو ٹھہرا رکھا ہے یہ بات
برطانیہ کو ناگوار ہے اور آئرلینڈ کے ساتھ کوئی سخت کارروائی
ہونے والی ہے۔ فن لینڈ کی صلح کی بات چیت روس سے ہو رہی
ہے لیکن ہنوز کچھ طے نہیں ہوا ہے۔

دیہات میں کسانوں کی حالت۔

(از جناب بدری پرساد، ملشیہ سپروائزر، ڈسٹرکٹ پرتاپ گڑھ)

ہمارا ملک ایک زراعت پیشہ ملک ہے جس کے باعث ملک میں کسانوں کی تعداد زیادہ ہے اور ان کسانوں کی محنت ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہندوستان ہر سال اپنی خوراک کا مسئلہ حل کرتا ہے آیئے آج ہم آپ دیکھیں کہ ان کی کیا حالت ہے۔

اور یہ دنیا اس وقت عجیب شکل اختیار کئے ہوئے ہے جس کو دیکھنے سے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ وہی کسان ہیں جو دنیا کے رزاق مجازی ہیں، جنکی غیر معمولی محنت کے گیت مہذب دنیا بڑے فخر سے گایا کرتی ہے جنکی مشقت اور جفاکشی کی لوگ مثالیں دیتے ہیں کیا یہ وہی ہونہار فرزند ہیں جنکی قوت عمل سے ہمارا ہندوستان دنیا میں سونے کی چڑیا کہلانے کا مستحق ہوا ہے؟ ہاں یہی ہیں وہ بے غرض کارکن جنھوں نے دنیا کے سامنے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی سنہری مثال پیش کی تھی لیکن آج تو یہ افلاس وغربی کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ دنیا کی زندگی کا بار اٹھانے والے خود اپنی زندگی کے بار سے دبے جا رہے ہیں۔ اس وقت ہندوستانی کسان مختلف مصیبتوں کا شکار ہو رہا ہے۔ قدامت پسندی سماج میں بھی بڑھی ہوئی ہے۔ اب اس پر غور کیجئے کہ یہ حالت کیونکر ہوئی اس کے کئی سبب ہو سکتے ہیں

صنعت وحرفت کا زوال۔ یہ وہ ملک ہے جہاں کے دستکار اپنی مہارت پر فخر کرتے تھے۔ مثلاً تمام دنیا میں ڈھاکے کی ململ کا جواب نہیں تھا جس کے پہننے کے لئے ترقی یافتہ ممالک کے لوگ بیحد مشتاق رہتے تھے اور جس کے حاصل کرنے پر لوگ فخر کرتے تھے۔ اس کے علاوہ تمام دستکار اپنا اپنا کام کرتے تھے۔ مثلاً لوہار۔ بڑھئی، کمہار وغیرہ لیکن زمانہ نے پلٹا کھایا اور بڑے بڑے شہروں میں سرمایہ داروں کے ذریعے کل کارخانے کھلنے لگے اور مشینوں کے ذریعے تمام چیزیں آسانی سے تیار ہونے اور سستی بکنے لگیں دستکاروں کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں کے استعمال کا شوق کم ہونے لگا اور آخر ایک دن وہ بھی آگیا کہ تمام دستکاروں نے اپنی دستکاریاں چھوڑ دیں اور زندگی گزارنے کے لئے کھیتی پر ہی ٹوٹ پڑے۔ جس کی وجہ سے کسانوں کی تعداد بڑھ گئی اور کھیتوں کی کمی پڑنے لگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آمدنی کم ہوگئی اور خرچ بدستور رہا۔ اب کسان مقروض اور قرض کے بوجھ سے اتنے دبے کہ مہاجنوں کے بیرحم ہاتھوں میں انھیں اپنی کھیتی باری دے دینا پڑی۔ مطلب یہ کہ یہ زرخیز حصہ سرمایہ داروں کے ہاتھ لگا اور کسان مفلس ہونے لگے۔

آبادی کے اضافہ نے بھی خوفناک شکل اختیار کر لی اور بچی ہوئی زمین کے بھی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو گئے جو نہ تو اچھی طرح بوئے جا سکتے اور نہ ترقی کے لئے سامان و ذرائع ہی استعمال میں لائے جا سکتے ہیں۔

تعلیم کی کمی۔ ہمارے ملک میں تعلیم کی بہت کمی ہے اگر ملک میں ۹۰ فیصدی باشندے جاہل ہوں تو اس ملک میں کسانوں کو سو فیصد جاہل کہنا نامناسب نہ ہوگا۔ اس کا بھی ایک اہم سبب موجودہ طرز تعلیم ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ تعلیم یافتہ انسان کسانوں کو حقیر سمجھتے اور کھیتی کو ذلیل کام سمجھتے ہیں۔ زندگی کے بیش قیمت وقت کو ملازمت کی خواہش میں برباد کرتے ہیں اور تعلیم کے ذریعے حاصل کئے ہوئے علم کو دوسروں کی خدمت میں لگاتے ہیں اور فرمانبردار نوکر بننے کی امید میں پھنسے رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسانوں کی اولاد اسی تاریک فضا میں پیدا ہوتی، بڑھتی اور مر جاتی ہے۔ اسے اگر کچھ علم ہے تو صرف اتنا ہی کہ میری زندگی محنت کرنے کے لئے ہے اور دوسرے تعلیم یافتہ اور سرمایہ دار عیش وعشرت کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ یہ بھولے بھالے کسان مکر وفریب کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔ ترقی کیا بلا ہے۔ اس کا تصور بھی نہیں کرتے اس لئے معمولی مکر وفریب سے بھی لوگ انھیں دھوکے میں ڈالے اور ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں

ترقی یافتہ لوگوں کے مشوروں اور ان کے ایجاد کردہ آلات زراعت سے فائدہ اٹھانا بھی ان کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ ان بیچاروں میں اتنی قابلیت ہی کہاں جو اس کی واقفیت حاصل کر سکیں۔ اگر مشورہ دینے والوں کی بات ان کی سمجھ میں آ بھی جائے تو قدامت پسندی اسے قبول کرنے میں رکاوٹ ڈالتی ہے اور کسان لکیر کا فقیر ہی بنا رہتا ہے

باہمی افتراق۔ ایک زمانہ تھا جب ہمارے گاؤں اتحاد واتفاق کے نمونے ہوتے تھے۔ وہاں کے باشندے باہم محبت اور ہمدردی رکھتے تھے۔ باہمی امداد فطری جذبہ ہوتا تھا۔ لوگ سچے ہوتے تھے اور اپنی ضرورت سے بڑھ کر دوسرے کی ضرورت سمجھتے تھے۔ جھگڑے ہوتے نہیں تھے اور اگر ہوتے بھی تھے تو اپنی دیہاتی پنچایت میں لوگ طے کر لیا کرتے تھے۔ جنکا رنگ آج بالکل بدل گیا ہے۔ مگر کام کرنے والے طریقے میں بھی رشک وحسد اور بغض وعناد نے اپنا قبضہ جما لیا۔ لوگ اپنے اعمال کو بھول گئے اور ہائے پیسہ ہائے پیسہ کے نعرے لگانے لگے۔ اپنی ضرورت ہی سب سے بڑھکر سمجھی جاتی ہے اور اس کی تکمیل کے لئے ہر جائز وناجائز کوشش کی جاتی ہے۔ اس وجہ سے باہمی اختلاف اور افتراق بڑھنے لگے۔

عدالتوں میں جانے لگے اور اپنی محنت کی کمائی وکیلوں منشیوں
بھوکے باز لوگوں کی جیبوں میں ڈالنے لگے اور مدعی و مدعا علیہ
ں برباد ہونے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی
چنے لگے۔

بہت سے ایسے کام جو تنہا نہیں کر سکتے تھے نہیں ہو سکتے اور آہستہ آہستہ اکٹھا
رنے کا طریقہ ختم ہونے لگا۔

ذرائع کی کمی - کسانوں کی غریبی کا سبب ان کے پاس ذرائع
کمی ہے جس میں سب سے پہلے بیلوں کا زوال ہے کیونکہ کھیتی کے
بیلوں کا طاقتور ہونا ضروری ہے اور اس طرح کے بیل گایوں
ترقی سے ہی ہو سکتے ہیں ایک زمانہ تھا جب ہندوستان گایوں
محبت کرتا تھا اور ان کے دودھ سے طاقتور بیل ہی نہیں بلکہ
نسان بھی پرورش پاتے تھے۔ یہاں تک کہ چکرورتی راجاؤں نے بھی
میں عزت دی ہے جس کی بہترین مثال رگھوبنسی مہاراجہ رگھو اور
سپ وغیرہ ہو گئے ہیں۔ انھیں بیلوں کے زور سے بڑے بڑے ہل
ستعمال کئے جاتے تھے۔ جیسے دھرم ہل جو کہ سولہ بیلوں سے چلایا جاتا تھا
و۔ اسی سے زمین زیادہ پیداوار دیتی تھی۔

نئے نئے ایجادشدہ سامان غریبی کے باعث کام میں نہیں لا سکتے
اور اگر انتظام کریں بھی، تو بیلوں کی کمزوری سے کامیاب ہونے سے مجبور
رہتے ہیں۔

چراگاہوں کی کمی بھی بیلوں کے زوال کا سبب ہوئی اور ان کی
نسلوں کو بیکار کر دیا۔

آبپاشی کے ذرائع پرانے اور تمام کھیتوں کے لئے کم ہیں کھاد
کی کمی سے بھی بربادی ہو رہی ہے اور انجان کسان کھادوں کو برباد
کئے جا رہے ہیں کسان کھادوں کو تین طرح برباد کرتے ہیں۔

۱- گوبر کی کھاد اپلے جلا کر۔
۲- پیشاب کی کھاد - کاہلی اور جہالت کے باعث۔
۳- پتیوں کی کھاد - جہالت کے باعث۔

ان تمام برائیوں کو دور کرنے کی ضرورت ہے جس کا واحد ذریعہ
امداد باہمی ہے اسکے ذریعے دیہاتی اپنے مشکلات کو آسان بنا سکتا
ہے اور اپنی زندگی کو انسان کی طرح گزار سکتا ہے۔ یا خدا تو ان کسانو
کے دلوں میں امداد باہمی کی جگہ دے۔

انگلینڈ کی دیہاتی زندگی

(از جناب اننت رسال دھار علم بی۔ اے)



ساری دنیا کو پالنے والے
کسان ہیں اس سے کھیتی کی ترقی
کے لئے کوشش کرنا ہر ایک ملک
کا فرض ہے اگرچہ انگلستان تجارت
پیشہ ملک ہے اور وہاں پر کھیتوں
کے مقابلہ میں کارخانوں کی چمنیاں
زیادہ تعداد میں دیکھی جا سکتی ہیں
لیکن پھر بھی وہاں کے باشندوں
نے کھیتی کی طرف بہت توجہ کی ہے
انھوں نے کھیتی کے لئے نئے نئے
آلات اور طریقے دریافت کرلئے ہیں
جنگ کے باعث اشیاء خوردنی کی
کمی کا انگلینڈ میں احساس ہوا
لیکن وہاں نئے طریقوں سے کھیتی
ہونے کے باعث کھانے کی چیزیں
کافی مقدار میں پیدا کی جاتی ہیں۔
غلہ کی کاشت کے علاوہ پھلوں

... کھجوروں سے جمع کئے ہوئے پھلوں سے مربہ بنایا جا رہا ہے۔

وہاں جتنی زیادہ مقدار میں پھل پیدا ہوتے ہیں اتنے کبھی نہیں ہوتے تھے۔ اس سال وہاں سیب کی پیداوار بہت زیادہ ہوئی ہے اگر تیز ہوا کے باعث بہت سے پھل درختوں سے ٹوٹ کر گر نہ پڑے ہوتے تو کہیں زیادہ پھل پیدا ہوتے۔ زیادہ پیداوار کی وجہ سے پھل برباد نہ ہوں اس لئے حکومت نے قانون بنا دیئے ہیں جن کے باعث بہت زیادہ مقدار میں پھل مربے کی شکل میں رکھے جا رہے ہیں تاکہ جاڑوں میں ان کا استعمال کیا جا سکے۔ دوکانوں پر بہت کم پھل بکتے نظر آتے ہیں بہت سے لوگ اپنے ذاتی باغوں میں بھی پھل پیدا کرتے ہیں لیکن وہ چونکہ کم مقدار میں بکتے ہیں اس لئے مربہ بنانے والے کارخانوں کے لئے وہ موزوں نہیں ساتھ ہی چینی بھی راشن میں اتنی کافی نہیں ملتی کہ وہ ان پھلوں سے مربے بنا سکیں پھر بھی یہ پھل ضائع نہیں ہونے دیئے جاتے بہت سے رضاکار دیہات میں گھومتے رہتے ہیں اور وہ ان پھلوں کو اکٹھا کر لیتے ہیں۔ ان سے جو مربہ بنتا ہے وہ لوگوں کو راشن کی شکل میں دیا جاتا ہے۔ اس طرح ایک پھل بھی بیکار نہیں جاتا۔

پھلوں کے علاوہ اناج کی کاشت کی طرف بھی بہت زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ بہت سی زمین کھیتی کے کام میں لائی جا رہی ہے۔ نئے اور سائنٹفک طریقوں کے استعمال کے باعث پیداوار بھی بڑھ گئی ہے۔ کھیتوں میں کام کرنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ بڑھ گئی ہے بہت سے لوگ تو اپنی فرصت کے وقت میں کھیتوں میں کام کرنے کیلئے جاتے ہیں۔ اسکولوں کے طلبا چھٹیوں میں کسانوں کی مدد کرنے کیلئے دیہات کا دورہ کرتے ہیں انکے علاوہ بہت سے لوگ مستقل طور پر کھیتوں میں کام کر رہے ہیں۔ ان کے رہنے کیلئے مکانوں کا مسئلہ درپیش تھا۔ اس کے لئے انگلستان کے دیہات میں بہت سے مکان بنائے جا رہے ہیں جن میں یہ لوگ آرام سے رہ سکیں۔ ابھی حال میں کھیتوں میں کام کرنے والوں کے لئے ۳۰۰۰ مکان بنائے جا رہے ہیں۔ یہ مکان پہلے کے مکانوں کے مقابلہ میں کہیں اچھے اور آرام دہ ہیں۔ کسان اکثر اسی کمرے میں رہنا پسند کرتے ہیں جس میں کھانا پکتا ہے نئے مکانوں میں یہ کمرہ پورے مکان کی لمبائی کے برابر ہے اسکی لمبائی ۲۷ فیٹ اور چوڑائی ۱۳ فیٹ



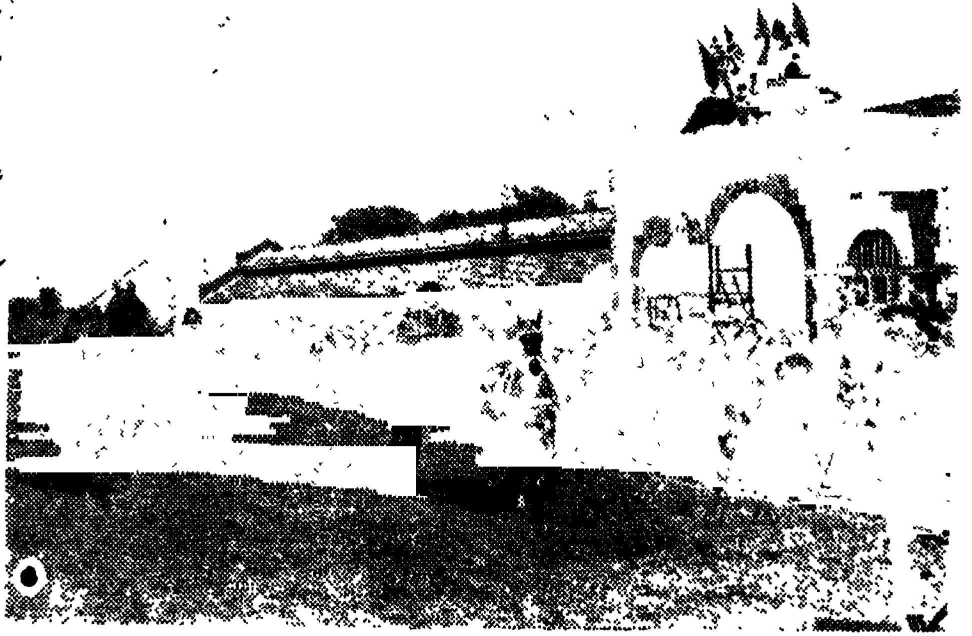
کھیتوں میں کام کرنے والوں کے لئے بنایا ہوا جدید قسم کا ایک گھر



دو انگریز عورتیں دوا کے کام آنے والی ایک طرح کی کائی جمع کر رہی ہیں۔

جنگ سے پہلے بہت سی نمائشیں ہوا کرتی تھیں جنہیں گاؤں والے اپنے گھوڑے لاتے تھے اگرچہ اب ان نمائشوں کی تعداد بہت کم ہوگئی ہے لیکن پھر بھی گرمیوں میں اس قسم کی نمائشیں اکثر ہوا کرتی ہیں ان میں گاؤں کے مرد عورتیں انعام حاصل کرنے کے لئے اپنے اپنے گھوڑوں کو لے کر آتے ہیں۔

آج کل انگلستان کے دیہات کی زندگی بہت ہی مصروف زندگی ہوگئی ہے انھیں اپنے کھیتوں کے کام کی زیادتی کے علاوہ تفریح کے لئے بھی کافی وقت ملتا ہے گھوڑوں کی نمائش اس کی ایک مثال ہے۔ جنگ کی وجہ سے کھیتی کی طرف لوگوں کی توجہ زیادہ مبذول ہوگئی ہے اور آج کل انگلستان کے کھیتوں میں زیادہ چہل پہل دیکھی جا سکتی ہے۔



گھوڑوں کی نمائش میں گھڑ ججوں کے سامنے سے جائے جا رہے ہیں



نمائش کے جج نمائش میں شامل ہونے والے گھوڑوں کا معائنہ کر رہے ہیں۔

اتنے بڑے کمرے میں ایک معمولی کنبہ آرام ‌‌[...]کھا سکتا ہے اور اس میں بچوں کے کھیلنے کیلئے [...]کافی جگہ رہتی ہے پانی گرم کرنے اور کپڑے [...]ملک کرنے کے لئے بھی انتظام ہے ایسے [...]نوں کا کرایہ بہت کم رکھا گیا ہے تاکہ [...]وں کو گراں نہ معلوم ہو۔

کھیتی کے علاوہ اور بہت سے [...]جنگ کے لئے انگلینڈ کے باشندے [...]ہے ہیں۔ زمانۂ جنگ میں زخموں کی [...]مپٹی کیلئے ایک طرح کی کائی اکٹھا کرنے [...]م بھی اہم سمجھا جانے لگا ہے۔ بہت سی [...]کار خواتین اور رضاکار مرد ایک [...]س قسم کی کائی اکٹھا کرتے ہیں۔ [...]علاوہ دیگر کئی قسم کی جڑی بوٹیاں رضاکار جمع کرتے ہیں۔

انگلستان کے کسانوں کی زندگی [...]گھوڑوں کو بھی خاص اہمیت حاصل [...]کسان ان سے ہر قسم کے کام لیتا ہے۔

کاغذ

(از پنڈت امبیکا پرساد واجپئی)

دنیا میں کاغذ کو پیدا ہوئے ابھی دو ہزار سال بھی نہیں گزرے لیکن اسکی قلت کی فکر لوگوں کو پریشان کر رہی ہے۔ قدیم زمانہ کا کام ایجاد کرنا اور جدید زمانہ کا کام اسے ترقی دینا اور پایۂ تکمیل کو پہنچانا ہے گولہ بارود اور توپ بندوق کی ایجاد جس طرح سب سے پہلے ہندوستان میں ہوئی اسی طرح کاغذ چھپائی اور اخبار چین میں ایجاد ہوئے۔ اور اس سے بھی ہزاروں سال قبل پتھروں اور چٹانوں پر نقاشی کرنے کا کام ایرانیوں نے شروع کیا تھا۔ اُس وقت دُنیا کاغذ کا نام بھی نہیں جانتی تھی۔ اور نہ لکھنے لکھانے کا رواج تھا۔ یہ سنہ عیسوی سے بھی ۸ دس ہزار سال قبل کی بات ہے۔ بعد کو پتھر، پیتل، تانبے اور ٹین کی علاوہ اور گیلے ٹکڑے اور ہاتھی دانت لکھنے اور اظہار خیال کے کام آنے لگے۔

بعدازاں اہل مصر نے موم کے تختوں پر قلم کی نوک سے لکھنا شروع کیا جو نشان قلم سے بنتے تھے اُن پر رنگ بھر دیا جاتا تھا تاکہ وہ واضح اور دیرپا رہیں۔ بعد میں لکڑی کے چکنے تختوں پر کھریا پوت کر سیاہی کوئلے یا کانک سے لوگ لکھنے لگے جیسے مکتبوں میں مہاجنی مدرسوں میں کاٹھ یا ٹین کی تختی پر آج بھی لکھنا سکھایا جاتا ہے۔

ہندوستان میں لکھنا بہت بعد کو شروع ہوا۔ یہ اہل یورپ کا خیال ہے لیکن منتر درشٹا رشیوں کا یہاں جو ذکر ملتا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ رشی لکھے ہوئے منتر دیکھتے تھے۔ کیونکہ رشیوں کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ دیکھنے ہی کی وجہ سے رشی کہلاتا ہے۔ بہرحال ۳۰۰۰ ق م اسوریوں اور کھالڈیا واسیوں نے کھپڑوں اور مٹی کے ٹکڑوں پر لکھا تھا جن میں بہت سے حال کی کھدائی میں خصوصاً پرانے کھنڈروں میں ملے ہیں۔ اسوریوں کی سلطنت جنوبی مغربی ایشیا میں تھی جسے اہل مغرب اسیریا کہتے ہیں۔ عبرانی زبان میں یہ ملک اشر کہلاتا ہے واجسنیی سنگھتا کے چالیسویں ادھیائے میں وہاں کے باشندے اسیریا کہے گئے ہیں۔ کھالڈیا خلیج فارس پر آباد تھا۔ یہاں کے باشندے جیوتش اور پیشینگوئی میں بڑے ماہر سمجھے جاتے تھے۔ اسوریوں اور کھالڈیوں کے کتبے گیلی مٹی پر لکھے جاتے تھے اور بعد میں دھوپ سے خشک کر لئے جاتے تھے یا کمہار کے آووں میں پکا لئے جاتے تھے۔ اسکے بعد کمائے ہوئے چمڑے پر لکھنے کا رواج جاری ہوا۔ لیکن اخیر میں کاغذ کی ایجاد کے پہلے پپرس نامی درخت کی چھال لکھنے کے کام میں آنے لگی۔ اس سے اہل مصر اور یونان دونوں کام لیتے تھے۔ مسیح سے قبل صرف دو ہزار سال ہی نہیں ۴۵۰۰ سے ۳۵۲۶ سال قبل تک کی تحریریں بھی ابھی تک ملتی ہیں۔ مصر کے بادشاہ خضنے کے عہد حکومت کے حالات پپرس پر ہی لکھا گیا تھا۔ یہ پپرس بھوج پتر سے کتنا مختلف ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر اس ملک میں بھوج پتہ بھی لکھنے کے کام میں آتا تھا اور آج بھی منتر وغیرہ بھوج پتر پر ہی لکھے جاتے ہیں دسویں عیسوی صدی تک پپرس کا استعمال ہوتا تھا پپرس کا درخت دریائے نیل کے دلدلی صوبے میں کثیر تعداد میں ہوتے تھے۔ یہ لمبا ہوتا تھا اور اس کے تین تنے اور لمبی تیز پتیاں ہوتی تھیں۔ پپرس کے ٹکڑے جوڑ کر ۱۲۲ فیٹ لمبی اور ۱½ فیٹ چوڑی (the Theban Book of the Dead) نام کی جو کتاب تیار ہوئی تھی، وہ برٹش میوزیم میں ابھی تک رکھی ہے۔ پپرس کی اشاعت کے وقت ہی کمائی ہوئی کھالوں پر بھی لکھنے کا کام چلتا تھا۔ کھالوں پر لکھنے کا کام دوسری صدی قبل مسیح میں شروع ہوا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایشیا مائنر کے شمالی مغرب کی سلطنت مائسیا کے بادشاہ یومینیس نے اسکندریہ کی ٹکر کا بڑا اور خوبصورت کتب خانہ بنانے کی خواہش کی۔ مائسیا کے دارالحکومت پرناموس اپنے اٹالی راجاؤں کے کتب خانے اور پتھر پر کھدے کام کے لئے مشہور تھا۔ اٹالی راجاؤں کا عہد ۱۳۳ ق م بتایا جاتا ہے۔ لیکن اس کتب خانے کی کتابیں پپرس پر نہیں بلکہ جانوروں کی کھالوں پر لکھی گئی تھیں کیونکہ جب یومینیس نے اسکندریہ کے ٹالمی اپیفینس کو لکھا کہ ہمیں پپرس دینے کی مہربانی کیجئے تو ٹالمی نے انکار کر دیا۔ اس پر یومینیس نے بکریوں، بھیڑوں، سعدل کے بچوں اور بچھڑوں کی کھالوں پر کتابیں لکھوائیں۔

جس طرح لکھائی کے لئے یورپ میں کوئی کوشش نہیں ہوئی اسی طرح وہاں کاغذ بنانے کی بھی کسی نے کوشش نہیں کی۔ کاغذ بنانے کے پہلے چینیوں نے ریشمی کپڑے اور لکڑی پر لکھنا شروع کیا تھا۔ ڈاکٹر اسٹائن چینی ترکستان میں بہت اچھے طریقوں سے پیٹے ہوئے کاغذ کی تحقیق کرنے پر معلوم کیا کہ یہ چیتھڑوں سے بنا ہوا ہے اور اس کتبہ میں جو تاریخ ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے ۲۵۰ ق م یہ کاغذ بنا تھا۔ لیکن چین میں ۱۰۲ء میں جو کاغذ بنا تھا وہ بناتات کو کوٹ کر نکالے ہوئے ریشوں سے ہنان کے لی یانگ نامی علاقہ میں بنایا گیا تھا۔ چین میں لکھنے کی کوشش اُس وقت ہو چکی تھی۔ لکڑی پر حروف کاٹ لئے جاتے تھے اور پھر اُن پر ڈھکن لگا دیا جاتا تھا۔ لفافہ کی ابتدا اسی سے سمجھنی چاہئے۔ اس سامان کے ساتھ ہی چین اور تبت میں تاڑ کے پتوں پر بھی لوگ لکھتے تھے۔ سیکڑوں سال تک چینیوں نے اپنا کاغذ بنانے کا طریقہ خفیہ رکھا تھا لیکن ساتویں صدی عیسوی میں موروں اور عربوں نے چین پر جو حملہ کیا تھا اُس میں کاغذ بنانے والے کچھ چینیوں کو بھی انھوں نے قید کر لیا

اوراں سے انھیں جو معلومات حاصل ہوئی تھیں اُسی سے ۷۰۴ عیسوی
میں سمرقند میں کاغذ پہلے پہل بنایا گیا۔
پھر تو ۷۹۵ء میں بغداد میں کاغذ کا کارخانہ قائم کیا گیا اور صدہا
سال تک تو یہاں کی حکومت نے اُسے چلایا اور اسکے بنانے کی ترکیب
کوئی کانوں کان نہ جانتے پایا۔ بعد کو بغداد میں تو یہ کام سرد پڑگیا مگر
سمرقند سے یہ فن تیزی سے پھیلتا رہا اور یہاں کا بنا ہوا چلا چکنا ریشم
کاغذ تمام ایران میں مشہور ہو گیا۔
۱۱۵۰ء کے قریب مور لوگوں نے کاغذ بنانے کے فن کی یورپ
میں اشاعت کی اور پہلے پہل اسپین کے ٹولیڈو نامی مقام پر کاغذ بنایا
گیا۔ اسپین سے یہ فن اٹلی کے فابریانو مقام میں ۱۲۷۰ء میں پہنچا اور
یہاں سے چل کر فرانس اور ہالینڈ میں اس نے ڈیرہ ڈالا۔ یورپ
میں کسی فن کا پہنچنا گویا ترقی کے راستہ پر پہنچنا ہے۔ تیرھویں اور
چودھویں صدی کے درمیان اٹلی میں کاغذ پر پانی کی تصویر (Water
mark) ڈالنے کا فن ایجاد کیا گیا۔ پھر تو ۱۳۳۶ء میں یہ فن جرمنی
میں پہنچا جہاں اس میں چار چاند لگ گئے۔ نورمبرگ کے باشندے
[illegible] اُلمین اسٹرومر نے جب اٹلی کا سفر کیا تو اس کے دل میں
کاغذ بنانے کی خواہش پیدا ہوئی وہاں سے وہ کاریگر لایا یا
تو فن سیکھ کر آیا یہ تو معلوم نہیں مگر اسکے کاریگر خصوصاً لومبارڈی
کے رہنے والے تھے جو شمالی اٹلی کا ہی ایک علاقہ ہے جو کاغذات
[illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ اسٹرومر نے اپنے کاریگروں کو قسم
کھانے کو دی تھی کہ اس راز کو کسی کو نہ بتائیں گے اور ہر کاریگر سے
وفادار رہنے کا عہد نامہ لکھا لیا تھا پھر بھی پہلے ہی سال میں اسٹرومر کو
[illegible] کرنی پڑی اور اپنے کاریگروں کو وہ سزا دلا کر ہی
[illegible] اسکا نتیجہ بہت اچھا ہوا اور ۱۴۰۰ء تک اسٹرومر کی پانچو
[illegible]
جرمنی سے کاغذ سازی کا فن سوئٹزرلینڈ اور ہالینڈ پہنچا۔ ۱۵۸۶ء
جنگ میں ہالینڈ کے شہر [illegible] میں پہلا کارخانہ قائم ہوا اور پھر تو یہ ہر
[illegible] اشاعت کا بازار بن گیا۔ اس وقت حکومت فرانس نے
[illegible] ایسا کام کیا جس سے فرانس سے بہت سے کاریگر جرمنی، ہالینڈ
[illegible] اور انگلینڈ چلے گئے۔ بات یہ تھی کہ ۱۵۹۸ء میں فرانس کے بادشاہ ہنری
[illegible] کو مذہبی آزادی دی تھی لیکن ۱۶۸۵ء میں
[illegible] نے اُسے رد کر دیا۔ یہ پہلا حکم تاریخ میں ایڈیکٹ
آف نانٹس کہلاتا ہے کیونکہ شہر نانٹس میں یہ جاری ہوا تھا۔
[illegible] فرانس کے نقصان سے انکے مشرقی اور مغربی پڑوسیوں نے فائدہ اٹھایا
[illegible] لندن کے ایک [illegible] کے بیٹے جان ٹیٹ جو میئر سے
[illegible] میں پہلی مل قائم کی اور ہنری ہفتم کے عہد میں
[illegible] ۱۴۹۶ء [illegible] ۱۶ شلنگ ۸ پینس کا اور دوسری بار ۱۴۹۸ء
میں ۶ شلنگ ۸ پینس کا انعام ملا۔ ٹیٹ کے انتقال کے بعد یہ کام
بند سا ہوگیا لیکن ۱۵۸۸ء میں اسپیل مین جرمنی سے کاغذ سازی
کی ترکیب معلوم کر آیا اور ملکہ الزبتھ سے ۱۰ سال کے لئے لائسنس
لیکر کینٹ کے ڈارٹ فورڈ نامی مقام پر مل کھڑی کی۔
لیکن جان ٹرنر، ایڈورڈ مارشل اور جارج فرینڈ نے بکنگھم شائر
میں حقوق کا خیال کئے بغیر کاغذ بنانا شروع کر دیا۔ اس وجہ سے
اسپیل مین کو اُن پر مقدمہ چلانا پڑا۔ ان میں نہ صرف یہ کہ اس کی
جیت ہوئی بلکہ ۱۶۰۵ء میں جیمس اول نے اُس کی مل دیکھی اور
نائٹ ہڈ (یعنی سر) کا خطاب دیا۔ ڈارٹ فورڈ مل میں موٹا کاغذ
ہی بنتا تھا۔ وہ سفید بھی نہ ہوتا تھا۔ اسپیل مین کے بعد ۱۶۴۱ء تک
انگلینڈ میں کاغذ کا بننا بند رہا۔ بعد کو اگرچہ کچھ لوگوں کو کاغذ بنانے
کا پیٹنٹ ملا۔ اگرچہ مختلف وجوہ سے ۱۶۶۵ء کے قبل یہ صنعت زندہ
نہیں ہو پائی اور سچ پوچھا جائے تو ۱۶۷۸ء کے بعد ہی اس صنعت
کی بنیاد مضبوط ہوئی۔ پھر تو کاغذ بنانے والوں کی تعداد بڑھ
اور نانٹس کے حکم کے رد ہو جانے اور فرانس میں ہیوگیناٹوں پر
ظلم ہونے سے کاغذ کے بہت سے ہیوگیناٹ کاریگروں نے بھی
انگلینڈ میں پناہ لی۔ ان میں ہنری برادران نے ساؤتھمپٹن میں
سفید کاغذ بنانا شروع کیا۔ اسی ضلع میں دوسرے کاریگر پورٹال
نے بھی کام شروع کیا۔ یہ خاندان آج ۲۰۰ سال سے بینک آف
انگلینڈ کے لئے نوٹ چھاپنے کا کاغذ بنا رہا ہے جان برسکو نامی
شخص نے فرنچ یا ڈچ کاغذ جیسا اچھا کاغذ بنانے کے لئے پیٹنٹ
لیا تھا۔ مگر وہاٹ مین کا نام کاغذ بنانے والوں میں بہت مشہور
کیونکہ آج بھی وہاٹ مین 'واٹرمارک' کے کاغذ کا نام ہے۔
امریکہ میں پہلی کاغذ کی مل ۱۶۹۰ء میں ایمسٹرڈم کے ولیم ریٹن
ہاؤس نے راکسبرا فلاڈلفیا میں کھڑی کی تھی۔ ریٹن ہاؤس ہالینڈ
سے جاکر ممالک متحدہ امریکہ میں ہی آباد ہو گیا تھا اور اس صنعت
کو وہاں فروغ دیتا رہا۔ جب انگریزوں کے کاغذ کے کارخانے
زوروں سے چلنے لگے تو فرانسیسیوں نے بھی ادھر توجہ کی۔ [illegible]
صدی کے آخر تک کاغذ کے تختے ہاتھ ہی سے بنائے جاتے تھے۔ [illegible]
میں فرانکوئی ڈیڈو کے پریس میں پروف [illegible]
لوئی رابرٹ نے ایک آلہ ایجاد کیا جس سے [illegible]
میٹر = ۲۹ × ۳۷ انچ) لمبا کاغذ بنایا جاسکتا [illegible]
ایسونی پیپر مل میں نئے طریقے پر کاغذ [illegible]
حکومت نے رابرٹ کو کچھ مالی امداد [illegible]
دیدیا۔ فرانس کے انقلاب کا خاتمہ [illegible]
قسم کی نئی صنعتوں کی ترقی کے لئے [illegible] نہیں تھا [illegible]
وہاں اس ایجاد سے بھی ترقی نہیں ہوئی [illegible] مالی دشواریوں [illegible]

پیٹنٹ سے ڈیڈو کو اپنا پیٹنٹ بھی ۲۵ ہزار فرانک پر فروخت کر دیا۔ لیکن قسطیں ادا کرنے میں ڈیڈو بڑی سستی کرتا تھا اس لئے ۲۲ جون ۱۸۰۱ء میں رابرٹ نے پھر اپنا پیٹنٹ واپس لے لیا۔ اسکے پہلے ہی ۱۷۹۹ء میں ڈیڈو نے اپنے انگریز بہنوئی جان گیمبل سے کہا کہ انگلینڈ میں کاغذ کی مشین بنانے کا پیٹنٹ لے لو۔

اس وقت انگلینڈ اور فرانس میں دشمنی تھی۔ پھر بھی ۱۸۰۱ء میں ڈیڈو انگلینڈ چلا گیا اور لندن کے دو اسٹیشنروں۔ ہنری اور سیلی فورڈ نیر سے ملا جن کو اس کام کے لئے گیمبل نے راضی کر لیا تھا۔ پیٹنٹ لے لیا گیا اور ایک اچھا انجینیر بھی مقرر کر دیا گیا۔ اس طرح کاغذ سازی کی مشین بنانے کا پہلا کارخانہ انگلینڈ میں قائم ہوا۔ گیمبل نے ۱۸۰۱ء میں مشین کا پیٹنٹ اور ۱۸۰۳ء میں دوسرا پیٹنٹ لیا تھا۔ ۱۸۰۳ء میں گیمبل کی دیکھ بھال میں فراگ مور مل اور سینٹ نیاٹس مل میں مشینیں چلنے لگیں۔ لیکن گیمبل نے دونوں پیٹنٹ ۱۸۰۴ء میں فورڈ نیر برادران کو دیدیئے۔ گیمبل کو اس کام میں اتنا خسارہ ہوا کہ ۱۸۰۵ء میں وہ اس تجارت سے قطعی طور پر علیحدہ ہو گیا۔ ۱۸۰۷ء میں وہ سات سال کی میعاد بھی گزر گئی جس کے لئے پیٹنٹ لیا گیا تھا اس لئے ۱۴ سال کی میعاد بڑھانے کے لئے پارلیمنٹ سے اپیل کی گئی۔ دارالعوام نے تو میعاد بڑھانے کا بل پاس کر دیا مگر ہاؤس آف لارڈس نے یہ اعتراض پیش کیا کہ فورڈ نیر تو خاص موجد نہیں تھا۔ اب فورڈ نیر برادران ۶۰ ہزار پونڈ کا اپنا سرمایہ کھو کر دیوالیہ ہو گئے اور آخرکار بڑی بری حالت میں مرے۔ ہنری کو تامس کے کھولے ہوئے ایک فنڈ سے کچھ مدد ملتی تھی اسی سے اس نے اپنی زندگی کے آخری دن گزارے تھے۔ فورڈ نیر اور گیمبل دونوں تباہ ہو گئے مگر انکی محنت کا ثمرہ دوسروں نے پایا۔ ۱۸۰۹ء میں جان ڈکنسن نے سلنڈر پیپر میکنگ مشین ایجاد کی اور ۱۸۲۱ء میں فورڈ نیر میں سکھانے والے سلنڈر بنا لئے گئے۔ اسکے پہلے فورڈ نیر میں سکھانے کا کوئی انتظام نہیں تھا اسلئے گیلا کاغذ ہی لپیٹ لیا جاتا تھا۔

(۴)

ابھی تک ہم نے کاغذ کی تجارت کی بنیاد جمانے اور ترقی کرنے والوں کا ذکر کیا۔ اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ کاغذ کس چیز سے بنایا جاتا تھا اور آج بنایا جاتا ہے۔ پہلے پہل جب کاغذ بنانا شروع کیا گیا تھا تو چیتھڑے جمع کر کے پہلے کئی دنوں تک سڑائے جاتے تھے پھر لکڑی کی آگ میں ابال لئے جاتے تھے۔ اس کے بعد بوروں میں بند کر کے بہتے دریا میں ڈال دیئے جاتے تھے۔ اس سے نہ صرف یہ کہ انکی بہت کچھ میل ہی گھل گئی بلکہ کاغذ کی ریشوں کی مقدار بھی بہہ جاتی تھی۔ اسکے بعد لکڑی پر رکھ کر پتھر دو سیر چیتھڑے موگریوں یا ہتھوڑوں سے پیٹے جاتے تھے۔ اس طرح وہ چیتھڑے بالکل لیئی کی طرح ہو جاتے

تھے جن کو پانی میں ڈال کر حسب ضرورت گاڑھا کر لیا کرتے تھے۔ پھر ایک چوکور چھلنی اس لیئی میں ڈبو دی جاتی تھی۔ چھلنی کی جھنجری بانس کی کھپاچیوں کی ہوتی تھی اور ریشم کے دھاگے سے باندھی رہتی تھیں۔ یہ لیئی ایک ناند میں رکھی جاتی تھی اور تختے بنانے کو الٹی پلٹی جاتی تھی۔ تختے بنانے کے کاغذ پر ریشے چھلنی پر سے لئے جاتے تھے اور یہ تختے ہوا یا دھوپ میں خشک کر لئے جاتے تھے۔

اسکا بعد کا طریقہ یہ تھا کہ پہلے چیتھڑے بھگوئے جاتے تھے اور انکے گولے بنا لئے جاتے تھے اور بعد کو ان کا ڈھیر ڈیڑھ مہینہ سڑایا جاتا تھا۔ اس عرصہ میں یہ پانی سے بھگوئے جاتے تھے اور الٹے پلٹائے جایا کرتے تھے۔ نرم اور ریشے دار چیتھڑے اس کے بعد آلے میں دبائے جاتے تھے جو اسٹامپنگ مل کہلاتا تھا۔ یہ آلہ تقریباً ویسا ہی ہوتا تھا جیسا آج روئی یا جوٹ کی گانٹھ باندھنے کا پریس ہوا کرتا تھا۔ بہت سے ملکوں میں اسٹامپنگ مل پانی سے چلائی جاتی تھی۔ صرف ہالینڈ میں وہ ہوائی چکیوں سے چلتی تھی۔ جس حوض میں پانی کے ساتھ چیتھڑے بھرے رہتے تھے ان پر لکڑی کی ہیمر ڈور سے گرائی اور اٹھائی جاتی تھی۔ اس ہیمر یا تختے کے دونوں طرف لکڑی کے لمبے ڈنڈے لگے رہتے تھے اور یہ تختہ بیچ کے ڈنڈوں سے نیچے اوپر آیا جایا کرتا تھا۔ اسکے ان ڈنڈوں میں آگے چل کر یہ تبدیلی کی گئی کہ ان ڈنڈوں کا نچلا حصہ جوتے کی شکل کا بنا دیا گیا جس میں کیلیں لگائی گئیں۔ اب یہ پلپ یا گودا جیسے ہی ایک حوض سے دوسرے حوض میں جاتا ویسے ہی اور باریک ہو جاتا تھا۔ چھ حوضوں سے یہ گزرتا تھا اور تین اسٹامپروں کا کام ان میں ہوتا تھا۔ اس طرح ایک ہنڈرڈ ویٹ یعنی ۱۱۲ پونڈ چیتھڑوں کو گلانا اور ملائم کرنے میں ایک دن رات میں ۲۰ جوڑا اسٹامپوں کا استعمال کیا جاتا تھا۔ ۱۷۵۵ء کے قبل سب کاغذ لیڈ نامی جال سے بنتے تھے۔ لیڈ کاغذ وہ کہلاتا ہے جس میں پانی کے نشان کے خط متوازی صورت میں قریب قریب رہتے ہیں۔ ان کے بعد واٹمین نے ووف سانچہ ایجاد کیا۔ ووف کاغذ وہ کہلاتا ہے جو کپڑا سا رہتا ہے۔ دراصل انگلینڈ میں پہلے پہل واٹمین نے ہی ووف کاغذ اسکولوں کے لئے ہی نہیں بلکہ ٹامسن اور کیسلن کے لئے بھی بنایا تھا۔ جب ورق بن جاتے تھے تو پھیلانے والے کو دیدیئے جاتے تھے جو [illegible] تک پہلے بیچ بیچ میں فیلٹ (نمدہ) رکھ کر انہیں اسکرو پریس میں کس دیتا تھا۔ بعد کو وہ بغیر نمدہ کے دبائے جاتے تھے پھر ۴-۴ یا ۵-۵ تختے کر کے سکھانے کو ٹانگ دیئے جاتے تھے۔ اسکے بعد ۱۷۶۰ء اور ۱۷۹۰ء کے درمیان ڈچ لوگوں نے ہالینڈر آلہ ایجاد کیا۔ یہ اسٹامپنگ مل کا ہی کام عمدہ طریقہ پر انجام دیتا۔ اسکے بعد یہ چیزیں تیز اور لوگوں نے نئی نئی اصلاحات کیں جن سے

ج کا غذ کے بازار میں اُن کی بڑی شہرت ہو رہی ہے۔

یورپ اور امریکہ میں انیسویں صدی میں کاغذ کی ملوں کی بڑی ترقی ہوئی اور یہیں سے یہ فن تمام ایشیا میں پھیلا۔ جاپان نے ۷۵ برسوں میں دیگر صنعتوں میں جیسی ترقی کی تھی ویسی ہی کاغذسازی میں بھی کر دکھائی۔ یہی نہیں، وہ نہ صرف اپنے لئے ہی نہیں بلکہ دوسروں کے لئے بھی کاغذ بنانے لگا۔ ۱۹۴۰ء میں ہندوستان میں کاغذ کی ملیں چل رہی تھیں جن میں ۱۷،۳۲۰،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ کاغذ تیار ہوتا تھا۔ کاغذ بنانے کا لکڑی کا گودا جو باہر سے لایا گیا تھا۔ اس کا وزن ۹۸،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ تھا۔ صرف ناروے اور سویڈن نے ہی ہزار ہنڈرڈ ویٹ گودا بھیجا تھا۔ امریکہ سے ۶۲،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ اور بقیہ کناڈا سے آیا تھا۔ کناڈا میں جنگلوں کے باعث کاغذ بنانے کا گودا بہت زیادہ مقدار میں ملتا ہے۔ اسی وجہ سے کناڈا نے ۱۹۴۰ء میں کوئی ۵½ کروڑ ہنڈرڈ ویٹ صرف نیوز پرنٹ (اخباروں والا کاغذ) باہر بھیجا تھا۔ ہمارے ملک میں جتنا کاغذ تیار ہوتا ہے اُس سے ملک کی ضرورت پوری نہیں ہوتی اس لئے بہت سا کاغذ دیگر ممالک سے آتا ہے۔ ۱۹۴۰ء میں جو کاغذ ممالک غیر سے آیا ہے اس میں امریکہ کے ممالک متحدہ کا حصہ ۴۴ء۷، اور گریٹ برٹن اور آئرلینڈ کا ۲۷ اور جاپان کا ۹ء۶ ہے۔ جنگ کے باعث جرمنی سے کاغذ کا آنا بند سا ہو گیا اور ناروے و سویڈن سے بھی بہت کم آسکا۔ صرف ۳ء۴۲ اور ۳ فیصدی ہی آیا۔ ہالینڈ جنگ میں مصروف تھا اسلئے یہ ۳ء۱ ہی بھیج سکا۔

جنگ عظیم کے قبل جو مال آتا تھا اُسکا وزن زیادہ اور دام کم ہوتا تھا مگر جنگ کے باعث وزن کم ہو گیا اور دام بڑھ گیا۔ لاکھ ہنڈرڈ ویٹ وزن کے کاغذ اور گتے ۱۹۴۰-۴۱ء میں آئے۔ چھاپنے کا کاغذ جہاں سال بھر پہلے ۹،۳۴۳،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ آیا تھا۔ وہاں ۱۹۴۰-۴۱ء میں ۱،۲۱۷،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ ہی آیا۔ اس سال کناڈا اور ریاستہائے متحدہ سے بالترتیب ۴۴۳،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ اور ۱۷۳،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ کاغذ آیا اور جاپان سے جہاں ۲۷،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ آیا وہاں گریٹ برٹن آئرلینڈ سے ۱۱،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ ہی آیا۔ لکھنے کے کاغذ اور لفافے جہاں ۱،۳۰۵،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ آئے تھے وہاں اس سال ۶۵،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ آئے۔ پیکنگ اور ریپنگ پیپر کی آمد میں بھی کمی ہوئی۔ جہاں ۱۹۳۹-۴۰ء میں ۲،۲۷۹،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ آئے تھے وہاں ۱۹۴۰-۴۱ء میں ۱،۱۹۱،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ آئے۔ گتوں اور بورڈوں میں جو پرانے اخبار آتے تھے اُنکی آمد میں اور دام دونوں اعتبار سے بڑھی۔ وزن ۲،۶۷۶،۰۰۰ سے ۴۴۳،۰۰۰ ہنڈرڈ ویٹ ہو گیا اور دام ۳۸ سے ۶۶ لاکھ روپئے بڑھ گیا۔

آج مہذب دنیا میں کاغذ کس قدر اہمیت رکھتا ہے اسکا اندازہ اس کے سلئے بھی ہوائی ہاسے ہائے سے ہوتا ہے۔ کاغذ کا صرف بھی تہذیب کی ترقی کا مظہر ہے۔ دشمن ممالک میں اسکی فراوانی ہے یا گرانی اسکا علم نہیں لیکن اتحادیوں کا پروپیگنڈہ اس بارے میں نہیں ہوتا اس لئے فراوانی ہی سمجھنی چاہئے۔ اسکا سبب بھی ہے۔ اسوقت سویڈن، سوئٹزرلینڈ، اسپین اور پرتگال کو چھوڑ کر سارا یورپ جرمنی کے ماتحت ہے اسلئے ان ممالک سے جو تھوڑا بہت کاغذ اتحادیوں کو مل سکتا تھا وہ تو ملتا ہی نہیں۔ اسکے برعکس وہ سب جرمنی اور اسکے دوستوں کو ملتا ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم میں ناروے غیر جانبدار تھا جو غالباً دنیا میں اخباروں کے لئے سب سے زیادہ کاغذ بنتا ہے۔ اسکے علاوہ جنگ کے سامان تیار کرنے میں برطانیہ عظمیٰ کے کارخانے اتنے مصروف ہیں کہ وہاں ضرورت سے ذرا بھی زیادہ کاغذ نہیں تیار ہوتا۔ یہی نہیں وہ کناڈا سے بھی کاغذ لیتا اور وہیں سے باہر بھجواتا ہے مگر وہاں بھی کاغذ بحساب نہیں بن سکتا کیونکہ وہ ملک بھی جنگ میں شامل ہے اور اُسے سامان جنگ تیار کرنے کی طرف زیادہ توجہ دینی پڑتی ہے۔

لیکن جو کاغذ تیار ہوتا ہے وہ بھی دنیا کے اُن ممالک میں نہیں پہنچ پاتا جن کو اسکی ضرورت ہوتی ہے۔ اسکا سبب یہ ہے کہ دشمن کے غوطہ خور سمندروں میں گھوما کرتے ہیں اور اپنے دشمنوں کے نہ صرف جنگی جہازوں کو بلکہ تجارتی جہازوں کو بھی ڈبو دیتے ہیں۔ غوطہ خور برابر اپنے کام میں مصروف ہیں۔ یہی نہیں، اُس بار جرمن غوطہ خور کشتیاں صرف اتحادیوں کے جہازوں ہی کو ڈبوتے تھے مگر اس بار جاپانی غوطہ خوروں سے بھی اُسے کافی مدد ملتی ہے۔

کناڈا میں اسوقت جو کاغذ بنتا ہے اُنکا کچھ ہی حصہ باہر بھیجا جا سکتا ہے اور بھیجے جانے پر بھی یہ یقین نہیں ہوتا کہ وہ بخوشی وہاں پہنچ جائیگا۔ اسلئے ہمارے ملک میں بھی حکومت کو کاغذ کی فکر سے کنٹرول کرنے پر مجبور کیا ہے۔ اسکے باعث اخباروں کے سائز اور ضخامت میں تو کمی ہو ہی گئی، یونیورسٹیوں کو امتحانوں کا انتظام کرنے میں سہولت ہو رہی ہے کہیں کہیں تو زبانی امتحانوں کا بھی انتظام ہو رہا ہے لیکن کاغذ کا جیسا زبردست قحط سامنے منہ پھیلائے کھڑا ہے اُس سے تو درسی کتابوں کے نہ ملنے کا بھی اندیشہ پیدا ہو رہا ہے اگر جنگ سال دو سال اور جاری رہی اور ۱۹۴۴ء میں اسکے ختم ہونے کوئی امکان نہیں ہے تو یہاں کی تعلیم کی ترقی میں رکاوٹ پیدا ہوگی۔ ایک تو یہاں یوں بھی تعلیم کی کمی ہے، دوسرے جب کتابیں نہ ملیں گی یا اتنی گراں ہو جائیں گی کہ معمولی حیثیت کے لوگ اپنے بچوں کے لئے کتابیں نہ خرید سکیں گے تو تعلیم کی اور بھی کمی ہو جائیگی۔

امریکہ کے بڑے کتبخانوں میں عمدہ اور بڑی کتابیں ریلوں کی شکل میں رکھی جاتی ہیں۔ یعنی بڑی کتابوں کے فوٹو ریلوں میں لے لئے جاتے ہیں۔ اس سے کتاب رکھنے کے لئے جو جگہ درکار ہوتی ہے وہ بچ جاتی ہے۔ کتاب کی حفاظت کی بھی زیادہ کوشش نہیں کرنی پڑتی۔ جسے کتاب دیکھنی ہوتی ہے ریل منگا کر شیشے کی مدد سے اسے پڑھ لیتا ہے۔ یہ انتظام ابھی برطانیہ میں شاید رائج نہیں ہے۔ بہرحال اگر یہاں کے کتبخانوں میں اسکی تقلید کیجائے تو بھی کاغذ کی قلت کے باعث تعلیم میں جو کمی ہو جائیگی وہ اس سے دور نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کتبخانوں میں دو تین جلدوں سے کام چل جاتا ہے لیکن اشاعت علم کے لئے تو کروڑوں جلدوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر کتابیں تو ایک دو نہیں ہزاروں قسم کی شائع ہوتی ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ عظیم لوگوں کی جہالت اور ناخواندگی کی طرف لئے جا رہا ہے جس سے تہذیب اور تمدن برباد ہو جائیگے۔

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

۱۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ پنگھٹ۔ کورس۔ کاشی دیوی ماتھر معہ پارٹی۔ سایت لاسورج۔ خاص پروگرام۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ رامائن پاٹھ لکشمی دیوی ماتھر معہ پارٹی۔

۲۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ برہا۔ کنھیا لال۔ تمہارا خط ملا۔ گیت طلعت محمود۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے)۔ خبریں۔ دادرا۔ متا بائی۔ بال سبھا ہمارے کھیل۔ جھبر۔ رام اُجاگر دوبے اور ارجن لال کا مکالمہ۔ کنہرا کنھیا لال۔ جاپان کا حال۔ جی۔ ڈی۔ بھٹناگر اور رمتی کاکا کا مکالمہ۔

۳۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ گیت کھایان۔ چائے کا بکھار۔ رمتی کاکا اور مرتضیٰ حسین کا مکالمہ۔ ٹھمری۔ جنگ بہادر۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ چیتی۔ رسولن بائی۔ سیتا (کوتیا) شمس الدین شمیم۔ اس ہفتے کا پروگرام قوالی نیاز احمد معہ پارٹی۔

۴۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ رامائن پاٹھ۔ پنچ منڈلی۔ پودوں کی سماجی زندگی۔ سموہ اور جاٹھے۔ ایس کے پانڈے کا مکالمہ۔ گیت کنھیا لال۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ غزل شمیم بائی۔ ربنا بڈھی جرہ ودیا (کہانی) بابو رام دویدی۔ دیہاتی گیت۔ کنھیا لال۔ پورب کا حال۔ مکالمہ۔

۵۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ فلمی گانے۔ پورب کا حال۔ مکالمہ۔ بھجن۔ رام جی داس۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ دادرا۔ ملکہ بائی بچوں کا جلسہ۔ دنیا کے خاص مذہب عیسائی۔ مکالمہ۔ پنچوں کی فرمائش ستار پر دھن۔ ڈی۔ ٹی۔ جوشی۔

۶۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ رام آسرے۔ کھادکا گدا ہا۔ رام اُجاگر دوبے اور چھیپٹے میں مکالمہ۔ گیت۔ عبدالحیٔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ قرض کا نتیجہ۔ چندر بھوشن۔ بدیسیا اور پوربی۔ رام آسرے۔

۷۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ قوالی۔ پنچ منڈلی۔ بڑے آدمیوں کی بانی۔ رحیم کے دوہے۔ شمشیر بہادر سمادی۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ بھجن۔ بی۔ جے۔ جوشی۔ پورب کا حال۔ مکالمہ۔ گیت رام جی داس۔ کھلیان کی دیکھ بھال۔ مکالمہ۔ بینی مادھو ترویدی اور چھیپٹے۔ بھجن۔ مرتضیٰ حسین۔

۸۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ پنگھٹ۔ دانتوں کی حفاظت۔ پرکاش وتی پال۔ بنا۔ اُرملا دیوی بھارگو۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) شانتا بودس بہنو تمہارا خط ملا۔ ساریا۔ اُرملا دیوی بھارگو۔

۹۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ کیرتن۔ ترپراری شرن معہ پارٹی۔ پورب کا حال۔ مکالمہ۔ فلمی گیت۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ آرتی ترپراری شرن معہ پارٹی۔ تمہارا خط ملا۔ بچوں کا جلسہ۔ ہمارے کھیل۔ کبڈی۔ رام اُجاگر دوبے اور چھیپٹے میں مکالمہ۔ بھجن ترپراری شرن معہ پارٹی۔

۱۰۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ ہمارک گیت۔ پنچ منڈلی۔ چھنا برہا۔ رمتی کاکا اور چھیپٹے میں مکالمہ۔ دادرا۔ مرتضیٰ حسین (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ ٹھمری۔ بھوانی۔ اس ہفتے کا پروگرام۔ بھجن۔ نوکری کی تلاش (کوتیا) بھوشن۔

۱۱۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ ساموہک دان۔ برجناتھ سنگھ۔ دادرا جمیلہ بائی۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ بھجن۔ وی۔ این ٹھکار۔ ونیش کا مسافر۔ (کہانی)۔ بے کے۔ جوشی۔ کہانی چندر بھوشن اور رام جی داس۔ پورب کا حال۔ مکالمہ۔ جلترنگ فضل حسین۔

۱۲۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ پوربی۔ لالہ اور پارٹی۔ پورب کا حال مکالمہ۔ غزلیں بے نظیر بائی۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں لچاری۔ لالہ اور پارٹی۔ بچوں کا جلسہ۔ آکاش سنسار۔ سورج ممتاز احمد اور چھیپٹے کا مکالمہ۔ پنچوں کی فرمائش۔ بذگن۔ لال اور پارٹی۔

۱۳۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ ہرہوں کی دیکھ ریکھ۔ کھربیکا۔ جانوروں کا ڈاکٹر۔ گیت جنگ بہادر۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں۔ میرا بائی۔ شری شچندر۔ گیت۔ نویدتا مترا۔ بانسری پر دھن۔ گورا سین۔ گیت۔ رام جی داس۔

۱۴۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ باغوں کے فائدے۔ ولی کمال خاں ملیح آبادی۔ بھجن رام جی داس۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں دادرا۔ شمیم بائی۔ تندرستی کے ذرائع۔ آنکھ کی دیکھ بھال۔ مکالمہ تتالا اور دھرلا۔ ممتاز علی۔ پورب کا حال۔ مکالمہ۔ کیونکر آنسو جن ... جنگ بہادر ... شانتا ودید میں مباحثہ۔

۱۵۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ آدرش ناریاں۔ سیتا۔ وِملا دیوی۔ بھجن۔ شدھا ماتھر (وقت کی اطلاع ۸ بجے) فلمی گیت۔ بہنو تمہارا خط ملا

لیت ۔ شدھا ماتھر۔

۱۶- اپریل ۴۴ء ۔ ٹھمری ۔ جنگ بہادر ۔ پورب کا حال ۔ مکالمہ ۔ سارنگی پر دُھن ۔ اے ۔ آئی ۔ آر ۔ آرٹسٹ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ بچوں کا جلسہ ۔ ہمارے کھیل ۔ آٹا پاٹا ۔ رام اجاگر اور بلیٹو کا مکالمہ ۔ بھجن ۔ چھوٹی موتی بائی ۔ تمھارا خط ملا ۔ بدلیسیا مرتضیٰ حسین اور رام جی داس میں مباحثہ۔

۱۷- اپریل ۴۴ء ۔ زیادہ غلّہ پیدا کرو ۔ نارمن پنت ۔ رامائن پاٹھ ۔ پنچ منڈلی (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ ٹھمری ۔ اشفاق حسین ۔ سفر کے طریقے ۔ بیل گاڑی سے سفر ۔ اے ۔ آر ۔ علوی اور چھیپٹے میں مکالمہ ۔ بھجن اس ہفتہ کا پروگرام ۔ بانسری پر دُھن ۔ اے ۔ آئی ۔ آر ۔ آرٹسٹ ۔

۱۸- اپریل ۴۴ء ۔ طاعون سے بچاؤ ۔ ایک ڈاکٹر ۔ گیت مالا ۔ جنگ بہادر ۔ این ۔ ایم ۔ جوشی ۔ مرتضیٰ حسین اور محمدّ دنیاری چانکیہ کی نیتی (کہانی) بھاگیرتھ مشر ۔ خبریں ۔

۱۹- اپریل ۴۴ء ۔ آرتی رام نرائن ساہنی معہ پارٹی ۔ پورب کا حال ۔ مکالمہ ۔ غزل ۔ خورشید بائی ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ بھجن رام نرائن ساہنی اور پارٹی ۔ بچوں کا جلسہ ۔ آکاش سنسار ۔ رنگ برنگے بادل ۔ گریشچندر اور چھیپٹے میں مکالمہ ۔ پنچوں کی فرمائش ۔ باغ کا نقشہ ۔ علی حسین صدیقی اور رمی کاکا ۔ کیرتن ۔ رام نرائن ساہنی اور پارٹی ۔

۲۰- اپریل ۴۴ء ۔ کیلاش کا سفر ۔ کرشن کمار شرما ستو اور شریندر چندر کا مکالمہ ۔ پربھا ۔ بدّھو دھوبی اور پارٹی ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے شام) ۔ خبریں ۔ دادرا ۔ پھول کنور ۔ ایک دن ۔ برجیندر ناتھ گوڑ ۔ لچاری ۔ بدّھو دھوبی اور پارٹی ۔

۲۱- اپریل ۴۴ء ۔ گیت مرتضیٰ حسین ۔ ذخیرہ بازی ۔ بھجن ۔ کرپا شنکر تیواری ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ چھپتی ۔ کاشی بائی ۔ ہمارے سکے ۔ ایم ۔ اے ۔ خلیل ۔ بوڑھوں کا بیان ۔ نظم ۔ بھوشن ۔ ٹھمری جنگ بہادر ۔

۲۲- اپریل ۴۴ء ۔ پاک پکوان ۔ بری اور پاپڑ بنانا ۔ شیام دُلاری دیوی ۔ بھجن کملا جوشی ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) ۔ فلمی گیت ۔ بھشو تمھارا خط ملا ۔ گیت ۔ کملا جوشی ۔

۲۳- اپریل ۴۴ء ۔ پوربی ۔ رام جی داس ۔ پورب کا حال ۔ مکالمہ ۔ چیتی ۔ لال چند مالوی ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ غزل ۔ لطافت حسین ۔ بچوں کا جلسہ ۔ ایک لڑکا ۔ (کہانی) ۔ شریندر ناتھ ترپاٹھی ۔ بیا بسار ۔ رام اجاگر دوبے اور بلیٹو کا مکالمہ ۔ بھجن لال چند مالوی ۔ تمھارا خط ملا ۔

۲۴- اپریل ۴۴ء ۔ زیادہ غلّہ پیدا کرو ۔ اے ۔ بی ۔ سنہا ۔ بھجن ۔ گیان ساگر ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) ۔ خبریں ۔ قوالی ۔ پنچ منڈلی ۔ دو بردان کی کتھا ۔ رمی کاکا ۔ گیت ۔ گیان ساگر ۔ اس ہفتے کا پروگرام ۔ شام ۔ (کوتیا) امرناتھ بھٹا چاریہ ۔ دادرا ۔ مرتضیٰ حسین ۔

۲۵- اپریل ۴۴ء ۔ بلسے آدمیوں کی بانی ۔ گھاگھ کی کہاوتیں ۔ رسول احمد ابودہ ۔ قوالی ۔ مقبول حسین معہ پارٹی (وقت کی اطلاع ۔ ۸ بجے) خبریں ۔ دادرا ۔ شمیم بانو ۔ ہوا اور دھوپ کا استعمال ۔ للت پرکاش اگروال ۔ فلمی گیت ۔ دادرا ۔ مقبول حسین اور پارٹی ۔

۲۶- اپریل ۴۴ء ۔ چیتی ۔ مرتضیٰ حسین ۔ پورب کا حال ۔ مکالمہ ۔ بھجن ۔ پرانتی بنرجی ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ بچوں کا جلسہ ۔ دنیا کے خاص مذہب ۔ اسلام ۔ فصیح احمد انصاری ۔ قوالی ۔ غلام حضرت معہ پارٹی ۔

۲۷- اپریل ۴۴ء ۔ بچت کا استعمال جے ۔ پی ۔ مشرا ۔ پوربی ۔ رام آسرے ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ پوربی ۔ رادھا بائی ۔ شرون کمار بدیسیا ۔ رام آسرے ۔

۲۸- اپریل ۴۴ء ۔ ذخیرہ بازی ۔ ہریشچندر راؤ اور رمی کاکا ۔ بھجن ۔ پنچ منڈلی ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ بھجن ۔ کرشنا بائی ۔ پودوں کی سماجی زندگی ۔ ذات پات اور بیاہ ۔ کھلیان (کوتیا) کیدار ناتھ نوین ۔ گیت ۔ سی ۔ ایم ۔ بلا ہیری ۔

۲۹- اپریل ۴۴ء ۔ پنکھے ۔ آر ۔ دوشن تاریاں ستیندر پڈیکا ۔ آما ماتھر ۔ بیاہ گیت بشیشوری دیوی اور پارٹی ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) بھجن ۔ تمھارا خط ملا ۔ بیاہ کے گیت ۔ بشیشوری دیوی معہ پارٹی ۔

۳۰- اپریل ۴۴ء ۔ ٹرک گیت پنچ منڈلی ۔ پورب کا حال ۔ مکالمہ ۔ ستار پر دُھن ۔ اے ۔ آئی ۔ آر ۔ آرٹسٹ ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ ٹھمری کرشنا بائی ۔ بچوں کا جلسہ ۔ ہمارے کھیل ۔ لکھو کھو ۔ رام اجاگر دوبے اور بلیٹو کا مکالمہ ۔ تمھارا خط ملا ۔ غزل ۔ مرتضیٰ حسین ۔

زیور

(از مس ستیہ وتی دیوی لیڈی انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز۔ یو۔ پی۔ لکھنو)

پیاری بہنو!

زیور کی ایجاد کا وقت مقرر کرنا آسان نہیں لیکن جب سے بنی نوع انسان میں حسن پرستی کا جذبہ پیدا ہوا اسی وقت سے زیور کی ایجاد کا وقت ماننے میں کسی کو اعتراض نہ ہونا چاہیے۔ ہمیں قدیم کتب میں بھی زیور کا ذکر بکثرت ملتا ہے۔ عورت کی یہ عزیز ترین چیز ہے اور غالباً اس کے ثبوت دینے کی ضرورت نہیں۔ ہر ایک ملک اور قوم کی بہنیں کسی نہ کسی قسم کے گہنے پہنتی رہی ہیں۔

زیورات کے ناموں اور ان کی ساخت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے پتوں۔ کلیوں اور پھولوں کے زیور بنائے اور پہنے جاتے تھے مثلاً شیش پھول، کرن پھول، ہتھ پھول۔ دینی پان۔ چمپا کلی اور پھول ہار وغیرہ۔ قدرت کی تخلیق میں پھولوں کو خاص درجہ حاصل ہے۔ ان کی دلکش بناوٹ، دلفریب رنگت اور فرحت بخش خوشبو کس کے دل کو نہیں پسند آتی پھر اگر دیوتاؤں کو سجانے کے بجائے حسن کے پجاریوں نے خود اپنے کو بھی سجانا شروع کر دیا تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے

پھول خوبصورت اور خوشبودار ہونے کے باعث دل و دماغ کو خوش کرتے ہیں اور معمولی انسان بھی زیادہ سے زیادہ پھولوں کو آسانی سے حاصل کر کے ان کو استعمال میں لا سکتا ہے۔ چنانچہ پھولوں کے پہننے کا رواج بہت بڑھ گیا۔ ان زیوروں سے عورتوں اور لڑکیوں کا آراستہ ہونا روزمرہ کے ضروری کاموں میں شامل ہو گیا۔ لیکن پھولوں کے بنے ہوئے زیورات مضبوط اور دیرپا نہ ہونے کے باعث انسان کو پائیدار چیزوں کی ضرورت ہوئی اور پتھروں دھاتوں کے زیور بنائے جانے لگے۔

اس وقت دنیا میں سونا چاندی، پیتل پھول اور کانسی وغیرہ دھاتوں کے ہلکے اور بھاری مختلف قسم کے زیور تیار ہوتے ہیں۔ اسی طرح موتی ہیرا پنا اور نیلم وغیرہ قیمتی پتھروں سے لے کر معمولی کانچ اور لاکھ کو بھی زیوروں کے لئے کام میں لایا جاتا ہے۔ کوئی عورت کتنا وزنی اور قیمتی کوئی سا زیور پہنے اسکا کوئی خاص قاعدہ نہیں ہے۔ مجھکو ڈھائی سیر کے پیروں کے کڑے دکھائے گئے ہیں جنھیں پہننے والی عورتوں کو چلنے یا کام کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی اور اسی طرح ڈیڑھ لاکھ کا جڑاؤ ہار دیکھا گیا ہے۔

اس وقت ایک بہت بڑی دولت زیوروں کی شکل میں ہمارے پاس محفوظ ہے اگر اقتصادیات کے نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو ماننا پڑے گا۔ اس سے ہم سب بہت نقصان اٹھا رہے ہیں اور اگر اس کو استعمال میں لایا جائے تو بہت سے کام بنیں اصل رقم بھی نہ برباد ہونے پائے۔

بہت پوچھنے پچھنے پر زیورات کے حق میں یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ زیوروں کے استعمال سے خوبصورتی اور عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور زیوروں کی صورت میں کچھ دولت جمع رہتی ہے جو مصیبت پڑنے پر کام میں لائی جاتی ہے۔

اچھا ہوگا اگر ہم پہلے خوبصورتی اور عزت کے مسئلہ کو حل کر لیں تو دوسرے سوالوں پر غور کریں۔

بہنو کیا یہ بات ناقابل تردید نہیں کہ کسی کی خوبصورتی اسکی اچھی صحت اور عزت اسکے نیک اطوار سے ہی ہوتی ہے کیا کوئی بیمار سے لاغر و نحیف عورت بیش قیمت زیورات کو پہن کر خوبصورت معلوم ہوگی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ گہنے اسے ایک بار معلوم ہونگے اور دیکھنے والوں کو ترس آئے گا۔ وہ زیورات کسی طرح بھی اس غریب کی عزت و خوبصورتی میں اضافہ نہ کر پائیں گے۔ اسی طرح عزت کی حفاظت کے لئے صرف زیورات کے استعمال کو ضروری سمجھنا بھی زبردست غلطی ہے عزت تو دراصل کسی انسان کے نیک اخلاق سے ہوتی ہے۔ دنیا میں اسی شخص کی عزت ہوتی ہے جسکے کردار اور اطوار اچھے ہوتے ہیں۔ قیمتی سے قیمتی زیورات ہماری عزت میں اضافہ نہیں کر سکتے اچھے کردار اور اطوار کی عورتیں اپنے کردار کے باعث عزت پاتی ہیں۔

دوسری بات جو زیورات کی شکل میں کچھ دولت محفوظ رہنے کی ہے اس کے ذریعے مصیبت کے وقت اس سے کام نکالنے کا خیال تو ممکن ہے۔ کسی زمانے میں درست رہا ہو مگر اسوقت تو یہ رواج ہے کہ زیورات کو پرانی دھات کے داموں لیا جا رہا ہے جس میں بنوائی وغیرہ ملاکر آدھے سے بھی کم دام ملتے ہیں اور چاندی کے زیورات میں تو بالکل ہی نقصان ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں اس اعتراض کا کیا جواب ہو سکتا ہے کہ زیورات دولت کی شکل میں زیادہ قیمتی نہیں ہوتے دولت جمع کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔

اکثر دیکھا جاتا ہے کہ عورتیں جب اپنی برادری یا سوسائٹی میں زیورات سے مزین ہو کر بیٹھتی ہیں تو انھیں اپنے پن کا ضرورت سے زیادہ غرور ہونے لگتا ہے۔ جن بہنوں کے پاس زبردست خواہش ہونے کے باوجود غریبی کے باعث زیورات نہیں ہیں وہ

زیور والیوں کو دیکھتی ہیں تو ان سے بہت حسد کرنے لگتی ہیں اور کسی نہ کسی بات پر لڑنے لگتی ہیں یہی نہیں ان زیورات کے باعث اپنے گھروں میں بھی بہت ان بن کرنی پڑتی ہے جس کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ اکثر مواقعہ پر انھیں زیوروں کی وجہ سے عورتوں کو اپنی جان اور عزت سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا ہے اور بچے تو بلا وجہ بیچارے ستائے جاتے ہیں کیونکہ ان کی مائیں انھیں زیور پہنانا بہت ضروری سمجھتی ہیں اور لالچی ظالم اور اچکے لوگ ان کی حماقت سے فائدہ اٹھانے سے نہیں باز آتے۔ روزانہ ایسے واقعات سنائی دیتے ہیں پھر بھی ماؤں کو ہوش نہیں آتا۔

جنھوں نے پھولوں کے رنگ روپ سے متاثر ہو کر زیورات ایجاد کئے ہوں گے اپنے کو مزین کر کے خوش ہوئی ہوں گی انھوں نے کیا آج برآمد ہونے والے نتائج کے متعلق بھی سوچا ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ان کا مقصد تو قدرت کے اس عطیہ کا استعمال کر کے خوشی حاصل کرنا رہا ہوگا نہ کہ ان زحمتوں میں مبتلا ہونا۔

بہت سی بہنیں ان برے نتائج کو جان کر اس بات سے متفق ہو جائیں گی کہ زیورات کا استعمال بند کر دینا تو اچھا ہوگا لیکن سہاگ کے سنگار کے خلاف ہونے سے ایسا فعل نامبارک ہوگا۔ مگر یہ خیال بھی بے بنیاد ہے۔ کیونکہ سہاگ سنگار تو ایک غریب عورت کی بھی مانگ میں سیندور بھر کر اور کانچ کی چوڑیاں پہنکر تا زندگی قائم رہتا ہے۔ اسے کسی بھی زیور کی ضرورت نہیں رہتی۔

ہم لوگوں کو اصل بات پر غور کر کے زیورات کے استعمال کو بند نہیں تو کم تو ضرور کر دینا چاہیئے۔ ہندوستان دولتمند ملک نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہاں کے باشندوں کی آمدنی بہت کم ہے اور ایسی حالت میں سمجھدار عورتوں کو فیصلہ کرنے میں دیر نہ لگنی چاہیئے کہ ڈھیروں کی دولت جس کا کوئی استعمال نہیں ہو رہا ہے، بلکہ آہستہ آہستہ وہ برباد ہو رہی ہے اسے استعمال میں آنا چاہیئے۔ عورت کا سچا زیور اس کی حیا نیک خلقی اور نیک کرداری ہے۔ جو عورت حیادار، بردبار، خاوند کی فرمانبردار اور اپنے فرائض کا احساس رکھتی ہے اسے کسی بھی زیور کی ضرورت نہیں۔

دی یو پی فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ

عالی جناب سی مایاداس صاحب آئی۔ سی۔ ایس۔ پریسیڈنٹ فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ و ڈائرکٹر ایگریکلچر۔ یو۔ پی کا بورڈ کے سالانہ جلسہ میں کی جانے والی صدارتی تقریر

حاضرین جلسہ۔

آپ لوگوں نے بورڈ کے آنریری سکریٹری مسٹر ورمانے کی سالانہ رپورٹ ۱۹۴۳ء پڑھ کر میری اس رائے سے اتفاق کرینگے کہ امسال بھی بورڈ میں قابل قدر ترقی ہوئی نئے ممبروں کی تعداد اور رقبہ جس میں پھول کے درخت بورڈ کے ذریعہ سے لگائے گئے ملا حظہ کرنے میں کہ بورڈ نے حسب مرضی کام کیا اور میں اس کی بڑھتی ہوئی ترقی پر مبارک دیتا ہوں پچھلے سال کی میٹنگ میں میں نے چند باتوں کے واسطے زور دیا تھا۔ جس میں سب سے اہم یہ تھی کہ بورڈ کے ممبر اس بات کی کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ نئے ممبر بنائیں اور زیادہ سے زیادہ پھل اور ترکاریاں کم سے کم رقبہ میں پیدا کریں اس وقت سے لڑائی کا ایک اور بڑا سال گذرا اور جس کی وجہ سے ہماری دشواریاں اور بڑھ گئیں ہیں لیکن ہم کو ایک سنہرا موقعہ آگے بڑھنے اور بورڈ کو ترقی کے لئے مل گیا ہے آپ لوگ جانتے ہوں گے کہ ہم لوگ فوج کی ضرورت کے لئے ایک کثیر مقدار میں ترکاریاں پیدا کر رہے ہیں فوج کو خاص قسم کے پھلوں کی ضرورت ہے بورڈ کی فیس ممبری دس روپیہ سالانہ ہے یعنی ایک روپیہ ماہوار سے بھی کم آنریری سکریٹری نے اپنی رپورٹ پڑھتے وقت بتایا کہ ممبر کو دس روپیہ سے زیادہ کی خدمات عطیات اور نئی مشورہ کی شکل میں ملجاتے ہیں اور بورڈ زیادہ تر گورنمنٹ کے دئے ہوئے روپیہ سے اپنے اخراجات پورے کرتا ہے یہ بات بورڈ کے مستقبل کے لئے کوئی اچھی علامت نہیں ہے اور میں آپ لوگوں کی توجہ اس بات پر دلاؤنگا کہ بورڈ کو فیس ممبری دس روپیہ سے پندرہ روپیہ کر دینا چاہیئے۔ فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ کو اپنے پیروں پر جلد کھڑا ہونے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے اور موجودہ وقت سے اچھا موقع ہاتھ نہ آسکے گا میں نہیں کہہ سکتا ہوں کہ گورنمنٹ کوئی اور زیادہ گرانٹ دینے کے لئے اسوقت تک تیار ہوگی جب تک کہ بورڈ اپنے عمل سے یہ ظاہر نہ کرے گا کہ اس نے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی ابھی بورڈ کو بہت کچھ کام کرنا ہے جو کچھ بورڈ نے اب تک کیا ہے وہ اسکا عشر عشیر بھی نہیں ہے آٹھ سپروائزر اور چند چودھری صرف ایک ضلع میں پھلوں اور ترکاریوں کی ترقی اور ان کے بیچنے کے مناسب انتظام کرنے کے لئے کافی نہیں ہے گذشتہ سال میں نے بورڈ کو صلاح دی تھی کہ وہ پھل پیدا کرنے والوں کی بہبودی کے لئے

ایک Extension service قائم کریں جیسا کہ امریکہ یا کسی ملک میں رائج ہے اگر اس صوبہ میں بھی فروٹ ڈویلپمنٹ بورڈ اس قسم کا کوئی انتظام کرے تو اس سے باغ لگانے والوں کو یقیناً بہت فائدے پہونچ سکتے ہیں اور ممبروں کی تعداد بھی بڑھ جائے جس وقت یہ یقین ہو جائے گا کہ بورڈ میں کافی ممبر ہوگئے ہیں اور عام پبلک بھی بورڈ کی خدمات حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے تو اسوقت میں اپنے محکمہ کی طرف سے بورڈ کے اخراجات کے لئے ایک بڑی رقم دینے کے لئے تیار رہوں گا۔

اگر بورڈ جیسا کہ آپ لوگوں نے سُنا ہے کہ پھلوں کی مارکٹنگ اور گریڈنگ کی طرف زیادہ توجہ دے تو اس طرف بھی بورڈ کو حسب دلخواہ کامیابی ہوسکتی ہے اور آم اور سیب کی گریڈنگ سے بہت اچھے نتائج حاصل ہوئے ہیں اگر پھل پیدا کرنے والے کو اچھی قیمت ملے تو بہت ضروری ہے کہ مارکٹنگ کا اچھا انتظام کیا جائے پھلوں کی مارکٹنگ کے سلسلہ میں پھلکر بیچنے والے کمیشن ایجنٹ جیسا کہ حضرت گنج میں ہے صوبہ کے تمام بڑے بڑے شہروں میں مقرر کئے جائیں بورڈ کے ممبروں کو اس قسم کی پھلکر دوکانیں قائم ہو جانے سے کہ جہاں ان کا گریڈ کیا ہوا مال فروخت ہوسکتا ہے بہت فائدہ ہوسکتا ہو۔

پھل پیدا کرنے والوں میں بورڈ کے فوائد پروپیگنڈا کرنے کی بہت سخت ضرورت ہے صوبہ کے ہر شخص کا جس کو پھلوں سے دلچسپی ہے بورڈ کا ممبر ہو جانا چاہئے اور امید کرتا ہوں کہ آپ لوگ بورڈ کو صوبہ میں مقبول کرنے اور نئے ممبر بنانے میں بورڈ کا ہاتھ بٹائیں گے۔

آنریری سکریٹری نے ابھی اپنی رپورٹ پڑھتے وقت یہ بتایا کہ کاغذ کی کمی کی وجہ سے بورڈ کو اپنا Journal اور اسی قسم کی مطبوعات بند کر دینا پڑیں لیکن اسی کمی سے ہمارے پروپیگنڈے میں کوئی کمی نہ ہونا چاہیئے بشرطیکہ ہمارے موجودہ ممبر بورڈ اور اس کے قواعد سے ہمدردی اور تعاون کرنے کے لئے تیار رہیں اگر ہمارے بورڈ کے ممبر اس روپیہ دیکر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی امید کریں تو بورڈ کے مقاصد کا خون کرنا ہوگا اور بورڈ کی زندگی کو خطرہ میں ڈالنا ہوگا بورڈ کو واقعی کامیاب بنانے کے لئے ہمارے سامنے یہ ہونا چاہیئے کہ ہر شخص کو بورڈ سے برابر فائدہ پہنچے تقریر کو ختم کرتے ہوئے میں بورڈ کی اگز کیٹو کمیٹی کے ممبروں اور خاص طور سے اپنے دوست چودھری حیدر حسین صاحب بار ایٹ لا کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اپنا قیمتی وقت بورڈ کے کاموں کیلئے دیا اور میری جگہ پر بورڈ کی صدارت کرتے رہے جبکہ میں اور ضروری کاموں میں مشغول تھا میرے محکمہ کے اور دوسرے افسران جو بورڈ میں ہر طرح سے مدد اور رہنمائی کرتے رہے وہ بھی میرے شکریہ کے مستحق ہیں آپ لوگوں کو یہ اچھی طرح سے محسوس کرنا چاہیئے کہ یہ افسران بورڈ کی اعزازی خدمت دیتے رہے ہیں جبکہ وہ بہت اہم کاموں میں مشغول تھے۔

سبزی ترکاریوں کی کاشت

ترکاریاں انسان کی خوراک کا ایک خاص جزو ہیں۔ بالخصوص ایسے ملک کے لئے جس کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ سبزی خور ہو۔ سبزی ترکاریوں کے بافراط ملنے کی بہت ضرورت ہے۔ آج کل گھی دودھ مکھن وغیرہ کی قلت اور گرانی اتنی بڑھ گئی ہے کہ غریبوں اور کم آمدنی والے شریف لوگوں کے لئے اس کا ملنا بہت مشکل ہو گیا ہے چونکہ تندرستی اور جسمانی ترقی کافی خوراک ملنے پر ہی منحصر ہے اسلئے ایسی خوراک کا جو تندرستی اور جسمانی ترقی کے لئے مفید ہو۔ جمع کرنا ہر ایک انسان کا فرض ہے۔

خالص دودھ و گھی کی گرانی اور قلت اہل ہند کی بہت بڑی تعداد کی صحت اور جسمانی ترقی پر نقصان دہ اثر ڈال رہا ہے۔ مگر ایسے خوش قسمت انسان بھی بہت کم تعداد میں ہوں گے جن کو کہ کافی مقدار میں عمدہ عمدہ پھل اور سبزی ترکاریاں دونوں وقت نصیب ہوتی ہوں۔ ان تھوڑے خوش قسمت لوگوں میں بھی زیادہ تعداد انھیں لوگوں کی ہے جو بڑے بڑے شہروں میں یا ان کے قرب میں رہتے ہوں بلکہ چھوٹے چھوٹے قصبوں اور خصوصاً دیہات کے باشندوں میں تو شائد ہی کوئی ایسا نکلے گا جو سردا، سیب پپیتہ، اسٹرابیری، انگور وغیرہ عمدہ لذیذ اور مفید پھلوں کے چکھنے کے موقعے حاصل ہوتے ہوں ورنہ ترکاری تک کے بھی نام نہیں جانتے ہیں بلکہ سو فیصدی لوگ ایسے نکلیں گے جنھوں نے ان چیزوں کو دیکھا کیا ان کا نام تک نہ سُنا ہوگا۔ جب دودھ، گھی، مکھن اور پھل وغیرہ جو انسانی خوراک کا خاص جزو ہے اس قدر گراں ہے تو سبزی ترکاری کثرت سے پیدا کرنے کی طرف توجہ دینے کی خاص ضرورت ہے۔ دودھ دینے والے مویشیوں کا رکھنا اور ان کی پرورش کرنا اور پھل دینے والے درختوں اور باغوں کا لگانا ہر شخص کی بساط سے باہر ہے کیونکہ اور درختوں و باغات کے لئے مناسب زمین اور لاگت اور کام کرنے والوں کی ضرورت ہے لیکن اپنی روزمرہ ضرورت کے لئے کافی مقدار میں سبزی ترکاری کا پیدا کر لینا اس انسان کے لئے ذرا بھی مشکل نہیں جس کے پاس تھوڑی سی بھی زمین ہے۔

یہ مضمون ان لوگوں کے لئے نہیں ہے جن کا پیشہ ہی سبزی

ترکاری کی کاشت اور ان کی تجارت ہے بلکہ ان لوگوں کے لئے ہے جو دیگر مختلف اقوام کے کام کرتے ہیں اور ان کو سبزی ترکاری کھانے کا شوق اور ضرورت ہے اور جن کو اس کی قلت اور گرانی کی شکایت رہتی ہے اور جو تھوڑی سی محنت اور چند آنوں کے بیج سے ان کو پیدا کر کے اپنی اشیاء خوردنی کے ذخیرہ میں ایسی مفید اور مقوی خوراک کا اضافہ کر سکتے ہیں۔

بہت ہی کم لوگ ایسے ہوں گے جن کے پاس تھوڑی بہت زمین نہ ہو جس میں وہ سبزی ترکاری نہ بو سکیں کوٹھی بنگلوں، بورڈنگ ہاؤس ہوٹلوں اور دیگر عمارات کے قریب سبزی ترکاری کی کھیتی بہت آسانی سے ساتھ کر سکتے ہیں جس میں تھوڑی محنت اور تھوڑی لاگت صرف کرنی ہوگی اور پیداوار اتنی ہو سکتی ہے جو ایک کنبے کے لئے کافی ہو سکے۔ بازاروں میں خریدنے کے مقابلہ میں اس طرح ترکاریاں پیدا کرنے سے گھر کے خرچ میں کمی ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں کے پاس ایسی زمین ہو وہ ان کو ضرورت اور گنجائش کے مطابق پہلے پھاوڑے سے برابر کر لیں اور پھر پیچھے دی ہوئی تصویر کے مطابق اس میں نالیاں کھود لیں۔ انگلینڈ میں نالی کھودنے کے طریقے کو ٹریچنگ کہتے ہیں۔ ورزش سے شوق رکھنے والے اصحاب اس کام کو خود کر سکتے ہیں۔ ایسا کام کرنے میں جس سے اشیاء خوردنی میں عمدہ اور صحت بخش چیزوں کا اضافہ ہو جائے کوئی شرم یا بے عزتی کی بات نہیں ہے۔ مغربی ممالک میں بڑے بڑے لارڈ شاہی خاندان کے افراد بلکہ والیان ملک تک ایسے کام خود کر لیتے ہیں اور ایسا کرنے میں کوئی شرم یا جھجک نہیں محسوس کرتے۔ ہندوستان میں اب وہ زمانہ نہیں جبکہ بڑے بڑے متمول اور اعلیٰ مرتبہ کے لوگ ایسا کام کرنا اچھا نہیں سمجھا کرتے تھے۔ پہلے جسمانی محنت کے کام نہ کر کے اپاہج بن جانا ہی بڑے پن کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ہندوستان کی حکومت ایسے قوم کے ہاتھوں میں ہے جس کا ہر فرد خواہ وہ غریب ہو یا امیر مرد ہو یا عورت محنت اور محنت مشقت اور جسمانی قوت کو اعلیٰ کرداری کا بہت بڑا نشان سمجھتا ہے۔

حکمران قوم کے کردار کا اثر محکوم قوم پر ضرور پڑتا ہے اسلئے اب ہندوستان کے مالدار لوگوں اور اعلیٰ طبقہ کے انسانوں کے جسموں سے کاہلی، سستی، نزاکت اور لطافت پسندی کا جزو تیزی سے نکلتا جا رہا ہے اور ان کی زندگی میں محنت اور بہت سے اوصاف داخل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس لئے اب زندگی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے موٹے موٹے کام بھی کسی قسم کی شرم یا بے عزتی کا سبب نہیں سمجھتے۔ بلکہ اس کے برعکس اچھے اور قابل تعریف کام سمجھے جاتے ہیں اس لئے اگر ورزش کے خیال سے نالیاں اپنے ہاتھ سے کھود لی جائیں تو کوئی حرج نہیں لیکن جو لوگ اپنی جسمانی کمزوری کے باعث ایسا نہ کر سکیں وہ یہ کام مزدوروں سے لے لیں۔ نالیاں کھودنے کا طریقہ الفاظ میں ذکر کے بجائے حسب ذیل نقشہ سے سمجھانے میں بہتر ہوگا۔

۱	
۲	۱۵
۳	۱۶
۴	۱۷
۵	۱۸
۶	۱۹
۷	۲۰
۸	۲۱
۹	۲۲
۱۰	۲۳
۱۱	۲۴
۱۲	۲۵
۱۳	۲۶
۱۴	۲۷

زمین کے ٹکڑے کے عین وسط میں دو فٹ چوڑی پگڈنڈی چھوڑ کر دو اور پگڈنڈی کے دونوں طرف کے ٹکڑوں کو اپنے حلقہ کی شکل میں ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ چوڑی کیاریاں مندرجہ بالا نمبر ۱ و نمبر ۲ نمبر ۳ وغیرہ کی طرح بنا لینی چاہئے۔

کیاری نمبر ۱ میں سے ایک فٹ گہری مٹی نکال کر پگڈنڈی کی دوسری طرف کے ٹکڑے کے باہر اس جگہ پر دے جہاں نمبر ۲۷ کا ہندسہ بنا ہے۔ پھر کیاری نمبر ۲ کی مٹی ایک فٹ گہری کھود کر کیاری نمبر ۱ میں ڈال دو اور نمبر ۳ کی نمبر ۲ میں اور نمبر ۴ کی نمبر ۳ میں

...گوبھی کے آخر میں جو نمبر ۱۳ کی مٹی ایک فٹ کھود کر کیاری نمبر ۱ میں ڈال جا چکے تو نمبر ۱۴ کی نمبر ۱۳ میں اور نمبر ۱۵ کی نمبر ۱۴ میں اور نمبر ۱۶ کی نمبر ۱۵ میں اسی طرح جب کیاری نمبر ۲۶ کی مٹی کیاری نمبر ۲۵ میں ڈالی جائے گی تو اس جگہ کی مٹی یہاں نمبر ۲۷ بند سے نکالا ہے نمبر ۲۶ کی کیاری میں ڈال دو اور سب کیاریوں کی مٹی اچھی طرح برابر کر کے اس میں گوبر کی سڑی ہوئی کھاد کافی مقدار میں اچھی طرح ملا دے اور اوزاروں میں صرف کدال اکھرپے، پھاوڑے کی ضرورت ہے۔ کھدائی کا بھاری کام مزدوروں ہی سے کرایا گیا ہے تو باقی کام آپ خود کر ہی سکتے ہیں۔ لیکن خیال رکھنا چاہئے کہ نالیوں کی مٹی خوب باریک اور سطح برابر ہو جائے اگر ان میں کوئی کنکر ہو تو ان کو نکال کر پھینک دینا چاہئے اتنی تیاری کے بعد آپ کو فیصلہ کرنا چاہئے کہ کیا کیا ترکاریاں بونی ہیں جو بونی ہوں ان کا بیج گورنمنٹ ہارٹیکلچرل گارڈن (سرکاری باغ) سہارنپور یا کسی دیگر معتبر جگہ سے منگا لینا چاہئے۔ جو چیز ایسی ہو جس کا پودا لگایا جاتا ہے تو پہلے ان کا بیہن ڈال دینا چاہئے جب بیہن تیار ہو جائیں تو پودوں کو اکھاڑ کر نالیوں میں لگا دو۔ جو چھٹک کر بویا جاتا ہو اس کے بیج چھٹک دو ذیل میں کچھ ترکاریوں کے نام اور ان کے بونے کے مختصر ترکیبیں لکھی جاتی ہیں۔

بند گوبھی اگست کے آخر میں یا ستمبر کے پہلے ہفتے میں بیہن ڈال دو اس کی پود نالی کے عین وسط میں ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ کے فاصلے پر لگا دو۔ اور خوارے سے تھوڑا تھوڑا پانی جڑ میں ڈال دو اور حسب ضرورت پانی دیتے رہو۔ دسمبر کے شروع میں بند تیار ہونے لگیں گے اب بند سخت ہو جائیں تو کھانے کے لئے کاٹنا شروع کر دو

پھول گوبھی۔ اگست کے وسط میں اس کی بیہن سایہ میں ڈال دینی چاہئے اور اکتوبر کے شروع میں جبکہ بیہن تقریباً پانچ پانچ انچ ہو جائیں تو بند گوبھی کی نئی پود اکھاڑ اکھاڑ کر کیاریوں میں لگا دو۔ پھول گوبھی بھی دسمبر میں تیار ہو جائے گی جس بیج کو مقامی آب و ہوا موافق ہوتی ہے اس کے پودے پر پھول جلد آجاتے ہیں۔ نئے آئے ہوئے پودے کا پھول اچھا ہوتا ہے۔

گانٹھ گوبھی ستمبر میں اس کی بیہن ڈال دینی چاہئے۔ اور اکتوبر میں اکھاڑ کر لگا دینا چاہئے۔ پودے کے بیچ میں ۹ انچ کا فاصلہ رہے گا۔ جنوری میں کھانے کے قابل ہو جائے گی

ٹماٹر۔ ماہ ستمبر میں اس کی بیہن ڈال دو اور جب پودے پانچ پانچ انچ کے ہو جائیں تو اکھاڑ کر ایک ایک فٹ کے فاصلے پر نالی پر لگا دو اس کا پودا خوب پھیلتا ہے اور پھول اتنا لاتا ہے کہ سہارے کے لئے لکڑی کی ضرورت ہوتی ہے۔ مناسب وقت پہ پانی دیتے رہو تاکہ خشکی کا اثر نہ پڑے۔

بینگن۔ یہ ٹماٹر کی طرح بویا جاتا ہے۔

مولی بونے کا وقت اگست سے لے کر جنوری تک ہے۔ چار چار انچ کے فاصلے پر اس کے بیج کو کھرپی سے گاڑ دو۔ ڈھائی انچ کی گہرائی سے اوپر سے مٹی ڈال دو۔ مولی کے لئے اچھی کھاد اور پانی کی ضرورت ہے۔

گاجر۔ اس کا بیج چھٹک کر مٹی پر اس طرح ہاتھ پھیر دو کہ اس کے بیج مٹی میں مل جائیں۔

سیم۔ یہ کئی قسم کی ہوتی ہے اس کی بیلیں پھیلتی ہیں اور دیواروں یا لکڑیوں پر چڑھائی جاتی ہیں۔ دو دو انچ گہری مٹی میں اسکا بیج ۶ انچ کے فاصلے پر بو دینا چاہئے۔

پالک۔ اس کا بیج چھٹک کر بویا جاتا ہے اس کے پتے ساگ کے طور پر کام میں آتے ہیں۔ ان کے علاوہ آلو۔ اروی۔ بھنڈی کریلا، لوکی، توری، کلا، میتھی، مٹر، کھیرا، ککڑی، ترئی، کدو وغیرہ سب ترکاریاں جو کھانے کے کام میں آتی ہیں آسانی سے پیدا کی جا سکتی ہیں ان کے بونے کے مناسب اوقات طریقے معلوم کرنے کیلئے قریب قریب ہر جگہ واقف کار لوگ مل جاتے ہیں ان کی کاشت کی طرف ہر ایسے انسان کو جس کے پاس کچھ قابل کاشت زمین ہے ضرور توجہ دینی چاہئے۔

(جنرل آف دی یو پی فروٹ ڈیولپمنٹ بورڈ سے)

لطیفہ

پہلا بیوقوف "ابھی ابھی میں نے ایک آدمی دیکھا جس کو میں نے خیال کیا تم ہو؟"
دوسرا بیوقوف "آؤ چلکر اسے دیکھیں کہ آیا سچ مچ وہ میں ہوں یا میں وہ ہوں!"

گاہک خاتون "یہ کپڑا تم کیسے فروخت کرتے ہو؟"
بزاز "خاتون صاحبہ مجھے خود بھی حیرت ہے کہ یہ کپڑا کیسے فروخت ہو جاتا ہے"



دیہاتی اسکاؤٹوں کی رفتارِ ترقی

دیہاتی اسکاؤٹوں کی ترقی کی رفتار جاری ہے۔ جنوری ۱۹۴۳ء تک کا حال رائے بہادر پنڈت کاشی ناتھ افسر محکمہ گاؤں سدھار نے ایک سرکلر میں درج فرمایا ہے۔ اب اُن کا خیال نئی بھرتی کی طرف زور دینے کا نہیں ہے بلکہ جو اسکاؤٹ بھرتی ہو چکے ہیں اُن کی قابلیت بڑھانے پر ہے۔

یہاں ہم جنوری تک کی ترقی کی تفصیل ضلع وار شائع کر رہے ہیں گاؤں سدھار افسر صاحب نے فہرست میں مندرجہ ذیل اضلاع کی توجہ اس جانب مبذول کرائی ہے کہ یہ اپنے اسکاؤٹوں کی تعداد اور قابلیت بڑھانے کی طرف خاص توجہ دیں۔ ساتھ ہی موصوف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ڈیویژنل سپرنٹنڈنٹ سختی کے ساتھ نالائق اسکاؤٹوں کو اپنی فہرست سے علیحدہ کر دیں۔ کسی ضلع کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ نالائق اسکاؤٹوں کی تعداد بڑھا کر فضول نیک نامی حاصل کرے۔ اسکاؤٹوں کی تعداد حسب ذیل ہے۔

پُرانے مرکز

ضلع	گذشتہ ماہ کے آخر تک کی بھرتی	مکمل ٹریننگ اور سند یافتہ	فیصدی
۱- کانپور	۳۱۱۶	۳۱۱۰	۱۰۰
۲- فرخ آباد	۳۷۱۰	۲۸۷۶	۷۲
۳- مرادآباد	۳۰۷۱	۱۸۹۳	۶۴
۴- فیض آباد	۱۱۱۹۵	۶۶۲۶	۵۹
۵- مین پوری	۳۳۹۴	۱۹۳۴	۵۹
۶- الہ آباد	۳۴۵۴	۲۶۰۶	۵۸
۷- بلیا	۳۳۳۴	۲۱۳۴	۵۶
۸- نینی تال	۱۲۲۷	۶۷۶	۵۵
۹- گونڈا	۴۸۰۲	۲۶۰۹	۵۴
۱۰- بریلی	۳۱۰۱	۱۶۵۹	۵۳
۱۱- مظفرپور	۵۶۹۵	۳۰۲۶	۵۳
۱۲- ہردوئی	۴۳۴۹	۲۳۱۰	۵۳
۱۳- ایٹہ	۲۱۹۱	۱۴۸۱	۴۶
۱۴- رائے بریلی	۴۳۲۷	۱۶۰۸	۴۲

ضلع	گذشتہ ماہ کے آخر تک کی بھرتی	مکمل ٹریننگ اور سند یافتہ	فیصدی
۱۵- المورڑا	۸۹۷	۳۷۶	۴۳
۱۶- بجنور	۳۳۹۰	۱۳۵۱	۴۰
۱۷- بارہ بنکی	۴۳۳۶	۱۶۹۳	۳۹
۱۸- دہرہ دون	۳۵۵۹	۱۳۸۴	۳۹
۱۹- فتح پور	۳۵۱۹	۱۳۷۰	۳۹
۲۰- پرتاب گڑھ	۶۴۴۲	۲۴۹۲	۳۹
۲۱- اعظم گڑھ	۳۹۳۱	۱۴۳۲	۳۷
۲۲- جالون	۴۵۰۶	۱۶۲۳	۳۶
۲۳- اٹاوا	۳۷۲۶	۱۳۳۹	۳۶
۲۴- ہمیرپور	۱۲۷۳۲	۱۳۲۹	۳۸
۲۵- کھیری	۱۱۶۷۱	۵۸۸	۳۴
۲۶- بنارس	۵۱۲۸	۱۷۳۲	۳۴
۲۷- مظفرنگر	۳۳۵۹	۱۱۱۲	۳۳
۲۸- بدایوں	۳۵۰۹	۱۱۳۰	۳۱
۲۹- آگرہ	۴۰۵۵	۱۲۴۹	۳۱
۳۰- گورکھپور	۴۴۶۲	۱۳۵۷	۳۰
۳۱- علی گڑھ	۲۹۷۵	۷۴۲	۲۵
۳۲- پیلی بھیت	۳۰۱۰	۷۲۸	۲۵
۳۳- سہارنپور	۳۹۱۰	۹۳۲	۲۴
۳۴- متھرا	۳۴۷۷	۷۹۹	۲۳
۳۵- میرٹھ	۳۵۹۹	۸۱۸	۲۳
۳۶- بستی	۵۹۹۴	۱۲۶۸	۲۱
۳۷- جونپور	۶۹۷۷	۱۴۰۰	۲۰
۳۸- غازی پور	۷۰۵۹	۱۰۵۱	۱۵
۳۹- بہرائچ	۴۷۰۲	۶۶۴	۱۴
۴۰- سلطانپور	۹۵۵۲	۱۳۰۴	۱۴
۴۱- سیتاپور	۲۲۵۶	۳۰۲	۱۳
۴۲- باندا	۴۷۵۵	۵۱۲	۱۱

ضلع	گزشتہ ماہ کی بھرتی	ٹریننگ اور سند یافتہ	فیصدی
۳۳- شاہجہانپور	۲۰۷۵	۱۹۳	۹
۳۴- لکھنؤ	۳۳۷۶	۲۸۶	۶
۳۵- اناؤ	۵۸۸۹	۲۵۴	۵
۳۶- جھانسی	۱۷۷۵	۷۸	۴
۳۷- گڑھوال	۱۱۴۳	۰	۰
۳۸- بلند شہر	اعداد موصول نہیں ہوئے		
میزان	۸۹۸۷۵	۸۶۷۱۱	

نئے مرکز

ضلع	سند یافتہ	کل بھرتی	فیصدی
۱- فیض آباد	۱۵۷۲	۱۴۲۱	۹۳
۲- الہ آباد	۸۴۳	۴۴۳	۵۳
۳- پرتاب گڑھ	۲۴۱۳	۹۰۸	۳۸
۴- گونڈا	۱۵۶۰	۴۰۱	۲۷
۵- سلطانپور	۲۱۰۳	۴۱۵	۲۰
۶- بلیا	۱۱۰۰	۲۰۰	۱۸
۷- رائے بریلی	۱۵۵۴	۲۶۴	۱۵
۸- جونپور	۱۹۷۱	۲۹۵	۱۵
۹- باندا	۲۳۶۴	۳۳۱	۱۴
۱۰- غازی پور	۱۷۳۶	۲۴۴	۱۴
۱۱- بارہ بنکی	۵۲۷۴	۴۳۷	۱۳
۱۲- مرزا پور	۲۶۶۲	۳۵۱	۱۳
۱۳- بنارس	۵۴۹۰	۴۷۹	۹
۱۴- گورکھپور	۴۵۹۰	۷۲	۲
۱۵- لکھنؤ	۲۱۲۷	۰	۰
۱۶- بستی	۲۰۷۳	۰	۰
میزان	۳۷۷۵۹	۶۴۶۱	

کوڑا کرکٹ سے اچھی کھاد

دیہات میں بہت سا کوڑا کرکٹ بیکار پھینک دیا جاتا ہے۔ اس کوڑے کرکٹ سے ایک اچھی کھاد بنانے کی اسکیم حکومت کے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اس اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ گھاس، سیوار وغیرہ جو گاؤں میں بیکار جمع ہوتی رہتی ہے اُس سے عمدہ قسم کی کھاد تیار کر کے کسان کے کھاد کے متعلق ذرائع کو بڑھایا جائے۔ کمپوسٹ کھاد تیار کرنے میں کسانوں کو یہ دشواری ہوتی ہے کہ اگرچہ وہ گھاس پات کو اپنے کھاد کے گڑھے میں سال بھر ڈالتے رہتے ہیں لیکن ایک کسان کے پاس اتنا سامان نہیں جمع ہو سکتا کہ اعلیٰ پیمانے پر کمپوسٹ کھاد تیار کر سکے اس لئے چھوٹے چھوٹے کسانوں کے لئے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اس کام کو کئی آدمیوں کی شرکت میں کریں۔

فصل، اشیاء خوردنی، چارے کا بچا کھچا حصہ، گھاس اگنے کھونیاں جنگل میں پیدا ہونے والی بیکار چیزیں، ردی قسم کی گھاس، جس زمین میں کھیتی نہیں ہوتی اس کی گھاس وغیرہ، باورچی خانہ کا کوڑا، راکھ، نابدان کی مٹی اور پانی میں پیدا ہونے والے پودوں سے یہ کھاد بنائی جا سکتی ہے یہ سب چیزیں دیہات میں مناسب مقامات پر گڈھوں میں جمع کی جائیں۔ اگر ایسی جگہوں کے پاس ہوں جہاں پانی قریب ہو تو زیادہ بہتر ہو۔ اس میں گوبر ملا کر سڑنے دینا چاہئے۔ ہوا لگنے کے لئے اُسے کبھی کبھی اُلٹنا پلٹنا اور پانی سے بھگو دینا چاہئے۔ چار مہینے میں اچھی اُسٹرڈ جز کی کھاد تیار ہو جائے گی۔ کمپوسٹ کھاد کس طرح تیار کی جاتی ہے اس کے متعلق ہم ہل کی گذشتہ اشاعتوں میں شائع کر چکے ہیں۔ امید ہے کہ کسان اس اسکیم سے فائدہ اُٹھائیں گے۔

دسمبر سنہ ۱۹۴۳ء میں گاؤں سدھار

دسمبر سنہ ۱۹۴۳ء میں گاؤں سدھار کے کام کی رپورٹ جو گاؤں سدھار افسر صاحب کے دفتر سے شائع ہوئی ہے وہ ذیل میں درج ہے۔

سامان ملنے کی دشواری کے باوجود اس ماہ ۴۴ کنوئیں اور ۳۱ باندھ بنوائے گئے اس کے علاوہ پُلیاں بنائی گئیں۔ گاؤں کی گلیوں میں پتھر جڑنے کا کام بھی شروع کیا گیا۔ گاؤں والے ان کاموں کے خرچ میں ہاتھ بٹاتے رہے۔ جس سے گاؤں سدھار کے کاموں سے اُن کی بڑھتی ہوئی دلچسپی ظاہر ہوتی ہے گاؤں والے یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ گاؤں سدھار کے کاموں سے وہ سبھی سہولتیں حاصل کر سکیں گے جن سے گاؤں کی زندگی میں نیا جوش اور نئی روح پیدا ہو جائے۔

دیہات میں پھیلنے والی بیماریوں کو پھیلنے سے روکنے کے لئے ۸۱ کنوؤں کو صاف کیا گیا۔ ۴۳۳ سور باڑے آبادی سے ہٹائے گئے۔ تقریباً ۶ ہزار اشخاص کو ٹیکہ لگایا گیا۔ ۴۵۵۵ سوختہ گڑھے بنائے گئے۔ ۲۲۴ گڑھے صاف کئے گئے۔ ۵۹۸ گڑھے پاٹے گئے۔ ۳۶۸ کھنڈر ہموار کئے گئے۔

گاؤں سدھار کے دواخانے سے دیہات میں دوا تقسیم کرنے کی سہولت جاری رکھی۔ ان دواخانوں نے ۴۷۲۹۲ بیماروں کی مختلف بیماریوں کا علاج کیا۔ ۱۳۲۳ اشخاص کو فرسٹ ایڈ کی ٹریننگ دی گئی اور ۲۱۷ دائیاں ٹرینڈ کی گئیں۔

زیادہ غلہ پیدا کرو تحریک کو مدد دینے کے لئے گاؤں سدھار کے دیہات میں ۱۸۱۴ من اچھے بیج تقسیم کئے گئے۔ ۸۷ آبپاشی کے کنوؤں میں بورنگ کی گئی اور ۲۴ کنوئیں بنائے گئے اور ۶۸۷ جدید قسم کے آلات زراعت کے گئے اور ۹۶ عمدہ نسل کے سانڈ اور ۴۷۸ مویشی دئے گئے۔ ۳۶۴

[...] کئے گئے اور ۳۲۳۰۵ بیمار مویشیوں کا علاج کیا گیا۔ کھیتی کے [...] کی اشاعت کے لئے ۲۹۳ زراعتی نمائشیں کی گئیں۔ درخت لگانے کے کام کی طرف بھی توجہ کی گئی اور ۲۲۲۲ پھلوں کے درخت لگائے گئے اور پھولوں کے درخت لگانے اور ایندھن کے درخت لگانے کے لئے نئی زمین کام میں لائی گئی۔

اسکاؤٹوں کی ٹریننگ دینے پر زور دیا جا رہا ہے تاکہ گاؤں سدھار سوسائیٹی دیہات کے [...] جھگڑوں کو [...] پا سکے اور حفاظت کرنے نے تنظیم کا کام کر سکیں۔ [...] ۲۳۴ اسکاؤٹوں کو مکمل ٹریننگ دی گئی اور ۲۱۸ سیوادل بننے گئے۔ دیہات میں نئی زندگی پیدا کرنے کی غرض سے کچھ گاؤں سدھار مرکزوں میں بین الدیہات کھیل اور ٹورنامنٹ ہوئے۔ تبلیغی منڈلیاں قائم کی گئیں۔ محکمہ گاؤں سدھار کے کاموں کو پھیلانے کے لئے ۱۸ نمائشیں کی گئیں۔

پبلسٹی کرنے والی گاڑیوں اور ریڈیو سے جنگ کی صحیح خبریں پہنچانے اور محکمہ گاؤں سدھار کے کاموں کی اطلاع دینے کا کام لیا گیا۔ جن گاؤں سدھار سنٹروں میں ریڈیو لگا ہے وہاں دیہاتی پروگرام سننے کے لئے لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔

جنوری ۱۹۴۴ء میں گاؤں سدھار

جنوری ۴۴ء کے کام کی تفصیل درج ذیل ہے:-

اس ماہ گاؤں والوں کے پاس کھیتی کے کام سے زیادہ فرصت تھی اس لئے وہ اپنا زیادہ وقت گاؤں سدھار کے کاموں میں لگا سکے۔ ۱۳ گاؤں سدھار سوسائیٹیوں اور ۲۸ دیگر سوسائیٹیوں کا قیام عمل میں آیا۔ سامان ملنے میں دشواری ہونے کے باوجود بھی اس مہینے میں ۹ پنچایت گھر اور ۲۱ نمونے کے گھر بنائے گئے۔ ۵۶ کنوؤں کی مرمت کی گئی۔ ۲۵ نئے کنوئیں تیار کئے گئے۔

کھاد کو اچھی طرح رکھنے کے لئے ۷۱۱۲ کھاد کے گڈھے بنائے گئے۔ ۲۳۴۲ پیشاب کے گڈھے بنائے گئے۔ ۴۵۵ آلات زراعت تقسیم کئے گئے۔ کھیتوں کے مظاہرے زیادہ موثر ہوتے ہیں اسلئے جدید طریقہ سے کھیتی کرنے کے بارے میں ۱۱ مظاہرے کئے گئے۔

مویشیوں کی دیکھ بھال کرنے والے مرکز برابر اپنا کام کرتے رہے [...] بیمار مویشیوں کا علاج کیا گیا۔ دیہات میں مویشیوں کی نسل کی ترقی کے لئے ۶۶ عمدہ نسل کے سانڈ اور ۴۰۸ اچھے مویشی [...]۔ درخت لگانے کے کام کی طرف بھی توجہ دی گئی اور ایندھن کے درختوں کے علاوہ ۱۵۹۲ پھلوں کے درخت لگائے گئے۔

دیہات میں پھیلنے والی بیماریوں کو روکنے کی تدابیر کی گئیں جن میں [...]۔ ۹۹۸۰ اشخاص کو ٹیکہ لگایا گیا۔ ۴۰۸ سور [...]

[...] آبادی سے ہٹائے گئے۔ ۲۶۱ کنوئیں صاف کئے گئے۔ ۱۱۳۱۹ گھر صاف کئے گئے اور ۳۵۷۵ گڈھے پاٹے گئے۔ گاؤں سدھار کے ایلوپیتھک اور یونانی دواخانوں نے اچھا کام کیا۔ ۲۰۲۶۴ اشخاص کی مختلف بیماریوں کا علاج کیا گیا۔ جن اضلاع میں آنکھ کے علاج کی اسکیم نہیں جاری کی جا سکی وہاں سے مریضوں کے پاس کے دیگر اضلاع کے سول سرجن یا میڈیکل افسر کے پاس بھیجے کا انتظام کیا گیا جہاں آنکھ کے علاج کا انتظام تھا۔

اسکاؤٹ ریلی اور ٹورنامنٹ کا بھی انتظام کیا گیا۔ گاؤں سدھار کے دیہات میں اسکاؤٹ ٹروپ کی تنظیم پر بہت زور دیا گیا۔ ۲۳۲ سیوادل قائم کئے گئے اور ۵۹۷ اسکاؤٹوں کو اس ماہ ٹریننگ دی گئی۔ دیہات کے بالغوں کے مدرسے دیہات میں خواندگی کی اشاعت کر رہے ہیں۔ عورتوں کے اصلاحی مرکز دیہاتی خواتین کو امور خانہ داری اور دیگر کاموں کی برابر تعلیم دیتے رہے۔

محکمہ گاؤں سدھار کی پبلسٹی گاڑیوں کے گراموفون ریکارڈ۔ میجک لالٹین وغیرہ سے اچھا کام کیا۔ محکمہ گاؤں سدھار نے دیہات میں ۲۴۹ بھجن منڈلیاں۔ ۲۰ نمائشیں اور ۴۳۹۱ جلسے کئے گئے۔ ریڈیو اسکیم بھی بہت مقبول ہوئی اور جن گاؤں سدھار مرکزوں میں ریڈیو لگے ہوئے ہیں وہاں دیہاتی پروگرام اور جنگی خبریں سننے والوں کی بھیڑ جمع رہتی ہے۔ ریڈیو کی مقبولیت روز بروز ترقی کر رہی ہے۔

سونا گنج کا کیلنڈر

سونا گنج۔ قدم کنواں۔ پٹنہ سے اس سال بھی "زیادہ غلہ پیدا کرو" کا کیلنڈر شائع کیا ہے۔ اس بار اس کیلنڈر میں گذشتہ سال کے مقابلے میں کچھ اصلاحات ہوئی ہیں۔ اس کیلنڈر کی مدد سے آپ فوراً جان سکتے ہیں کہ اس مہینے میں کیا ساگ سبزی بونی چاہئے۔ کیلنڈر کی پشت پر ایک چارٹ بھی دیا گیا ہے جس سے غذا کے متعلق بہت سی مفید معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

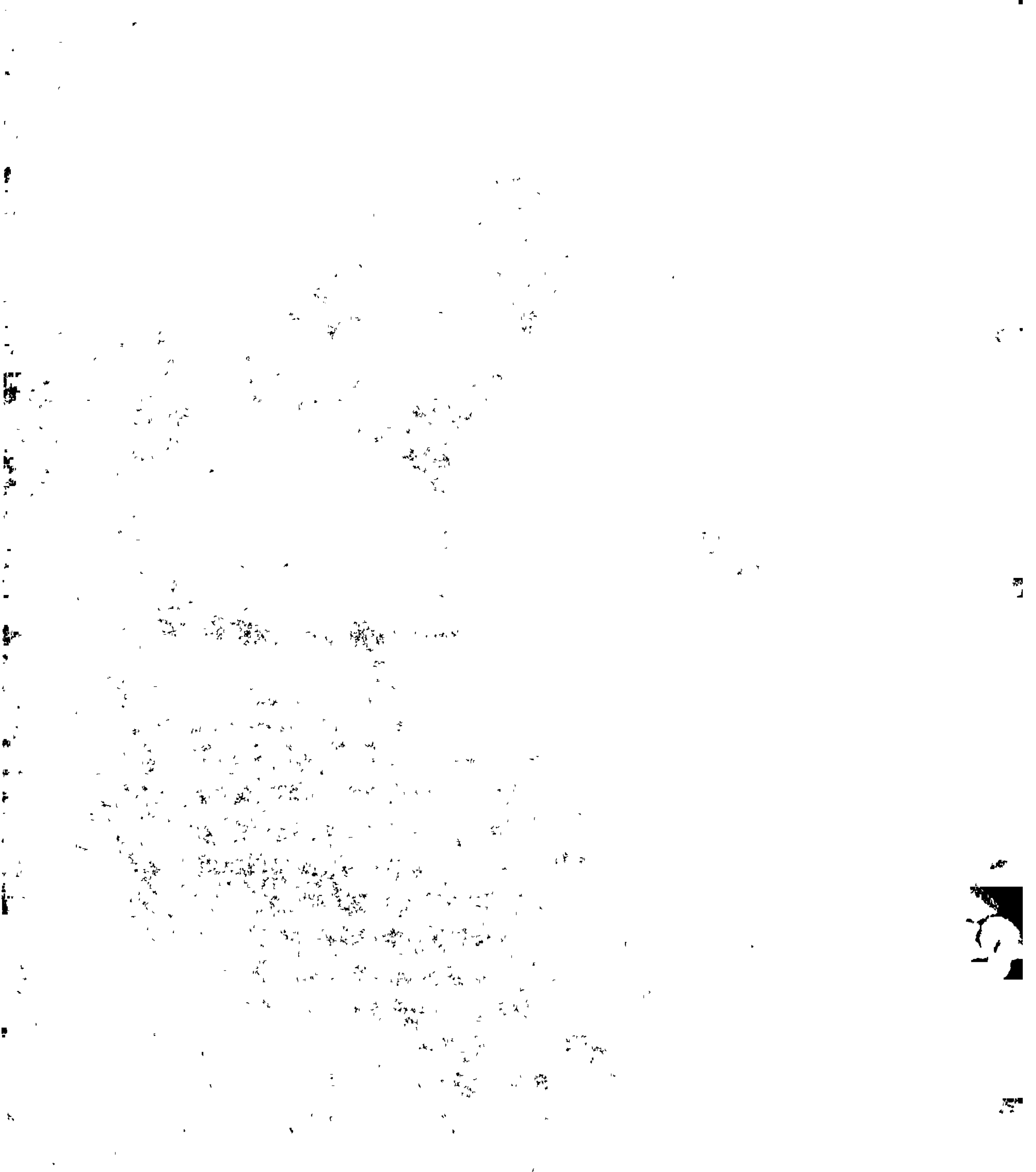
گاؤں سدھار کے عہدہ داروں کو انعام

سنہ ۴۳-۱۹۴۲ء میں گاؤں سدھار کے جن عہدہ داروں نے اچھا کام کیا ہے اور دیہات کی اصلاحی کوششوں میں دلچسپی لی ہے اُن کو گورنر صاحب یو۔ پی نے انعام عطا فرمانے کا اعلان کیا ہے۔ ۵۴ گاؤں سدھار سرکل آرگنائزروں کو ۲۰ روپئے فی آرگنائزر، ۲۴ گاؤں سدھار آرگنائزروں کو ۱۲ روپئے فی آرگنائزر۔ ۹ اسکاؤٹوں کو ۲۵ روپئے فی اسکاؤٹ اور چھ استانیوں کو ۱۵ روپئے فی استانی انعام ملا ہے۔ انعام پانے والوں کے نام اور عہدے ذیل میں شائع کئے جا رہے ہیں۔ گورنر صاحب نے غیر سرکاری کارکنوں کو جن کا کام اچھا رہا ہے اسناد بھی عطا کی ہیں۔

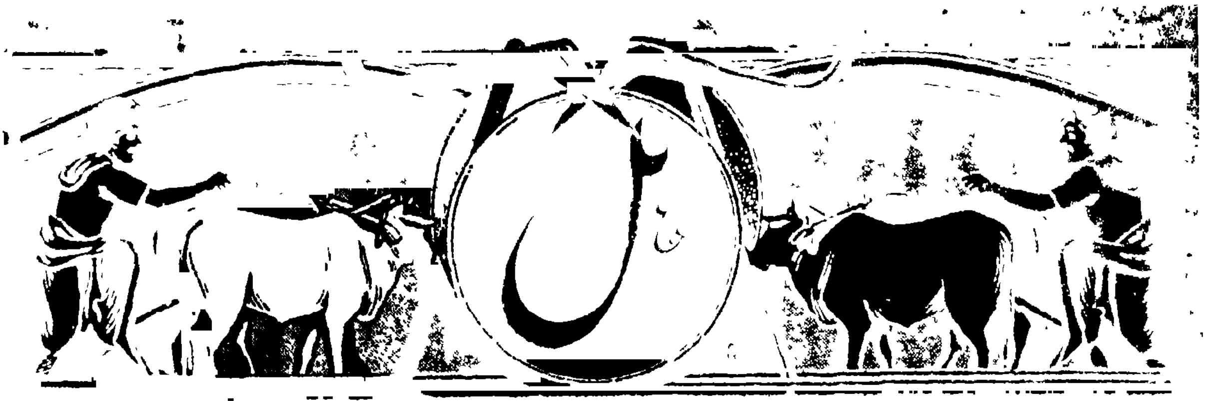
انعام پانے والے عہدیداروں کی فہرست

نمبر شمار	ضلع	گاؤں سدھار سرکل کے آرگنائزر	گاؤں سدھار آرگنائزر	اسکاؤٹ ماسٹر	گاؤں سدھار سب انسپکٹر	گاؤں سدھار انسپکٹر	استانی
۱	دہرہ دون	۱۔مسٹر این کے بھوگنا	×	×	×	×	×
		۲۔مسٹر بھگوتی پرساد	×	×	×	×	×
۲	مظفر نگر	۳۔مسٹر بنارسی داس	×	×	×	×	×
۳	میرٹھ	۴۔مسٹر دکھ رام	×	×	×	۱۔مسٹر آئی۔این۔سیٹھ	×
	×	۵۔مسٹر نرائن سنگھ	×	×	×	×	×
۴	سہارنپور	۶۔مسٹر ٹی۔ایچ۔انصاری	×	×	×	×	×
	×	۷۔مسٹر بی۔ایس۔بساریا	×	×	×	×	×
۵	علی گڑھ	۸۔مسٹر رام پرساد	×	×	×	×	×
۶	متھرا	۹۔مسٹر دیوی پرساد	×	×	×	×	×
۷	آگرہ	×	×	۱۔مسٹر ی۔سی۔نیوانی	×	۲۔مسٹر عبدالقیوم	×
۸	مین پوری	۱۰۔مسٹر ایس۔این۔پاٹھک	×	×	×	×	×
۹	ایٹہ	۱۱۔مسٹر ڈی۔سی۔سکسینہ	۱۔مسٹر ٹی۔ایل یادو	×	×	×	×
۱۰	بریلی	۱۲۔مسٹر اے۔ایم۔خاں	×	×	×	×	×
	×	۱۳۔مسٹر راج بہادر	×	×	×	×	×
۱۱	بجنور	۱۴۔مسٹر بنواری لال	×	×	×	۳۔مسٹر آر۔ڈی۔تیواری	۱۔محترمہ کے دیوی
	×	۱۵۔مسٹر جگناتھ پرساد	×	×	×	×	×
۱۲	بدایوں	۱۶۔مسٹر نند کشور	×	×	×	×	×
۱۳	مرادآباد	۱۷۔مسٹر دیا شنکر	۲۔مسٹر رضی احسن	×	×	۴۔مسٹر ایس۔ڈی۔ڈبھن	×
	×	×	×	×	×	×	×
	×	×	۳۔مسٹر بھوپ سنگھ	۲۔مسٹر محمد عمر	×	×	×
۱۴	پیلی بھیت	۱۸۔مسٹر دین دیال	۴۔مسٹر جوالا پرساد	۳۔مسٹر [illegible] پرکاش	×	۵۔مسٹر ایشوری پرساد	×
۱۵	فرخ آباد	۱۹۔مسٹر امبکا سہائے	×	×	×	۶۔مسٹر جے رام سنگھ	×
۱۶	اٹاوہ	۲۰۔مسٹر ایچ۔این۔مشر	×	×	×	×	۲۔محترمہ کلا دیوی
۱۷	کانپور	۲۱۔مسٹر وشیشور ناتھ	۵۔مسٹر رام پرساد	۴۔مسٹر ڈی۔این۔سنگھ	×	۷۔مسٹر کیو۔ایچ۔نقا	×
	×	×	×	×	×	×	×
۱۸	فتح پور	۲۲۔مسٹر وشمبھر ناتھ	۶۔مسٹر سی۔پی۔سنگھ	×	×	×	×
	×	۲۳۔مسٹر غلام ربانی	×	×	×	×	×
۱۹	الہ آباد	۲۴۔مسٹر یاگ نرائن	×	×	۱۔مسٹر بی۔پی۔شکل	×	×
۲۰	جھانسی	۲۵۔مسٹر پی۔سی۔جین	×	۵۔مسٹر ایم۔آر۔قریشی	×	×	×
۲۱	باندہ	۲۶۔سریندر ناتھ	۷۔مسٹر جی۔ایل۔شرما	×	×	×	×
۲۲	بنارس	۲۷۔مسٹر ٹی۔ڈی۔مشر	×	۶۔مسٹر ایس۔ایم۔خان	×	×	×
	×	۲۸۔مسٹر کے۔کے۔شکل	×	×	×	×	×

نمبر شمار	ضلع	ٹاؤن سدھار سرکل کے آرگنائزر	ٹاؤن سدھار آرگنائزر	اسکاؤٹ ماسٹر	ٹاؤن سدھار سب انسپکٹر	ٹاؤن سدھار انسپکٹر	استانی
۲۳	مرزاپور	۲۹ مسٹر جی۔ پی۔ سنگھ	۸ مسٹر امر دیو سنگھ	×	×	×	×
	×	۳۰ مسٹر نند سنگھ	۹ مسٹر وائی۔ ایم سنگھ	×	×	×	×
۲۴	جونپور	×	۱۰ مسٹر ایشوری پرشاد	×	×	×	×
	×	×	۱۱ مسٹر رام بھروسے	×	×	×	×
۲۵	غازیپور	۳۱ مسٹر مختار احمد	۱۲ مسٹر پٹرو	×	×	×	×
	×	۳۲ مسٹر آر۔ سے ترپاٹھی	۱۳ مسٹر دودھ ناتھ	×	×	×	×
۲۶	بلیا	۳۳ مسٹر سکھدیو سنگھ	۱۴ مسٹر جگدیش سنگھ	×	۲ مسٹر آر۔ آر	×	×
۲۷	گورکھپور	۳۴ مسٹر قربان علی	۱۵ مسٹر اقبال حسین	۷ مسٹر وی۔ ڈی۔ رائے	۳ مسٹر ایس۔ جے رضوی	×	۳ محترمہ پھلواری دیوی
	×	۳۵ مسٹر بی۔ این۔ رائے	۱۶ مسٹر دیا دھر رائے	×	×	×	×
۲۸	بستی	۳۶ مسٹر آر۔ کے۔ دوبے	×	×	×	×	×
۲۹	اعظم گڑھ	۳۷ مسٹر اندراسن سنگھ	×	×	×	×	×
۳۰	نینی تال	۳۸ گوبردھن شرما	×	×	×	×	×
	×	۳۹ مسٹر اے۔ ایس۔ ناگی	×	×	×	۸ مسٹر ایس۔ این پانڈے	×
۳۱	گڑھوال	۴۰ پی۔ سی۔ بہوگنا	×	×	×	×	×
	×	۴۱ مسٹر کے۔ این۔ کھنڈوری	×	×	×	×	×
۳۲	لکھنؤ	۴۲ مسٹر آر۔ پی۔ شکل	×	×	×	×	×
۳۳	رائے بریلی	۴۳ مسٹر رام ادھار	×	×	×	۹ مسٹر بی۔ سنگھ	×
	×	۴۴ مسٹر راجیشوری پرساد	×	×	×	×	×
۳۴	سیتاپور	۴۵ مسٹر ناظم علی	×	×	×	×	×
	×	۴۶ مسٹر رماکانت	×	×	×	×	×
۳۵	ہردوئی	۴۷ مسٹر بھگوان دین	۱۷ مسٹر عبدالمجید	×	۴ مسٹر ایس۔ ایس۔ اوتھی	×	۴ محترمہ تمیزرادلی
	×	۴۸ مسٹر رگھوراج سنگھ	۱۸ مسٹر بنارسی لال	×	×	×	×
۳۶	فیض آباد	۴۹ مسٹر اودے راج پانڈے	۱۹ مسٹر ڈی۔ آر۔ ورما	۸ مسٹر دلاور عباس	۵ مسٹر بی۔ سی۔ شرما	×	۵ محترمہ بیدوراج دیوی
	×	۵۰ مسٹر این۔ کے۔ لال	۲۰ مسٹر آر۔ ایم۔ یادو	×	×	۱۰ مسٹر آر۔ ڈی۔ دوبے	۶ محترمہ منوکامنی دیوی
۳۷	گونڈہ	۵۱ مسٹر مہادیو پرساد	۲۱ مسٹر مہابیرتہ سنگھ	×	۶ مسٹر آر۔ ڈی۔ پاٹھک	۱۱ مسٹر آر۔ این لال	×
	×	×	۲۲ مسٹر سدھ ناتھ	×	×	×	×
۳۸	بہرائچ	۵۲ مسٹر ایس۔ یو۔ خاں	۲۳ مسٹر بھیشم بہادر سنگھ	×	×	×	×
۳۹	سلطانپور	۵۳ مسٹر آر۔ کے۔ مشر	×	۹ مسٹر بی۔ پی۔ سنگھ	×	×	×
۴۰	پرتاپ گڑھ	۵۴ مسٹر محمد ادریس خاں	۲۴ مسٹر جگدمبا بخش سنگھ	×	×	×	×
	×	×	×	×	۷ مسٹر وی۔ ڈی۔ ترپاٹھی	×	×



فہرست مضامین



صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمہ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر
گاؤں سدھار افسر یو، پی

ایڈیٹر
شری ناتھ سنگھ



باتصویر ماہوار رسالہ

مئی ۱۹۴۲ء جلد ۶ نمبر ۵

گرمی کا موسم

(الطاف حسین حالی)

گرمی سے تڑپ رہے تھے جاں دار — اور دھوپ میں تپ رہے تھے کہسار
بھوبھل سے سوا تھا ریگ صحرا — اور کھول رہا تھا آبِ دریا
تھے شیر پڑے کچھار میں سست — گھڑیال تھے رود بار میں سست
ڈھوروں کا ہوا تھا حال پتلا — بیلوں نے دیا تھا ڈال کندھا
بھینسوں کے لہو نہ تھا بدن میں — اور دودھ نہ تھا گئو کے تھن میں
بچوں کا ہوا تھا حال بے حال — کملائے ہوئے تھے پھول سے گال

آنکھوں میں تھا ان کے پیاس سے دم
تھے پانی کو دیکھ کرتے ہُم ہُم

زیادہ ترکاریاں پیدا کرو

(از مسٹر ڈی۔ این۔ سنگھ۔ ڈویژنل افسر (ترکاریاں) لکھنؤ)

پہلی تقریر

غذا آدمیوں ہی کے لئے نہیں بلکہ تمام جاندار چیزوں کے لئے بھی ضروری چیز ہے۔ ہندوستان میں جہاں ترکاری کھانے کا عام رواج ہے اور جہاں کہ گوشت کھانے والے لوگ بھی ہر وقت کھانے پر گوشت نہیں کھاتے ہیں۔ ترکاریاں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ دودھ اور اس سے تیار کی ہوئی چیزیں اور پھل عام لوگ خرید کر نہیں کھا سکتے ہیں اور عموماً ان کی روزانہ کی غذا چپاتیاں، چاول، دال اور ترکاری ہوتی ہے۔ چونکہ لڑائی کے حالات کی وجہ سے اناج کی درآمد نا ممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو گئی ہے اس لئے ملک میں چپاتی، دال اور چاول کی عام طور سے کمی ہو گئی ہے۔ اسکے علاوہ ہماری غذا کی سپلائی میں کمی کی اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جن کو میں یہاں بیان نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ اس کمی کو پورا کرنے اور فاقے سے بچنے کیلئے صرف صورت باقی ہے کہ زیادہ ترکاریاں پیدا کیجائیں۔ ترکاریاں غذا کی مقدار میں جو بھوک کمی کرنے کیلئے ضروری ہے اضافہ کرنے کے علاوہ اس کو بہت زیادہ صحت بخش بھی بناتی ہیں اور ان سے ایسے وٹامن حاصل ہوتے ہیں جن سے تندرستی بہتر ہو جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ ہماری غذا کا توازن ترکاریوں کے ہی استعمال سے قائم رہ سکتا ہے۔ اور مناسب غذا پر ہی کوئی قوم زندہ رہ کر ترقی کر سکتی ہے۔

ہمارے گھروں کے آس پاس بہت سی ایسی زمین پڑی رہتی ہے جس پر کوئی کاشت نہیں کی جاتی یا جہاں وقتاً فوقتاً محض سجاوٹ کے لئے پودے لگائے جاتے ہیں۔ سجاوٹ کے لئے پودے لگانا امن کے زمانہ کا اچھا شغل ہو سکتا ہے۔ لیکن جنگ کے زمانہ میں تفریحی مشاغل کے بجائے قوم کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری چیزیں جیسے ترکاریاں پیدا کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ باغیچہ میں خاندان کے لوگ ایسے کاموں میں اپنا وقت صرف کرنے لگیں گے جس سے ان کی روزانہ کی ترکاری مہیا ہو جائے گی۔ ان کاموں سے ان کی صحت پر کوئی برا اثر نہ پڑے گا اور نہ ان کو کوئی کوفت ہو گی۔ معقول بڑوں کے لئے دن بھر دفتر میں کام کرنے کے بعد اور لڑکوں کے لئے اسکول کے بعد اس سے بہتر کوئی اور تفریحی مشغلہ نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ شام کو گھر کے باغیچہ میں تھوڑی سی گوڑائی یا کھیتی باڑی کا کام کریں۔ ایسا کرنے سے ہر شخص کی کافی ورزش ہو جائیگی جو تندرستی کے لئے ضروری ہے۔ اس صورت سے ان کو ترکاری پیدا کرنے کے گر سیکھنے کا موقع بھی ملے گا جو ایک اچھا پیشہ ہونے کے علاوہ خاندان کی آمدنی بڑھانے کا بھی ایک ذریعہ ہو جائیگا۔ اس کے باعث لوگ پودوں کی نشو و نما سے بھی واقف ہو جائیں گے۔ گھر کے باغیچہ کی تازہ ترکاریاں اچھی پکتی اور مزیدار ہوتی ہیں اور خاندان کے لوگوں کو اپنی پیدا کی ہوئی چیزیں کھا کر جو اطمینان اور خوشی ہوتی ہے وہ کہنے کی نہیں بلکہ محسوس کرنے کی چیز ہے۔ ایسا کرنے سے ہم قومی خدمت کریں گے کیونکہ اس طرح سے بازار میں ترکاریوں کی مانگ میں بہت کافی کمی ہو جائے گی اور دفاعی فوجوں اور ایسے لوگوں کے استعمال کے لئے جو اپنے لئے ترکاری نہیں پیدا کر سکتے بہت ترکاری ملے گی۔ ایسے لوگ جو اپنی ضرورت سے زیادہ ترکاری پیدا کر سکتے ہیں زائد ترکاری کو فروخت کر کے روپیہ کما سکتے ہیں۔ جس سے ان کے خاندان کی دوسری ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ مختصراً یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ گھر کے باغیچہ میں کاشت کرنے سے آپ کی تفریح ہوتی ہے، آپ کی صحت اچھی ہوتی ہے، آپ کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور مساعی جنگ میں مدد ہوتی ہے۔

ان فائدوں کو مدنظر رکھتے ہوئے میرے سننے والوں میں سے شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جس کے پاس جو کچھ بھی بچی کھچی ہوئی زمین ہو اس میں ترکاریاں نہ بوئے "ترکاریاں زیادہ پیدا کرو" کی تحریک میں مدد نہ کرے۔ صوبہ متحدہ کی حکومت نے فوجوں کو ترکاری مہیا کرنے کے لئے اور عام لوگوں کو سہولتیں پہونچانے کے لئے مثلاً اچھے بیج وغیرہ کا انتظام کرنا [illegible] اس بات کا مشورہ دینا کہ کس طریقہ سے اچھی ترکاریاں [illegible] سکتی ہیں۔ حال ہی میں ترکاری کا ایک نیا محکمہ قائم کیا ہے۔ اس [illegible] قسم کی مدد حاصل کرنے کے لئے آپ لوگ افسران انچارج ڈیوٹی (ویجیٹیبل) نمبر ۱۱ اے۔ پی سین روڈ لکھنؤ یا اپنے قریب کے ویجیٹیبل ایکسٹینشن افسر سے مل سکتے ہیں۔

میں اپنی دوسری تقریر میں آپ کے گھر کے باغیچہ کی عام ترتیب پر کچھ روشنی ڈالوں گا اور اس میں ترکاریاں بونے کے متعلق کچھ دوسری مفید باتیں بھی بتاؤں گا۔

دوسری تقریر

اپنی پہلی تقریر میں میں نے اس بات کو صاف طور سے بتا دیا تھا کہ ترکاریوں کی کاشت سے ایک قسم کی خوشی بھی حاصل ہوتی ہے اور

فائدہ بھی۔ اور اس کے ساتھ ساتھ گھر کے سب لوگوں کی جسمانی ورزش بھی ہو جاتی ہے۔ کسی شخص کے لئے بھی چاہے وہ زمین کے بارہ میں کچھ بھی نہ جانتا ہو، اپنے احاطہ میں موسمی ترکاریوں کی کاشت کرنا بالکل مشکل نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ اس کام کو سیکھنے اور کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ یہ سچ ہے کہ شوقیہ باغبانی کرنے والا شخص پہلے سال اپنا اور محنت کا پورا فائدہ نہیں اٹھا سکتا لیکن اس کی محنت کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اسے اگلے سال اس کام کو جاری رکھنے کی ہمت ہو جائے گی۔ نا تجربہ کار لوگوں کو جو سب سے زیادہ دشواریاں ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ انکو یہ مشورہ دینے والا کوئی نہیں ملتا کہ ترکاریاں بونے کا عام طریقہ کیا ہے اور وہ کس صورت سے ٹھیک طور پر بوئی جاتی ہیں۔ آج رات کو انہیں باتوں کے متعلق میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اپنے سامعین کے آسانی سے سمجھنے کے لئے اور اپنی تقریر کو باقاعدہ بنانے کے لئے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ترکاری کا باغیچہ لگانے کے متعلق تفصیلات کو حسب ذیل سرخیوں کے زیر عنوان بیان کروں۔

(۱) زمین کو ٹھیک اور تیار کرنا۔

(۲) فصلوں کی ہیرا پھیری۔

(۳) بونے اور لگانے کے لئے بیجوں اور پودوں کا انتخاب۔

(۴) کیاریوں میں دوسری ترکاریاں بونا۔

(۵) آئندہ فصل میں بونے کے لئے بیج پیدا کرنا۔

زمین کی تقسیم کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ کیاریوں کو اس طرح بنایا جائے کہ سارا پانی خواہ وہ نہر کا ہو یا دوسرے ذریعوں سے آئے ان کے کونہ کونہ میں بلا کسی دشواری کے پہونچ سکے۔ ترکاریوں کے لئے اکثر سینچائی کی ضرورت ہوتی ہے آپ کو کامیابی اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ آپ ٹھیک وقت پر سینچائی کا خیال اور انتظام کرتے رہیں۔ لیکن اتنا پانی بھی دینا کہ کیاریوں میں پانی جمع رہے اسی قدر نقصان دہ ہوگا جتنا کہ بالکل نہ دینا کیونکہ اس صورت میں مٹی کے خراب ہوجانے کا خطرہ رہتا ہے اور وہ اس قابل نہیں رہتی کہ اس میں پودے پوری طرح پر بڑھ سکیں۔ لہذا یہ ضروری ہے کہ کیاریوں کی سطح ایسی ہموار رہنی چاہئے کہ زیادہ پانی اور خصوصاً بارش کا پانی آسانی سے نکل جائے۔ پھر اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ آپ اپنی زمین کو اس طرح پر تقسیم کرکے کیاریاں قائم کریں کہ آپ کو اپنے باورچی خانہ کی ضرورت کے لئے سال بھر ہر قسم کی ترکاریاں ملتی رہیں۔ اس کے علاوہ کیاریوں کے بیچ میں اتنا چوڑا راستہ چھوڑنا چاہئے کہ آپ گوڑائی وغیرہ اور روزانہ کے استعمال کے لئے ترکاری اکھاڑنے کی غرض سے ان میں آسانی سے آجا سکیں۔ چونکہ ہر شخص کے باورچی خانہ کی ضروریات مختلف ہوتی ہیں اس وجہ سے میرے لئے یہ مناسب نہ ہوگا کہ میں ہر شخص کے لئے ترکاریوں کی پیداوار کے بابت کوئی ایک خاص پروگرام مقرر کردوں۔ تاہم میری کوشش یہ ہے کہ میں آپ سب کو ایک ایسی صورت بتاؤں جس میں تھوڑا سا ردو بدل کرکے ہر شخص اس کو اپنے کام میں لاسکے۔ آپ کو چاہئے کہ آپ اپنی زمین کو پانچ مربع یا مستطیل قطعات کی صورت میں تقسیم کریں اور پانی کی نالیوں کے قریب کونوں پر زاویہ نما کیاریوں کو پودینہ۔ دھنیا۔ سلاد۔ میتھی اور سویا وغیرہ بونے کے لئے چھوڑ دیں، ان چیزوں کی باورچی خانہ میں تھوڑی بہت روزانہ ضرورت رہتی ہے۔ آپ کے احاطہ میں اس کے بعد جو زمین پڑی رہ جائے اس میں آپ باورچی خانہ کی بچی کچی ترکاریاں اور کوڑا کرکٹ اور کیاریوں میں سے نکالی ہوئی گھاس پھوس گاڑنے کی غرض سے گڑھے کھود دیں۔ یہ بیکار چیزیں ادھر ادھر پڑی رہ کر آپ کے احاطہ کو میلا گندہ اور آب و ہوا کو خراب کرنے کی بجائے اس طرح پر گڑے رہنے کی وجہ سے کچھ دن بعد اچھے قسم کی کھاد بن جائیں گی جس سے آپ اپنی زمین کو زرخیز بنا سکیں گے۔ اس بات کو آپ پوری طرح سمجھ لیں کہ بہت کافی مقدار میں کھاد دئے بغیر آپ کی پیداوار اچھی نہ ہوگی اور ترکاریوں کی پیداوار کے لئے زمین کی زرخیزی کو قائم رکھنے کی غرض سے یہ بہت ضروری ہے کہ اچھی سڑی ہوئی کھاد کبھی کبھی کافی مقدار میں دی جاتی رہے زرخیزی پیدا کرنے کے لئے کیمیائی کھادوں کے استعمال پر بہت خرچ ہوتا ہے اور اگر ان کھادوں کو سڑی ہوئی کھادوں کے بغیر ڈالا جائے گا تو وہ زمین کو خراب کر دیں گی اور ان سے زمین میں بہت زیادہ خشکی پیدا ہو جائے گی جس کی وجہ سے کئی بار سینچائی کرنے کی ضرورت ہوگی۔ سڑی ہوئی کھاد سب سے اچھی اور سستی ہوتی ہے کیونکہ اس سے مٹی اچھی ہو جاتی ہے اور اس کا اثر بھی آئندہ سال تک قائم رہتا ہے۔ لہذا اس کا انتظام کرنا ضروری ہے خواہ آپ خود اپنے دودھار جانوروں کا گوبر اور پیشاب جمع کریں یا ادھر کہیں سے جمع کیجئے۔

اس زمین کو جس کو اوپر بتلائے ہوئے طریقوں کے بموجب کیاریوں میں تقسیم کر لیا گیا ہو یا تو ایک پھاوڑے سے کھود دینا چاہئے یا اس پر ہل چلانا چاہئے جس سے زمین الٹ پلٹ جاتی ہے۔ یہ کارروائی کرنے کے بعد اس کو تقریباً ایک مہینہ تک اس حالت میں چھوڑ دینا چاہئے اگر یہ کارروائی گرمی کے موسم میں کرنا ممکن ہو سکے تو اس سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ فصلوں کے لئے وہ غذا جو پودوں کے لئے ضروری ہوتی ہے بہت کافی مقدار میں مل سکے گی اور نمی بھی کافی مقدار میں باقی رہے گی۔

ل

تیسری تقریر

میں نے اپنی پچھلی تقریر میں آپ کو بتایا تھا کہ آپ کو اپنے ترکاری کے باغیچہ کی زمین کیسے تیار کرنی چاہئے اور آپ کو کس صورت سے تقسیم کرنا چاہئے۔ آپ نے اپنی زمین کو پانچ خاص قطعوں میں تقسیم کر لیا ہوگا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کو ان میں کون کون سی ترکاریاں کس ترتیب سے بونا یا لگانا چاہئیں۔ یعنی آپ کو کس طرح ان میں ادل بدل کر ترکاریاں پیدا کرنا چاہئیں۔ آج رات کو میں اس کے متعلق کچھ بتاؤں گا۔

ہر اس شخص کی جو اپنے گھر میں ترکاری کا باغیچہ لگاتا ہے یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی زمین میں سال بھر آسانی سے اور کم خرچ میں زیادہ سے زیادہ قسم کی ترکاریاں پیدا کرے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ زمین کی جوتائی خوب کی جائے اور باقاعدہ طریقہ پر کیاریوں میں ترکاریاں بدل بدل کر بوئی جاتی رہیں آپ سب لوگ مختلف کھانے پسند کرتے ہیں۔ بعض لوگ گوشت پسند کرتے ہیں اور بعض [illegible] س کو دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے اور اگر کوئی شخص بہت زیادہ [illegible] تو دوسرا بہت کم۔ یہی حال ترکاریوں کا بھی ہے۔ ہماری طر[illegible] بھی زمین سے مختلف اقسم کی غذا مختلف مقدار میں حاصل کر[illegible] کی جڑوں میں بھی بہت فرق ہوتا ہے اور اس وجہ سے مختلف تر[illegible] زمیں کی مختلف تہوں سے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں۔ اس لئے اگر [illegible] صول پر ل کیا جائے کہ ایک کیاری میں ایک ہی قسم کی ترکاری فوراً دوبارہ نہ لگائی جائے تو زمین میں پودوں کی غذا کے اجزا موجود رہیں گے۔ ان میں کی کمی بیشی نہ ہوگی اور ان میں مناسب توازن قائم رہے گا اور زمین کی بناوٹ اور زرخیزی ٹھیک طور پر قائم رہنے کی وجہ سے باغیچہ نہایت خوشنما اور ٹھیک حالت میں رہے گا۔ ایک ہی قسم یا ایک ہی خاندان کے پودے ایک ہی قسم کی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں اور ان کو ایک ہی قسم کے کیڑے نقصان پہونچاتے ہیں۔ گھاس پھونس بھی جو آپ کی فصل کے پانی اور غذا کو ساتھ صاف کرتی رہتی ہے۔ عام طور پر ہر قسم کی پیداوار کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے۔ اس لئے اگر آپ اس طریقہ پر جو پہلے بتایا جا چکا ہے۔ ترکاریوں کو ادل بدل کر بوتے رہیں گے تو آپ کی زمین کو حسب ذیل فائدے پہونچیں گے۔

(۱) زمین کے اندر پودے کی غذا کا توازن ٹھیک رہتا ہے اور اس طرح زمین کی ہر تہ سے غذا برابر مقدار میں پودوں کو ملتی رہتی ہے۔

(۲) کیڑوں اور پھپھوندی سے نقصان کم ہوتا ہے۔

(۳) فصل کے لئے کھاد کی کم ضرورت پڑتی ہے۔

(۴) زمین میں گھاس پھونس کم اُگتی ہے اور اس لئے اس میں جو کچھ نمی اور پودوں کی غذا ہوتی ہے وہ صرف فصل کے کام میں آتی ہے۔

(۵) مزدوری پر کم خرچ ہوتا ہے۔

ترکاریوں کو بدل بدل کر بونے کے ان فوائد کو مدنظر رکھ کر میں آج شب کو ان کیاریوں کی بابت جو باورچی خانہ کی ضرورت کے لئے ترکاریاں پیدا کرنے کی غرض سے تیار کی گئی ہوں ایک تجویز پیش کرتا ہوں اور مجھ کو امید ہے کہ اپنی اپنی ضروریات کے مطابق معمولی تبدیلیاں کرنے کے بعد میری یہ تجویز اکثر لوگوں کے مناسب حال ہوگی۔ فرض کیجئے کہ آپ نے میری ان تقریروں سے متاثر ہو کر آپ نے اپنے باغیچہ کی زمین کو تیار کرنا شروع کر دیا ہے تو آپ کی کیاریاں بوائی کے لئے فروری کے شروع تک تیار ہو جائیں گی۔ اس کے بعد آپ پانچوں کیاریوں میں حسب ذیل ترکاریاں بو سکتے ہیں۔

کیاری نمبر ۱۔ کدو یا پیاز بونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ یا تو خود بیڑہ تیار کی جائے جس کے لئے فوراً بیج بو دینا چاہئے یا پھر کہیں سے بیڑہ خرید کر لگانا چاہئے۔

کیاری نمبر ۲۔ لوکی (گرمیوں میں ہونے والی قسم)

〃 نمبر ۳۔ کرم کلہ (باہر سے منگائے ہوئے بیج کی بیڑھ)

〃 نمبر ۴۔ ٹماٹر (〃 〃 〃)

〃 نمبر ۵۔ کریلا یا بھنڈی گرمیوں میں ہونے والی۔ اگر دونوں آسانی سے کیاری میں آ سکتی ہوں تو دونوں بونا چاہئے۔

اُن زائد ترکاریوں کے بعد برسات میں ہونے والی بھنڈی پہلی کیاری میں بونا چاہئے اور گھیاتری تیسری کیاری میں اور پتے دار ترکاریاں جیسے لال ساگ۔ مرسا۔ چولائی وغیرہ یا کھیرا۔ چوتھی کیاری میں باقی دونوں کیاریوں کی زمین پھاوڑے سے خوب الٹ پلٹ کر انہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ ربیع کی فصل یا جاڑوں میں ان کیاریوں میں ساتھا آلو۔ پھول گوبھی۔ کرم کلہ ٹماٹر اور شلغم اور پالک ترتیب وار بونا چاہئے۔ روزمرہ کے استعمال کے لئے مولی آلوؤں کی کیاری کی مینڈھ پر لگا دینا چاہئے۔ اس طرح پر قریب قریب تمام سال ترکاری ملتی رہے گی اور بھی اچھا ہوگا اگر دوسرے سال ان کیاریوں میں پیدا ہونے والی ترکاریوں کو ادل بدل کر دیا جائے اور اگر یہ کیاریاں کافی بڑی ہوں تو ان میں بیج بونے یا بیڑھ لگانے کا کام تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد کرنا چاہئے تاکہ برابر ترکاریاں کھانے کے لئے ملتی رہیں۔

کوآپریٹو سوسائیٹیاں کیا کر رہی ہیں ؟

(از جناب ایس ۔ ایس حسن ۔ آئی ۔ سی ۔ ایس رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹی ۔ لکھنؤ)

حال ہی میں حکومت ہند کے فوڈ ممبر نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ اناج کا سوال ایک بہت ہی اہم سوال ہے اور غذائی مورچہ اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ جنگی مورچہ ۔ لہذا ہر شخص اور جماعت کا یہ فرض ہے کہ غذا کے بارے میں لوگوں کی مشکلات دور کرنے میں وہ جو کچھ کر سکتا ہے کرے ۔

جب سے صوبہ متحدہ میں خورد و نوش کی اشیاء کی کمی محسوس ہوئی اور اسی کے ساتھ ہی ان کی قیمتیں غیر معمولی طور پر بڑھ گئیں ہیں ۔ کوآپریٹو سوسائیٹیوں نے پبلک کو مختلف طریقوں سے مدد پہونچانے کی کوشش کی ہے ۔

سپلائی کے لئے جماعتیں

غلہ کی سپلائی اور خرید کے لئے ہر طریقہ کی بڑی بڑی منڈیوں میں ۱۷۵ کوآپریٹو مارکیٹنگ یونین ہیں ۔ حال ہی میں ایک صوبہ کی کوآپریٹو ڈولپمنٹ اینڈ مارکیٹنگ فیڈریشن کی رجسٹری ہوئی ہے جس کا مقصد ان یونینوں کے کام میں اتفاق پیدا کرنا اور ان کو بازار کا بھاؤ بتایا ہے ۔ غذائی مشکلات کے شروع ہی سے ان یونینوں نے سپلائی اور خرید کرنے کے علاوہ تقسیم کا کام بھی کیا ۔ ۱۹۴۲-۴۳ء میں ان یونینوں نے ۶۵ لاکھ روپئے کا غلہ خریدا اور تقسیم کیا ۔

کوآپریٹو اسٹور

عام لوگوں میں ضروری اشیاء کی تقسیم کے لئے زیادہ تر بڑے بڑے شہروں اور قصبوں میں ۱۴۸ سے زیادہ کنزیومرس کوآپریٹو اسٹورس، قائم کئے گئے ہیں ۔ کچھ ضلعوں کے کلکٹر نے ان سے ایسے لوگوں میں بھی تقسیم کرنے کا کام لیا ہے جو کہ ممبر نہیں ہیں ۔ جیسے ریلوے ۔ ڈاکخانہ اور تار گھر ۔ بجلی گھروں اور واٹر ورکس وغیرہ کے کارکنوں کے لئے تقریباً ۶۰ کوآپریٹو اسٹورس کھولے گئے ہیں ۔ تقریباً ۰۰ ۰ سو علاؤں کی کوآپریٹو تھرفٹ اینڈ کریڈٹ سوسائٹیاں ہیں اور ان میں سے زیادہ تر سوسائٹیوں نے اپنے ممبروں کو غلہ تقسیم کرنے کا کام بھی اپنے ذمہ لے لیا ہے ۔ بہت سی جگہوں میں ایک جانب تو مارکیٹنگ یونینوں اور کنزیومرس اسٹور کے درمیان اور دوسر جانب علاؤں کی سوسائٹیوں کے درمیان ایک رشتہ قائم ہوگیا ہے ۔

کوآپریٹو سوسائٹیاں گورنمنٹ کی مدد کرتی ہیں

۱۹۴۱-۴۲ء میں کوآپریٹو مارکیٹنگ یونینوں نے ۰۰۰۰ من اناج جس میں سے زیادہ حصہ گیہوں تھا گورنمنٹ کو سپلائی کیا ۔ ۱۹۴۲-۴۳ء میں بہت سے ضلع کے افسروں نے ان سے غلہ خریدا ۔ جہاں تک چیزوں کی تقسیم کا سوال ہے اکیلے صوبہ کوآپریٹو مارکیٹنگ فیڈریشن نے اکیلے ہی میرٹھ ۔ مظفر نگر بلند شہر ۔ بنارس اور اعظم گڈھ میں تقریباً ۵۰ پچاس کنٹرول کی دوکانوں کے ذریعہ ۳۵ لاکھ روپیہ سے زیادہ قیمت کی ایسی ضروری چیزیں جیسے گیہوں ۔ شکر اور اسٹینڈرڈ کلاتھ اب تک تقسیم کیا ہے ۔ اور یہ کام ضلع کے افسروں کی مدد سے ہی ہوا ہے جنھوں نے اس کام کو ان ضلعوں کی کوآپریٹو سوسائیٹیوں کے سپرد کر دیا ہے ۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ صوبہ فیڈریشن ۔ یونینوں اور اسٹورس نے ۱۹۴۲-۴۳ء میں ۱۷۲ روپیہ کی قیمت کا غلہ تقسیم کیا ۔

جذبۂ خدمت

تجربہ سے پتہ چلا ہے کہ یہ کوآپریٹو سوسائیٹیاں دوسری ایجنسیوں کے مقابلہ میں لوگوں کی خدمت زیادہ اچھے طور کرتی ہیں ۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ ان کا منشا پیسہ کمانا نہیں ہے ۔ بلکہ خدمت کرنا ہے ۔ جو لوگ اسٹورس کے قائم کرنے میں دلچسپی رکھتے ہوں ان کو چاہئے کہ ہر ضلع کے صدر مقام پر اس محکمہ کے انسپکٹر کے ساتھ اس بارے میں مفصل صلاح مشورہ کریں ۔

جوگیوں کے گاؤں میں

(از جناب پنڈت اُمیش چندر مشر)

بچپن سے سپیرے جوگیوں کو دیکھتا آرہا ہوں۔ ڈھیلا ڈھالا
گیا لبادہ، جوگیا پگڑی، تہبند کی سی دھوتی، لمبی داڑھی اور الجھے
وں والے نہ جانے کتنے جوگی ہر سال اپنی سانپوں کی پٹاری
لے ہمارے گاؤں میں آئے، بین بجائی اور بھیک مانگ لے گئے
بن میں اُن کے کھیل بہت دل کش معلوم ہوتے تھے۔ اُن دنوں
ں جوگیوں کو گورکھپور کا باشندہ سمجھتا تھا۔ اس خیال کی
ے وجہ بھی تھی۔ جوگی اپنے آپ کو گرو گورکھ ناتھ کا سکھ
اتے تھے اور گورکھ جی کو میں اپنی طفلانہ عقل کے مطابق
کھ پور ہی کا رہنے والا سمجھتا تھا۔

بڑے ہونے پر بھی یہ خیال اپنی جگہ بدستور قائم رہتا اگر
یک دوسری قسم کے اتفاقات نہ پیش آ جاتے۔ میرے پرانے
یں ناگ ناگن کا ایک جوڑا نہ جانے کہاں سے آگیا تھا۔ وقتاً
تاً اُن میں سے کوئی ایک اِدھر اُدھر رینگتا یا چوہوں کا
اکرتا نظر آجاتا تھا۔ گھر والے سب حیران تھے۔ بزرگ
تھے کہ جس گھر میں سانپ آ گئے اُس گھر میں موت کے آنے
کوئی شبہہ ہی نہیں۔ دادی کہتیں سرپ ہیں۔ پتر پکھ میں
نت پوجا نہ پاکر آئے ہیں۔ وہ کسی کا کچھ بگاڑیں گے نہیں۔
رات کو منتیں مانتی ہوئی دودھ کے دو کٹورے اندر کوٹھری
ر رکھا دیتی تھیں۔ جو صبح کو صاف ملتے۔ کئی ہفتوں تک یہی سلسلہ
ی رہا۔ مگر اس خدمت اور پوجا کے ہوتے بھی گھر کے لوگ بے فکر
تھے۔ رات رات بھر چراغ جلتے۔ کھاٹوں کے بستر اُلٹ پلٹ
دیکھے جاتے۔ دالانوں میں خصوصاً سونے کی جگہوں میں پڑھی
ئی سرسوں بکھیری جاتی۔ کئی طرح کی دھونیاں دی جاتیں۔
مان نوازی کے مشتاق پتر لوگ گھر چھوڑنا نہیں چاہتے
تھے۔ وہ کبھی نہ کبھی بہانے سے اپنی موجودگی کی اطلاع دیتے
رہتے تھے۔

اتفاق سے انھیں دنوں ایک جوگی بھیک مانگنے آیا۔ اُس سے بات
ت کی گئی۔ وہ صرف آٹھ آنے لے کر ہمارے گھر سے پتروں کے
راج کے بدلے راضی ہو گیا۔ دو گھنٹے کے اندر اس سانپ کی
ڑی نے ہمارے گھر کے بلوں سے نکل کر جوگی کے پٹارے میں
ہ جایا ہم بے فکر ہو گئے۔ جوگی سے پہلی بار یہیں قریبی تعارف ہوا۔
قدرتی طور پر اُسی دن سے میں سپیرے جوگیوں کو انسانیت
کے لئے ایک ضروری جزو سمجھنے لگا۔ اُس کے بہت برسوں بعد ایک

دن ایک دوست کے گھر جا رہا تھا کہ بیچ میں جوگیوں کی ایک
چھوٹی سی بستی ملی۔ خواہش ہوئی کہ اپنے بچپن کی معلومات کو کچھ
وسیع کر لوں۔ دوپہر بھی ہو رہی تھی۔ بستی کی طرف گھوم گیا۔

بستی کیا تھی، ۲۰، ۲۵ پچیس جھونپڑیوں کا ایک گاؤں سمجھئے
جس کے باہر کے میدان میں کمزور گدھے اور گھوڑے سوکھے اوسر
سے دانت رگڑ رہے تھے۔ ابھی کھائیں کے پاس پہونچا ہی تھا کہ
سامنے والی کٹی کے آگے بندھے ہوئے کتے بھونک پڑے۔ اُن کی
تائید ان کی بیویوں نے بھی کی جو میری نظر سے اوجھل تھیں۔ کوڑے



ایک سپیرا

کے ڈھیر پر دانہ دُنکے کی تلاش میں مصروف مرغ اُچک کر جھونپڑیوں
کی چھت پر جا بیٹھے۔ خاصا ہنگامہ ہو گیا۔ یہ تھا وہاں کا خطرہ کا
بھونپو۔ بستی میں اجنبی انسان کی آمد کی اطلاع دینے کے لئے۔

کتوں کے رخ کی تقلید کرتے ہوئے ایک معمر جوگی راج نے سر
اُٹھا کر میری طرف دیکھا۔ وہ سامنے والی کٹی کے آگے صاف زمین
پر ہرن کی کھال بچھائے ہوئے تمباکو نوشی کر رہا تھا مجھے اپنی طرف
بڑھتے دیکھ کر اُٹھ کھڑا ہوا اور دانت نکالتے ہوئے بولا۔ سلام صاحب!

چونکہ ٹھاکروں کی رعایا ہونے کے باعث اُس بستی کے جوگی صاف کپڑے پہننے والوں کو ٹھاکر ہی سمجھتے ہیں۔ پھر میری طرف ایک لکڑی کا تختہ بڑھاتے ہوئے اپنی صفائی دینے لگا۔ "ٹھاکر صاحب! اس وقت اکیلا ہوں، لڑکے شکار پر گئے ہیں۔ چھوکرے ڈھور چرا رہے ہیں اور عورتیں موبخ کاڑھتے اور پانی لینے گئی ہیں۔ میرے بیٹھنے پر وہ بھی دست بستہ زمین پر ایک طرف بیٹھ گیا۔ میں نے پوچھا۔ "تمہارا کیا نام ہے بوڑھے؟"

"ارجن سنگھ سرکار"

"یہاں کب سے آباد ہو؟"

"اپنے باپ کے ساتھ آیا تھا ٹھاکر؟ تب میں بچہ ہی تھا۔ اتنا بڑا" اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اپنا بچپن کا قد بتایا۔

"کتنے بال بچے ہیں؟"





کتوں کے ساتھ شکار کو

"دو لڑکے ہیں تین لڑکیاں سرکار۔ سب سیانے ہیں۔"

"تو تم چھتری ہو ارجن سنگھ؟"

"ہاں سرکار۔ ہم بہت پرانے خاندان کے ہیں۔ راجہ تیپیلنگ کے زمانے کے راجہ تیپیلنگ نے ہمارے بڑوں کو بھگا دیا تھا۔ اُس وقت سے ہم لوگ یوں ہی مارے مارے پھر رہے ہیں۔"

میں سوچنے لگا۔ راجہ تیپیلنگ سے بوڑھے کی مراد غالباً تیمور لنگ سے ہے۔ اُس کے حملہ کے باعث متعدد چھتری تو بے گھر بار ہو کر ماری ماری پھرنے لگی تھیں۔ موزخوں نے بھی ہماری کچھ خانہ بدوش قوموں کی ابتدا اسی زمانہ سے مانی ہے۔ تیمور کا حملہ ایشیا کے کئی حصّوں پر ہوا تھا اس لئے یہ کہنا دشوار ہے کہ ہمارے ارجن سنگھ کس ملک کے بزرگوں کی اولاد ہیں۔

مگر تاریخ کے مذکورہ فیصلہ میں شبہ کی بہت گنجائش ہے۔ جوگی ذات اپنے مذہب کے مطابق گورکھ پنتھی شیو ہے۔ اس قوم نے جوگیوں کا پیشہ سانپ پالنا اور اُن کا کھیل دکھانا ہے۔ بودھوں کے جاتک میں بھی ایک قصہ میں ان کا ذکر آیا ہے۔ بھگوان بودھی ستو اپنے ایک جنم میں 'ناگراج' تھے۔ اُن کے حریف بھوریدت نے اُس ناگ کو پکڑ لیا۔ زہریلے دانت توڑ ڈالے اور اُسے نچا کر عوام کو تماشہ دکھانے لگا۔ اس پر ناگ نے اُسے بددعا دی کہ تیری نسل کے لوگ سانپ پالنے والے ہوں گے۔ اگر جوگی قوم کا کوئی شخص پڑھ لکھ جائے تو وہ یقیناً اس جاتک کی کہانی کی بنا پر کو نیشدہ کُل کا چھتری کہنے لگے مگر اس صدی میں تو ایسا ہونے کا کوئی امکان نہیں نظر آتا۔

مجھے کچھ سوچتے، بچارتے دیکھتے ارجن سنگھ نے پوچھا۔ "راگنی سناؤں ٹھاکر؟"

"ابھی کچھ بات چیت کریں گے، راگنی واگنی پھر سنانا، تم لوگ کہاں بستے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"بستے ہم لوگ کہیں نہیں، اور پھر سب جگہ، سب ملکوں میں بستے ہیں۔ یہیں ہمارے کچھ لوگ آکر گھر بسا بیٹھے ہیں۔ ٹھاکر صاحب کی مہربانی اور دیا کی وجہ سے نہیں تو ہماری جاتی کو تو گھومنے میں ہی سکھ ملتا ہے۔ پھر بھی ہم جب موقع پاتے ہیں، پھیری پر چلے جاتے ہیں"

"کہاں کہاں کی پھیری لگاتے ہیں؟"

"ڈھاکہ، بنگالہ، کامروکھچا، آرٹیا مُرا یا سے لے کر سیت بند دوارکا اور کچھ گجرات تک کی پھیری لگتی ہے سرکار۔"

"کیا اُدھر بھی تمہاری ذات برادری کے لوگ ہیں؟"

"سیکڑوں ہزاروں سرکار! لنکا ملایو تک کے جوگی ہماری شادی براتوں میں آتے ہیں۔"

اس کے بعد ہم نے ارجن سنگھ سے رسم و رواج، گھر بار اور قومی معاملات کے متعلق صدہا سوال کئے جن کے جواب میں اس نے بتلایا کہ ہم لوگ آغازِ عالم سے اسی طرح چلے آتے ہیں۔ مسلمانوں نے ہمیں مسلمان بنانا چاہا اور عیسائیوں نے عیسائی مگر جوگی جوگی ہی رہے۔ گرد گورکھ ناتھ کی دعا ہے کہ ہمارے دھرم کا بچہ دوسرے دھرم میں جا کر زندہ نہیں رہ سکتا۔ کان چھدانا، کالی گریوں کی مالا پہننا

اس کے بعد لڑکی پر اُس کی ماں کا کوئی حق نہیں رہ جاتا۔

شادی کے روز دور دور کے جوگی جمع ہوتے ہیں۔ خوب دھوم دھام اور ناچ رنگ ہوتا ہے۔ دعوتیں رات بھر چلتی رہتی ہیں جن میں شراب ضرور ہوتی ہے مگر گوشت نہیں رہتا۔ شادی کے دنوں میں آٹھ روز تک گوشت کھانا ہمارے یہاں منع ہے گرہ باندھنے کا کام چودھری کرتا ہے۔ وہی دلہن کو کالی گڑیا پہناتا ہے تب شادی مکمل سمجھی جاتی ہے۔ جہیز میں ایک کالا سانپ، ایک بین اور کچھ نقد رقم دی جاتی ہے۔ جو زیادہ حیثیت کے لوگ ہوتے ہیں وہ کچھ مویشی بھی دیتے ہیں۔"

شکار کے بارے میں پوچھنے پر اُس نے بتلایا "ہم لوگ فطری شکاری ہوتے ہیں مگر جنگلی جانوروں کو فضول ستانا یا تنگ کرنا ہمارا شیوہ نہیں۔ ہم جنگلی سور، گُرا، لومڑی، خرگوش ساہی اور ہرن کا شکار کرتے ہیں۔ کھنتا ہمارا ہتھیار ہے۔ ہمارے کتے بہت دور سے ہی سونگھ کر جان لیتے ہیں کہ ماند میں شکار ہے یا نہیں۔ چھوٹے کتے کبھی کبھی ماند میں گھس بھی جاتے ہیں۔ اگر شکار چھوٹا ہوا تو وہ کتے سے ڈر کر باہر کو بھاگتا ہے جہاں دوسرے کتے جو ماند کو گھیرے کھڑے رہتے ہیں اُسے مار لیتے ہیں ورنہ بھونک کر اپنی معذوری اور شکار کی موجودگی کی خبر دیتا ہے۔ اس حالت میں ہم لوگ دھواں کرکے، پانی بھر کر یا کھود کر شکار کو باہر لاتے ہیں۔ سانپ پکڑنے کا علم ہمارا پشتینی ہے۔ کوئی جوگی سانپ کے کاٹنے سے کبھی نہیں مرتا۔ یہ گرد گورکھ ناتھ جی کا بردان ہے۔ ہمیں سانپ کے زہر کی بہت سی دوائیں بھی معلوم رہتی ہیں۔ ہم اپنے پالتو سانپوں کی بڑی خدمت کرتے ہیں۔ انھیں جنگلی چوہے مینڈک وغیرہ کھلاتے ہیں۔ کبھی کبھی دودھ بھی دیتے ہیں۔

گھر کے صاف اور پر سکون کونے میں ان کی پیٹیاں رکھتے ہیں۔ اُدھر بلا وجہ کوئی نہیں جاتا کہ سانپوں کے آرام اور نیند میں خلل نہ پڑے۔

"اپنے سماج کے قاعدوں کی ہم بڑی احتیاط کے ساتھ پابندی کرتے ہیں۔ چودھری کا حکم سب کو ماننا پڑتا ہے جو کوئی برادری کے قاعدوں کے خلاف جاتا ہے اُس پر چودھری جرمانہ کرتا ہے۔ جرمانے کی رقم سے شراب منگائی جاتی ہے جسے سب مل جُل کر پیتے جشن مناتے اور اس کے بعد مجرم کو دل سے معاف کر دیتے ہیں۔ جوگی کبھی عدالت میں نہیں جاتے۔"

اس کے بعد میں جوگی رام سے رخصت ہوا اور دل میں اس نیم وحشی قوم کے اوصاف کی تعریف کرتا ہوا چلا آیا۔ میں اب بھی کبھی کبھی سوچا کرتا ہوں کہ ان نیم مہذب قوموں کو مہذب بنانا گناہ ہوگا یا ثواب۔ ان کے مضبوط چست اور جفاکش جسم جدید تہذیب کے سائے میں بھی کیا ایسے ہی رہ سکیں گے؟ کیا ان کی عورتیں ساری، بلاؤز، کریم، پوڈر اور کلبوں کے سائے میں ویسی ہی الھڑ، مست، مضبوط اور بے خوف رہیں گی؟ انگریزی کے مشہور انتھروپولوجسٹ مسٹر بیریر ایلون نے عیسائی مشنریوں کو مخاطب کرتے ہوئے شاید اسی خیال سے کہا تھا۔ "انھیں ویسا ہی رہنے دو جیسے کہ یہ ہیں۔ خدا کے لئے انھیں تہذیب کی کڑوی دوا نہ پلاؤ یہی سب سے بڑی بھلائی ہے۔"

سبز رنگ کے آلو

بعض اوقات ایسے آلو بھی دیکھنے میں آتے ہیں جو پورے یا جن کا ایک حصہ سبزی مائل ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ سبز رنگت کسی بیماری کی وجہ سے ہے اور اُنھیں اپنی خوراک میں استعمال کرنا چاہئے یا نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ آلوؤں کا رنگ کسی بیماری کی وجہ سے سبز نہیں ہو جاتا۔ بلکہ اس لئے کہ وہ دیر تک روشنی میں پڑے رہتے ہیں۔ جب وہ دیر تک روشنی میں پڑے رہیں۔ تو بالائی چھلکے کا رنگ سبز ہو جاتا ہے اور اُس کے ساتھ ہی ایک قسم کی الکلی پیدا ہو جاتی ہے جو سبز ریشوں میں جمع ہو جاتی ہے۔ الکلی کیونکہ زہریلی ہوتی ہے۔ اس لئے سبز آلوؤں کو خوراک میں ہرگز استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ البتہ ایسے آلو بیج کے لئے بالکل موزوں ہیں۔ اُنھیں بونے کے لئے استعمال کر لینا چاہئے۔

(ماخوذ از پنچایت)

کھیتی باڑی

(ماخوذ از کرینٹ افیرس)

بیہن

سقراط۔ اچھا اگر آپ اپنی فصلیں سیدھ میں بوئیں تو آپ ایسی فصلوں کے سلئے جیسے گنّا، کپاس اور سبزیاں ہیں۔ ایک خاص قسم کی شکل کا ہل قطاروں کے بیچ میں چلاسکتے ہیں۔ اس سے مٹی ادھر اُدھر پودوں کی طرف بڑھ جایا کریگی اور بیہن بن جایا کریگی اور مٹی پودوں کی طرف ہونے کی وجہ سے پودوں کو پانی سے بچائے رکھے گی۔

صوبیدار۔ پھر پانی؟

سقراط۔ پانی تو نالیوں میں بیہنوں کے بیچ میں ہوا کریگا اور فصلیں بیہنوں کے اوپر اُگیں گی۔ یہ بیہن ہمیشہ اتنے اونچے تو نہیں ہوں گے کہ پانی پودوں کو بالکل نہ چھوئے۔ لیکن یہ پانی پودوں کو پہلے سے بہت تھوڑے عرصہ کے لئے چھوئے گا اور اس طرح فصلوں کو بغیر نقصان اُٹھائے پورا پورا فائدہ اُٹھانے میں مدد دیگا۔

سپاہی۔ بھلا صاحب ہم سیدھ میں کس طرح بوسکتے ہیں۔ اس طرح تو بکھیرنے سے بہت زیادہ دیر لگا کریگا۔

سقراط۔ سیدھ میں فصلیں بونے کے لئے محکمہ زراعت کے افسروں سے بات چیت کرو۔ ڈرل کے بارے میں پوچھو۔ وہ تم کو ایسے ڈرل دکھادیں گے جس سے تم ایک دفعہ میں کئی کئی قطاریں بوسکوگے۔

سپاہی۔ پھر کپاس کیسے بوئیں؟

سقراط۔ بھائی، محکمہ زراعت کے افسروں کے پاس ایک اور چیز ہے جو تم کپاس بونے کے لئے اپنی نالی سے باندھ لو تو وہ دوسری قطار بونے کے لئے نشان لگادیگی۔ ایسی فصلیں جیسے گیہوں، جَو، چنے، کپاس، مکئی، باجرہ، ارہر اور گنّے ضرور سیدھ میں اور ایک دوسرے سے ذرا فاصلے پر بوئی جانی چاہئیں۔

سپاہی۔ بھلا کتنے کتنے فاصلے پر بوئی جانی چاہئیں؟

سقراط۔ فاصلے کے بارے میں بھی محکمہ زراعت کے افسر تمھیں بتادینگے کہ کون سی فصل کے لئے کتنا فاصلہ ہونا چاہئے۔ بیج بوتے وقت کبھی کبھی زمین میں کافی نمی نہیں ہوتی اور ہر ایک بیج نہیں پھوٹتا۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ فصلیں چھدری ہوتی ہیں اور ان کے بیچ میں جو جگہ خالی ہوتی ہے اُس میں فضول گھاس پھوس اُگ آتی ہے۔ اب اگر فصلیں گھنی نہ ہوں، چھدری ہوں تو اُن سے پیداوار بہت کم ہوتی ہے اگر بیج سیدھ میں بویا جائے اور زمین میں نمی اتنی نہ ہو جتنی ہونی چاہئے تو فصلیں خوب گھنی ہوں گی اور پھل پھول سکیں گی اور پھر اگر سیدھ میں بھی بوئی جائیں تو بکھیر کر بونے سے کم بیج سے بھی فصلیں بہت گھنی مل سکتی ہیں۔ خاص کر گیہوں، جَو اور چنے کی فصلیں۔

صوبیدار۔ صاحب سیدھ میں بونے کے فائدے اور وجہیں تو آپ نے واقعی بہت سی بتادیں مگر اس طرح بونے سے پہلے تو ہمیں زمین کو زیادہ خیال سے تیار کرنا پڑے گا نا؟

سقراط۔ بیشک۔ آپ کو زمین تو تیار کرنی پڑیگی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ محنت ذرا زیادہ ہوجائیگی مگر اس کے بدلے میں فصلیں اچھی ہوں گی اور آمدنی زیادہ ہوگی۔ آپ کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ زیادہ کام اور محنت کے بغیر کوئی اچھی چیز نہیں مل سکتی اور ترقی نہیں ہوسکتی۔

جمعدار۔ ہاں صاحب اب تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔ اب اگر ہم زیادہ ہل چلائیں، زیادہ نلائی کریں، زیادہ بیج دنتا پھیریں تو ہمیں پہلے سے زیادہ مویشی رکھنے چاہئیں۔

سقراط۔ پہلے سے زیادہ نہیں۔ بلکہ پہلے سے اچھے مویشی رکھنے چاہئیں۔ اس کے بارے میں مویشی نام کے کتابچے میں تفصیل سے بتاچکا ہوں۔

صوبیدار۔ ہاں۔ بیشک، اس کے بارے میں تو ہم خوب سمجھ گئے اور ہم سب اچھے مویشی رکھنے کے فائدوں پر رضامند ہوچکے ہیں اور آپ نے جو جو باتیں اُن کتابچوں میں بتائی ہیں، جنگ کے بعد اُن پر پورا پورا عمل کرنے کا فیصلہ کرچکے ہیں۔

مویشی رکھنے والوں کے لئے دو مفید باتیں

سقراط۔ جب ہم نے مویشی نام کے کتابچے جاری کئے تھے۔ تو دو چھوٹی چھوٹی باتیں رہ گئی تھیں پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کو مویشیوں کے چارہ ٹوکے کی مشین سے کاٹنا چاہئے۔

سپاہی۔ بھلا اس کی کیا ضرورت ہے جی۔

سقراط۔ دیکھو بھائی، جو لوگ ہاتھ کے ٹوکے سے کاٹتے تھے، ان کا بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔ لیکن، سب سے بڑی ضروری بات یہ ہے کہ بہت سے آدمی اپنے مویشیوں کو بغیر کاٹے ہی چارہ کھلاتے ہیں۔ مویشی اس میں سے اچھا تو کھا جاتے ہیں باقی بہت سا چھوڑ دیتے ہیں اور وہ ضائع ہوجاتا ہے۔ اب اگر آپ چارے کی مشین سے کترہ کریں گے اور خاص ترکیب اس میں خشک اور سبز چارہ ملاکر کاٹینگے تو مویشی سب کھاجائیں گے۔

سپاہی۔ یہ تو ہم نے بھی دیکھا ہے، سقراط جی، بھلا اور کیا بات ہے۔ جو آپ بھول گئے۔

سقراط ۔ بہت لوگ اپنے بچھڑے اور بچھڑیوں کو اچھی طرح نہیں کھلاتے پلاتے ۔ اگر تم لوگ اپنی بچھڑیوں کو اچھی طرح کھلاؤ پلاؤ گے تو وہ ایک سال یا اس سے بھی زیادہ جلدی گابھن ہوجائیں گے ۔

جمعدار ۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم ایسا کریں تو اس سے ہمیں ایک سال تک انھیں پالنے کا خرچ نہ کرنا پڑے گا ۔ بچ جائیگا اور یہی بچھڑیاں جوان ہوکر ایک سال پہلے بچھڑے اور دودھ دینے لگیں ، اور اس طرح روپیہ کما سکیں ۔

سقراط ۔ ہاں ، اور اس سے آپ کے جانور بھی پہلے سے اور اچھے ہوجائیں گے ۔ اچھا تو پھر فصلوں کی بات کے بارے میں ایک بات اور ہے وہ یہ کہ ایک ہی زمین میں سے خاص خاص چیزیں چوستی رہتی ہیں اور کچھ فصلیں ایسی ہیں جو زمین میں کچھ نہ کچھ داخل کرتی رہتی ہیں جس سے زمین کی زرخیزی قائم رہتی ہے ۔ کسی اور قسم کی فصلوں کے اُگنے میں مدد دیتی ہیں ۔ مثلاً سب پھولدار پودے جیسے گوارا ، مٹر ، وغیرہ زمین میں نائٹروجن داخل کرتے رہتے ہیں ۔ اس لئے قریب قریب ہر دوسرے سال خریف میں یا ربیع میں ، آپ کو پھولدار پودے بونا چاہئے ۔ عام طور پر آپ کو اپنی فصلیں بدل بدل کر بونی چاہئے ۔ محکمہ زراعت کے افسر آپ کو بتادیں گے کہ آپ کی زمین اور آب و ہوا کی حالت کے مطابق فصلوں کو ادل بدل کرنے سے اچھا طریقہ کون سا ہے ۔

وبائیں اور کیڑے مکوڑے

سقراط ۔ سب سے آخر میں جن چیزوں سے خبردار رہنا چاہئے وہ وبائیں اور کیڑے مکوڑے ہیں ، جو آپ کی فصلوں کو کھاتے رہتے ہیں ۔ اس پر ہم پھر کبھی بات چیت کریں گے لیکن یاد رکھئے جیسا میں پہلے بتاچکا ہوں کہ جن فصلوں کی دیکھ بھال اچھی طرح ہوگی اور انکو خوراک ٹھیک ملے گی تو وہ فصلیں پائے گا بیماری کا کیڑے مکوڑوں کا مقابلہ ان فصلوں سے زیادہ کرسکیں گی ، جن کو کافی خوراک نہ ملتی ہو ۔ بالکل اسی طرح جیسے اچھی طرح پالے ہوئے بچے غریب اور بھوک کے مارے ہوئے بچوں سے زیادہ بیماری کا مقابلہ کرسکتے ہیں ۔ اور فصلوں کی خوراک ہے روشنی ، ہوا ، پانی ، اور کھاد اور یہ بھی یاد رکھئے کہ سرکار نے ایکی فصلوں کے بارے میں مشورہ دینے کے لئے زراعت کا کام سیکھے ہوئے افسر اور تجربہ کار لوگ نوکر رکھے ہیں اگر آپ کبھی دیکھیں کہ آپ کی فصلیں کچھ بیمار سی معلوم ہوتی ہیں ، یا کیڑے مکوڑے کھا رہے ہیں تو اس میں سے بہت سے پودے اُکھاڑ کر نزدیک کے تجربہ کار یعنی محکمہ زراعت ، کے افسر لے جائیں ۔ وہ اُنھیں دیکھ کر جو بتائے ۔ آپ اس پر عمل کریں کچھ بیما ۔ یاں ایسی ہوتیں ہیں جو صرف بونے سے پہلے بیج کو دھو دینے سے دور ہو جاتی ہیں ۔ کچھ ایسی ہوتی ہیں جو اسی قسم کے بیج بونے سے دور ہوجاتی ہیں ، جو بیماری کا مقابلہ کرسکیں ۔

کچھ بیماریاں موسم سے کچھ ذرا پہلے اور کچھ ذرا بعد میں بونے سے دور ہوجاتی ہیں اور کچھ کیڑے مکوڑے پکڑ کر مارنے سے دور ہوجاتی ہیں ۔

حوالدار ۔ سقراط جی ، بھلا ہمیں ایک دو بیماریوں اور وباؤں کا حال اور ان کا علاج تو ذرا بتلایئے ۔

سقراط ۔ ہاں ، ہاں ، ضرور لیجئے ۔ ایک کا حال سنئے ۔ ایک سونڈی ہوتی ہے جسے کترہ کہتے ہیں ۔ یہ ظالم سونڈی فصلوں کو زمین سے اُگتے ہی ، عام طور پر اب کی گرمی کے موسم کی سب فصلوں کو کھاجاتی ہے ۔

سپاہی ۔ صاحب یہ کترہ کہاں سے آتا ہے ۔

سقراط ۔ میاں بتاتا ہوں ۔ یہ کترہ لال رنگ کی سونڈی ہوتی ہے اور سفید پتنگے کا بچہ ہوتا ہے ۔ اور پتنگے کی دم پیلی ہوتی ہے برسات کے موسم میں پہلے پہل جب ذرا سی برسات سے زمین گیلی ہوجاتی ہے تو یہ پتنگے نکلتے ہیں ۔ ادھر اُدھر اُڑتے ، اور انڈے دیتے پھرتے رہتے ہیں ۔ یہی سونڈی جب بڑی ہوجاتی ہے تو زمین میں جاتی ہے ۔ پتنگا بن جاتا ہے ۔ اور اگلے موسم برسات تک ٹھہرا رہتا ہے ۔

سپاہی ۔ بھلا ، سقراط جی ، یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے ۔

سقراط ۔ جب میں لڑکا تھا تو کئی قسم کی سونڈیاں رکھا کرتا تھا اور انھیں پتنگا بنتے اپنی آنکھوں سے دیکھا کرتا تھا ۔ اگر تمھیں میری باتوں پر شک ہو تو خود کرکے دیکھ لو ۔

سپاہی ۔ تو پھر اس کا علاج کیا ہے جی ؟

سقراط ۔ کترے کا ایک ہی علاج ہے اور وہ یہ کہ پہلے پہل جب برسات کی بارش ہو ، تو تمھیں چاہئے کہ روشنی کا پنجرہ لگا دو ۔

سپاہی ۔ یہ روشنی کا پنجرہ کیا ہے جی ۔

سقراط ۔ دیکھو ، ہر سو گز کے قریب کے فاصلے پر ایک مٹی کا ڈھیر سا بنا لو ۔ جو زمین سے ذرا دو فٹ اونچا ہو ۔ اس ڈھیر پر ایک چلمچی یا گہرا سا تھال پانی کا بھر کر رکھ دو اور بیچ میں ایک اینٹ رکھ دو ، اور اس اینٹ پر ایک لالٹین رکھ دو اور جب دیکھو ، کہ کوئی سفید پتنگا پھرتا ہے تو ہر روز شام کو لالٹین جلا دو ۔ ایک چمچہ مٹی کے تیل کا پانی میں ڈال دو ۔

جمعدار ۔ ہاں ، سمجھ گئے ۔ پتنگا لالٹین کے اردگرد چکر لگاکر تیل والے پانی میں گرجائیگا ۔

سقراط ۔ بالکل ٹھیک ہے ۔ جب تک یہ پتنگے ختم نہ ہوجائیں آپ ہر رات لالٹین جلاکر کھیت میں رکھ دیا کریں ۔ آیئے ۔ اب دوسری وبا کا حال بتائیں ۔ پہلے کالے روگ ، یعنی کو اُگے ہوئے گیہوں کو

لیجئے یہ بیماری گیہوں کے فصلوں کو خراب کردیگی۔ یہ بیماری گیہوں کو جو آپ بیج کے لئے رکھیں پانی میں بھگونے سے دور کی جاسکتی ہے۔ گرمی کے موسم میں جب گرمی ذرا زوروں پر ہو۔ اس وقت ایک دن یہ دانے یعنی گیہوں چار گھنٹے تک پانی میں بھگوئیں اور پھر خوب اچھی طرح دھوپ میں مچھ گھنٹے تک خشک کرلیں اور پھر اندر رکھیں۔ ہمیشہ یاد رکھئے کہ اپنے یا کوئی اور اناج جمع کرنے سے پہلے خوب اچھی طرح خشک کرلیں اور کھتو میں بھرنے سے پہلے کھیتوں میں خوب بھوسا جلائیں تاکہ اس میں کھمبی یا اور کیڑے مکوڑے ہوں وہ مرجائیں یا تی دوسری اور بیماری کا ذکر پھر کریں گے۔ ہر فصل کی اپنی کوئی نہ کوئی بیماری ہوتی ہے جیسے ہر جانور کو ہوتی ہے۔ سرکار کے تجربہ کار افسر لوگ ہر وقت دریافت کرنے میں لگے رہتے ہیں کہ کس طرح ان بیماریوں کی روک تھام کیجائے اور کیا علاج کیا جائے۔ ان میں سے بہت سی بیماریوں کو ہم جان گئے ہیں۔ اور بہت سی ایسی ہیں جنھیں ابتک نہیں سمجھ سکے۔ آپ کے ٹکسوں کا کچھ روپیہ تو اس کام پر خرچ ہوتا ہے۔ اس لئے ضرورت پڑنے پر ان افسروں سے مشورہ اور مدد لیکر اپنے ٹکسوں کا روپیہ نہ ضائع ہونے دیں بلکہ جہانتک ہوسکے۔ اپنے روپئے سے فائدہ اُٹھایا کریں۔ علم سے پورا پورا فائدہ اُٹھائیے۔

اپنے دماغ سے کھیتی باڑی کا کام کرنا

جب ایک دفعہ اپنی کھیتی باڑی کا کام دماغ سے اور ہاتھوں سے کرنا شروع کردیا تو آپ کو معلوم ہوجائیگا کہ پرانی فصلیں جو کہ آپ کے باپ دادا بویا کرتے تھے ہر صورت میں ہمیشہ اتنی اچھی نہیں ہوتیں اور نہ ان سے اتنا نفع ہوتا ہے ان کو بونے کے لئے چاہے آپ فارم کے بیج ہی کیوں نہ استعمال کریں۔

نئی نئی، اور فائدے مند فصلیں تو ہمیشہ دریافت ہوتی رہتی ہیں اور آپ کو بھی ان کی تلاش رکھنی چاہئے۔ ان کی بابت تجربہ کار یعنی زراعت کے افسروں سے پوچھتے اور آزماتے رہنا چاہئے جب آپ کبھی شہروں کو جائیں تو دیکھا کریں کہ وہاں کون کون سا پھل سبزیاں فصلیں یا دوسری چیزیں بکتی ہیں اور بھاؤ کیا ہیں۔ جب کوئی چیز فائدہ مند اور نفع والی معلوم ہو تو اس کے بارے میں پوچھیں کہ میاں اگلے سال یہ چیز اپنے کھیت میں بو سکتے ہیں یا نہیں۔ اپنی آنکھیں اور کان ہمیشہ کھولے رکھیں اور ایسے طریقے معلوم کرتے رہیں جن سے آپ اپنی زمینوں سے زیادہ فائدہ اُٹھائیں اور اپنی کھیتی باڑی سے کام کو دلچسپ بھی بنا سکیں۔

صوبیدار۔ مثلاً

سقراط۔ پھل اور سبزیاں تو ایک بات ہے، جو بالکل صاف ہے۔ اس کے علاوہ پھر برانی گنے کی کاشت ہے۔ برسیم۔ مونگ پھلی ہے، جو۔ رتیلی زمین میں جہاں بارش کافی ہو پیدا کی جاسکتی پہاڑی علاقوں میں ادرک، کرم مار پود، برش والے پودے بوئے جاسکتے ہیں۔

جمعدار۔ یہ کیا ہیں سقراط جی۔

سقراط۔ اس وقت تو ان پر بحث کرنے کا وقت نہیں۔ لیکن یاد رکھئے آپ کہیں بھی ہوں اپنے علاقے کے تجربہ کار یا زراعت کے افسروں سے پوچھیں کہ سب سے اچھی فصلیں کون سی ہیں۔ دیکھئے میں آپ کو معمولی سی مثال سمجھاتا ہوں جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ آپ کو کیا کیا عجیب باتیں بتلا سکتے ہیں آپ اپنی آنکھیں اور کان کھول کر کیا کیا فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

سپاہی۔ ہاں صاحب بتایئے تو وہ کیا مثال ہے؟

سقراط۔ آپ اپنے گنے کے بیج، یعنی اگول سوکھے بوتے ہیں لیکن اگر آپ بونے سے پہلے ایک رات پانی میں بھگو دیا کریں تو اچھی طرح پھوٹ نکلیں گے۔

جمعدار۔ یہ صاف ظاہر ہے اسلئے کہ ان میں کچھ پانی جمع ہوجاتا ہے لیکن ہمیں اس سے پہلے تو اس کا خیال ہی نہیں آیا تھا۔

سقراط۔ بیشک نہیں آیا اور کیوں آئے؟ تجربے کار زراعت کے افسر آپ کو سب کچھ باتیں بتادیں گے۔ اسی لئے یہ زراعت کے افسر رکھے گئے ہیں، کہ آپ کو ایسی ایسی باتیں بتائیں۔

مل جوڑ کر ترقی کرو

سقراط۔ آخر میں، جب آپ کی فصلیں پک پکاکر تیار ہو جائیں تو آپ اُنھیں منڈی میں بیچیں۔ اب اگر آپ کا حساب کسی سیونگ بینک میں، یا امداد باہمی بنک کھلا ہوا ہے تو آپ دیکھیں کہ بازار میں بھاؤ کیسا ہے۔ اگر مندہ ہو تو آپ اُس وقت تک ٹھہر سکتے ہیں جب تک بھاؤ اچھا نہ ہوجائے اگر آپ کے یہاں کوئی امداد باہمی کی انجمن ہو تو آپ سب کے سب مل کر اپنی جنس فروخت کرسکتے ہیں اور اس طرح کرنے سے ممکن ہے آپ کو اچھی قیمت مل جائے۔

سپاہی۔ سقراط جی آپ تو ہمیشہ امداد باہمی بنکوں پر زور دیتے ہیں۔

سقراط۔ ہاں کھیتی باڑی سے، ہر کام میں امداد باہمی بنک سے مدد ملتی ہے۔ اس لئے جہاں بھی ہوسکے امداد باہمی بنک بنائیے اور ان کے ذریعہ سے بیج یا کیمیاوی کھاد وغیرہ، جو خریدنا ہو خریدئے اور اس کے ذریعہ سے اپنی پیداوار بیچا کرو۔ کبھی گنے کا رس نکال کر گڑ بنانا ہو تو اس کے لئے کولھو، بیلن لینا ہو، تو وہ بھی اسی بنک کے ذریعہ سے خریدو۔ یا کوئی ایسا اوزار یا مشین جسے تم سب لوگ استعمال کرنا پسند کرتے ہو لیکن وہ مہنگی ہو، جیسے کہ

من اکیلا نہ خرید سکتا ہو، یا ایسی چیز ہو، جو ایک چھوٹے کھیت یا کھیتو لیے خریدنے کے لائق نہ ہو، اس سے بھی سارے مل کر اسی امداد باہمی کے ذریعہ سے خرید و۔ امداد باہمی بنک آپ کی زمینوں کی استحکام آراضی بڑے مفید ہونگے۔ بند جا کر سیلاب وغیرہ کا پانی روکنے اور زمینوں فصلوں کے بارے میں، جو باتیں بھی ہونگی اس میں یہ بنک بڑے رہونگے۔ غرض ہر کام میں امداد باہمی بنک سے آپ آسانی سے بڑے فائدے مند کام کر سکتے ہیں۔

سپاہی۔ اچھا صاحب کھیتی باڑی پر تو اب بات چیت ختم ہو گئی نا؟

سقراط۔ آخر میں، ایک بات اور ہے، اور وہ تم لوگوں میں سے کے لئے ہے جس کے پاس تھوڑی تھوڑی زمینیں ہیں وہ یہ کہ بوں اور فصلوں کے بارے میں بہت سے ایسے کام یعنی چھوٹی چھوٹی تیں ہیں جن سے تمھاری آمدنی دگنی یا دگنی سے زیادہ ہو سکتی ہے۔

سپاہی۔ آپ کا مطلب کن چیزوں سے ہے سقراط جی۔

سقراط۔ بات یہ ہے کہ میں تم سپاہیوں سے ان باتوں کا ذکر تے ہوئے شرم کرتا ہوں۔ تم سنتے ہی کہہ دو گے جی نہیں یہ کام تو ی حیثیت سے گرا ہوا ہے۔ اس سے ہماری عزت جاتی رہیگی تو ان نئی چیزوں کو ہاتھ بھی نہیں لگانے۔

حوالدار۔ ہاں، ہاں، صاحب عزت ہمارے لئے سب کچھ ہے نا پھر بھی اس میں سے تھوڑی بہت باتیں تو بتائیں۔

سقراط۔ دیکھو بھائی مرغیاں پال کر انڈے بیچنا، شہد کی مکھیا ں کر شہد بیچنا۔ ریشم کے کیڑے پالنا، لاکھ کا کام، ایسی جڑی بوٹی نا، جو دواؤں میں کام آتی ہو۔ بڑھ والے پودے لگانا، سبزیاں پھل لگانا وغیرہ۔ تم لوگ پھلوں اور سبزیوں کو بوتلوں اور ڈبوں میں بھی کر سکتے ہو۔ کئی قسم کے پودوں اور درختوں سے ریشے لے سکتے اور ان میں سب سے بڑا کام شاید اون کا ہے۔ امن کے زمانے تو یہ اون آپ ایک سیر چند آنوں میں بیچا کرتے تھے۔ وہ میلی کچیلی بغیر چھٹی ہوئی ہوتی تھی۔ اگر تم اسے درجہ وار چھانٹ لو، صاف کر کے لو، بٹ لو۔ تو پھر تم اسی چیزوں کے کام میں لا سکتے ہو، کمبل، پٹو، وغیرہ، بنا سکتے ہو۔ جو لوگ ایسے علاقوں میں رہتے ہیں، جن کا گزارہ ن بارش پر ہے۔ اور جب بارش نہ ہو تو وہ مہینوں تک بیکار رہتے یسے لوگوں کے لئے اون کا کام بہت اچھی صنعت ہے۔ جس سے وہ ئدہ اٹھا سکتے ہیں۔

سپاہی۔ صاحب، میرے خیال میں تو اب ہم میں سے بہت سے آدمی یسے ہیں، جو یہ سب کام کرنے کو تیار ہیں کیونکہ ہم بہت ساری نئی چیزیں یدنا چاہتے ہیں جو اس نئی آمدنی سے خرید سکیں گے۔

سقراط۔ ہم ان صنعتوں اور چھوٹے چھوٹے کاموں پر پھر کبھی بات ت کرینگے۔ اب کھیتی باڑی کے کام کے بارے میں آخری اور سب سے بڑی وری بات جو ہے یہ ہے محنت۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی نیا کام موجود ہوتا ہے ں سے آپ اپنے گھر اپنی زمین اپنا گاؤں بہتر بنا سکتے ہیں۔ ہمیشہ کوئی نہ کوئی ئدے مند کام ضرور ہوتا ہے چاہے وہ کتنا معمولی ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ تھوڑی سی برسات کے بعد کھیتوں پر جا کر میڈیں ہی مرمت کیوں نہ ہو، نلائی کرنا، ڈھیلا توڑنا، یا کھاد کے گھوروں کی دیکھ بھال کرنا یا دیہاتی راستوں کی مرمت ہی کرنا ہو، یا پھر کوئی صنعت ہی کیوں نہ ہو جیسے اون کا کام کرنا۔ شہد کی مکھیاں پالنا۔ پھلوں کو ٹین کے ڈبوں میں بند کرنا۔ یاد رکھو اچھا کسان ایک بہت مصروف خوش اور امن پسند آدمی ہوتا ہے۔

سقراط۔ جوانو! اب کھیتی باڑی کا بیان تو ختم ہو چکا ہے لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا کہ بس جی اب تو ہم گھر جا کر دولت کما سکتے ہیں۔

سپاہی۔ تو سقراط جی، تو پھر اس بات چیت اور بحث و مباحثہ کر کے وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ ہوا۔

سقراط۔ فائدہ؟ فائدہ تو بہت ہوا۔ دیکھو، اگر تم نے کان لگا کر یہ باتیں سنی ہیں اور بحث و مباحثہ میں حصہ لیا ہے، تو تم نے بہت سی باتیں سیکھ لی ہونگی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ کھیتی باڑی اناڑی اور سست آدمی کا کام نہیں۔ کھیتی باڑی کے لئے عقل علم اور لگاتار محنت کی ضرورت ہے۔ اچھی فصلیں حاصل کرنے کے لئے تم کو ہمیشہ سیکھتے رہنا چاہیئے۔ نئی نئی باتوں کی تلاش میں رہنا چاہیئے۔ چاہے وہ کتابیں پڑھنے سے حاصل ہو چاہے ریڈیو سننے سے، میلوں، نمائشوں میں جانے سے حاصل ہو یا پھر سرکاری اور غیر سرکاری فارموں میں جانے سے۔ تمھیں ہر وقت کھیتی باڑی کی ڈھونڈ میں لگا رہنا چاہیئے۔ زمینوں اور کھیتوں میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ کام کرنے کو ہوتا ہے۔ اور اچھے کسان کو تو کبھی دم لینے کی فرصت ہی نہیں ہوتی۔ یہ تو تم سیکھ چکے ہو کہ اکیلے اکیلے کام کرنے کے بجائے آپس میں مل جل کر کام کرنے سے، خاص کر امدادی انجمنیں بنانے سے بہت اچھی اچھی فصلیں حاصل ہو سکتی ہیں۔

اور تم یہ بھی سیکھ چکے ہو کہ اپنی زمینوں پر روپیہ لگانے سے بھی بہت اچھی فصلیں حاصل کر سکتے ہو اور روپیہ حاصل کرنے کے لئے تمھیں چاہیئے کہ جتنا ہو سکے، خود بھی بچا بچا کر جمع کرو، اور اپنے گھر والوں سے بھی کہہ دو کہ اول تو خرچ نہ کریں۔ اگر کریں بھی تو اچھے مویشیوں اور اچھے بیج اور اچھے اوزاروں پر کریں، یا پھر اس چیز پر خرچ کریں جس کی سخت ضرورت ہے۔

ہندوستان میں کھیتی باڑی کے دو بڑے ٹیڑھے سوال ہیں، اور وہ ہیں زمین اور پانی۔ تمھیں جتنا پانی مل سکتا ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کے لئے بہت سی تاریخوں پر پوری طرح بحث و مباحثہ ہو چکا ہے۔ اب رہی زمین، سو اسکی بابت یہ بات ہے کہ تمھیں اپنے کھیتوں کا استحکام آراضی کرنا چاہیئے تاکہ تمھارے سارے کھیت ایک جگہ ہوں۔ اور وہ ہموار ہوں ان کے ارد گرد میڈھیں بنی ہوئی ہوں جس سے پانی اور سطحی زرخیز مٹی دونوں کی حفاظت ہو سکے۔

تمھیں چاہیئے کہ محکمہ زراعت کے افسر سے بات چیت اور مشورہ کیا کرو۔ کہ اپنی زمین سے پانی، روپیہ اور محنت سے زیادہ سے زیادہ کس طرح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

ایک ایکڑ زمین، جس میں اچھی طرح کھیتی باڑی کی جائے، اس کئی ایکڑ زمین سے اچھی ہوتی ہے۔ جس میں کھیتی باڑی ٹھیک طریقے سے نہ کی گئی ہو۔

سبز کھاد

جن صاحبان کو کھیتی کے پیشہ سے تعلق ہے وہ اس بات کو اچھی طرح
سے سمجھتے ہیں کہ زمین کے اندر قدرت نے قریب قریب ایک غیر محدود خزانہ
پودوں کی خوراک کا رکھا ہے جو برابر ان کے کام آتا ہے لیکن اس کے
ساتھ ہی ہمارے ملک کا جاہل سے جاہل کسان یہ بھی سمجھتا ہے کہ کھاد کے
استعمال سے زمین کی قوت پیداوار زیادہ ہو جاتی ہے اور ہم کو زیادہ
ملنے لگتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے مختلف اسباب اس کی سمجھ میں
نہ آتے ہوں لیکن نتیجہ میں کسی کو شبہ نہیں رہتا۔

اب ہم اگر غور کے ساتھ دیکھیں تو ہم کو معلوم ہوگا کہ کھاد دینے
سے عموماً یہ غرض ہوتی ہے کہ جس قدر پودوں کو غذا پہلی فصلوں کے
کام آچکی ہے اسکا کچھ حصہ زمین کو واپس کر دیا جائے۔ تاکہ زمین کی
وہ حالت جو پہلے تھی پھر ہو جائے۔

اس بات کو اچھی طرح سے سمجھنے کیلئے فرض کیجئے کہ کسی شخص کے پاس
قریب قریب لامحدود دولت ہے جو برابر خرچ ہوتی رہتی ہے اس میں
شک نہیں کہ اگر اس میں تھوڑی سی رقم نکل گئی تو دیکھنے میں کمی نہیں
معلوم ہو سکتی لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ واقعی کمی ہوگئی
ہے اسی طرح تھوڑا تھوڑا کر کے ہمیشہ خرچ ہوتا رہے گا تو کبھی نہ
کبھی وہ دولت بھی جو اس وقت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے ختم
ہو جائے گی ہم نے مانا کہ اگر بڑی دولت ہے تو اس کے ختم ہونے
میں زیادہ عرصہ لگے گا لیکن یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کبھی ختم ہی نہ ہو۔

بالکل یہی حالت زمین کے اس غیر محدود خزانہ کی ہے جو
مہربان نیچر یا قدرت نے پودوں کے کھانے کے لئے زمین میں دفن
کر دیا ہے۔ پودوں کی خوراک اس قدر زیادہ ہے کہ فی الحال
اس کے ختم ہونے کا بالکل اندیشہ نہیں ہے کیونکہ جہاں اس میں سے
برابر خرچ ہوتا رہتا ہے وہاں کچھ نہ کچھ کسی شکل میں جمع ہوتا جاتا
ہے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جن زمینوں پر عرصہ سے لگاتار کھیتی ہوتی
چلی آتی ہے اور ان کو کھاد نہیں ملتی۔ ان کی شکل اس مزدور
کی سی ہو جاتی ہے جو کام تو پورا کرتا ہو اور مزدوری
صرف اس قدر پاتا ہو کہ اس کے پیٹ کا ایک کونا ہی بھر سکے۔
ایسی زمینوں سے پیداوار اس وقت تک کم ہی ہوتی جائے گی
جب تک کہ ان میں پھر پودوں کی خوراک پہنچانے کا معقول
انتظام نہ کیا جائے۔

یہ کلیہ قاعدہ ہے کہ قدرت کے طریقے ہم لوگوں کے مصنوعی
قاعدوں سے ہمیشہ بہتر ہوتے ہیں مثلاً سورج میں جس قدر صاف
روشنی ہے اور جس کام میں آتی ہے اتنی نہ کسی طرح کے تیل میں
ہے نہ گیس میں نہ بجلی میں۔ اسی طرح سے ہمیں دیکھنا چاہیے
کہ قدرت نے زمین کی کمزوری کو دور کرنے کے لئے کیا کام
پیدا کی تھیں جن کو اب ہم نہیں چلنے دیتے ہیں۔ زمین کی قوت
رکھنے کے لئے قدرت نے یہ طریقہ رکھا تھا کہ جو پودے
جس جگہ پیدا ہوں وہیں اس کی پتیاں گریں اور اسی زمین کے
کے مختلف اجزا پھر شامل ہو جائیں جن سے وہ بنا تھا۔ ممکن
ہوا کسی دوسرے باعث سے بعض اجزا متفرق ہو جائیں
ایک تو اس کا زیادہ اثر نہیں پڑتا ہے دوسرے جس قدر
اس کا علاوہ یوں ہو جاتا ہے کہ اگر کسی خاص پودے کے
جز کسی طرح سے کچھ دور چلے گئے ہیں تو وہیں وسیلوں سے
کے بدلے میں دوسرے پودوں کے بعض اجزا یہاں آجاتے ہیں
تو توڑ زمینوں کی زرخیزی کا ایک باعث یہ بھی ہوتا ہے
سے ان میں نباتات ہوا کرتی ہے اور زمین سے پودوں
کو کھینچ کر اپنے کام میں لاتی ہے۔ لیکن پھر بھی اسی مقام
زمین میں ملجاتی ہے اور پھر دوسری فصل میں نئے
سے اس کا جلوہ دکھلائی دیتا ہے اسی طرح زمین کے
تہوں میں جو قدرت نے پودوں کی خوراک کا خزانہ
وہ رفتہ رفتہ اوپر آتا جاتا ہے۔ اسی طرح کے جنگل
کھیت بہت ہوں گے۔ جن پر مدت سے انسان کا
پڑا ہے۔ لیکن اب اگر وہاں کاشت کی جائے تو نہایت
فصلیں ہوں۔

کھاد دینے کا مقصد عموماً یہ ہوتا ہے کہ زمین
پودوں کی غذا ... کے جس قدر اجزا نکالے گئے ہوں
تھوڑی بہت تلافی کر دی جائے۔ اس کام کے لئے
کہ جو چیزیں جس مقدار میں زمین سے علیٰحدہ ہوں وہی
کے ساتھ واپس کر دی جاویں اس سے نہ صرف یہ ہوگا
پوری ہو جائے گی بلکہ سطح کے اوپری حصہ کی حالت بہتر
جائیگی۔ سبز کھاد میں یہ سب باتیں اعلیٰ درجہ پر پائی جاتی
اس کے چند فائدے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) بڑی بات تو یہ ہے کہ یہ قدرتی کھاد ہے۔
(۲) اس میں خرچ بہت کم ہوتا ہے۔
(۳) باربرداری کی زحمتوں سے نجات مل جاتی ہے۔
(۴) زمین کی طبعی حالت میں بہت کچھ اصلاح ہو جاتی

اوپر لکھی ہوئی باتوں کو ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا
کھاد کے استعمال سے ان زمینوں کی حالت بہت کچھ
ہے جو بہت بھاری یا بہت ہلکی ہوں۔ یا مدت سے کاشت

سے کمزور ہو گئی ہوں۔ بلوہی زمینوں میں اور قسم کی کھاد بہت مشکل سے اثر کرتی ہے۔ کیونکہ وہ اس قدر مسامدار ہوتی ہے کہ پانی میں گھل گھل کر کھاد کے مفید اجزا نیچے چلے جاتے ہیں جہاں وہ پودوں کے کام نہیں آ سکتے۔ ایسی زمینوں کے لئے سبز کھاد خاص طور سے مفید ہے۔ دوسرے یہ ایک فائدہ ہوتا ہے اس سڑے ہوئے نباتات کی وجہ سے ان میں بستگی اور چسپیدگی آ جاتی ہے جس کی وجہ سے ان میں پانی رکا رہتا ہے جو پودوں کے لئے اس قدر ضروری چیز ہے۔ سب اس قسم کی زمینوں میں جہاں کہ عمدہ کاشت ہوتی ہو یہ ضروری ہے کہ تھوڑا بہت ہیومس کا جزو ہیومس کے لئے زمین میں کوئی عام فہم لفظ نہیں ہے۔ لیکن یہ اس سڑے ہوئے نباتاتی مادہ کو کہتے ہیں جو تھوڑا بہت ہر جگہ زمین میں پایا جاتا ہے۔ اور جس کی زیادہ ہونے کی وجہ سے گاؤں کے قریب کی زمین (گوینڈ) اس قدر قیمتی ہو جاتی ہیں۔ سبز کھاد سڑنے سے ہیومس بن جاتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ اس کی موجودگی سے زمین کو کس قدر نفع پہنچ سکتا ہے۔ خاص کر ان زمینوں کو جہاں اس کی بے حد ضرورت ہے۔ بہت بھاری مٹیار میں بھی سبز کھاد کے دینے سے فائدہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے ذرات نہایت قریب قریب ہوتے ہیں جس سے پانی کی نکاس میں دقت ہوتی ہے لیکن سبز کھاد کے ذریعے سے ان کے مسامات بھی کھل جاتے ہیں اور زمین کا طبعی مزاج درجہ بدرجہ بدل پڑ جاتا ہے۔

مگر یہاں پر یہ بات بھی لکھ دینے کے قابل ہے کہ سبز کھاد کا اثر ہر قسم کی زمین پر یکساں نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ موسم کا بھی بہت اثر پڑتا ہے۔ اب ہم مختصر طور پر ان فصلوں میں سے چند کا ذکر بھی کرتے ہیں جو سبز کھاد کے طور پر استعمال ہو سکتی ہیں اور اصل یہ ہے کہ کمپاؤنڈ نائٹروجن (یعنی ہوا کا ایک قسم مرکب) پودوں کے نمو کے لئے خاص طور سے ضروری ہے بلکہ یہ ان قسم کے کیڑوں سے حاصل ہوتا ہے جو پھلی دار اجناس کی جڑوں میں رہتے ہیں مثلاً چنا، مٹر، سنئی وغیرہ۔ اسی لئے یہی اجناس خاص طرح سے سبز کھاد کے لئے ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان میں یہ اجزا زیادہ ہوتے ہیں جو پودوں کے لئے بہت ضروری ہے۔ علاوہ ازیں سبز کھاد کے لئے عموماً ادنیٰ قسم کی اجناس منتخب کی جاتی ہیں جن کی قیمت کم ہو۔ اسی لئے غالباً سنئی سب سے زیادہ اس کام کے لئے موزوں ہے کہیں کہیں تیل کی فصل بھی سنا جاتا ہے کہ جوت کر کھیت میں دبا دینے کا رواج تھا۔ سبز کھاد دینے میں نہایت ہوشیاری اور تجربہ کی ضرورت ہے کہ کس وقت کھڑی فصل جوت کر کھیت میں ملائی جائے۔ کیونکہ اس بات کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ فصل کی وہ حالت ان چھوٹے چھوٹے کیڑوں کے لئے موافق ہو ورنہ کمپاؤنڈ نائٹروجن یا تو جا کر ہوا میں شامل ہو جائے گا یا پانی کے ساتھ بہا ہوا چلا جائیگا۔ غرضیکہ دونوں حالتوں میں کاشتکار اس سے نفع سے محروم رہے گا۔

سبز کھاد کے متعلق جس قدر تجربے حلقہ مشرقی میں ہوئے ان میں سنئی یا ڈھینچے کی فصل جوت کر زمین میں ملائی گئی۔ چنانچہ وہاں کے جس کھیت میں پہلے ڈھینچے بویا گیا تھا اس کی پیداوار میں کوئی ترقی نہیں معلوم ہوئی لیکن ایک بات یہ بھی تھی کہ ڈھینچے کا تخم بہت دیر میں بویا گیا تھا اس سے کھڑی فصل کو جوت کر زمین کے ساتھ ملانے میں بھی دیر ہوئی۔ گیہوں کے لئے بھی بحساب گڈھ کے فارم پر سبز کھاد کے تجربے ہوئے اور ان کے نتائج عمدہ رہے۔ مقابلہ کے لئے ایک کھیت ایسا بھی رکھا گیا تھا جس میں کوئی کھاد نہیں دی تھی لیکن جو خریف میں خالی رہا تھا۔ ایک کھیت میں فی ایکڑ دو سو من گوبر کی کھاد دی گئی۔ پیداوار کے نتائج ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

بغیر کھاد کے پیداوار	سنئی کی سبز کھاد دینے سے	ڈھینچے کی سبز کھاد دینے سے	دو سو من فی ایکڑ گوبر کی کھاد دینے سے
قریب ۱۳ من	قریب ۱۶ من	قریب ۹ من	۱۴ من سے زیادہ

ان اعداد کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی گیہوں کو سبز کھاد سے بہت فائدہ ہوا اس لئے کہ پڑتی کھیت کی بہ نسبت اس کھیت کی پیداوار بہت زیادہ ہوئی جس میں سبز کھاد دی گئی تھی اب ہم اگر اس کھیت کی پیداوار کو دیکھیں جس میں دو سو من گوبر ڈالی گئی تھی تو ہم کو معلوم ہوگا کہ اس کی پیداوار سب سے زیادہ ہے لیکن سبز کھاد کے مقابلہ میں بہت زیادہ فرق نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی اگر ان دونوں قسم کی کھاد کی قیمت اور ان کے استعمال کی دقت یا آسانی کا خیال کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ اس خاص حالت میں سنئی کی سبز کھاد زیادہ مفید ثابت ہوئی۔ لیکن یہ نتیجہ فرض نہیں ہے کہ جہاں سبز کھاد گیہوں کے لئے دی جائے وہاں خواہ مخواہ اسی قدر پیداوار ہو۔ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ قسم زمین اور کیفیت موسم کا اس معاملہ میں بڑا اثر پڑتا ہے

(ماخوذ از مفید المزارعین)



جادوگر

شمالی اٹلی میں سینکوریخو کا قدیم قلعہ واقع ہے۔ میدانِ جنگ میں کودنے کے بعد اٹلی نے اس قلعہ کو جنگی قیدیوں کا کیمپ بنا دیا۔ اس میں بہت سے برطانوی، فرانسیسی، امریکن اور روسی افسر قید ہیں۔ بہت سے تو جنگ شروع ہونے کے وقت سے ہی یہاں قید ہیں۔ قلعہ کو چاروں طرف بجلی کے تاروں سے گھیر دیا ہے۔ جس سے قیدی اس گھیرے کے اندر گھوم پھر تو سکتے ہیں لیکن باہر نہیں نکل سکتے۔ جنگی قیدیوں کو کیمپ کی بیکاری کی زندگی اتنی ذلیل اور پریشان کن معلوم ہوتی ہے کہ ان میں بہت سے تو اپنی جان پر کھیل کر کیمپ سے بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ سینکوریخو کے کیمپ میں بھی اتحادی فوجوں کے چھ افسروں نے بھاگنے کی اسکیم بنائی لیکن ان کی اسکیم کی کامیابی کا سہرا روسی ہوا باز و نیکوکے سر ہے اس نے اس چالاکی سے اطالوی افسروں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر اتحادی افسروں کو ساحل پر پہنچا دیا۔ اس افسانے کے واقعات سرکاری کاغذات سے اخذ کئے گئے ہیں اسے پڑھ کر قارئین کو معلوم ہوگا کہ دشمن کے ملک میں بھی اتحادی فوجی افسر کیسی حیرت انگیز بہادری کے مظاہرے کرتے ہیں۔

بجلی کے تار کے گھیرے کے قریب ایک برطانی ہوا باز کھڑا تھا اس کی فوجی وردی میلی ہو گئی تھی۔ وہ آلپس کی پیلی چوٹیوں کی طرف اس کی نظر جمی ہوئی تھی۔ اس کے پیچھے جنگی قیدیوں کا کیمپ تھا۔ شمالی اٹلی کے قدیم پہاڑی قلعہ جنگی قیدیوں کا قید خانہ بنا ہوا تھا۔

قلعہ کے اندر برطانی، امریکن، فرانسیسی، پول اور روسی جنگی قیدی تھے۔ ان میں سے کچھ تو تین سال سے اس قلعہ کے اندر زندگی گزار رہے تھے۔ ایک امریکن لفٹنٹ غروب آفتاب کے منظر سے لطف اندوز ہوتا ہوا تنہا ٹہل رہا تھا۔ یکایک وہ رک گیا۔

اس نے کہا "میں بھی آپ کے پاس تار کے قریب آ سکتا ہوں"

اس کی وردی ابھی زیادہ میلی نہیں ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر تازگی کے آثار نمایاں تھے۔ اس قید خانہ میں آئے ہوئے اسے ابھی تین ہی ماہ ہوئے تھے۔

برطانی ہوا باز نے فوراً گھوم کر اس کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا "تم جانتے ہو کہ بہت سے لوگوں سے بات چیت کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا"

"اس سے مایوس ہونا پڑتا ہے" امریکن افسر ہمنگ نے کہا "رات کو ..."

برطانی ہوا باز واگان نے فوراً ہی اسے خاموش کر دیا اطالوی پہرہ دار ادھر سے گزر رہا تھا۔ واگان نے کہا "کوئی گڑبڑی نہیں ہوگی اٹھارہ مہینے سے میں اس اسکیم پر غور کرتا رہا ہوں۔ اس کے ایک ایک پہلو پر میں نے خوب غور و خوض کر لیا۔ ہر ایک دشواری کا حل سوچ لیا ہے۔ صرف آخری مرحلے کے خوف سے ہی ہمارا کھیل بگڑ سکتا ہے۔ جب تم بھی میری ہی جگہ میں ہماری طرح اتنے دنوں تک رہو گے تو تمہیں بھی اپنے اوپر کنٹرول رکھنا معلوم ہو جائے گا۔"

ہمنگ نے سر ہلا دیا۔ قید خانہ کو توڑنے والے ان نوجوانوں میں سب یہ تسلیم کرتے تھے کہ وہ فرنچ زبان اور جنوبی فرانس سے قطعی ناواقف ہیں۔ اس کے لئے اس کا دل جذبۂ تشکر سے پُر تھا۔ اس نے کہا "اس کا سب انتظام۔ معلوم نہیں تم میں اتنا صبر کہاں سے آ گیا۔ اپنے پارسلوں میں تم نے یہ سب سامان اتنے دنوں میں جمع کر لیا ہے ان کو چھپانے کا بھی انتظام کیا ہے؟"

"میں یہ دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہے۔ جنگ کے بعد جو اس قلعہ کا مالک ہوگا اُسے مصنوعی فرشوں اور پھنسانے والے دروازوں کا پتہ کئی صدیوں کے بعد معلوم ہو سکے گا۔"

شاہی ہوائی فوج کا ایک ہوا باز اس کے پاس آ کھڑا ہو گیا اس نے واگان سے کہا "تم سے ایک نہایت ضروری بات کہنی ہے"

"کہو؟"

"اس جعلی روسی کو تو جانتے ہی ہو۔ ... جو ... ڈنگ میں
بانیوں کے ساتھ رہتا ہے۔ ہمیشہ ... کے ساتھ ... جھگڑا ... شور و
مچاتا رہتا ہے ... اس نے اپنی ... کرتے ہوئے کہا۔" وہ میرے
پاس آیا تھا۔ کہتا تھا کہ وہ بھی آج رات کو ہمارے ساتھ چلے گا۔"

انگریز افسر کی نسیں تن گئیں۔ اس نے کہا۔" یا خدا! تو آخری
وقت میں یہ بالکل کھلا گیا ہے اس کا علم کیونکر ہوا؟ تم جانتے ہو اسے
کتنا خفیہ رکھتے آ رہے ہیں ... اس نے اس سلسلے میں ... کیسے؟
معلوم ہوتا ہے بات کہیں سے پھوٹ گئی ہے۔ تم جا کر اس سے
... معلوم نہیں وہ کیا ... پھر رہا ہو۔

برطانوی ہوا باز واگان اس کیمپ کا ... سے پرانا قیدی تھا۔
... سال سے وہ بھاگنے کی اسکیم بنا رہا تھا اور اب اسے اپنی اس
اسکیم کی کامیابی کی توقع ہونے لگی تھی ... کے ایک ایک حصّہ کو
اس نے اسی طرح نہایت احتیاط سے بنایا تھا جس طرح ماں اپنی
... اولاد کے لئے کرتی ہے۔

کام کرنے کی خواہش ... رکھنے والے افراد کے نزدیک، جن کے
پاس کچھ کام کرنے کو نہ ہو، اس ... کی اسکیم انھیں پاگل پن سے بچانے
کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ روسی افسر ودرینکو اسے ... کو کھٹکی تھی
... پہلی نظر پڑتے ہی ... ان کو جیسے کاٹھ مار گیا ہو۔

روسی ہوا باز پستہ قد انسان تھا اُس کے گال کی ہڈیاں اُٹھی
ہوئی تھیں۔ اس کے دانت سفید اور چمکدار تھے۔ اس کے بال
... تھے اور اس کے مسرور چہرہ سے مسکراہٹ شاید ہی کبھی دور
ہوئی ہو۔ لیکن انگریز افسر کی مایوسی کا سبب وہ نہیں بلکہ اس کا
... وہ تھا۔

ودرینکو ایک کمرہ میں تنہا رہتا تھا۔ دروازہ پر پردہ پڑا
تھا اور فرش پر ایک قیمتی دری بچھی تھی۔ کمرہ میں چار پایوں کی ایک
... سی چارپائی بچھی ہوئی تھی جس پر سفید چادر پڑی تھی ایک الماری
پر اطالوی شراب کی بوتلوں سے بھرا ایک بکس رکھا تھا۔ کھڑکی کے
... ایک تپائی رکھی تھی جس پر بڑھئی کے اوزاروں کا ڈھیر لگا ہوا
تھا۔

یہ سب اوزار تمہیں کہاں مل گئے۔

روسی افسر کے لبوں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔ اُس نے کہا۔
"... کام کرنے کے لئے مجھے ان اوزاروں کی ضرورت پڑتی ہے۔
... انھوں نے پہلے مجھ سے بہت بحث کی، میں نے بھی ان کو خوب
سمجھایا آخرکار انھیں مجھے یہ اوزار دینے ہی پڑے ... لکڑی پر
کھدائی دیکھتے ہو نا۔ کتنی خوبصورت ہے؟"

"آری آری، کیا کبھی تمھارے کمرے کی تلاشی نہیں ہوتی؟"

"ہوتی کیوں نہیں۔ اور وہ سب دیکھتے بھی ہیں۔ مگر میں انھیں
چھپاؤں کیوں۔ جب انھوں نے ہی مجھے کام کرنے کے لئے سب
کچھ دیا ہے۔ کچھ زیادہ مجھ سے بکواس کرتے ہیں مگر میں انھیں
سمجھاتا رہتا ہوں اور پھر وہ واپس چلے جاتے ہیں۔ خیر یہ سب
باتیں چھوڑو۔ آج رات کو میں بھی تمھارے ساتھ چلوں گا۔ اچھا؟"

"تمہارے ساتھ؟ کہاں؟"

"تو پھر وہی بہانہ بازی! میں پوچھتا ہوں اس سے
فائدہ؟ میں دو ... ہوں۔ مجھے سب معلوم ہے۔ چھ آدمی ہیں
ان کے نام بتاتا ہوں۔"

واگان نے اسے روکتے ہوئے کہا" خدا کے لئے آہستہ
بولو۔ سنو ہم نے یہ اسکیم بنانے میں بہت دن لگائے ہیں۔ اس کے
ایک ایک پہلو پر خوب اچھی طرح غور کر لیا ہے۔ ہم تمھیں اپنے
ساتھ لے سکتے ہیں لیکن آخر وقت میں ہماری اسکیم بگڑ نہ جائے
مگر تمھیں اس کا علم کیونکر ہوا؟"

روسی افسر نے اپنا ہاتھ اُٹھاتے ہوئے کہا۔" آج ... کو نہ مجھ
اس کا پتہ لگا اور کوئی نہیں جانتا لیکن دوست، میں تمہارے
ساتھ آج جاؤں گا۔ ان پہرہ داروں کو میں جانتا ہوں ... جنگ
میں میں نو سال تک لیپزگ ... رہا تھا۔ میں جرمنوں سے ... بلکہ
ان سے بھی اچھی جرمن زبان بول سکتا ہوں سنو!"

جب واگان کمرے سے باہر نکلا تو ودرینکو بھی بھاگنے والوں
کی جماعت میں شامل ہو گیا تھا۔ یہ سب کیسے ہو گیا۔ یہ خود واگان
کی سمجھ میں بھی نہیں آیا۔ ایسا حیرت انگیز انسان واگان نے کبھی نہیں
دیکھا تھا۔ گویا وہ خود جادو جانتا ہو۔ ودرینکو ایسے شخص کے ساتھ
آپکو ہمیشہ اپنے دماغ کو کریدتے رہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ آپ دیکھتے
ہیں وہ سب صحیح ہے یا نہیں۔ اس نے اگر سب باتیں آسٹرین
افسر پروس سے کہیں۔

پروس نے کہا" وہ سب گڑبڑ کر دیگا۔ وہ پاگل ہے پاگل
پہرے دار اس کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑے رہتے ہیں اور
اس کے پاس روپیہ ہے ایسا کبھی نہیں معلوم ہوتا۔ وہ اپنی باتوں
سے کسی کو کچھ بھی کرنے کو راضی کر سکتا ہے۔ اس نے اپنی باتوں
میں پھنسا لیا ہے اور دشواری یہ ہے کہ ہم اس کا ... نہیں
کر سکتے۔

واگان بڑی پریشانی محسوس کر ...
نہیں۔ اس نے جواب دیا۔ ہم خواہ ...
اس رات کو ودرینکو ... کے ...
پر عمل ہونے لگا ... میں ...
تھیں نکالے اور ... ا ... پوچھا

داسن کامڈ وغیرہ بھی ضروری چیزوں کے ساتھ ان کا سامان بندھا ہوا تیار تھا۔

ہفتوں بیتنے بیتے ہوئے پٹے کو انھوں نے اپنی اپنی چارپائی پر اٹھا دیا۔ ... کے پاس تین کنجیاں تھیں جو تالے انھیں کھولتے تھے ان ... نے کنجیوں کی آزمائش کر لی تھی۔ ہاتھ میں ایک چھوٹی سی ... لئے ہوئے وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر دروازہ کی طرف چلا ... دروازے کے اس نے پہلے تالے کو کھول لیا۔ دوسرا دروازہ ... اس حصہ کو دوسرے حصہ سے ملاتا تھا جس میں تین اشخاص کی دوسری پارٹی تھی۔ اس دروازے کے تالے کو بھی واگان نے آسانی سے کھول لیا۔ اندھیرے میں تین اشخاص کی دوسری پارٹی ... کالیڈر اسٹرپین افسر روس تھا واگان کی پارٹی سے مل گیا۔ تیسرا تالا قید خانہ کے باہر نکلنے کا تھا۔ اس کے قریب ہی پہرہ داروں کے رہنے کی جگہ تھی دو پہرہ دار اس میں رات کو سویا کرتے تھے اور ایک بیچ بیچ میں دروازہ پر گھوم گھوم کر پہرہ دیا کرتا تھا۔ ... کام بہت ... قت پر اور بلد کرنا تھا کسی طرح ... ہونا خطرناک تھا۔ واگان اپنے تصور میں یہ کام صدہا بار کر چکا تھا۔ اس وقت بھی اس کے ہاتھ چھوٹے نہیں پڑے۔

دروازہ بلا کسی آواز کے کھل گیا اور تین آدمی اتر کر راستے پہنچ گئے۔ یہی یہ راستہ قلعہ کو گھیرنے والی نہر رہا ہوگا۔ تھوڑی دور ... ایک اندھیرے مقام پر دیوار میں ایک ... کر ... گیا جسے پھر اینٹوں سے اسی طرح ڈھک دیا گیا ... ۱۷ ... میں وہ سب چھ افسر اپنی آزادی حاصل کرنے کے ... اس ... پر جمع ہو گئے لیکن وورینکو ابھی نہیں آیا تھا۔ تین منٹ تک واگان اس کا انتظار کرتا رہا پھر اس نے ... افسر ہمنگ کو اینٹیں اکھاڑنے کے لئے کہا۔ سوراخ کر لیا ... دو آدمی دیوار پار بھی کر چکے تھے جبکہ نیچے سرنگ میں کچھ آواز ... دی۔ انھیں اپنا کام روکنا پڑا۔ پیروں کی آہٹ سے ... ہوا کہ ایک سے زیادہ آدمی آ رہے ہیں۔

امریکی فوجی افسر نے کہا "یا خدا! یہ تو وہی وورینکو ہے۔ ... ایک پہرہ دار کے ساتھ آ رہا ہے"

واگان نے فوراً ہی حکم دیا "تم میں سے جتنے نکل سکیں فوراً ... " واگان کو پہلے یہ خیال ہوا کہ وورینکو نے سارا راز ... اور وہ لڑنے کو تیار ہو گیا لیکن وورینکو نے اسے ... کا اشارہ کیا۔

... نے کہا "یہ ہے ارنسٹو میری محبوبہ کا بھائی ہم اسے ... کو نکلیں گے۔ ارنسٹو میرے ساتھ میرا بکس لے چلنے ... چل رہا ہے کہ وہ میرے ساتھ روس چلی جائے۔ بڑا نیک آدمی ہے"

انگریز افسر کا سر چکرا گیا "تم اپنے ساتھ ایک بکس اور ... لے چلنے کے لئے ایک سنتری کو لائے ہو؟ کون سی لڑکی ہے" "بڑی اچھی لڑکی ہے۔ ہفتوں سے وہ میرے کپڑے صاف کرتی رہی ہے۔ بڑی نیک اور ہمدرد ہے۔ اب وہ میرے ساتھ جائے گی۔ سمجھے؟"

اس وقت انگریز افسر نے یہ تسلیم کر لیا کہ وورینکو ہی ... بھگوڑی جماعت کا لیڈر ہے۔

کیمپ کے باہر آنے پر وہ دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے ... واگان پارٹی کے ساتھ رہا اور پہلے ہی موقع پر اس نے ... ہوشیاری دکھائی ورنہ شاید ساری اسکیم پر اسی وقت پانی ... گیا ہوتا۔ جب پہلی جماعت تاروں کو پار کر کے جنگل میں چلی تو ایک پہرہ دار کو شاید کچھ شبہ ہوا۔ واگان کی پارٹی اندھ... میں کھڑی تھی۔ سنتری نے چیلنج دیا۔ وورینکو نے فوراً ہی آ... بڑھ کر اس کا جواب دیا۔ ایک دھیمی سی چیخ اور پھر فو... ہی کسی کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ کسی نے اطالوی زبا... میں پکارا۔

"کون ہے؟" واگان نے پوچھا۔

"ارنسٹو ہے، بڑا اچھا آدمی ہے۔ اب ہم چلیں؟" وور... نے جواب دیا۔

"ہم گاؤں کو تو نہیں چل رہے ہیں؟"

"کیوں نہیں ضرور!"

"ہم نے اپنا راستہ طے کر رکھا ہے اور"

"اسے تم کچھ فکر نہ کرو۔ ہم پہلے گاؤں کو چلیں گے وہاں اپنی محبوبہ کو ساتھ لوں گا۔ موٹر بھی لوں گا اور پھر چل پڑیں گے یہ سب تم میرے اوپر چھوڑ دو۔"

"تو تمھارے پاس موٹر بھی ہے؟"

"میرے پاس سب کچھ ہے۔ میرے دوست۔ تم فکر نہ کرو"

اطالوی پہرہ دار کے ساتھ اتحادی افسروں کی جما... روانہ ہوئی۔

سڑک پر کھڑے ہوئے ایک پہرہ دار نے انھیں روک... وورینکو نے فوراً ہی آگے بڑھ کر اسے ایک جرمن افسر کو... کے لئے گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اس نے ارنسٹو... کہا "لے چلو ان سوروں کو" اور ارنسٹو اتحادی فوجی ا... کو لے کر آگے بڑھا۔ وورینکو دیا اس پہرہ دار کو گالی ... کے لئے ہی پیچھے رہ گیا ہو وہ لوگ ارنسٹو کے ساتھ گاؤں میں ... اس وقت تک وورینکو بھی ان کے ساتھ آ گیا۔ ارنسٹو نے ا...

ایک ہوٹل کا دروازہ بتا دیا تو وہ اس کے کیواڑوں کو پیٹ کر گاؤں کو جانے لگا۔

امریکی افسر نے کہا "دورینکو خدا کے لئے ایسا نہ کرو۔

اس نے اسے خاموش کرتے ہوئے کہا "میری محبوبہ یہیں کام کرتی ہے۔ وہ ارنسٹو کی بہن ہے۔ ہوٹل کا مالک ارنسٹو کا باپ ہے۔ ہوٹل کی مالکہ ارنسٹو کی ماں ہے۔

ایک کھڑکی کھلی۔ ان کے بات کرنے کے انداز سے ظاہر تھا کہ اس لڑکی کو اور اس کی ماں کو قطعی علم نہ تھا کہ آج رات میں دورینکو اپنی محبوبہ کو روس لے جائیگا۔

دورینکو نے کہا "ٹھیک ہے۔ اسے سوچنے دو مگر وہ آئیگی ضرور چلو اب ایک کار تلاش کریں۔"

"اور ارنسٹو؟ وہ کہاں ہے؟"

وہ کیمپ کو لوٹ گیا۔ بڑا بھلا آدمی ہے۔ میں اسے کسی آفت میں نہیں پڑنے دینا چاہتا۔ میں نے اسے واپس کر دیا۔ سب ٹھیک ہے۔ چلو کار تلاش کریں۔

دورینکو گاؤں کے گھروں کی کھڑکیوں پر آواز لگاتا اور گالیاں دیتا کسی طرح گاؤں کے موٹر خانے کے دروازہ پر پہنچا۔ دورینکو نے اس کے مالک کو کچھ کہہ دیا جسے سن کر وہ بگڑ گیا اور اوپر کھڑکی پر کھڑے موٹر خانے کے مالک اور نیچے سڑک پر کھڑے دورینکو کے درمیان جھگڑا ہونے لگا۔

یہ سب کیا ہے؟ ہیننگ نے واگان سے پوچھا۔

آسٹریلین افسر پروس نے کہا "میں نے کہا تھا کہ یہ پاگل ہے بالکل"۔

واگان جیسے بہت ہی بوڑھا ہو گیا ہو۔ اُس نے کہا "اب صرف ایک امید ہے۔ اس جھگڑے کا تعلق ہمارے فرار سے نہیں ہے۔

یکایک موٹر خانے کا دروازہ کھلتے دیکھکر سب کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ دورینکو اور اطالوی دونوں باہم گلے ملے۔ یا تو دونوں ایک دوسرے کو گالی گلوچ کر رہے تھے یا ایک پُرانی ٹیکسی لاکر باہر کھڑی کر دی گئی۔ یہ سب لوگ اس پر بیٹھ گئے۔ بوڑھا موٹر کو ہوٹل کے دروازے تک لایا۔ اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ دورینکو نے اپنی محبت کا قصہ سنا کر کے سارا معاملہ طے کر لیا ہے۔

دورینکو ہوٹل کے دروازے پر پہنچکر گاڑی چلانے والے نے اپنا بھونپو بجایا۔ دورینکو ہوٹل کے دروازے کو پیٹتا ہوا میریا کو پکار رہا تھا۔

ہیننگ نے کہا "آج رات ہی کو اس نے یہ محبت شروع کی ہے بھلا اس لڑکی کے آنے کی کیا امید کی جا سکتی ہے۔

پروس نے جواب دیا "نہیں جی وہ دیکھو وہ اپنا سامان لئے آ رہی ہے۔"

دورینکو نے اس کو پیار کیا اور اسے موٹر پر بٹھا دیا۔ اس کا سامان اس نے ٹیکسی کی چھت پر پھینک دیا اور ڈرائیور سے بولا اے موٹے اطالین سور تو کیا دیکھ رہا ہے۔

پھر لڑائی شروع ہو گئی۔ ڈرائیور موٹر سے اتر پڑا۔ دورینکو بھی اس کو بُرا بھلا کہتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔

امریکن نے کہا "ابھی میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ یہاں کے لوگوں کی نیند غضب کی ہے۔

کسی طرح جھگڑا ختم ہوا تو دونوں آکر ٹیکسی پر بیٹھ گئے۔

دورینکو نے کہا "ٹھیک اب چلو"

ڈرائیور نے موٹر اسٹارٹ کی۔ چند فٹ موٹر آگے بڑھی ہوگی کہ اس نے پوچھا "کہاں چلنا ہوگا جناب؟"

دورینکو گانے لگا تھا۔ گانا بند کر کے بولا "کہاں؟ ارے کہیں بھی چلو رات سہانی ہے پہاڑوں کی طرف چلو، سمندر کی طرف چلو یا جنگل کی طرف چلو۔"

واگان نے آگے جھک کر آہستہ سے اس سے کہا "وینٹیمالیا"

دورینکو نے ڈرائیور سے کہہ دیا "وینٹیمالیا۔"

سڑک کی خاموشی کو چیرتی ہوئی ٹیکسی آگے بڑھی کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ میل کے ایک پتھر کے بعد دوسرا اٹھ اور چلا گیا۔ واگان دل میں سوچ رہا تھا کہ اتنے ہنگامے مچا کر شاید ہی کبھی کوئی قیدی بھاگا ہو۔

دورینکو اپنی محبوبہ کے گلے میں ہاتھ ڈالے ہوئے بلند آواز میں گا رہا تھا۔ اس کے اور ڈرائیور کے درمیان ایک بوتل گردش کر رہی تھی۔

واگان نے اسے پکار کر کہا "دورینکو، اس سے پوچھو اگر اس کے پاس کافی تیل ہو تو ہمیں یوگسلاویہ کے ساحل سمندر تک پہنچا دے۔

یہ ایک زبردست غلطی ہوئی تھی۔ واگان نے فوراً ہی اپنی غلطی محسوس کی۔ دورینکو نے ڈرائیور سے اس طرح سوال کیا کہ اسے غصہ آ گیا۔ فوراً ہی پرسکون فضا جھگڑے میں بدل گئی جب جھگڑا ختم ہو گیا تو واگان نے پوچھا "کیا کہہ رہا ہے؟"

"سب ٹھیک ہے۔"

"ہمیں یہ ساحل پر پہنچا دے گا؟"

یہ کہتا ہے کہ یہ ہمیں پولیس اسٹیشن لے جائے گا کہتا ہے کہ یہ ہمارا منہ دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ یہی طے رہا۔

ٹیکسی بہت تیزی سے چلی جا رہی تھی۔ اس پر سے کود پڑنا بھی ناممکن تھا۔ ٹیکسی آکر پولیس بیرک کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

اطالوی فوراً ہی بیرک کے اندر چلا۔ غصہ میں اُبلتا ہوا دورینکو بھی نیچے اتر کر اس کی طرف بڑھا۔ پہرہ پر کھڑا ہوا سپاہی چونک اُٹھا اس نے اپنی بندوق کی نلی ان دونوں کی طرف کر دی۔

امریکن نے کہا "اب مشکل ہوئی۔ بھلا پوچھو اس کو اس بوڑھے کو اس طرح بے عزت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس سے کیا ہوتا ہے؟" پروس نے کہا۔

وہ ٹیکسی میں بیٹھے رہے ایک ایک لمحہ ان کا ایک ایک زمانہ کی طرح گزر رہا تھا۔ یکایک دروازہ کھلا اور دورینکو باہر نکلا۔ اس کے پیچھے ایک اطالوی افسر تھا۔ دورینکو آکر ٹیکسی پر بیٹھ گیا۔ افسر نے اس کو سلام کیا اور دورینکو نے ٹیکسی اسٹارٹ کر دی۔

"یا خدا" داگان کے منہ سے حیرت کے ساتھ نکلا۔

"تم نے ان کے ساتھ کیا کیا؟" امریکن نے پوچھا۔

"میں نے آرمے میں نے اس سور کو حوالات میں بند کرا دیا۔" دورینکو نے جواب دیا۔

اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا ایک ہاتھ اطالوی لڑکی کی میں حمائل کئے ہوئے موٹر چلا رہا تھا۔

طلوع آفتاب سے قبل ٹیکسی کا تیل ختم ہو گیا اسے ڈھکیل ایک اونچی پہاڑی پرے جایا گیا۔ دورینکو کا ارادہ اس سے کوئی فائدہ اٹھانے کا تھا۔ ڈھال کے نیچے بحر روم نظر آ رہا سب لوگ ٹیکسی پر سے اتر پڑے۔ دورینکو اور اس کی سب سے رخصت ہو کر موٹر پر بیٹھ گئے اور موٹر پہاڑی ڈھا سڑک پر تیلیئی کی طرف پھسل چلی۔ اس کے ساتھی وہاں کھڑے ہوئے اس کی طرف دیکھتے رہے جب موٹر سڑک کے موڑ پر پہ تو دورینکو نے ایک بار پھر اپنے ساتھیوں کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا

داگان اور اس کے دو ساتھی جلد ہی انگلینڈ پہنچ لیکن روسی جادوگر دورینکو کا کیا ہوا اس کا ابھی تک کو پتہ نہ لگ سکا۔

ایرا کا رواج

از جناب شیوانند جھا۔ بی ایس سی۔ اے۔ جی (پریولیس)

(مویشیوں کو بغیر کسی نگرانی کے کھلا چھوڑ دینا۔ ایرا کہلاتا ہے۔ اس سے جو نقصانات ہوتے ہیں ان کا اس مضمون میں فاضل مضمون نگار نے بہت موثر انداز میں ذکر کیا ہے)

ہندوستان ایک زراعت پیشہ ملک ہے۔ تقریباً ۹۰ فیصدی باشندگان ملک کا ذریعہ معاش کھیتی ہے زراعت پیشہ ملک ہوتے ہوئے بھی یہاں کھیتی کے ذرائع کی بہت کمی ہے جس کے باعث زراعت کی ترقی نہیں ہونے پائی۔ آبپاشی کے ذرائع بہت کم ہیں اس لئے قدرت کی مہربانی پر ہی کھیتی کا انحصار رہتا ہے۔ اس لئے کسانوں کو قدرت کے متعلق معلومات رکھنا ضروری ہے متواتر کئی سال سے بارش کی کمی کی شکایت ہے جس کے نتیجہ کے طور پر غلہ کی کمی سی ہو رہی ہے۔ ہندوستان کے کونے کونے میں چیخ پکار مچ رہی ہے۔ لوگ عموماً قدرت پر الزام لگاتے ہیں لیکن میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اس ملک میں سماجی برائیوں کا بھی زبردست ہاتھ ہے اور جس کی وجہ سے لوگ پریشان ہو رہے ہیں ان برائیوں میں سے ایک برائی کا میں خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ امید کہ ہندوستان کے خصوصاً ان حصوں کے زمیندار اور کاشتکار جہاں ان برائیوں کا زور ہے اس پر غور کریں گے اور اگر نقصان دہ ثابت ہو تو اسے روکنے کی کوششیں کریں گے۔

بند ملکھنڈ سرکل میں لوگ عموماً زیادہ زمین رکھتے ہیں اور مویشیوں کو رکھنے کا بھی کافی رواج ہے۔ فصل ربیع جب کٹ جاتی ہے یا کبھی کبھی جب کچھ باقی بھی رہ جاتی ہے تو عام طور پر اس سرکل کے سبھی لوگ اپنے اپنے مویشی چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ مویشی خواہ کہیں جائیں خواہ کچھ بھی نقصان پہنچائیں اس کا خیال نہیں رکھا جاتا ہے سے مویشی غائب ہو جاتے ہیں بہتوں کو چور چرا لیتے ہیں، بشتر پانی وغیرہ کے نہ ملنے سے مر جاتے ہیں۔ کتنی قابل رحم حالت ان غریب مویشیوں کی ہو جاتی ہے؟ اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے جن کو یہ دیکھنے کا موقع ملا ہو۔

اس طرح مویشیوں کو آزاد چھوڑنے کو 'ایرا' کہتے ہیں لفظ ایرا میرے خیال میں کوئی ادبی لفظ نہیں ہے بلکہ مقامی قدیمی لفظ ہے اس کا مطلب سمجھا جاتا ہے مویشیوں کو بغیر کسی نگرانی کے چھوڑ دینا۔ مارچ یا اپریل کے چھوڑے ہوئے مویشی اگست یا ستمبر میں جمع کئے جاتے ہیں۔ اس وقت مالکوں کو معلوم ہوتا ہے کہ کتنے مویشی مرنے یا چوری جانے سے بچے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگلی فصلیں مثلاً ساون کی جوار باجرا، ارہر اور سبزی ترکاریاں نہیں بوئی جا سکتیں کیونکہ مویشی انھیں کھا لیتے ہیں۔ خصوصاً برہمن اور چھتریوں کا اس پر زیادہ ہاتھ رہتا ہے۔ کھیتی کے کام پر ہی دنیا کی زندگی کا دارومدار

ہل

پھر بھی یہ کام معمولی سمجھا جاتا ہے اگرچہ منوسمرتی میں برہمنوں کے ذریعہ معاش کے بارے میں لکھا ہے کہ دس ذریعوں سے روزی کمانی چاہیئے اس میں ملازمت، مزدوری، تجارت کے ساتھ کھیتی اور بھیک وغیرہ سب آگئے ہیں۔

دھرم شاستروں میں روزی کے سوال کو لے کر برہمنوں کے لئے لکھا ہے کہ یگیہ کرانا، پڑھانا اور اچھے آدمیوں سے دان یا خیرات لینا یہ تینوں باتیں آجکل چھوڑ دی گئی ہیں۔ موجودہ زمانہ میں تو ماننا پڑے گا کہ زراعت ہی ہندوستانیوں کے لئے سب سے بڑا ذریعہ معاش ہے رگ وید میں بھی کھیتی کرنے کا ایشور کی طرف سے حکم موجود ہے یجر وید میں تو ہل جوتنے کا حکم ہل کا بیان اور کھیتی باری کے متعلق سبھی باتوں کا بیان درج ہے۔ دیگر ہندو شاستروں میں سبھی برہمنوں کے لئے کھیتی کرنے کا حکم آیا ہے ہمارے جو برہمن بھائی کھیتی سے گریز کرتے ہیں وہ برائے کرم وید منتروں کا مطالعہ کریں۔ وید جس کام کے لئے حکم دیتا ہے اس کی مخالفت کرنا برہمنوں کے لئے زیبا نہیں۔ ایسا ہوتے ہوئے بھی آجکل برہمن چھتری اسکے برعکس چلنے کو تیار رہیں جو لوگ اپنے کو سماج میں زیادہ ترقی یافتہ سمجھتے ہیں وہ ہل کو چھونا بھی گناہ سمجھتے ہیں۔ ملازموں پر ہی ان کا دارومدار رہتا ہے۔ ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے جن کے پاس نوکر نہیں ہیں۔ اس کا سبب غریبی ہے وہ لوگ کافی مزدوری نہیں دے سکتے اس لئے جب بارش ہو جاتی ہے تو آدمیوں کو تلاش کرتے ہیں اور اگر کچھ عرصہ کے لئے ملازم مل گیا تب تو غنیمت ہی ہے ورنہ سماج کے ترقی شدہ کا بلا لئے ہوئے اپنی قسمت پر بیٹھے روتے رہتے ہیں: ایسے لوگ دوسرے کی ترقی کہاں دیکھ سکتے

میں ایسے لوگوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اس وقت زمینداری وکاشتکاری کو ہاتھ میں لے کر وید کے احکام پر عمل کریں۔

اتنا ہی نہیں جب دو چار بار پانی برس جاتا ہے تو لوگ اپنے اپنے گھروں کی مرمت شروع کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ وقت کا بیجا نہیں کرنا چاہتے اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ وقت ان کا بیجا کرے۔

اس سال میں خود دیہات میں تھا اور میں نے دیکھا کہ ۱۵ روز متواتر بارش ہونے پر بھی ہل چلانا شروع نہیں کیا گیا۔ گرمی کی جوتائی کی کچھ بھی اہمیت نہیں سمجھی جاتی۔ کسی بھی مدت میں کھیت بنے یا نہ بنے اس میں جوتائی کرکے بیج چھوڑ دینے سے ہی کھیتی کا پورا فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں جو ناممکن ہے اگر وقت کا خود بیجا کریں تو میرے خیال میں ایسا موقع نہیں آسکتا کہ کچھ بھی پیدا نہ ہو۔

جو بڑے بڑے زمیندار ہیں ان کو تو گویا کھیتی سے کچھ مطلب ہی نہیں ہے۔ صرف لگان وصول کر لینا ہی زمینداری کی شان سمجھی جاتی ہے اگر ایسے پاک کام کو زمیندار لوگ اپنالیں تو یہ ناممکن نہیں کہ ملک کی اصلاح ہو جائے۔ میرے پرگنہ بارہ میں جہاں مذکورہ رواج کا بہت زور ہے کئی بڑے بڑے زمیندار ہیں لیکن افسوس ہے کہ کھیتی کی ترقی پر کچھ بھی توجہ نہیں دیتے ایشور کی کرپا سے ذرائع موجود ہیں لیکن ان کا استعمال نہیں کرتے۔ کیا ہم امید کریں کہ پرگنہ کے ایسے لوگ کھیتی کی اصلاح کرنے کی کوشش کریں گے تاکہ خود اور پرگنے کے لوگوں کی بھلائی ہوگی۔ اگر بڑے بڑے لوگ فارمنگ کرنا شروع کردیں تو وہ ایک نمونہ ہوں گے اور عوام میں ان کی کافی اشاعت ہونے لگے گی مثل بھی ہے کہ بڑے لوگ جو کرتے ہیں اس کی تقلید کی جاتی ہے زراعت کو ترقی دینے میں سماجی برائیوں کو دور کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا ترقی شدہ کھیتی کرنے کی عادت ڈالنا اس قسم کی بہت سی برائیاں بھری پڑی ہیں جن کا سبب جہالت ہی کو سمجھا جاسکتا ہے۔

امریکہ وغیرہ ممالک علم الزراعت میں اتنی ترقی کر گئے ہیں کہ انہوں نے قدرت پر بھی کچھ حد تک پالی ہے مثلاً نقلی بادل بناکر پانی برسا لینا وغیرہ۔ چنانچہ ہر ایک ہندوستانی کا یہ فرض ہے کہ سماجی خرابیوں کو جلد از جلد دور کردے اور اس طرح ملک کو خوشحال بنائے حکومت نے بھی کھیتی کی ترقی کے لئے ایک الگ محکمہ کھول رکھا ہے جس کی معرفت کھیتی کے کاموں میں مدد ملتی ہے موجودہ زمانہ میں زیادہ غلہ پیدا کرو، نامی ایک تحریک جاری ہوئی ہے جس کے لئے باندھ بنانے، کنواں کھودنے وغیرہ میں مدد ملتی ہے امید ہے کہ کسان طبقہ اس موقع سے فائدہ اٹھائے گا اور اس کے رواج کو ختم کردے گا۔

دیہاتی صنعت وحرفت

(ٹھاکر راج نرائن سنگھ)

ہندوستان میں مویشیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ غالباً اسی لئے گوشت اور چمڑے کے لئے بہت سے مویشی مارے بھی جاتے ہیں۔ یہاں سے کروڑوں روپے کا کچا مال ممالک غیر بھیجا جاتا ہے۔ کھال کمانے میں جو چھال اور درختوں کی چھالیں کام میں آتی ہیں وہ سبھی اس ملک میں افراط سے ملتی ہیں لیکن آج کا گاؤں کا رہنے والا چمار اس صنعت کو بھول سا گیا ہے اور چمڑہ کمانے کا کام زیادہ تر اب کارخانوں میں ہوتا ہے۔ اگر اس صنعت کو فروغ دیا جائے تو بہت سے دیہاتیوں کو بالخصوص چماروں کو کافی فائدہ ہو سکتا ہے۔

اس صنعت کے ساتھ ہی ساتھ ہڈیوں کو جمع کر کے فصلوں کو بھی فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ ہڈیوں سے اچھی کھاد بنائی جا سکتی ہے۔ اسکے علاوہ غیر ممالک کی طرح ہڈیوں سے بہت سی چیزیں مثلاً چاقو کے دستے، ڈنڈی وغیرہ بھی تیار کی جا سکتی ہیں۔ ڈھوروں (مویشیوں) کی ہڈیاں جو دیہات میں ادھر ادھر کافی پڑی رہتی ہیں، اگر جمع کیا جائے تو تو کافی فائدہ ہو سکتا ہے۔ رسّی کی بٹائی تو عموماً سبھی دیہاتی جانتے ہی ہیں اسلئے مذکورہ کاموں کو مستعدی کے ساتھ خاص طور سے کرنے سے آمدنی کا اچھا ذریعہ ہو سکتا ہے۔

یہاں کے جنگلوں میں سائی گھاس، کئی قسموں کے درختوں کی چھال اور مرابہ کو کام میں لایا جا سکتا ہے۔ کسان اپنے کھیت کی مینڈ پر مرابہ کو لگا کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں ایک تو مرابہ کے لگانے سے مویشیوں سے کھیت کی حفاظت ہو جائیگی دوسرے اس کے ریشوں سے اچھی اور مضبوط رسّیاں تیار کی جا سکتی ہیں۔ اس صنعت کو ہر ایک قوم کا کسان آسانی سے کر سکتا ہے۔

کھجور اور تاڑ کے پتّوں سے اچھی چٹائیاں تیار کی جا سکتی ہیں۔ دیہاتی عورتیں ان کاموں کو آسانی کے ساتھ کر سکتی ہیں۔

چھوٹا ناگپور کے جنگلوں میں بانس کی افراط کا سب کو علم ہے اس لئے اس کے ذریعے ٹوکریاں اور چٹائیاں بھی آسانی سے تیار کر کے آمدنی کا خاصا ذریعہ بڑھایا جا سکتا ہے۔

تیل پیرنا

تلہن کو پیر کر تیل نکالنے کا کام زمانۂ قدیم سے دیہات میں ہوتا آیا ہے لیکن کارخانوں کے ذریعے کم لاگت اور محنت میں تیل نکالنے کے موجودہ طریقہ نے مذکورہ صنعت کو نیم مُردہ کر دیا ہے۔ یہ تو مانی ہوئی بات ہے کہ شہروں اور قصبوں کے باشندے آج بھی کولھو سے نکالے ہوئے تیل کو نظر انداز کرتے ہیں۔ عمدہ تیل کے لئے وہ ترستے ہی رہتے ہیں۔ ہم ان باتوں کو جانتے ہوئے بھی اس طرف سے غافل رہتے ہیں۔ تیل کے کام کو عموماً تیلی ہی کرتے ہیں۔ کہیں کہیں تو آج بھی مشین کے ذریعے نکالے ہوئے تیل کو سستی قیمت میں خرید کر کولھو سے نکالے ہوئے تیل کے ساتھ ملا کر ان لوگوں نے خریداروں کو بدظن کر کے اپنی تجارت کو نقصان پہنچایا ہے۔ ہمارے یہاں تجارت میں سچائی کی کمی کے باعث ہی یہ حالت ہوئی ہے۔ لیکن تجارت میں صداقت اور ایمانداری ہی اس کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔

ہمارے بھولے بھالے کسان بھی اب سچائی کا راستہ چھوڑ کر غلط راستہ اختیار کر کے خود تکلیفوں کو دعوت دیتے ہیں۔ آج جنگ کے باعث مٹی کے تیل کی کمی ہو جانے پر سرسوں وغیرہ کے تیلوں کی کھپت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے اور مذکورہ نیم مردہ تجارت کی کافی ترقی ہوئی ہے۔ اگر سچائی کے ساتھ اس تجارت کو ترقی دی جائے تو ہمارے دیہاتی بھائی اپنی آمدنی میں قابل قدر اضافہ کر سکتے ہیں۔

گڑ اور شکر بنانا

اس صنعت کو کامیاب بنانے کے لئے متمول کسانوں کا تعاون ضروری ہے۔ آج بھی کہیں کہیں ہاتھ سے شکر بنا کر فروخت کی جاتی ہے مگر مشینوں کی کثرت نے اس تجارت کو بھی قریب قریب بند کر دیا ہے۔ لیکن کسانوں کو یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ہاتھ کی بنی ہوئی کی مانگ آج بھی ملک میں کم نہیں ہے۔ ہاتھ کی بنی شکر مشینوں کی بنی ہوئی شکر کی بہ نسبت اچھی ہوتی ہے موجودہ مشکل حالات میں ایک پاؤ چینی کے لئے محتاج ہندوستانی عوام کو اس طرح راشننگ یا کنٹرول کی دوکانوں پر خواب میں بھی تکلیف نہ اٹھانی پڑتی اگر یہ دیہاتی صنعتیں مر نہ گئی ہوتیں۔

گڑ کی صنعت تو بغیر کسی مددگار کے بھی شروع کی جا سکتی ہے۔ اسلئے اہل دیہات کو گنّے کی کاشت زیادہ بڑھانی چاہئے۔ لیکن کولھو میں ابھی مزید اصلاح کی گنجائش ہے کیونکہ ابھی جو کولھو کام میں لائے جاتے ہیں اُن سے گنّے (ایکھ) کا پورا رس نہیں نکل پاتا اور بہت سا رس مفت ضائع ہوتا ہے۔ اس کے لئے تو حکومت کی امداد سائنٹفک طریقہ پر بتانے کے لئے ضروری ہے لیکن کسانوں کو اس طرف خاص طور سے توجہ کرنی چاہئے۔

لکڑی کی صنعت

چھوٹا ناگپور کے جنگلوں میں اچھے اچھے اور کافی موٹے درختوں

کمی تو ہے ہی نہیں۔ لیکن دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دیگر صوبہ کے ...یوں کے علاوہ ہمارے دیہاتی بھائی اس صنعت کی طرف قطعی ...نہیں دیتے۔ ان کا تعلق ان لکڑیوں سے ایندھن اور گھر گرہستی دیگر کاموں کے علاوہ تجا... نقطہ نظر سے بالکل ہی نہیں ہے۔ ...سبب ہے کہ اس صوبہ میں خصوصیت کے ساتھ پنجابی لوگ کفایت ...ساتھ جنگلوں کو خرید کر تجارت کے ذریعے سرمایہ دار بنتے چلے جاتے ہیں۔

گاؤں کے بڑھئی بھی ان لکڑیوں کا استعمال نہیں کرنا چاہتے۔

اگر ان لکڑیوں سے کھیل کے سامان، کرسی، الماری وغیرہ چیزیں پیش کی جائیں تو اچھی آمدنی ہو سکتی ہے۔

ان صنعتوں کے علاوہ جنگلوں سے جڑی بوٹیوں کی تجارت، کتھا تیار کرنے کی صنعت بیڑی کے پتوں (تبندو) کی تجارت لاکھ کی کاشت اور جنگلی جانوروں کی کھال اور سینگ وغیرہ کی تجارت بھی آسانی کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔

(بجلی)

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے دھان کی کاشت بڑھانے کی اسکیم

(از پنڈت منی شنکر مشر، رجسٹرار فیض آباد)

بنگال اور بہار کے بعد مشرقی یوپی دھان کی پیداوار کا سب سے ...ارقبہ ہے۔ اس کے محکمہ زراعت نے کنوار اور اگہن میں تیار ...نے والے دھان کے کئی عمدہ قسم کے بیج تیار کر کے تجربے کئے ہیں ...فی الحال مرزاپور، پرتاب گڑھ اور فیض آباد کے اضلاع میں ان بیجوں کو تقسیم کرنے اور دھان کی کھیتی کو ترقی دینے کی پوری کوشش ...جا رہی ہے۔

کوآپریٹو سائٹیوں کے ذریعے سے دھان کی خرید و بیج تقسیم ...نے کا کام بھی بڑے جوش و خروش کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جن ...دھان پیدا کرنے والے دیہات میں سوسائٹیاں نہیں تھیں وہاں ...سوسائٹیاں (دیہاتی بنک) بنائی گئیں اور بنائی جا رہی ...ہیں۔ اس سال گورنمنٹ نے کافی زیادہ تعداد میں دھان کا بیج ...خریدنے اور تقسیم کرنے کا ارادہ کیا۔ محکمہ زراعت کے ملازمین کی معرفت اتنا بیج نہیں خریدا جا سکتا تھا لہذا کوآپریٹو سوسائٹیوں ...اور کوآپریٹو مارکٹنگ یونینوں کی معرفت بیج خریدنا طے ہوا۔ ...گوداموں کا کرایہ، منیموں و چوکیداروں کی تنخواہ و دیگر اخراجات ...پورے کرنے کے لئے محکمہ زراعت نے گورنمنٹ کی منظوری سے ...سوسائٹیوں کو ۲ پیسے فی روپے کمیشن (آڑھت خرچ) دیا۔ ...اس کمیشن سے سوسائٹیوں نے اپنا خرچ پورا کر لیا۔ (پرتاپگڑھ، ...سلطان پور، فیض آباد اضلاع میں تقریباً ساڑھے ستر ہزار من کنواری ...دھان سوسائٹیوں کی معرفت خریدا گیا اور تقریباً ۵ ہزار من گذشتہ ...سال کے تقسیم کئے ہوئے بیجوں کی سوائی وصول ہوئی۔ ان اضلاع ...میں تقریباً ۲۲ ½ ہزار من کا اسٹاک بیج تقسیم کرنے کے لئے تیار ہے) ...ان اضلاع میں زیادہ تر کنواری دھان ہوتا ہے۔ جڑھن کم ہوتا ہے۔

زیادہ تر ٹی نمبر ۶۴ کا بیج خریدا گیا ہے۔ حالانکہ تھوڑی مقدار میں دوسری قسم کے بیج بھی خریدے گئے ہیں۔

(مرزاپور میں سوسائٹیوں کی معرفت تقریباً ساڑھے چھبیس ہزار من دھان (دیر میں تیار ہونے والا) خریدا گیا۔ گذشتہ سال جو بیج بڑھا تھا اس کی سوائی ملا کر اس ضلع میں تقریباً ۴ہ ہزار من کا اسٹاک موجود ہے۔

اس بیج کو تقسیم کرنے میں بھی کوآپریٹو سوسائٹیوں کا کافی حصہ رہے گا۔ جن رقبوں میں سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں وہاں محکمہ زراعت کے غلہ گودام ان سوسائٹیوں یا یونینوں کو بیج دینگے اور سوسائٹیاں اس بیج کو اگلی فصل پر ۱۰ فیصدی سود کے ساتھ واپس کر دینگی۔ سوسائٹیاں اپنے ممبروں کو سوائی (۲۵ فیصدی) پر بیج دینگی اور ۱۵ فیصدی کے فرق سے اپنا خرچ پورا کرینگی۔

فی الحال اُن مواضعات پر زیادہ توجہ دیجائیگی جہاں آبپاشی کی کافی سہولتیں ہوں۔ بیج تقسیم کرتے وقت نہری علاقوں یا نیچی سطح والے دیہات اور جھیل کے کنارے کے مواضعات کو زیادہ ترجیح دیجائیگی۔

صرف بیج تقسیم کر دینے سے ہی کسان کی کل مشکلات رفع نہیں ہو جاتیں۔ اس کی پیداوار کو مناسب قیمت پر خریدنے اور دھان کی کھیتی کے متعلق اخراجات کو پورا کرنے کے لئے قرض مہیا کرنے کا کام بھی سوسائٹیاں کرینگی۔ علاوہ اس کے بیج کی نسل کو قائم رکھنے اور دھان کی بیماری کی روک تھام کا کام بھی کیا جا رہا ہے۔

کاشتکاری کی گردش

ناظرین اس مضمون کے عنوان کو پڑھکر تعجب میں ضرور ہوئے ہوں گے اور خیال کرتے ہوں گے کہ ایام گردش وزمین کی گردش وغیرہ تو اکثر سنتے میں آئی ہیں یہ کاشتکاری کی گردش کیا چیز ہے ناظرین یہ کاشتکاری کی ہی گردش ہے کہ جس پر عمل نہ کرکے کاشتکار صاحبان کو بہت سے نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

ناظرین رسالہ ہذا کے فائدے کے لئے اس کے پورے حالات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

اس بات کو تمام کاشتکاران وزمینداران بخوبی جانتے ہیں کہ ایک ہی کھیت میں متواتر کاشت کرتے رہنے کی وجہ سے وہ کھیت کمزور ہوجاتا ہے اور اسکی طاقت پیداوار بالکل ہی ضائع ہوجاتی ہے۔ تمام کر یہ بات تجربوں سے ثابت ہوچکی ہے کہ ایک کھیت سے بار بار ایک ہی فصل لینے سے وہ کھیت نہایت ہی کمزور ہوجاتا ہے اور اسکی پیداوار کم ہوتے ہوتے اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ بوئے ہوئے تخم ودیگر اخراجات کاشتکاری کا حصول ہونا بھی مشکل ہوجاتا ہے لہذا ایک کھیت میں بار بار ایک ہی فصل نہیں بونا چاہئے۔ بلکہ ہمیشہ فصلوں کو ادل بدل کرنا مناسب ہے۔ ایسا کرنے سے جو نقصانات بار بار ایک ہی فصل کو ایک کھیت میں کاشت کرنے سے ہوتے ہیں نہیں ہونے پاتے۔ کئی فصلوں کو ایک خاص ڈھنگ سے یکے بعد دیگر کاشت کرنے و شروع والی فصل پر آجانے کو ہی فصلوں کا ردوبدل (Rotation) یا کاشتکاری کی گردش کہتے ہیں مثلاً ایک کھیت میں پہلے گندم کاشت کی اس کے بعد کپاس کاشت کی بعد ازاں خوب کھاد وغیرہ دیکر گنے کی کاشت کی اور اسکے بعد پھر گیہوں کی کاشت کی۔ یعنی پہلے گندم کی کاشت سے شروع کیا اور گنے کی کاشت پر ختم کرکے پھر گیہوں سے شروع کیا ایسے مقامات کے لئے جہاں پر کھاد کم مہیا ہوتا ہے یا بالکل ہی نہ مل سکتا ہو یہ فصلوں کا ردوبدل بہت ہی مفید ہے۔

عام طور پر پودے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اول وہ کہ جن میں شروع میں ایک ہی پتی نکلتی ہے اور جن کے دانے دو حصوں میں دال کی مانند نہیں ہوسکتے۔ اس قسم کے پودوں کو انگریزی میں سیریلز (Serials) کہتے ہیں۔ ان پودوں کی جڑیں زمین میں زیادہ گہری نہیں جاتیں۔ بلکہ اوپری سطح زمین پر ہی گچھوں کی شکل کی ہوتی ہیں جیسے گیہوں۔ دھان۔ مکا وغیرہ۔ دوسری قسم کے پودے وہ ہوتے ہیں کہ جن میں دو پتیاں نکلتی ہیں اور جن کے دانوں کو دال کی مانند دو حصوں میں الگ کیا جاسکتا ہے۔ اس قسم کے پودوں کو انگریزی میں پلسیز (Pulses) کہتے ہیں اور ان کی جڑیں زمین میں زیادہ گہری جاتی ہیں اور گچھے دار نہیں ہوتیں جیسے چنا۔ مٹر۔ ارہر۔ ڈھینچہ۔ سنئی وغیرہ۔

اول قسم کے پودوں کی جڑیں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے زمین میں زیادہ گہری نہیں جاتیں بلکہ اوپر ہی گچھوں کی شکل کی ہوتی ہیں یہ اپنی خوراک زمین کی اوپر کی ہی سطح سے حاصل کرتی ہیں۔ اس قسم کے پودے زمین سے نائٹروجن کا زیادہ حصہ جو کہ پودوں کی خوراک کا جزو اعظم ہے لیتے ہیں اور زمین کو کمزور بنا دیتے ہیں۔ اسی لئے اس قسم کے پودوں کو انگریزی میں (Exhastim) چوسنے والے پودے کہتے ہیں برخلاف اس کے دوسری قسم کے پودوں کی جڑیں زمین میں زیادہ گہری جاتی ہیں لہذا وہ زمین کے نیچے والی سطح سے اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک پودے کی جڑ کو اکھاڑ کر پانی سے خوب دھوکر دیکھیں تو ان پر چھوٹی چھوٹی گھنڈیاں یا گانٹھیں نظر آئیں گی یہ گانٹھیں بہت چھوٹے چھوٹے کیڑوں (Bacteria) کے گھر ہوتے ہیں جو اپنی خوراک تو پودے سے حاصل کرتے ہیں اور ہوا سے نائٹروجن حاصل کرکے اپنے گھروں میں جمع کرتے رہتے ہیں یہ کیڑے اکثر ہر وقت زمین میں موجود رہتے ہیں۔ پودے کے بیج سے جم آنے کے بعد جب جڑیں زمین میں چلی جاتی ہیں تو یہ کیڑے جڑ کے باہری چھلکے میں سوراخ کرکے اپنا گھر بناتے ہیں اور پودہ جو خوراک زمین سے حاصل کرتا ہے اس میں سے تھوڑا سا حصہ لے لیتے ہیں اور ہوا سے نائٹروجن لے کر اپنے گھروں میں اکٹھا کرتے رہتے ہیں ان کا یہ عمل جب تک کہ پودہ پک نہ جائے جاری رہتا ہے۔ پودے کے پک جانے پر یہ اپنے گھروں کو چھوڑکر زمین میں چلے جاتے ہیں اور اپنا اکٹھا کیا ہوا کل نائٹروجن جڑوں میں ہی چھوڑ جاتے ہیں۔ فصل کے کٹ جانے پر یہ کیڑے زمین میں رہ جاتے ہیں۔ چونکہ ان کیڑوں کے ذریعہ سے اکٹھا کیا ہوا بہت سا نائٹروجن پودوں کی جڑوں کے ساتھ کھیت میں ہی رہ جاتا ہے۔ اس لئے ان پودوں کو انگریزی میں (Resdosatme) طاقت دینے والے پودے کہتے ہیں۔

تجربوں سے یہ بات بھی ثابت ہوچکی ہے کہ پودوں کی خواہش بھی خوراک کے مختلف اجزا پر ہوتی ہے یعنی نیشکر وگندم کے لئے زیادہ مقدار نائٹروجن کی درکار ہوتی ہے اور چنا مٹر پوٹاش زیادہ چاہتے ہیں۔ لہذا ایسی فصلوں کے بعد جو نائٹروجن زیادہ چاہتی ہوں اگر ایسی فصلیں کاشت کی جائیں جو پوٹاش زیادہ چاہتی ہوں تو زمین میں پودے کی خوراک کے ایک جز کے زیادہ کم ہوجانیکا اندیشہ نہیں رہتا۔ کسی نے کہا ہے ۔

منوا میں منوا بوئے۔ بوئے ایکہ میں ایکہ
تینوں ہی گھر جائینگے۔ جو مانے پرائی سیکھ

یعنی جس کھیت میں کپاس کی فصل لی گئی ہو۔ اُس میں کپاس نہیں بونا چاہیئے اور جس میں ایکھ بوئی گئی ہو اُس میں ایکھ نہیں بونا چاہیئے اور کبھی کسی کی سیکھ پر کوئی کام نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر کوئی اپنی بھلائی چاہے تو ان تینوں باتوں پر کبھی بھی عمل نہ کرے۔

لہٰذا یہ ضروری امر ہے کہ اول قسم کی فصلیں مثلاً گیہوں مکا وغیرہ کی فصلیں لینے کے بعد دوسری قسم کی فصلیں مثلاً چنا۔ مٹر۔ اور ارہر وغیرہ فصلیں بونا مناسب ہیں۔ کیونکہ آخر الذکر فصلیں زمین کو طاقتور بنا دیتی ہیں۔ اور اول قسم کی فصلوں کے ذریعہ ضائع کی ہوئی نائٹروجن کی کمی کو بھی پورا کر دیتی ہیں۔

جن پودوں کی جڑوں میں جتنی ہی زیادہ گھنڈیاں ہوں گی اتنا ہی زیادہ نائٹروجن وہ ہوا سے لیکر نائٹریٹ کی شکل میں زمین میں چھوڑ جائیں گے ایسے پودے خاص کر ڈھینچہ اور سنئی ہیں دوسری قسم کی فصلوں کے ذریعہ زمین میں چھوڑے ہوئے نائٹریٹس کی وجہ سے زمین کی زرخیزی کم نہیں ہونے پاتی اور پھر کھاد کا سوال بھی حل ہو جاتا ہے۔ روٹیشن یا فصلوں کو ردّ و بدل بونے کا اصلی مطلب بھی یہی ہے۔

کھیت کو پرتی چھوڑنا یعنی ایک فصل کے لئے خالی چھوڑ دینا بھی روٹیشن کے اصولوں سے خالی نہیں ہے اور وہ اسی غرض سے چھوڑا جاتا ہے کہ پہلی فصل لینے کی وجہ سے پودوں کی خوراک کے جن جن اجزا کی کمی ہو گئی ہے وہ پوری ہو جائے کھاد کی ضرورت کو دور کرنے و زمین کی زرخیزی کو قائم رکھنے کے علاوہ روٹیشن سے اور بھی دیگر فائدے ہیں جو نیچے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ زمین کے اوپر و نیچے کی دونوں سطح پودے کو خوراک کے اجزا پہنچانے کے قابل ہو جاتی ہیں۔

۲۔ یہ کہ کسی خاص قسم کے پودے کی خوراک کے اجزا میں کمی و بیشی نہیں ہونے پاتی اور نہ کوئی خاص جز جو دوسرے پودوں کے لئے مضر ثابت ہو پیدا ہونے پاتا ہو۔

۳۔ یہ کہ کیڑے مکوڑے و دیگر بیماریاں جو کہ فصلوں میں اکثر ہو جایا کرتی ہیں بڑھنے و دوبارہ پیدا ہونے نہیں پاتی ہیں کیونکہ اُن کو اس قسم کے پودے جو ان کی خاص خوراک ہوتے ہیں و جن سے اُن کو اپنی پرورش میں مدد ملتی ہے دوبارہ نہیں ملتے۔

۴۔ یہ کہ زمین کو ایک خاص قسم کا پودے کی خوراک کا جز جو کہ اس کے لئے ضروری ہوتا ہے اس کو بڑھانے و پیدا کرنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔

غزل

فزوں اتنا تو ذوقِ جستجوئے یار ہو جائے / نگاہیں ڈھونڈتی رہ جائیں اور دیدار ہو جائے

وہ تجدیدِ محبت کے لئے بیتاب ہیں اے دل / مزا جب ہے میری جانب سے اب انکار ہو جائے

سُنا ہے آرہے ہیں اب وہ پیغامِ سکوں لیکر / زمانہ رُخ بدلنے کے لئے تیار ہو جائے

ذرا کچھ اور دیجئے وسعتیں حسنِ تصور کو / انھیں خوابوں سے شاید زندگی بیدار ہو جائے

محبت کی وہ منزل کس قدر نازک سی منزل ہے / جہاں اندازۂ لطفِ کرم دشوار ہو جائے

شکیل اس کے سوا کیا مدعا تخلیقِ ہستی کا
محبت زندگی سے برسرِ پیکار ہو جائے

شکیل بدایونی

ساگ پات

یہ وہ تقریر ہے جس کو سید عابد حسین صاحب وجیٹیبل اسسٹنٹ آفیسر لکھنؤ نے مورخہ ۲۶ فروری ۱۹۴۴ء کو لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے براڈکاسٹ کیا تھا۔

آجکل اس لڑائی کے زمانے میں ہم سب کا فرض ہے کہ اس بات کی کوشش کریں کہ اپنی ضروریات زندگی خود پوری کر سکیں۔ اور کیا حرج ہے اگر چند پیسوں میں کئی دنوں کا کام نکل جائے تو اس کی کوشش کیوں نہ کیجائے۔ ساگ بھاجی ایک ایسی چیز ہے جو امیر و غریب سب یکساں استعمال کرتے ہیں۔ ان کا پیدا کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ بعض سبزیاں تو ایسی ہیں جو آپ آسانی سے اپنے گھروں میں بنگلوں کے کمپاؤنڈ میں اور چھوٹی چھوٹی خالی زمینوں میں بو کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ دیہاتوں میں گاؤں کے آس پاس کھیتوں کی مینڈوں کے سہارے اور مکانوں کے چاروں طرف سبزیاں بوئی جا سکتی ہیں۔ شہر والے اپنے ٹوٹے مٹی کے برتن پرانے ٹین کے پیپے اور لکڑی کے بکس۔ پرانے چھابے اور ڈلیاں صرف ترکاریاں بونے ہی کے لئے کام میں لا سکتے ہیں۔ بلکہ ان میں ترکاریاں بو کر گھر کی آرائش میں اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔ ان میں لوکی۔ کاشی پھل۔ ٹنڈے۔ کریلے وغیرہ کی بیلیں بو کر دیوار کے سہارے لکڑیوں پر یا کیلیں گاڑ کر سُتلی وغیرہ کے ذریعہ اوپر چڑھائی جا سکتی ہیں۔

سبزیوں کا استعمال نہ صرف اس لئے ضروری ہے کہ وہ آسانی سے مل سکتی ہیں اور پیدا کی جا سکتی ہیں بلکہ اس لئے اور زیادہ ضروری ہے کہ انہیں تندرستی بخشنے والے اجزا بکثرت پائے جاتے ہیں جو چھوٹے اور بڑوں کے لئے یکساں فائدے مند ہیں تندرستی قائم رکھنے کے لئے جو اجزا ان میں آسانی سے مل سکتے ہیں وہ پیٹنٹ ادویہ کے استعمال سے بھی مشکل سے ہاتھ آ سکتے ہیں۔ بچوں کے لیے پھلوں کے علاوہ ترکاریاں بہت ضروری ہیں ہمارے دیہاتی بچے شہر والے بچوں سے جو مزے مزے کی چیزیں مثلاً کیک، پیسٹری۔ ٹافی، لیمن ڈراپ وغیرہ ہر وقت کھاتے رہتے ہیں کہیں زیادہ تندرست نظر آتے ہیں۔ اس کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ سبزی ترکاری پر پلتے ہیں اور گاجر مولی ضروری اجزا ان کے جسم کو بنانے اور ان کو مضبوط کرنے میں بہم پہنچاتے ہیں لہذا بچوں کو کچی گاجریں۔ ٹماٹر۔ ولایتی شلغم کی سینڈوچ اور کم سے کم مصالحہ کی پکی ہوئی ترکاریوں کا شوق دلانا چاہئے کھانے کے ساتھ سلادہ کی چٹنی جس میں گاجر مولی وغیرہ بھی شامل کیجا سکتی ہے دیجئے اور ان کو تندرست اور مضبوط بنائیے

وٹامن اے گاجر اور تمام پتے والی سبزیوں میں ملتا ہے وٹامن بی خاص طور سے ٹماٹر۔ مٹر اور پالک میں موجود رہتا ہے وٹامن سی ٹماٹر۔ بند گوبھی۔ پیاز۔ آلو۔ وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ غرض تمام وٹامن کم یا زیادہ سب ترکاریوں میں موجود ہیں۔

سبزیاں پیدا کرنے کے لئے کھاد اور پانی کی ضرورت ہوتی ہے کھاد کے لئے آپ آسانی سے اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ استعمال کر سکتے ہیں۔ مکان سے دوری پر کسی ایک جگہ آپ ایسا گڈھا بنوا دیجئے جو لمبا زیادہ ہو اور چوڑا کم۔ تمام گھر کا کوڑا۔ سبزی ترکاری اور پھلوں کے چھلکے۔ پیڑوں کی پتیاں۔ غرض گھاس پھوس جو کمپاؤنڈ کی صفائی کے بعد نکلے اس گڈھے میں آدھی دور ڈلوا دیجئے اور اوپر سے مٹی کی ایک پتلی تہ چھڑکوا کر اس کو نم کروا دیجئے۔ یہ عمل روزانہ جاری رکھنے سے چند دنوں میں اس گڈھے کا آدھا حصہ بھر جائے گا۔ اس پر ایک موٹی تہ مٹی کی ڈلوا کر اس کو بند کروا دیجئے اور پانی سے تر کروا دیجئے پندرہ بیس روز کے بعد کسی ملازم سے کہئے کہ اس کو ایک پھاوڑے سے الٹ پلٹ کر کے ایک طرف سے دوسری طرف اسی گڈھے میں اسی طرح سے ڈھیر لگا دے۔ اس پر برابر پانی چھڑکتے رہئے تاکہ یہ سوکھنے نہ پائے اور جلد کھاد تیار ہو جائے۔ پانچ چھ ماہ میں یہ سڑ گل کر تیار ہو جائے گی اور سبزی کی کیاریوں میں استعمال کی جا سکتی ہے۔ ہمارے دیہاتی بھائی حسب ضرورت دیہاتوں میں بڑے گڈھے کسی اونچی جگہ کھود کر اپنے کوڑے کرکٹ سے کھاد کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں ان گڈھوں میں علاوہ گوبر کے کوڑا کرکٹ اور مویشی خانہ کی فرش کی مٹی اگر فرش کچا ہے ورنہ پکے فرش کی دھوون سب چھوڑ دینا چاہئے جن کی کہ بہترین کھاد بن جائے گی اور باغوں اور کھیتوں میں استعمال کی جا سکتی ہے۔

جہاں کھاد کی کمی ہے اور بڑے رقبہ پر ترکاریاں بونا ہیں وہاں ابھی سے تیاریاں ضروری ہیں۔ تمام خالی زمینوں کو ابھی سے کھدوا کر یا ہل سے جوت کر چھوڑ دینا چاہئے۔ مئی کے مہینے میں ان میں سنئی بو دینا چاہئے اور اگست میں سنئی کی کھڑی فصل کو کھیت میں جوت دینا چاہئے جو برسات میں سڑ گل کر کھاد بن جائے گی۔ ان زمینوں میں آسانی سے ترکاریاں

بوئی جا سکتی ہیں - ایسی فصلیں جیسے آلو جن میں کھاد کی بہت ضرورت ہوتی ہے کھلی کے استعمال سے یہ کمی پوری ہو سکتی ہے - انڈی - مونگ پھلی وغیرہ کی کھلی اس کام کے لئے استعمال کی جاتی ہیں -

اگر اچھی فصل لینا ہے اور اپنی کوشش اور محنت سے پورا فائدہ اٹھانا ہے تو تلاش کرکے اچھا بیج دستیاب کرنا چاہیئے - بیج غلط ہو جانے سے ساری محنت ضائع ہو جائے گی - لہذا بیج کسی اچھی دوکان سے خریدیئے اور اگر آپ کو بیج ملنے میں کوئی دقت نظر آتی ہے تو محکمہ زراعت ممالک متحدہ کے وجیٹیبل سیکشن سے بذریعہ خط وکتابت منگوا لیجئے جو نہ صرف آپ کو بیج بہم پہنچانے میں امداد کرے گا بلکہ بہترین مشورہ بھی دے گا - اچھے بیج سے اچھے پھل نکلیں گے جن کو دیکھ کر آپ کے احباب خوش ہوں گے اور آپ کا اور آپ کے بچوں کا شوق دوبالا ہوگا - آپ کی اطلاع کے لئے ہم چند ایسی ترکاریوں کے بیجوں کا وزن آپ کو بتلاتے ہیں جو عام طور سے آسانی سے بوئی جا سکتی ہیں -

۱ - کاشی پھل و نوکی	۲ سیر سے ۲½ سیر فی ایکڑ
۲ - ٹنڈا اور کریلا	۴ " "
۳ - بھنڈی	۴ سے ۵ سیر "
۴ - بینگن	۹ اونس "
۵ - مرچ	ایک سیر "
۶ - گوبھی	۹ آونس "
۷ - نول کھول یا گانٹھ گوبھی -	ا سیر "
۸ - مولی -	۳ یا ۴ سیر فی ایکڑ
۹ - گاجر	۴ سیر فی ایکڑ
۱۰ - مٹر	۱۵ سیر فی ایکڑ
۱۱ - ٹماٹر	۴ سے ۶ اونس فی ایکڑ
۱۱ - آلو	۸ سے ۱۰ من فی ایکڑ
۱۲ - پالک	۱½ سیر فی ایکڑ
۱۲ - پیاز	۳ سیر فی ایکڑ
۱۱ - شلغم	۱½ " "

بینگن - مرچ - گوبھی - نول کھول - ٹماٹر وغیرہ کی پہلے پود لگا لینا چاہیئے -

چند ضروری باتیں جو یاد رکھنے کے قابل ہیں ملاحظہ ہوں -

۱ - ایک ہی زمین میں بار بار ایک فصل نہیں بونا چاہیئے -

۲ - فصلوں کو ادل بدل کر بونے سے کھاد کی ضرورت کم ہو جاتی ہے -

۳ - گہری جڑوں والی فصل کے بعد اتھلی جڑوں والی فصلیں بونا چاہیئے -

۴ - فصلوں کی ادل بدل سے اُن میں کیڑے اور بیماریاں کم لگتی ہیں -

اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ پھولوں اور ترکاریوں کی پود سوکھنا شروع ہو جاتی ہے - اس کی وجہ ایک بیماری ہے جو ایک قسم کی پھپھوندی ہے - گر پودے کی جڑ کے قریب دیکھا جائے تو وہ جگہ سُرخی مائل سیاہ اور نرم نظر آئے گی - یہ بیماری زیادہ پانی یا پودوں کے گھنے لگ جانے سے پیدا ہو جاتی ہے یا اگر اس جگہ دھوپ کم آتی ہے تب بھی اس بیماری کے پیدا ہونے کا ڈر ہے پودوں کو کم پانی دینے سے یہ بیماری رُک جا سکتی ہے اکثر بالو اور ریتی کی کھاد کو ملا کر کھیت میں چھڑکنے سے بھی یہ بیماری جاتی رہتی ہے کیونکہ یہ جلد پانی خشک کرنے میں مدد کرتا ہے - اکثر دو فیصدی فارملین کا محلول بھی استعمال کیا جاتا ہے جو کھیت یا پودھ کی جگہ چھڑک دیا جاتا ہے

اگر نرسری یا پودھ میں کسی قسم کے کیڑے سے نقصان ہو رہا ہے تو دو سہل نسخے یاد رکھئے -

(۱) چولھے یا کنڈے کی راکھ صبح کے وقت جب پودوں کے پتے نم ہوں ہلکی ہلکی چھڑک دیجئے -

(۲) تمباکو کے بیکار ڈنٹھل اور پتے دو سیر - معمولی صابن ۸ چھٹانک اور پانی ۲۰ سیر - تمباکو کے ڈنٹھل اور پتوں کو ۲۴ گھنٹہ تک پانی میں بھگو دیجئے - اس کے بعد اس کو اُبال کر چھان لیجئے - صابن کو کاٹ کر ٹکڑے بنا لیجئے اور چھنے ہوئے تمباکو کے پانی میں اس کو گھول دیجئے - استعمال کرتے سے پہلے ایک حصہ اور ۸ حصہ پانی ملائیے اور پودوں پر پچکاری سے چھڑک دیجئے پھلدار درختوں پر بھی یہ استعمال کیا جا سکتا ہے

محکمہ زراعت کے وجیٹیبل سیکشن کا کام سبزیوں کو ترقی دینا ہے - جو کئی حلقوں میں تقسیم ہے اور ان کے بڑے سنٹر لکھنؤ ہاپوڑ - میرٹھ - غازی آباد - شکوہ آباد - فرح آباد کان پور - دہرادون - بھوالی وغیرہ ہیں - ہر سنٹر کے ساتھ آٹھ - نو یونٹ ہیں جو ایک بڑے رقبے پر کام کر رہے ہیں - اگر آپ ان میں سے کسی کے قریب رہتے ہیں تو وہاں کے انسپکٹر صاحب سے ضرور ملیئے جو آپ کو ترکاری بونے میں ہر طرح کی سہولتیں بہم پہونچائینگے - ان سے آپکو بہترین بیج - کھاد اور مشورہ مل سکتا ہے اور اگر آپ بڑے رقبے پر ترکاریاں پیدا کریں تو یہ آپ کو ان کی بہترین قیمت دلوانے میں مدد کرینگے - عام کاشتکاروں کی سہولت کیلئے ان کو محکمہ سے ادھار بیج - کھاد آلات کاشتکاری دیئے جاتے ہیں - آبپاشی کی سہولتیں مہیا کرنے کیلئے اور بیل وغیرہ خریدنے کیلئے بھی تقاوی روپیہ بلا سود ملسکتا ہے - ایسی صورت میں ہر کاشتکار کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے -

دیش بدیش کی بات

دنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مصر)

امریکہ میں صدر کا انتخاب آئندہ نومبر میں ہوگا۔ اُسی وقت تمام نمائندوں اور ایک تہائی سینٹ کے ممبروں کا بھی انتخاب ہوگا۔ وہاں کی انجمن آئین ساز کا نام کانگریس ہے جس کے یہی دو حصے ہیں۔ دو بڑی سیاسی جماعتیں ہیں یعنی ڈیموکریٹک اور ریپبلکن پارٹی۔ اوّل الذکر پارٹی کے لیڈر مسٹر روز ویلٹ ہیں جو تین بار صدر منتخب ہو چکے ہیں۔ اگرچہ قاعدہ یہ ہے کہ کوئی شخص دو بار سے زیادہ نہ منتخب ہو۔ صدارت کی مدت چار سال ہوتی ہے اس طرح وہ تیسری میعاد کے پوری ہونے پر ۱۲ سال صدر رہ چکیں گے اور اگر ایک بار اور منتخب ہو گئے تو ان کی صدارت کا کل زمانہ ۱۶ سال ہو جائے گا۔ ان کے مخالفین کہتے ہیں کہ اگر وہ ایک بار اور صدر ہو گئے تو گویا بادشاہ ہی ہو جائیں گے۔ ڈیموکریٹک پارٹی کی طرف سے ابھی تک وہ نہیں کھڑے کئے گئے ہیں لیکن کوئی دوسرا اُمیدوار بھی نامزد نہیں ہوا جس سے یہی خیال کیا جاتا ہے کہ شاید وہی پھر کھڑے ہوں۔ ادھر ریپبلکن پارٹی کی طرف سے تین امیدوار سمجھے جاتے تھے یعنی مسٹر ڈیوی، جنرل میک آرتھر اور وینڈل ولکی۔ موخر الذکر انتخاب میں ریپبلکن پارٹی کی طرف سے روز ویلٹ کے مقابلے میں ہارے تھے۔ اس بار انھیں بالکل مدد نہ ملی اور انھیں بیٹھ جانا پڑا۔ جنرل میک آرتھر امریکہ کی طرف سے بحر الکاہل میں جاپانیوں سے کامیابی کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں۔ وہ یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ انھیں کھڑا ہونا نہیں ہے تاہم اس مقابلہ میں کوئی مکمل فیصلہ نہیں ہوا۔ مسٹر ڈیوی کو بہت بڑی مدد مل رہی ہے اور امید کی جاتی ہے کہ وہی کھڑے کئے جائیں گے۔ اس سال کئی بڑے سیاسی انتخابات وغیرہ سے لوگوں میں یہ اُمید پیدا ہوگئی ہے کہ شاید ریپبلکن پارٹی ہی کی فتح ہوگی۔ معاملات میں عموماً کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ امریکہ سے یورپ کو خصوصاً برطانیہ کو جو مال جاتا رہتا ہے اسے نقصان پہنچانے کی جرمنی کے ہوائی جہاز

آبدوز کشتیاں اور جنگی جہاز برابر کوشش کرتے آئے ہیں پہلے تو ا
تھوڑی بہت کامیابی بھی ہوئی تھی اور یہاں تک سمجھا جاتا تھا کہ اگر بھیجا ہوا آدھا مال بھی منزل مقصود تک پہونچتا رہے فتح کی پوری امید ہو سکتی ہے۔ در اصل سامان جنگ نصف سے زیادہ پہنچتا رہا ہے۔ ان دنوں کئی مہینوں سے یہ نقصا
بہت کم ہو گیا ہے اور دشمن کی آبدوز کشتیوں کو پورا نقصا
پہنچنے لگا ہے۔ امریکہ سے جنگی طیارے بمبار وغیرہ کثیر تعداد میں تیار ہو کر میدان جنگ میں پہونچ رہے ہیں جن کے باعث جرمنی کے سارے سامان جنگ تیار کرنے والے کارخانوں کو نقصان پہنچا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جرمنی کے سامان جنگ تیار کرنے والے کارخانوں کی پیداوار بہت کم ہو گئی ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ جرمنی کی شکست کا ایک سبب یہ ہوائی جنگ بھی ہوگی۔ آج کل برطانیہ سے اس ہوائی حملے کے علاوہ بحر
کی طرف سے بھی زور دار حملے ہونے لگے ہیں۔ اٹلی میں کیسنو
انیزیو کی طرف بہت عرصہ سے جنگ ہو رہی تھی لیکن ادھر کم سستی آگئی ہے۔ شہر کیسنو اٹلی میں جرمنوں کا ایک زبردست قلعہ سا ہے۔ اسے ہوائی حملوں کے ذریعے زبردست نقصا
پہنچایا گیا اور دسواں حصہ چھوڑ کر تقریباً سارے شہر پر قبضہ کر لیا گیا۔ لیکن اس چھوٹے ہوئے حصہ میں تہ خانوں وغیرہ دشمن نے اتنا اچھا انتظام پہلے ہی سے کر لیا تھا کہ وہ لیا جا سکا اور مقبوضہ علاقوں میں کچھ حصہ چھوڑ کر اتحادی فوجیں جنگ کر رہی ہیں۔ انیزیو میں بھی جنگ ہو رہی ہے لیکن دونو
جگہ رفتار سست ہے۔ اب روم پر جلد قبضہ ہونے کی ام
کی جاتی ہے۔ دشمن اس شہر کو غیر جنگی یا کھلا ہوا شہر بنا
کی بھی باتیں کرتا ہے یہ آخری بات ابھی طے نہیں ہوئی۔
اٹلی کے قریب ہی کچھ آگے بڑھ کر یوگوسلاویہ کے جزا



پچھلے دنوں ایران سے جو کلچرل مشن ہندوستان آیا تھا اس کے ممبروں نے امپیریل ایگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ کا بھی معائنہ کیا تھا۔ یہ تصویر اسی موقع کی ہے ممبران ڈیری فارم کا معائنہ کر رہے ہیں

اتحادیوں کی مدد سے جرمنوں سے لڑ رہے ہیں۔ دریا تھامسہ بلقان میں بھی اتحادیوں کی طرف سے بمباری ہوتی رہتی ہے لیکن کوئی خاص جنگ نہیں ہو رہی ہے۔ ادھر جرمنی نے اپنے رفیق ہنگری اور رومانیہ کے ممالک پر اپنا قبضہ سا کر لیا ہے یہ کام جنگی ضرورت کے تحت زبردستی کیا گیا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ ہنگری، رومانیہ اور فن لینڈ جرمنی کی شکستیں دیکھ کر اس کا ساتھ چھوڑ دیں گے لیکن اب تک ایسا نہیں۔ جرمنی کے باشندے بھی شکستیں دیکھتے ہوئے بھی جنگ کی مخالفت کا اظہار نہیں کر رہے ہیں۔

روس اکتوبر ۱۹۴۲ء سے ایک فتح کی طرف قدم اٹھا رہا ہے پہلے سال ڈیڑھ سال تو یہ فتوحات معمولی طور پر تھیں لیکن اب انکی رفتار تیز ہوتی جا رہی ہے روس نے قریب قریب اپنا وہ سب علاقہ واپس لے لیا جو جرمنوں نے چھین لیا تھا۔ بلکہ اب روس پولینڈ اور رومانیہ میں بھی داخل ہو چکا ہے فن لینڈ بھی اس کی پوری طاقت تک رہی ہے۔ کچھ عرصہ سے فن لینڈ روس سے صلح کی بات چیت کر رہا ہے لیکن ابھی تک کچھ طے نہیں ہوا ہے۔ شرائط صلح روس کے علاوہ دوسری طاقتیں بہت نرم سمجھتی ہیں لیکن وہ نہیں مان رہا ہے اس بات کے مختلف سبب تبلائے جاتے ہیں جن کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں کیونکہ وہ شرائط معمولی تبلائے جاتے ہیں۔ پولینڈ کے بارے



برطانیہ کے آس پاس کے چھوٹے جزیروں میں جو عموماً اجاڑ سے رہتے تھے ان میں اب زوروں سے کھیتی شروع ہوئی ہے۔ یہ تصویر ویسٹ ویلس کے مغرب میں ایک جزیرہ کی ہے جس میں برٹ گرفتھس نامی ایک صاحب نے کھیتی شروع کی ہے۔ اس تصویر میں ایک ٹریکٹر خزاں کی بوائی کے لئے زمین تیار کر رہا ہے۔

ہیں روس اور دیگر اتحادی
ممالک میں پہلے تو اختلاف رائے
تھا لیکن اب معاملہ تقریباً
طے ہوگیا ہے جب روسی
فوج فتح حاصل کرتی ہوئی
کرزن لائن پر پہونچے گی
تو ان شرائط کا اعلان کیا
جائے گا۔ ایسی امید کی
جاتی ہے۔ شہر اوڈیسہ کے
زوال سے اُدھر جرمنی کا
اثر بہت کم ہوگیا ہے۔ اب
روسی فوج ایک طرف جزیرہ
نما کریمیا میں داخل ہوگئی
ہے اور دوسری طرف رومانیہ
میں کریمیا تو روسیوں نے
تقریباً کل فتح کرلیا ہے صرف



مسٹر ونسٹن چرچل کے فارم میں بچھڑوں کی منڈائی ہو رہی ہے مسٹر ونسٹن چرچل خود مشین چلا رہے ہیں

سبسٹوپول بندرگاہ پر جنگ ہو رہی ہے
جہاں جرمن فوج زیادہ سے زیادہ
لگانا چاہتی ہے تاکہ رومانیہ پر روسی
میں تاخیر ہو۔ رومانیہ میں پلاسٹی نام
پیٹرول کے بہت بڑے چشمے کو روس
چاہتا ہے اور جرمنی اسے بچانا چاہتا
ہے۔ اس کے لئے بہت سخت لڑائی
روسی رومانیہ کو فتح کرکے یوگوسلاویہ
کو بھی بچانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔
۱۵ اپریل سے اس طرف برف کے
گلنے سے کیچڑ بہت ہو جاتی ہے جس
باعث جنگ کی تیزی کم ہو جاتی ہے
کہتے ہیں کہ روس اب شائد بالٹک
کی طرف زیادہ طاقت لگائے گا۔ رومانیہ
آج کل جرمنوں کو کروم کافی دے رہا
ہے اس سے سامان جنگ تیار ہوتا
ہے اگرچہ معاہدہ کی رو سے یہ بات قابل
اعتراض نہیں تاہم قدرتی طور پر یہ
بات اتحادیوں کو بری لگ رہی ہے
ادھر جب تک روس کی طرف سے
خوب اطمینان نہ ہو جائے اس وقت



مسٹر ونسٹن چرچل اپنے جزیرہ کے زمانے کی قیام میں ریڈیو کے ذریعے جنگ کی خبریں سن رہے ہیں اس کے
علاوہ نہ پلنے کا انکے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔

ترکی جرمنی سے جنگ نہ چھیڑے گا۔

بحرالکاہل میں جاپانی بحری بیڑہ امریکی بیڑے کا مقابلہ کر رہا ہے اب ایسا سمجھا جاتا ہے کہ امریکی بحری بیڑہ چین کی طرف دباؤ ڈالے گا جس کی وجہ سے جاپان کو اپنی ساری قوت صرف کر کے اس سے لڑنا ہی پڑے گا۔ امریکہ کی وقتاً فوقتاً فتوحات کا سلسلہ جاری ہے۔ چین میں ادھر کوئی خاص جنگ نہیں ہو رہی ہے۔ ادھر برما میں تین مقامات پر جنگ ہو رہی ہے ایک تو شمالی برما کے وسط میں۔ دوسری اراکان میں تیسری ریاست منی پور (آسام) میں اوّل الذکر دو مقامات پر برطانی فوجیں جیت رہی ہیں۔ منی پور اور امپھال تو کوہیما کی طرف زوروں کی جنگ ہو رہی ہے اس کا کوئی خاص نتیجہ ابھی نہیں ظاہر ہوا۔ لیکن امپھال کے میدان میں اتحادیوں کا دباؤ بڑھ رہا ہے۔ ادھر ہندوستان میں ان یونین نان پارٹیز کانفرنس ۷، ۸ اپریل کو ہوئی جس میں کئی اہم تجاویز منظور ہوئیں۔ ولایت میں ہندوستان کے مسئلہ پر غور تو کیا جا رہا ہے لیکن کوئی فیصلہ ہوتا نہیں معلوم ہوتا۔



زراعتی اتوار - انگلینڈ کے وزیر زراعت مسٹر ہڈسن نے زراعتی اتوار منانے کی ایک نئی اسکیم تیار کی ہے۔ اس دن تمام ملک میں جلسے کر کے باشندگان شہر سے یہ درخواست کی گئی کہ وہ اپنے چھٹیوں کے دن کھیتوں پر کام کر کے گزاریں۔ یہ تصویر ایک ایسے ہی دن کے جلوس کی ہے

صوبہ جات متحدہ کے گڑ کی برآمد کے لئے آسانیاں

صوبہ جات متحدہ سے گڑ کی برآمد میں آسانیاں پیدا کرنے کی غرض سے حکومت ہند نے صوبہ جات متحدہ کی حکومت کے مشورہ سے فیصلہ کیا ہے کہ سڑک یا دریا کے راستہ بغیر کسی روک ٹوک کے یوپی سے باہر گڑ جانے کی اجازت دے دی جائے گی۔ جہاں تک ریل کے ذریعہ برآمد کا تعلق ہے اس پر پابندی باقی رہیگی تاکہ ویگنوں کی محدود تعداد سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔ یوپی حکومت کے خریداری کے انتظامات میں بھی آسانیاں پیدا کر دی گئی ہیں۔ اور اب درآمدی علاقوں کی حکومت کے ایجنٹوں کو اس بات کی اجازت دیدی جائیگی کہ وہ یوپی کے بازاروں میں آزادی کے ساتھ گڑ خریدیں اور اسکو ریل کے ذریعے ان اجازت ناموں کے تحت برآمد کریں جو خوراک کے صوبائی حلقہ وار کنٹرولر (پراونشیل ریجنل فوڈ کنٹرولرس) دیں گے۔

یوپی میں سڑک یا دریا کے ذریعہ گڑ کی بلا روک ٹوک نقل و حمل کی بابت محکمہ خوراک کے اعلان نمبر ۱۱-ایس-سی (۹) ۴۴ کے جدول "پی" مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۴۴ء میں حکم جاری کر دیا گیا ہے۔

اسی اعلان کے جدول "اے" میں ان علاقوں کے متعلق ترمیم و تنسیخ کر دی گئی ہے جنکے درمیان ریل۔ سڑک اور دریا کے ذریعہ گڑ کے نقل و حمل کی کمل آزادی ہے۔

دھان اور چاول

(از جناب کرشن موہن سریواستو، بی-ایس-سی)

دھان اس ملک میں دیگر اناجوں کی بہ نسبت زیادہ بویا جاتا ہے۔ اس کی بوائی کے دس سال (۱۹۲۷-۳۷ء) کے اوسط سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی فصل کا سالانہ رقبہ ۷۶۲ر۲ لاکھ ایکڑ تھا۔ یہ رقبہ ہندوستان کے سارے بوائی کے رقبہ کا ۱۸ اور اشیاء خوردنی کی کاشت کا ۳۶ فیصدی تھا۔

۱۹۳۷-۳۸ء اور ۱۹۳۸-۳۹ء میں بالترتیب ۷۹۱ر۹ اور ۸۲۳ر۳ لاکھ ایکڑ زمین پر دھان بویا گیا تھا۔

ذیل کے اعداد سے معلوم ہوگا کہ ۱۹۳۵ء میں دھان کے مقابلہ میں دیگر قسم کے کچھ اناجوں کا رقبہ کتنا تھا؟

دھان	۸۰۰	لاکھ ایکڑ
گیہوں	۲۵۱	″ ″
جوار	۲۱۵	″ ″
دال	۱۵۰	″ ″
باجرہ	۱۳۱	″ ″
مکا	۶۲	″ ″
جو	۶۲	″ ″

دھان کی پیداوار بنگال، بہار، اڑیسہ، مدراس اور آسام میں بہت ہی اہمیت رکھتی ہے۔

یو پی کے لئے بھی اس کی کاشت بہت ہی ضروری اور قیمتی ہے۔ اس صوبہ میں گیہوں سب سے زیادہ بویا جاتا ہے۔ اس کے بعد دھان کا نمبر ہے۔

سندھ میں دھان اور گیہوں دونوں کا درجہ بالکل برابر ہے اور دیگر اناجوں کے مقابلے میں یہ دونوں زیادہ بوئے جاتے ہیں۔ ٹراونکور اور کوچین میں بھی دھان بہت زیادہ بویا جاتا ہے۔ صوبہ بمبئی میں دھان کی کاشت ۳۰ لاکھ ایکڑ زمین پر ہوتی ہے۔ ۱۹۳۷-۳۸ء میں مختلف صوبوں کے دھان کا رقبہ حسب ذیل تھا۔

بنگال	۲۲۲ر۵	لاکھ ایکڑ
بہار اڑیسہ	۱۴۴ر۰	″ ″
مدراس	۱۰۱ر۰	″ ″
یو پی	۷۱ر۰	″ ″
سی پی و برار	۵۸ر۰	″ ″
آسام	۵۱ر۰	″ ″
بمبئی	۲۰ر۰	″ ″

چاول

عام طور سے دھان کی کاشت صرف چاول کے لئے ہوا کرتی ہے جو انسان کی خوراک میں کئی صورت سے استعمال میں آتا ہے۔ جن ملکوں میں دھان زیادہ ہوتا ہے وہاں عموماً چاول ہی کھایا جاتا ہے۔ یہ بہت جلد ہضم ہوتا ہے۔ اگر ہوشیاری کے ساتھ تیار کیا جائے تو اس سے بنی ہوئی چیزیں بہت لذیذ ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں ۳۰۰ لاکھ ٹن چاول میں سے (جس میں سے کچھ غیر ممالک سے بھی آتا ہے) تقریباً ۲۷۰ لاکھ ٹن چاول مختلف شکلوں میں لوگوں کے کھانے کے کام میں آتا ہے۔

چاول عموماً اُبال کر ہی کھایا جاتا ہے جس کو بھات کہتے ہیں۔ یہ گوشت، دال، کڑھی، دودھ اور شکر یا چینی کے ساتھ ملاکر کھایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کھچڑی، کھیر، پلاؤ، زردہ اور مختلف مٹھائیوں میں بھی چاول کا استعمال ہوتا ہے۔

جنوبی ہند میں چاول سے کچھ اور بھی چیزیں تیار کی جاتی ہیں جن کو پتو، دوسئی، ایدلی، اپا، سوجی اور آیم کہتے ہیں۔

ہندوستان میں چاول کا خرچ فی انسان ۱۸۱ پونڈ سالانہ ہے جس کی صوبہ وار تفصیل درج ذیل ہے۔

بنگال	۳۴۴	پونڈ
آسام	۳۲۲	″
بہار اڑیسہ	۲۵۹	″
مدراس	۲۳۰	″
صوبہ متوسط	۲۳۰	″
سندھ	۱۵۸	″
بمبئی	۱۰۷	″
یو پی	۹۴	″
پنجاب	۲۸	″

چاول کی بنی ہوئی دیگر کھانے کی چیزیں

دھان یا چاول سے تین خاص چیزیں کھانے کے لئے اور تیار ہوتی ہیں۔ لائی یا مُرمُرا، چوڑا اور لاوا یا کھیل پہلے دھان اُبال کر پھر اس کے چاول سے لائی تیار کی جاتی ہے۔

تقریباً ۱۵ لاکھ ٹن دھان یا ۱۰ لاکھ ٹن چاول اور ۳ر۵ لاکھ ٹن بھنجیا چاول یعنی کل ۱۳ر۵ لاکھ ٹن چاول ان تینوں چیزوں کے بنانے میں کام میں لایا جاتا ہے جو چاول کی کل پیداوار

کا ۴ فیصدی ہوتا ہے۔

دیکھنے میں تو یہ حصہ کم معلوم ہوتا ہے مگر اس سے بھڑ بھونجوں کو کافی روزی مل جاتی ہے۔

۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں بھڑ بھونجوں کی تعداد ۲٫۵۵٫۷۹۸ تھی جس میں ۱٫۰۰٫۸۷۲ مرد اور ۱٫۵۴٫۹۲۶ عورتیں تھیں۔ یہ صحیح ہے کہ یہ لوگ دھان کے علاوہ دوسرے اناج بھی بھونتے ہیں مگر جن علاقوں میں دھان زیادہ ہوتا ہے وہاں زیادہ تر یہی بھونا جاتا ہے مثلاً بنگال میں ۶٫۶۲٫۰۰۰ ٹن چاول جو دھان کی پیداوار کا ۸ فیصدی ہے، کسی نہ کسی شکل میں بھونا جاتا ہے۔

بنگال کے بعد یو پی کا نمبر ہے۔ یہاں بھی ۲٫۴۶٫۰۰۰ ٹن چاول یعنی پیداوار ۱۲٫۵ فیصدی اسی کاروبار میں صرف ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ چاولوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے چکی میں پس لئے جاتے ہیں اور لوگ اسے ستو کی شکل میں گرمیوں میں استعمال کرتے ہیں۔

مویشیوں کا چارہ

مویشیوں کو دھان یا چاول بہت کم کھلایا جاتا ہے۔ صرف مدراس، سندھ اور آسام میں ۲٫۰۰۰ ٹن چاول اس کام میں صرف ہوتا ہے۔

تجارتی چیزیں بنانا

اسٹارچ۔ صنعت وحرفت میں چاول کو پکا کر اس کی پیچ نکالکر ذل تو دھوبی اور جولاہے کپڑے کو کلف دینے کے کام میں لاتے ہیں۔ اس طرح ۵٫۰۰۰ ٹن چاول ہر سال اس کام میں آتا ہے۔

پوڈر۔ چاول کا بہت ہی باریک پسا ہوا آٹا بھی کبھی کبھی پوڈر بنانے کے کام میں آتا ہے۔ یہ نیا روزگار ہے۔ ابھی پتہ نہیں لگا کہ کتنا چاول اس کام میں خرچ ہوتا ہے۔

شراب۔ جاپان میں تو زیادہ تر شراب چاول ہی سے بنائی جاتی ہے۔ لیکن اس ملک میں اسکا کم رواج ہے۔ معلوم نہیں یہاں کتنا چاول اس کام میں صرف ہوتا ہے۔ چاول کے کل خرچ کا حساب حسب ذیل ہے:۔

کُل چاول

پیداوار	۲٫۸۳٫۷۷٫۰۰۰	ٹن
باہر سے آیا	۲۰٫۷۹٫۰۰۰	〃
کل	۳٫۰۴٫۵۶٫۰۰۰	ٹن

خرچ چاول

بیج	۱۶٫۱۲٫۰۰۰	ٹن
چارہ	۲٫۰۰۰	〃
تیار کیا ہوا سامان	۱۲٫۵۰٫۰۰۰	〃
تجارتی سامان	۵٫۰۰۰	〃
باہر کو جانا	۲٫۳۵٫۰۰۰	〃
کھانے میں خرچ	۲٫۷۱٫۵۲٫۰۰۰	〃
کل	۵٫۰۴٫۵۶٫۰۰۰	

پوال

مویشیوں کو کھلانے اور کمپوسٹ تیار کرنے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ اسکے علاوہ چٹائی، جھاڑو، ٹوپ، کھلونے، ڈلیا، بان اور رسیاں وغیرہ بھی اس سے بنائی جاتی ہیں۔

بھوسی

اندازہ کیا گیا ہے کہ دھان کی پیداوار سے ہر سال ۱۰۰ لاکھ ٹن بھوسی نکلتی ہے۔

یہ زیادہ تر جلانے کے کام آتی ہے اس کو چاول کی کنی کے ساتھ بھگوکر مویشیوں کو بھی کھلایا جاتا ہے۔ دیہات میں یہ کمپوسٹ اور گارا بنانے کے کام میں آتا ہے اس سے گڑ کی صفائی میں بھی کام لیا جانے لگا ہے۔ بھوسی کی راکھ سے متعدد ضروری چیزیں بننے لگی ہیں۔ ایک نیا طریقہ معلوم ہوا ہے جس کے ذریعے دو چیزیں ایک ساتھ ہی تیار ہو جاتی ہیں۔ ایک تو سوڈیم سلیکیٹ (Sodium Silicate) دوسرے ڈیکلرائزنگ کاربن (Decolourising Carbon) اس طرح بنایا ہوا سوڈیم سلیکیٹ صابن سازی کے استعمال میں لایا جاتا ہے۔

کنی

چاول کی کنی یا کنکی اس ملک میں تقریباً ۱۲٫۹ لاکھ ٹن نکلتی ہے مگر تجارتی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اس میں غذائی مادہ کافی مقدار میں موجود ہونے سے کہیں کہیں اسے مویشیوں کو کھلاتے ہیں۔

چاول کی کنکی سے وٹامن بی (Vitamin B) تیار کیا جاتا ہے جو تکان اور کمزوری دور کرنے کے لئے بہت ہی اچھی چیز ہے۔

ہماری کوآپریٹو سوسائیٹیاں

موضع سگھری (حمیر پور) میں کوآپریٹو گروپ کانفرنس

۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کو مہوبہ سرکل کی کوآپریٹو گروپ کانفرنس موضع سگھری میں ہوئی۔ اس گاؤں میں یکم فروری ۱۹۴۴ء کو صوبے کے گورنر صاحب آنے والے تھے۔ گاؤں کو مکمل گاؤں بنانے کی انتہائی کوشش کی گئی تھی۔ کانفرنس کرنے کے لئے یہ ایک اچھا موقع تھا تاکہ دوسرے ممبران اپنی آنکھوں سے اصلاحی کاموں کو دیکھ سکیں اور اسی طرح کام کرنے کی کوشش کریں کانفرنس کھلی جگہ میں مسٹر ایچ ڈی پی رعان ڈپٹی کلکٹر کی صدارت میں کی گئی تقریباً ۵۰۰ افراد نے اس میں شرکت کی۔ ۲۰۰ سوسائٹیوں کے نمائندے کانفرنس میں موجود تھے پرارتھنا کے بعد ایک ممبر نے تحریک امداد باہمی سے ممبروں کو ہونے والے فائدوں کے متعلق ایک نظم سنائی محکمہ زراعت کے ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ محکمہ حفظان صحت کے اسسٹنٹ میڈیکل افیسر اور محکمہ گاؤں سدھار و محکمہ امداد باہمی کے دیگر افسران نے بھی تقریریں کیں اور عوام کو یہ بتایا کہ انجمن امداد باہمی کے ممبر ہونے سے گاؤں کی حالت کیونکر سدھر سکتی ہے۔ موضع سگھری سے سبق لے کر انھیں اپنے اپنے دیہات کی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ اخیر میں صاحب صدر نے محکمہ گاؤں سدھار کے مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اس کے علاوہ حاضرین کے لئے مقامی شگفتہ منڈلی نے کافی سامان تفریح مہیا کیا۔ گاؤں سدھار اسکاوٹوں کی ایک ریلی بھی ہوئی۔ ممبران نے نمائش بھی دیکھی جو ان کے فائدے کے لئے کی گئی تھی۔

آلو کی فروخت اور ترقی کے لئے پہاڑی اضلاع میں کوآپریٹو سوسائیٹیاں

پہاڑی اضلاع میں آلو کی فروخت کا انتظام کرنے کی طرف ۱۹۴۲ء میں توجہ کی گئی تھی اس کام کو اچھی طرح انجام دینے کے لئے یہ سوچا گیا کہ امداد باہمی طریقہ ہی زیادہ مناسب ہے اس لئے کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ دس دیہات میں سوسائٹیاں اور بھوالی و گرم پانی دو دیہات میں مارکٹنگ یونین قائم کئے گئے۔ ان سوسائٹیوں اور یونینوں کا مقصد ممبروں کو آلو کے اچھے نرخ دیکر اور پیداوار کو فروخت کے لئے ہلدوانی پہنچانے کا انتظام کر کے مدد پہنچانا تھا جہاں وہ معقول قیمت پر فروخت ہو سکیں۔

۱۹۴۳ء میں یونینوں اور سوسائٹیوں نے سوائی پر تقریباً ۱۳۴۰ من آلو کے بیج کسانوں کو دیئے۔ اس میں سے کچھ تو محکمہ زراعت سے قرض کے طور پر لیا گیا تھا اور کچھ خریدا گیا تھا۔ فصل کو فروخت کرنے کے لئے ہلدوانی میں آڑھت کی ایک آزاد دوکان کھولی گئی۔ یہ دوکان جون کے آخری ہفتہ سے اکتوبر کے آخری ہفتہ تک کام کرتی رہی۔ اس دوکان کا کام ایک تعلیم یافتہ سپروائزر کرتا تھا۔ یونین اور سوسائٹیوں کے پنچ اور محکمہ امداد باہمی کے افسران وقتاً فوقتاً دوکان کا معائنہ کرنے کے لئے آتے تھے۔ اس دوکان نے ۶۷۶۱ من آلو کی فروخت کی۔ اپنی فصل فروخت کرنے کے لئے جو ممبران اس دوکان پر آتے تھے ان کے ٹھہرنے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ اس انتظام کو بھی ممبروں نے بہت پسند کیا۔

اس کے علاوہ یونینوں نے بڑے بڑے آلو کو گورنمنٹ ڈیہائڈریشن فیکٹری فرخ آباد اور ڈیہائڈریشن فیکٹری اجہنی کو سپلائی کیا ان دونوں کارخانوں کو سپلائی کئے جانے والے آلوؤں کا وزن ۳۰۱ من تھا۔ یہ کارخانے فوج کے لئے سامان تیار کرتے ہیں۔ اس طرح کل ملا کر ان یونینوں اور سوسائٹیوں نے ۱۰۶۶۳ من آلو کی فروخت کا انتظام کیا جس کی قیمت تقریباً ۵۹۴۳۵ روپے ہوئی اس طرح یونینوں کو کمیشن اور آڑھت چارج کی شکل میں ۲۴۰۷ روپے کی آمدنی ہوئی۔ اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ یونین کی آڑھت کی دوکان نے آڑھت کا جتنا چارج کیا وہ آڑھتیوں کے چارج سے بہت کم تھا۔

کرولی سرکل ضلع مین پوری میں امداد باہمی کے کام

کرولی سرکل کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کی ایک کانفرنس ۲۴ فروری ۱۹۴۴ء کو ریاست شجا رائے کے منیجر بابو ترتری نواز آچاریہ کی صدارت میں ہوئی۔ سوسائٹیوں کے ممبران کے علاوہ کرولی کے تقریباً ۵۰۰ باشندے شریک ہوئے۔ جناب پی۔ ایز چترویدی ڈویژنل افسر مین پوری۔ ایل این چترویدی اے آر آگرہ ڈویژن۔ آر بی۔ لال چترویدی۔ سی۔ او۔ شکوہ آباد

پی آر - ٹائر - سی او - مین پوری - بی - ڈی کپور - ریٹائرڈ انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز - این - بی - ناڈویل اسسٹنٹ ٹیچنگ ڈائرکٹر ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک مین پوری ایم - پی سنہا رئیس و ڈائرکٹر ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک مین پوری بھی شریک تھے -

پہلے اسکول کے طلبا نے پرارتھنا گیت گایا - اس کے بعد سرکل کے سپروائزر نے اپنے سرکل کی سوسائٹیوں کا گزاری کی رپورٹ پڑھی - اس کے بعد مسٹر گھنشیام سنگھ آنریری مینجنگ ڈائرکٹر سنٹرل کوآپریٹو مارکٹنگ یونین لمیٹڈ کرولی ضلع مین پوری اور شکوہ آباد نے مقررہ قیمتوں پر فروختگی مارکٹنگ یونین کے فوائد اور کھلی سوسائٹیوں کے کام اور فوائد پر روشنی ڈالی بعدازاں بی - ڈی - کپور ریٹائرڈ انسپکٹر نے مسٹر لکشمی نرائن چترویدی اسسٹنٹ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز کے جلد ہی ریٹائرڈ ہونے کے بارے میں تجویز پیش کرتے ہوئے ان کی خوبیوں کی تعریف کی - اخیر میں اسسٹنٹ رجسٹرار صاحب نے اپنی تقریر میں سرکل میں کوآپریٹو سوسائٹیوں کے کام پر اظہار اطمینان کیا اور حاضرین کا شکریہ ادا کیا - سرپنچوں اور مختلف سوسائٹیوں کے ملازمین کو انعام دیئے گئے -

شام کو مسٹر ایل این چترویدی کو کرولی سرکل کے معاونین کی طرف سے ایک پارٹی دی گئی - اس کے بعد ایک چائے پارٹی کا اور ایک گروپ فوٹو بھی لیا گیا - رات میں ریٹائرڈ ہونے والے اسسٹنٹ رجسٹرار کو کرولی کے رئیس و زمیندار شری گھنشیام سنگھ نے پارٹی دی جس میں کرولی کے تقریباً سبھی خاص لوگ اور مین پوری سے آئے ہوئے مہمان شریک تھے -

دوسرے دن علی الصباح مسٹر ایل - این چترویدی نے لکھورا میں بیج گودام کا سنگ بنیاد رکھا، یہ تقریب مسٹر ایم - پی سنگھ رئیس و ڈائرکٹر ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک کی صدارت میں ہوئی لکھورا سوسائٹی کے سرپنچ مسٹر اچھے لال نے بیج گودام بنانے کیلئے زمین کے علاوہ ۵۰۰ روپیہ عمارت بنانے کے لئے دیا - پاس پڑوس کی سوسائٹیوں کا کل چندہ ۱۸۰۰ ہوا تھا - آخر میں مسٹر اچھے لال نے سب کو چائے پارٹی دی -

تجویز تعزیت

دیوریا کسیا سنٹرل کوآپریٹو بینک لمیٹڈ کے سبھی حصہ داروں کے سالانہ جلسۂ عام میں انجہانی رام داس پنتولو جنھوں نے اپنی تمام زندگی اس اہم تحریک کی خدمت میں صرف کردی تھی، کی موت پر تعزیت کی تجویز پاس کی گئی - ایک دوسری تجویز کے ذریعے تعزیت کی تجویز کو انکے اعزا و پسماندگان کے پاس بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا اور انجہانی رام داس جی کے اعزاز میں بینک ایک دن بند رہا -

سید پور تحصیل ایٹہ میں گروپ کانفرنس

موضع سید پور تحصیل ایٹہ میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی جس میں ۳۰ سوسائٹیوں نے حصہ لیا - ۲۲ دسمبر کو سوسائٹیوں کی طرف سے بھیجی جانے والی ٹیموں میں فٹ بال اور والی بال کا میچ ہوا - ۲۳ دسمبر کو میچوں کا فائنل کھیل ہوا اور سوسائٹیوں میں رسہ کشی کا مقابلہ ہوا - دنگل میں لوگوں نے بہت دلچسپی لی - کسانوں کے فائدے کے لئے چھوٹے پیمانے پر ایک عام نمائش اور مویشیوں کی نمائش بھی کی گئی شام کو ایک بڑے شامیانے کے نیچے مقامی رئیس پنڈت راجہ رام مشرکی صدارت میں کانفرنس کا اجلاس ہوا جس میں تقریباً ۷۰۰ افراد شریک ہوئے - شروع میں لڑکوں نے پرارتھنا کا گیت گایا - اسکے بعد سوسائٹی سے کسان کو ہونے والے فائدہ پر ایک ڈرامہ کھیلا گیا سپروائزر کے اپنی رپورٹ سنا چکنے کے بعد گاؤں سدھار کے دیگر شعبوں کے نمائندوں نے اپنی اپنی شعبہ کے فائدے کسانوں کو سمجھائے اس کے بعد تحریک امداد باہمی کی طاقت اور اس سے ہونے والے فائدوں پر روشنی ڈالی گئی - پیداوار اور تقسیم کے متعلق امداد باہمی کی متعدد اسکیمیں کسانوں کو سمجھائی گئیں - فروختگی کی اسکیم کے فوائد ظاہر کرنے کے لئے یونین کی معرفت اپنی پیداوار فروخت کرنے والے ممبروں کو بونس دیا گیا اسکے بعد حسب ذیل تجاویز اتفاق رائے سے منظور ہوئیں -

۱ - محکمہ گاؤں سدھار سے درخواست کیجائے کہ وہ حکومت سے سفارش کرے کہ مقامی بورڈوں کو ٹیکس دینے سے کوآپریٹو سوسائٹیاں بری کردیجائیں

۲ - محکمہ گاؤں سدھار سے درخواست کیجائے کہ وہ حکومت سے کہے کہ کھانے کے غلے خریدنے کے لئے حکومت کوآپریٹو مارکٹنگ یونین کو اپنا ایجنٹ بنائے -

۳ - سوسائٹیوں کے ممبران سے حکومت کی ہر قسم کی امداد کرنیکی درخواست کی گئی -

۴ - کسانوں کو داموں کے بڑھنے سے فائدہ اٹھاکر مستقبل کیلئے کچھ بچا رکھنا چاہیے -

اسکے بعد انعام تقسیم کئے گئے اور صدر کی تقریر کے بعد کانفرنس ختم ہوئی

شیخو پور میں گروپ کانفرنس

گذشتہ ۴ جنوری ۱۹۴۲ء کو بہرائچ تحصیل کے موضع شیخو پور میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی - ممبروں کے علاوہ سات دیہات کے باشندوں نے اس میں حصہ لیا حاضرین کی تعداد تقریباً ۲۰۰ تھی کیسر گنج کے ایس - ڈی - او محرم کے انتظام میں تھے اسلئے وہ کانفرنس میں حصہ نہ لے سکے کانفرنس کو پوری کامیابی ہوئی ڈسٹرکٹ بورڈ بہرائچ کوآپریٹو کمیٹی کے ممبران نے کانفرنس میں حصہ لیا امداد باہمی اور خرید و فروخت پر تقریریں ہوئیں ممبران اور ان کے نوجوان لڑکوں نے کشتی وغیرہ کا مظاہرہ کیا - سب سے اچھے دو سرپنچوں اور ایک خزانچی کو انعام دیا گیا -



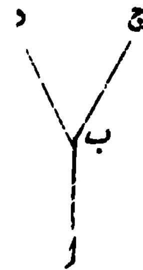
حیوان کس طرح سدھائے جاتے ہیں

عقلِ حیوانی کی طرح ذہانت بھی ایک ایسا لفظ ہے جسے ایک سے زیادہ معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ بیالوجی کے ایک ماہر کی تحریر میں یہ لفظ بہت کم دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس کے گول مول ہونے کے سبب وہ عموماً اسے استعمال کرنے سے ڈرتا ہے۔ عقلِ حیوانی ایک پیدائشی جذبہ ہے کیڑے مکوڑوں کو اپنی زندگی کی ضروریات کا علم ہوتا ہے لیکن اس کے مخالف ہمیں اس میں آکر عقلِ حیوانی کی مدد سے کام کرنے کے علاوہ زندگی بسر کرنے کے لئے اس کے آداب سیکھنا پڑتے ہیں۔ کتوں ہی کو لیجئے انھیں اپنی زندگی کی بعض ضروریات کا پیدائش سے علم ہوتا ہے لیکن انھیں بھی بہت کچھ سیکھنا پڑتا ہے۔ ایک کتے کا مالک اپنے کتے کی ان ضروریات کو سیکھنے کی قابلیت کی مناسبت سے اسے ذہین یا کند سمجھتا ہے۔ کتوں میں سب سے زیادہ ذہین نسل بھیڑوں کی حفاظت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہاتھی بھی بڑے ذہین ہوتے ہیں۔ وہ اپنے جاوت کی کوشش سے بہت کچھ سیکھ لیتے ہیں برما میں انکو سکھا بجھا کر لکڑی کے بڑے بڑے کندے اٹھانے کا کام لیا جاتا ہے۔ تمام حیوانات کو اپنی زندگی میں کچھ نہ کچھ ضرور سیکھنا پڑتا ہے۔ حتیٰ کہ انھیں بھی جن کی زندگی صرف عقلِ حیوانی کی محتاج نہیں ہوتی سیکھنے کے طریقے مختلف ہوتے ہیں اور پھر ان طریقوں کے مختلف درجے ہیں سب سے آسان اور قابلِ فہم بچوں کا چلنا پھرنا ہے وہ آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہیں۔ بعض جانوروں کے بچے جب پہلی بار گھونسلے سے باہر نکلتے ہیں تو آہستہ آہستہ اڑتے ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پروں کی مضبوطی کی وجہ سے اڑنے کی قوت بڑھتی جاتی ہے اس کے برعکس کیڑوں میں یہ بات نہیں۔ تیتریاں یا مکھیاں شروع ہی سے اچھی طرح اڑنے لگتی ہیں۔ سیکھنے کا دوسرا طریقہ نقالی ہے۔ یہ خاص کر ان حیوانات میں پایا جاتا ہے۔ جو اپنے بڑوں کی نقالی کرتے ہیں۔ ننھے چوزے اپنی ماں کو دانہ دنکا چگتے دیکھ کر اس کی نقالی کرنے لگتے ہیں کہ سفید کاغذ پر اگر سیاہ پنسل سے بے شمار نشان بنا دئے جائیں تو چوزے بعض اوقات ان سیاہ نشانوں کو دانہ دنکا سمجھ کر چگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسے حیوانات جو اپنی خوراک کے لئے جبر سے اپنا شکار حاصل کرتے ہیں۔ مثلاً شیر وغیرہ وہ بھی اپنے بچوں کو اسی قسم کی ٹریننگ دیتے ہیں۔ وہ اپنے زخمی شکار کو گھر لاتے ہیں اور پھر ان کے بچے اس پر پنجے مارتے اور گوشت کو دانتوں سے کاٹنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب شیر کے بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو وہ شکار پر اپنے ساتھ لے جاتا ہے اپنے باپ کو شکار کرتے دیکھ کر وہ بھی اس کی نقالی کرنے لگتے ہیں لومڑوں کا بھی یہی حال ہے اور وہ بھی اسی طرح اپنے بچوں کو ٹریننگ دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا سطور میں نقالی کا جو طریقہ بیان کیا گیا ہے اس کے متعلق یہ کہدینا ضروری ہے کہ یہی بچے بڑے ہو کر نقالی چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ اس کی ضرورت باقی نہیں رہتی شاید کہیں خاص حالات میں انھیں اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہو مثلاً بھیڑوں کے متعلق دیکھا گیا ہے کہ چلتے وقت جس طرف ایک بھیڑ کا رُخ ہوتا ہے سب کی سب ان کی نقالی کرتی ہیں۔ علمی تجربات سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اگر کسی کتے کو دروازے کی چٹخنی کھولنے کا اشارہ کیا جائے تو وہ ایک دوسرے کتے کو دیکھ کر جو اسے کھولنے کی ٹریننگ حاصل کر چکا ہے اس کی نقالی نہیں کر سکتا۔ بندر انسانوں کے بڑے نقال ہیں۔ اس کے جسمانی اعضاء کی بناوٹ بھی ہمارے ساتھ ملتی جلتی ہے۔

حیوانات میں سیکھنے کا ایک اور طریقہ بھی تجربہ سے معلوم کیا گیا ہے ایک حیوان کا غلطی کرنا اور آئندہ اس غلطی

ی کوشش ۔ یہ ہے وہ طریقہ بسا اوقات کتوں کو سیٹی پیش
باتا ہے ۔ وہ مختلف قسم کے کھیل دکھاتے ہیں ۔ یہ کھیل انھوں نے
دفعہ ہی نہیں سیکھ لئے بلکہ انھیں سیکھتے وقت کتنی بار غلطی کی اور
اس سے بچنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ زندگی کی طرح اُسے
وہ نئے کیڑے مکوڑوں میں بھی سیکھنے کی قابلیت موجود ہوتی ہے اس میں
شک نہیں کہ یہ بات کچھ عجیب سی معلوم ہوتی ہے لیکن سچ ہے
س کی وضاحت کے لئے اس تجربہ پر غور کیجئے ایک کیڑے کو
شیشے کی ٹیوب میں جس کی داخل کر دیا گیا جس کی شکل انگریزی
یں حرف وائی کی سی تھی یہ کیڑا ایک
نگ کر ا سے ب تک پہنچا جہاں
ے ٹیوب کی دو شاخیں ج اور
کی طرف جاتی ہیں کیڑا کبھی د
طرف اور کبھی ج کی طرف
ینگنے لگا اس تجربہ میں اس قسم
انتظام کیا گیا کہ جب یہ کیڑا
ب سے رینگ کر د کی طرف جاتا



وا سے بجلی کے کرنٹ کا نہایت ہی ہلکا سا جھٹکا محسوس ہوتا تھا
اس کیڑے کو بار بار نکال کر ا کے راستے ٹیوب میں داخل کیا
یا تو اس نے آہستہ آہستہ ب سے د کی طرف رینگنا بند کر دیا
جہاں اسے کرنٹ کا جھٹکا سا محسوس ہوتا تھا اور آخر کار سیدھا
سے ب اور پھر ج کی طرف رینگنے لگا گویا کیڑے نے بھی اپنا
بق سیکھ لیا ۔

پرندے گھونسلے بنانا جانتے ہیں ۔ انڈے دیتے ہیں اور
نھیں سینے سے بچے نکالتے ہیں لیکن اسکے سوا انھیں زندگی میں
ضروری باتیں بھی سیکھنا پڑتی ہیں ۔ ان پرندوں کا گھونسلے
بنانا اور بچے پیدا کرنا ایک فطری امر ہے بعض پرندوں کو تو اپنے
بچے صحیح قسم کی خوراک حاصل کرنے کے متعلق بھی سیکھنا پڑتا ہے ۔

جب انڈے سے چوزہ پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنے قریب دانہ دیکھ کر چگنے
کی کوشش میں ادھر اُدھر زمین پر چونچ مارتا ہے یہ فطری امر
ہی لیکن اپنا پیٹ بھرنے کے لئے دانہ دنکے کی شناخت کرنا وہ
آہستہ آہستہ سیکھتا ہے وہ کبھی دانوں پر کبھی چھوٹے چھوٹے
سنگ ریزوں پر چونچ مارتا ہے اور تجربہ سے اسے معلوم ہوتا ہے کہ
کھانے کے لئے دانوں کی ضرورت ہے سنگریزوں کی نہیں ۔ یہاں
تک دیکھا گیا ہے کہ ایک چوزہ بعض اوقات دانے کی تلاش
میں دوسرے چوزوں کی آنکھوں پر بھی چونچ مار دیتا ہے ۔
اوپر کی سطور میں سیکھنے کی تین مختلف طریقوں کا ذکر کیا
گیا ہے ۔

(۱) چلنے پھرنے کی کوشش

(۲) نقالی ۔

(۳) تجربہ کی بنا پر غلطی اور پھر اس کے آئندہ ارتکاب
سے بچنے کی کوشش کرنا ۔ جو حیوانات تیسرے طریقے پر عمل کرتے
ہیں وہ دوسروں کی نسبت زیادہ ذہین مانے گئے ہیں ۔

ان طریقوں کے سوا سیکھنے کا ایک اور طریقہ بھی ہے اور وہ
سوچنے سمجھنے اور حالات پر غور کرنے اور عمل کرنے کا ہے ایسے
حیوانات بھی موجود ہیں جو خاص حالات میں سوچ سمجھ کر قدم اٹھاتے
ہیں ۔ بندر اور لنگور اس کی مثال ہیں اور اس کی وضاحت
کے لئے یہ تجربہ کافی ہوگا ۔ ایک کمرے میں چھت کے ساتھ تاگا باندھ
کر ایک کیلا لٹکا دیا گیا اس کمرے میں دو تین صندوقچے بھی
پڑے تھے کمرے میں ایک بندر کو لایا گیا وہ کیلا کھانا چاہتا تھا
لیکن یہ اسکی پہنچ سے باہر تھا اس نے کیلے اور پھر ان صندوقچوں
کی طرف اور دفعتاً اٹھا کر ان کو ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر آپ
اوپر چڑھ گیا اور کیلا حاصل کر لیا ۔ بندر کے لئے یہ کیلا حاصل کرنے کا
مسئلہ بالکل نیا تھا اس نے پہلے کبھی ایسا نہ کیا تھا ظاہر ہے کہ پہلے
اس نے اس کے متعلق سوچا اور پھر اس پر عمل کیا ۔

(از پنچایت)

کون بھوکوں مرتے ہیں؟

جو دن کو سوتے ہیں ۔ جو محنت سے گھبراتے ہیں ۔ جن کو اپنا گھر اور اپنا شہر پیارا ہے جن کو ترک دنیا کے غلط معنی بتائے
گئے ہیں جنکو باپ دادا کی عزت کا جھوٹا گھمنڈ ہے ۔ جن کے گھر میں کچھ زیور اور نقدی ہے ۔ جنکے باپ دادا کچھ جائداد چھوڑ گئے ہیں ۔ جو اپنی
جان کو بہت بڑا سمجھتے ہیں جنکو اپنی عقل اور اپنے علم کا غرور ہے ۔ جو چھوٹی نوکریاں اور چھوٹے پیشے نہیں کرنا چاہتے ۔

روس میں مشترکہ کھیتی

(از جناب جے۔ پی۔ مستہ، ایم۔ اے، پبلسٹی افسر محکمہ امداد باہمی یو۔ پی)

سوویت زراعتی اقتصادیات کا خاص ذریعہ مشترکہ فارم ہے اور اس سے جو اقتصادی ترقی ممکن ہوئی ہے وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ قومی تعمیر کے ذریعے جس میں عوام اور حکومت دونوں ایک ہی مقصد کے لئے کام کرتے ہیں، کیا کیا جا سکتا ہے۔

یہاں پر ہم اس بات پر غور کریں گے کہ سوویت مشترکہ فارم کیا ہے، کیسے یہ قائم ہوئے اور قومی ترقی کے سلسلے میں انھوں نے کیا کیا۔

۲۰۰ لاکھ کنبوں کا مشترکہ فارم کچھ ایک رات میں ہی نہیں ہو گیا۔ غیر ترقی یافتہ زراعتی ملک کو ایک کاروباری ملک میں تبدیل کرنے کے لئے حکومت کا پہلا قدم یہ تھا کہ زمین پر سے شخصی ملکیت کا اختیار ختم کر دیا گیا اور ساری زمین قومی سمجھی جانے لگی۔ اس کے نتیجے میں سبھی کسانوں سے زمین چھین لی گئی جو کہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم تھی اور جدید طریقہ پر کھیتی نہیں کی جا سکتی تھی اور نہ دیہات کو ترقی دینا ہی ممکن تھا۔

یہ کام ۱۹۲۸ء تک ہوتا رہا جبکہ سوویت حکومت نے شخصی زمین کو اجتماعی بنا دینے کی حقیقی کوشش کی۔ بہت سے لوگ ایسے تھے جن کی یہ رائے تھی کہ جو کچھ بھی کسانوں کے پاس ہے اُسے شخصی ملکیت نہ سمجھ کر تمام قوم کی ملکیت سمجھا جائے۔ کچھ کی رائے تو یہاں تک تھی کہ کسی بھی کسان کو کسی بھی چیز پر یہاں تک کہ اپنے گھر، اپنی مرغیوں اور اپنی دودھ دینے والی گائے پر شخصی مالکانہ حق نہ ہو۔ پہلے تو یہ نظریہ کامیاب ہوتا نظر آیا لیکن ملک کے کسانوں نے اس کی مخالفت کی اور اس کے نافذ کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۳۲ء میں روس میں بہت سے جانور مار ڈالے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جائدادوں کا کسانوں کی طرف سے مشترکہ ہونے کی مخالفت کے باعث تمام سوویت اسکیم ناکام ہونا چاہتی ہے۔ ۲۰۰۰۰۰ مشترکہ کھیت بن گئے جس میں تقریباً ۲۰۰۰۰ اجتماعی کام کے لئے کوآپریٹو سوسائٹیاں، ۷۰۰ آرٹیل اور ۲۶۰۰ کمیون تھے۔ آخری قسم کی اجتماعی سوسائٹیاں ہی ایسی تھیں جن میں پیداوار کے ذرائع پر شخصی مالکانہ اختیار کسی کا نہ رہ گیا اور سارا کام سماجی بنیاد پر کیا جانے لگا۔

حکام نے ان حالات کے خطرے کا ۱۹۳۳ء میں ہی احساس کیا اور خاص اسٹیلن کی تجویز پر ایک اہم فیصلہ ہوا جس کے مطابق کسانوں کے کھیتوں میں کافی حصہ پر اُن کا قبضہ تسلیم کر لیا گیا۔ کسانوں کو اپنے لئے دودھ دینے والی گائے، مرغیاں اور اسی قسم کے دیگر چھوٹے چھوٹے جانور، اپنا چھوٹا مکان اور اس کے چاروں طرف باغ رکھنے کا حق دیا گیا لیکن ہر اجتماعی سوسائٹی کا کام اجتماعی امداد باہمی کی بنا پر ہوتا رہا۔ اس سے کسان مطمئن ہو گئے۔ اس طرح اکتوبر کے انقلاب کا سب سے بڑا مسئلہ حل ہو گیا اور کسان اپنی خواہش سے اجتماعی کھیتی کرنے لگے جو کہ تجارتی یا روس کی دیگر قومی آمدنی کے سوشل فیڈریشن کے طریقے تھے۔

سوویت حکومت کے لئے یہ قابل تعریف بات ہے کہ وہ ۱۸ سال تک اس انقلاب کے لئے جو ۱۹۳۵ء میں اپنے انتہائی عروج پر پہنچ گیا برابر کام کرتی رہی۔ اس زمانہ میں دیہات میں علی الترتیب از سر نو تعلیم حاصل کرنے والے اور کام کرنے و محنت کرنے والے کسان طبقہ میل اتحاد قائم کر کے امداد باہمی کی سلسلہ ترقی ہوتی رہی۔ کھیتوں کے یکجا کرنے اور فارموں کے ہاتھوں میں جدید قسم کی عمدہ مشینیں دینے کے لئے حکومت کی طرف سے بہت سے مشین ٹریکٹر اسٹیشن بنائے گئے جس میں جدید طرز کی کھیتی کی ہر قسم کی مشینیں اور اوزار کافی تعداد میں رہتے تھے۔ اگرچہ ایم۔ ٹی۔ ایس بن گیا تھا پھر بھی اجتماعی کھیتوں میں شامل ہونے والے کسانوں کو مدد دیتا تھا۔ ایک وقتی مرکزی ٹیکنیک شروع کی گئی اور اجتماعی فارموں کی تنظیم میں مدد دی گئی اور اُنھیں تعلیم دینے، وسیع پیمانے پر کھیتی کرنے کے فائدوں سے کسانوں کو آگاہ کرانے میں مدد دی گئی۔ ایم۔ ٹی۔ ایس۔ کے سیاسی شعبہ کے بن جانے پر اس محکمہ کا کام اور بھی زیادہ بڑھ گیا جبکہ ہزاروں ماہرین زراعت اور ناظم دیہات میں کام کرنے اور اجتماعی کھیتی کرنے والوں کی مدد کرنے کے لئے دیہات میں بھیجے گئے۔

آرٹیل درجہ کے ۲۵۰۰۰۰ اجتماعی فارم یہی خاص ہے۔ اس وقت شخصی زمین بہت کم رہ گئی ہے۔ ۱۹۳۹ء میں اس قسم کی زمین ۴۷،۷۱۰۰۰ ہیکٹر تھی۔ یعنی کاشت کی جانے والی ساری زمین کا ۰٫۴ فیصدی۔ بقیہ ساری زمین امداد باہمی اور سرکاری کھیتوں کے ذیل میں رہی۔ بونے، ماڑنے وغیرہ کا کام زیادہ سرکاری مشین ٹریکٹر اسٹیشنوں کو ملی ہوئی مشینوں سے کیا جاتا ہے۔ مشینوں کے استعمال کے باعث نہ صرف کاشت کی آراضی میں اضافہ ہوا بلکہ فصل بھی بڑھ گئی ہے۔ دراصل اجتماعی کام کا مقصد پیداوار میں اضافہ کرنا ہے۔ ۱۹۱۴ء میں ایک ہیکٹر زمین ۷ سنٹنر (ایک سنٹنر = ایک من ۱۵ سیر) پیداوار ہوتی تھی۔ ۱۹۲۸ء میں ۷ سنٹنر اور ۱۹۳۸ء میں ۹ سنٹنر ہو گئی۔ تیسری پنج سالہ اسکیم کا مقصد پیداوار کو بڑھا کر فی ہیکٹر ۱۳ سنٹنر پر پہنچانا تھا اور جنگ شروع ہونے کے قبل اس

میابی ہونے کی پوری توقع کی جاتی تھی۔ کل پیداوار میں بہت
ری سے اضافہ ہوا ہے۔ ۱۹۱۳ء میں کل پیداوار ۷۲۰ لاکھ
ن تھی ۱۹۳۳ء میں ۸۰۰ لاکھ ٹن اور ۱۹۳۷ء میں ۱۱۵۰ لاکھ
ں اور ۱۹۴۲ء میں ۱۳۳۰ لاکھ ٹن پیداوار کی توقع کی جاتی
ں۔ پچھلے چند سالوں میں اجتماعی فارموں کی اقتصادی حالت
ی شدھر گئی ہے۔ اجتماعی فارم کی اوسط پونجی ۴۲۰۰۰ روبل
، بڑھکر ۶۱۵۰۰ روبل ہوگئی اور ہر ایک ممبر کی پونجی ۵۷۷
۸۰۴، روبل تک ہوگئی۔ اجتماعی کھیتی کی ٹیکنیکل ترقی سے
بروں کو کافی فائدہ پہنچا ہے۔ ایک ممبر کنبہ کی غلہ کی آمدنی میں
ں اضافہ ہوا۔ ۱۹۳۳ء میں یہ ۶۱ ٹن تھی مگر ۱۹۳۷ء میں
۔ ۷ ٹن ہوگئی۔ اجتماعی فارموں کی دوسری نشانی صارف
، سامان کی مقدار ہے جو کہ ممبر لے آتے ہیں۔ مختلف سامانو
ں یہ دو سے ۶ گنا تک پہنچ چکی ہے۔

روس میں اجتماعی فارم کا کام مندرجہ ذیل طریقے پر ہوتا
۔۔ اجتماعی فارم اس طرح بنایا جاتا ہے کہ ایک سے زیادہ
ؤں کا رقبہ شامل ہو جو کہ ۲۰۰ ایکڑ سے ۱۲۰۰۰ تک ہو۔
رچہ جنوبی روس میں عام طور پر کہیں کہیں ۲۰۰۰ سے
۶۰۰۰ ایکڑ تک کے اجتماعی فارم ہیں۔ اس قانون کے
مابق اجتماعی فارم حکومت کی ملکیت ہے جسے اس کے
روں کو ہمیشہ کے لئے کام میں لانے کے لئے دیا گیا ہے۔
، کسی بھی حالت میں نہ تو کم لیا جا سکتا ہے، نہ تو بیچا جا سکتا
نہ دوسروں کو دیا جا سکتا ہے۔ اجتماعی فارم میں ہر خاندان
پنے لئے باغ لگانے، پھل بونے یا ترکاری بونے کے
تھوڑی سی زمین ملتی ہے۔ وہ محدود تعداد میں بڑے
شی اور غیر محدود تعداد میں مرغی خرگوش وغیرہ پال سکتے ہیں
ں آراضی میں کام کرنے کے لئے وہ ضروری آلات بھی حاصل
سکتے ہیں۔

فارم کا کام ممبروں کے عام اجلاس کے فیصلہ کے مطابق
تا ہے۔ سبھی ضروری سوالات مثلاً سالانہ پیداوار کی اسکیم،
ہ وخرچ کا اندازہ، ایم۔ ٹی۔ ایس۔ کے ساتھ سمجھوتے اور
یر وغیرہ کی اسکیم کی باتیں اسی عام جلسے میں طے کی جاتی
ں۔ نئے آئین نے اس مجلس کے اختیارات بہت بڑھا دیئے
ں۔ کیونکہ اس کے مطابق یہ مجلس فارم کی سب سے بڑی اور
س انتظامی مجلس ہے۔ اس مجلس کی جانب سے منتخب ہونیوالا
ڈ فارم انتظام کرنے والا ہے اور عام جلسے کے سامنے وہی
بدہ ہے۔ بغیر پہلے کے مالکانہ حق کا خیال کئے ہوئے زمین پر
ت کی جاتی ہے۔ فارم کا اصلی کام بورڈ کی طرف سے مقرر کئے

جانیوالے لیڈر کی صدارت میں اجتماعوں کے ذریعے کیا جاتا ہے۔
اجتماعوں میں عورتیں اور مرد دونوں ہوتے ہیں لیکن جانوروں کی دیکھ
بھال کا کام مردوں ہی کے ذمہ ہوتا ہے۔

فارم کا کام پہلے سے بنائی ہوئی اسکیم کے مطابق ہوتا ہے۔ ہر فارم
کو حکومت کی طرف سے ایک اسکیم ملتی ہے جس میں بتایا جاتا ہے کہ
اُسے کون کون سی اور کتنی کتنی چیزیں پیدا کرنی ہونگی اور سبھی چیزوں
کو پیدا کرنے کی کم سے کم تعداد بھی ہے۔

اس طرح فصل اور مویشی فارم کی پیداوار کے ذریعے سال کے
غلوں کو فارم حکومت کے قرض کی شکل میں ادا کرتا ہے اور پیداوار کا
$\frac{1}{6}$ حصہ مقررہ قیمت پر فروخت کر کے قرض ادا کرتا ہے نیز ایم۔ ٹی۔
ایس سے سمجھوتہ کرتا ہے۔ اس کے بعد اگلے سال کے بیج کے لئے
غلہ رکھ دیا جاتا ہے اور جانوروں کے کھانے کے لئے بھی چارہ
رکھ دیا جاتا ہے۔ خراب فصل کے لئے فارم ایک بیمہ بھی کرتا ہے۔
یہ سب کر چکنے کے بعد فصل کا ایک حصہ اجتماعی شکل میں بازار
میں فروخت کر دیا جاتا ہے جس سے سرکاری ٹیکس، پیداوار کی
قیمت، ایم۔ ٹی۔ ایس۔ کے علاوہ انتظامی اخراجات ریڈیو
وغیرہ تمدنی ضروریات کا خرچ اور فارم کی پیداوار کو بڑھانے
کے لئے تیار کئے ہوئے آلات کو خریدنے کا خرچ رہتا ہے۔
جو بچ سکتا ہے وہ ممبروں کا ہوتا ہے اور وہ اسے آپس میں
تقسیم کر لیتے ہیں۔

ممبروں میں تقسیم باہمی کا خاص اصول یہ ہے کہ انکے کام کرنے
کے دن جوڑ لئے جاتے ہیں۔ خاص دن کے کام کرنے کے لئے
کام کو کوٹہ مقرر کر دیا جاتا ہے اور اسکے لئے کسان کو کام کرنے کے لئے
ایک دن اور مل جاتا ہے۔ اگر کوئی کام مقررہ کام سے زیادہ کام ایک
دن میں کرتا ہے تو اُسی کے مطابق زیادہ کام کرنیوالے مان لئے جاتے
ہیں۔ ہر ممبر کا کام کرنیوالے دنوں کی تعداد میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ جو ممبر
جتنا زیادہ ایماندار اور محنتی ہوتا ہے اُتنے ہی زیادہ دن اُسے ملتے
ہیں اور پیداوار میں اس کا حصہ بھی اسی کے حساب سے ہوتا ہے۔

بہت سے لوگ یہ چاہیں گے کہ سوشل اجتماعی فارم ہندوستان
میں زراعت کی از سر نو تنظیم کے لئے نمونہ کا کام کر سکتے ہیں لیکن
روس میں پیش آنیوالی دشواریوں کے علاوہ یہاں کچھ اور دشواریاں
بھی ہیں۔

(۱) زمین کے مالک بننے کا فخر جسکی تاریخ بہت پرانی ہے اور اہل
دیہات کے دماغ میں گھر کر گئی ہے۔
(۲) روس کی طرح یہاں بھی کسی خاص چیز کے لئے کوئی میدان وسیع نہیں ہے
(۳) تجارتوں کی کمی اُسی حد تک ہے جیسی کہ روس میں تھی۔
(۴) زمینداروں کا درمیانی طبقہ، سوداگروں اور مہاجنوں کی موجودگی۔
ان سب کا روس میں اجتماعی فارم شروع ہونے کے پہلے خاتمہ ہو چکا تھا۔

ان دشواریوں پر انقلاب کے زمانہ کے علاوہ اور کسی وقت فتح حاصل کیجا سکتی ہے یا نہیں حکومت اجتماعی فارم بنانے اور ان سے کام لینے کے لئے خرچ کرسکتی ہے یا نہیں یہ سب باتیں ایسی ہیں جن پر اختلاف رائے ہوسکتا ہے اگر ان دشواریوں پر قابو پایا جاسکے تو اجتماعی کھیتی کے ذریعے ہندوستان کے دیہاتی باشندوں کے ذریعہ معاش اور زندگی کی سطح میں بہت کچھ اصلاح کی جا سکتی ہے اور گاؤں والوں کو افلاس کے غار سے باہر نکالا جا سکتا ہے۔

سلیم کوآپریٹو سوسائٹی کا طریق کار

(از جناب بی ایل اگروال، اسسٹنٹ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز، بریلی)

اس دیہاتی سوسائٹی کا قیام ۱۹۳۹ء میں عمل میں آیا تھا لیکن اتنی کم مدت میں ہی اس نے حیرت انگیز ترقی کی ہے چند سال قبل اس گاؤں میں چھوٹی چھوٹی جھونپڑیاں تھیں جن میں نہایت غریب لوگ رہتے تھے وہ غیر زرخیز زمین سے گھاس چھیل کر اور اسے بیچ کر اپنا پیٹ پالتے تھے۔ اگرچہ گاؤں کا رقبہ ۲۰۰۰ بیگھہ خام تھا لیکن نصف سے زیادہ زمین جوتنے کے قابل نہیں تھی باقی زمین بیکار تھی۔ جو اور باجرہ پیدا ہوتا تھا لیکن فصل نہایت ہی خراب ہوتی تھی۔ لیکن اب یہاں کی ساری زمین اچھی فصل پیدا کرنے کے قابل ہے اور کرتی بھی ہے۔ بہت زیادہ اراضی میں باغ لگائے گئے ہیں جس میں آم کٹھل، ناشپاتی پپیتے اور گلاب تک کے درخت ہیں جو اب پھلنے کے قریب آگئے ہیں۔ گیہوں اور گنے کی کاشت ہوتی ہے اور پیداوار بھی اچھی ہے۔ پہلے پانی کی کمی کے باعث زمین بیکار تھی۔ زمین نرم ہونے کے باعث کچے کنویں بن سکتے تھے اور پختہ کنوئیں بیش خرچ سمجھے جاتے تھے یہ کام اتنا مایوس کن سمجھا تا تھا کہ ہائیڈرو الیکٹرک محکمہ پانی حاصل کرنے سے مایوس ہوگیا اور ٹیوب کے کنوؤں کے ذریعہ آبپاشی کی اسکیم یہاں کے لئے رد کر دی۔ ان سب باتوں کے باوجود ذاتی خرچ سے ایک ٹیوب ویل بنایا گیا۔ اب اس کنوئیں سے گاؤں کے اندر اور باہر کی زمین کی سینچائی ہوتی ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ گاؤں والوں کی آمدنی بڑھ گئی ہے اور آمدنی بڑھنے کے باعث انھیں زندگی سے خاص دلچسپی پیدا ہوگئی ہے۔ جن گھروں میں وہ رہتے تھے وہ کچے مکانوں سے بھی بدتر تھے۔ گاؤں والوں کے پاس نہ اچھے گھر بنانے کے ذرائع ہی تھے اور نہ خواہش تھی۔ دراصل یہاں کی آبادی مستقل نہیں تھی بلکہ ایک طرح سے وہ بنجارے تھے۔ لیکن اب حالات بدل گئے ہیں اور اس تبدیلی کا راز اچھی رہنمائی ہے۔ ۱۹۲۵ء میں پروفیسر رام سروپ ویس نے گاؤں میں آدھا حصہ حاصل کرلیا پروفیسر صاحب موصوف لکھنؤ ٹریننگ کالج میں پروفیسر تھے اور ملازمت سے سبکدوش ہونے پر انھیں اپنی ذاتی دلچسپی کے کسی ذریعہ کی تلاش تھی۔ یہ گاؤں انھیں پسند آیا۔ وہ غور کرتے تھے اور تواریخ وغیرہ کی نصاب کی کتابیں لکھ رہے تھے۔ انھوں نے اس مسئلہ پر بھی غور کیا اور اپنے خیالات کو جو خیالی سمجھے جاتے تھے، جامہ عمل پہنایا انھیں جو کامیابی حاصل ہوئی ہے اس سے ان کی فکر استقلال کا اندازہ ہوتا ہے انھوں نے زراعتی اقتصادی اور تعلیمی اصلاح کی اسکیم تیار کی اور اس کام کو کرنے کے لئے امداد باہمی کو اپنا ذریعہ بنایا اس طرح انھوں نے دیہاتی بینک قائم کیا اور اسی کے ساتھ ایک مکمل گاؤں بن گیا۔

۲۱ اپریل ۱۹۳۹ء کو گاؤں میں آگ لگ گئی جس میں سارا گاؤں جل گیا۔ یہاں تک کہ ایک گائے اور بھینس بھی، جو پنجاب سے لائی گئی تھیں وقت پر نہ بچائی جا سکیں اور جل کر مر گئیں۔ اس وقت تو یہ آگ قدرت کی طرف سے ایک مصیبت معلوم ہوئی لیکن بعد میں یہی قدرت کا ایک عطیہ معلوم ہوئی۔ گاؤں کی اس کمزوری کا پروفیسر ویش پر بہت اثر پڑا اور انھوں نے پختہ مکانات بنوانے کا عزم کر لیا۔ اپنے پاس سے خرچ کرنے کے بجائے انھوں نے امداد باہمی کا سہارا لیا اور ان کے کہنے پر گاؤں والوں نے ضلع بینک سے قرض لیا۔ بینک کی نظروں میں ممبران حیثیت ضمانت کے لئے کافی نہیں تھی اور اسے خوف تھا کہ جو روپیہ ایک بار دیا جائے گا وہ کبھی وصول نہ ہوسکے گا اس پر پروفیسر ویش بھی گاؤں کے بینک میں شامل ہوگئے اور قرض کے لئے ذاتی طور پر انھوں نے ذمہ داری لے لی۔ بینک نے بہت قلیل سود پر قرض دے دیا۔ مکان بنا دئے گئے اور ہر کنبہ کو رہنے کے لئے دیدیئے گئے اور قرض گاؤں کے ہر آدمی کے نام گاؤں کے بینک سے لیا گیا دکھا دیا گیا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ اب تک تقریباً دو تہائی قرض ادا ہوگیا اور اب ان لوگوں کو اچھے مکان میں رہنے اور ان کے مالک ہونے کا فخر ہے۔ گاؤں میں ۲۵

گئے ہیں۔ ان میں ۹ چماروں کے گھر ہیں باقی مسلمان ہیں جن میں جولاہے زیادہ ہیں۔

گاؤں والوں کی ترقی کا دوسرا ذریعہ ان کے مویشی ہیں۔ گاؤں کے ہر کنبہ کے پاس اپنے بیل گائے یا بھینس ہیں جس سے ان کی تندرستی اور آمدنی پر بھی اچھا اثر نظر آتا ہے گائیں حصار سے منگائی گئی ہیں۔ مویشی خانے بنوائے گئے ہیں۔ حصار سے ایک سانڈ بھی منگایا گیا ہے چنانچہ اب عمدہ نسل کے جانور پیدا ہو رہے ہیں۔

کھیتی کی ترقی کے لئے ایک بیج گودام قائم کیا گیا ہے اور ایک ٹیوب ویل بنایا گیا۔ ایک کوآپریٹو فارم شروع کیا گیا جس میں زمیندار اور اس کے کسان مشترکہ طور پر عملی ساجھے دار کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ ٹیوب ویل کی سینچائی کے ذریعے گنے کی کاشت ہونے لگی۔ مفاد کے اقتصادم کو بچایا گیا۔ ایک اچھا رقبہ منتخب کر لیا گیا اور سب ممبران اس میں کھیتی کرنے لگے ہر ایک کو اپنی محنت کے مطابق حصہ ملتا تھا۔ جن کسانوں کی اس رقبہ میں زمین تھی انھیں لگان کا دونا ملتا اس طرح بڑھتی ہوئی آمدنی سے گاؤں میں خوش حالی کا دور دورہ ہو گیا اور یہ کام لوگوں کو اتنا پسند آیا کہ اب تک یہ اسی طرح چل رہا ہے۔ یہ سب کام مختلف اصلاحی محکمہ جات کے ساتھ اچھی طرح تعاون کرنے کے باعث ہو سکا۔ محکمہ زراعت اور محکمہ گاؤں سدھار نے خاص امداد دی اور کسانوں کے فائدے کے لئے پروفیسر ولیش نے اپنے پاس سے ۵۰۰ روپیہ لگا کر ایک فنڈ قائم کیا جسکا نام نفع باہمی فنڈ رکھا۔ اس روپیہ سے انھوں نے کسانوں کو قرض سے نجات دلائی ورنہ بہت سے کسان قسط وار قرض کی مصیبت میں مبتلا تھے اور ۱۰ البکر بارہ روپیہ ادا کرتے تھے۔

گاؤں کے بینک کے متعلق زیادہ کچھ کہنا نہیں ہے۔ اسے قائم ہوئے ابھی چار ہی سال ہوئے اور اتنے کم عرصہ کو دیکھتے ہوئے اس نے کافی ترقی کی ہے اگرچہ اس کے پاس ابھی کافی سرمایہ نہیں ہے لیکن کسی بھی کوآپریٹو سوسائٹی کی کامیابی کا انحصار روپے پر نہیں ہے بلکہ اس پر انحصار ہے کہ وہ عوام کے خیالات کو بدلنے اور ان میں نئی امید اور زندگی پیدا کرنے میں کہاں تک کامیاب رہی اس لحاظ سے دیکھنے میں یہ صوبہ کی اول درجہ کی سوسائٹیوں میں ہے اسے ہوفرانی بھی ملی ہے۔ روہیلکھنڈ میں بھی گاؤں سدھار کے دیہات میں سب سے اچھا دیہات ہونے کے صلے میں ہیگ شیلڈ اور سب سے اچھی کھیتی کے لئے بایاداس شیلڈ ملی ہے۔ ابھی تھوڑے دن ہی ہوئے کہ کلکٹر صاحب نے اپنے خیالات ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ امداد باہمی کے اصول پر کھیتی کی اسکیم بہت دلچسپ ہے کمپوسٹ اسکیم اور مویشی خانے بہت عمدہ ہیں اور ان کی تقلید دوسری جگہوں پر بھی کی جا سکتی ہے۔ پروفیسر صاحب کا گنے کا کھیت تو سب سے اچھا ہے ایسا اچھا کھیت میں نے کبھی پہلے نہیں دیکھا.... ٹیوب ویل بہت اچھا کام کر رہا ہے موصوف نے آخر میں فرمایا ہے کہ یہ گاؤں بہت ہی متاثر کرنے والا ہے اور کور زمین میں ادنیٰ ذات کے لوگوں کے لئے اچھی کھیتی اور اچھے مویشیوں کا یہ انتظام نہایت قیمتی ہے۔

اس طرح پروفیسر ولیش کی کوشش اور ترغیب سے بیگم اس وقت اس بات کا ایک نمونہ ہے کہ امداد باہمی کے ذریعے خراب حالات میں بھی کتنی کامیابی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ پروفیسر ولیش کو بھی مطمئن ہونا چاہیئے کہ اپنی فرصت کا وقت وہ اس کام میں صرف کر سکے اور اپنی جائداد کی قیمت میں اضافہ کر سکے۔ دوسری جگہوں پر بھی اس قسم کی کامیابی ہو سکتی ہے اگر اسی طرح کے رہنما مل جائیں جو بڑی مشکل سے ملتے ہیں۔

غزل

(حضرت مظفر شاہجہانپوری)

آبھی جا اے دوست اب موقع نہیں تاخیر کا
رنگ اُڑتا جا رہا ہے زیست کی تصویر کا

یک بیک کس نے اُلٹ دی آکے محفل میں نقاب
رنگ پھیکا پڑ گیا ہر شمع کی تنویر کا

یہ چمن، یہ ابر پارے، یہ شفق، یہ چاندنی
سایۂ رنگیں ہے ان سب پر تری تصویر کا

رُخ ہواؤں کا بدل جاتا ہے جب کرتا ہوں قصد
کیا اثر پہونچے وہاں تک نالۂ دلگیر کا

ناامیدی کفر ہے ہمت تو کر اے نامراد
کیا تجھے معلوم ہے لکھا تری تقدیر کا

اس نے چہرے سے اُٹھایا جب بصد مشکل نقاب
پڑ گیا جلوؤں پہ پردہ عالم حیرت گیر کا

سوال جواب

جانوروں کو ڈینگو بخار

سوال - میرے گاؤں کے جانور بہت مر رہے ہیں۔ اُن کے پچھلے پیروں میں کوئی بُری بیماری ہو جاتی ہے۔ دونوں پیروں کو وہ ایک دوسرے سے رگڑتے ہیں اور ان کا تمام جسم تھوڑی تھوڑی دیر بعد کانپنے لگتا ہے۔ جانور کئی دن تک اُٹھ نہیں پانے اور پھر بیہوشی میں مر جاتے ہیں۔

جواب - ہو سکتا ہے کہ آپ کے گاؤں کے مویشی ڈینگو بخار میں مبتلا ہوں۔ یہ پھیلنے والی بیماری ہے۔ اسلئے جن جانوروں کو یہ بیماری ہو گئی ہو اُنھیں دوسرے جانوروں سے دور رکھنا چاہئے۔ اُنھیں صاف اور گرم جگہ پر رکھنا چاہئے اور اُنھیں گھاس اور بھوس کا اچھا بچھونا دینا چاہئے۔ صبح شام آدھ سیر چائے کا جوشاندہ دیجئے۔ صبح شام پیروں کی تھوڑی دیر تک مالش کیجئے۔ جانوروں کے ہسپتال کا پتہ پوچھئے اور وہاں اطلاع دیجئے تو وہ لوگ خود آپ کے گاؤں آئیں گے اور بیماری کا جو کچھ علاج ہوگا آپ سے بتائیں گے۔

مُرغیوں کو گرین ڈائریا سے کیسے بچائیں؟

سوال - میں مُرغی پالنا پسند کرتا ہوں۔ میرے پاس کچھ مرغیاں بھی ہیں۔ جولائی میں اُنھیں ایک طرح کی پیچش ہو جاتی ہے اور وہ مر جاتی ہیں۔ اس کا مجھے دو بار تجربہ ہوا ہے۔ براہ کرم اس کا کوئی اچھا علاج بتایئے۔

جواب - پیچش مرغیوں کی کئی بیماریوں کی علامت ہے جیسے ہیضہ، دانی نعیت کی بیماری وغیرہ چونکہ آپ کہتے ہیں کہ آپ کی مرغیاں عموماً جولائی میں بیمار ہوتی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنھیں گرین ڈائریا یا ہری پیچش ہو جاتی ہے۔ یہ بیماری ساون شروع ہونے پر ہوتی ہے جبکہ مرغیاں ہری گھاس میں بہت زیادہ گھومتی ہیں۔ بہت زیادہ کھانے سے ہی یہ بیماری ہوتی ہے جن مُرغوں کو یہ بیماری ہو گئی ہو اُنھیں تندرست مُرغوں سے دور رکھنا چاہئے اور اُنھیں کچھ دنوں تک صبح شام ایک چمچہ پانی میں ۵ دس قطرے افیون کے ٹنکچر پلانا چاہئے۔ جب تک وہ ٹھیک نہ ہو جائیں اُنھیں دودھ یا انڈے کی سفیدی کھلا کر رکھنا چاہئے۔ جب تک وہ اچھے نہ ہو جائیں اُنھیں آہستہ آہستہ اُنکی معمولی خوراک دینی چاہئے برسات شروع ہونے پر مرغیوں کی بہت دیکھ بھال کرنی چاہئے کہ وہ بہت زیادہ نئی گھاس نہ کھا جائیں جس کے باعث اُنھیں کئی قسم کی بیماریاں ہو جاتی ہیں۔

دھان کے کھیت کی جوتائی

سوال - دھان کے کھیتوں کی جوتائی کا سب سے اچھا اور مناسب وقت کب ہے؟

جواب - ایسا دیکھا گیا ہے کہ کسان دھان کاٹنے کے بعد پھر جب تک روپنے کا وقت نہیں آجاتا اُس وقت تک زمین کو پرتی چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ اُن کی غلطی ہے۔ دھان کاٹنے کے بعد کھیت کو ضرور جوتنا چاہئے۔ اگر پنجاب پلاؤ (PanjabPlough) سے جوتا جائے تو اور بھی اچھا ہے۔ پنجاب پلاؤ کی جوتائی سے نیچے کی مٹی اوپر چلی آتی ہے اور بڑے بڑے ڈھیلے نکل آتے ہیں۔ اگر پنجاب پلاؤ نہ ملے تو دیسی ہل سے ہی کم از کم دو بار ضرور جوتائی کرنی چاہئے۔ جوتنے کے بعد چوکی دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اُسے ڈھیلے ہی کی صورت میں چھوڑ دینا چاہئے۔ اگر دھان کاٹنے کے بعد کھیت میں ہل چلنے کے قابل نمی (Moisture) نہ رہے تو آئندہ جیسے ہی پانی پڑے۔ کھیت کو دو بار جوت دینا چاہئے۔ ماگھ میں اکثر پانی برس ہی جاتا ہے اسلئے اگر کسان چاہیں تو اپنے کھیت کو جوت سکتے ہیں۔ کھاد جوتے رہنے سے جیٹھ میں بھی کھیت آسانی سے جوتا جا سکتا ہے۔ دھان کے کھیت کو جیٹھ میں بھی جوتنا ضروری ہے۔ جب زمین ماگھ جیٹھ کی جوتی ہوئی رہتی ہے تو کھیت کا ڈھیلا دھوپ میں پک کر سوندھا ہو کر رہتا ہے اور کھیت کے تمام کیڑے برباد ہو جاتے ہیں۔ ایسا کرنے سے فصل میں کسی قسم کی بیماری لگنے کا بہت کم اندیشہ رہتا ہے۔

بھاگن اور چیت میں جو گرد اڑ کر اوپر کو جاتی ہے اس میں خوراک موجود ہوتا ہے۔ پانی پڑنے سے وہ کھاد دھل کر پانی کے نیچے آتی ہے۔ مگر اس سے وہی لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جن کا کھیت ہموار رہتا ہے۔ کیونکہ پرتی کھیت میں جو پانی پڑتا ہے وہ زیادہ تر باہر چلا جاتا ہے۔

ایسا عموماً دیکھا جاتا ہے کہ شروع میں پانی کم پڑتا ہے مگر ... میں پوری بارش ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں اوپر والے کھیت جن میں پہلے جوتائی نہیں کی گئی ہے۔ ٹھیک وقت پر ہرگز روپے نہیں جاتے کیونکہ ایسے کھیت کو تیار کرنے میں زیادہ پانی کی ضرورت ہے۔ جوتے ہوئے کھیت میں اگر ایک ڈیڑھ انچ بھی بارش ہو جائے تو اسے آسانی سے روپ سکتے ہیں۔ لیکن پرتی کھیت تیار کرنے کے لئے کم از کم ۳ انچ پانی ضرورت ہوتی ہے۔ ماگھ اور جیٹھ میں کھیت جوتنے سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ کھیت میں دھان روپنے کے بعد گھاس بہت کم نکلتی ہے۔

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

۱ رمئی ۱۹۴۴ء کیرتن ۔ شری کرشن کیرتن منڈلی ۔ زیادہ غلہ اکرو ۔ رام اُجاگر دوبے ۔ بھیٹے کا مکالمہ ۔ اس ہفتہ کا پروگرام
قت کی اطلاع ۔ ۸ بجے) دادرا ۔ تارا بائی ۔ چکبندی ۔ پنچوں میں
چیت ۔ آجن ۔ شری کرشن کیرتن منڈلی ۔

۲ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ گرام سیوک کا فرض ۔ تیر تھ راج پانڈے ۔
رامرتضیٰ حسین ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ ٹھمری ۔
بائی ۔ چیچک سے بچاؤ ۔ ایک ڈاکٹر اور بھیٹے میں مکالمہ ۔ برہا ۔
بہادر اور پارٹی ۔ گیت ۔ سی ۔ ایم ۔ لہری ۔

۳ رمئی ۱۹۴۴ء خیال ۔ یورپ کا حال ۔ غزل ۔ نواب علی خاں
ت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ کورس ۔ پنچ منڈلی ۔ بال سبھا ۔
کا بچپن ۔ ارجن بر جنا تھ سنگھ اور پلٹو میں مکالمہ ۔ پنچوں کی
شش ۔

۴ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ اناج سے خرید کرو ۔ کے دیرجندر وکرم سنگھ
رسیّ کا کا گیت ۔ بلدیو پرساد (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔
را ۔ اللہ رکھی بائی ۔ نارد موہ ۔ رام اُجاگر دوبے ۔ غزل ۔
دیو پرساد ۔ ناچ ۔ دھن ۔ اے ۔ آئی ۔ آر ۔ آرٹسٹ ۔

۵ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ مویشیوں کی دیکھ ریکھ ۔ پیٹ پھولنا ۔ ایک
بیوں کا ڈاکٹر ۔ ہڑک گیت ۔ پنچ منڈلی ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے)
۔ بھجن ۔ کرشنا بائی ۔ ذخیرہ بازی ۔ مکالمہ ۔ مرتضیٰ حسین اور
جی داس ۔ گیت ۔ آنا (کوت) چندر بھوشن ۔

۶ رمئی ۱۹۴۴ء پنگھٹ ۔ آدرش ناری ساوتری سیتا دیوی
کے گیت ۔ گلاب دیوی اور پارٹی ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے)
۔ بہنو تمہارا خط ملا ۔ مونڈن کے گیت ۔ گلاب دیوی اور
ٹی ۔

۷ رمئی ۱۹۴۴ء دیہات سبھا ۔ رام جی داس ۔ یورپ کا حال ۔ غزل
حسین ۔ (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ قوالی نظام الدین
پارٹی ۔ بچوں کا جلسہ ۔ بسین ۔ تین گاؤں ۔ منظوم ۔ کہانی ۔
اخط ملا ۔ ساز سنگیت ۔

۸ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ زیادہ غلہ پیدا کرو ۔ بات چیت ۔ ٹھمری ۔
بہادر (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ غزل ۔ نورجہاں
ہفتہ کا پروگرام ۔ فلمی گیت ۔ پہیلیاں ۔ جگنا تھ پرساد سنگھ ۔

ستار پر دھن ۔ اے ۔ آئی ۔ آر ۔ آرٹسٹ ۔

۹ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ تلسی کی بانی ۔ بندا پرساد ہٹا چاریہ ۔ برہا ۔
کنھیا لال شرما (وقت کی اطلاع ۸ بجے) خبریں ۔ دادرا ۔ منا بائی ۔
موسمی ترکاری ۔ اے ۔ آر ۔ علوی اور بھیٹے میں مکالمہ ۔ گیت ۔
کنھیا لال شرما ۔ رامائن پاٹھ ۔ پنچ منڈلی ۔

۱۰ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ نینا گڑھ کی لڑائی ۔ آلہا ۔ یورپ کا حال ۔
مکالمہ ۔ (۸ بجے کی اطلاع) خبریں ۔ گیت ۔ عبدالحئی ۔ بچوں
کا جلسہ ۔ سنسار کے خاص دھرم ۔ ہندو دھرم ۔ پنچوں کی فرمائش ۔
اب آگے کا سنو حوال ۔ آلہا ۔

۱۱ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ قوالی ۔ پنچ منڈلی ۔ سڑکوں کی ضرورت
سرجو پرساد (۸ بجنے کی اطلاع) خبریں ۔ بھجن ۔ کنھیا لال بسا
چندر بھوشن ۔ بھجن ۔ کمل بائی ۔

۱۲ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ کھیتی کے دشمن ۔ دیمک ۔ یو گنید ربال سنگھ ۔
لغت ۔ مرتضیٰ حسین ۔ (۸ بجنے کی اطلاع)

۱۳ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ پنگھٹ ۔ اچار اور مربہ بنانا بسنت کماری ۔
بھجن ۔ سُدھا ماتھر (۸ بجنے کی اطلاع) فلمی گانے ۔ بہنو تمہارا
خط ملا ۔ گیت ۔ سُدھا ماتھر ۔

۱۴ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ قوالی ۔ پنچ منڈلی ۔ یورپ کا حال مکالمہ ۔
پوربی ۔ رام جی داس ۔ (۸ بجے کی اطلاع) خبریں ۔ بھجن ۔ بچوں
کا جلسہ ۔ چٹکلے ۔ رامیشور دیال ماتھر ۔ تمہارا خط ملا ۔ گیت ۔
مرتضیٰ حسین ۔

۱۵ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ زیادہ غلہ پیدا کرو ۔ بات چیت ۔ قوالی
نصیر قوال اور پارٹی (۸ بجے کی اطلاع) خبریں ۔ بھجن ۔ آر ۔
کے ۔ جوشی صفائی اور غسل ۔ رمئی کا کام اور چودھری کا مکالمہ ۔
دادرا ۔ نصیر قوال مع پارٹی ۔ اس ہفتہ کا پروگرام ۔ قوالی ۔
شاہ جہاں ۔

۱۶ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ قوالی ۔ پنچ منڈلی ۔ بڑے آدمیوں کی بانی ۔
گردھر کی کنڈلیا ۔ (بات چیت) رسول احمد ابودہ ۔ بھجن ۔
موہنی بائی ۔ خبریں ۔ ستار پر دھن ۔ روی شنکر ۔

۱۷ رمئی ۱۹۴۴ء ۔ جیتی ۔ رام جی داس ۔ بچوں کا جلسہ ۔
ان کا بچپن ۔ اکبر ۔ (مکالمہ) ولی کمال خاں ۔ بھجن ۔ شانتا بائی

سفر کم کرو۔ (مکالمہ) بچوں کی فرمائش۔ خبریں۔

۱۸ر مئی ۱۹۴۴ء۔ گیت۔ نور محمد۔ کھلیان (خاص) پروگرام ... خبریں۔ غزل۔ نور محمد۔

۱۹ر مئی ۱۹۴۴ء۔ دادرا۔ مرتضیٰ حسین۔ لوسے بچاؤ (بات چیت) ایک ڈاکٹر۔ غزل۔ حفیظ احمد خاں۔ ذخیرہ بازی (مکالمہ) خبریں۔ سوہر۔

۲۰ر مئی ۱۹۴۴ء۔ سوہر۔ اُرملا دیوی۔ بھارگو۔ سوم وتی اماں (بات چیت) شانتی دیوی۔ بھجن۔ بھئو تمہارا خط ملا۔ سوہر۔ اُرملا دیوی بھارگو۔

۲۱ر مئی ۱۹۴۴ء۔ بھجن۔ ویدناتھ ڈے۔ بچوں کا جلسہ۔ ممُوا چلا پردیس۔ (منظوم کہانی) کمتی بھدر۔ دکمشت پورب کا حال۔ (مکالمہ) ڈھولک کا گیت۔ ستارہ بائی۔ تمہارا خط ملا۔ ویدناتھ ڈے۔ خبریں۔

۲۲ر مئی ۱۹۴۴ء۔ بھجن۔ پنچ منڈلی۔ زیادہ غلّہ پیدا کرو۔ (بات چیت) پی۔ سی۔ شرما۔ دادرا۔ زہرہ نازنیں۔ اس ہفتہ کا پروگرام۔ خبریں۔

۲۳ر مئی ۱۹۴۴ء۔ لیچاری۔ فقیرے لال اور منڈلی۔ گاؤں کا اسکول (بات چیت) وید پرکاش گپت۔ بھجن۔ بی۔ ایچ۔ جوشی۔ خبریں۔ دھوبیا گیت۔ فقیرے لال اور منڈلی۔

۲۴ر مئی ۱۹۴۴ء۔ لیچاری۔ چندو دھوبی اور منڈلی۔ بچوں کا جلسہ۔ آکاش سنسار۔ ستارے (مکالمہ) بچوں کی فرمائش۔ سفر کم کرو۔ (مکالمہ) دھوبیا گیت۔ چندو دھوبی اور منڈلی۔ خبریں۔

۲۵ر مئی ۱۹۴۴ء قوالی۔ عابد قوال اور پارٹی۔ بچت کا استعمال (مکالمہ) اویس احمد ادیب اور بھیپٹے۔ پوربی۔ رادھا بائی۔ خبریں۔ دادرا۔ عابد قوال اور پارٹی۔

۲۶ر مئی ۱۹۴۴ء۔ بھجن۔ کالیکا پرساد دیکشت۔ دودھ کا انتظام (بات چیت) این۔ کے۔ بھارگو۔ چیتی منّی بائی۔ ذخیرہ بازی۔ (مکالمہ) گیت۔ کالیکا پرساد۔ خبریں۔

۲۷ر مئی ۱۹۴۴ء بھجن۔ سروج کماری۔ موسم کی چیزیں۔ (بات چیت) استوتی۔ بہنو، تمہارا خط ملا۔ گیت۔ سروج کماری

۲۸ر مئی ۱۹۴۴ء۔ ہڑک گیت۔ پنچ منڈلی۔ بچوں کا جلسہ۔ میرا دیش (نظم) سی۔ سی۔ سوز۔ پورب کا حال۔ بھجن۔ کرانتی دیوی۔ خبریں۔

۲۹ر مئی ۱۹۴۴ء۔ گیت۔ بھوبچار۔ جنگ بہادر۔ وینادت اور ڈی۔ سی۔ دت۔ اگلے ہفتہ کا پروگرام۔ اجودھیا کی بہا۔ (کوتیا) لالتا سنگھ۔ خبریں۔

۳۰ر مئی ۱۹۴۴ء۔ گیت۔ مرتضیٰ حسین۔ پبلک اور پولیس۔ بلوہ (بات چیت) غزل۔ غلام غوث۔ خبریں۔ بھجن۔

۳۱ر مئی ۱۹۴۴ء۔ ... بدھو دھوبی اور منڈلی۔ بچوں کا جلسہ۔ آکاش سنسار۔ آواز کا راستہ (مکالمہ) اجودھیا پرسا دیکشت اور بلشو۔ دادرا۔ شمیم بائی۔ پورب کا حال۔ دھوبیا گیت۔ بدھو دھوبی اور منڈلی۔ خبریں۔ ...

انمول موتی

مذہب کے بعد انسان کو تمام برائیوں سے روکنے والی چیز "عزتِ نفس" ہے۔

خودداری تمام نیکیوں کا سنگِ بنیاد ہے۔

ہماری ناکامی کا سبب اکثر یہی ہوا کرتا ہے کہ ہمیں اپنی ذات، اپنے حوصلے، اور اپنی ہمت پر اعتماد نہیں ہوتا۔ اپنی طاقت پر بھروسہ رکھنا ہی اصل طاقت ہے۔

دُنیا کے بازار میں اگر ہم نے اپنی قیمت خود ہی ایک روپیہ رکھی تو دوسروں کو کیا غرض کہ وہ پانچ روپے کر دیں۔ آپ اپنی عزت کرو۔



ایک قابل تقلید کسان

مسٹر ڈبلیو جے جنکینس آئی اے۔ ایس ڈائرکٹر محکمہ زراعت صوبہ بمبئی
ا اپنے یہاں کے ایک لایق تقلید کسان شری مانک چند کنشن داس کی
ت تعریف کی ہے یہ صاحب مشرقی خاندیش میں بہت مشہور ہو رہے
یں ان کے پاس اس وقت کوئی ۶۰۰ ایکڑ زمین ہے اس میں سے
۴۲ ایکڑ زمین میں یہ کھیتی کرتے ہیں اور مختلف فصلیں پیدا کرتے
یں اور بقیہ ۱۷۵ ایکڑ زمین میں موسمی و کھٹے لیموں کے باغ لگائے
وے ہیں انھیں سب سے بڑی کامیابی لیموں کی پیداوار بڑھانے کا
وئی ہے اس معاملے میں وہ صوبہ بمبئی میں سب سے آگے ہیں انکے
غ میں اسوقت لیموں کے ۱۲۰۰۰ درخت ہیں جن میں ۱۰۰۰ پورے
ورے پھل سے لدے ہوئے ہیں۔

گذشتہ سال انھوں نے ۹۰۰ ٹن لیموں پیدا کئے اسکا زیادہ تر
حصہ کنیٹین اسٹورس ڈپارٹ کے ہاتھ فروخت کیا۔ ان کا مقصد
زراعت کے ذریعے محض حصول دولت ہی نہیں بلکہ خدمت ملک
ہے وہ صوبہ بمبئی کے محکمہ زراعت کی مدد سے عمدہ بیج پیدا کرتے
ہیں اور اسے ضلع کے کسانوں کو بونے کو دیتے ہیں وہ اپنے کھیتوں
پر طرح طرح کے تجربے کرتے رہتے ہیں جنھیں سرکاری اور غیر سرکاری
لوگ عموماً دیکھنے آتے رہتے ہیں۔

لیموں ایک فرحت بخش پھل ہے یہ بات انکے کھیتوں میں
بخوبی ثابت ہوئی ہے اس سے ہاضمہ بھی درست ہوتا ہے یہی نہیں
یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ گذشتہ سال جب خاندیش میں ہیضہ
پھیلا ہوا تھا۔ انکے کھیت کا ایک مزدور بھی اس بیماری کا شکار نہیں
ہوا۔

ہمارے صوبے میں ایسے دولتمند لوگوں کی کمی نہیں ہے جو
سیٹھ مانک چند کی طرح ہزار دس ایکڑ زمین کے مالک ہیں وہ چاہیں
تو وہ بھی سیٹھ جی کی طرح کھیتی کو ترقی دیکر دولت اور عزت پیدا کرسکتے
ہیں اور اپنے صوبے کی سب سے بڑی خدمت کرسکتے ہیں۔

فروری ۱۹۴۴ء میں گاؤں سدھار

محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے یو پی میں گاؤں سدھار کے کام
کی جو تفصیل شائع ہوئی ہے اسکا خلاصہ ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔
مکان جانے کے سامانوں کے ملنے کی دشواریوں کے باوجود اس
مہینے میں نالیوں کے علاوہ دس کنوئیں اور ۳۰ باندھ بنائے گئے
اسکے علاوہ ۲۰ پنچایت گھر اور ۲۷ نمونے کے گھر بنائے گئے موصول
رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ گاؤں والے کافی دلچسپی لے رہے
ہیں اور روپے پیسے اور دیگر طریقوں سے امداد کر کے اپنے فرائض
پورے کر رہے ہیں۔

دیہات میں پھیلنے والی بیماریوں کو پھیلنے سے روکنے کیلئے
پوری کوششیں کی گئیں ۷۶۱۲ اشخاص کو ٹیکہ لگایا گیا ۲۹۵۶
اشخاص کی مختلف بیماریوں کا علاج کیا گیا۔ ۲۵۹۵ اشخاص کو
فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی اور ۲۰۸ دائیاں ٹرینڈ کی گئیں دیہات
کی صفائی کی کوششیں کامیابی کے ساتھ جاری رکھی گئیں ۴۵۲۰
سوختہ گڈھے بنائے گئے ۱۷۳۰ اگھور صاف کئے گئے اور ۴۱۹
سور باڑے آبادی سے ہٹائے گئے دیہات کے مکانوں کے لئے
۴۰۷ ہوادان دیئے گئے۔

کھاد کو محفوظ رکھنے کے لئے ۸۷۳ کھاد کے گڈھے
کھودے گئے ساتھ ہی پیشاب جذب کرنے کے گڈھے بھی بن رہے
ہیں ۸۲۵۴ پیشاب جذب کرنے کے گڈھے اور بنائے گئے کھیتی
کے ۸۰۴ آلات تقسیم کئے گئے ۳۸۰ مظاہرے دیہات میں کئے گئے۔
مویشیوں کی بھلائی کے کام بھی جاری رکھے گئے دیہات میں مویشیوں
کی نسلوں کو اچھی طرح بنانے کے لئے ۳۸ اعلیٰ نسل کے سانڈ
اور ۷۵۰ اچھی نسل کے دیگر مویشی دئے گئے۔ ۳۷۰۰ مویشیوں
کا علاج کیا گیا اور ۲۱۱۴ بیلوں کو آختہ کیا گیا۔

اسکاوٹ تحریک کی طرف کارکنان گاؤں سدھار نے
بہت توجہ دی اور اسکاوٹوں کی بھرتی اور پوری ٹریننگ
حاصل کرنے والوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ ۴۲۱۷ دیہاتی
رضاکار ٹرینڈ کئے گئے اور بیشتر کو ابتدائی تعلیم دی گئی اسکاوٹ
ریلی بھی کی گئی۔ کارکنان گاؤں سدھار نے ۴۴۹۶ جلسے اور
۱۰۹ ڈرامے کئے اور ۳۲۱ جگہ بھجن منڈلیوں نے گانے سنائے
پبلسٹی گاڑی کا استعمال نشر و اشاعت کے لئے کیا گیا۔ اس

...ہیڈکوارٹر کے افسروں نے جنگ اور دیگر موضوعات پر مکالمے براڈکاسٹ کئے۔ ریڈیو اسکیم بہت کامیاب ہو رہی ہے اور اس سے گاؤں والوں تک جنگ کی خبریں ٹھیک اور بروقت پہونچتی ہیں جو کہ روزانہ ریڈیو سننے کے لئے جمع ہوتے ہیں گاؤں سدھار سنٹروں میں۔ ریڈیو سیٹ لگائے جانے کی مانگ برابر بڑھتی جا رہی ہے۔

فروری ۱۹۴۴ء میں اسکاؤٹوں کی بھرتی

فروری ۱۹۴۴ء میں اسکاؤٹوں کی بھرتی کی رفتار اس طرح تھی۔

(پرانے مرکز)

ضلع	کل بھرتی	کل تربیت یافتہ	فیصدی
۱۔ کانپور	۳۱۱۶	۳۱۱۶	۱۰۰
۲۔ فرخ آباد	۳۷۳۰	۲۹۲۴	۷۸
۳۔ مراد آباد	۳۰۷۱	۱۹۶۸	۶۱
۴۔ الہ آباد	۳۴۵۴	۲۱۰۶	۶۱
۵۔ مین پوری	۳۳۰۴	۲۰۰۴	۶۱
۶۔ نینی تال	۱۲۲۷	۶۸۸	۵۶
۷۔ بلیا	۳۰۳۴	۲۱۳۴	۵۶
۸۔ گونڈا	۴۰۸	۲۴۲۷	۵۵
۹۔ بریلی	۳۱۱۶	۱۶۵۹	۵۳
۱۰۔ ہردوئی	۴۳۴۹	۲۳۱۰	۵۳
۱۱۔ مرزاپور	۵۷۹۵	۳۰۷۰	۵۳
۱۲۔ ایٹہ	۳۴۱۵	۱۴۸۱	۴۳
۱۳۔ الموڑہ	۱۱۹۵	۴۸۱	۴۰
۱۴۔ بجنور	۳۳۹۸	۱۳۵۱	۴۰
۱۵۔ دہرادون	۳۵۵۶	۱۳۸۸	۳۹
۱۶۔ اعظم گڈھ	۳۹۲۱	۱۵۲۶	۳۹
۱۷۔ فتحپور	۳۵۱۹	۱۳۷۰	۳۹
۱۸۔ اٹاوا	۳۷۷۸	۱۴۲۷	۳۸
۱۹۔ رائے بریلی	۳۱۰۰	۱۱۲۹	۳۶
۲۰۔ جالون	۴۵۰۶	۱۶۲۲	۳۶
۲۱۔ ہمیرپور	۳۷۳۲	۱۳۲۹	۳۶
۲۲۔ مظفرنگر	۳۳۵۹	۱۱۵۹	۳۵
۲۳۔ بنارس	۵۱۲۸	۱۷۳۲	۳۴
۲۴۔ بلندشہر	۴۵۱۰	۱۴۴۹	۳۲
۲۵۔ بدایوں	۳۶۰۱	۱۱۵۸	۳۲
۲۶۔ آگرہ	۴۰۵۵	۱۲۴۹	۳۱
۲۷۔ گورکھپور	۴۶۶۲	۱۳۵۷	۳۰
۲۸۔ پرتاب گڈھ	۲۶۵۰	۷۶۰	۲۹
۲۹۔ علیگڈھ	۳۵۹۹	۸۸۶	۲۵
۳۰۔ پیلی بھیت	۲۹۸۹	۷۷۵	۲۶
۳۱۔ میرٹھ	۳۰۱۰	۷۶۸	۲۶
۳۲۔ متھرا	۳۴۷۷	۸۵۲	۲۵
۳۳۔ سہارنپور	۳۹۱۵	۹۸۵	۲۴
۳۴۔ مین پوری	۶۹۷۷	۱۶۳۲	۲۳
۳۵۔ بستی	۶۰۰۲	۱۳۳۷	۲۲
۳۶۔ سیتاپور	۲۲۵۶	۳۸۴	۱۷
۳۷۔ غازیپور	۷۰۵۹	۱۱۱۹	۱۶
۳۸۔ سلطانپور	۹۵۵۳	۱۳۸۱	۱۴
۳۹۔ بہرائچ	۴۷۰۲	۶۴۵	۱۴
۴۰۔ باندا	۴۷۵۵	۵۱۲	۱۱
۴۱۔ شاہجہانپور	۲۱۰۸	۱۹۲	۹
۴۲۔ لکھنؤ	۳۳۷۶	۲۰۶	۶
۴۳۔ اناؤ	۵۰۸۹	۳۰۴	۶
۴۴۔ جھانسی	۱۷۷۵	۷۸	۴
۴۵۔ گڈھوال	۱۱۵۹	×	×
۴۶۔ کھیری	اعداد نہیں ملے۔		
۴۷۔ فیض آباد	اعداد نہیں ملے۔		
۴۸۔ بارہ بنکی	اعداد نہیں ملے۔		
	۱۷۳۷۵۹	۵۸۵۵۳	

فروری ۱۹۴۴ء میں اسکاؤٹوں کی بھرتی (پرانے مرکز)

ضلع	کل بھرتی	کل تربیت یافتہ	فیصد
۱۔ الہ آباد	۸۴۳	۵۴۳	۵
۲۔ گونڈا	۱۵۲۱	۴۲۴	۸
۳۔ سلطانپور	۲۱۰۳	۵۳۱	۵
۴۔ پرتاب گڈھ	۱۳۰	۳۰۰	
۵۔ بلیا	۱۱۰۰	۲۰	
۶۔ جونپور	۱۹۸۱	۳۳۹	
۷۔ رائے بریلی	۱۷۶۸	۲۸۱	۱
۸۔ مرزاپور	۲۶۶۲	۳۹۹	۱
۹۔ غازی پور	۱۷۳۶	۲۵۹	۱
۱۰۔ باندا	۲۳۶۴	۳۳۱	
۱۱۔ بنارس	۵۴۹۰	۴۷۹	
۱۲۔ گورکھپور	۴۵۹۰	۱۲۸	
۱۳۔ بستی	۲۱۰۵	۱۲	
۱۴۔ لکھنؤ	۲۱۲۷	×	
۱۵۔ فیض آباد	اعداد نہیں ملے		
۱۶۔ بارہ بنکی	اعداد نہیں ملے		
	۳۱۷۰۰	۴۲۳۴	

فوجیوں کے کنبہ والوں کی دیکھ بھال

فوجیوں کے گھروالوں کی اور زیادہ اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کے لئے محکمہ گاؤں سدھار کے آرگنائزروں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے حلقہ میں ہر کنبہ کو دیکھنے کے لئے وہ کم از کم ایک بار ضرور جائے۔ جن دیہات میں فوجیوں کے کنبے والوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ آرگنائزر کے لئے سب کے یہاں ایک دن میں جانا ناممکن ہے۔ وہاں اُسے چاہئے کہ وہ مہینے میں کم از کم دو دن اس کام کے لئے رکھے اور ہر کنبہ کے پاس جا کر انکی ضرورتوں اور دشواریوں کا پتہ لگائے اور انھیں دور کرنے کی کوشش کرے فوجیوں کے کنبوں کو دیکھنے جاتے وقت اُسے اپنے ساتھ گاؤں کے کسی خاص شخص کو ساتھ میں لے لینا چاہئے جو سرپنچ کوئی پنچ یا دیہاتی اسکاؤٹوں کا پٹرول لیڈر ہو۔ اس کا ذکر آرگنائزر کو اپنی ڈائری میں بھی کرنا چاہئے۔ مہینے کے بعد جب وہ صدر دفتر میں جائے تو اپنی رپورٹ کی کاپیاں انسپکٹر کو دیدے۔ اس میں ایک کاپی تو انسپکٹر کے دستخط کے بعد آرگنائزر کو بھیجدی جائیگی اور دوسری اطلاع کے لئے ڈی۔ اے۔ سی۔ ال۔ او۔ کے پاس بھیجدی جائیگی۔ جن دیہات میں آرگنائزر مقرر ہے وہاں اسی کو یہ سب کام کرنے ہونگے اور اسکی رپورٹ کے ساتھ سرکل آرگنائزر اپنی رپورٹ شامل کر دیگا۔ اس انتظام سے فوجیوں کے خاندان والوں کی مشکلات بڑی حد تک رفع ہو جائینگی۔ فوجیوں کے کنبے والوں کو چاہئے کہ وہ اپنی دشواریوں کو آرگنائزر کے سامنے رکھیں جو انھیں دور کرنے کی کوشش کرے گا۔

سرکل آرگنائزروں کی ترقی

جنوری ۱۹۴۳ء سے حسب ذیل سرکل آرگنائزروں کو دوسرے گریڈ سے اوّل گریڈ کی ترقی دی گئی ہے۔ انھیں اب ۲۵ روپیہ ماہوار تنخواہ اور پانچ روپیہ سفر خرچ ملا کرے گا۔

۱۔ سالک رام شکل — ہردوئی
۲۔ غلام حسین — شاہجہانپور
۳۔ دین دیال — پیلی بھیت
۴۔ ہردواری لال — سہارنپور
۵۔ ہری ناتھ ورما — متھرا
۶۔ سیتارام — بارہ بنکی
۷۔ رام پرتاپ سنگھ — بریلی
۸۔ بلبھدر نرائن — جونپور
۹۔ پرم ہنس رائے — بلیا
۱۰۔ ستیہ دیو — بستی
۱۱۔ سورج پرتاپ سنگھ — الہ آباد
۱۲۔ بنارسی — مظفر نگر
۱۳۔ رام سروپ لال — بستی

دودھ دینے والے جانوروں کا چارہ

ہمارے یہاں کے دودھ دینے والے جانور اتنا کم دودھ دیتے ہیں کہ تجارتی نقطہ نظر سے اُن کا پالنا ناممکن ہو جاتا ہے دودھ بہت کچھ جانوروں کے چارے پر بھی منحصر ہوتا ہے۔ یو۔ پی میں جانوروں کے چارے کے بارے میں بہت سے تجربے کئے گئے ہیں۔ مسٹر سی۔ مایا داس ڈائرکٹر محکمہ زراعت یو۔ پی نے اپنے ایک مضمون میں اُن تجربوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے۔ جھانسی کے قریب بھراری کے فارم میں السی کی کھلی، سرسوں کی کھلی اور مونگ کی چونی کے تناسبی اوصاف کے بارے میں تجربے کئے گئے۔ ان تجربوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ زیادہ دودھ کے لئے السی کی کھلی زیادہ مفید ہے۔ اسکے بعد مونگ کی چونی کا نمبر ہے۔ السی کی کھلی اور جوار کے دانوں کا دودھ اور جانور کی تندرستی پر کیا اثر پڑتا ہے اس سلسلے میں تجربوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ جوار کے دانے السی کی کھلی کے مقابلے میں دونوں باتوں کے لئے زیادہ مفید ہیں اگر دودھ دینے والے جانوروں کو اچھا اور معقول مقدار میں چارہ دیا جائے تو ان کی دودھ دینے کی طاقت ابھی بھی زیادہ بڑھ سکتی ہے۔ لیکن اس وقت ہندوستانی کسان کے سامنے سب سے بڑا سوال جانوروں کے چارے کے خرچ میں کمی کرنا ہے۔ اس لئے اُسے ایسے چارے چاہئیں جو مفید تو اتنے ہی ہوں لیکن جن پر خرچ کم ہو۔

فہرست مضامین



صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمہ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر
گاؤں سدھار افسر یو پی

ایڈیٹر
شری ناتھ سنگھ

باتصویر ماہوار رسالہ

جون ۴۲ء جلد ۲ نمبر ۶

ہریالی پھیلائے جا!

(جناب سید شمس الدین شمیم)

تو کھیتی کا رکھوالا ہے، کھیتی کو لہرائے جا!
مٹی سے پھل پھول اگا کر محنت کے پھل کھائے جا
دانوں کے سندر تاروں سے دیش کی مانگ رچائے جا
جیون دھرتی کی پھلواری، مہکائے مہکائے جا
او بھارت کے گاؤں نواسی! ہریالی پھیلائے جا

چھم چھم سندر بالیں چمکیں، ویرانوں کی گودی میں
چھم چھم دھن کی دیوی ناچے کھلیانوں کی گودی میں
چھم چھم دانوں کی برکھا ہو انسانوں کی گودی میں
بھر جائے ہر کونا گھر کا ایسا دھن برسائے جا
او بھارت کے گاؤں نواسی! ہریالی پھیلائے جا

بھارت ماں کا پیار تجھے آنند میں ڈھالے دیتا ہے
پربت ایک ہمالہ ایسا، مینھ کے جھالے دیتا ہے
گنگا سا جیون مدھشالہ شہد کے پیالے دیتا ہے
شہد بھرے ان پیالوں سے کھیتوں میں رس ٹپکائے جا
او بھارت کے گاؤں نواسی! ہریالی پھیلائے جا

پربت کی دھرتی سے چھلکے، لو دیکھو امرت پانی کا
اوس کی چھاتی پر چھلکے [illegible] جیون ہریالی کا
پتھر کے ہر ذرے سے پھوٹے چشمہ سکھ ہریالی کا
سکھ ہریالی کے چشمے سے دھرتی کو چھلکائے جا
او بھارت کے گاؤں نواسی! ہریالی پھیلائے جا

کھیتوں میں آکاش کے تارے اپنا روپ سموتے ہیں
کومل پودوں کی چھایا میں دیوی دیوتا سوتے ہیں
جمنا تٹ کی ہریالی میں شیام کے درشن ہوتے ہیں
کرنا ہو جو شیام کا درشن کھیتوں کو مہکائے جا
او بھارت کے گاؤں نواسی! ہریالی پھیلائے [illegible]

زیادہ غلّہ پیدا کرو

(از مسٹر کے۔ جی۔ بھاٹیہ۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ سکریٹری حکومت یو۔ پی)

ہندوستان میں ۲۰ کروڑ ایکڑ سے زیادہ کھیتی ہوتی ہے اور دنیا کے سب بڑے زراعتی ملکوں میں ایک ملک ہے۔ ہمارا صوبہ ہندوستان میں سب سے بڑا زراعتی صوبہ ہے یہاں ۳½ کروڑ ایکڑ سے زیادہ کھیتی ہے۔ پچھلے چالیس سال میں اس صوبہ کی آبادی ۱۰ فیصدی بڑھ گئی۔ لیکن کھیتی کا رقبہ صرف ۳ فیصدی ہی بڑھا ہے۔ پارسال امریکہ میں سب ساتھی ملکوں کے نمائندوں کی کانفرنس ہوٹ اسپرنگس (Hot Springs) میں ہوئی تھی۔ اس میں ہندوستان کے نمائندے بھی شامل تھے۔ اس کانفرنس کی سب سے بڑی تجویز یہ تھی کہ ہر ملک میں ایسے طریقے اختیار کئے جائیں کہ وہاں بھوکوں مرنے کے ڈر سے ہمیشہ کے لئے چھٹکارا مل جائے اور یہ کہ لوگوں کی خوراک ایسی سدھاری جائے کہ وہ تندرستی کے لئے کافی ہو۔ ہندوستان کے لئے صرف یہی ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے کافی اور بہتر خوراک پیدا کرے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ جہاں تک ہو سکے ایسے ملکوں کی بھی مدد کر سکے جو اس لڑائی سے تباہ ہوئے ہیں۔

۲۔ ایک تو آجکل کی بڑھتی ہوئی مانگ کو پورا کرنے کے لئے اور پھر لڑائی کے بعد کی ضرورتوں کے لئے دو سال ہوئے اس صوبے میں زیادہ اناج پیدا کرنے کی خاص کوشش شروع کیگئی۔

۳۔ اس صوبے میں ۹۵ لاکھ ایکڑ زمین ایسی پڑی ہے جو کھیتی کے قابل ہے۔ لیکن جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ یہ زیادہ تر چراگاہ کے کام میں لائی جاتی ہے۔ اس کے بہت سے حصے میں کھیتی کی جا سکتی ہے اور غلّہ و چارے کی ٹھیک ٹھیک فصل لینے سے غلّہ اور مویشیوں کا چارہ دونوں ہی کی پیداوار بڑھ سکتی ہے۔ پرتی زمینوں کو کھیتی کے لائق بنانے میں محنت اور پیسہ دونوں کی ضرورت ہے۔ کہیں زمین کو جھاڑی اور جنگل سے صاف کرنا پڑے۔ جہاں تہاں باندھ باندھنے یا ہموار کرنے کی ضرورت ہے اور کہیں پانی کے نکاس کا بندوبست ضروری ہے۔ ایسے کاموں کے لئے اس صوبے کی سرکار نے پچھلے سال بلاسود تقاوی دینا منظور کیا تھا۔ یہ رعایت اس سال بھی جاری رہیگی۔ جہاں ایسا بڑا رقبہ ہے۔ زمیندار اور بڑے کاشتکار اس رعایت کا فائدہ اٹھا کر ایسی پرتی کھیتی کے قابل بنا سکتے ہیں چھوٹی چھوٹی آراضی کو معمولی کسان ہی اپنی محنت اور اس بلاسودی قرضے کی مدد سے اُن میں کھیتی کر سکتا ہے۔ زمیندار ایسی پرتی زمینوں کو بلا لگان یا رعایتی لگان پر اٹھا کر کسانوں کی ہمت بڑھا سکتے ہیں یا کچھ سال کے بعد یہ زمینیں پورا لگان دے سکیں گی

اور زمیندار کی آمدنی بھی بڑھ جائیگی۔ یہ قرضے ایسی زمینوں کے سدھار کے لئے مل سکتے ہیں جن کی آمدنی سے عام طور سے پانچ سال کے اندر ادائیگی کی اُمید ہو۔ ان کے لئے ضلع کے کلکٹر کو درخواست دینی چاہیئے۔ محکمہ زراعت کے مقامی افسروں کے ذریعے ان درخواستوں کو بھیجنے میں فائدہ ہے۔ کیونکہ وہ یہ جانچ کر سکتے ہیں کہ تجویز فائدے مند ثابت ہوگی یا نہیں۔ اور درخواست کی منظوری بھی اس طرح جلدی مل سکے گی۔ پرتی زمین کو کھیتی کے لئے برسات یا اُس کے بعد ہی طیار کیا جاتا ہے۔ اور اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ ایسی درخواستیں جلدی ہی دیجائیں تاکہ زمین اگلی ربیع کے لئے طیار کی جاسکے۔

۴۔ جس زمین میں کھیتی ہوتی ہے اُسکی پیداوار بڑھانا کچھ کم ضروری نہیں ہے۔ ان میں اچھے قسم کا بیج بویا جائے۔ ٹھیک قسم کی کھاد صحیح مقدار میں اور ٹھیک وقت پر دیجائے۔ ڈھنگ کی سینچ ہو۔ کھیتی کے نئے اور اچھے اصول برتے جائیں۔ تو پیداوار کہیں بڑھ سکتی ہے۔ ان کے بارے میں زیادہ حال تو اس سلسلے میں اور براڈ کاسٹس (Broadcasts) میں دیا جائیگا۔ چند باتیں جن پر محکمہ زراعت خاص زور دے رہا ہے اور کچھ رعائتیں جو سرکار نے منظور کی ہیں۔ کہہ دیتا ہوں۔

۵۔ ایکھ کے نئے قسم کے بیج سے پیداوار کتنی بڑھ گئی ہے اور اُس میں بیماری و کیڑے سے کتنا کم نقصان ہوتا ہے۔ کس کو نہیں معلوم۔ محکمہ زراعت نے اور فصلوں کے ایسے ہی اچھے بیج پیدا کئے ہیں۔ ایسے بیجوں۔ جیسے پوسہ اور کان پور کے گیہوں یا نگینہ کے دھان کی پیداوار معمولی بیجوں کی پیداوار کی سوائی اور ڈیوڑھی تک ہوتی ہے محکمہ ان بیجوں کو ۶۰۰ سے زیادہ سرکاری گوداموں سے بانٹتا ہے جو سارے صوبے میں پھیلے ہیں ان میں پارسال خاص طور سے بیج کی تقسیم بڑھانے کے لئے کھولے گئے ہیں اور پہلے سالوں کے مقابلے پارسال سوایا بیج بانٹا گیا۔ بیج کی تقسیم بڑھانے کی کوشش اب بھی کیجارہی ہے اچھے قسم کے دھان کے بیجوں کو جلد سے جلد پھیلانے کی تو خاص تدبیریں کی گئی ہیں۔ دو سال سے مرزاپور۔ پرتاب گڈھ اور فیض آباد میں ایک اسکیم جاری ہے۔ جس سے اُمید ہے کہ ان دو سال میں دھان کا زیادہ رقبہ اچھے بیج کی پیداوار کا ہو جائیگا۔ گورکھپور اور روہیلکھنڈ کے علاقوں میں ایسی اسکیم اس سال جلد ہی جاری ہے اور دو تین سال ہی میں اچھا بیج دھان کے زیادہ

[illegible] میں پھیل جائے۔

۶۔ اچھے بیج کے بارے میں دو خاص باتیں مجھے کہنی ہے۔ [illegible] جو ایک حصّے کے لئے ٹھیک ہے وہ ضروری نہیں کہ دوسرے [illegible] کے لئے بھی ٹھیک ہو۔ اور ایسے بیج سے اگر پوری پوری پیداوار لینی ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ زمین میں ٹھیک کھاد پڑے اور ٹھیک [illegible] کاشت کی خدمت ہو۔ یہ باتیں بیج گوداموں کا عملہ سمجھاتا اور دکھاتا ہے۔ اور اگر پورا فائدہ اُٹھانا ہے تو ان کو برتنا بھی ضروری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایسے بیج خالص اور ایک چک میں بونا چاہئے۔ جہاں اور کسی قسم کا بیج نہ بویا جائے۔ تاکہ اسکی پیداوار میں کوئی ملاوٹ نہ ہو سکے۔ اچھے بیج کو جلد پھیلانے کے لئے اسکی مقدار بڑھانا ضروری ہے۔ اور یہ کسان اپنے اور کسان سماج کے فائدے کے لئے ایسے ہی کر سکتا ہے کہ اس بیج کی پیداوار میں ملاوٹ نہ ہونے پائے۔ ایسی پیداوار کو محکمہ اسی کام کے لئے خرید لیتا ہے اور بازار کے بھاؤ پر منافع بھی دیتا ہے۔ بیج گوداموں سے یہ بیج سوائے پر تقسیم کیا جاتا ہے پچھلے سال سرکار نے نئی زمینوں میں کھیتی کے لئے صرف ۱۰ فیصدی زیادہ کی واپسی کی شرط پر بیج کی تقسیم منظور کی اور جہاں ضرورت ہو محکمہ یہ ۱۰ فیصدی کی شرط بھی معاف کر سکتا ہے۔ یہ رعایت اس سال بھی جاری رہیگی۔

۷۔ بیج کے بعد دوسری چیز کھاد ہے جیسا میں پہلے کہہ چکا ہوں محض کھاد دینا ہی کافی نہیں زمین زمین اور فصل فصل کے لئے علیحدہ قسم کی اور علیحدہ مقدار میں کھاد کی ضرورت ہوتی ہے۔ ٹھیک کھاد دینے کے اصول کا اگر پورا پرچار ہو جائے تو "ملک اور کسان" دونوں کو بڑا فائدہ پہنچے۔ آج کل سستی کھاد کی کمی ہے اور اسلئے گورنمنٹ نے اُس کو زیادہ مقدار اور سستے داموں میں حاصل کرنے کی کئی تجویزیں منظور کی ہیں۔ میں چند کا ذکر کرتا ہوں۔ رینڈی وغیرہ کی کھلی کھاد کے کام میں لائی جاتی ہے۔ اس صوبے کی ملکوں کی کل پیداوار ۶ لاکھ من کے قریب ہوتی ہے اور وہ سب سرکار کاشتکاروں کو بانٹنے کے لئے لے رہی ہے۔ اسکے دام بانٹنے کے سنٹروں پر ساڑھے تین یا پونے چار روپیہ من پڑنے کا۔ لیکن پونے تین لاکھ من کے قریب کھلی گیہوں اور دھان کے ایسے رقبوں کے لئے تقسیم کی جائے گی جہاں سینچائی ہوتی ہے۔ کیونکہ ان میں اس کھاد سے پیداوار بہت بڑھتی ہے۔ یہاں یہ کھلی رعایتی دام پر دیجائے گی۔

اور لاگت کا پانچواں حصّہ سرکار خود برداشت کریگی۔ اس طرح کسان کو تین روپئے من سے بھی کم پر یہ کھلی مل سکے گی۔ باقی آدھی کھلی دام یعنی ۳ ½ روپئے من کے لگ بھگ تقریباً۔ ایکھ۔ ترکاری وغیرہ کی کاشت کے لئے مل سکے گی۔ ان داموں میں بھی پچھلے دنوں کے بازار بھاؤ سے یہ کہیں سستی پڑیگی۔

۸۔ اس طرح کی کھاد کے ساتھ گاؤں کی کھاد کا استعمال اور بھی بڑھنا چاہئے سب آگے بڑھے ہوئے ملکوں کے کسان اُسے بہت استعمال کرتے ہیں۔ گاؤں کے کچرے اور مویشی خانے کے مٹی سے کمپوسٹ بنایا جا سکتا ہے اور پچھلے سال سرکار نے اس اور تالاب کی مٹی کا کسانوں میں رواج بڑھانے کے لئے دس لاکھ روپے کی رقم انعامات میں دینا تجویز کیا تھا۔ یہ اسکیم کسانوں نے بہت پسند کی اور ۸۰ ہزار روپیہ اُن کسانوں کو تقسیم کیا گیا۔ جنہوں نے بتائے ہوئے طریقے سے اپنی کھاد بنائی۔ اس سال اس طرح کی کھاد بنانے کی اور اچھی اسکیم طیار کی گئی ہے۔ جس سے اُمید ہے کہ اور زیادہ گاؤں میں کھاد طیار ہو سکیگی۔ اس اسکیم کا پورا پورا حال جلد ہی بتایا جائیگا۔

نو توڑ اور ایسی زمینوں میں جہاں سینچائی ہو سکے۔ ربیع کی فصل کے لئے ہری کھاد بہت اچھی ہوتی ہے۔ پچھلے سال سرکار نے بیس ہزار من سنئی کا بیج دام کے دام بلا سود کے ایسے علاقوں میں بانٹنے کے لئے منظوری دی تھی اور یہ رعایت اس سال بھی دیجا رہی ہے۔ رو ہیلکھنڈ کے ضلعوں میں اس رعایت سے خاص طور سے فائدہ ہوگا۔ کیونکہ یہاں کے سرکاری ٹیوب ویلوں سے اب تک پورا پورا فائدہ نہیں اُٹھایا جا رہا ہے۔ ربیع کی فصل کو تیزی سے بڑھانے کے لئے ایک خاص اسکیم ان ضلعوں میں پچھلے سال سے جاری ہے

۹۔ آبپاشی بڑھانے کی بہت سی تجویزیں جاری کی گئی ہیں اور بہت سی پر غور کیا جا رہا ہے بہت سی رعایتیں بھی اس سلسلے میں پار سال دی گئی تھیں۔ ان کا اور رعایتوں کو جو اس سال دینے کی تجویز ہو رہی ہے آئندہ براڈکاسٹ (Broadcasts) میں دیا جائے گا۔

گھر کی پیدا کی ہوئی برسیم کا چارہ اور اسکے فائدے

(از مسٹر این - سی - داس گپت، افسر تحقیقات پریکٹیکل کیٹل فیڈنگ ریسرچ اسکیم جھانسی - یو پی)

فارم کے جانوروں کو اُن کی تندرستی قائم رکھنے کے علاوہ بڑھنے، زیادہ دودھ دینے اور میکانیکل کام کرنے کے لئے بھی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ جانور جتنا چارہ کھاتا ہے اُس کا نصف تو اس کی تندرستی کو قائم رکھنے میں ہی لگ جاتا ہے۔ اسلئے خوراک کی کمی سے یا تو دودھ میں کمی ہو جائیگی یا جانور کے جسم کی طاقت دودھ میں تبدیل ہونے لگے گی۔ اس لئے صرف اچھی نسل کے مویشی ہونے سے جانوروں کی اُس وقت تک اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ ان کو اچھی طرح کھلایا نہ جائے۔

جانوروں کی ضرورتیں۔

طاقت، پروٹین، وٹامن اور معدنی مادہ کے لئے خوراک ضروری ہے۔ طاقت کی ضرورت جسم کی حرارت کو برقرار رکھنے اور چند اعضا کے اہم فعل کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ پروٹین سے جسم میں خون بنتا ہے یا دودھ بنتا ہے۔ معدنی مادّوں سے ہڈی بنتی ہے، جسم کا معدنی مادہ محفوظ رہتا ہے یا دودھ کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ جسم کے اعصاب اور اعضا کے اچھی طرح کام کرنے کے لئے وٹامن کی ضرورت ہوتی ہے۔

کس جانور کو کتنا مقوّی مادّہ دیا جانا چاہیئے یہ جانور کے قد اور اُس سے کتنے دودھ کی توقع کی جائے اُس پر منحصر ہوتا ہے۔ کسی بھی حالت میں دودھ کی مقدار حد سے زیادہ نہیں بڑھائی جا سکتی خواہ اُس کو کتنا ہی چارہ دیا جائے۔ دودھ کی مقدار ہر جانور کی اپنی خصوصیت ہے۔ معمولی چارے مثلاً گھاس بھوسا وغیرہ سے ہی جسم کے لئے تمام ضروری چیزیں نہیں حاصل ہو سکتیں کیونکہ ہضم کرنے کی طاقت محدود ہوتی ہے۔ اسلئے گاڑھا مرکب مثلاً غلہ کھلی وغیرہ دینا چاہیئے تاکہ تھوڑی مقدار کے ذریعے ہی جسم کو ضروری مادہ کافی مقدار میں مل جائے۔

مویشی پالنے والوں کو اپنے مویشیوں کی ضرورتوں کو سمجھ لینا چاہیئے۔ ساتھ ہی اُسے بازار میں چارے کی قیمت اور اپنے کھیتوں میں کم خرچ میں پیدا کئے جانے والے چارے کے بارے میں خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ عام طور پر کسانوں کو اپنے جانوروں سے زیادہ دودھ پیدا کرنے کے لئے غلہ اور کھلی کھلانا چاہیئے لیکن یہ مقوی غذا سستی نہیں ہوتی۔ ڈیری کے گایوں کے سلسلے میں اُن کے دودھ دینے کی مقدار پر کھلانے کا خرچ منحصر رہتا ہے۔ جب گاڑھے مرکب کا دام زیادہ نہ ہو تو زیادہ دودھ دینے والی گایوں کو خریدا ہوا چارہ دیا جا سکتا ہے لیکن ہندوستان میں گائیں کم دودھ دیتی ہیں اسلئے اُنھیں اس طرح خرید کر چارہ دینا مفید نہیں ہوتا۔ اسلئے برابر جسم کے بڑھتے رہنے کے محدود مقدار میں گاڑھا مرکب جانوروں کو دیا جا سکتا ہے۔ اسی حالت میں پھلی دار چارہ سب سے کم خرچ کا چارہ ہے۔ خریف میں جوار، سویابین، اُردیا مونگ اور ربیع میں سینجی شفتالو اور برسیم مقوی پھلی دار چارے ہیں۔

خشک مہینوں کے لئے پروٹین دار چارہ

جولائی سے نومبر تک چارہ دینا آسان ہوتا ہے کیونکہ اس وقت گرمی کافی ہوتی ہے جس میں پروٹین کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ جاڑوں میں گھاس کم ہوتی ہے اور مقدار میں چارے کی یہ کمی پروٹین والے چاروں کے ذریعے مثلاً برسیم، سینجی وغیرہ پیدا کر کے پوری کی جا سکتی ہے۔ اپریل سے جولائی تک چرائی ناممکن ہوتی ہے کیونکہ مانسون کے پہلے یہ خشک مہینے ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اِن مہینوں میں کوئی ہرا چارہ نہیں ملتا اور جانوروں کو خشک بھوسے پر ہی قناعت کرنی پڑتی ہے اسلئے اگر جانوروں کو اچھی حالت میں رکھنا ہے تو اس موسم میں پروٹین دار چارہ کا انتظام کرنا ضروری ہوتا ہے۔ یہ کام یا تو گاڑھا مرکب خرید کر کیا جا سکتا ہے یا موسم پر پھلی دار گھاس بچا کر رکھنے سے وہ کام کیا جا سکتا ہے۔ پھلی دار چارے کو اگر سکھا کر رکھا جائے تو چارے کی کمی کے مہینوں میں اُنھیں دیا جا سکتا ہے۔

خشک ہونے پر برسیم میں ۱۸ فیصدی کچا پروٹین اور ۱۵ فیصدی ہضم ہونے کے قابل پروٹین ہوتا ہے۔ اسے جانور بہت پسند کرتے ہیں اور اگر کچھ زیادہ کھلایا جائے تو بھی نقصان دہ نہیں ہے۔ کم خرچ کے لئے اس کا استعمال پروٹین کے لئے کیا جا سکتا ہے۔

۸۰۰ پونڈ وزن کی گائے کو جو ۱۰ پونڈ دودھ روزانہ دیتی ہے، ۵؍۱ پونڈ ہضم ہونے والا پروٹین تندرستی کے لئے اور ۵؍۱ پونڈ دودھ کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ ایسی گائے ۱۴ پونڈ سوکھا چارہ کھا سکتی ہے یہ پروٹین کی کل مقدار ۳۰ پونڈ ہری برسیم سے پوری ہو سکتی ہے جس میں ۶ر۸ پونڈ سوکھا چارہ ہو۔ اگرچہ برسیم بھاری چارہ ہے پھر بھی پروٹین کے لئے بہت ہی مفید ہے۔

برسیم میں معدنی مادّے کافی مقدار میں ہوتے ہیں۔ اس میں ۷ر۱۲ فیصدی تحلیلی راکھ ہوتی ہے۔ دوسرے چاروں کے مقابلے میں اس میں چونا بھی زیادہ ہوتا ہے۔ چونا اس میں [illegible] فیصدی ہوتا ہے۔

اس میں فاسفیٹ کافی مقدار میں نہیں ہوتا پھر بھی ۵ء فیصدی فاسفیٹ ہوتا ہے اور یہ مقدار دیگر چاروں کے فاسفیٹ کی مقدار سے زیادہ ہی ہے۔

برسیم سکھانے کا طریقہ۔

اگر بخوبی توجہ کی جائے تو برسیم سے اچھا چارہ تیار کیا جاسکتا ہے۔ موافق حالات میں برسیم بہت زیادہ پیدا ہوتی ہے اور ضرورت سے زیادہ ہری برسیم کو سکھا کر رکھا جا سکتا ہے۔ پتیوں میں تنے کی بہ نسبت زیادہ معدنی مادّہ اور پروٹین ہوتی ہے اس لئے اُسے سکھاتے وقت اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اس کی پتیاں نہ جھڑنے پائیں جہاں سکھا کر رکھنا ہو اُسی کے پاس ہری برسیم کو پتلی تہہ میں دیا جائے اور دوسرے دن اُسے اُلٹ دیا جائے تاکہ دھوپ لگ جائے۔ اچھی طرح سوکھنے کے پہلے انھیں اٹھا کر رکھ دیا جائے۔ اُٹھانے رکھنے کا کام صبح کرنا چاہیئے۔

ہری برسیم سے سوکھنے پر ۱۵ سے ۲۰ فیصدی تک سوکھا چارہ بنتا ہے۔ یہ مقدار برسیم کی نمی کی مقدار پر منحصر ہے۔ مارچ ۱۹۳۹ء میں بھراری فارم (جھانسی) میں ۲۵ء۶ من ہری برسیم سے ۱۲ء۴ من سوکھا چارہ تیار کیا گیا تھا۔ سوکھا چارہ اعلیٰ درجہ کا تھا اور پتیاں بھی کم جھڑتی تھیں۔ پروٹین کی مقدار بھی سوکھنے پر زیادہ نہیں گھٹی کیونکہ ۱۶ء۰۵ فیصدی کی جگہ ۱۴ء۳۲ فیصدی رہ گئی اسلئے مقوی مرکب کی جگہ برسیم کو سکھا کر کام میں لایا جا سکتا ہے اور اس میں خرچ بھی کم پڑتا ہے۔

مختلف ذرائع سے حاصل ہونیوالے پروٹین کے خواص میں اختلاف ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ برسیم میں طاقت بخشنے کا وصف کم ہوتا ہے جیسا کہ غلہ یا کھلی وغیرہ میں ہوتا ہے۔ اسلئے کھلا کر تجربہ کے بعد اسکی مقدار بڑھائی جا سکتی ہے۔

کلوروں کے لئے ہری برسیم۔

جو، السی کی کھلی اور گیہوں کی بھوسی کے مرکب کی جگہ ہری برسیم کا تجربہ کرنے کے لئے کلوروں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک گروہ کو تو وہی گاڑھا مرکب دیا گیا۔ دوسرے مرکب کو پروٹین کی نصف مقدار کے لئے برسیم کی اُتنی ہی مقدار دی گئی تیسرے گروہ کو تین چوتھائی برسیم دی گئی۔ خشک چارہ سب کا ایک ہی تھا۔ یہ تجربہ مُرّا اور حصار نسل کی بھینسوں اور گایوں پر کیا گیا تھا۔ جس گروہ کو گاڑھا مرکب پوری مقدار میں ملتا تھا اُنھوں نے زیادہ ترقی کی۔ لیکن جن گروہوں کو ۵۰ فیصدی اور ۷۵ فیصدی برسیم دی جا رہی تھی اُن میں کوئی فرق نہ دکھائی دیا۔ ہاں وہ گاڑھا مرکب پانے والے جانوروں کی بہ نسبت کم بڑھے تھے۔

۱۶ ہفتے کے تجربہ کے زمانہ میں جن حصار کلوروں کو گاڑھا مرکب دیا جاتا تھا ان کا وزن ۱۵۵ پونڈ بڑھا تھا۔ دوسرے اور تیسرے گروہ کا وزن ۱۲۲ اور ۱۲۵ پونڈ بڑھا تھا۔ تینوں گروہوں کے جسم میں ۱ء۳۰، ۱ء۰۳ اور ۱ء۰۵ کا علی الترتیب اضافہ ہوا۔ مُرّا کلوروں کا وزن علی الترتیب ۱۸۴، ۱۳۱ اور ۱۱۵ پونڈ بڑھا۔ اس طرح حصار کلوروں کے مقابلے میں مُرّا کلوروں کا وزن زیادہ بڑھا۔ کیونکہ ان کی روزانہ ترقی ۱ء۵۵ پونڈ تھی۔ یہ تجربہ بہت سے جانوروں پر کیا گیا اور نتیجہ یہی رہا۔ جن جانوروں کو پورے طور پر گاڑھا مرکب ملتا تھا ان کا وزن اُن جانوروں سے کم تھا جنھیں گاڑھے مرکب کی جگہ برسیم دی گئی اور یہ شاید اسلئے تھا کہ برسیم میں طاقت بخش جزو کم ہوتا ہے۔ لیکن برسیم کھلانے پر حصار کلور کی ۱ء۵ اور مُرّا کی ۱ء۷۹ پونڈ روزانہ کی ترقی قابل اطمینان ہے۔

دودھ کے خیال سے گھر کی پیدا کی ہوئی برسیم گاڑھے مرکب کا پورا کام کرتی ہے۔ تینوں گروہوں کے لئے ۱۰۰ پونڈ کی ترقی کے لئے بالترتیب ۱۵ء۵۴ روپئے ۱۴ء۰۰ روپئے اور ۱۱ء۶۷ روپیہ خرچ پڑتا ہے۔

دودھ دینے والی گایوں کے لئے ہری برسیم۔

اسی طرح دودھ دینے والی گایوں پر بھی تجربے کئے گئے گایوں کے ایک گروہ کو پروٹین کے لئے گاڑھے مرکب کی پوری مقدار دی گئی۔ دوسرے گروہ کو آدھا گاڑھا مرکب اور آدھی ہری برسیم دی گئی۔ تیسرے کو ایک چوتھائی گاڑھا مرکب اور تین چوتھائی ہری برسیم دی گئی۔ ۴ ماہ کے تجربہ کے بارے میں برسیم کے چارے سے کوئی نقصان دہ اثر گایوں کی ظاہرا صورت شکل پر نہیں پڑا اور نہ دودھ کی مقدار میں کمی ہوئی۔ یہ تجربہ بہت سے جانوروں پر کیا گیا اور نتیجہ واحد نکلا۔

گاڑھے مرکب کی جگہ پر برسیم دینے سے دودھ کی پیداوار پر خرچ بھی کم آیا۔ حصار اور مُرّا دونوں قسم کی گایوں کو کھلانے کا خرچ ۱ء۵۵ روپیہ، ۱ء۳۷ روپئے اور ۱ء۲۱ روپئے فی گیلن کے حساب سے پڑا۔ ہر طرح کے چارے کی قیمت تجربہ کے زمانہ میں دیئے جانیوالے سوکھے چارے ہری برسیم اور گاڑھے مرکب کے حساب سے لگائی گئی غلہ اور کھلی کا دام اُس زمانہ کے بازار کے نرخ کے مطابق لگایا گیا اور برسیم کا دام پیدا کرنے کے حقیقی خرچ کے مطابق لگایا گیا۔ ترقی کا تجربہ مادھری کنڈ (متھرا) کے فارم میں کیا گیا۔ ہری برسیم کی قیمت ۱۸ء۱ روپئے فی من تھی اور دودھ بڑھانے کے لئے بھراری فارم میں ۱۱۴ء روپیہ فی من کے حساب سے خرچ ہوا تھا۔ مادھری کنڈ میں برسیم کی کمی کا سبب بڑے پیمانے پر برسیم پیدا کرنا تھا۔ کلوروں کو دیئے جانے والے گاڑھے مرکب کی قیمت ۲ء۲۷۵ روپیہ فی من تھی اور گایوں کو دیئے

جانے والے گاڑھے مرکب کی قیمت ۲ر۷۵ روپیہ فی من تھی

تی کے لئے برسیم کا استعمال

۱۸ حصار اور مرّا کلوروں کو عمر اور وزن کے حساب سے
ین درجوں میں تقسیم کیا گیا۔ اوسط عمر حصاری کلوروں کی ۱½ سال
ور مرّا کی ایک سال تھی۔ ہر گروہ کے جانور کا اوسط وزن ۳۶۱
پونڈ تھا۔ ہر گروہ کے جانور کو سوکھے چارے کے لئے گیہوں کا
بھوسا اور ہری جوار دی گئی۔ ایک گروہ کو السی کی کھلی، گیہوں کی
بھوسی اور جو کا گاڑھا مرکب دیا گیا۔ دوسرے گروہ کو آدھے
گاڑھے مرکب کی جگہ پر وٹین کے حساب سے برسیم دی گئی۔
اسی طرح تیسرے گروہ کو تین چوتھائی برسیم دی گئی۔

تجربے کے ۱۷ ہفتوں میں ہر جانور کے جسم میں ہر ایک گروہ
میں حصار گائے کے وزن میں بالترتیب ۱۷۵، ۱۴۸، اور
۱۲۰ پونڈ کا اضافہ ہوا اور مرّا گائیوں کے وزن میں ۱۸۷، ۱۴۸
اور ۱۲۸ پونڈ کا اضافہ ہوا۔ اس طرح ہر نسل کے وزن میں بالترتیب
۱۸۱، ۱۵۳ اور ۱۲۷ پونڈ کا اضافہ ہوا اور ہر روز ۱ر۵۲،
۱ر۲۹ اور ۱ر۰۷ پونڈ کے حساب سے ہر جانور کا وزن بڑھا۔
پوری مقدار میں گاڑھا مرکب پانے والے جانوروں کے وزن
میں سب سے زیادہ اضافہ ہوا۔ اس کے بعد نصف برسیم پانیوالے
جانوروں کا وزن بڑھا تھا اور تین چوتھائی برسیم پانے والے
جانوروں کا وزن سب سے کم بڑھا تھا۔ پھر بھی گاڑھے مرکب کی
جگہ برسیم کھلائے جانے پر جانوروں کے وزن میں ۱ر۰۷ پونڈ روزانہ
اضافہ قابل اطمینان کہا جا سکتا ہے۔ یہاں یہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ
وریمن کے مطابق دوسرے سال گوئیرنسی کا وزن ۱ر۱۶ پونڈ آئر
شائر کا ۰ر۸۹ پونڈ اور جرسی کا ۰ر۷۹ پونڈ روزانہ کے حساب سے
وزن بڑھا۔

تینوں طرح کے چاروں کے خرچ کا پتہ لگایا گیا۔ گاڑھے مرکب
کی قیمت ۲ر۲۵ روپے اور برسیم پیداوار کا ۰ر۷۹ روپیہ
فی من تھی۔ گیہوں کے بھوسے اور ہری جوار جو کہ ہر جانور کو دی گئی
تھی، کی قیمت بالترتیب ۸ آنہ اور ۲ آنہ فی من تھی۔ جانور کے جسم
کے وزن میں ۱۰۰ پونڈ کا اضافہ ہونے پر بالترتیب ۱۲ر۲۳،
۱۱ر۵ اور ۱۱ر۸۵ من خرچ پڑا جس کی وجہ سے ۵۰ فیصدی برسیم
والے چارے کا خرچ سب سے کم تھا۔

عمر، دودھ دینے کا وقت اور دودھ کی مقدار کے مطابق
مرّا بھینس اور گائے کو تین گروہوں میں تقسیم کرنے کے پہلے اُن کو
کنٹرول چارہ دیا گیا۔ تینوں قسم کے چاروں میں کنٹرول چارے میں
گاڑھا مرکب پوری مقدار میں تھا جیسا کہ ترقی کے تجربہ میں تھا۔ دوسرے
چارے میں آدھا گاڑھا مرکب اور پروٹین کے حساب سے آدھی برسیم
تھی۔ تیسرے چارے میں تین چوتھائی برسیم اور ایک چوتھائی گاڑھا
مرکب تھا۔ تجربہ کے ۱۱ ہفتوں میں ہر ایک گائے کا اوسط دودھ بالترتیب
۱۵ر۸۱، ۱۶ر۰۰ اور ۱۲ر۷۴ من تھا۔ پوری مقدار میں گاڑھا مرکب
دیئے جانے پر اور آدھی برسیم دینے پر دودھ میں کمی نہیں آئی لیکن
جب گاڑھا مرکب اور کم کر دیا گیا تو دودھ میں کمی آگئی۔ مختلف گروہ
کے جانوروں کے جسم کا وزن اطمینان بخش صورت میں رہا اور ان
کی ظاہرا شکل اور حالت میں کوئی فرق نہیں نظر آیا۔

تجربہ کے زمانے میں چارے کا خرچ بالترتیب ۳۱ر۱۳،
۲۷ر۹ اور ۳۱ر۲۴ روپیہ تھا اسلئے دودھ پیدا کرنے کا خرچ
۱ر۹۷، ۱ر۷۵ اور ۱ر۹۱ روپیہ فی من پڑا۔ نصف برسیم دینے
تک دودھ بھی کافی ہوا اور خرچ بھی کم پڑا۔

گھر کی برسیم کی کم خرچی۔

اگر غلّے کے مرکب کی جگہ پر دودھ یا جانور کی تندرستی کے لئے
ہری برسیم کا تجربہ کیا جائے تو خرچ کم پڑتا ہے۔ اگر گاڑھے
مرکب کی جگہ ۷۵ فیصدی ہری برسیم دی جائے تو دودھ میں کمی
نہیں ہوتی۔ جسمانی ترقی کے لئے عمدہ قسم کا متوازن مرکب برسیم
سے زیادہ مفید ہے۔ لیکن اگر ۷۵ فیصدی برسیم دی جائے تو
بھی اوسط ترقی قابل اطمینان ہوتی ہے۔

برسیم کو سکھا کر رکھنے سے خشک دنوں کے لئے ایک اچھا
اور مقوی چارہ مل سکتا ہے۔ اگرچہ عمدہ گاڑھے مرکب کی طرح
سوکھی برسیم مفید نہیں ہے پھر بھی دودھ اور تندرستی کے
لئے یہ بہت ہی سستا چارہ ہے۔

جب کہ ملک کا مسئلہ جانوروں کے چارے کے خرچ کو
کم کرنا ہے اور ساتھ ہی اُن سے فائدہ بھی اُٹھانا ہے تو اگر
کسان اب بھی جانوروں کو تھوڑے غلّے کے ساتھ زیادہ
برسیم دیں تو وہ زیادہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔

زیادہ ترکاریاں پیدا کرو

(اس سلسلہ کی چوتھی تقریر)

ڈی۔ این سنگھ ڈویژنل افسر (ترکاریاں) یو۔ پی

میری پہلی تقریروں سے آپ کو اس کا مکمل اندازہ ہو گیا ہوگا کہ کس طرح آپ کو اپنے ترکاری کے باغیچہ کی زمین تیار کرنا چاہئے۔ اسے کہاں بنانا چاہئے اور ترکاری کی کون کون سی فصلیں باری باری سے بونا چاہئے۔ یہ سب کرنے کے بعد آپ کے سامنے صرف یہ مسئلہ رہ جاتا ہے کہ آپ بیجوں کو کس طرح فراہم کریں ان کو کیسے ترتیب دیں اور اپنی کیاریوں کو سلسلہ وار کس طرح بوئیں۔ اچھی فصل پیدا کرنے کے لئے اس سے زیادہ اہم اور سوچ بچار کرنے والی کوئی بات نہیں کہ کس طرح اچھے قسم کے بیج یا پودے حاصل کئے جائیں اور کس طرح بونے سے پہلے اور بونے کے تھوڑے دنوں بعد تک ان کی نگرانی اور خبرگیری کی جائے میں اپنی آج کی تقریر میں اس اہم مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

جیسا کہ اوپر بتا چکا ہوں مناسب بیجوں کا انتخاب ترکاریوں کی کاشت میں کامیاب ہونے کے لئے سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے اسلئے اصولاً آپ کو بہت چھان بین اور ہوشیاری سے کام لینا چاہئے اور یہ دیکھ لینا چاہئے کہ جس ذریعہ سے آپ یہ بیج حاصل کر رہے ہیں وہ کس حد تک قابل اعتبار ہے۔ سستے بیج ممکن ہے کبھی کبھار اچھے ثابت ہوں لیکن عام طور پر وہ سب سے زیادہ گراں ثابت ہوتے ہیں کیونکہ ان سے ترکاریاں اکثر بہت ہی کم پیدا ہوتی ہیں۔ ہمیشہ کسی اچھے اور معتبر کارخانے سے جس کی کافی شہرت ہو زیادہ قیمت پر بیج جو اچھے قسم کے ہوں اور جن میں نشو نما کی صلاحیت زیادہ ہو خریدنا زیادہ بہتر ہے بمقابلہ سستے اور گھٹیا بیج کے جن سے پودے خراب اور غیر اطمینان بخش ہوتے ہیں۔ آپ کا ایسا پڑوسی جس نے یہ کام آپ سے چند سال پہلے شروع کیا ہو آپ کو اس معاملہ میں بہتر اور صحیح رائے دے سکتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کا مالی آپ کو کچھ بیج یا چھوٹے پودے دے سکے۔ لیکن اگر آپ اپنے پڑوسی سے مانگتے ہوئے شرماتے ہوں یا اس کا احسان لینا مناسب نہیں سمجھتے تو افیسر آن اسپشل ڈیوٹی (روز جینیل) (۱۱) اے۔ پی۔ سین روڈ لکھنؤ سے ملئے اور وہ یا اس کے عملہ والے یا تو آپ کے لئے اچھے بیجوں اور پودوں کا انتظام مناسب قیمت پر اپنے اسٹاک سے کر دیں گے یا کوئی ایسی قابل اعتبار دکان بتا دیں گے جہاں سے آپ اپنی ضرورت کے مطابق بیج یا پودے حاصل کر سکیں۔ میں اپنی پہلی تقریر میں بھی کہہ چکا ہوں اور آج پھر اس پر زور دے رہا ہوں کہ آپ ہمیشہ بلا پس و پیش صوبہ کی حکومت کے ترکاریوں کے محکمہ کے افسروں سے ملتے رہئے اور ان کی رائے حاصل کرتے رہئے اور مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی ہر ممکن مدد کریں گے۔

ان موسموں کے لحاظ سے جن میں وہ اگتی ہیں ترکاریوں کو تین مختلف درجوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ گرم موسم والی (زائد) برسات اور جاڑوں والی ترکاریاں۔ گرمی اور برسات کی ترکاریاں عام طور پر انھیں بیجوں سے پیدا ہوتی ہیں جو اسی ملک میں پیدا ہونے والی فصلوں سے جمع کئے جاتے ہیں۔ ان بیجوں کو جس حد تک بھی ممکن ہو اچھے اور بہتر پھلوں سے جو شروع فصل کے ہوں جمع کر لینا چاہئے۔ ایسے پھلوں سے جو دیر میں پکے ہوں جمع کئے ہوئے بیجوں میں نشو نما کی صلاحیت کم ہوتی ہے اور وہ جب بوئے جاتے ہیں تو اگلی فصل میں خراب قسم کی فصل پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔ درخت جن سے یہ بیج جمع کئے جائیں بہ لحاظ سے تندرست اور ہر قسم کے عیب سے پاک ہونے چاہئیں۔ اچھے قسم کے زیادہ پھل پیدا کرنے والے درختوں کے پھلوں سے بیج لینے چاہئیں۔ ان بیجوں کو جو اس طرح جمع کئے جائیں اچھی طرح سکھا لینا چاہئے اور اس کے بعد کسی ڈبے یا برتن میں خشک اور ٹھنڈی جگہ پر محفوظ کر دینا چاہئے۔ اس مقصد کے لئے سگریٹ کے ڈبے بہت کارآمد ثابت ہوتے ہیں اور اپنے بیجوں کو کیڑوں یا گھن سے بچانے کے لئے ان ڈبوں میں نیفتلین کی ایک آدھ گولی بھی ڈال دینا چاہئے اور اگر یہ نہ مل سکے تو بیجوں کے ساتھ کافی مقدار میں کنڈے کی راکھ یا بالو ملا کر رکھنا چاہئے اس طرح بیج خشک بھی رہتے ہیں اور ان میں پھپھوندی یا کیڑا نہیں لگنے پاتا۔

جاڑوں کی ترکاریوں میں سے کچھ کے بیج اس ملک میں نہیں جمع کئے جا سکتے مثلاً کرم کلہ اور گاجر کی ایک آدھ قسم۔ ان ترکاریوں کے بیج باہری ملکوں سے منگائے جاتے ہیں اور قابل اعتبار دکانوں سے ہر سال تازے مل سکتے ہیں۔ لیکن ان میں سے زیادہ تر ترکاریوں کے بیجوں کو اب مصنوعی طور پر اسی طرح کی آب و ہوا پہنچا کر یہیں پیدا کر لیا جاتا ہے۔ گوبھی اور سفید مولی وغیرہ کے اس طرح پیدا کئے ہوئے بیج بہت کامیاب ثابت ہوتے ہیں اور چند باتوں میں تو وہ باہر سے آئے ہوئے بیجوں سے زیادہ نفع بخش بلکہ ان سے

بہتر رہتے ہیں کیونکہ

(۱) وہ سستے پڑتے ہیں۔ (۲) وہ زیادہ اچھی طرح اگتے ہیں۔

(۳) وہ فصل سے کچھ پہلے ہی پیدا کئے جا سکتے ہیں اور ان کی ترکاری بہت جلد بازار میں آنے کی وجہ سے زیادہ قیمت پر بکتی ہے۔

ان کو یہاں کی آب و ہوا کا عادی بنانے کے لئے اور ان کی قسم اچھی رکھنے کے لئے بیجوں کے کارخانے والے مناسب وقفہ کے بعد یعنی ہر دوسرے تیسرے سال باہر سے بیج منگا کر انھیں بوتے ہیں اور ان نئے بیجوں سے مزید بیج حاصل کرتے ہیں۔ اگر یہ نہ کیا جائے تو بیجوں کی خوبی میں اور قوت میں فرق آجاتا ہے اور پھر ان سے اچھی فصل نہیں ہوتی اور اس بنا پر یہ ضروری ہے کہ بیج ایسی قابل اعتبار دکانوں سے خریدے جائیں جن کے متعلق یقین ہو کہ انھوں نے مناسب وقفہ سے انھیں تازہ کرلیا ہوگا۔ باہر سے منگائے ہوئے بیج جاڑوں کے شروع موسم میں بوئے جانے چاہئیں کیونکہ اس سے پہلے بونے میں وہ میدانی علاقوں کی گرمی کو نہیں برداشت کر سکتے۔ غیر ملکی بیج تین قسموں یا نسلوں کے ملتے ہیں یعنی اگیتی (جلد تیار ہونے والے) درمیان موسم میں تیار ہونے والے اسلئے ترکاریوں کی مستقل فراہمی کے لئے تاکہ وہ سال بھر آپ کو مل سکیں آپ کے پاس یہاں کی آب و ہوا کے متعلق عادی بنائے اور باہر سے منگائے ہوئے دونوں بیجوں کا ذخیرہ ہونا چاہئے تاکہ آپ ان کو باری باری مناسب وقفہ کے بعد بو سکیں۔ ایک ایسے شخص کو جس نے یہ شوق نیا نیا کیا ہو ان سب چیزوں میں بڑی زحمت نظر آئیگی اس لئے اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ تجربہ کار ترکاری پیدا کرنے والوں سے بیج نہیں بلکہ پودے حاصل کرکے اپنے باغ میں لگائے۔

اگر ممکن ہو تو بیجوں کو ان کی ضرورت پڑنے کے وقت سے کچھ عرصہ پہلے خرید کر رکھ لے صرف اسلئے نہیں کہ وہ وقت ضرورت موجود ہوں بلکہ اس مقصد سے بھی کہ اس عرصہ میں ان کے اگنے کی صلاحیت کا بھی امتحان ہو سکتا ہے۔ بیجوں کا پارسل وصول کرنے کے بعد فوراً کھولنے میں بے صبری کا اظہار نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کو اسی وقت کھولنا چاہئے جب بیجوں کی ضرورت ہو کیونکہ کھولنے سے اگر ان پر مرطوب ہوا کا اثر پڑ گیا تو ان کی قوت نمو کم ہو جائیگی۔

محنت سے راحت ہے

تو نے غفلت میں وقت کھویا۔ نہ کھیت جوتا۔ نہ بیج بویا
پھر ایسی ڈوبی ہوئی اسامی سے کوئی حاصل بٹائے گا کیا؟

رہے گا یہ کھیت ہاتھ اس کے۔ جو ہل سے کشتی لڑے گا دن بھر
جو ہار بیٹھے گا اپنی ہمت۔ تو وہ زمیں کو اٹھائے گا کیا؟

خوراک و پوشاک کے ذخیرے دبے پڑے ہیں زمیں کے اندر
جو کرکے محنت نہ کھود لے گا۔ تو خاک پہنے گا۔ کھائے گا کیا؟

(مولانا محمد اسمٰعیل (میرٹھی))

بھیڑ پالنے کے سلسلے میں کچھ عملی باتیں

(از مسٹر پی - این - نندا - ایم - آر - سی - وی - ایس سپرنٹنڈنٹ اور مسٹر گرد بخش سنگھ ایل - وی - پی - گورنمنٹ
کیٹل فارم حصار

اگرچہ ہندوستان میں بھیڑ پالنے کے موافق حالات موجود ہیں لیکن بھیڑ پالنے کے بارے میں پرانے خیالات کے باعث اس طرف کافی ترقی نہیں ہو سکی - یہ پیشہ ہمیشہ سے ادنی ذات کے اور جاہل لوگوں کے ہاتھوں میں رہا ہے اور اب بھی ہے اور وہ لوگ

حصار کے سرکاری فارم میں بیکانیری بھیڑوں کا جھنڈ

روپئے کی اور اچھی چراگاہوں کی کمی کے باعث زمانہ کے ساتھ چلنے سے معذور رہے۔ پھر بھی کھیتی کی پیداوار کے موجودہ بازار کو دیکھتے ہوئے آجکل کسان مشترکہ کھیتی کے فائدوں کو سمجھنے لگے ہیں اور بھیڑ پالنے کے پیشہ کو کھیتی کے معاون پیشہ کی حیثیت سے اختیار کر رہے ہیں لیکن اس پیشہ میں فائدہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اسے قاعدہ کے ساتھ اور سائنٹفک طریقہ پر اپنایا جائے۔ گورنمنٹ کیٹل فارم حصار میں تجربوں سے جو نتیجہ برآمد ہوا ہے اُن کا ذکر یہاں پر بھیڑ پالنے والے لوگوں کے لئے کیا جا رہا ہے۔

ترقی نسل

بھیڑ پالنے کے لئے یہ بہتر ہوگا کہ اسی جگہ کی دیسی بھیڑیں پالی جائیں ایک نئی جگہ میں دوسری ذات کی بھیڑیں پالتے وقت زیادہ احتیاط رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ مقامی بھیڑیں وہاں کی آب وہوا چراگاہ وغیرہ سے مانوس ہوتی ہیں اور باہر سے لائی ہوئی بھیڑوں کو وہاں کی آب وہوا چراگاہ اور حالات کا عادی بنانا پڑتا ہے۔

بھیڑ پالنے کے لئے ٹھیک جگہ منتخب کرنے کے لئے حسب ذیل باتوں کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

(۱) نچلی زمین میں بھیڑیں زیادہ نہیں پنپ پاتیں

(۲) تیزابی زمین میں بھیڑوں میں اون کم ہوتا ہے۔

(۳) جس مٹی میں چونا اور کھریا کی کثرت ہوتی ہے وہاں کی گھاس اون کو سخت بنا دیتی ہے۔

(۴) بہت زیادہ گرم اور خشک آب وہوا میں پتلا، روّی اور تار دار اون پیدا ہوتا ہے جس کے ریشے بے ترتیب ہوتے ہیں۔

(۵) خشک زمین میں اون عام طور پر اچھا اور ملائم ہوتا ہے

(۶) بالو، گوبر وغیرہ کو مٹی کی زمین میں اون میں لمبائی اور وزن آتا ہے۔

(۷) سرد آب وہوا میں اون چمک دار لمبا اور مضبوط ہوتا ہے۔

(۸) گرم اور معمولی آب ہوا میں اون کے ریشے اچھے اور خوبصورت ہوتے ہیں۔

اچھی نسل کی بھیڑ پالنا اُتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ عمدہ نسل کی



عمدہ نسل کی بھیڑ

بھیڑ کا انتخاب کرنا۔ عمدہ نسل کی بھیڑ پالنے میں اس بات کا خیال رکھنا
چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے کم سے کم عمر کی بھیڑیں پائی جائیں۔ یہ ہو سکتا
ہے کہ اس قسم کی بھیڑوں کو خریدنے میں کچھ زیادہ خرچ ہو جائیگا
لیکن اس سے فائدہ زیادہ ہوگا۔

بھیڑوں کی پرورش اور ان کے گھر کا انتظام

سفید بھیڑوں کی پرورش زیادہ نفع بخش ہے کیونکہ سفید
اون اور زیادہ داموں میں بکتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سفید
اون رنگا جا سکتا ہے۔ اس طرح اُسے درجوں میں تقسیم کرنے میں بھی
سہولت ہوتی ہے۔

جہاں تک ہو سکے پہلے بھیڑوں کے ایک معمولی گلے سے تجارت
شروع کی جائے اور پھر جیسے جیسے سہولت حاصل ہوتی جائے
اسے بڑھایا جائے۔ بہت بڑا گلہ پالنے سے بھیڑوں کی طاقت کم
ہو جاتی ہے اسلئے بھی چھوٹا گلہ اچھا ہوگا۔

آبپاشی کے رقبوں میں، جہاں مشترکہ کھیتی کی جاتی ہے وہاں
دس بھیڑ فی ایکڑ سے لیکر چار یا پانچ ایکڑ فی بھیڑ کی اوسط سے بھیڑیں
پالی جا سکتی ہیں۔ اسکے لئے زمین کی پیداوار آبپاشی کا طریقہ
فصلوں کی گردش وغیرہ باتوں کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔

قدرتی حالات میں بھیڑوں کی زیادہ ترقی ہوتی ہے اسکے
لئے جتنا کم گھر کا انتظام کیا جائیگا اُتنا ہی اچھا ہے۔ ورنہ
ان کا اون اچھا نہیں ہوگا۔

۴۰ سے ۵۰ بھیڑوں کو رات میں ایک باڑے میں رکھا جا سکتا
ہے۔ باڑے کے چاروں طرف کافی اونچی دیواریں ہوں تاکہ جنگلی
جانوروں کا اندیشہ نہ رہے۔ باڑے کی دیواریں خاردار جھاڑیوں
یا درختوں کی شاخوں سے بنائی جا سکتی ہیں۔ ۵۰ فیٹ لمبا اور اتنا
ہی چوڑا باڑا ۴۰ یا ۵۰ بھیڑوں کے لئے کافی ہے۔ ۱۸ فیٹ × ۱۲
فٹ کا چھپر ہوا اور بارش سے بچانے کے لئے کافی ہے۔

یاد رکھنے کے قابل باتیں۔

بھیڑا گلے میں خاص حیثیت رکھتا ہے۔ اسلئے اس کا بہت خیال
رکھنا چاہیئے۔ اُسے اچھی نسل کا ہونا چاہیئے کمزور بھیڑوں سے
[illegible] کرانی چاہیئے اور بھیڑے کو ہر تیسرے سال بدلتے رہنا
چاہیئے۔ ایک بھیڑا ۴۰ یا ۵۰ بار کے لئے ہوتا ہے اور اس کو ۱½
سال کی عمر میں کام میں لایا جا سکتا ہے۔

عام طور سے دو دانت کی بھیڑیں یعنی ۱۵ سے ۱۸ مہینے
کی عمر کی بھیڑوں سے بچے پیدا کرانے کی کوشش
کرنی چاہیئے اُنھیں بھیڑوں سے دور رکھنا چاہیئے۔ اس
سے سال میں ایک ہی بار بھیڑے سے بچے پیدا کرنے چاہیئیں بھیڑا
بھیڑوں کے ساتھ سال بھر نہ رہنے دینا چاہیئے کیونکہ اس سے
بھیڑوں کی پیداوار میں کمی ہوتی ہے۔ اور بھیڑیں اپنے بچوں کو
سال کے بُرے دنوں میں چھوڑ دیتی ہیں۔ بھیڑ کے بچے بہت زیادہ مر جاتے
ہیں اور جانوروں کے قد میں جگہ کی کمی اور اون کے ریشوں کے یکساں
نہ ہونے کے باعث اون کے بازار پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔

بچے پیدا کرانے کا وقت ایسا منتخب کرنا چاہیئے جبکہ آب و ہوا
اچھی ہو اور چرائی و بازار کی حالت موافق ہو۔ بچے پیدا کرنے
کا وقت تین ماہ سے زیادہ نہ ہو تاکہ پیدا ہونے والے بچے یکساں
قد کے ہو جائیں۔ اس سے اُن کو بیچنے اور بال کی منڈائی کے
لئے تقسیم کرنے میں سہولت ہوگی۔

حاملہ ہونے کے زمانہ میں اور اُس کے پہلے بھیڑ کو موٹی ہونے
کے لئے خاص طور سے کھلانا مفید ہے۔ کیونکہ اس سے زیادہ
بچے پیدا ہوں گے۔ بھیڑوں کے ساتھ بھیڑا کو دن بھر دوڑتے
رہنے کے لئے چھوڑنے کی بہ نسبت اُسے رات میں بھیڑوں کے
ساتھ بند کرنا زیادہ اچھا ہے۔ بھیڑوں کے ساتھ دن میں دوڑتے
رہنے سے بھیڑا اُن کو بہت پریشان کرتا ہے اور ان کو چرنے
نہیں دیتا۔

تین یا ساڑھے تین مہینے کے ہونے پر بچوں کو بھیڑوں سے
الگ کر دینا چاہیئے تاکہ بھیڑیں آئندہ موسم کے لئے تندرستی
حاصل کر لیں۔ تین ماہ کے ہونے پر جو بچے نر ہوں اُنھیں
آختہ کر دینا چاہیئے۔

خوراک اور انتظام

بھیڑوں کی پرورش چرائی پر زیادہ منحصر ہوتی ہے اور
اگر گھاس کافی ہو تو اُنھیں بارہ گھنٹے تک چرانا چاہیئے ورنہ
اور زیادہ وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بھیڑ پالنے میں اچھی
طرح چرانا اور اُنھیں اچھی طرح کھانے کا خیال رکھنا ضروری
ہے۔ اچھی طرح نہ چرائی جانے سے نہ صرف یہ کہ بھیڑوں کی
تندرستی ہی خراب ہوتی ہے بلکہ اون بھی کمزور ہوتا ہے۔ اس
سے اون کے ریشے ایک سے نہیں ہوتے اور اس طرح اُن کا
دام بھی کم ہو جاتا ہے۔

پیدا ہونے پر بھیڑ کے بچوں کی طرف زیادہ توجہ دینے
کی ضرورت ہوتی ہے۔ انھیں ماں کا دودھ پلانا چاہیئے اور
انھیں ماں کے ساتھ چرنے کے لئے نہیں جانے دینا چاہیئے
اُنھیں زیادہ سردی یا گرمی سے بچانا چاہیئے۔ دن میں اُنھیں
باڑے میں یا درخت کے سائے میں رکھا جا سکتا ہے۔

بچے بھیڑوں سے الگ چرائے جانے چاہیئیں کیونکہ انھیں
اچھے چارے کی ضرورت ہوتی ہے اور چھوٹے ہونے کے باعث
بھیڑوں کے ساتھ چل بھی نہیں سکتے۔ ساتھ ہی اس سے بھیڑ

…ں میں …ی بھیڑوں کی بیماری پھیلنے کا اندیشہ بھی کم رہتا ہے … بھیڑوں میں آنے سے بچوں کو ہو جاتی ہے کیونکہ بچوں کو بیماری جلدی ہو جاتی ہے۔ بھیڑوں کو چھوٹے چھوٹے جھنڈ میں … چاہئے کیونکہ بڑے بڑے جھنڈ میں آگے کی بھیڑیں تو اچھی … پاتی ہیں اور پیچھے کی بھیڑیں گھاٹے میں رہتی ہیں۔

گڈریئے کے لئے ضروری سامان۔

برسات کے دنوں میں گڈریئے کے پاس فنائل اور ٹنکچر موجود رہنا چاہئے تاکہ وہ مکھیوں کو دور رکھ سکے اور زخموں کی مرہم کر سکے۔

اس کے پاس بال کاٹنے کی ایک قینچی بھی ہونی چاہئے تاکہ وہ پڑنے پر دُم کے پیچھے اور جانگھ کے نیچے بھدّے اور گندے بالوں کو کاٹ سکے۔

اس کے پاس ایک چاقو بھی ہونا چاہئے جس سے کہ بھیڑوں کے کھروں کو الگ کر دیا کرے خاص کر بھیڑ … سے لئے یہ ضروری ہوتا ہے۔

اُون کی دیکھ بھال۔

جہاں تک ممکن ہو اون کو کٹے دار بیج کھانے سے رکھنا چاہئے۔ بھیڑوں پر پکّے رنگ یا تارکول سے نشان لگانا چاہئے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ اگر نشان لگانا ضروری ہو تو اُسے خاص طور پر تیار کئے ہوئے رنگ سے لگانا چاہئے اور صرف سر پر ہی لگانا چاہئے۔

اون کی منڈائی کے ایک ہفتہ پہلے بھیڑوں کو پانی میں اچھی طرح نہلا دینا چاہئے جس سے سب مٹی گرد اور داغ دھل کر صاف ہو جائیں۔ اس سے اون میں ایک چمک آ جاتی ہے۔

ہندوستان کی آب و ہوا اور دیگر حالات کو دیکھتے ہوئے بھیڑوں کو دو بار ہی مونڈنا چاہئے۔ شمالی ہند میں یہ کام عام طور پر مارچ اپریل یا ستمبر اکتوبر میں کیا جاتا ہے۔ جہاں پر بھیڑوں کی منڈائی کی جائے وہ جگہ صاف ستھری اور کافی روشن ہونی چاہئے۔

بھیڑوں کو نہر کے پانی سے نہلایا جا سکتا ہے۔

گرمی کے دنوں میں دھوپ سے بچنے کے لئے چراگاہوں میں سایہ دار درخت ہونے چاہئیں۔ چراگاہوں کو وقتاً فوقتاً بدلتے رہنا چاہئے۔ اس سے بھیڑ کیڑوں اور دوسری چھوت کی بیماریوں سے … رہتی ہیں

… کو روز ایک پونڈ گاڑھا چارہ دینا چاہئے اُنھیں خوب … دانے بھی دینا چاہئے۔

جاڑے کے مہینوں میں جب چرائی اچھی نہیں رہتی اور بھیڑیں کمزور ہونے لگیں تو اُنھیں کچھ دوسرا چارہ بھی دینا چاہئے۔ ایسے وقت سوکھی گھاس دی جا سکتی ہے۔ بارش میں ہری گھاس کو اس موقعہ کے لئے سکھا کر رکھا جا سکتا ہے۔

بھیڑوں کو پینے کے لئے صاف اور اچھا پانی ملنا چاہئے۔ گاؤں کے بند تالاب کے پانی سے بھیڑوں میں بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

بھیڑوں کو کھانے کے لئے نمک دیا جانا چاہئے۔ ہر بھیڑ کو روزانہ ایک اونس کے قریب نمک چاہئے۔

خشک ریتیلے حصہ میں کبھی کبھی بھیڑوں کو بہتے پانی میں نہلا دینا چاہئے۔ اس سے وہ صاف ہو جائینگی اور … صاف ہو جائیگا۔

کیڑوں سے بچانے کے لئے بھیڑوں کو دوا دی جا رہی ہے۔

بھیڑ منڈائی کے وقت جانور کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیئے اور منڈائی اسطرح کرنی چاہیئے کہ ...اور کھال سے ملی ہوئی چاہیئے۔ دو بارہ نہ کاٹنا چاہیئے۔

اگر کام ٹھیک سے کیا جائے تو اون کے درجے بنا لینا مفید ہوتا ممکن ہے۔ مختلف درجے کے اونوں کو الگ الگ رکھنا چاہیئے۔ بورے اچھے مضبوط جوٹ کے ہونے چاہئیں۔ کام میں لانے کے پہلے انہیں اچھی طرح جھاڑ جھٹک لینا چاہیئے تاکہ اُس میں گرد و غبار نہ رہ جائے جو اون میں پڑ جائے۔ بورے کو بھر چکنے کے بعد اُس پر نشان لگا دینا چاہیئے تاکہ اون کے درجے کا پتہ لگ سکے۔ جس بورے میں کھال کا اون ہو اس پر "مردہ اون" لکھ دینا چاہیئے۔

عام بیماریاں۔

بھیڑوں کے جھنڈ کو کبھی کبھی دیکھتے رہنا چاہیئے۔ اگر کوئی جانور ٹھیک نہ ہو تو اُسے فوراً الگ کر دینا چاہیئے۔

بھیڑوں کو جراثیم کے ذریعے بیماریاں بہت جلد ہو جایا کرتی ہیں۔ بھیڑیں اچھی حالت میں ہوں یا نہ ہوں، ان کو بیماری سے بچانے کے لئے دوا دیتے رہنا چاہیئے۔ پیٹ کی بیماریوں کے لئے مندرجہ ذیل مرکب کارگر ثابت ہوا ہے۔

کاپر سلفیٹ	۴	اونس
پسی ہوئی سرسوں	۴	"
پانی	۳	گیلن تک



خراب قسم کی بھیڑیں

خوراک۔ جانور کی عمر اور قد کو دیکھتے ہوئے ۱۵ سے ۱۸ گھنٹے کے فاقہ کے بعد ۲ یا ۴ اونس مرکب دیا جانا چاہیئے

پیٹ کے کیڑوں کے لئے کاربن ٹریٹا کلورائڈ مفید ثابت ہوا ہے۔ ایک اونس سیال پیرافین میں قطروں کی مقدار میں اسے دینا چاہیئے۔ اس کی دو خوراکیں کافی ہوتی ہیں۔

بھیڑ پالنے کے پیشے کے لئے گوشت پر بیٹھنے والی مکھی بڑی ہی نقصان دہ ہے۔ بھیڑوں کو پیشاب پاخانے کے داغوں سے صاف رکھنے سے مکھی لگنے کے واقعات کم پیش آتے ہیں اس کے لئے حسب ذیل دوا کا استعمال کیا جا سکتا ہے۔

آرا فوئیٹڈا	۵	اونس
سرکہ	۱۲	"
پانی	½	گیلن

مرہم پٹی کے لئے حسب ذیل دوا استعمال کی جا سکتی ہے۔

فنائل	۲	چمچے
ٹرپنٹائن	۸	"
گری کا تیل	۱	پنٹ

بھیڑوں کو نمونیہ سے مرنے سے بچانے کے لئے انہیں جاڑے میں اچھی خوراک دی جانی چاہیئے۔

اون مونڈ چکنے کے بعد بھیڑوں کو فوراً نہلا دینا چاہیئے۔ اس فارم پر کئی سال سے میگڈا اگل کا پوڈر اور کرپسان آرسینکل ڈپ کا تجربہ کئی سال سے کیا جا رہا ہے اور وہ قابل اطمینان پایا گیا ہے۔ ان دونوں دواؤں سے نہلا دینے سے بھیڑ بہت سے بیرونی جراثیم سے بچی رہیگی۔

انتخاب

بھیڑوں کو سال میں ایک بار درجوں میں تقسیم کرنا چاہیئے اور جو اس میں اچھی نہ سمجھی جائیں انہیں علیٰحدہ کر دینا چاہیئے۔

اگر سفید بھیڑوں کا گلہ ہو تو اُن سبھی میمنوں کو الگ کر دینا چاہیئے جن کے بال ذرا بھی رنگین ہوں۔

پرانی بھیڑیں جن سے زیادہ فائدہ نہ ہوتا ہو انہیں بھی نکال دینا چاہیئے۔ اگر سال میں ایک ہی بار بچے پیدا کرائے جائیں تو بھیڑیں ۶ ½ سال تک آسانی سے رکھی جا سکتی ہیں۔

ایسی بھیڑوں سے بچے نہ پیدا کرانا چاہئیں جو چھوٹی ہوں یا جن میں کوئی پرانی بیماری ہو، جو کمزور ہوں، جن کے اون چھوٹے ریشے کے ہوں، پیٹ پر اون نہ ہو، خراب بچے پیدا کرتی ہوں، کم اون پیدا کرتی ہوں اور جن کے بچے وقت پر نہ ہوتے ہوں۔

مخلوط اجناس کاشت کرنے کے قواعد

مخلوط اجناس کاشت کرنے کے قواعد اور ان سے حاصل ہونے والے فوائد ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ اُمید کی جاتی ہے کہ خالی از دلچسپی ناظرین نہ ہونگے۔

۱۔ مخلوط اجناس کاشت کرتے وقت اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہردو اجناس ایک ہی وقت پر پکنے والی نہ ہوں۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تو کام کا تمام زور ایک ہی وقت میں آپڑے گا جس کی وجہ سے سخت دقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور ان دونوں اجناس کو ایک ہی وقت میں سنبھالنا دشوار ہوجائیگا۔ اور دونوں اجناس کے کٹ جانے سے یکدم بیکاری ہوجائیگی۔ مکا اور کپاس کی اجناس کو مخلوط کاشت کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ مکا تو پہلے پک جائیگی اور کپاس بعد میں پھلیگی جس کی وجہ سے کام کا بوجھ یکدم نہ پڑے گا۔ اور بعد میں بیکاری بھی نہ ہوگی۔ بلکہ کام کا سلسلہ بدستور جاری رہیگا۔

۲۔ پودے دو قسم کے ہوتے ہیں جن کو انگریزی میں (Exhaustive) تھکانے والے اور (Restorative) طاقت دینے والے کہتے ہیں تھکانے والوں میں سے جوار اور طاقت دینے والوں میں سے مونگ ان ہردو اجناس کی مخلوط کاشت مفید ہے۔ کیونکہ جتنی خوراک جوار زمین سے کھینچے گی اُتنی ہی طاقت مونگ زمین کو پہنچا دیگی۔ جس کی وجہ سے زمین کمزور نہ ہونے پائیگی۔

۳۔ سیدھی۔ پتلے۔ اور جھاڑ دار پودوں والی اجناس کی مخلوط کاشت نہ کرنا بھی مناسب اور مفید ہے۔ کیونکہ اگر دونوں ہی اجناس سیدھے اور پتلے پودوں والی ہوں تو کھیت کا بہت سا حصہ خالی رہ جائیگا جس میں کھر پتوار کو پیدا ہونیکی کافی گنجائش مل جائیگی۔ اور بار بار نکائی وغیرہ کرنی پڑیگی۔ نیز کھیت کے بیکار رہنے کی وجہ سے پودوں کو زیادہ بڑھنے کا موقع نہ ملے گا۔ جس کی وجہ سے پیداوار میں کمی ہوجائیگی۔

۴۔ مخلوط اجناس کاشت کرتے وقت اس بات پر خاص دھیان رکھنا چاہیئے کہ ہردو اجناس ایک ہی قسم کی خوراک زمین سے حاصل کرنے والی نہ ہوں۔ کیونکہ ایسا ہونے سے زمین سے ایک ہی جزو خوراک کافی مقدار میں ضائع ہوجائے گا۔ جس کی کمی کو پورا کرنے کیلئے کافی مقدار میں کھاد ڈالنا پڑے گا۔ ونیز دوسری قسم کی خوراک جو زمین میں کافی مقدار میں رہ جائیگی وہ آئندہ فصلوں کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتی ہے۔ چونکہ گیہوں کے لئے زیادہ نائٹروجن درکار ہوتا ہے اور چنا پوٹاش زیادہ چوستا ہے اور نائٹروجن ہوا سے لیکر زمین میں جمع کرتا رہتا ہے اسلئے گیہوں اور چنے کو مخلوط کاشت کرنا زیادہ مفید ہے۔ کیونکہ جو نائٹروجن گیہوں زمین سے لیگا۔ یہ اسکی بہت کچھ کمی پوری کردیگا اور خود پوٹاش چوسیگا۔ جس کی وجہ سے زمین کمزور نہ ہونے پائیگی۔

۵۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دانے دار پودے جن کو انگریزی میں (Serials) سیریلز اور دالدار پودے جن کو انگریزی میں پلسز (Pulses) کہتے ہیں۔ ان کی جڑیں مختلف قسم کی ہوتی ہیں یعنی دانہ دار پودوں کی جڑیں زمین میں زیادہ گہری نہیں جاتیں۔ بلکہ اوپری سطح زمین پر ہی پھیلاؤ کی شکل کی ہوتی ہیں۔ لہذا یہ اپنی خوراک زمین کی اوپر کی سطح سے حاصل کرتی ہیں اور دالدار پودوں کی جڑیں زمین میں زیادہ گہری جاتی ہیں اور اپنی خوراک زمین کے نیچے کی سطح سے حاصل کرتی ہیں۔ اسلئے دانہ دار اور دالدار اجناس کو مخلوط کاشت کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے زمین کی دونوں ہی سطحیں برابر طاقت والی رہیں گی اور اگر دانہ دار یا دالدار اجناس کی مخلوط کاشت کیجائیگی تو زمین کی اوپر والی یا نیچے والی سطح علیحدہ علیحدہ کمزور ہوں گی جس کی وجہ سے آئندہ فصل کے وقت زمین کافی پیداوار نہ دیگی۔ لہذا دو مخلوط دانہ دار یا دالدار اجناس کاشت کرنا بالکل مناسب نہیں ہے بلکہ دانے دار اور دالدار اجناس کو مخلوط کاشت کرنا چاہیئے۔

۶۔ مخلوط اجناس کاشت کرنے سے ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک فصل کسی آفت ناگہانی مثلاً اولے پڑنے یا زیادہ سردی گرمی یا دیگر کسی بیماری و کیڑے وغیرہ لگ جانے سے خراب ہوجائے تو دوسری جنس سے کاشتکار کی محنت وصول ہوجائیگی۔ لہذا مخلوط اجناس کاشت کرنا بھی ایک مفید کام ہے بشرطیکہ حسب قاعدہ کیا جائے۔

شہد کی مکھی پالنے کے نئے اور پرانے طریقے

(از مسٹر آر۔ این۔ ٹھ۔ بی۔ ایس، سی۔ ایل۔ بی، ڈائریکٹر جیولی کوٹ ایپیری، جیولی کوٹ، ضلع نینی تال)

زمانۂ قدیم سے انسان شہد کی مکھیوں سے شہد حاصل کرتا آیا ہے۔ زمانۂ قدیم کے لئے شہد کی مکھیاں بہت زیادہ قیمتی تھیں کیونکہ اُس وقت سب سے میٹھی چیز جو اُنھیں معلوم تھی وہ شہد ہی تھی۔ گنے یا چقندر سے چینی نکالنے کا پتہ تو ابھی تھوڑے دنوں پہلے لگا ہے۔

اس وقت شہد کی مکھیاں مختلف طریقوں سے رکھی جاتی تھیں درختوں کے کھوکھلے میں، مٹی کے برتن میں، ڈلیہ میں، لکڑی کے بکسوں میں یا گھر کی دیواروں کے سوراخوں میں۔ شہد نکالنے کا طریقہ سبھی کے لئے ایک ہی تھا۔ کس وقت شہد اکٹھا رہتا ہے یہ ان کو پالنے والوں کو معلوم رہتا تھا۔ اگر چھتہ ڈلیا یا بکس میں ہوتا تو پالنے والا کبھی اُسے اُٹھا کر اندازہ لیتا کہ اس میں کتنا شہد ہے۔ اُس وقت دھواں دیکر چھتہ توڑ دیا جاتا اور شہد کے خانوں کو کپڑے میں رکھکر شہد نچوڑ لیا جاتا۔ عام طور سے قدرتی چھتوں میں خانوں میں صرف شہد ہی نہیں ہوتا بلکہ اس میں انڈے بچے بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس طرح جو شہد حاصل کیا جاتا تھا وہ خالص نہیں ہوتا تھا بلکہ اس میں شہد کی مکھی اور ان کے انڈے بچوں کا رس بھی شامل رہتا تھا۔ چھتہ اور شہد کی مکھیاں دونوں ہی برباد ہو جاتی ہیں اس لئے دوسری بار شہد کے لئے دوسرے چھتے کی تلاش کرنی پڑتی ہے۔

اگرچہ شہد نکالنے کے اس طریقے میں وقتاً فوقتاً تبدیلیاں ہوئیں لیکن دراصل طریقہ یہی رائج رہا۔ کچھ لوگ چھتے کا ایک حصہ چھوڑ کر باقی سبھی کو توڑ لیتے تاکہ شہد کی مکھیاں اس بچے ہوئے چھتے پر رہ سکتی۔ اس طرح شہد کی مکھی پالنے کا پرانا طریقہ بے رحمانہ، نقصان دہ اور غیر کفایت شعارانہ تھا۔

ہیوبر نامی ایک اندھے سوئٹس نے شہد کی مکھیوں کے بارے میں سب سے پہلے مطالعہ کرنے کی کوشش کی۔ اُس نے اپنی ساری زندگی ان کے مطالعہ میں صرف کر دی اور شہد کی مکھیوں کی زندگی اور فطرت کے متعلق اُس نے بہت سی باتیں معلوم کیں۔ اس کی محنت نے آج کی مگس بانی کی بنیاد ڈالی۔

سن ۱۸۵۱ء میں فادر لنگس ٹرائے نے جب سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجا سکنے والے شہد کی مکھیوں کے چھتے ایجاد کئے اُس وقت سے مگس بانی میں ایک بڑی تبدیلی ہوگئی اس جدید قسم کے چھتے میں مکھیوں کی جانچ کی جاسکتی تھی اور چھتے کے خانوں کو بھی نقصان نہ پہونچ سکتا تھا ہر خانے کو الگ الگ نکال لیا جاسکتا تھا اور دیکھ لینے کے بعد پھر اسی طرح اُسی جگہ رکھ دیا جاسکتا تھا۔ اس کے بعد اور بہت سی تحقیقات کی گئیں۔ رفتہ رفتہ چھتے میں اور زیادہ اصلاحیں کی گئیں اور اُسے اور زیادہ آسان بنایا گیا۔ اس کے بعد رانی مکھی کو الگ کرنے کی فکر ہوئی۔ اس سے شہد کا خانہ انڈوں بچوں کے خانے سے الگ رہتا اور انڈوں کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر شہد کو علیحدہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے ذریعے سیدھے اور مضبوط خانے بنائے گئے جس سے کہ مگس بان زیادہ شہد حاصل کر سکتا۔ اس کے بعد شہد نکالنے کا آلہ ایجاد ہوا جس کے ذریعے بغیر کسی دھوئیں کے اور بغیر ہاتھ لگائے ہوئے نیز دوسرے خانوں کو نقصان پہنچائے بغیر شہد نکالنا ممکن ہوگیا۔ اس کے بعد مگس بانی نے یورپ اور امریکہ میں بہت ترقی کی۔

موجودہ چھتے میں چھتے اِدھر اُدھر رکھے جاتے ہیں۔ ایک چھتے سے شہد نکال لی جاتی ہے اور مکھیوں کو اُس پر سے اُڑا دیا جاتا ہے مگر شہد کی مکھیوں کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچتا اور وہ اپنے چھتے میں چلی جاتی ہیں۔ اس وقت چھتے کو چوکھٹے کے کمرے میں لیجاکر ایک گرم چاقو سے شہد کے خانوں کے اوپر کے ڈھکنوں کو کاٹ کر نکال دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد چھتے کو شہد نکالنے والے آلے میں رکھ کر شہد نکال لیا جاتا ہے اور شہد کے خانوں کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچنے پاتا۔ اب خالی چھتہ پھر مکھیوں کو دیدیا جاتا ہے اور مکھیاں اُس میں پھر شہد بھر دیتی ہیں۔ اس طرح کا ایک چھتہ دس سے ۲۰ سال تک چلتا ہے۔ اس طرح مکھیوں کو بہت سی محنت کرنے سے بچ جاتی ہیں۔ شہد نکالنے والے آلے سے شہد بغیر ہاتھ لگائے ہوئے خالص ترین شکل میں نکال لیا جاتا ہے۔

اس نئے طریقے سے ہونے والے فائدے ظاہر ہیں۔ یہ طریقہ صاف اور صحت بخش ہے۔ اس میں ایک بھی مکھی نہیں مرنے پاتی۔ اس میں خرچ بھی کم ہے کیونکہ ایسا کرنے سے شہد کی مکھیوں کی ایک ہی نوآبادی ہر سال شہد دیتی رہتی ہے۔ اس طرح جو شہد نکلتا ہے وہ خالص ہوتا ہے اور اس میں مکھی کے انڈے بچے نہیں ہوتے کیونکہ شہد نکالنے والے آلے میں چھتے کا صرف وہی حصہ ڈالا جاتا ہے جس میں شہد ہوتا ہے۔

شہد کی مکھی کی پرورش کئی طرح سے کی جاتی ہے۔ بہت سے لوگ شہد کی مکھی صرف شوق کے لئے پالتے ہیں کیونکہ اُنھیں

ہوتی ہے۔ گمس بانی تجارت کے طور پر کرنے کے لئے خانگی تجارت کے طور پر کیا جاسکتا ہے یا مستقل تجارت کی شکل میں بڑے پیمانے پر کیا جاسکتا ہے۔

گمس بانی ایک اچھی اور خانگی تجارت ہے جس کی اشاعت اس وقت یوپی میں کی جارہی ہے۔ خانگی تجارت کی شکل میں گمس بانی سے بہت سے فائدے ہیں جن کو مختصراً یوں بتایا جاسکتا ہے۔

۱۔ کم خرچ۔ اس کی ابتدا بہت قلیل سرمایہ سے یعنی صرف سو روپئے سے کی جاسکتی ہے اور پھر منافع کو اسی میں لگا کر رفتہ رفتہ اس کو ترقی دیجا سکتی ہے۔

۲۔ اس کے علاوہ چھتے وغیرہ سامان خریدنے میں بھی بہت کم خرچ ہوتا ہے۔

۳۔ اس کاروبار میں محنت بھی بہت کم پڑتی ہے۔ ہفتے میں ایک دو گھنٹے دینے کو کوئی بھی شخص ایک درجن چھتے رکھ سکتا ہے۔ چھتے گھر کے پاس ہی رکھے جا سکتے ہیں تاکہ اُن کی دیکھ بھال کے لئے زیادہ دور نہ جانا پڑے۔ دراصل جو وقت مکھیوں کے ساتھ صرف ہوتا ہے وہ بہت پُرلطف اور دلچسپ ہوتا ہے۔ گمس بان کی عدم موجودگی میں اس کے گھر کی عورتیں یا بڑے بچے مکھیوں کی دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔

۴۔ اس تجارت کے لئے زمین کی ضرورت نہیں ہوتی مکھیاں گھر کے آنگن میں یا چھت پر پالی جاسکتی ہیں۔

۵۔ اس کے لئے کم سرمایہ اور کم محنت کو دیکھتے ہوئے اس تجارت کا فائدہ دوسری تجارتوں سے کہیں زیادہ ہے۔

۶۔ گمس بان کو قطعی بے فکر رہنا چاہئے کہ گمس بانی کا کام کبھی بھی مشین کے ذریعے نہیں ہو سکتا کہ اُسے مشین کا مقابلہ کرنا پڑے۔

۷۔ یہ تجارت ہی ایسی ہے کہ اسے پھولوں کی رس کی تقسیم کے مطابق مختلف جگہوں پر کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اس تجارت کے لئے تمام ملک میں پھول اور باغ بکھرے ہوئے جن سے شہد کی مکھیوں کے ذریعے ہی فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔ یہ تجارت چند آدمیوں کے ہاتھ کی چیز کبھی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے گمس بان کو وسیع پیمانے پر پیداوار کے ساتھ مقابلہ کا اندیشہ نہیں ہوسکتا۔

مختصر یہ کہ شہد کی مکھی ایک بہترین خانگی تجارت ہے جس میں گمس بان ہمیشہ اپنے کو محفوظ سمجھ سکتا ہے۔

چنار کا قلعہ

ضلع مرزاپور یوپی کے ماتحت چنار نامی ایک قدیم مقام ہے۔ یہ شہر مرزاپور سے مشرق کو ۲۱ میل اور بنارس سے جنوب کو ۱۹ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اس کے قریب ہی دریائے گنگا بہتی ہے اور بندھیاچل کا سلسلہ یہاں تک پھیلا ہوا ہے۔ بندھیاچل پہاڑ شمال کی طرف چنار تک آیا ہے۔ کوہستانی سلسلہ دریائے گنگا میں داخل ہوگیا ہے۔ چنانچہ یہ مقام ایک نہایت قدیم پہاڑی شہر ہونے کے باعث خاص اہمیت رکھتا ہے۔ دہلی سے بنگال کا راستہ اسی شہر سے ہوکر جاتا ہے۔ ای۔ آئی۔ آر (ایسٹ انڈین ریلوے) کا صدر راستہ چنار سے ہوکر جاتا ہے۔ اس جگہ کے قریب ہی بندھیا باسی دیوی کا مشہور مندر ہے۔ اسی شہر میں تقریباً سیکڑوں فیٹ کی بلندی پر چنار کا قدیم قلعہ واقع ہے۔

شہر چنار کے نام کے بارے میں عالموں میں اختلاف رائے ہے۔ غالباً اسکا قدیم نام چرنا دری تھا۔ واٹھا ار اس بتری نے اسی رائے کی تائید کی ہے۔ چرنادری نام رکھنے کا خاص سبب معلوم ہوتا ہے۔ بندھیا کوہستانی سلسلہ چرن (قدم) کی شکل میں دریا میں داخل ہوگیا ہے۔ پیر کی انگلیوں کا حصہ دریا میں داخل ہوگیا ہے اور ایڑی کا حصہ شہر (بستی) کی طرف ہے۔ چرن کی شکل میں کوہستانی سلسلہ ہونے کے باعث ہی اس جگہ کا نام چرنادری رکھا گیا ہے۔ وہی اب بگڑ کر چنار ہوگیا ہے۔ اس نام کے لئے ایک قصہ مشہور ہے کہ پُرانے زمانہ میں ایک رکشش نے اپنا پیر اسی جگہ پر رکھا۔ کیونکہ وہ ہمالیہ سے راس کماری جارہا تھا اسی کے قدم کے نشان سے یہ چرنادری ہوا۔ چنار جس پہاڑی پر آباد ہے اُس میں پتھر کی قدیم کانیں ہیں۔ چنار کا پتھر زمانۂ قدیم سے اپنے ہلکے لال رنگ اور سختی کے لئے مشہور ہے۔ اشوک کی لاٹیں اسی چنار کے پتھر کی بنی ہیں اور متعدد دیگر قدیم مندر اور عمارتوں کے بنانے میں یہیں سے پتھر منگایا گیا تھا۔

زمانہ قدیم کے حکمراں ایسے ہی اہم مقامات پر قلعے بنواتے تھے جیسا کہ چنار کا شہر ہے کسی خاص جگہ کی اہمیت کو دیکھکر اسی کے مطابق قلعے تعمیر کروائے جاتے تھے۔ کوٹلیہ نے ارتھ شاستر میں کئی قسم کے قلعوں کا ذکر کیا ہے۔ زمانۂ قدیم میں راجہ اگر دریاؤں کے راستے پر قلعے تیار کراتا تھا تو وہ "اودر" (پانی کا قلعہ) کے نام سے مشہور ہوتا۔ جو قلعہ پہاڑ پر بنائے جاتے وہ "پاروت درگ" (پہاڑی قلعہ) کہلاتے۔ میدان اور جنگل میں بھی قلعے بنوائے جاتے تھے۔ چنار کا موجودہ قلعہ قدیم دریائی اور پہاڑی قلعہ کا ایک خوبصورت نمونہ ہے۔ زمانۂ قدیم میں دریائے گنگا ہی شمالی ہند کا صدر راستہ تھا مشرق اور مغرب کو

ہل

جانیوالوں کو گنگا کے راستے سے سفر ہی سہل ہوتا تھا۔ گنگا کے کنارے ہردوار کے بعد پہلی پہاڑی چنار میں ہی ملتی ہے۔ اسلئے دریائی راستہ پر ہونے کے باعث چنار نارگ ہی میں یہ قلعہ بنایا گیا ہے۔ قدیم تاریخ دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ جس نے چنار کے قلعہ پر قبضہ کیا اسی کے قبضہ میں بنگال اور بہار کے صوبے رہتے تھے۔ مشرقی صوبوں پر حکومت کرنے کے لئے یہ ضروری تھا کہ سب سے پہلے چنار کے قلعہ کو اپنے قبضہ میں کرکے اور دشمنوں کو وہاں سے نکال کر آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔ بنگال اور بہار کا درمیانی حصہ میدان ہونے کے باعث دشمنوں کو چنار میں روکنے میں سہولت ہوتی تھی۔ بندھیہ چل جنوب سے آکر دریائے گنگا میں داخل ہوگئی ہے لہذا مشرق و مغرب کا راستہ رک گیا ہے۔ میدان کی کمی ہے۔ دشمن کو روکنے کا یہ بہت ہی اچھا مقام ہے۔ اس کی ضرورت چنار کے قلعہ سے پوری ہوجاتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ زمانۂ قدیم میں تجارت کا راستہ پاٹلی پتر سے اجین اور وہاں سے سیدھا بھڑوچ کو جایا کرتا تھا۔ پاٹلی پتر اور کاشی سے راستہ مل کر اس جگہ سے ہوتا ہوا اور وسط ہند کے میدان سے نکلتا تھا اور اجین جاتا تھا۔ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر قلعہ تعمیر کرایا گیا ہے۔

چنار کے قلعہ کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ ایسا کہا جاتا ہے کہ اجین کے راجہ وکرما دیتہ کے بھائی بھرتھری چنار ہی میں جوگی بن کر رہتے تھے۔ وکرما دیتہ انھیں کو ڈھونڈتا ہوا یہاں آیا اور بھائی کے رہنے کے لئے قلعہ تعمیر کرایا۔ قلعہ کا ایک حصہ آج بھی بھرتھری کے نام سے مشہور ہے۔ چوتھی صدی میں قلعہ میں گپت شہنشاہوں کی فوج رہا کرتی تھی۔ اس کے بعد یہ قلعہ چندیل اور گہرواڑ راجپوتوں کے قبضہ میں رہا۔ گہرواروں کے بعد تعلقہ سہد وہی کے راجپوت حکمرانوں نے قلعہ پر اپنا قبضہ قائم کرلیا۔ قلعہ کے دروازہ پر لگے ہوئے ایک سنگی کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوامی راج نامی کسی شخص نے اسے اپنے قبضہ میں کرلیا۔ مسلمانوں میں سب سے پہلے شہاب الدین نے چنار کو فتح کرکے ایک بھلئے کو چنار کا گورنر مقرر کیا اور اسے کافی جاگیر دی۔ چودھویں صدی عیسوی میں جونپور کے سلطان نے اسے فتح کرلیا اور پچاس سال تک اس پر قابض رہا۔ سکندر لودی نے جونپور کے شرقی سلطان حسین کو شکست دیکر اسے اپنی سلطنت میں شامل کرلیا۔ بابر بھی چنار کے قلعہ میں کچھ عرصہ کے لئے ٹھہرا تھا اسی قلعہ کے لئے مغل شہنشاہ ہمایوں اور شیر شاہ میں مہینوں تک لڑائی ہوتی رہی۔ ہمایوں نے بنگال و بہار پر پھر قبضہ کرنے کے لئے چنار کے قلعہ کو فتح کرنا نہایت ضروری خیال کیا کیونکہ اسی قلعہ سے دونوں صوبوں پر حکومت اور ان کی حفاظت کی جاتی تھی اسی قلعہ کے ہاتھ سے نکل جانے پر افغان کمزور پڑ گئے۔ اکبر چنار کی اہمیت دیکھ کر خود اسے دیکھنے آیا اور اس نے اس کی مرمت کے لئے حکم دیا۔ شہنشاہ نے چنار کو مغل حکومت کا صدر مقام بنایا۔ "آئین اکبری" میں اس کا تذکرہ آتا ہے۔ یہاں کے باشندے غالباً فوج میں بھرتی ہوکر فوج کی تعداد میں اضافہ کیا کرتی تھی۔ لہذا بہادروں کی زمین ہونے کے باعث مغل شہنشاہ نے اس مقام کو لگان سے بری کردیا تھا۔ مغلوں کے بعد چنار کا قلعہ والئ جونپور کے قبضہ میں رہا۔ وہ بھی گنگا پور کے زمیندار منسا رام کے اوپر منحصر رہتا تھا۔ منسا رام کا لڑکا بلونت سنگھ چنار لیکر آزاد ہوگیا۔ نواب امیر خاں کے ذریعے بلونت سنگھ نے دہلی میں نذر بھیج کر راجہ کا خطاب حاصل کیا۔ بلونت سنگھ موجودہ راجہ بنارس کے مورث تھے۔ ان کے بعد چیت سنگھ سے وارن ہیسٹنگز نے قلعہ کو لے لیا اور اس وقت سے اس پر حکومت برطانیہ کا قبضہ ہوگیا۔

چنار کا قلعہ پہاڑ کے اوپر واقع ہے۔ اس کی موٹی دیوار شمال جنوب میں آٹھ سو گز لمبی ہے اور قلعہ ۱۵۰ سے ۳۰۰ تک چوڑا ہے۔ جس پہاڑی پر یہ واقع ہے اس کا نیچے کا حصہ گنگا کے پانی میں چلا گیا ہے۔ اس وجہ سے وہ ندی کے دھارے کو شمال کی طرف ہٹا دیتا ہے۔ اس مقام پر سطح آب سے قلعہ دو سو فیٹ کی بلندی پر ہے اس کا رقبہ تقریباً ڈھائی ہزار مربع گز ہے۔ دریا سے اس کا نظارہ بہت دلکش اور حیرت انگیز ہے۔ قلعہ کی سب سے نیچی دیوار پانی میں بنائی گئی ہے۔ قلعہ کے نیچے گنگا کی دھار چٹان سے ٹکراتی ہے اور یہاں دھار کی تیزی بہت بڑھ گئی ہے۔ دراصل قلعہ کی چٹان گنگا میں نکلی ہوئی ہے جس سے اس کے دو طرف گنگا ہوگئی ہے۔ اس کے تیسری طرف ایک گہری کھائی ہے۔ قلعہ میں چڑھنے کے لئے اوپر چڑھنا ہوتا ہے۔ اس چڑھائی پر سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں سیڑھیوں کے بعد قلعہ کا صدر دروازہ ملتا ہے۔ یہ پھاٹک لال پتھر کا بنا ہے اور اس پر سے شہر چنار اور قریب و جوار کا منظر بہت خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ یہ پھاٹک بہت بڑا ہے اور اس پر قدیم طرز کی نقاشی کی گئی ہے۔ اس کے پاس ہی ایک پتھر پر قلعہ کی تاریخ کے خاص خاص واقعات کندہ ہیں جس دیوار میں یہ پھاٹک بنا ہے وہ قلعہ کے چاروں طرف چلی گئی ہے اور تقریباً دو گز چوڑی ہے۔

پھاٹک میں ہوکر قلعہ کے اندر جانے پر دو سڑکیں ملتی ہیں داہنی طرف کی سڑک پر افسران کے بنگلے ہیں اور بائیں طرف کی سڑک پر جانے سے قلعہ کے قابل دید مقامات ملتے ہیں۔ اس سڑک پر تھوڑی دور چلنے کے بعد وہ عمارتیں ملتی ہیں جن میں ابھی کچھ ہی عرصہ پیشتر حکومت یوپی کا اصلاحی اسکول تھا۔ اس اسکول میں نابالغ مجرموں کو تعلیم دیجاتی تھی۔ اب یہ اسکول یہاں سے ہٹا دیا گیا ہے۔ جہاں عمارتیں نہیں ہیں وہاں باغیچے لگا دیئے گئے ہیں۔ ان

[illegible] سے داہنی طرف کو ڈھال پڑتی ہے اور پھر سیڑھیوں پر چڑھ کر ایک چھوٹا سا پھاٹک پار کر کے ایک بارہ دری میں پہنچتے ہیں جس کے پاس ہی مالدو نام کی جگہ ہے، جہاں کہا جاتا ہے کہ آلھا کی شادی ہوئی تھی۔ مالدو، لفظ، منڈپ کی بگڑی ہوئی صورت ہے جس کے پاس ہی ایک محل ہے جسے سنوا برج کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس محل میں آلھا کی بیوی جس کا نام سنوا تھا رہا کرتی تھی یہاں پتھر پر جو کاریگری کی ہوئی ہے وہ قابل دید ہے۔ اس سے تھوڑی ہی دور پر راجہ بھرتہری کا مندر ہے۔ دیوار میں جگہ جگہ پر برج بنائے گئے تھے جن پر توپیں لگی رہتی تھیں اور جہاں سے دشمن کا مقابلہ کیا جاتا تھا مگر وہ جگہ اس وقت اپنی قدیم شکل میں نہیں ہے۔ غالباً ہندوؤں کے قدیم مقامات کو برباد کر کے موجودہ قلعہ مسلمانوں نے بنایا ہے قلعہ کی وسیع دیوار کے اندر لمبی چوڑی جگہ ہے۔

کہا جاتا ہے کہ راجہ بھرتہری سمراٹ وکرمادیتیہ کے چھوٹے بھائی تھے اور کسی وجہ سے وہ دنیا سے کنارہ کش ہو گئے تھے۔ انھوں نے گھر چھوڑ کر یہیں آکر تپسیا کی تھی۔ ان کے بنائے تین شتک مشہور ہیں۔ پہلے شتک کا نام شرنگار شتک، دوسرے کا نیتی شتک اور تیسرے کا ویراگیہ شتک ہے۔ ہر شتک میں سو اشلوک ہیں۔ سنسکرت ادب میں ان تینوں شتکوں کو بہت اونچا درجہ ملا ہے اور جس نے تھوڑی بہت بھی سنسکرت پڑھی ہے اسے ان شتکوں کے دو چار اشلوک تو یقیناً یاد ہوں گے۔ راجہ بھرتہری کے بیراگ کا قصہ عوام میں بہت مشہور ہے اور سارنگی یا اکتارہ پر گیت گانیوالے 'جوگی' آج بھی دیہاتوں اور شہروں میں راجہ بھرتہری، کی دردناک کتھا گا گا کر سنایا کرتے ہیں۔ اس مندر کے اندر پتھر میں ایک سوراخ ہے۔ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص یہ کہہ کر کہ میں اس سوراخ کو بھر دوں گا اس میں تیل بھرنا شروع کرے تو یہ سوراخ کبھی نہ بھرے گا۔ یوں یہ تھوڑے ہی تیل سے بھر جاتا ہے لیکن یہ روایت ہی ہے اس مندر کے پاس ہی باؤلی ہے۔ اس میں تقریباً ۱۵۰ سیڑھیاں ہیں۔ یہ باؤلی بہت خوبصورت ہے لیکن آج کل کام میں نہیں آتی۔

اس قلعہ میں بہت سے گہرے تہہ خانے بھی ہیں۔ ان تہہ خانوں میں عمارتیں بنی ہیں اور ادھر اُدھر جانے کے لئے سرنگیں بھی ہیں۔ لیکن یہ سب اب بند ہیں۔

اسی کے قریب ہی بھرتہری کی یادگار ہے۔ آجکل یہ ایک سیاہ رنگ کا پتھر کا ٹکڑا دکھائی دیتا ہے۔ روایت ہے کہ بھرتہری نظروں سے پوشیدہ ہوکر یہیں بیٹھے تھے۔ قلعہ کے مشرقی حصہ میں ایک عظیم الشان دروازہ ہے جس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ کے پہرے دار کی جگہ دکھائی دیتی ہے۔ قلعہ کے اندر مسلم فرماؤں کے بنوائی ہوئی عمارتیں بھی موجود ہیں۔ عالمگیری مسجد اور گورنر کی قیام گاہ جسے بارہ دری کہتے ہیں، قابل ذکر ہیں۔ شیر شاہ کا بنوایا ہوا اسلحہ خانہ بھی موجود ہے جس کو انگریزی فوج نے توپخانہ اور بارودخانہ بنا لیا تھا۔ یہ عمارت بہت عرصہ تک فوجیوں کا ہسپتال رہی۔

تاریخ میں اس قلعہ کو بہت اہمیت حاصل رہی ہے لیکن اس کے لئے کوئی بہت بڑی تاریخی جنگ نہیں ہوئی اور نہ اس کے لئے کوئی بڑا بہادرانہ مظاہرہ ہوا۔ یہ قلعہ دراصل گنگا کے دریائی راستے اور پاس سے جاتے ہوئے صدر راستہ کی حفاظت کیا کرتا تھا اور وقت پڑنے پر راجاؤں اور لڑائیوں کو چھپا کر رکھنے کا کام دیتا تھا۔ راجہ چیت سنگھ والئ بنارس سے جب وارن ہسٹنگز کا جھگڑا ہوا اور بنارس کی رعایا نے وارن ہیسٹنگز کو گھیر لیا تو اُس نے بنارس سے بھاگ کر اسی قلعہ میں پناہ لی تھی۔

چنار شہر بہت چھوٹا ہے اور گنگا کے کنارے آباد ہے۔ یہاں پتھر کا کام ہوتا ہے اور پتھر کے عام برتن اور دیگر سامان بنائے جاتے ہیں۔ کچھ دنوں سے یہاں مٹی کے برتنوں پر ایک خاص قسم کی چمکتی ہی کتھئی رنگ کی پالش دینے کا کام ہونے لگا ہے۔ اس طرح کے پالش کئے ہوئے مٹی کے برتن چنار کے مٹی کے برتن کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔

شہر کے قریب ہی، پہاڑیوں میں کچھ قابل دید مقامات ہیں جن میں کاموکھیا دیوی کا مندر اور درگا کھوہ مشہور ہیں۔ ان میں دوسری سے لیکر پانچویں صدی تک کے کچھ اہم سنگی کتبے ملتے ہیں۔

سُوبھاشنی

(رابندر ناتھ ٹیگور)

لڑکی کا نام جب سوبھاشنی رکھا گیا تھا تو کون جانتا تھا کہ وہ گونگی ہوگی۔ اس کی دو بڑی بہنوں کا نام سوکیشی اور سوہاشنی رکھا گیا تھا اور اسی لحاظ سے باپ نے چھوٹی لڑکی کا نام سوبھاشنی رکھا مگر سب اُسے مختصر طور پر سوبھا کہتے تھے۔

بنگالیوں کے دستور کے مطابق بڑی تلاش اور بہت سے روپے خرچ کر کے دونوں بڑی لڑکیوں کا بیاہ ہو گیا۔ لیکن چھوٹی لڑکی سوبھا ماں باپ کے خاموش دلی جذبات کی طرح گھر میں موجود تھی۔

وہ کچھ بولتی نہیں لیکن کچھ محسوس کرتی ہے۔ یہ بھی کسی کو معلوم نہ تھا۔ اس لئے اُس کے سامنے ہی اُس کے مستقبل کے بارے میں سب رنج اظہار تشویش کیا کرتے تھے۔ یہ بات وہ لڑکپن ہی سے سمجھ گئی تھی کہ تقدیر نے اُسے والدین کے لئے ایک بار بنا کر بھیجا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو لوگوں کی نگاہوں سے چھپا کر رہنا چاہتی تھی وہ سمجھتی تھی کہ سب لوگ مجھے بھول جائیں تو اچھا ہے۔ لیکن درد و غم کو کوئی بھول سکتا ہے۔ ماں باپ کے دل میں وہ ہر وقت کھٹکتی رہتی تھی۔

سوبھا کی ماں تو خاص طور سے اسے اپنا ہی ایک نقص ایک برائی سمجھتی تھی۔ کیونکہ بیٹے کی جگہ بیٹی ہی کو ماں اپنا حصہ سمجھتی ہے۔ بیٹی میں کوئی کمی، کوئی نقص ہوتا ہے تو ماں اسے خاص طور سے اپنی شرم و ندامت کا باعث سمجھتی ہے۔ سوبھا کا باپ اسے اپنی دوسری لڑکیوں سے زیادہ پیار کرتا تھا لیکن ماں اسے اپنے لئے ایک کلنک سمجھ کر اس کے سخت خلاف تھی۔ سوبھا گفتگو نہ کر سکتی تھی، لیکن اس کے عوض اُسے بڑی بڑی پلکوں سے گھری ہوئی دو بڑی بڑی کٹیلی آنکھیں ملی تھیں۔ اس کے دونوں رسیلے ہونٹ کسی معمولی سے احساس سے بھی غنچے کی پنکھڑیوں کے مانند لرز اٹھتے تھے۔

الفاظ میں ہم جس خیال یا جذبے کی ترجمانی کرتے ہیں وہ ہمیں اکثر اپنی کوشش سے گھڑ لینا ہوتا ہے۔ وہ کچھ کچھ ترجمہ کرنے سے مشابہ ہے۔ وہ ترجمہ اکثر ٹھیک نہیں ہوتا ہم غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ لیکن شفاف، سیاہ، بڑی بڑی آنکھوں کا ترجمہ نہیں کرنا پڑتا۔ دل خود ہی ان پر عکس ڈالتا ہے اور خیالات و جذبات کی جھلک ان میں خود بخود نمودار اور غائب ہوتی رہتی ہے۔ یہ جذبہ پتلیوں کی سیاہی میں کبھی تو غروب ہوتے ہوئے چاند کی طرح ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہتا ہے۔ اور کبھی بے قرار بجلی کی طرح ہر طرف ٹکراتے [illegible] جن کے پاس پیدائش ہی کے دن سے چہرے کے جذبات کے سوا کوئی زبان نہیں۔ جو پیدائشی گونگے ہیں۔ اُن کی آنکھوں کی زبان نہایت صاف اور سمندر کی گہرائی کی طرح متین ہوتی ہے۔ وہ شفاف آسمان کی طرح طلوع و غروب، سایہ اور روشنی کا سیمیں پردہ ہوتی ہے۔ بے زبان محروم انسانوں میں خاموش "فطرت" کے مانند ایک عظمت اور رعب ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ عام بچے اور بچیاں سوبھا کو خوف کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اس کے ساتھ کھیلتے نہ تھے۔ وہ سنسان دوپہر کے مانند خاموش اور ساتھیوں سے محروم تھی۔

(۲)

سوبھا کے گاؤں کا نام چنڈی پور تھا۔ گاؤں کے ساتھ ہی ایک چھوٹی سی ندی تھی۔ اس کا پھیلاؤ زیادہ نہ تھا۔ سست رفتار دلکش ندی اپنے کناروں کی حفاظت کرتی ہوئی بہتی چلی جاتی تھی۔ دونوں کناروں پر آباد دیہات کے ساتھ جیسے اس کا ایک گہرا تعلق ضرور ہے۔ دونوں کناروں پر آبادی تھی۔ کنارے اونچے تھے اور ان پر گھنے درخت سایہ کئے ہوئے تھے۔ بیچ گاؤں کی لکشمی کے مانند وہ ندی خود فراموش کے انداز میں، مسرت بھرے دل سے دنیا کے سینکڑوں کام کرتی بہہ رہی تھی۔

وینی کنٹھ کا مکان بالکل ندی کے کنارے پر تھا۔ اُن کا مکان، احاطہ، گؤشالہ، بھوس کا ڈھیر، املی کا پیڑ اور کیلے کا باغ ہر کشتی پر آنے جانے والے کی نگاہ اپنی طرف کھینچے بغیر نہ رہتا تھا۔ اس گھر کی ٹیپ ٹاپ کے اندر وہ گونگی لڑکی بھی کسی کو دکھائی دیتی تھی یا نہیں، یہ تو معلوم نہیں لیکن وہ جب کام کاج سے چھٹی پاتی تھی تو اسی ندی کے کنارے آکر بیٹھتی تھی۔

فطرت جیسے اس کی کمی کو پورا کر دیتی تھی۔ وہ گویا سوبھا کی طرف سے باتیں کرتی تھی۔ ندی کی آواز، لوگوں کا شور، ملاحوں کا گانا، پرندوں کے چہچہے، درختوں کے پتوں کی کھڑکھڑ سب مل کر چاروں طرف کی چل پھل کے ساتھ ایک ہو کر سمندر کی لہروں کے مانند سوبھا کے خاموش دل کے ساحل کے نزدیک آکر جیسے لہرانے لگتی تھی۔ فطرت کے یہ مختلف اور ناقابل فہم الفاظ جیسے گونگی کی زبان ہوں۔ بڑی بڑی آنکھوں والی سوبھا کی زبان کی گویا عالمگیر تفسیر ہوں۔

دوپہر کو جب ملاح اور ماہی گیر کھانا کھانے چلے جاتے تھے، گاؤں والے سو جاتے تھے پرندے خاموش ہو رہتے تھے کشتیاں رک جاتی تھیں آبادیاں کام کرتے کرتے تھک کر اچانک ایک خوفناک خاموشی اختیار کر لیتی تھیں اس وقت تیز دھوپ سے

ہوتا۔ . . . آسمان کے نیچے صرف گونگی فطرت اور گونگی لڑکی سوبھا ساتھ آمنے سامنے چپ چاپ بیٹھے بیٹھے ایک دوسرے کو دیکھا کرتی تھیں۔ فطرت پھیلی ہوئی دھوپ میں اور سوبھا درختوں کی گھنی ہری چھاؤں میں!

سوبھا کے کچھ بے زبان دوست بھی تھے۔ اُس کی سہیلیاں دو گائیں تھیں۔ ایک کا نام سیاما اور دوسری کا کلیانی تھا۔ سوبھا کے مُنہ سے اُن گایوں نے اپنے یہ نام کبھی سُنے نہ تھے۔ لیکن وہ اس کے پیروں کی آہٹ کو پہچانتی تھیں۔ سوبھا کے پاؤں کی آہٹ میں بھی ایک بے الفاظ شفقت آمیز آواز تھی۔ گائیں اُس کی ہمدردی اور محبت کو زبان کی بجائے آسانی سے سمجھ لیتی تھیں۔ سوبھا کبھی ان کو تھپکتی کبھی جھڑکتی اور کبھی لاڈ پیار دکھاتی تھی۔ دونوں گائیں ان باتوں کو انسانوں کی نسبت بہت اچھی طرح سمجھتی تھیں۔

ان کے علاوہ سوبھا کی سکھیوں میں ایک بکری اور ایک بلّی بھی تھی۔ لیکن اُن سے سوبھا کی ایسی گہری اور برابر کی دوستی نہ تھی۔ تاہم وہ سوبھا سے بہت ہی مانوس تھیں بلّی جب دن یا رات کو کبھی کبھی سوبھا کی گود میں بیٹھکر سکھ کی نیند کی تیاری کرتی تھی اور سوبھا اُس کی گردن اور پیٹھ پر آہستہ آہستہ ہاتھ پھیرتی تھی تو بلّی بھی یوں ظاہر کرتی تھی جیسے اس سے اُس کو سُکھ کی نیند میں خاص مدد ملتی ہے۔

(۳)

انسانوں میں بھی سوبھا کو ایک ساتھی مل گیا تھا لیکن یہ ٹھیک ٹھیک نہیں کہا جا سکتا کہ سوبھا کے ساتھ اس کا تعلق کیسا تھا کیونکہ وہ زبان رکھتا تھا۔ باتیں کر سکتا تھا اور اسی لئے دونوں کی زبان ایک نہ تھی۔

وہ تھا گوسائیں جی کا چھوٹا لڑکا پرتاپ چندر۔ پرتاپ کوئی کام نہ کرتا تھا۔ بہت کوشش کرنے کے بعد ماں باپ نے یہ اُمید چھوڑ دی تھی کہ پرتاپ کچھ کام کرکے اپنی یا گھر کی بہتری میں مدد دیگا۔ بیکار آدمیوں میں یہ بات ہوتی ہے کہ رشتے دار تو اُن سے ناراض ہوتے ہیں۔ لیکن غیر لوگوں میں ہر دلعزیز ہو جاتے ہیں۔ چونکہ کوئی کام نہ کرنے کے باعث وہ پبلک آدمی ہو جاتے ہیں شہروں میں جس طرح دو ایک پارکوں اور باغوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں عوام سیر و تفریح کر سکیں۔ اُسی طرح دیہات میں دو چار بیکار لوگوں کی بھی ضرورت رہتی ہے۔ تاکہ باکار آدمیوں کا کام کاج سے بیکار وقت گپ شپ میں گزار سکیں۔ اور جس وقت کسی کو اُن کی ضرورت ہو فوراً آموجود ہوں۔

پرتاپ چندر کو سب سے زیادہ شوق کانٹے سے مچھلی پکڑنے کا تھا۔ اس کام میں اس کا بہت سا وقت غیر محسوس طور پر گزر جاتا تھا۔ تیسرے پہر۔ ندی کے کنارے وہ ہمیشہ اسی کام میں مصروف نظر آتا تھا۔ اپنے اسی شغل کے طفیل سوبھا سے اُس کی اکثر ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔ پرتاپ کی عادت تھی کہ خواہ وہ کوئی کام کرے ایک ساتھی کی ضرورت رہتی تھی۔ ساتھی کے بغیر وہ کوئی بھی کام نہیں کر سکتا تھا۔ مچھلیاں پکڑتے وقت بے زبان ساتھی ہی سب سے اچھا ہوتا ہے اسی لئے پرتاپ سوبھا کی اہمیت کو جانتا تھا۔ اور اس کو زیادہ عزت کے طور پر پورے نام کی بجائے سوبھا کو صرف "سو" کہا کرتا تھا۔

سوبھا املی کے درخت کے نیچے بیٹھی رہتی تھی۔ اور پرتاپ قریب ہی کانٹا پانی میں ڈال کر اُدھر ہی دیکھا کرتا تھا۔ سوبھا روزانہ پرتاپ کو گھر سے پان کا ایک بیڑہ لاکر دیا کرتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے۔ بہت دیر تک بیٹھے بیٹھے۔ تاک تاک کر۔ سوبھا اپنے دل میں چاہا کرتی کہ وہ پرتاپ کی کوئی خاص مدد کر سکتی۔ اُس کے کسی کام میں مصروف ہو سکتی۔ یا کسی طرح یہ جتا سکتی کہ اس زمین پر وہ بھی کچھ کم کام کی چیز ہے تو بہت اچھا ہوتا۔ لیکن ان میں سے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ وہ دل ہی دل میں قسمت سے معجزانہ لیاقت کی پرزار تمنا کرتی تھی۔ منتر کے زور سے اچانک ایک ایسا عجیب کام کر دکھانا چاہتی تھی کہ اُسے دیکھ کر پرتاپ کی حیرت کا ٹھکانا نہ رہے اور وہ کہہ اُٹھے۔ واہ۔ "سو" میں اتنی لیاقت بھری ہے۔ یہ تو مجھے معلوم ہی نہ تھا۔

فرض کرو اگر سوبھا جل پری ہوتی، آہستہ آہستہ پانی سے نکل کر سانپ کا من گھاٹ پر رکھ جاتی۔ پرتاپ معمولی مچھلیاں پکڑنے کا کام چھوڑ کر اُس من کو لیکر پانی میں غوطہ لگاتا اور نیچے جاکر دیکھتا۔ چاندی کے محل میں سونے کے تخت پر۔ کون بیٹھی ہے؟۔ یہی وینی کنٹھ کی گونگی لڑکی سوبھا! سوبھا جواہرات سے منور عالیشان پاتالپوری کے مہاراجہ کی اکلوتی لڑکی ہے کیا یہ ناممکن تھا۔ ہو نہ سکتا تھا۔ دراصل کچھ بھی ناممکن نہیں۔ تاہم سوبھا پاتالپوری کے شاہی خاندان میں پیدا ہونے کے بجائے وینی کنٹھ کے گھر پیدا ہوئی ہے۔ اور گوسائیں کے لڑکے پرتاپ کو کسی طرح حیرت میں نہیں ڈال سکتی!

(۴)

سوبھا کی عمر آہستہ آہستہ بڑھتی جاتی تھی اور رفتہ رفتہ گویا اپنی عمر اور حالت کے تغیر کو محسوس کرنے لگی تھی گویا چاندنی رات میں سمندر سے جوار کی لہر آکر سوبھا کے دل و روح کو ایک نئی ناقابل بیان طاقت سے لبریز کر رہی تھی۔ وہ اپنے آپ کو دیکھتی۔ سوچتی اور سوال کرتی تھی لیکن اُس کی سمجھ میں کچھ تھا نہ آتا۔

پورنما (چودھویں) کی ایک رات کو آہستہ آہستہ خوابگاہ کا دروازہ کھول کر ڈرتے ڈرتے منہ نکال کر سوبھا نے باہر جھانکا دیکھا جوانی کے راز میں۔ مسرت وغم میں انتہائی خاموشی ویرانی کی آخری حد تک یہاں تک کہ اُسے بھی پار کرکے پورنما کی فطرت بھی غرق ہو گئی ہے۔ لیکن مُنہ سے ایک بات بھی نہیں کہہ سکتی۔ خاموش مضطرب فطرت کے ایک حصے میں ایک مضطرب لڑکی خاموش کھڑی تھی۔

ادھر لڑکی کی عمر کو دیکھ کر ماں باپ کی فکر بھی روز بروز بڑھنے لگی۔ لوگوں نے بھی اُنگلیاں اُٹھانا اور باتیں بنانا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ دینی کنٹھ کو ذات برادری سے خارج کر دینے کا ذکر بھی چھڑنے لگا۔ دینی کنٹھ کی حالت اچھی تھی۔ کھانے پینے اور پہننے کی بھی کمی نہ تھی۔ اسلئے اُن کے مخالف بھی کئی تھے۔ ایک دن میاں بیوی میں اس بارے میں بات چیت ہوئی۔ کچھ دنوں کے لئے بَر کی تلاش میں دینی کنٹھ کو گھر سے باہر جانا پڑا۔ آخر باہر سے واپس آکر دینی کنٹھ نے بیوی سے کہا "چلو کلکتے چلو۔"

سفر کی تیاری ہونے لگی۔ کہر سے ڈھکی ہوئی صبح کی طرح سوبھا کا دل ایک دم آنسوؤں میں ڈوب گیا ایک نامعلوم شک وشبہ کے مارے وہ کچھ روز سے بے زبان جانور کی طرح ماں باپ کے پاس ہی رہا کرتی تھی۔ دونوں بڑی بڑی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھکر جیسے وہ کچھ سمجھنے کی کوشش کرتی تھی لیکن وہ کچھ سمجھا کر نہ کہتے تھے۔

اسی دوران میں ایک دن تیسرے پہر پانی میں کانٹا ڈالکر پرتاپ نے ہنستے ہوئے کہا "کیوں ری سوبھا، تیرا دولہا مل گیا ہے۔ تو بیاہ کرنے جاتی ہے؟ دیکھ ہم لوگوں کو نہ بھولنا۔" یہ کہہ کر وہ پھر مچھلی پکڑنے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

زخمی ہرنی جس طرح شکاری کی طرف دیکھتی ہے چپ چاپ کہتی ہے کہ میں نے تیرا کیا قصور کیا تھا۔ ویسے ہی سوبھا نے بھی پرتاپ کی طرف دیکھا۔ اُس دن وہ املی کے پیڑ کے نیچے نہیں بیٹھی۔ دینی کنٹھ تمباکو پی رہے تھے۔ سوبھا اُن کے پیروں کے پاس بیٹھ کر اُن کے مُنہ کی طرف دیکھ کر رونے لگی اُسے تسلی دیتے دیتے دینی کنٹھ کی آنکھوں سے بھی آنسو نکل آئے۔

اگلے روز کلکتے کو روانگی تھی۔ سوبھا گؤشالہ میں اپنی بچپن کی دوست گایوں سے رخصت ہونے کے لئے گئی۔ انھیں اپنے ہاتھ سے کھلا کر۔ اُن کے گلے میں باہیں ڈال کر۔ سوبھا حتی الامکان آنکھوں آنکھوں اپنے دلی جذبات کا اظہار کرتی ہوئی اُن کی طرف دیکھتی رہی۔ دونوں آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے وہ شکل پکش کی دوادشی کی (چاند کی دسویں) رات تھی۔ سوبھا گھر سے باہر نکل کر اُسی دل پسند ندی کے کنارے جاکر گھاس پر لیٹ گئی۔ گویا دھرتی ماتا کو دونوں ہاتھوں سے لپٹاکر وہ یہ کہنا چاہتی تھی۔ ماں! تم مجھے نہ جانے دو۔ میری طرح دونوں ہاتھ پھیلا کر تم بھی مجھے لپٹا لو۔"

کلکتہ پہنچکر ایک دن سوبھا کی ماں نے اس کا خوب بناؤ سنگار کیا۔ بالوں میں تیل ڈال کر چوٹی باندھی۔ نئے کپڑے اور زیور پہنائے۔ اس کے فطری حسن کو خواہ مخواہ جیسے چھپا سا دیا۔ سوبھا کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس خیال سے کہ روتے روتے آنکھیں سوج نہ جائیں۔ اُس کی ماں نے اُسے جھڑکا بھی لیکن آنسوؤں نے جھڑکیوں کی بھی پرواہ نہ کی۔

بَر اپنے ایک دوست کے ہمراہ لڑکی کو دیکھنے آیا لڑکی کے پتا خوف اور شک وشبہات سے بے قرار ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جیسے دیوتا خود اپنی قربانی کے جانور کو پسند کرنے آیا ہو۔ ماں نے اندر بہت کچھ ڈانٹ ڈپٹ کر بچی کے آنسوؤں کے سیلاب کو اور بھی بڑھا کر اُسے ممتحن کے سامنے بھیجدیا۔

ممتحن نے بہت دیر تک دیکھ کر کہا "بُری نہیں ہے"

خصوصاً لڑکی کو روتے دیکھکر اُس نے سمجھا کہ یہ نرم دل بھی ہے۔ اور ماں باپ سے بچھڑنے کے خیال سے اس کا نرم دل بےچین اور ملول ہے۔ وہ دل بیاہ کے بعد میرا ہی ہوگا۔ سیپ کے موتی کے مانند لڑکی کے آنسوؤں نے اُس کی قدر و قیمت بڑھا دی۔

جنم پتری وغیرہ دیکھکر شادی کے لئے ایک مبارک دن تجویز ہوا اور اُس دن اُسی بَر کے ساتھ سوبھا کا بیاہ ہو گیا۔ گونگی لڑکی دوسرے کو سونپ کر ماں باپ مطمئن ہو کر اپنے گاؤں چلے آئے۔ ان کی ذات برادری بھی قائم رہی اور دھرم بھی بچ گیا۔

سوبھا کا شوہر یو۔ پی میں ملازم تھا۔ بیاہ کے بعد وہ سوبھا کو اپنے ساتھ وہیں لے گیا۔ ایک ہفتے کے اندر ہی اُسے معلوم ہو گیا کہ اس کی بیوی گونگی ہے۔ لیکن بیاہ سے پہلے اس بات کے نہ سمجھنے کا قصور اُسی کا تھا۔ سوبھا نے اُسے کوئی دھوکا نہ دیا تھا۔ اُس کی دونوں آنکھوں نے سب خلاصہ کر کے کہہ دیا تھا۔ لیکن بَر اُسے سمجھ نہ سکا۔ وہ چاروں طرف دیکھتی تھی۔ لیکن دلی جذبات کے اظہار کے لئے زبان اُس کے پاس نہ تھی۔ وہ کیا کرتی!

بیچاری دلہن کے خاموش و بے زبان دل میں ماں باپ اور گھر کی جدائی کا غم کسی دکھیا کے درد بھرے نالہ وشیون کی طرح گونجنے لگا۔ خدا کے سوا اُسکے درد وغم کو کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

اب کی بار سوبھا کا شوہر۔ آنکھوں اور کانوں سے اچھی طرح جانچ پڑتال کرکے دوسری عورت بیاہ لایا!

کھیتی باری

محکمہ زراعت حلقہ شمالی و مشرقی گورکھپور کے فارموں پر کئے ہوئے تجربوں کا مختصر نتیجہ ۴۳-۱۹۴۲ء

(از ڈاکٹر بی۔ کے۔ مکرجی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت حلقہ شمال مشرقی گورکھپور)

گورکھپور فارم :- یہ فارم گورکھپور شہر سے ۲½ میل پورب کوڑا گھاٹ ریلوے اسٹیشن کے نزدیک ہے۔ اس کا کل رقبہ ۱۱۰٫۰۷ ایکڑ ہے جس میں ۷۱٫۴۹ ایکڑ زیر کاشت ہے اس فارم کی آبپاشی ایک ٹیوب ویل اور پختہ نالیوں کے ذریعہ سے کیجاتی ہے۔ امسال یہاں کل ۴۴٫۸۵ انچ بارش ہوئی۔

یہاں کی زمین ہلکی دومٹ ہے۔

امسال ایکھ۔ دھان۔ جو اور گیہوں پر نہایت مفید تجربے کئے گئے۔ جو اکا نامک بوٹینسٹ کے مختلف رپورٹوں سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

باقی فصلوں پر جو تجربے کئے گئے۔ اُن کا نتیجہ حسب ذیل ہے۔

ارہر:- ارہر کے چھ قسموں کے پیداوار کا مقابلہ کیا گیا۔ جن میں کی چار اچھی قسموں کے نمبر ۲۴/۵ و ۱۶/۲ و ۵۴/۷ اور ۱۴/۲ اور انکی پیداوار ایک ایکڑ میں - ۲۳½ و ۳۳½ و ۲۹ اور ۲۸½ من ہوئی۔

جوٹ :- ڈی ۱۵۴ چنسرا ہرا اور دیسی کا مقابلہ کیا گیا۔ اور ان کی پیداوار ۱۴ من - ۱۲½ من اور ۱۲¼ من فی ایکڑ ہوئی۔

السی تیسی :- پیداوار کے مقابلہ کے لئے السی کی آٹھ قسمیں بوئی گئی تھیں۔ جس میں کہ پانچ قسموں کی اچھی پیداوار ہوئی۔ پوسہ ۵۰ و ۲ - ۳۸۳ - ۳۷۷ و ۳ - ۱۱۵۰ اور ۳ - ۱۲۰۶ اور ان کی پیداوار فی ایکڑ ۹ من - ۸¾ من - ۸½ من اور ۸¼ من ہوئی۔

آلو :- امسال مقابلہ کے لئے صرف تین قسمیں بوئی گئی تھیں۔ جسمیں سب سے اچھی پیداوار پھلسک آلو کی ۱۰۲¾ من فی ایکڑ ہوئی۔ دوسرا نمبر فونبار کیوبلیر کا رہا جس کی پیداوار ایک ایکڑ میں ۱۸۲ من ہوئی اور دیسی آلو کی پیداوار محض ۷۱¾ من فی ایکڑ ہوئی۔

بہرائچ فارم :- اس فارم کا کل رقبہ ۱۰۱٫۵۲ ایکڑ ہے۔ جس میں سے صرف ۱۹۱٫۷۵ ایکڑ زیر کاشت ہے۔ یہاں کی زمین بلوی دومٹ قسم کی نہایت درجہ کم زرخیز ہے اور بیچ میں اوسر زمین کے ٹکڑے بھی پائے جاتے ہیں۔ اس فارم کی آبپاشی بھی ایک ٹیوب ویل سے کی جاتی ہے۔ جو ایک گھنٹہ میں ۶۰۰۰ گ پانی دے سکتا ہے۔

امسال یہاں کل ۴۸٫۱۵ انچ بارش ہوئی۔ یہاں زیادہ تر گیہوں اور گنے کی کاشت کی جاتی ہے اور سنئی کی کھاد کا زیادہ تر استعمال کیا جاتا ہے۔

فصلوں پر کئے ہوئے تجربوں کا نتیجہ :-

گنا :- بونے کے قبل کچھ گنے کو چونے کے پانی میں بھگو کر کچھ کو معمولی پانی میں اور کچھ کو بلا بھگوئے ہی الگ الگ کھیتوں میں بویا گیا اور آخر میں یہ دیکھا گیا کہ جس کھیت میں گنے چونا پانی میں بھگو کر بوئے گئے تھے۔ ان کی پیداوار سب سے زیادہ اور اُس کے بعد اُس کھیت کی پیداوار ہوئی جس میں بلا بھگوئے ہوئے بوئے گئے تھے۔

امسال گنے کی نو قسمیں مقابلہ کے لئے بوئی گئی تھیں جس میں سے پانچ اچھی قسموں کی پیداوار حسب ذیل ہے

کوئمبٹور کرنال ۴۲۶	- ۸۴۲	من فی ایکڑ -
۳۱۳	- ۸۳۲	"
کوئمبٹور شاہجہاں پور ۱۰۹	- ۸۳۰	"
کوئمبٹور ۴۵۳	- ۷۳۰	"
" ۳۱۳	- ۶۹۴	"

دھان :- دھان کی بہت سی قسمیں پیداوار کے مقابلہ کے لئے بوئی گئی تھیں اور یہ دیکھا گیا کہ کواری دھان کی قسموں میں ٹائپ ۱۳۶ کی سب سے زیادہ پیداوار فی ایکڑ ۱۲½ من ہوئی دوسرا نمبر نگینہ ۲۲ کا رہا۔ جس کی پیداوار ۱۱ من فی ایکڑ ہوئی اور تیسرا نمبر ہر کیشور دھان کا رہا جس کی پیداوار ۹ من فی ایکڑ ہوئی۔ اگہنی دھان کی پانچ اچھی قسمیں اور ان کی پیداوار جو

ایکڑ میں ہوئی مندرجہ ذیل ہے۔

ٹائپ الف	۲۲	۲۳ ۱/۴ من
ٹائپ ب	۲۶	۲۲ ۱/۲ "
ٹائپ پ	۳۶	۲۲ "
ٹائپ ت	۱۰۰	۲۰ ۳/۴ "
[illegible] دا		۲۰

اس حلقہ میں ان [illegible] بڑے فارموں کے علاوہ تین اور چھوٹے چھوٹے فارم ہیں جن پر کاشتکاروں کو ترقی دادہ بیج اور آلات زراعت کے استعمال پر پرانے دیسی بیج اور آلات کے مقابلہ میں دیہات میں کاشتکاروں کے گھر پر ملنے والی آسانیوں اور اُنکے حالات کے مطابق کرکے دکھایا جاتا ہے۔ امسال جو اُن چھوٹے فارموں پر منافع ہوا وہ حسب ذیل ہے۔

بیلی پار پلاٹ (ضلع گورکھپور)	۱۰۳۹ روپیہ
بنتھرا رود پلاٹ (ضلع بلیا)	۵۲۰ "
بلیا پلاٹ (ضلع بلیا)	۱۱۲۴ "

لوکی اور سیتا پھل کی پتّی کھانے والا لال کیڑا

(از مسٹر کے۔ ایم۔ گپتہ۔ بی۔ ایس۔ سی (اے۔ جی) انٹومولوجسٹ اسسٹنٹ (پھل))

دریا کے کنارے ریتلی زمین میں لوکی۔ سیتا پھل۔ ککڑی خربوزہ وغیرہ بہت کثرت سے بوئے جاتے ہیں۔ عام طور پر فروری کے دوسرے ہفتہ میں پودے اُگ آتے ہیں۔ یہی وقت پتی کھانے والا لال کیڑا کے نکلنے کا ہے۔ دن میں یہ کیڑا پتیوں کو کاٹتا ہے اور پودوں پر رہتا ہے۔ مگر رات میں نزدیک کے کسی بھی اونچے پودے پر آرام کرتا ہے۔ اور صبح کو جب تک کافی دھوپ نہیں نکل آتی وہیں بیٹھا رہتا ہے صبح کا وقت اس کیڑے پر قابو پانے کے لئے نہایت ہی اچھا ہے۔ کانپور میں گنگا کے کنارے عموماً کانس۔ جھاؤ۔ اور نزدیک کے جو اور گیہوں کے پودوں پر یہ کیڑا صبح کے وقت بڑی تعداد میں بیٹھا ہوا ملتا ہے۔ ایک ایک پودے پر پچیس کیڑے تک بیٹھے ہوئے ملتے ہیں۔ اس وقت سردی کی وجہ سے کیڑا اتنا سست ہوتا ہے کہ آسانی سے ہاتھ سے پکڑا جا سکتا ہے۔

کاشتکاروں کو خاص طور سے دریا کے کنارے خربوزہ۔ ککڑی۔ اور لوکی پیدا کرنیوالوں کو چاہئے کہ صبح کو روزانہ جب تک پودے بڑے نہ ہو جائیں۔ لال کیڑے کو نزدیکی پودوں پر تلاش کرکے انھیں جمع کریں اور مار ڈالیں تاکہ ان کی سبزی کی فصلیں اس کیڑے کے حملہ سے بچ جائیں۔

نوٹ:۔ اس کیڑے کے بارے میں رسالہ پھل اکتوبر ۱۹۴۳ء کے نمبر میں چند اور باتیں بھی لکھی گئی ہیں۔ انھیں پڑھئے۔

عمل کی عظمت

(ایک سنسکرت اشلوک کا مفہوم)

(از حضرت منوّر لکھنوی)

قسمت کے ڈر سے، کچھ بھی نہ کرنا — ادنیٰ ترین ہے، اسفل تریں ہے
کچھ کام کرنا، پھر چھوڑ دینا — ہے کچھ غنیمت، پھر بھی نہیں ہے
ہر حال میں تو محوِ عمل رہ — یہ بات اعلیٰ تر بالیقیں ہے

(زمانہ)

گھتے کا چارہ

(از مسٹر شوانند مجابی۔ ایس سی۔ زراعت (پرویں))

کھیتی کا کام شروع سے آخر تک مویشیوں کی امداد کا محتاج ہے اور مویشی رسدار اور صحت بخش چارے کے استعمال سے ہی زندہ رہ سکتے ہیں عموماً سبھی جانور رسدار چارہ ہی کھانا پسند کرتے ہیں لیکن سال کے بیشتر موسم میں خصوصاً گرمی کے دنوں میں ہرا چارہ ملنا ناممکن ہو جاتا ہے ایسے حالات پیدا ہونے پر ماہرین زراعت نے ایک ایسا طریقہ دریافت کیا کہ سال کے ہر موسم میں مویشیوں کو ہرا رسدار چارہ ملنا ممکن ہو گیا۔ وہ طریقہ ہے سائیلج کا لفظ سائیلج انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ایسے خاص چارے کے ہیں جو ایک گڈھے میں زمین کے اندر رکھا جاتا ہے۔ یہ چارہ ہمیشہ رسدار رہتا ہے۔

چارہ جب سوکھ جاتا ہے تو اس میں سے بہت سے اجزا ضائع ہو جاتے ہیں جس کے باعث اس کی طاقت جاتی رہتی ہے اور اسے کھا کر مویشی تندرست نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ سائیلج سے نہ صرف مویشی رسدار چارہ ہی پاتے ہیں بلکہ یہ وہ جزو بھی عطا کرتا ہے جو چارہ سوکھنے پر نکل جاتے ہیں۔ اسلئے یہ رسدار اور مقوی خوراک ہے۔ جن گڈھوں میں سائیلج رکھا جاتا ہے انھیں سائلو کہتے ہیں۔

سائلو کی تیاری

سائلو ایسی جگہ بنانا چاہئے جو اونچی ہو تاکہ وہاں پر برسات میں کسی طرح پانی نہ پہنچ سکے۔ سائیلو بناتے وقت یہ بھی سوچ لینا چاہئے کہ کتنے چارے کی کھپت ہے۔ اسی کے مطابق سائیلو چھوٹا یا بڑا بنانا چاہئے۔ اگر مزید چارے کی ضرورت ہو تو ایک سے زیادہ سائیلو بنانا چاہئے نہ کہ صرف ایک ہی لمبا چوڑا گڈھا بنایا جائے۔ اگر پانی سطح سے کم گہرائی میں ہوگا تو سائیلو کم گہرے ہوں گے اور اگر زیادہ گہرائی میں پانی ہوگا تو زیادہ گہرے ہوں گے۔ عموماً گول گڈھے اچھے ہوتے ہیں۔ سائیلو بناتے وقت اس کی مٹی دور رکھنی چاہئے تاکہ گڈھے میں گر کر چارے کو برباد نہ کر دے۔ سائیلو کھودنے کے بعد چکنی مٹی سے پوت دینا چاہئے۔ پختہ گڈھے زیادہ اچھے ہوتے ہیں کیونکہ ان میں کسی طرف سے نمی نہیں گھسنے پاتی۔ نمی آنے سے اس میں سڑاند اور ترشی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسلئے کچے گڈھے سے پکے گڈھے میں کچھ زیادہ کنارے کا چارہ خراب ہوگا لیکن کوئی خاص فرق نہ ہوگا۔ اسلئے نمی سے بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ سائیلو کے اوپر ایک سایہ ڈال دینا چاہئے تاکہ مینہ کا پانی اس میں نہ جا سکے۔

سائیلو میں چارہ بھرنا

چارہ بھرتے وقت یہ خیال رکھنا چاہئے کہ سائیلو کے اندر کی ہوا نکال دی جائے کیونکہ ہوا رہ جانے سے چارہ سڑ جاتا ہے۔ گڈھے بھرنے کے بعد یہ بھی کوشش کرنی چاہئے کہ باہر کی ہوا اندر نہ داخل ہو سکے ورنہ ہوا کے ساتھ ایک گیس مل جاتی ہے جسے آکسیجن کہتے ہیں۔ وہ چارے کو سڑا دیگا اسلئے چارہ بھرتے وقت اچھی طرح چارے کو پیروں سے دباتے جانا چاہئے۔ کوئی کونہ خالی نہ رہے برابر دبا کر بھرنا چاہئے۔ دبانے سے چارہ بھی زیادہ بھر جائیگا اور ہوا بھی نکل جائیگی۔ چارہ کاٹ کر بھرنا چاہئے جیسا لوگ جوار وغیرہ کا چھوٹا ٹکڑا کاٹ کر کھلاتے ہیں۔ سطح زمین سے ۴-۵ فیٹ بلندی تک سائیلو کے اندر چارہ بھرنا چاہئے سائیلو بھر جانے سے اوپر سے مٹی سے تھوپ دینا چاہئے تاکہ ہوا اندر نہ جا سکے۔ کچھ دنوں کے بعد چارہ دب کر بیٹھنے لگتا ہے اور مٹی میں شگاف پڑنے لگتے ہیں۔ ایسی حالتوں میں درازوں کو بند کرتے رہنا چاہئے

کونسی چیز سائیلج کے لئے مناسب ہے؟

ہر ایک چیز کا سائیلج تیار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اتنی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کہ جو چیزیں زہریلی ہوں یا جن میں پروٹین جزو زیادہ مقدار میں موجود ہو مثلاً لوسرن وغیرہ ایسی چیزوں کا سائیلج نہ بنایا جانا چاہئے۔ عام طور سے جوار، باجرہ، مکا وغیرہ زیادہ مفید ہیں۔ جوار پھول نکلنے کے بعد اور دانہ پکنے کے پہلے سائیلج کے لئے بہت اچھی ثابت ہوئی ہے۔

کتنے دنوں میں سائیلج تیار ہوتا ہے؟

چارہ بھرنے کے تقریباً دو یا ڈھائی ماہ بعد چارے کا سائیلج تیار ہو جاتا ہے۔ یہ اس طرح بنتا ہے کہ چارے کے اندر رہنے والے کاربوہائیڈریٹس اور اسٹارچ پہلے شکر کی صورت اختیار کرتے ہیں اس کے بعد شکر سے ترشی پیدا ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں کو میں نے ایسا کہتے ہوئے سنا ہے کہ سائیلج سڑا ہوا چارہ ہوتا ہے اور مویشی اسے نہیں کھاتے لیکن یہ بات غلط ہے۔ وہ سڑتا ضرور ہے لیکن اسی طرح سڑتا ہے جیسے سرکہ سڑا کر بنایا جاتا ہے۔ اگر سرکہ [illegible] مضر ہے [illegible] کھانے کے قابل [illegible] ہے۔

دیہات کے لئے جنگلوں کی اہمیت

سر جوگندر سنگھ ممبر آراضی، تعلیم و صحت نے گذشتہ اپریل میں انڈین فاریسٹ کالج اور انڈین فاریسٹ رینجر کالج کے مشترکہ کنووکیشن میں جو تقریر کی تھی اس کا خلاصہ ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔

"ہماری ترقی کے منصوبوں کے پختہ ہونے کے بعد ہم کو افسروں کی ایسی جماعتوں کی ضرورت ہوگی جو سائنسی معلومات سے پوری طرح واقف ہوں تاکہ ..... ، دیہاتوں میں جن پر ہندوستان مشتمل ہے۔ اپنی سرگرمیاں بڑھائیں۔ اگر اپنا منصوبہ چلانے کے لئے ہمیں آدمی فراہم کرنے ہیں تو ہم کو ابھی سے مزید عملہ کو تربیت دینے کی تدبیریں کرنی چاہئیں اور تربیت کی آسانیوں کو کافی وسیع کرنا چاہئے"۔

یہ تھے وہ الفاظ جو سر جوگندر سنگھ ممبر تعلیم، صحت و آراضی، حکومت ہند نے یکم اپریل سنہ ۱۹۴۴ء کو دہرہ دون میں انڈین فارسٹ کالج اور انڈین فارسٹ رینجر کالج کے متحدہ کنووکیشن میں اپنا خطبہ ارشاد کرتے ہوئے استعمال کئے۔

سر جوگندر سنگھ نے اعلان کیا کہ: محکمہ جنگلات کے انسپکٹر جنرل سے مستقبل کی ضروریات کی ایسی تجویز بنانے کی درخواست کر رہے ہیں جو دونوں کالجوں میں طلبا کی اضافہ شدہ تعداد کو تربیت دینے کے لئے کافی ہو۔

آپ نے کہا "ہمارے منصوبوں میں برطانوی ہند میں مزید ۱۰۰۰۰ مربع میل جنگل لگانے کی تجویز ہے تاکہ موجودہ جنگلاتی علاقہ دوگنا ہو جائے اور ہندوستان جیسے ملک کے لئے جس تناسب سے جنگلات کی ضرورت ہے یہ علاقہ تقریباً اتنا ہو جائے گا"۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے آپ نے کہا کہ یہ جنگل گاؤں کے بالکل قریب لگائے جائیں گے اور جنگل لگانے کے پانچ سال کے اندر ہی ان کی کٹائی سے ایندھن حاصل ہونے لگے گا۔ اسی طرح گوبر (جو اس وقت ایندھن کے طور پر استعمال ہوتا ہے) کھاد بنانے کے لئے بچ جائے گا اور اس سے ۷ کروڑ بیس لاکھ ایکڑ یا ہمارے زیر کاشت علاقہ ۲۰ فی صدی حصہ میں کھاد ڈالی جا سکے گی۔ اس کے بعد آپ نے کہا کہ اس سے ہندوستان کی پیداوار میں اندازاً ۵۰ فی صدی اضافہ ہو جائے گا۔

جنگلاتی تحقیقاتی ادارہ کے مساعی جنگ میں حصہ لینے کے متعلق سر جوگندر سنگھ نے کہا کہ ادارہ کو اپنی کامیابیوں پر بجا طور پر فخر ہو سکتا ہے۔ اس نے بہت سے مشاغل کئے ہیں جن کی وجہ سے بہت سی فیکٹریاں قائم ہو گئی ہیں اور اس طرح مزدوروں کو مفید [illegible] مل سکے ہیں۔

سلسلۂ تقریر جاری رکھتے ہوئے سر جوگندر سنگھ نے کہا کہ جنگ ختم ہوتے ہی بہت سے مسائل کے حل سوچنے ہیں۔ ان میں سے بعض ہمیں اس وقت بھی درپیش ہیں۔ میں اگرچہ ایک اناڑی ہوں مگر میرا خیال ہے کہ اس وقت تین مسائل سب سے زیادہ اہم ہیں۔ اول یہ کہ موجودہ محفوظ جنگلوں کو ان کی قبل جنگ حالت پر پہنچانا اور ان سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنا۔ دوسرے زمین بہہ جانے سیلابوں اور زمین کٹنے اور اس کے نتائج اور ان علاقوں کا مسئلہ جو خشک اور بنجر ہوتے جاتے ہیں۔ ملک کے بہت بڑے علاقے کو جنگلوں کی ضرورت ہے۔ تیسرے یہ اشد ضروری مسئلہ کہ جنگلوں کو زراعت کے لئے کارآمد بنایا جائے۔

زراعت کی بہترین عملی مثال ہمارے جنگلات میں ملے گی۔ درخت زمین کو سورج کے براہ راست کیمیاوی عمل سے محفوظ رکھتے ہیں۔ ان سے پتیوں کا ایک ایسا شامیانہ سا تن جاتا ہے کہ بارش پھوار کی شکل میں تبدیل ہو جاتی ہے جو جانوروں کے گوبر اور ٹوٹی ہوئی پتیوں کو زمین کی غذا (کھاد) میں تبدیل کر دیتی ہے۔ درخت نہ صرف ایندھن اور چوبی سامان مہیا کرتے ہیں بلکہ آندھیوں کو ہوا کے نرم جھونکوں میں تبدیل کر دیتے ہیں اور رطوبت کو متوازن بنا کے اور اسے قائم رکھتے ہیں۔

زمین کی حفاظت کا عام مسئلہ جنگلات اور آب پاشی دونوں کے افسروں کے لئے نہایت اہم ہے۔ دریاؤں کے منبع پر جو پانی داخل ہوتا ہے اگر اس پر قابو پا لیا جائے تو بعد میں جو نقصان ہوتا ہے اسکو بہت کچھ روکا جا سکتا ہے۔ ہمالیہ اور وسطی ہند کے شمالی علاقوں کے جنگلوں کے کٹنے کی وجہ سے گنگا میں طغیانی آتی ہے اور بنگال کے عوام کی صحت اور مسرت پر اثر پڑتا ہے۔ اس لئے یہ مسئلہ صوبہ یا ریاست کی سرحدوں کے حدود سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ جنگلوں کی حفاظت اور نئے علاقوں میں جنگلات لگانا زراعت کے لئے بے حد اہم ہے۔

ہمارے لئے مسئلہ یہ ہے کہ ہم دیہاتیوں کو جلانے کے لئے اپلوں کے بجائے لکڑی مہیا کریں۔ مجلس قانون ساز کے میرے دوست ہم پر زور دیتے ہیں کہ کیمیاوی کھادیں پیدا اور حاصل کی جائیں۔ میں ان لوگوں کی خواہش کی تکمیل کے لئے جو کر سکتا ہوں کر رہا ہوں۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں کہ ہمارا اولین فرض زمین کے لئے گوبر حاصل کرنا ہے۔ جس سے حساب لگایا گیا ہے کہ ۲۵ کروڑ ٹن سالانہ کھاد حاصل ہوگی اور جس سے ۷ کروڑ ۲۰ لاکھ ایکڑ زمین کو [illegible]

کاشت علاقے کے ۴۰ فیصدی حصّہ کو کھاد دیجا سکتی ہے۔ زمین کی زرخیزی (کھاد) اور مویشیوں کی خوراک کی مزید مقدار زمین کے بجائے دیہات میں پیدا کر حاصل کی جا سکتی ہے۔

فصلوں کی پیداوار پر کھاد کے جو اثرات پڑتے ہیں ان میں بہت اختلافات موجود ہیں لیکن یہ فرض کرنے کے بعد کہ کھاد پانے والے علاقوں میں غذا کی پیداوار دگنی ہو جائیگی۔ اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اگر یہ گوبر اپنے مناسب مصرف میں یعنی کھاد کی حیثیت سے استعمال کیا جائے اور جلایا نہ جائے تو اس سے ہندوستان کی مجموعی پیداوار میں تقریباً ۵۰ فی صدی کا اضافہ ہوگا۔ لیکن کسان بیحد قدامت پسند ہوتا ہے اور بیحد غریب۔ اسے کیمیاوی کھاد کی بہتری کا یقین دلانا ہمیشہ آسان کام نہیں ہوا کرتا ہے۔ اگر وہ اس کا یقین کر بھی لے تو وہ اس قدر غریب ہوتا ہے کہ انھیں خرید نہیں سکتا۔ لیکن اسے یہ یقین دلانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ گوبر ایک اچھی کھاد کا کام دیتا ہے۔

اب اگر آپ کبھی ایسے نقشہ پر نظر ڈالیں جس میں ہندوستان کے جنگلوں کی تقسیم دکھائی گئی ہو تو آپ کو یقین ہو جائیگا کہ گاؤں والے اس واسطے گوبر کو جلاتے ہیں کہ ان کے لئے ایندھن ملنے کا کوئی اور ذریعہ ہی نہیں ہے۔ ان کے گاؤں کے لئے جنگل ہی نہیں ہوتے جن سے وہ لکڑی اور ایندھن حاصل کر سکیں۔ یہ حالت بالخصوص ہندوستان کے شمالی نصف حصّہ کی ہے یعنی کراچی سے کلکتہ تک رہیں۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم دیہاتوں کے قریب جنگل اگائیں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے پاس اتنی کافی زمین مہیا ہے کہ ہم یہ چھوٹے زراعتی جنگل اگا سکیں۔ برطانی ہند میں ۵ لاکھ مربع میل زمین ایسی ہے جو زیر کاشت ہے اور جس پر جنگل لگے ہوئے ہیں اور ۳۰ لاکھ مربع میل زمین ضرور مہیا ہو سکتی ہے جس پر باری باری سے زراعتی جنگل اگائے جا سکتے ہیں۔

اس وقت محکمۂ جنگلات اس کام کو انجام دینے کی کوشش میں مشغول ہے کہ ان علاقوں میں جنگل اگائے جہاں بارش ۱۲ انچ سے بھی کم ہوتی ہے۔ ہم اسکے تجربہ کا بغور مطالعہ کریں گے اور اچھے نتائج کی توقع کریں گے۔ لیکن ان علاقوں میں جہاں ۱۲ انچ سے زیادہ بارش ہوتی ہے ہر وہ علاقہ شامل ہے جو اس خط کے شمال اور مشرق میں واقع ہے جو [illegible] سے بنوںتک لائل پور سے ہو کر گذرتا ہے اور پھر جنوب میں بیکانیر سے ہو کر جودھ پور کی سرحدوں تک جاتا ہے اور جنوب مغرب میں ران آف کچھ تک پہنچتا ہے۔

شروع میں انسپکٹر جنرل آف فارسٹس سر ہربرٹ ہوورڈ نے کانفرنس میں سر جگندر سنگھ کا خیر مقدم کیا۔ موصوف نے سر جگندر سنگھ کی زراعت میں دلچسپی کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہندوستان جیسے ملک میں زراعت کی منصوبہ بندی کو جنگل بانی کی منصوبہ بندی کے ساتھ ساتھ چلنا چاہئے۔ کیونکہ زمانۂ گذشتہ میں اس حقیقت کا فی طریقہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اسی وجہ سے اس وقت ہندوستان کے لاکھوں باشندے مفلسی اور خوراک کی قلت کی وجہ سے مصیبتیں جھیل رہے ہیں۔''

نوائے درد

(از جناب [illegible])

رسوم عشق و محبت سے آشنا ہوں میں — نہ پوچھ مجھ سے کہ کس طرح جی رہا ہوں میں
غرض نہ دیر و حرم سے نہ باغ و راغ سے کچھ — حریم دل میں ترا جلوہ دیکھتا ہوں میں
ہزار بار ملی مجھ کو چاہنے کی سزا — الٰہی پھر بھی اسے دل سے چاہتا ہوں میں
توہمات خیال سجود کیا کہئے — ہمیشہ سنگ در یار چومتا ہوں میں
جو اپنا جلوہ دکھاتا نہیں ہے مجھ کو خلش
اسی کو آئینہ دل میں دیکھتا ہوں میں

(خلش)

کفایت

(جناب جے۔ پی۔ مشرا ایم۔ اے پبلسٹی افسر کوآپریٹو سوسائٹیز، یو۔ پی لکھنو۔)

کفایت شعاری یعنی کم خرچ کرکے پیسہ بچانا انسان کی ایک بڑی خوبی ہے کفایت شعاری کرنے سے انسان بہت خوش رہتا ہے، ترقی کرتا ہے اور باعزت بنتا ہے۔ اسکا اثر بچوں اور لوگوں پر بھی کافی پڑتا ہے سمجھدار اور دور اندیش والدین تو اپنے بچوں کو باقاعدہ کفایت شعاری سکھاتے ہیں۔ آپ لوگوں نے شاید اپنے بزرگوں سے سنا ہوگا یا خود ہی دیکھا ہوگا کہ فلاں شخص ہزاروں روپیہ اور جائیداد چھوڑ کر مرگیا لیکن لڑکوں نے سب کھا پی کر برابر کر دیا اور پھر روٹیوں تک کو محتاج ہوگئے اس کی وجہ کیا تھی؟ اس پر آپ نے غور کیا؟ اس کی یہی وجہ تھی کہ کفایت شعاری یا پیسہ بچانا سیکھنے کے بجائے وہ فضول خرچ ہوگئے اور جب ایک بار عادت بگڑ گئی تو اس کا سنبھالنا بھی مشکل ہوگیا۔

کفایت شعاری کے یہ معنی نہیں کہ ہم پیٹ کاٹ کر پیسہ بچائیں اور اگر ایسا کیا گیا تو اسے کنجوسی یا بخیلی کہیں گے۔ اپنی حیثیت اور آمدنی کو دیکھتے ہوئے ان فضول خرچیوں کو بند کرنا یا کم کرنا جو محض نام نمود اور تفریح طبع کے لئے ہوتی ہو بخیلی نہیں بلکہ عین عقلمندی ہے۔

اس حساب سے ہمارے شہری بھائیوں کے لئے روزمرہ کے اخراجات میں کفایت کرنے کی کافی گنجائش ہے لیکن ہمیں دیکھنا ہے ہمارے دیہاتی بھائی جن کی آمدنی کافی نہیں ہے جو غریب اور مزدور ہیں کیسے کفایت کر سکتے ہیں۔ یہ خیال عام ہے کہ کسان بھائی جنھیں کچھ بچت ہی نہیں ہوتی وہ کیا بچا سکتے ہیں یہ کسی حد تک صحیح بھی ہے لیکن کسی نے کہا ہے کہ جہاں چاہ ہے وہاں راہ ہے کیا یہ بات سچ نہیں ہے کہ شادی، غمی اور دوسری رسموں میں ہمارے کسان بھائی اکثر اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کر جاتے ہیں یہ بھی سچ ہے کہ ان کاموں کے لئے عموماً مہاجن سے قرض لینا پڑتا ہے تھوڑی دیر کے لئے لوگ خوب واہ واہ اور تعریفیں کرتے ہیں لیکن کچھ دنوں بعد جب گھر تباہ ہوگیا تو وہی لوگ بیوقوف بناتے اور ہنستے ہیں کہ فلاں شخص نے جھوٹی شان کے لئے اپنا گھر برباد کر دیا۔ کسانوں کو تو ایسے موقعوں پر سوچنا چاہئے ہماری حیثیت کیا ہے اور ہم کتنا خرچ کر سکتے ہیں۔ جتنا خرچ کر سکتے ہوں اتنے ہی میں کام چلانا چاہئے اور قسم کھالینی چاہئے کہ قرض لیکر ان رسموں میں خرچ نہ کریں گے۔

یہی حال مقدمہ بازی کا ہے کھیت چر جانے فصل کٹ جانے مینڈ ٹوٹ جانے، نہر کا پانی چرا لینے، لکڑی کاٹ لینے اور گھر چبوترہ آگے بڑھا کر بنا لینے وغیرہ میں لاٹھیاں چل جاتی ہیں اور کبھی کبھی خون بھی ہوجاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آخر میں دونوں فریق تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔

ہمارے کسان بھائی کہیں گے کہ فضول خرچی روکنا اور مقدمہ بازی سے بچنا ایک آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور اگر کسی نے کیا تو وہ کنجوس بنے گا۔ اس لئے دیہات میں زندگی سدھار سوسائٹیاں اور پنچایتیں قائم کی گئی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ کسانوں کو فضول خرچی سے بچا کر کفایت شعار بنایا جائے اور ان کے رہن سہن کے معیار کو بڑھایا جائے۔ ان سوسائٹیوں کے قاعدوں میں یہ شرط خاص طور سے ہوتی ہے کہ ممبروں کو سماجی رسموں میں حیثیت کے مطابق یا مقررہ شدہ رقم کے اندر ہی خرچ کرنا اور گاؤں کے چھوٹے موٹے جھگڑے پنچایت میں طے کرنا ہے۔ قاعدہ تو سبھی کے لئے ہوتا ہے اور نکو بننے کا کسی کو اندیشہ نہیں رہتا۔ اگر کوئی ممبر قواعد کے خلاف کام کرے تو اس کے اوپر جرمانہ ہوتا ہے اور سب سے آخری سزا اس کا پنچایت سے اخراج ہوتی ہے۔

روپیہ بچانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ فصل تیار ہونے کے بعد ایک یا دو من غلہ علیحدہ کرکے اسے بیچکر اس کی قیمت لڑکے یا لڑکی کے نام پر جمع کی جا سکتی ہے۔ اگر دس بارہ سال تک ایسا کیا جائے تو ایک لڑکی کی شادی ہوسکتی ہے۔ بغیر کسی پریشانی یا قرض لئے ہوئے خود بخود تھوڑا تھوڑا پیسہ پس انداز ہوکر ایک بڑی رقم بن جاتی ہے اسی طرح کھانا پکاتے وقت روزانہ مٹھی بھر آٹا نکال کر مٹی کے گھڑے میں جمع کرنے سے مہینے میں کم از کم ۳ ۱ سیر آٹا جمع ہوجائیگا جو آجکل آٹھ آنے کا ہوتا ہے مٹھی بھر آٹے کی بات سنکر آپ کو ہنسی ضرور آنے لگے گی لیکن یہ دیکھئے کہ مٹھی بھر آٹا بچانے سے آپ کو سال میں ساتھ آٹھ روپے بچ جاتے ہیں اور ۶ سال میں چالیس پچاس روپئے اور ۱۲ سال میں سو روپئے ہوسکتے ہیں اس لئے تھوڑا تھوڑا پس انداز کرنے یا بچانے کی عادت ڈالنی چاہئے اور بچانے کے لئے ایک روز جو حصہ جمع کیا جائے اسے حقیر نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ قطرہ قطرہ پانی سے گھڑا بھر جاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس اندازہ رقم کو ہم کس مصرف میں لائیں
آج کل غلہ کی گرانی کے باعث کسان کی آمدنی پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ
گئی ہے۔ بھلا کسانوں کے لئے اس سے بڑھ کر اور اچھا موقع کب
مل سکتا ہے کہ وہ روپیہ بچائیں۔ کسانوں کو چاہئے کہ جہاں تک
ہو سکے وہ پہلے اس روپئے سے اپنا قرض ادا کریں۔ کھیتی کے لئے
اچھے بیج بیل اور ہل خریدیں بچوں کی تعلیم پر خرچ کریں اور جو کچھ
بچے اسے سونے چاندی کے زیورات پر یا شادی بیاہ یا مقدمہ بازی
میں نہ خرچ کریں۔ جہاں تک زیوروں کا سوال ہے یہ یاد رکھنا
چاہئے کہ ان میں کچھ بھی روپیہ خرچ کرنا بڑی غلطی ہوگی کیونکہ جنگ کے
بعد ان زیوروں کی قیمت چوتھائی بھی نہ رہے گی۔ ایسا کام کیوں کیا
جائے کہ ابھی سونا چاندی چوگنی قیمت میں خریدیں اور کچھ ہی دنوں
جنگ جب ختم ہو جائے تو اس کی چوتھائی قیمت بھی بمشکل ملے۔ بچے
ہوئے روپئے کو تو اور زیادہ غلہ ترکاری یا پھل پھول پیدا کرنے
میں لگانا چاہئے تاکہ گرانی سے فائدہ اٹھایا جا سکے خوب منافع
اگر کسی وجہ سے یہ نہ ہو سکے تو اپنے روپئے کو براہ راست
کو آپریٹو سوسائٹی میں جمع کیجئے۔ سوسائٹی نہ ہو تو اپنے گاؤں
کے ڈاکخانہ کے سیونگ بینک میں جمع کیجئے یا جنگ کے کیش سارٹیفکیٹ
میں لگا دیجئے۔ آپکے روپئے محفوظ بھی رہیں گے اور سود بھی
لیکن یاد رہے کہ اسے زمین کھود کر نہ رکھئے۔ کیونکہ ایسا کرنے
سود کا بہت نقصان ہوگا۔

تندرستی

ایک دن کچھ جوان کھانا کھانے کے بعد ایک جگہ بیٹھے آپس
میں باتیں کر رہے تھے کہ سقراط بھی ادھر آ نکلا۔ ان سب جوانوں
نے سقراط کو سلام کیا، جوانوں کے سلام کا جواب دیتے ہوئے
سقراط کچھ دیر دم لینے کے لئے ان کے پاس ہی بیٹھ گئے تھوڑی
دیر بعد ان جوانوں میں سے ایک نے سقراط سے پوچھا کہ "سقراط جی
بھلا یہ تو بتائیے کہ گاؤں میں صحت اور تندرستی کن کن باتوں سے
اچھی رہ سکتی ہے" تو سقراط نے اس طرح بیان کیا۔

سقراط۔ گاؤں تو خود ہی ایسی جگہ ہونا چاہئے، جہاں
صحت اور تندرستی اچھی رہے۔ اگر یہ بات نہیں ہو تو پھر سارا
قصور ان لوگوں کا ہے، جو اس میں رہتے ہیں۔

تندرستی کوئی جادو کا کھیل نہیں ہے اگر آپ چند قاعدوں
کی پابندی کریں اور چند باتوں پر عمل کریں تو آپ تندرست
رہیں گے۔ لیکن اگر آپ تندرستی کے قاعدوں پر نہ چلیں اور
تندرستی قائم رکھنے والے کام نہ کریں تو آپ کی صحت خراب ہوگی
یاد رکھئے جب تک آپ صحت قائم رکھنے والے قاعدوں پر نہ
چلیں گے اور ایسے کام نہ کریں گے جن سے تندرستی قائم رہے
اس وقت تک آپ چاہے کتنے ہی جادو ٹونے کریں کتنے ہی تعویذ
گنڈے کریں کتنی ہی پوجا پاٹ کریں کتنی ہی دوائیں کھائیں
اور ڈاکٹر بھی چاہے جتنا زور لگائیں آپ ہرگز ہرگز تندرست
نہیں رہ سکتے۔

ان قاعدوں میں سے بہت سارے تو آپ نے فوج
میں سیکھ ہی لئے ہیں اور تندرستی قائم رکھنے والی بہت سی باتیں
آپ فوج میں کر ہی رہے ہیں۔ لیکن ہم ان تمام قاعدوں کو
جلدی جلدی دوہرا دیتے ہیں تاکہ گھر جا کر آپ ان قاعدوں کی
خوب مشق کریں، اور لوگوں کو سکھائیں اپنے اپنے بال بچوں کی
قائم رکھنے والے کام خود کریں، اور لوگوں کو بھی سمجھائیں۔

صحت اور تندرستی کی ضروری باتیں

۱۔ روشنی اور ہوا۔
۲۔ پینے کا صاف پانی
۳۔ صفائی۔
۴۔ ٹھیک ٹھیک قسم کی خوراک اور اس کا کم یا زیادہ کھانا۔
۵۔ چیچک اور وبائی مرض کے ٹیکے۔
۶۔ مچھروں کی روک تھام۔
۷۔ ڈاکٹری علاج۔

اچھا آیئے۔ اب ان باتوں کو ایک ایک کرکے سمجھائیں

روشنی اور ہوا

یہ دونوں چیزیں خوراک ہی ہیں، اور صحت اور تندرستی
کے لئے، کھانے پینے کی اور چیزوں کی طرح یہ بھی اتنی ہی
ضروری ہیں اس لئے ہر گھر کے ہر ایک کمرے میں روشنی اور
ہوا خوب آنی چاہئے۔ آپ لوگ سب دیہات والے تو
تو جانتے ہی ہیں اب یہ بتانا ہے کہ روشندان کتنے لمبے چوڑے
اور کس شکل کے ہونا چاہئے اور ان کو کس طرح بنانا
لیجئے ہم آپکو یہ سب بتاتے ہیں۔ دیکھئے ہر گھر کے ہر ایک کمرے
میں اتنی روشنی آنی چاہئے کہ ہر ایک کمرے میں جہاں کھڑے
بلکہ پستو بھی ہوں، تو خوب اچھی طرح دکھائی دے جائے
وہ کتنی دور کے کونوں میں کیوں نہ ہوں۔
روشندان کا ایک نمونہ بتایا گیا ہے جو [illegible]

جس میں لکڑی یا سیمنٹ بجری کے چوکھٹے میں دو فٹ لمبی اور ایک فٹ چوڑی تار کی جالی، جیسی مرغی خانے میں لگی ہوتی ہے یا آٹا چھاننے کی چھلنی میں لگی ہوتی ہے ، میں تو ایسی جالی کو اچھا سمجھتا ہوں جس کے سوراخ آدھ آدھ انچ کھلے ہوئے ہوں، کیونکہ اس میں سے چڑیاں مکان کے اندر نہیں آسکیں گی، بلکہ کیڑے مکوڑے جو دراز سے مکان کے اندر آجاتے ہیں، وہ باہر نکل سکیں گے۔ (چوکھٹے کے سرے کناروں سے باہر نکلے رہتے ہیں، تاکہ روشندان دیوار میں اچھی طرح مضبوطی سے پھنسایا جاسکے۔ جالی کے باہر کی طرف لوہے کی سیخیں لگی ہوتی ہیں۔

چوکھٹا دیوار کے آثار میں ذرا باہر کی طرف سرکا کر لگایا جاتا ہے اور اندر کی طرف سے دیوار کو روشندان کے دائیں بائیں بازوں اور نیچے کی طرف بہت ترچھا کاٹ دیا جاتا ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ روشنی مکان میں آئے روشندان کے چاروں طرف اندر کی دیواروں پر یا تو کھریا مٹی کا پوچھا پھیر دینا چاہئے نہیں تو سفیدی کر دینا چاہئے تاکہ مکان میں زیادہ اجالا رہے۔ روشندان کو بہت اونچی چھت کے پاس لگانا چاہئے تاکہ راستہ چلنے والے لوگ مکان میں نہ جھانک سکیں۔ اگر آپ چاہیں تو بوچھار روکنے کے لئے روشندان کے اوپر ایک چھجا لگا دیں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ وہ چھجا نہ تو اتنا بڑا ہو نہ ہی اتنا زیادہ جھکا ہوا ہو، جو روشنی کو روک دے۔

کھلنے اور بند ہونے والے روشن دان نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اگر ایسے روشن دان ہوں گے تو وہ ہمیشہ بند ہی رہیں گے، سو آپ ایسے ہی روشن دان لگائیں، جیسے میں نے بتلائے ہیں جو بند ہی نہ ہوسکیں اور ہر وقت کھلے رہیں دیکھئے مکان میں گردمٹی کا آنا بلکہ بارش کے پانی کی بوچھار کا آنا اس مصیبت سے زیادہ اچھا ہے کہ گھر میں خراب صحت اور بیماری گھس آئے پھر ان سے جان چھڑانا مشکل ہوجاتا ہے۔

ہر ایک کمرے کی دیواروں میں دونوں طرف بارہ فٹ کے فاصلے پر روشن دان ہونا چاہئے، تاکہ ہوا کے جھونکے ہر ایک کمرے میں آر پار آتے جاتے رہیں۔ اگر آپ کے کمرے کی پیٹھ پر کوئی ایسا کمرہ ہے جس کی وجہ سے دونوں طرف روشن دان نہیں بنائے جاسکتے تو آپ کمرے کی ایک طرف کی دیوار میں ایک یا دونوں کناروں پر روشن دان لگائیں۔

آئندہ ایسے مکان نہیں بنانا چاہئے، جن کی پیٹھ آپس میں ملی ہوئی ہو۔ ایسے پرانے مکان جنہیں پرانے زمانے میں غلطی سے یعنی پیٹھ جوڑ بنالئے گئے ہوں، ان کی دیواروں میں اگر آر پار روشندان لگانے کی کوئی بھی جگہ نہ ملے تو ان کی چھتوں میں روشندان لگا دینا چاہئے۔ چھت کے واسطے اچھا روشندان لوہے کی چادر کا کم سے کم ایک فٹ چوڑا نلکا ہوتا ہے جس کے منہ پر ایک ٹوپی لگی ہو اور نلکے اور ٹوپی دونوں کے اندر سفیدہ روغن ہوا ہو تاکہ مکان میں روشنی زیادہ آئے۔ روشن دان میں معمولی موکھے یعنی چھید، اور مٹی کے نلکے جو اکثر لگائے جاتے ہیں اچھے نہیں ہوتے، کیونکہ وہ بہت آسانی سے بند ہوجاتے ہیں۔

کئی منزل کے مکانوں میں شاید چھت والے روشن دان بھی نہ لگ سکیں۔ لیکن یہ یاد رکھئے کہ مکانوں کو گرا کر پھر سے ٹھیک طرح کا بنوانا تو آسان ہے، مگر بیماری سے جان چھڑانا مشکل ہے۔

اور ہاں جس مکان میں آپ خود رہتے سہتے، سوتے بیٹھتے ہوں اس میں مویشی ہرگز نہ باندھیں ورنہ آپ اور مویشی دونوں تکلیف اٹھائیں گے کیونکہ مویشیوں کو آپ سے بھی زیادہ ہوا کی ضرورت ہے اور جیسا کہ ہم یورپ میں سارے مکانوں کو گرم پانی کے نلوں سے گرم رکھتے ہیں اس طرح مویشیوں سے اپنے گھروں کو گرم رکھنا ٹھیک نہیں ہے طویلوں میں روشندانوں کے علاوہ زمین سے دو تین فیٹ اونچے جانوروں کے سر کے پاس دیوار میں چھید بھی ہونا چاہئے۔

سپاہی۔ کیوں صاحب مکانوں میں روشندان اتنے اونچے کیوں لگائے جائیں اور گھروں میں اور طویلوں میں کھڑکیوں کے علاوہ روشن دان بھی کیوں رکھے جائیں۔

سقراط۔ اس لئے جو تازہ ہوا سانس لے لے کر آپ لوگ استعمال کرلیتے ہیں، وہ دوبارہ سانس لینے کے قابل ہی نہیں رہتی بیکار ہوا ہمیشہ چھت کی طرف اٹھ کر جاتی ہے اس کو مکان کے باہر نکال دینا چاہئے۔

صوبیدار۔ ہاں ہاں کھڑکیوں میں سے تازہ ہوا اس بیکار ہوا کی جگہ آجاتی ہے۔

سقراط۔ ایک اور بات یہ ہے کہ چوہے چوہیاں، پسو، کیڑے مکوڑے اور سب قسم کی بیماریوں کے جراثیم خاصکر تپ دق اور گردن توڑ بخار کے جراثیم روشنی سے بھاگتے ہیں، اور ایسے مکانوں میں جہاں اچھی اور کافی روشنی ہو مشکل سے زندہ رہ سکتے ہیں۔ ان کو تو اندھیرا پسند ہے، اور اگر ہر ایک کمرے میں روشنی اور ہوا نہ ہو تو وہ آپ کے رہنے کے مکان اور اندھیرے گودام میں بھی جہاں آپ غلہ اور اور چیزیں رکھتے ہیں بڑے ٹھاٹ سے رہیں گے۔

جمعدار۔ صاحب، چوہے چوہیاں تو اناج بھی کھا جاتی ہیں

پیدا کر دیتی ہیں۔ اور پلیگ بھی انھیں سے پھیلتا ہے۔

صوبیدار - اور پسو اور دوسرے کیڑے مکوڑے بھی تو بڑی بلا ہیں، ان سے بھی تو طرح طرح کی بیماریاں پھیلتی ہیں۔

سقراط - بس پھر سمجھ لیجئے کہ جب تک آپ کے مکان کے کسی کمرے میں اندھیرا ہوگا اور تازہ ہوا نہ آئے گی اسوقت تک یہ تمام جانور وہاں موجود رہینگے اور اسی وقت تک وہاں تمام بیماریوں کے جراثیم بھی آپ پر حملہ کرنے کیلئے تاک میں بیٹھے رہیں گے۔

جمعدار - اور جبھی تک ہمارے دماغ اور بدن کی حالت ایسی اچھی نہیں رہ سکتی جیسی ہونی چاہیئے۔

صوبیدار - اور جب ہی تک ہمارے اور ہمارے بال بچوں کے بیمار پڑنے کا ڈر رہیگا - اور ہمارا سکھ اور ہماری زندگی بے چین سی رہے گی۔

سقراط - یاد رکھئے مکانوں میں کافی ہوا اور روشنی آنے کے لئے جو جو تبدیلیاں ضروری ہیں، ان پر اتنا روپیہ نہیں لگتا جتنا کہ بیماری اور خراب صحت پر خرچ ہوتا ہے۔

سپاہی - سقراط جی، پھر تو اندھیرے کمروں سے ہمیں دگنا نقصان پہنچتا ہے - ایک تو ہوا اور روشنی کی کمی کیوجہ سے ہمارے جسم کی طاقت دن بدن گھٹتی رہتی ہے اور اندھیرے گھروں میں ہر قسم کی بیماریوں کے جراثیم بھی بہت آسانی سے ہم پر حملہ کر سکتے ہیں۔

سقراط - ہاں میرا مطلب تو یہی ہے، اور یہ بھی یاد رکھئے کہ کھڑکیاں روشندانوں کا کام نہیں دے سکتیں کیونکہ اول تو کھڑکیاں دیوار میں نیچی لگی ہوتی ہیں، اس لئے وہ اکثر بند ہی رہتی ہیں۔ اسکے علاوہ جیسا کہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ کھڑکیوں میں سے تو تازہ ہوا مکان کے اندر آتی ہے، اور روشندان میں سے بیکار ہوا باہر جاتی ہے۔

اچھا اب ہم وہ غلطیاں بتاتے ہیں، جو روشندانوں کے لگانے میں عام طور پر ہوتی ہیں، یعنی پہلے تو روشندانوں کو بہت چھوٹا سا بنانا، یعنی پورے سائز کا نہ بنانا - دوسرے ان کو کھولنے اور بند ہونے والے نہ رکھنا - روشن دان کے پاس اندر کی دیوار کو ترچھا رکھنے کے بجائے سیدھا رکھنا، کیونکہ سیدھی دیوار سے بہت کم روشنی مکان میں آتی ہے۔ چوتھے لوہے کی سیخیں روشن دان کے باہر کے بجائے اندر کی طرف لگانا - یاد رکھئے اگر سیخیں اندر کی طرف ہوں گی تو نیک بیوی جاڑے کے موسم میں ان میں کپڑا ٹھونس کر ان کو بند کر دیا کرے گی۔

حولدار - لیکن سقراط جی، نیک بیوی تو یہ شکایت کرتی رہتی ہے کہ روشندان کے کھلے رہنے سے رات کو بچوں کو ٹھنڈ لگتی ہے۔

سقراط - ارے بھائی، ٹھنڈ کا علاج چاہو تو اون کتوا کر کمبل تو وا اور ٹیو بنواؤ اور رضائیاں بنواؤ، لیکن خدا کے لئے روشندانوں کو بند کر کے اپنی صحت نہ خراب کرو۔

سپاہی - ابی پھر چوروں کا کیا بندوبست ہوگا - ان کو روشندانوں میں سے اچھا راستہ مل جائیگا نا؟

سقراط - ہاں اگر تم اتنے جاہل اور نادان ہو کہ بجائے روپیہ سیونگ بینک میں رکھنے کے بجائے اسکے سونے چاندی کے زیور بنوا کر گھر میں رکھو تو چاہے مکان میں روشن دان ہوں یا نہ ہوں چور تو چوری کر کے ہی رہیں گے۔

ایک بات اور یاد رکھنا چاہئے کہ جب مکان میں روشندان لگ جائیں تو اناج کے کھتے اور بکس وغیرہ سب مکان کے فرش سے چھ انچ اونچے رکھے جائیں تا کہ چوہے چوہیاں ان کے نیچے یا پیچھے اپنے بل نہ بنا سکیں۔

اچھا میں اب آپ لوگوں کو یہ سمجھانے کے لئے کہ آپکے کمروں میں کافی روشنی اور تازہ ہوا کا رہنا کتنا ضروری ہے، ان چار مرضوں کے نام بتا دوں جن سے آپ شاید دوسرے مرضوں سے زیادہ ڈرتے ہیں۔

حولدار - وہ کیا ہیں جی؟

سقراط - نمونیہ، تپ دق - گردن توڑ بخار اور ہیضہ

جمعدار - ہاں صاحب، آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔

صوبیدار - ہیضہ کو چھوڑ کر، باقی اور کسی بیماری سے ہم اتنا نہیں ڈرتے، جتنا کہ چاروں مرضوں سے ڈرتے ہیں۔

سقراط - ہیضہ تو گندگی، مکھیاں، کھانے اور پینے کی خرابی سے ہوتا ہے - اگر مکانوں میں کافی روشنی اور تازہ ہوا خوب آئے تو مرض تو پھٹکنے بھی نہیں پاتے۔

سپاہی - اور نمونیہ بھی؟

سقراط - ہاں ایسے اندھیرے گھروں میں رہنے سے جہاں جاڑے کے موسم میں تازہ ہوا نہ آتی ہو، آپ لوگوں کو نمونیہ ہو جانے کا زیادہ خطرہ ہے اور یہ بات بھی یاد رکھئے، کہ پلیگ چوہوں سے پھیلتا ہے لیکن چوہے روشنی سے بھاگتے ہیں اور اندھیرے مکان، اناج اور گندگی پر جان دیتے ہیں - سو اگر گھروں میں خوب روشنی رہے اناج کو چوہوں سے بچانے والی کھتیوں میں رکھا جائے، اور آپ کے گھر کے احاطے اور گاؤں صاف ستھرے ہوں، تو وہاں چوہے ڈھونڈے بھی نہ ملینگے اور آپ پلیگ کا شکار نہ ہونگے - پھر بھی ایک بلی اور کچھ چوہے دان اپنے گھر میں ضرور رکھیں۔

آپ ہمیشہ یاد رکھیں کہ چاہے کتنا ہی روپیہ خرچ کرنا پڑے اور مکان میں توڑ پھوڑ کچھ بھی جتن کرنا پڑے مگر اس میں روشنی اور ہوا کافی آنی چاہئے - یہ سرکاری نہیں بلکہ خدائی حکم ہے جسکے خلاف کوئی اپیل نہیں ہو سکتی ہے

بھوک انسان کی پہلی کمزوری ہے اور اناج انسان کی پہلی ضرورت

(از جناب ایس۔ ایس۔ جین صاحب آئی۔ سی۔ ایس۔ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز یو۔ پی۔ لکھنؤ)

جنگ کے زمانہ میں غذا کا سلسلہ بہت اہم ہوتا ہے اور ہندوستان میں تو چند در چند وجوہ کی بنا پر اس کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

ہر ملک اسلئے اپنی ضرورت بھر اناج مہیا کرنے کے لئے مجبور ہے اگر کسی جگہ مقامی پیداوار وہاں کی ضرورتوں کے لئے کافی نہیں تو کمی کو پورا کرنے کے لئے باہر سے غلہ لانا پڑتا ہے۔ ایسا نہ ہو تو شہروں کی ضرورت دیہات کی پیداوار سے پوری کرنی نہ پڑے۔

اناج کا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا رسل و رسائل کی سہولت پر منحصر ہے۔ جنگ کا بار رسل و رسائل پر کافی پڑتا ہے اسی لئے ضرورت پڑتی ہے کہ مقامی ضرورت کو جہاں تک ممکن ہو سکے قریب سے قریب جگہ کی پیداوار سے پورا کیا جائے۔

ہمارے ملک میں پچھلے تین سالوں سے خام پیداوار بڑھانے کی مختلف اسکیمیں جاری کیجا چکی ہیں پار سال حکومت ہند نے کوئی ڈھائی کروڑ روپیہ اناج اور ترکاری والی اسکیموں پر خرچ کیا۔ اس سال کے خرچ کا اندازہ ۳ کروڑ تک پہونچتا ہے۔ خام پیداوار میں اضافہ دو طرح ممکن ہے

اولاً جو آراضی زیر کاشت ہے، اس میں پیداوار کی مقدار اچھے بیج اور ترقی شدہ آلات کے استعمال اور زمین کے صحیح ترین مصرف سے پیداوار کی شرح دی ہوئی آراضی کی بڑھائی جا سکتی ہے۔

دوسرا طریقہ خود زیر کاشت آراضی کی مقدار بڑھا دینے کا ہے یعنی جو آراضی قابل زراعت ہے اور اس وقت تک کاشت نہیں ہوئی اس میں کاشت کرنے کا ہے۔

یہ پیداوار میں اضافہ کی کوشش کچھ ہندوستان ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اس کوشش میں انگلستان جیسے صنعتی ملک بھی برابر کے حصہ دار ہیں۔ وہاں ایک طرف تو (Help the Farmer Club) کے ماتحت اسکول کے طالب علم اور دوسرے شہری اپنے خالی اوقات میں کسانوں کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کر رہے ہیں اور دوسری Women's Land Army عورتوں کی جانب سے اسی مخصوص کام میں لگی ہوئی ہے اندازہ کیا گیا ہے کہ پار سال انگلستان میں جتنی پیداوار ہوئی تھی اتنی پچھلے کسی سال میں نہ ہوئی تھی۔ روس جہاں لڑائی کی شدت ہے وہاں ۱۹۴۱ء میں چالیس لاکھ ایکڑ اور ۱۹۴۲ء میں [illegible] لاکھ ایکڑ کا اضافہ زیر کاشت رقبہ میں ہوا۔ [illegible] کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے [illegible] رہتی ہے تھا ہے کہ

اس رقبہ میں جتنا زیادہ رقبہ مزروعہ کیا جا سکے پیداوار اسی نسبت سے بڑھ سکتی ہے۔ ناقابل زراعت آراضی کو چھوڑنے کے بعد بھی ایسی آراضی کافی نکل آئے گی جو کاشت کیجا سکتی ہے اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایسی آراضی کو زیر کاشت لانے میں خرچ بھی زیادہ کرنا پڑتا ہے اور محنت بھی زیادہ پھر بھی اجناس کی قیمت اگر اونچی رہے تو ایسی آراضی سے آمدنی کافی ہو سکتی ہے اور مستقلاً زیر کاشت رقبہ میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔

صوبہ سرکار نے زیر کاشت رقبہ کی مقدار بڑھانے کی غرض سے مختلف سہولتیں کاشتکاروں کے لئے منظور کی ہیں بجائے سوائی کے بیج صرف دس فی صدی پر مل سکتا ہے، تقاوی کی شرح میں بھی رعایت کی گئی ہے خاص خاص صورتوں میں بلا سودی تقاوی بھی دی جا سکتی ہے۔ کھاد کی فراہمی کا بھی انتظام کیا جا رہا ہے۔

اس بات کی سب سے زیادہ کوشش کی جا رہی ہے کہ ان سب سہولتوں کا علم کاشتکاروں کو جلد سے جلد ہو جائے سہیوگ کی جتنی جماعتیں ہیں ان کے سالانہ اور ماہوار کے جلسوں میں برابر ان باتوں کا پرچار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو جلسے گروپ کانفرنس کہلاتے ہیں اور جو ایک مرکزی جلسہ کی حیثیت رکھتے ہیں ان میں محکمہ کے افسران اور دوسرے لوگ برابر ان مسئلوں پر روشنی ڈالتے رہتے ہیں۔ اضافہ کاشت کے لئے اگر قرضہ کی ضرورت پیش آئے تو مقامی جماعتوں سے قرضہ کے فراہمی کی کوشش کیجاتی ہے اندازہ کیا گیا ہے کہ پہلے کی بہ نسبت پچھلے تین سالوں میں بیج اور بیل کی خریداری کی مدتیں اوسطاً دس سے پندرہ فی صدی تک زیادہ قرضہ دیا گیا۔ حالانکہ اجناس کے دام بڑھ جانے کی باعث قرضہ کی مقدار میں کمی کے رجحانات پائے جاتے ہیں۔

اضافہ پیداوار کے سلسلہ میں ایک مقابلہ کی اسکیم بھی جاری ہے۔ پہلے جماعت کے ممبروں میں پھر مرکزی جماعتوں میں اور پھر ضلع اور ڈویژن میں اچھی پیداوار کے مقابلے ہوتے ہیں اور کامیاب ممبران کو [illegible] دئے جاتے ہیں۔

بہت سے ضلعوں میں جماعتوں نے سالانہ [illegible]

ہے۔ آج غلہ بکو چھوڑ دی ہے جس میں سے صرف ۶ فی صدی
سود پر اضافہ کاشت کے لئے قرضہ دیا جاتا ہے۔

مشرقی ضلعوں میں دھان کی کاشت کافی اہمیت رکھتی
ہے چنانچہ اس سال خاص طور پر گونڈا میں تیار ہوجانیوالے
دھان کی پیداوار پر زور دیا گیا۔ مرزاپور۔ پرتاب گڑھ۔
فیض آباد اور سلطان پور میں جماعتوں کے ذریعہ گنواری
دھان بیج کی خاطر بڑے پیمانہ پر خرید لیا گیا۔ مرزاپور میں
تقریباً ۲۵ ہزار من اور بقیہ تین ضلعوں میں کوئی سترہ
ہزار من دھان اس طرح خرید لیا گیا ہے اور اب محکمہ
زراعت کے پاس کوئی ۶۵ ہزار من ایسا دھان موجود ہے
اگلی فصل میں بھی دھان کاشتکاروں کو دیا جائے گا اس تقسیم
کے کام میں بھی جماعتوں کا حصہ پیش پیش رہنے کی امید ہے۔

کسان کی خوشحالی پیداوار کے اضافہ کے ساتھ ساتھ
اس بات پر بھی منحصر ہے کہ غلہ کی بکری کا انتظام معقول ہو۔
لگان۔ ادائیگی قرضہ۔ شادی بیاہ اور کسان کی دوسری
ضرورتوں کے لئے زیادہ تر سرمایہ اس ۳۰ کروڑ من غلہ سے
آتا ہے جو ہمارے صوبہ میں پیدا ہوتا ہے۔ غلہ کی فروخت
کا سوال اس لئے کسان کے نقطہ نظر سے کافی اہم ہے یہ
کام نہ تو بالکل آسان ہے اور نہ اس بات سے انکار
کیا جاسکتا ہے کہ اس کام میں کاروباری جماعت کی ضرورت
نہیں۔ مگر کسان کو جو معاوضہ اس خدمت کا ادا کرنا پڑتا
ہے۔ وہ یقینی طور پر بہت زائد ہے۔ غلہ کے داموں میں
سے کافی حصہ دلالوں آڑھتیوں اور بازاری حقوق کے
نذر ہوجاتا ہے۔ شاید ہندوستان کے کسان کو اپنے غلہ
کی بکری کا سب سے زیادہ معاوضہ دینا پڑتا ہے اس معاوضہ
کی مقدار کم کرنے اور کسان کو ناجائز اخراجات سے بچانے
کی خاطر صوبہ کے مختلف منڈیوں میں بیوپاری جماعتیں قائم
کی گئی ہیں جو غلہ کی خرید و فروخت کا کام کرتی ہیں۔ ایسی ۱۸۰
بیوپاری جماعتیں اسوقت تک قائم ہوچکی ہیں جنکے ذریعہ کوئی ۶۵ لاکھ روپیہ کا
غلہ پار سال فروخت کیا گیا۔ فروخت پر کمیشن کی شرح [illegible] تک ہے۔

دودھ کا انتظام

(از جناب این۔ کے بھارگو۔ ڈیری افسر یو۔ پی)

ہندوستان کی تاریخ بتاتی ہے کہ زمانہ قدیم میں گائے کی
بہت عزت بلکہ پوجا ہوتی تھی وہ اب بھی گئو ماتا کے نام سے مشہور
ہے۔ یہ خطاب ایک حد تک صحیح بھی ہے۔ بچہ جب پیدا ہوتا ہے
اس وقت وہ اپنی ماں کے دودھ پر پلتا ہے۔ پھر ماں کے بعد
گائے کا دودھ ہی ایسا ہے جو اس کو پال پوس کر بڑا کرتا ہے
اسی لئے اس کو گئو ماتا کے نام سے پکارتے ہیں۔

دودھ دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جو پینے کے کام میں
آتا ہے اور دوسرا وہ جو مٹھائی یا دیگر کھانے کی چیزیں تیار
کرنے کے کام آتا ہے جیسے کھویا، مکھن، ملائی ربڑی وغیرہ۔
پینے کے دودھ کا انتظام کرنا کوئی معمولی کام نہیں ہے کیونکہ
اس میں بہت زیادہ ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ پینے کا
دودھ پیدا کرنے میں کم سے کم دودھ خرچ کرنے کی ضرورت ہے۔
یعنی دودھ گائے کے تھن سے نکلنے کے بعد تھوڑی ہی دیر میں
خریداروں کے پاس پہنچ جانا چاہئے اور اس بات کے دیکھنے
کی ضرورت بھی ہے کہ اس درمیان میں دودھ کا کام بڑی صفائی
اور ہوشیاری کے ساتھ کیا جاتا ہے یا نہیں کیونکہ دودھ
بیماری کے جراثیم کا بہت جلد شکار بن جاتا ہے اور پھر جب
بیماری کے جراثیم دودھ میں پھیل جاتے ہیں اس وقت یہ دودھ
بیماری پھیلاتا ہے۔

شروع میں گائے اپنے مالک کے کنبے کی ضرورت کو پورا
کرنے کے لئے پالی جاتی تھی۔ اگر کچھ زیادہ دودھ ہوگیا تو
اپنے پڑوسی کو تھوڑا سا دے دیا۔ آہستہ آہستہ گاؤں جیسے
جیسے شہروں کی شکل اختیار کرنے لگے ویسے ہی ویسے آبادی
بھی بڑھتی گئی۔ ان آدمیوں کی آبادی زیادہ ہوتی گئی جو
گھر پر گائے نہیں رکھ سکتے تھے لیکن دودھ کی انھیں بھی
ضرورت تھی۔ ان کو دودھ دینے کا بار ان کاشتکاروں پر آپڑا
جو گائے رکھتے تھے اور چارہ بوتے تھے۔ جیسے جیسے شہر بڑھتا
گیا اور آبادی پھیلتی گئی دودھ کی تجارت شہر سے دور ہٹتی گئی
یعنی شہر سے دور جانور پلنے لگے اور دودھ آنے لگا۔ اب دودھ کی
قلت محسوس ہوئی۔ اس وقت اس بات کی ضرورت کا احساس
ہوا کہ دودھ دور سے کس طرح لایا جائے اور خریداروں تک
ٹھیک سے پہنچ سکے۔

آج شہروں میں دودھ کی فروختگی کے چار طریقے ہیں
اوّل تو کچھ لوگ خود ہی گائے پالتے ہیں [illegible]

جن کی یا تو شہر کے قریب زمینداری ہو یا ان کے رہنے کے مکان میں کافی بڑا باغیچہ ہو۔ ایسے لوگ کم تعداد میں ہیں دوسرے وہ لوگ ہیں جو شہر میں جانور پالتے ہیں اور دودھ کی تجارت کرتے ہیں وہ گھوسی کہلاتے ہیں۔ ایک گھوسی کے پاس پچاس پچاس تک یا تو مویشی دیکھے گئے ہیں یا تو وہ حلوائیوں کے یہاں پابند ہو جاتے ہیں کیونکہ ان سے وہ روپیہ قرض لیتے ہیں اور اس کے عوض میں ان کے ہاتھ سستا دودھ فروخت کرتے ہیں۔ حلوائی اپنی دوکان سے تھوڑا دودھ خود آپ بیچتے ہیں یا کھوہ کر کے بیچتے ہیں اور دن بھر اس کو فروخت کرتے رہتے ہیں ایسے حلوائی شہر کے ایک کونے میں ملیں گے۔ انھوں نے ہندوستان کی تقریباً تمام دودھ کی تجارت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔

یہ طریقہ بھی کافی رائج ہو چکا ہے کہ گھوسی لوگ گھر گھر اپنے جانور لے جاتے ہیں اور خریداروں کے سامنے ان کا دودھ دوہتے ہیں۔ اس کو چلتی پھرتی ڈیری کہتے ہیں۔ اس طرح خریدار سمجھتا ہے کہ مجھے بالکل خالص اور تازہ دودھ ملتا ہے لیکن گھوسی لوگ اس کام میں اتنی چالاکی کرتے ہیں کہ آپ سنیں تو عش عش کر جائیں۔ یعنی گائے کو دوہنے سے پہلے اسکے تھنوں میں باریک نلی سے پانی چڑھا دیتے ہیں اور خریدار کے گھر جا کر دوہتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ کمر میں پانی کا ٹیوب باندھے رہتے ہیں اور دوہتے وقت پانی ملا دیتے ہیں ایسے ہی اور بھی کئی طریقے ہیں جن کے ذریعے خریداروں کو بیوقوف بنایا جاتا ہے۔ لیکن ہمیں اس بات کا ذرا بھی پتہ نہیں کہ ان چند پیسوں کے فائدے کے لئے کتنے بچوں اور انسانوں کی جانیں تلف ہوتی ہیں۔ سچ ہے کہ دودھ کی قیمت اتنی گری ہوئی ہے کہ ایک آدمی اتنے میں شہر میں جانور نہیں پال سکتا اور اس کے ذریعے اپنی اور اپنے کنبے کی پرورش نہیں کر سکتا اسی لئے دودھ کی تجارت خراب ہوتی جاتی ہے۔

کچھ لوگ سائیکلوں پر چڑھ کر اور شہر کے قریبی دیہات میں جا کر دودھ جمع کر کے شہروں میں لاتے ہیں اور اس کو خریداروں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ انھیں اس بات کی قطعی فکر نہیں ہوتی ہے کہ برتن کیسا ہے، جانور بیمار ہے یا اچھا دودھ صفائی کے ساتھ نکالا گیا ہے یا نہیں۔ یہ لوگ دودھ بہت سستا دیتے ہیں لیکن ان کے دودھ سے بیماریاں بھی خوب پھیلتی ہیں

کچھ لوگ شہر کے باہر زمین لے کر ڈیری فارم کھولتے ہیں اور یہاں زیادہ تعداد میں جانور رکھ سکتے ہیں وہاں ان کے لئے چارہ بھی بوتے ہیں یہاں صفائی کے ساتھ کام ہوتا ہے لیکن دودھ اتنا مہنگا پڑتا ہے کہ خریدار خرید نہیں سکتے وہ ان باتوں کا خیال نہیں کرتے کہ اس میں ایک پیسہ زیادہ دینے سے آئندہ کے لئے کتنے روپے بچ جاتے ہیں۔

دیگر ممالک میں دودھ کے لئے خاص انتظام ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس سے کتنی بیماری پھیلتی ہے کوئی بھی انسان بغیر لائسنس کے دودھ نہیں بیچ سکتا۔ ان کے جانوروں کی دیکھ بھال ڈاکٹر کرتے ہیں۔ دودھ والوں کو یہ بتانا پڑتا ہے کہ دودھ کیسا ہے۔ گرم کیا ہوا ہے یا نہیں۔ بغیر گرم کئے ہوئے دودھ کو بیچنے کی سخت ممانعت ہے۔ اگر کسی وجہ سے مہینے میں بچوں کے مرنے کی تعداد بڑھ گئی یا کوئی بیماری پھیلی اس وقت سب سے پہلے دودھ کی دیکھ بھال شروع ہو جاتی ہے یہ باتیں ان ممالک کی ہیں جہاں ہمیشہ سردی رہتی ہے اور سردی میں دودھ کم خراب ہوتا ہے لیکن ہمارے ملک میں جہاں اتنی گرمی پڑتی ہے دودھ زیادہ خراب ہونے کا امکان رہتا ہے اور بیماری پھیلنے کا بھی بہت اندیشہ رہتا ہے ہم لوگ ان باتوں کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کرتے۔

ہم لوگوں کا فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے اس دودھ کو استعمال میں لائیں جو خالص ہو صفائی کے ساتھ میں نکالا گیا ہو اور اچھے برتنوں میں لا کر فروخت کیا گیا ہو۔

لطیفہ

مغرور باپ "نہیں نہیں، میں یہ بات برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی ایکٹرس ہماری بہو بنے!"
عاشق بیٹا "مگر ابا جان وہ ایکٹرس ہی کب ہے۔ یہ تو محض اسکا خیال ہے کہ وہ ایکٹرس ہے!"

ہماری کوآپریٹو سوسائیٹیاں

متونده گروپ کانفرنس

موضع متونده ضلع باندہ میں پنڈت ہیرا لال کی صدارت میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی۔ پنڈال امداد باہمی کے پوسٹروں سے خوب سجایا گیا تھا اور حاضرین کی تعداد کافی تھی۔ سرکل افسر مسٹر بی۔ پی۔ دلشیتہ نے اپنی تقریر میں تحریک امداد باہمی کی طرف سے ہونے والی جنگی مساعی اور اس کے فوائد عوام کو بتائے مسٹر موہن لال منیجر نے پنچایتوں کے فرائض پر روشنی ڈالی اور سرکل رپورٹ سنائی۔ گاؤں سدھار ڈسپنسری کے ڈاکٹر نے بہت سی بیماریوں سے بچنے کی آسان تدابیر بتائیں۔ ڈاکٹر حیوانات نے جانوروں کی بہت سی بیماریوں کو روکنے کی تدابیر بتائیں۔ کتائی۔ بنائی اور دیگر بنیادی صنعتوں کا مظاہرہ اور مقابلہ بھی ہوا جس میں اسکول کے لڑکے اور لڑکیوں اور کوآپریٹو سوسائیٹیوں کے ممبروں نے حصہ لیا۔ بچوں کے مکالمے اور گانے لوگوں نے بہت پسند کئے۔ پروگرام کو موسیقی، گانوں اور نظم خوانی نے اور بھی دلچسپ بنا دیا تھا۔ کانفرنس میں کئی تجاویز منظور ہوئیں جنمیں خاص تجاویز یہ تھیں۔ جنگی مساعی کو مزید کامیاب بنانا۔ کوآپریٹو یونینوں کی معرفت چیزیں فروخت کرنا اور کوآپریٹو سوسائیٹیوں کے لئے مٹی کے تیل اور چینی کے فروخت کرنے کے لئے لائسنس دینا۔ کئی انعام دیئے گئے جو تقریباً ۵۰ روپئے کی مالیت کے تھے۔

مہوبہ ہمیر پور میں گروپ کانفرنس

مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۴۴ء کو مہوبہ ضلع ہمیر پور میں ایک گروپ کانفرنس ہوئی، جس میں جنگی خبروں کی اشاعت کیلئے ایک میلہ بھی کیا گیا۔ اس کانفرنس کا خاص مقصد یہی تھا۔ کانفرنس ایک آراستہ پیراستہ پنڈال میں ہوئی جس میں حاضرین کی تعداد تقریباً ۵ ہزار تھی۔ آس پاس کی کوآپریٹو سوسائیٹیوں کے ممبران نے زیادہ تعداد میں حصہ لیا صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے صدارت فرمائی۔ پراستھنا کے بعد ایک مکالمہ ہوا جس میں دیہات کی از سر نو تعمیر میں تحریک امداد باہمی کے حصہ پر روشنی ڈالی گئی ضلع کے ریکروٹنگ افسر خان بہادر بشیر علی خاں نے فوجوں کے روشن مستقبل کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ انھیں کن کن طور پر برتا جا سکتا ہے۔ انھوں نے اپنی طرف سے بھرتی کئے ہوئے سپاہیوں کو بھی پیش کیا اور بتایا کہ دیہات کی از سر نو تعمیر میں کس طرح کام میں لایا جا سکتا ہے۔ صاحب صدر نے کسانوں کے فائدہ کے لئے متعدد تجاویز بتائیں۔ محکمہ آبپاشی، محکمہ مال اور محکمہ زراعت کی طرف سے زیادہ غلہ پیدا کرو، تحریک کے لئے حاصل ہونے والی سہولتوں کا ذکر کیا۔ عوام نے ان کی تقریر بڑی دلچسپی سے سنی۔ اخیر میں صاحب صدر کے شکریہ کی تجویز منظور کرنیکے بعد کانفرنس ختم ہو گئی۔

گھرورا اور بھرول سرکل کی گروپ کانفرنس

گھرور اور بھرول سرکل کی گھی سوسائٹی کی ایک کانفرنس ۲۹ مارچ ۱۹۴۴ء کو گھرور میں ہوئی جس میں ممبروں اور عام حاضرین کی تعداد تقریباً ۵ ہزار تھی۔ کوآپریٹو سوسائیٹیوں کے انسپکٹر نے کانفرنس میں حصہ لیا۔ مخصوص حضرات میں کوآپریٹو سوسائیٹیوں کے انسپکٹر شکوہ آباد، گھرور کے انسپکٹر زراعت یا پوشیشن وال رئیس گھرور، چودھری سہدیو سنگھ رئیس بھرول گھی سوسائٹی گھرورا اور شکوہ آباد اور جسرانہ کی گھی سوسائیٹیوں کے سپروائزر تھے۔ کانفرنس میں مویشیوں کی نمائش، کبڈی، رسہ کشی، چل دوڑ بھجن منڈلی اور اسکاؤٹوں کے کھیل دکھائے گئے۔ مختلف سوسائیٹیوں کے بہت سے مویشی نمائش میں لائے گئے تھے ممبروں نے کبڈی اور دیہاتی اقتصادیات میں بہت دلچسپی لی۔ پرائمری اور مڈل اسکولوں کے طلبا نے اپنے استادوں کے ساتھ کانفرنس میں حصہ لیا اور غریب کسان اور اس کا زمیندار نامی ایک ڈرامہ اسٹیج کیا گیا۔ کانفرنس کی صدارت چودھری سہدیو سنگھ نے فرمائی تھی۔ سپروائزروں نے اپنے اپنے حلقہ کی رپورٹ پڑھی۔ گھی کی تجارت میں ۹۰۰۰ روپئے کس طرح خرچ ہوئے یہ ممبروں کو بتایا گیا حسب ذیل تجاویز منظور ہوئیں

۱۔ گھرور میں ایک کوآپریٹو مڈل اسکول کھولا جائے۔

۲۔ حکومت دودھ دینے والے مویشیوں کو ذبح ہونے سے روکے۔

۳۔ بناسپتی گھی میں کوئی رنگ ملانے کے لئے حکومت سے درخواست کی جائے۔

۴۔ دیہات میں سیوادل بنائے جائیں۔

کوآپریٹو سوسائیٹیوں کے انسپکٹروں نے امداد باہمی اور

ن کے فوائد بتاتے ہوئے بتایا کہ جو فائدہ درمیانی لوگوں کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے اسے وہ خود کیسے حاصل کر سکتے ہیں۔ اسکے بعد محکمہ زراعت کے انسپکٹروں نے زراعت کے جدید طریقوں سے ہونے والے فائدوں کا ذکر کیا اور جدید قسم کے آلات زراعت اور بیجوں کا استعمال کرنے کی صلاح دی۔ انھوں نے کہا کہ اپنے دیہات میں کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کر کے ہم کھیتی سے پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ تقسیم انعام کے بعد صاحب صدر نے تقریر فرمائی اور کانفرنس ختم ہو گئی۔

ڈیور ڈسٹرکٹ کوآپریٹو مینگ مین پوری

گذشتہ ۲۲ مارچ سنہ ۱۹۴۴ء کو برم دیوجی دیو کے میلے کے موقعہ پر ایک کوآپریٹو کانفرنس بھی کی گئی کانفرنس کے ساتھ مویشیوں اور پھولوں کی نمائش بھی ہوئی۔ گھوڑدوڑ، تیتروں کی لڑائی کھیل تماشے، ناٹک اور گانوں وغیرہ سے کانفرنس کے پروگرام کو دلچسپ بنانے کی پوری کوشش کی گئی۔ ڈیویژنل اسکاوٹ ماسٹر کی طرف سے بھی مختلف قسم کے کھیل ہوئے۔ کانفرنس میں تینوں روز حاضرین کی تعداد ۸ ہزار تک پہونچ جاتی تھی۔ شری جگدیش سروپ، شری سورسین پریسڈنٹ میلہ کمیٹی۔ شری کرشن گپت خزانچی اور شری بابو رام سے کانفرنس کو ہر قسم کی مدد ملتی رہی کانفرنس کی کارروائی ۲۲ مارچ کو حاکم پرگنہ تحصیل بھوگاؤں کی صدارت میں شروع ہوئی۔ حاضرین میں جن اصحاب کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں ان میں جناب ہیلتھ افسر صاحب مین پوری سرکل افسر محکمہ امداد باہمی، رائے صاحب چودھری سادھو سنگھ کنور شمشیر بہادر سنگھ، شری گوری شنکر کنور کھلک سنگھ آڈیٹر کوآپریٹو سوسائٹیز مین پوری کرادلی کشتی اور بھوگاؤں کے چودھری اور اسکولوں کے استاد بھی تھے۔ حاضرین میں تقریباً ۸۰۰ عورتیں بھی تھیں حمد کے بعد شری رام شنکر سکسینہ سپروائزر نے سرکل کی مختصر رپورٹ سنائی۔ مندرجہ ذیل تجاویز منظور ہوئیں۔

۱۔ موجودہ جنگ میں برطانیہ کی ہر قسم کی مدد کی جائے۔

۲۔ محکمہ زراعت سے بیج کے لئے ممبروں کی کھیتی کی تصدیق حلقہ سپروائزر کے ذریعے ہونے پر ہی بیج مل جایا کرے اس کی منظوری ڈپٹی ڈائرکٹر صاحب محکمہ زراعت سے حاصل کی جائے۔

۳۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے کام کے لئے ہر ماہ ایک یا دو ٹین مٹی کے تیل کا پرمٹ دلایا جائے اور حلقہ سپروائزر اسے اپنے پاس رکھے اور حسب ضرورت اسے تقسیم کرے۔ پرمٹ کے لئے صاحب کلکٹر سے درخواست کی جائے۔

۴۔ ٹیکنیکل ٹریننگ کے لئے سوسائٹیوں کی پنچایتوں کے ذریعے تعلیم یافتہ لوگ بھیجے جائیں۔

۵۔ دیور میں ایک انگریزی اسکول کھولا جائے۔

۶۔ شادی اور غمی کے موقعہ پر کام آنے کے لئے سوسائٹیوں کے چندے سے مفید برتن خریدے جائیں جو حلقہ سپروائزر کے پاس رکھے جائیں۔

کئی اشخاص کو انعام دئے گئے۔ اخیر میں صاحب صدر نے منظور شدہ تجاویز پر پھر روشنی ڈالی اور انگریزی اسکول کھولے جانے پر زیادہ زور دیا۔ کانفرنس کا کل خرچ ۲۱۲ روپئے چھ آنے اور آمدنی ۱۵۸ روپے ہوئی۔

لطیفے

قابل باپ: "افضل تمہیں اس طرح کتاب نہیں پھاڑنا چاہیئے!"
لائق بیٹا: "تو ابا جان اور کس طرح پھاڑوں؟"

بیوی: "پیارے، تمہارا خیال درست ہے، میں ہی غلطی پر تھی!"
شوہر: "اچھا، تو مجھے معاف کر دو!"

"... نمائش میں تمہاری فلاں تصویر دیکھکر کھڑا ہو گیا۔ سخت حیرت ہوئی کہ تم نے یہ تصویر .... (بات کاٹ کر) کیسے بنائی ہوگی؟"
"... نہیں ... دیکھکر بنائی؟"

دیش بدیش کی بات

P.M.S

دُنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت کلدیو بہاری شرما)

۱۸ مئی - امریکہ کی موجودہ ریپبلکن پارٹی کی طرف سے صدارت کے
انتخاب کیلئے مسٹر ڈیوی کھڑے کئے جا رہے ہیں - ادھر ڈیموکریٹک پارٹی
کی طرف سے غالباً مسٹر
روزویلٹ کھڑے ہوں
ان کا نام یقین کے
ساتھ تو لیا نہیں گیا
لیکن کسی دوسرے کا
نام بھی نہیں لیا جا رہا
ہے یورپ کی جنگ میں
کئی ہفتے سے اٹلی کی
لڑائی کچھ رکی ہوئی
تھی لیکن ادھر تقریباً
ایک ہفتہ سے زوروں
سے شروع ہوگئی ہے
فرانسیسی اور برطانی
فوجیں آگے بڑھ رہی
ہیں شہر کیسنو کو جرمنوں
نے ایک مضبوط قلعہ
سا بنا رکھا تھا جس
پر چار پانچ ماہ سے
اتحادیوں کے حملے
ناکام ثابت ہو رہے
تھے - اس بار یہ چھین
لیا گیا ہے اور جرمنوں
کی گشتات لائن توڑ
ڈالی گئی ہے - اب اطالیہ
لائن پر حملے جاری ہیں - یہ لائن بھی ایک جگہ توڑی جا چکی ہے -
جنرل الیگزنڈر نے کہا ہے کہ اس بار وہ روم لے کر چھوڑیں گے
کہا گیا ہے کہ اب تک
جو فتوحات ہوئی ہیں وہ
بہت زبردست ہیں۔
یوگوسلاویہ میں
جنرل ٹیٹو جرمنوں سے
لڑ رہے ہیں روس نے
سبسٹاپول کے علاوہ
تمام کریمیا چھین ہی لیا
تھا اب وہ بندر بھی زبردست
جنگ کے بعد واپس لے
لیا - یہ بہت بڑی جیت
ہے اب روسیوں کے
حملے رومانیہ اور بلغاریہ
پر بھی ہو سکیں گے - اس
وقت روس کی جنگ کچھ
رکی ہوئی ہے اور مستقبل
میں زوردار حملہ کی روک
اسکیمیں بنا رہا ہے امریکہ
اور برطانیہ اب یورپ
میں دوسرا محاذ قائم کرنے
کی کوشش کر رہے ہیں
اس کے لئے تقریباً
[illegible]



جولی واسٹ برنین کا مشہور چابک سوار جس [illegible] دکھوڑوں کو جیت لیا



برطانیہ میں گھوڑوں کو ٹریننگ دی جا رہی ہے

[بڑ]ے بڑے ریلوے اسٹیشنوں وغیرہ پر
بمباری کر رہے ہیں تقریباً
ایک ہفتہ سے ہوائی حملے کچھ
کم ہو گئے ہیں جس سے یہ خیال
کیا جاتا ہے کہ شاید وہ اور
زیادہ بڑے حملوں کی تیاری
کر رہے ہیں۔ جرمنوں کا بھی
یہ خیال ہے کہ حملہ جلد ہو جائیگا
دیکھنا یہ ہے کہ یہ حملہ کہاں
ہوتا ہے۔ شاید دو تین جگہوں
پر ایک ساتھ ہی حملہ ہو پہلے
تو شمالی فرانس پر حملہ ہونے
کا امکان تھا لیکن اب کوئی
یقینی نہیں ہے جہاں جرمنوں
کا انتظام کمزور ہوگا وہیں
پر حملہ ہوگا۔ سب طرف سے
تیاریاں ہو رہی ہیں۔ شمالی
مغربی یا جنوبی فرانس میں
حملہ ہو سکتا ہے بلقانی ریاستوں
یا بحر ایڈریاٹک ہو کر بھی یوگوسلاویہ
پر حملہ ممکن ہے لندن میں ادھر
سلطنت کے وزرائے اعظم کی
ایک کانفرنس ہوئی تھی جو ختم
ہو چکی۔ پہلے خیال کیا جاتا تھا
کہ شاید آسٹریلیا اور کناڈا
کچھ کچھ امریکہ کی طرف مائل ہیں
۔ اس کانفرنس سے ایسا نظر
آتا ہے کہ ابھی تک آسٹریلیا
برطانیہ کا پورا رفیق ہے لیکن
کناڈا کی طرف سے ایک آدھ
مشتبہ سوال بھی سامنے آچکے
ہیں۔ اس کے تعلقات امریکہ
سے بہت کچھ بڑھ چکے ہیں جنہیں
وہ شاید قطع نہیں کر سکتا۔
بہر حال کوئی بات ظاہر نہیں
ہوئی ہے صرف ایک آدھ
تقریریں ایسی ہوئی ہیں جن



برطانیہ میں کھیتی کے پودے لگائے جا رہے ہیں۔ پودے لگانے کا سارا کام یہ لڑکیاں ایمرجنسی کے ذریعہ کرتی ہیں

... کا نورمنڈی ... بخیر و خوبی ختم ہو گئی۔ یورپ میں آج کل کئی
اہم مسئلے درپیش ہیں جن کے نتیجے دو چار ماہ میں دنیا کے سامنے آ جائیں گے
جنوبی مغربی بحر الکاہل میں امریکہ کو کئی فتوحات حاصل ہوئی ہیں
... پر قریب قریب پورا قبضہ ہو چکا ہے۔ جاپانی بحری بیڑے کو زبردست
نقصان پہنچ چکا ہے اور اس کا جو بیڑہ بچا ہے وہ نہ جانے کہاں
منہ چھپائے پڑا ہے۔ خاص جاپان پر حملہ کرنے کے متعلق غور ہو رہا
ہے چین میں جاپانیوں نے لوہانگ لینے کی کوشش کی ہے اور ملک
کے ایک بڑے حصے پر قبضہ کر لیا ہے چینی فوج لوہانگ کی حفاظت
کر رہی ہے اور جاپانیوں کے مقبوضہ ملک کو بھی واپس لینے کی فکر
میں ہے۔ برما میں وسط شمالی حصہ میں اتحادیوں کو کامیابی ہو رہی

مسئلے درپیش ہیں۔

سندھ میں وزارت پر خطرہ آ گیا تھا لیکن اب معاملہ ختم ہے
اب پھر کہیں کہیں حروں کا فتنہ جاگ اٹھا ہے۔ حکومت اس کو ختم کرنے کا
انتظام کر رہی ہے۔ پنجاب میں مسٹر جناح نے وہاں کی یونینسٹ وزارت
کا نام مسلم لیگ رکھنا چاہا۔ اس کے لئے انھوں نے پنجاب کا سفر
کیا مگر وہاں کے سکھ اور ہندو وزیروں نے اس کی مخالفت کی اور
ملک خضر حیات خاں نے لیگ کے ممبر ہوتے ہوئے بھی انکار کر دیا۔ اب
لیگ ان سے ناراض ہے اور دونوں میں کشیدگی بڑھ رہی ہے۔ معاملہ
وزیر اعظم کے جیتنے کا زیادہ ہے لیکن ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔
بنگال میں لیگی وزارت ایک تعلیمی بل پاس کر کے محکمہ تعلیم میں بھی ہندو



ایک برطانوی ٹریکٹر جو صدیوں کی غیر مزروعہ زمین کو جوت کر اسے قابل کاشت بنا رہا ہے

ہے۔ منی پور میں امپھال اور کوہیما میں خوفناک جنگ ہو رہی ہے۔
ادھر اتحادیوں نے کوہیما پر قبضہ کر لیا ہے اور ناگا پربت پر حملہ
ہو رہا ہے امپھال بھی بچایا جا رہا ہے بشن پور اور دیماپور میں بھی
جنگ ہو رہی ہے۔ جاپانیوں کو امید تھی کہ کوہیما اور دیماپور ہو کر
آسام اور بنگال کا راستہ صاف کر لیں گے۔ یہ امید حسرت ہی بنی
رہی۔ اب تین چار ہفتوں میں جب بارش زوروں کی ہو گی تو جاپان کی جو
فوج ادھر ہے اس کی مصیبت بن جائے گی۔

ہندوستان میں آجکل سندھ، پنجاب، بنگال اور سیلون میں کچھ

مسلم سوال پیدا کرنا چاہتی ہے۔ دونوں طرف سے کشمکش جاری ہے سیلون
کی وزارت ہندوستانیوں کو وہاں اختیار نہیں دینا چاہتی۔ وہاں آجکل
آئین کا سوال بھی درپیش ہے۔ مسٹر راج گوپال آچاریہ کہتے ہیں کہ دوبار
کے ہندوستانی آئین حکومت میں کوئی جھگڑا نہ اٹھائیں تو شائد وہاں کا
ہندوستانی مسئلہ آسانی سے طے ہو جائے۔ جب آئین منظور ہو چکے گا تو
میں بھی وہ لوگ معاملہ طے نہیں کرتے تو آگے کیا طے کریں گے؟ راجہ جی
کی صلاح غلط معلوم ہوتی ہے۔ کسی کی پناہ میں جا کر رحم حاصل کرنے
کے دن جا چکے اب تو جد و جہد کے دن ہیں۔

گرمی یا لُو لگنا

گرمی کے موسم میں جب لُو چلتی ہے تو گرمی کے اثر سے اکثر لوگوں
میں ایک بیماری پیدا ہو جاتی ہے جس کو عام طور سے گرمی یا لُو لگ جانا
کہتے ہیں۔ لُو کا اثر عام طور سے اُن لوگوں پر جلد ہوتا ہے جن کی
تندرستی بوجہ جاڑا بخار، ہیضہ، دست، یا دیگر امراض سے خراب
ہو گئی ہو یا جو دوپہر میں گرمی کے وقت شراب پئیں یا قبض میں
مبتلا ہوں۔ چست کپڑے پہننا اور زیادہ محنت کرنا اور تھکاوٹ
اس بیماری کے پیدا ہونے میں مدد کرتے ہیں۔

علامات

گرمی یا لُو لگنے کی شکایت یک بیک شروع ہوتی ہے مریض
کو بے چینی معلوم ہوتی ہے۔ چکر آتے ہیں۔ چہرہ لال پڑ جاتا ہے
اور متلی و قے ہوتی ہے۔ بخار تیز ہوتا ہے اور کبھی کبھی بخار ۱۱۰
ڈگری تک پہنچ جاتا ہے پیاس شدت سے لگتی ہے۔ اور نبض
اور سانس کی رفتار تیز ہو جاتی ہے۔ کھال روکھی سوکھی معلوم پڑتی ہے
سانس رُک رُک کر چلتی ہے اور گھر گھر کی آواز نکلنے لگتی ہے
زیادہ ابتر حالت ہونے پر بیہوشی ہو جاتی ہے اور مہلک ثابت
ہوتی ہے۔ مرض شدید ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر کو دکھانا ضروری
ہے، لیکن جب تک علاج کے لئے ڈاکٹر آئے تو مریض کی دیکھ بھال
کے لئے مندرجہ ذیل باتوں کو عمل میں لانا چاہئے۔

(۱) مریض کو ایک ٹھنڈے کمرے میں رکھنا چاہئے اور
تنگ کپڑے اتار ڈالنا چاہئے۔

(۲) مریض کے اوپر خوب پنکھا چلنا چاہئے۔

(۳) بدن کو ٹھنڈے پانی سے برابر پوچھتے رہنا چاہئے۔
اور برف کی تھیلی سر اور گدی (گردن کے نیچے) پر رکھنا چاہئے
جب تک بیماری کی حالت سنبھل نہ جائے۔

(۴) مریض کو ٹھنڈا پانی خوب پلاتے رہنا چاہئے۔

لُو لگنے سے بچنے کی ترکیبیں

گرمی کے زمانے میں باہر دھوپ میں سخت محنت کا کام کرنے
سے پرہیز کرنا چاہئے اور گرمی اور لُو کے زمانے میں حسب ذیل
باتوں کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔

(۱) جو لوگ دوپہر کے وقت کمروں کو خس کی ٹٹیوں سے
ٹھنڈا کرتے رہتے ہیں انکو یک بیک باہر لُو میں نہ آنا چاہئے ورنہ لُو
لگ جانے کا اندیشہ ہے۔ انکو ایسی جگہوں سے شام کو دھوپ اور
گرمی کم ہونے پر نکلنا چاہئے۔ جب گرمی بہت خشکی کے ساتھ ہو تو
کمروں کے دروازوں کو علی الصباح بند کر دینا چاہئے۔ لیکن جب
گرمی میں تیزی ہو تو ہوا کی آمد و رفت کا انتظام اچھی طور سے ہونا
چاہئے۔ پنکھوں کا استعمال لُو لگنے سے بچنے کے واسطے مفید ہے۔

(۲) جب دھوپ میں باہر جانا پڑے تو اپنے سر اور گردن
کے پچھلے حصہ کو دھوپ سے بچانا چاہئے چھتری یا انگریزی ٹوپی یعنی
(Sun Helmet) استعمال کرنا چاہئے۔

(۳) ٹھنڈا پانی دن میں کئی بار اور خوب پینا چاہئے خاصکر
کسی محنت کا کام شروع کرنے کے یا باہر جانے کے پیشتر۔

(۴) کالے رنگ کی پوشاک گرمی جذب کرتی ہے اور اسلئے
گرم ہوتی ہے۔ موسم گرما میں اس رنگ کے کپڑے پہننا مناسب
نہیں۔ ہلکے رنگ یا سفید رنگ کی پوشاک گرمی نہ جذب کرنے کی
وجہ سے ٹھنڈی رہتی ہے اور گرم موسم کے لئے مفید ہے۔

(۵) یہ پیشتر کہا جا چکا ہے کہ لُو عام طور سے اُن لوگوں کو
لگتی ہے جنکی تندرستی بہت اچھی حالت میں نہیں ہوتی ہے۔
مندرجۂ ذیل وجوہات سے لُو لگنے کا اندیشہ زیادہ ہوتا ہے۔
تھکان، پریشانی، تنگ و بھاری کپڑے پہننا۔ ایک
ہی کمرہ میں بہت سے آدمیوں کے ساتھ رہنا اور سونا کمروں کی
ہوا کی آمد و رفت میں رکاوٹ، پانی کی کمی، قبض رہنے کی شکایت
اور شراب کا غیر معمولی استعمال اسلئے موسم گرما میں ہر بات میں بہت
اعتدال رکھنا چاہئے۔ جلد سونا و صبح کو جلد اٹھنا، شراب سے
پرہیز، قبض سے بری رہنا، ہلکے اور ڈھیلے کپڑے پہننا اور
دھوپ میں ٹوپی یا صافہ اور غباری چشمہ کا استعمال کرنا اس مرض سے
محفوظ رہنے کے لئے بہت مفید ہیں۔

(۶) جب گرمی کی شدت بہت ہی پریشان کن ہو تو ایک
تر کیا ہوا بڑا تولیہ بدن اور ہاتھ پیروں پر رکھنے سے بہت آرام
ملتا ہے خصوصاً جب اس کے اوپر پنکھے کی ہوا لگتی ہو۔ مگر یہ خیال
رہے کہ گیلا تولیہ پیٹ اور سینہ کے اوپر نہ رہنے پائے۔ ورنہ سردی
لگ جانے کا اندیشہ ہے۔ ریل کے سفر میں گیلے تولیہ کا سر اور پیروں
پر استعمال بہت آرام دہ ہوتا ہے۔ املی یا بھیگی ہوئی انبیہ کے
پنے کا استعمال مفید ہے۔

(انجمن ہیلتھ بیورو پبلک ہیلتھ ڈپارٹمنٹ ممالک متحدہ سے شائع ہوا)

دیہات میں کسانوں کی حالت

(از جناب بدری پرساد امریش - سپروائزر کنڈی ڈیٹ ، پرتاب گڈھ)

ہمارا ملک ایک زراعت پیشہ ملک ہے جسکے باعث اس ملک میں کسانوں کی تعداد زیادہ ہے انھیں کسانوں کی محنت کے صلے میں ہندوستان اپنی زندگی کی سب سے بڑی ضرورت پوری کرتا ہے۔ آیئے آج انکی حالت کا جائزہ لیکر دیکھیں کہ ان کا کیا حال ہے۔

اوہ! یہ دنیا اسوقت عجیب منظر پیش کر رہی ہے جسکو دیکھنے سے دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ وہی کسان ہیں جو دنیا کے ان داتا کہلاتے ہیں۔ جن کی ناقابل بیان محنت کا ذکر دنیا بڑے فخر سے کرتی ہے۔ جنکی اہلیت جفاکشی اور قوت برداشت کی مثالیں پیش کیجاتی ہیں۔ کیا یہ وہی لائق فرزند ہیں جنکی محنت اور جفاکشی کے باعث ہندوستان سونے کی چڑیا کہلاتا ہے۔ ہاں! یہ وہی بے غرض خادم ہیں جنھوں نے دنیا کے سامنے خدمت خلق کی ایک ایسی نظیر پیش کی ہے جسکا جواب نہیں ہوسکتا۔ مگر آج تو یہ غریبی کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ دنیا کی زندگی کا بار اٹھانے والے خود اپنی زندگی کے بار سے دبے جا رہے ہیں۔ تندرستی علم و ہنر غرضیکہ ہر چیز میں دنیا کے ہر طبقہ سے پچھڑے ہوئے ہیں۔ اب آیئے دیکھیں کہ ان کی یہ حالت کیوں اور کیسے ہوئی۔ اس کے اسباب کیا ہیں؟

۱- دستکاریوں کا زوال

یہ وہ ملک ہے جہاں کے دستکار اپنے کمال فن پر فخر کرتے تھے۔ ڈھاکہ کی ململ اپنے ہی ملک کی چیز تھی اور اس کا دنیا میں کوئی جواب نہ تھا۔ بڑے بڑے ترقی یافتہ ملکوں کے لوگ اس کے پہننے کی آرزو کرتے تھے اور پہنکر فخر کرتے تھے۔ کچھ کپڑوں کی صنعت ہی نہیں بلکہ قریب قریب سبھی صنعتیں اپنے عروج پر تھیں۔ مگر زمانے میں انقلاب آیا۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں نے شہروں میں کل کارخانے کھول دیئے۔ مشینوں کے ذریعے سبھی چیزیں آسانی سے بنکر تیار ہونے لگیں اور بازار میں سستے سے سستے داموں فروخت ہونے لگیں۔ دستکاروں کے ہاتھوں کی بنی ہوئی چیزوں کی قدر کم ہونے لگی اور رفتہ رفتہ وہ دن آگیا کہ تمام دستکاروں نے اپنے پیشے چھوڑ دیئے اور زندگی گزارنے کے لئے کھیتی پر ہی ٹوٹ پڑے جسکے باعث کسانوں کی تعداد بڑھ گئی اور کھیتوں کی کمی پڑنے لگی۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ آمدنی کم ہو گئی لیکن خرچ ویسا ہی رہا اور کسان طبقہ مقروض ہونے لگا اور قرض کے بوجھ سے اتنا دب گیا کہ اسے اپنی کھیتی بھی بیرحم مہاجنوں کے ہاتھوں سونپ دینی پڑی۔ غرضیکہ زمین کا زرخیز حصہ سرمایہ داروں کے ہاتھ لگا اور کسانوں کو غریبی دبانے لگی۔

آبادی کی کثرت نے بھی خوفناک صورت اختیار کرلی اور باقیماندہ زمین کے بھی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہوگئے جنمیں نہ تو اچھی طرح کھیتی ہوسکتی ہے اور نہ ترقی کے دیگر ذرائع استعمال کئے جاسکتے ہیں۔

۲- تعلیم کی کمی - ہمارے ملک میں تعلیم کی بیحد کمی ہے۔ جس ملک میں ۹۰ فیصدی آبادی ناخواندہ ہو اس ملک میں کسان طبقہ کو ۱۰۰ فیصدی جاہل کہنا غلط نہ ہوگا۔ اس کا بھی ایک اہم سبب ہے اور وہ ہے موجودہ طریقہ تعلیم عام طور سے دیکھا جاتا ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ کسان طبقہ کو حقیر سمجھتے اور زراعت کو ذلیل کام سمجھتے ہیں تعلیم یافتہ نوجوان اپنی قیمتی زندگی کو ملازمت کی تلاش میں برباد کرتے ہیں اور تعلیم کے ذریعے حاصل ہونے والی قابلیت دوسروں کی خدمت میں صرف کرتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی خواہش ملازمت میں زیادہ سے زیادہ ترقی حاصل کرنے کی ہوتی ہے اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسانوں کے بچے جہالت کی فضا میں پیدا ہوتے ہیں، بڑھتے ہیں اور مرجاتے ہیں۔ انھیں صرف اتنا علم ہوتا ہے کہ میری زندگی صرف محنت کرنے کے لئے ہے اور دوسرے پڑھے لکھے لوگوں کی زندگی عیش و عشرت کے لئے ہے۔ یہ بھولے بھالے کسان دھوکہ، فریب اور دغابازی کا خواب میں بھی خیال نہیں کرسکتے۔ ترقی کس چیز کا نام ہے یہ وہ کبھی سوچ ہی نہیں سکتے۔ انھیں معمولی پڑھا لکھا یا چالاک آدمی بھی آسانی سے بیوقوف بنا سکتا ہے اور وہ بن جاتے ہیں۔

موجودہ زمانہ میں زراعت کی ترقی کے لئے جو آلات ایجاد ہوئے ہیں ان سے فائدہ اٹھانا بھی ان کے لئے مشکل ہوتا ہے کیونکہ ان غریبوں میں اتنی سمجھ ہی کہاں جو وہ اس کے فائدوں کو سمجھ سکیں اگر انھیں لمبی چوڑی بحث کے بعد سمجھا یا بھی جائے تو قدامت پرستی انھیں اس پر عمل کرنے سے روکتی ہے اور وہ لکیر کے فقیر ہی بنے رہتے ہیں۔

۳- باہمی افتراق - ایک زمانہ تھا جب ہمارے گاؤں والے اپنے سارے کام مل جل کر کرتے تھے۔ ہر طبقہ کے لوگ اپنے فرائض انجام دیتے تھے اور ایک دوسرے سے پوری ہمدردی رکھتے تھے باہمی امداد ایک قدرتی وصف تھا۔ اپنی ضروریات اتحاد و اتفاق کے باعث بہت آسانی سے پوری کر لیتے تھے۔ سبھی کے بکاری ہوتے تھے۔ جھگڑے اوّل تو ہوتے نہیں تھے اور اگر ہوتے تھے تو وہ اپنا

دیہاتی پنچایت میں طے کر لیتے تھے۔ آج کی پنچایتیں بھی بدل گئی ہیں۔ ہل جلکر کام کرنے والے طریقے میں دغا، مکر اور فریب نے اپنا گھر کر لیا۔ لوگ اپنے فرائض بھول گئے اور اپنی ضروریات کی تکمیل ہی کو اپنا پہلا فرض سمجھ بیٹھے اور اس فرض کی ادائیگی جائز یا ناجائز سے فرض کو بھول بیٹھے اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ دلوں میں اتحاد و محبت کی جگہ نفرت و کدورت نے گھر کر لیا۔ لوگ عدالتوں میں جانے لگے اور اپنی محنت کی کمائی وکیلوں منشیوں و دھوکہ باز انسانوں کی جیبوں میں ڈالنے لگے اور مدعی و مدعا علیہ دونوں برباد ہونے لگے۔

اب بہت سے وہ کام جو سب کے ملکر کرنے کے تھے انہیں ہو سکتے اور آہستہ آہستہ اجتماعی طور پر کام کرنے کا طریقہ بالکل ہی ختم ہوا جا رہا ہے۔

۴۔ ذرائع کی کمی۔ کسانوں کی غریبی کا ایک سبب ان کے پاس ذرائع کی قلت بھی ہے جس میں سب سے پہلا سبب بیلوں کی نسل کی خرابی ہے زراعت کے لئے بیلوں کا طاقتور ہونا ضروری ہے اور طاقتور بیل گایوں کی نسل کی ترقی ہی سے پیدا ہو سکتے ہیں ایک زمانہ تھا جب ہندوستان گایوں سے محبت کرتا تھا اور عقیدت کا یہ حال تھا کہ لوگ اس کی پوجا کیا کرتے تھے اور اس کا دودھ پی کر نہ صرف اس کے بچے طاقتور ہوتے تھے بلکہ خود انسان بھی طاقتور ہوتے تھے۔ انھیں بیلوں کے ذریعے بڑے بڑے ہل جوتے جاتے تھے۔ مثلاً دھرم ہل جو ۱۶ بیلوں سے چلایا جاتا تھا اور اسی طرح زیادہ پیداوار دیتی تھی۔

نئے نئے ترقی دادہ سامان غریبی کی وجہ سے استعمال میں نہیں لا سکتے اور اگر کسی نہ کسی طرح ان کا استعمال کریں بھی تو بیلوں کی کمزوری کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکتے۔

چراگاہوں کی کمی نے بھی بیلوں کو بہت نقصان پہنچایا اور نہ صرف موجودہ جانوروں بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی بڑی حد تک بیکار بنا دیا۔

آبپاشی کے ذرائع ندی اور تمام کھیتوں کے لئے کم ہیں۔ کھاد کی کمی سے بھی کھیتی کو نقصان پہنچ رہا ہے اور جاہل کسان کھاد کو مندرجہ ذیل صورتوں میں اب بھی برباد کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ گوبر کی کھاد۔ گوبر ملا کر۔
۲۔ پیشاب کی کھاد۔ جہالت اور سستی کے باعث۔
۳۔ پتیوں کی کھاد۔ جہالت کے باعث۔

بیجوں کی خرابیاں بھی پیداوار کو کم کرتی جاتی ہیں۔

ان تمام برائیوں کو دور کرنے کی ضرورت ہے جسکا واحد راستہ امداد باہمی جس کے ذریعے ہمارے کسان بھائی اپنی مشکلات کو آسان بنا سکتے ہیں اور اپنی زندگی کو خوشگوار بنا سکتے ہیں۔ خدا ان کسانوں کے دلوں میں امداد باہمی کو جگہ دے۔

کسانوں کی ترقی کا ذریعہ۔ چکبندی

(از جناب جاگن سنگھ سپروائزر کنڈیڈیٹ پرتاب گڈھ)

ہندوستان کی بیشتر آبادی زراعت پیشہ ہے کیونکہ کسانوں کا شمار مردم شماری کے لحاظ سے ۸۰ فیصدی ہے کسانوں کی حالت بیحد افسوسناک ہوتی جا رہی ہے جس سے ہر شخص واقف ہے۔ کسانوں کی متواتر محنت اور جفاکشی سے تو سبھی لوگ واقف ہیں اور بہت سے مصنفوں نے ان کے متعلق مضامین اور کتابیں لکھکر عوام کی توجہ اس طرف مبذول کی ہے۔ کسانوں کی دردناک حالت دیکھکر دل لرز جاتا ہے یوپی کے کسانوں کی حالت کا صحیح اندازہ اسی بات سے ہو سکتا ہے کہ دیہات میں جاکر دیکھئے تو بہت سے کسان آپ کو ایسے ملیں گے جن کے تن پر پورا کپڑا تو دور رہا دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں ملتا۔ افسوس کہ زراعت پیشہ ہونے پر اور اتنی سخت محنت کرنے پر بھی بیشتر کسانوں کو بیج تک کے لئے دوسروں کا مقروض ہونا پڑتا ہے۔ اسکا خاص سبب ان کی جہالت اور معلومات کی کمی ہے۔

کسان پرانی رسموں کو لکیر کے فقیر کی طرح مانتے آرہے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ ان آلات زراعت کو جو حکومت نے خاص انھیں کے فائدے کے لئے بنوائے ہیں استعمال میں نہیں لاتے بلکہ ان کے استعمال کو اچھا بھی نہیں سمجھتے۔

زمانہ حال میں جبکہ دیگر پیشوں کے لوگ روز بروز اپنی کوششوں سے ترقی کے زینہ پر چڑھتے جا رہے ہیں، غریب کسان جنھیں سب سے پہلے شاہراہ ترقی پر گامزن ہونا چاہئے تھا اور جن کے اوپر دیگر سبھی صنعتوں کا انحصار ہے افسوس کہ سب سے پیچھے ہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ کسانوں نے مسلسل پروپیگنڈوں کے اثر سے کچھ نئے ترقی دادہ بیج بونا شروع کر دئے ہیں۔ کوئمبٹور گنا اس کی ایک اچھی مثال ہے لیکن اس سے بھی اتنا فائدہ نہیں اٹھایا گیا جتنا اٹھانا چاہئے اس کا خاص سبب یہ ہے کہ ان کے کھیت ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں اور کھیتوں کی اصلاح کے لئے ان کو یکجا کرنے کا خیال سب سے پہلے ہونا تھا۔

چکبندی کی اصلاح بکھرے ہوئے کھیتوں کو یکجا کرنے پر ہی منحصر ہے ان کو یکجا کرنے کا یہ طریقہ چکبندی کہلاتا ہے۔

اگر کسان اپنے کام میں مکمل طور پر اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو بکھرے ہوئے کھیتوں کی چکبندی ہی اسکا پہلا اور ضروری ذریعہ ہے چکبندی سے بلند رجہ ذیل فائدے ہوسکے۔

۱۔ چکبندی ہونے سے ادھر ادھر پڑے ہوئے بیکار کھیتوں کو معمولی محنت اور کھاد سے زرخیز بنا سکتے ہیں۔

۲۔ چکبندی ہو جانے سے اونچی نیچی زمین میں مینڈیں ڈالکر جن سے برسات میں اونچائی کا پانی اپنے ساتھ مٹی وغیرہ لاکر نشیب میں بھر دیگا اس طرح زمین ہموار ہو جائے گی۔

۳ چکبندی ہو جانے سے بیکار کھیتوں، کے لگان وغیرہ کا جو بار زرخیز کھیتوں پر ہی پڑتا ہے، ان کھیتوں کے زرخیز ہو جانے سے انھیں کے اوپر آجاتا ہے اور اس طرح کسان کی آمدنی بڑھ جاتی ہے

۴۔ چکبندی ہو جانے سے زمین تھوڑی محنت اور تھوڑے عرصہ میں اچھی پیداوار دینے کو تیار کی جا سکتی ہے۔

۵۔ چکبندی ہو جانے سے کھاد کو گڈھے کھود کر اچھی طرح بنا بھی سکتے ہیں اور اس کا استعمال بھی اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ کیونکہ وہ ادھر ادھر بکھرنے نہیں پاتی جیسا کہ کھیتوں کے مختلف جگہوں پر ہونے سے ہوتا ہے۔

۶۔ چکبندی ہونے سے چکوں پر سینچائی کے لئے کنوئیں بنائے جا سکتے ہیں جن کے ذریعے بارش نہ ہونے پر آبپاشی ہوسکے اور پیداوار اچھی ہو۔

۷۔ چکبندی ہو جانے سے کسان خود ہی اپنی پیداوار کی دیکھ بھال کرسکتا ہے اور کسی اور آدمی کو دیکھ بھال کے لئے رکھکر اس کو مزدوری نہیں دینی پڑتی۔

۸۔ چکبندی ہو جانے سے چاروں طرف کانٹے دار جھاڑیاں یا باڑ لگا کر جنگلی جانوروں سے چکوں کی فصلوں کو محفوظ رکھ سکتے ہیں

۹۔ چکبندی ہو جانے سے دیہاتوں کی فصل کی چوری کی بری عادت جاتی رہتی ہے اور مینڈوں وغیرہ کے جھگڑے جو لڑائی فساد اور مقدمہ بازی تک کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، بند ہو جاتے ہیں۔

۱۰۔ چکبندی ہو جانے سے چکوں میں ہی مویشیوں کے رہنے کے باڑے بنائے جا سکتے ہیں تاکہ جانور اور انسان الگ الگ رہ سکیں اور ساتھ ہی مویشیوں کے پیشاب اور بیٹھنے سے زمین بھی زرخیز ہوسکے۔

۱۱۔ چکبندی ہو جانے اور چکوں میں باڑے بنانے سے دیہات میں یکایک متعدی بیماریوں کے پھیلنے اور جانوروں کے برباد ہونے کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔

۱۲ چکبندی ہونے سے پیداوار کو کاٹنے اور جمع کرنے میں کچھ نقصان نہیں ہوتا لیکن کھیتوں کے الگ الگ بکھرے ہونے سے ہوسکتا ہے۔

۱۳۔ چکبندی ہو جانے سے کسان حسب خواہش جلد یا دیر میں پکنے والی فصل بو اور کاٹ سکتا ہے۔ جو کہ بکھرے کھیتوں میں کبھی نہیں کر سکتا۔

۱۴۔ چکبندی ہونے سے وہ مینڈیں جو مختلف کھیتوں کی زمین بیکار گھیرے رہتی ہے۔ اکٹھا کر کے چراگاہ وغیرہ میں استعمال کر سکتے ہیں۔

۱۵۔ چکبندی ہو جانے سے دیہات کی سرحدوں پر بیشمار درخت مثلاً ببول وغیرہ ایک بار بو کر ہر دسویں سال متواتر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جنھیں پھر بونے کی ضرورت نہیں کیونکہ پھر وہ خود ہی پیدا ہوتے ہیں زمیندار اور کسان دونوں باہمی سمجھوتے سے ان درختوں سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ ان کی دیکھ بھال کسان اپنے چکوں میں جو دیہات کی سرحدوں پر ہوں، بغیر کسی خرچ کے خود کر سکتے ہیں۔ گوبر کی جگہ وہ لکڑی کو جلا سکتے ہیں اور گوبر کو کھاد کے کام میں استعمال کر سکتے ہیں جو کھیتی کے لئے بہت ہی مفید ہے جسے آج کل چولہے کی راکھ بنا دیتے ہیں۔

چکبندی میں نہ کوئی پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے نہ محنت کرنی پڑتی ہے۔ چکبندی کی اسکیم سے حق حقوق اور قسم لگان وغیرہ میں ذرا بھی فرق نہیں ہوتا۔ اور یہ کام باہمی میل جول سے ہو جاتا ہے۔ یہ کسانوں کی زندگی کو خوش گوار بنانے کا خاص ذریعہ ہے اس لئے زمینداروں اور کسانوں سے درخواست ہے کہ وہ اس طرف پوری توجہ دے کر جلد از جلد فائدہ اٹھائیں۔

لطیفہ

رحمدل خاتون بہ "آہ تم اندھے ہوگئے۔ غریب آدمی! اور اندھا ہونے سے قبل تم کیا تھے؟"
حاضر جواب فقیر "اندھا ہونے سے پہلے میں لنگڑا تھا"



اپنے خیالات

ایک مثالی زراعتی کالج

ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو سابق وزیر زراعت حکومت یوپی نے ایک مثالی زراعتی کالج کی اسکیم بنائی ہے اسکا تجربہ وہ ہندی ودیا پیٹھ الہ آباد میں کرینگے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے حسب ذیل بیان شایع کیا ہے:-

ہمارے صوبہ میں جتنے بھی زراعتی کالج یا اسکول ہیں ان سبھی میں انگریزی زبان ذریعہ تعلیم ہے اور ان سے نکلنے والے طلبا زیادہ تر سرکاری ملازمتوں کی طرف دوڑتے ہیں۔ ان اداروں سے زراعت کی ذرا بھی ترقی نہیں ہوئی اور زراعتی ٹریننگ کے سنٹروں کو چلانے میں بھی حکومت بالکل ناکام رہی ہے۔

مستقل اصلاح کے لئے عام کسان کی معلومات میں اضافہ کرنا ہوگا۔ یہ کام مادری زبان میں یا جس زبانیں طلبا سمجھ سکیں اسمیں تعلیم دینے والے ادارے کھول کر ہی کیا جا سکتا ہے ان اداروں کا مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ تعلیم پانے والے طلبا فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے کھیتوں کو واپس چلے جائیں اور سرکاری ملازمتوں کے لئے مارے مارے نہ پھریں۔

ہندی ودّیا پیٹھ میں ایک مثالی زراعتی کالج کھولنے کی تجویز کی گئی ہے۔ ودّیا پیٹھ میں اسکول کی عمارت کے علاوہ تقریباً ۱۲۵ بگیہ اچھی زمین بھی ہے جس میں کھیتی ہو سکتی ہے ودّیا پیٹھ میں اعلیٰ امتحانات کی سہولت بھی رہے گی اسے کھولنے اور زراعت کے نئے نئے طریقوں کی بیجوں کی اصلاح، اصلاح شدہ کھیتی بوائی کٹائی وغیرہ کی تعلیم دینے کے حق میں کافی لوگوں نے رائے دی تو آئندہ اکتوبر سے یہ تعلیمی ادارہ قائم ہو جائیگا۔ نصاب تعلیم دو یا تین سال کا ہوگا کچھ عرصہ بعد مویشیوں کی دیکھ بھال، ڈیری کھیتی کے آلات کی مرمت باغبانی ترکاری پیدا کرنے اور پھول وغیرہ پیدا کرنے کی بھی تعلیم [illegible] کے علاوہ عام معلومات ابتدائی سائنس علم مادّہ اور کھیتی سے تعلق رکھنے والی برقی طاقت کی بھی تعلیم دی جائے گی۔ ہندی ادب، تاریخ اور جغرافیہ پر درس بھی ہوں گے۔

اس ادارہ کا مقصد تعلیم یافتہ اور عملی کسان پیدا کرنا ہے جسے اپنے آس پاس کی چیزوں کے بارے میں عام معلومات حاصل ہوں۔ اسے کچھ ادبی واقفیت بھی ہو تاکہ وہ غیر زراعتی ادب میں دلچسپی لے سکے۔

ہمارا پروگرام ۵۰ طلبا ایک دن اور ۵۰ دوسرے دن کے حساب سے شروع کرنے کا ہے یہاں پر طلباء کے رہنے کا انتظام رہے گا نصاب تعلیم کے ہر ایک شعبہ کی عملی تعلیم دینے کے لئے قابل استادوں کا تقرر عمل میں آئے گا۔ بڑھئی گیری اور لوہاری کا کام سکھانے والا ایک خاص استاد ہوگا۔

اندازہ کیا جاتا ہے کہ عمارت اور ہوسٹل کے لئے دو سال میں ۵۰۰۰۰ روپئے کی ضرورت ہوگی اور دس ہزار روپئے عام اخراجات کے لئے ہونے چاہئیں۔ اپنی قسم کا یہ پہلا ادارہ ہوگا اور اگر اس تجربہ میں کامیابی ہوئی تو میری رائے میں ہے کہ ہر ضلع میں ایسے ادارے قائم ہو جائیں۔ شہر کے طلبا کو لینے میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ لیکن یہ ادارہ پہلے کسانوں کے لڑکوں کے لئے ہے۔ غریب طلباء کو وظیفہ دیا جائے گا۔

میں جلد ہی اس کام کو شروع کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میری رائے میں جب تک عام کسانوں کی معلومات میں کافی اضافہ نہ کیا جائے گا اس وقت تک "زیادہ غلہ پیدا کرو"، "یا زیادہ ترکاری پیدا کرو" وغیرہ تحریکیں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔

اخیر میں ڈاکٹر صاحب نے اس ادارہ کی امداد کرنے کے لئے عوام سے اپیل کی ہے۔ چندے کی رقم ہندی ودّیا پیٹھ الہ آباد کے خزانچی کے نام بھیجی جا سکتی ہے۔

مارچ ۱۹۴۲ء میں گاؤں سدھار

اس سال ربیع کی فصل کافی اچھی تھی لیکن کچھ فصل [illegible]

...میں لاکر ڈال گئی تھی اور ابھی کیڑے کو باقی تھی کہ بارش اور انہوں نے شروع ہو گئے۔ تقریباً ۱۵ دن تک یہ سلسلہ جاری رہا جس سے فصل کو نقصان پہنچا اس سے بہت خوف و ہراس پیدا ہو گیا لیکن ڈویژنل اسٹاف اور محکمہ زراعت کے اس سلسلہ میں تحقیقات کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ جتنے نقصان کا اندیشہ تھا اتنا نہیں ہوا۔

دیہات میں بیماریوں کو پھیلنے سے روکنے کے لئے تدابیر کی گئیں ۸۴۵۷ اشخاص کو ٹیکا لگایا گیا۔ دیہات کی صفائی کیلئے کوششیں برابر جاری رہیں اس ماہ ۸۳۰۲ کوڑے کے ڈھیر صاف کئے گئے اور ۳۸۳ سور باڑے آبادی سے ہٹائے گئے۔ ۳۰۳۷ پانی جذب کرنے والے گڑھے بنائے گئے اور ۸۴۹ گڑھے پاٹے گئے۔ گاؤں کے گھروں کے لئے ۳۴۱۳ روشندان تقسیم کئے گئے اور پانی پینے کے کام میں لائے جانے والے ۳۸۴ کنوؤں کی صفائی کی گئی۔ گاؤں سدھار کے دواخانوں میں ۴۰۹۲۹ مریضوں کا علاج کیا گیا۔ ۱۰۸۰ اشخاص کو ابتدائی علاج کی اور ۱۶۶ عورتوں کو دائی گیری کی ٹریننگ دی گئی۔

۴۴۴۵ کھاد کے گڑھے کھودے گئے اور ۶۶۸۶ سوختہ گڑھے بنائے گئے۔ ۴۹۷ جدید قسم کے آلات زراعت دیہات میں تقسیم کئے گئے۔ کھیتی کے جدید طریقوں کے ۳۴۷ مظاہرے کئے گئے۔ مویشیوں کی اصلاح کے کام بھی جاری رہے ۶۰۲۰ بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا ۴۲ عمدہ نسل کے سانڈ اور ۲۵۵ عمدہ نسل کے دیگر مویشی تقسیم کئے گئے۔

دیہاتی رضاکاروں کی ٹریننگ کا کام بدستور جاری رہا اور ۵۲۹۵ رضاکار ٹرینڈ کئے گئے۔ یہ تحریک بہت کامیاب ہو رہی ہے اور گاؤں والے اس میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں جیسا کہ دیہاتی رضاکاروں کی بھرتی کی تعداد سے ظاہر ہوتا ہے۔

اس ماہ ۱۵ پنچایت گھر، ۵۲ کنوئیں کے گھر، ۱۴ نئے کنوئیں بنائے گئے اور ۳۰ کنوؤں کی مرمت کیگئی۔ نشر و اشاعت کا کام بھی باقاعدہ جاری رہا۔ ۱۷۱ انجمن منڈلیاں اور ۳۰۹۳ جلسے ہوئے کارکنان گرام سدھار نے ۹۵ نمائشیں کیں جنمیں دیہاتی مصنوعات اور زراعت سے تعلق رکھنے والی چیزوں کی نمائش ہوئی پبلسٹی گاڑیوں کا بھی استعمال کیا گیا اور ریڈیو کا دیہاتی پروگرام زیادہ سے زیادہ مقبول ہوتا رہا جسکے تحت ڈرامے، مقالے اور دیگر دلچسپ چیزیں نشر ہوا کرتی ہیں

گاؤں سدھار آرگنائزروں کی ٹریننگ

ستمبر ۱۹۴۳ء میں گاؤں سدھار ٹریننگ کیمپ ہوا تھا جسمیں جو آرگنائزر (سرکل آرگنائزر اسکاوٹ ماسٹر اور آفیسر آرگنائزر) پاس نہیں ہو سکے انکے لئے مختلف ڈویژنوں میں چھ ہفتہ کے لئے ٹریننگ کیمپ کا انتظام کیا گیا۔ جو آرگنائزر پچھلی ٹریننگ میں پاس ہو گئے تھے انکے نام یہاں دیئے جاتے ہیں جو آرگنائزر کسی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے تھے یا امتحان میں شامل نہیں ہوئے انکو بھی اپنے ڈویژن میں نئی ٹریننگ میں شامل ہونا پڑا۔ کامیاب امیدواروں کی فہرست الگ شائع کی جا رہی ہے۔

ستمبر ۱۹۴۳ء میں ہونیوالے ڈپارٹمنٹل امتحان میں فیل ہونے والے گاؤں سدھار آرگنائزروں کی فہرست

نمبر شمار	ضلع	نام
۱	الہ آباد	میوا لال سنگھ
۲	"	غازی دین
۳	فرخ آباد	اچھے کمار
۴	بلیا	محمد اسرار
۵	ہمیر پور	برج بھوشن لال
۶	جالون	جگدیشور دھر
۷	آگرہ	پرتاپ سنگھ جاٹ
۸	"	پرتاپ سنگھ رانا
۹	"	بھودیو لال
۱۰	"	افضل حسین
۱۱	"	بہادر اپادھیائے
۱۲	"	کشوری لال
۱۳	اٹاوہ	گوری شنکر
۱۴	"	ہدایت اللہ خاں
۱۵	متھرا	لیکھراج
۱۶	"	پران سنگھ
۱۷	مین پوری	کنور بہادر سنگھ
۱۸	"	راجہ رام
۱۹	علی گڑھ	محسن علی
۲۰	"	گجادھر سنگھ
۲۱	ہردوئی	بھگوان دین
۲۲	"	فدا علی
۲۳	"	عبد المجید خاں
۲۴	"	آنند شنکر
۲۵	"	جے پال سنگھ
۲۶	"	بابو بخش
۲۷	"	سلامت اللہ
۲۸	بجنور	رسال سنگھ
۲۹	"	بال [illegible]

ضلع	نام
بجنور	رام ناتھ پانڈے
"	رام نرائن سنگھ
کھیری	یادویندر سنگھ
"	عبدالخالق
"	تجارام
"	سنت بخش سنگھ
"	راجہ رام
"	چھوٹے لال ورما
"	جسکرن سنگھ
"	برہم دیو سنگھ
بدایوں	عاشق حسین
مرادآباد	رمیش چندر
"	رام رکشپال
سیتاپور	چھیدی سنگھ
اٹاوہ	سورج ناتھ رائے
بریلی	دھرم دت
"	بشیر احمد

درجہ ب

پرائیویٹ امیدواروں کی فہرست جنھوں نے اپنے خرچ ٹریننگ کی اور گذشتہ ستمبر ۱۹۴۳ء کے امتحان میں پاس ہوئے

نام	ضلع
بچو سنگھ	بنارس
امبکا پرساد	"
رودرناتھ پانڈے	مرزاپور
نندلال	"
جوالادت	"
گنگا پرساد سنگھ	"
مہاویر سنگھ	غازی پور
سورج ناتھ سنگھ	"
رام بہاری سنگھ	جونپور
سالک رام	"
جان محمد	بلیا
جگدیش سنگھ	"
رام نریش سنگھ	"
رام چندر رائے	"
کاشی ناتھ	گورکھپور
وکرمادیتہ	"
مصطفےٰ حسین	"

نام	ضلع
سیتارام دوبے	بستی
فنیندر ناتھ	"
رام اگرہ سنگھ	"
راجہ رام رائے	اعظم گڑھ
اودھ واسی شکل	"
عبدالقدوس	"
ہرنش رائے	"
وچن سنگھ	ریاست بنارس
کنھیا سنگھ	"
بھولا شنکر	"
منا دیودت	"
ادیا پرساد	"
موتی لال	باندہ
رام تربھون سنگھ	"
رادھکا پرساد	جھانسی
بھگوانداس	"
پرتاپ نرائن	ہمیرپور
ٹلورائے	"
رام شرن لال	"
جگدیش سہائے	"
رام ادھار	جالون
اجودھیا پرساد	"
بابورام شریواستو	"
ہوتی لال	آگرہ
مراری لال	مین پوری
رام پرساد	"
سیتلا پرساد	الہ آباد
رام ناتھ ترپاٹھی	اٹاوہ
شفیع اللہ	"
کرشن دت مشر	فتح پور
منشی رام	بلند شہر
کیلاش چندر	مظفر نگر
تلک رام	"
بھوودت شرما	"
سبھا چند	"
برہم نند گوڑ	میرٹھ
صدیق علی خاں	"
جسراج سنگھ	"
جگناتھ تیاگی	"
اجبی سنگھ	"
فتح سنگھ	بلند شہر
گرودت شرما	"
اودے سنگھ	"
بھون چندر	نینی تال
ہریش چندر جوشی	لکھنؤ
ہریش چندر جوشی	الموڑہ
تارادت گیرولا	گڑھوال

رام پرتاب تیواری	فیض آباد
بشنو پرساد	"
سنو کا نیکا	"
محمد طفیل احمد خاں	"
دیا شنکر اوجھا	سلطان پور
بسنی پرساد گپت	"
کملا پرساد سنگھ	"
سالک رام شکل	"
ہرکار لال شریواستو	"
گرو شرن پانڈے	بارہ بنکی
گوبند پرساد شریواستو	گونڈہ
بابو دت سنگھ	"
شمس الدین	"
محمد اسحاق	"
عزیز اللہ انصاری	پیلی بھیت
مایا دیال	بدایوں

مارچ سنہ ۱۹۴۴ء میں اسکاؤٹوں کی بھرتی

درجہ الف ۱۰۰ فیصدی اور اس سے زیادہ

نمبر شمار	ضلع	ٹریننگ یافتہ اسکاؤٹوں کی مقررہ تعداد	ٹریننگ یافتہ اسکاؤٹوں کی تعداد
۱	کانپور	۱۵۰۰	۳۱۱۷
۲	فیض آباد	۳۶۰۰	۷۱۷۸
۳	فرخ آباد	۱۵۰۰	۲۹۴۸
۴	ہردوئی	۱۵۰۰	۲۳۱۰
۵	مرزاپور	۲۷۰۸	۳۶۷۵
۶	مرادآباد	۱۵۰۰	۲۰۳۰
	مین پوری	۱۵۰۰	۳۰۲۸
	بلیا	۱۹۵۰	۲۳۷۴
	جالون	۱۵۰۰	۱۶۲۲
	اٹاوہ	۱۵۰۰	۱۵۶۰
	گونڈہ	۳۰۰۰	۳۰۵۱

درجہ ب ۵۰ فیصدی سے زیادہ اور ۱۰۰ فیصدی سے کم

نمبر شمار	ضلع	ٹریننگ یافتہ اسکاؤٹوں کی مقررہ تعداد	ٹریننگ یافتہ اسکاؤٹوں کی تعداد
۱۲	فتح پور	۱۵۰۰	۱۴۹۳
۱۳	ایٹہ	۱۵۰۰	۱۴۸۱
	بلند شہر	۱۵۰۰	۱۴۴۹
	دہرہ دون	۱۵۰۰	۱۳۸۸
	الہ آباد	۳۱۵۰	۲۸۴۹
	بجنور	۱۵۰۰	۱۳۵۱
	مین پوری	۱۵۰۰	۱۳۲۹
	[illegible]	۱۵۰۰	۱۳۵۲
	[illegible]	۱۵۰۰	۱۱۶۸
	[illegible]	۱۵۰۰	۱۱۴۹
	[illegible]	۲۲۵۰	۱۶۵۱
۲۳	سہارنپور	۱۵۰۰	۱۰۲۶
۲۴	جونپور	۳۰۰۰	۲۰۴۳
۲۵	بارہ بنکی	۳۴۵۰	۲۱۵۸
۲۶	میرٹھ	۱۵۰۰	۹۳۷
۲۷	رائے بریلی	۲۴۰۰	۱۴۱۷
۲۸	متھرا	۱۵۰۰	۱۰۶۴
۲۹	بنارس	۴۰۵۰	۲۲۴۰
۳۰	غازیپور	۳۷۰۰	۱۴۰۸
۳۱	بستی	۲۷۰۰	۱۳۷۱

درجہ ج ۵۰ فیصدی سے کم

نمبر شمار	ضلع	ٹریننگ یافتہ اسکاؤٹوں کی مقررہ تعداد	ٹریننگ یافتہ اسکاؤٹوں کی تعداد
۳۲	نینی تال	۱۵۰۰	۶۹۱
۳۳	کھیری	۱۵۰۰	۶۷۹
۳۴	بہرائچ	۱۵۰۰	۶۶۷
۳۵	بریلی	۱۵۰۰	۶۵۷
۳۶	پرتاب گڈھ	۲۵۵۰	۱۰۶۸
۳۷	گورکھپور	۲۶۰۰	۱۴۸۴
۳۸	الموڑہ	۱۵۰۰	۵۸۶
۳۹	باندہ	۲۸۵۰	۸۴۳
۴۰	سیتاپور	۱۵۰۰	۳۴۴
۴۱	اناؤ	۱۵۰۰	۳۳۶
۴۲	علی گڈھ	۱۵۰۰	۲۴۰
۴۳	شاہجہانپور	۱۵۰۰	۱۵۲
۴۴	لکھنو	۲۵۰۰	۲۰۶
۴۵	جھانسی	۲۵۰۰	۷۸
۴۶	پیلی بھیت	۱۵۰۰	۳۱
۴۷	گڑھوال	۷۰۰	اعداد موصول نہ ہوئے۔
۴۸	اعظم گڈھ	۱۵۰۰	اعداد موصول نہ ہوئے۔

نئے گاؤں سدھار سنٹر

اس سال حکومت نے فوج سے تعلق رکھنے والے دیہات میں نئے گاؤں سدھار سرکل کھولنا منظور کیا ہے۔ ان کے لئے ۲ میں ۲۸۱ سرکل آرگنائزر مقرر کئے جائینگے۔ ان کو ۲۰ روپئے تنخواہ اور ۵ روپیہ سفر خرچ ملے گا۔ جس ضلع میں جتنے سرکل آرگنائزر مقرر کئے جائینگے انکی تعداد ذیل میں درج کی گئی ہے یہ نئے سنٹر ان دیہات میں خاص طور سے قائم کئے جائینگے جہاں سے بہت سے لوگ فوج میں بھرتی ہوئے ہیں۔ ان سنٹروں کی وجہ سے پرانے سنٹروں پر اثر نہ پڑے گا۔ جہاں سابق سپاہی مل سکیں اور جن کے پاس فوج میں بتائے ہوئے سارٹیفکٹ ہوں انھیں اس عہدے پر مقرر کیا جائیگا۔ جہاں ایسے لوگ نہ مل سکیں گے وہاں پڑھے لکھے اور [illegible] یافتہ اشخاص تعینات کئے جائینگے۔ ان نئے امیدواروں کو ٹریننگ دینے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ کامیاب [illegible] ہونے پر لئے جا سکتے ہیں۔

سرکل آرگنائزروں کے ساتھ ہی ساتھ [illegible]

...رکھے جائینگے انھیں ۱۲ روپئے ماہوار تنخواہ اور مہنگائی کا بھتہ ملی
...یگا دیہاتی آرگنائزر کم از کم ورناکیولر فائنل پاس ہونا چاہئے مان
...وں کے پنشنر فوجیوں کو خاص ترجیح دی جائے گی۔

سرکل آرگنائزر اور دیہاتی آرگنائزر..دکی فہرست

شمار	ضلع	سرکل آرگنائزر منظور	دیہاتی آرگنائزر منظور
	دہرہ دون	۲	۲
	سہارنپور	۵	۵
۲	مظفرنگر	۸	۸
۱	میرٹھ	۱۸	۱۸
	بلند شہر	۱۴	۱۴
	علی گڈھ	۵	۵
	متھرا	۶	۶
	آگرہ	۴	۴
	مین پوری	۹	۹
	ایٹہ	۴	۴
۱	بریلی	۸	۸
۱۱	بجنور	۱	۱
۱۲	بدایوں	۴	۴
۱۳	بدایوں	۳	۳
۱۴	مراد آباد	۵	۵
۱۰	پیلی بھیت	۱	۱
۱۰	فرخ آباد	۶	۶
۱۷	اٹاوہ	۶	۶
۱۸	کانپور	۶	۶
۲	فتح پور	۳	۳
۲۱	الہ آباد	۴	۴
۲۲	بنارس	۴	۴
۲۳	مرزا پور	۲	۲
۲۴	جونپور	۲	۲
۲۵	غازی پور	۸	۸
۲۶	بلیا	۱۰	۱۰
۲۷	جھانسی	۱	۱
۲۸	جالون	۲	۲
۲۹	ہمیرپور	۱	۱
۳۰	باندہ	۲	۲
۳۱	گورکھپور	۲۰	۲۰
۳۲	بستی	۴	۴
۳۳	اعظم گڑھ	۵	۵
۳۴	نینی تال	۱	۱
۳۵	الموڑہ	۲۰	۲۰
۳۶	گڑھوال	۱۸	۱۸
۳۷	لکھنئو	۵	۵
۳۸	اُناؤ	۳	۳
۳۹	رائے بریلی	۱۰	۱۰
۴۰	سیتاپور	۲	۲
۴۱	ہردوئی	۴	۴
۴۲	کھیری	۱	۱
۴۳	فیض آباد	۱۰	۱۰
۴۴	گونڈہ	۴	۴
۴۵	بہرائچ	۱	۱
۴۶	سلطانپور	۱۰	۱۰
۴۷	پرتاب گڑھ	۶	۶
۴۸	بارہ بنکی	۴	۴

زیادہ غلہ پیدا کرو کے متعلق رعائتیں

ہز ایکسلنسی گورنر یوپی نے زیادہ غلہ پیدا کرو، تحریک کے سلسلے میں کسانوں کے لئے جو رعائتیں ۴۴-۱۹۴۳ء میں عطا کی تھیں انھیں اس سال کے لئے بھی قائم رکھا ہے۔ وہ رعائتیں حسب ذیل ہیں:

۱ - ۲۵ فیصدی کی جگہ بیج ۱۰ فیصدی سود پر دیا جائیگا۔

۲ - تقاوی دی جائے گی۔

۳ - زرخیز بنانے کے لئے زمین کو برابر کرکے باندھ بنانے جنگل کی صفائی مینڈ یا کھائیں بنانے، نالی نکالنے وغیرہ کے لئے ایسے کسانوں کو بغیر سود کے روپیہ قرض دیا جائیگا جو کم از کم ۱۰ ایکڑ زمین کھیتی کے قابل بنائیں۔

۴ - ہری کھاد کے لئے سوائی کے بجائے ۲۰۰۰ من سنئی لاگت دام پر دی جائے گی۔

۵ - گاؤں سدھار کے دیہات میں سب سے اچھی فصل پیدا کرنے کے لئے انعام دیئے جائیں گے۔

باہتمام کالی کے متر ا-پرنٹر و پبلشر انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

جلد ۶ نمبر ۷ باتصویر ماہوار رسالہ جولائی سنہ [illegible]ع

فہرست مضامین



صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر
گاؤں سدھار افسر یو۔ پی

ایڈیٹر
شری ناتھ سنگھ

باتصویر رسالہ



جولائی سنہ ۱۹۴۴ء

ابرِ بہار

(حامد اللہ افسر بی۔ اے میرٹھی)

فلک پر قدم جھوم کر دھرنے والے — وہ اُٹھ کر سبھی مستیاں کرنے والے
عجب شوخیاں اپنی دکھلا رہے ہیں

ہیں برسات کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے — جو کچھ بھورے بھورے تو کچھ کالے کالے
دلوں کو لبھاتے چلے آ رہے ہیں

اِدھر سے اُدھر دوڑتے ہیں وہ پیہم — پہنچتے ہیں دم بھر میں پورب سے پچھم
ہر اک سمت فوج اپنی پھیلا رہے ہیں

ہمیشہ برابر ہیں ان کے لئے سب — سحر ہو کہ ہو شام دن ہو کہ ہو شب
اٹھی موج اور یہ چلے آ رہے ہیں

جو آیا کبھی سامنے ماہِ انور، — تو پہلو میں بیٹھے ہیں اُس کو دبا کر
وہ یوں دل اداؤں سے بہلا رہے ہیں

ترشح سے گلزار کو لہلہاتے — نسیم مسرّت سے کلیاں کھلاتے
دکھاتے ہوئے شوخیاں آ رہے ہیں

ہوئے آج میخانے والوں کے گہرے — ہیں واعظ جو گونگے تو قاضی ہیں بہرے
یہ بادل عجب لطف دکھلا رہے ہیں

ہے آج ان میں سے شاید پرستی — ہوا سے جو چلنے میں ظاہر ہے مستی
کہ جھومے بہت جھومتے آ رہے ہیں

حق آراضی قانون سنہ ۱۹۳۹ء کے ذریعے گاؤں سدھار

از ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو سابق وزیر زراعت و انصاف یو پی

دیہات کی سب سے پہلی بات جسکی طرف توجہ کرکے ہمیں انتہائی افسوس ہوتا ہے وہ ہے وہاں کی گندگی اور گھنی آبادی۔ دیہات میں گھر ایک دوسرے کے بہت قریب قریب بنے ہوتے ہیں۔ انھیں دیکھکر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ قدیم میں ان گھروں کو بغیر کسی نقشے کے اور بغیر سوچے سمجھے بنایا گیا ہے گھروں کی قطاروں کے درمیان کی گلیاں تنگ، گندی اور ٹیڑھی ہوتی ہیں۔ دیہات میں گندہ پانی بہنے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا اس لئے عموماً سال بھر یہ گلیاں گندی رہتی ہیں اور ان میں گندہ پانی جمع رہتا ہے۔ برسات میں تو ان کا پار کرنا بھی ناممکن ہو جاتا ہے آبادی کے اضافہ اور کھیتی پر اسکے اثر کے باعث آبادی کی توسیع کیلئے ابھی کوئی موقع نہیں ہے۔ یو پی کے بیشتر دیہات میں میں نے دیکھا ہے کہ آبادی کے کنارے تک کی زمین میں کھیتی ہے اور آبادی کے قریب کی زمین زیادہ قیمتی سمجھی جاتی ہے اور اس سے لگان بھی زیادہ وصول ہوتا ہے لیکن ایسی زمین کا دام خواہ کتنا ہی زیادہ ہو لیکن آبادی کے اتنے قریب کھیتی کا باشندگان دیہات کی صحت پر بڑا اثر پڑتا ہے اور گاؤں بھی گنجان ہوتا جاتا ہے۔ اکثر دیہات میں کہیں بھی کوئی کھلی ہوئی جگہ نہیں رہتی جہاں تفریح کے لئے کوئی کھیل کود ہو سکے یا سماجی تقریب منائی جا سکے۔ جیسے جیسے کنبہ بڑھتا ہے بیچارہ کسان اپنا مکان بھی بڑھانے کو مجبور ہوتا ہے اور اکثر زمیندار یا اس کے آدمی اس کے دروازے پر چبوترہ بنوانے کے لئے اچھا خاصہ نذرانہ مانگتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ اکثر ایسے چھوٹے چھوٹے جھگڑے کے سلسلے میں زمیندار اور ان کے آدمیوں کی طرف سے دائر کئے جانے والے مقدمے بھی غریب کسان کو لڑنے پڑتے ہیں اگرچہ یہ مقدمے چھوٹے موٹے ہی ہوتے ہیں لیکن بیچارہ کسان انہی میں تباہ ہو جاتا ہے۔

دیہات میں آبادی کے اندر پھل کے درخت لگانے یا پھول پودے لگانے کے لئے نہ تو کوئی جگہ ہی ہوتی ہے اور نہ زمیندار درخت لگانے دیتا ہے۔ جگہ کی کمی کے باعث ایسا کرنا قطعی ناممکن ہے دیہات میں آبادی کے اس مسئلہ کا سماجی کارکنوں پر اتنا اثر پڑا ہے کہ بیشتر لوگوں کا تو یہاں تک بیان ہے کہ جب تک اچھی طرح غور و خوض کے بعد اسکیم بنا کر اس کے مطابق دیہات کی از سر نو تعمیر نہ ہوگی اسوقت تک کسی طرح کا دیہات سدھار ناممکن ہے بعض بعض ضلعوں میں بھی بستی میں عمدہ قسم کے بنے ہوئے گھر دیکھنے کو ملے ہیں۔ ان کے چاروں طرف کافی بڑی زمین رہتی ہے۔ گھر کو مکمل کیا جا سکتا ہے۔ بیچ میں ایک کھلا آنگن ہوتا ہے، کچھ پیڑ پودے اور گھاس کا میدان ہوتا ہے اور چاروں طرف صاف و تازہ ہوا رہتی ہے جگہ جیسے سکڑی ہوئی معلوم ہوتی ہے بے قاعدہ بنے ہوئے مکانوں سے ہمیں نہ صرف جسمانی تکلیف پہنچتی ہے نہ صرف ہماری تندرستی ہی خراب ہوتی ہے بلکہ ایسے مکانوں میں رہنے والوں پر نفسیاتی طور سے غریبی کا اثر پڑتا ہے۔ ایسے مکانوں کے رہنے والے عورت اور مرد سبھی ذلیل اور کمتر ذہنیت کے ہو جاتے ہیں۔ اس کیلئے محض روپئے کی ضرورت نہیں، یہ ضروری نہیں کہ گھر پختہ ہو، کئی منزل ہو جس میں بہت سے کمرے ہوں پختہ فرش اور دیگر آسائشیں ہوں اگر ایسا ہو تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ سب سے ضروری بات اچھے موقع پر کھلا ہوا کافی بڑا گھر ہونا چاہیئے جس میں پھول پودے لگے ہوں اور گرد و غبار و کوڑا کرکٹ نہ ہو۔ ہمارے گھروں کی عورتیں محنتی ہوتی ہیں انھیں صفائی پسند ہے۔ ہر ہندو عورت اپنے گھر کو اچھی طرح صاف رکھنا چاہتی ہے لیکن اس میں شہریت کا جذبہ نہیں ہوتا اس لئے وہ گاؤں میں اپنے پاس پڑوس کو صاف رکھنے یا گلیوں اور نالیوں کی بہتری کے لئے کچھ نہیں کر سکتی۔ اس کے علاوہ ہر جگہ، جگہ کی قلت کے باعث جانوروں کو اندر باندھنے سے بھی نقصان ہوتا ہے۔

انگلینڈ اور یورپ کے دیگر ممالک کے دیہات واقعی بہت دلکش اور دلفریب ہوتے ہیں۔ انگلینڈ کا ہر فارم کئی ایکڑ کا ہوتا ہے خوش قسمتی سے انگریز کسان کو چھوٹے چھوٹے کھیتوں کی وجہ سے دشواری نہیں اٹھانی پڑتی جو ہندوستان کے لئے ایک لعنت ہے اپنے فارم کے ایک کونے میں یا بیچ میں وہ اپنے رہنے کے لئے گھر بناتا ہے گھر کے آس پاس پھلوں کے درخت ہوتے ہیں۔ پھول پودوں اور ترکاری کا چھوٹا سا باغ اور قریب ہی جانوروں اور گھوڑوں کے رہنے کی جگہ ہوتی ہے۔ گھوڑوں کو وہ کھیتی کے کام میں استعمال کرتا ہے۔ مثلاً ہمارے یہاں بیلوں کو کام میں لایا جاتا ہے۔ دیہات میں بہت کم کسان رہتے ہیں۔ گاؤں دراصل ایک بازار کی طرح ہوتا ہے۔ اس میں ایک گرجا گھر، دوکانیں اسکول، تفریح کا کمرہ کرکیٹ کا میدان ڈاکخانہ وغیرہ ہوتا ہے اس میں تاجر رہتے ہیں جو کھیتی بھی کرتے ہیں لیکن زیادہ تر کسان گاؤں کے آس پاس اپنے فارموں میں بستے ہیں اس لئے وہاں صفائی کی دشواری نہیں ہوتی۔ ہر کسان اپنے گھر کے بیکار پانی کو مفید طریقے سے کام میں لاتا ہے۔

اس طرح کے بڑے پیمانے کی کوئی اسکیم یو پی میں جاری کرنا اب تک ممکن نہیں تھا۔ کبھی زمین کھیتی کے لئے دی جاتی تھی جاتی تھی۔ یعنی کھیتی کے علاوہ مکان بنانا یا اس پر پھل کے درخت

تھا اس مقصد کے خلاف تھا جس کے لئے زمین دی گئی تھی اور اگر کوئی ایسا کرتا تو اُسے زمین سے بے دخل کیا جا سکتا تھا۔ زمانۂ قدیم میں دیہات والے ایک ہی بستی میں آباد ہونا شائد اپنی حفاظت کے لئے ضروری سمجھتے تھے اس زمانہ میں گاؤں محفوظ نہیں تھے اور اس لئے گاؤں والے اپنے ساتھیوں سے دور رہنے میں اپنے کو غیر محفوظ سمجھتے تھے لیکن خوش قسمتی سے اب زمانہ بدل گیا ہے۔

نئے حق اراضی قانون نے کسانوں کی دشواری کو دور کر دیا ہے یہاں پر میں سیر بقایا لگان کے لئے بے دخلی یا لگان لگانے سے تعلق رکھنے والی سہولتوں کا ذکر نہیں کروں گا۔ میں یہاں کسانوں کے صرف اس حق کا ذکر کروں گا جو انھیں اپنی زمین پر درخت لگانے کے سلسلے میں حاصل ہوئے ہیں۔ پہلی نظر میں یہ بہت بڑا فائدہ نہیں معلوم ہوتا ہے لیکن قومی نقطہ نظر سے میں اس کو بہت اہم سمجھتا ہوں اگر کسان اپنے ان حقوق کا پورا پورا استعمال کریں تو کچھ ہی برسوں میں ہمارے دیہات کی شکل بدل سکتی ہے اور جہاں ابھی اندھیرے گھر ہیں وہاں صوبہ بھر میں ہمارے کھیتوں کے درمیان چھوٹے چھوٹے خوبصورت گھر بن سکتے ہیں لیکن دیہات کی از سر نو تعمیر شروع کرنے کے پہلے چکبندی کے نئے قانون کا پورا پورا استعمال کرنا ضروری ہے اس وقت کسان کے کھیت گاؤں بھر میں چھوٹے چھوٹے قطعوں میں پھیلے ہوئے ہیں اس سے اچھی طرح کھیتی نہیں ہو سکتی اور پوری دیکھ بھال نہ ہونے کے باعث فصل کو بھی نقصان پہنچتا ہے کچھ ضلعوں میں میں نے دیکھا ہے کہ محکمہ امداد باہمی کے ذریعہ چکبندی کا حیرت انگیز طور پر کام کیا گیا ہے لیکن ابھی تک چکبندی کا کام مشکل تھا کیونکہ گاؤں کے ایک دو کسانوں کی ضد کے باعث یہ روکا جا سکتا تھا۔ اب قانون زیادہ وسیع کر دیا گیا ہے اور اگر کچھ کسان بھی درخواست دیں تو کلکٹر گاؤں کی چکبندی کا حکم دے سکتے ہیں اس لئے میں اپنے دیہاتی بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ وہ بلا تاخیر اپنی زمین کی چکبندی کرا لیں ایک بار اپنی زمین کی چکبندی کرا لینے کے بعد کسان اس کے کونے میں اپنا گھر بنا سکتا ہے اور پھول پودے اور پھلوں کے درخت اس کے اور اسکے بال بچوں کے لئے خدا کی دین ہو جائیں گے پھلوں سے جو فائدے ہوتے ہیں ان سے ہر شخص واقف ہے۔ دیہات میں ہمارے بچوں کی تندرستی کی خرابی کا بہت بڑا سبب یہ ہے کہ انھیں اپنی روزمرہ کی خوراک میں پھل اور دودھ نہیں ملتا۔ کھیت میں گھر ہو جانے سے کسان اپنے جانوروں کے لئے تھوڑی دور پر سار بنا سکتا ہے۔ اس طرح سار کی بدبو سے بھی وہ بچ سکتا ہے۔ بچوں کے گھومنے پھرنے کے لئے کافی کھلی جگہ اور تازہ ہوا بھی ملے گی۔ اس طرح ان کی صحت بھی درست ہو سکے گی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارے یہاں کے کسانوں کی ضروریات اتنی زیادہ ہیں کہ اسے اپنے اور اپنے کنبے کے لئے خوراک حاصل کرنے کے لئے اپنی زمین کا ایک ایک انچ جوتنا پڑتا ہے لیکن یہ دلیل دور اندیشی پر مبنی نہیں ہے گھر اور سار کے لئے بہت زیادہ زمین نہ چاہئے لیکن کچھ بسوا زمین کا نقصان بقیہ زمین پر اچھی طرح کھیتی کرنے اور کنبے کی تندرستی پر پوری توجہ دی جا سکتی ہے۔

خوش قسمتی سے اپنے فارموں میں اس طرح الگ الگ بسنے کے راستے میں کسانوں کو اپنی حفاظت کا خیال رکاوٹ نہیں پیدا کر سکتا۔ ہمارے دیہاتی بھائی بڑے بہادر ہوتے ہیں اور انھیں کسی بات کا اندیشہ نہیں رہتا۔ اس کے علاوہ ہماری تحریک دیہات سدھار کا مقصد ہی سماجی جذبہ کو پیدا کرنا ہے اسی لئے ہم نے کنبے کی بنیاد پر زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم کی ہیں۔ اگر گاؤں کا ہر آدمی یہ سمجھے کہ وہ ایک بڑے کنبے کا ممبر ہے۔ دیہاتی پنچایت بنجانے پر گاؤں میں ہر بالغ ممبر ہو گا جیسا کہ چھوٹے چھوٹے دیہات میں ہوتا ہے تو یہ مقصد اور بھی اچھی طرح پورا ہو سکے گا۔ سماجی جذبہ کے ذریعے دیہات میں نہ صرف امن و سکون کا دور دورہ ہو گا بلکہ اس سے قانون کی حفاظت اور بیرونی خطروں مثلاً چوری یا ڈکیتی وغیرہ سے بھی حفاظت ہو سکے گی۔ دیہاتی پنچایت اور زندگی سدھار سوسائٹی دیہات کی دیکھ بھال اور چوکیداری کرنے کے لئے گاؤں کے رضا کاروں کی جماعت بنائے گی۔ در اصل میں نے دیکھا ہے کہ جن اضلاع میں زندگی سدھار سوسائٹیاں اچھی طرح جم گئی ہیں وہاں یہ سب باتیں کی جا رہی ہیں۔ میں نے اس بات کا ذکر یہاں صرف اس لئے کیا کہ کسی کسان کو بھی گاؤں کی آبادی سے دور رہنے میں اپنی ملکیت یا جان کے خطرے سے نہ ڈرنا چاہیئے۔

میں یہ جانتا ہوں کہ پھلوں کے باغ لگانے کی طرف گاؤں والوں کی توجہ زیادہ مبذول ہو گئی ہے۔ ہندو شاستروں میں آم کا ایک درخت لگانے سے بہت زیادہ ثواب ہوتا ہے اسوقت گاؤں کے فائدہ کے لئے کنواں کھدوانا تالاب بنوانا اور پھول کے درخت لگوانا لوگ دھرم کا کام سمجھتے تھے۔ الدار دیہاتیوں کے لئے بڑے پیمانے پر پھل کے درخت لگوانا ممکن ہے۔ میں نے بہت سے ضلعوں میں دیکھا ہے کہ دور اندیش زمینداروں نے زمین پر درخت لگانے کا اختیار دے دیا۔ ایسے حکم سے فوراً فائدہ اٹھایا گیا۔ میں بڑے پیمانہ پر اپنے ہی فارم میں گھروں کی از سر نو تعمیر، کنوئیں کھدوانے، مویشی خانے بنوانے پھلوں کے درخت لگانے، پھول پودے اور ترکاری لگانے کی اپیل کرتا ہوں جس سے کہ ہمارے دیہات کا معیار زندگی بلند ہو سکے اور اس سے اسکا کنبہ اور اس کے بال بچے ترقی کر سکیں۔

صوبہ متحدہ میں غذا زیادہ پیدا کرنے کی تحریک

(از ڈاکٹر ایس۔ بی۔ سنگھ۔ ایم۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ اکیٹب) ڈائرکٹر شوگر کین ریسرچ شاہجہانپور)

غذا کا مسئلہ بہت پرانے زمانے سے نہ صرف انسان کے لئے بلکہ تمام جاندار دنیا کے لئے ہمیشہ سب سے اہم رہا ہے۔ غذا کی ہی تلاش میں بڑی بڑی قومیں ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کرتی رہی ہیں۔ اور اس غذا کی کشمکش کے ہی باعث تمام حیوانات اور نباتات کا نشو و نما ہوا ہے اور ان میں ایسے تغیرات رونما ہوئے کہ جن کا جواب پہچان میں بھی نہیں آتے۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام دنیا کی انسانی آبادی کا بڑا حصہ ہر روز اپنی غذا حاصل کرنے میں سب سے زیادہ مشغول پایا نظر آتا ہے۔ اس ملک میں غذا کی موجودہ قلت پر میں زور دینا نہیں چاہتا رہتا ہوں۔ ہندوستان کے جنوبی اور مشرقی علاقوں اور خاصکر بنگال میں غذا کی کمی بار اسقدر افسوسناک ہے کہ اسکی وسعت کو الفاظ میں بیان کرنا میرے لئے باعث بہت دشوار ہے۔ اسوقت غذا کی پیداوار کو بڑھانے کے لئے جو کچھ بھی کوئی مدد کرتا ہے وہ اپنے ملک کی بہترین خدمت اور اس اصول پر عملدرآمد کر رہا ہے جسکے لئے ہم لڑ رہے ہیں۔ ہم سب کے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہے کہ غذا کی پیداوار کس صورت سے بڑھائی جا سکتی ہے۔ در اصل وہ کیا خامی ہے جو ہماری غذا کی پیداوار کو محدود کئے ہوئے ہے اور اس کو دور کرنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے۔

سب سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ انسان کو کسی غذا کے پیدا کرنے کی ضرورت نہیں ہے نہ صرف انسان بلکہ جنگلی اور پالتو جانور بھی غذا کا ایک دانہ بھی پیدا کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ تمام جانور خواہ وہ گوشت خور ہوں یا گھاس پات کھاتے ہوں براہ راست یا دوسرے ذریعہ سے پودوں کی تیار کی ہوئی غذا کھاتے ہیں۔ اگر سبز پتیاں نہ ہوں یا پتیوں کے اندر سبز رنگ پیدا کرنے والی چیز جسکو کلوروفائل (پتیوں کو سبز کرنے والا مادہ) کہتے ہیں نہ ہو اس دنیا میں زندگی کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔ انسان اگر قدرت نے غذا پیدا کرنے کے لئے سورج کی زبردست قوت کا استعمال کرنا کوئی دوسرا کامیاب طریقہ نہیں معلوم کیا ہے۔

غذا کی پیداوار بڑھانے کے تمام طریقوں کا مقصد اصل میں پودے کی نشو و نما بڑھانا ہے اور نباتاتی غذا کے تیار کرنے میں اسکو مدد پہنچانا ہوتا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ بہترین قسم کے پودے بڑے سے بڑے رقبہ میں بوئے تاکہ غذا پیدا کرنے کے لئے سورج کی زیادہ سے زیادہ طاقت کو حاصل کیا جا سکے۔

پودوں کی بڑھوار کی رفتار اور غذا کی پیداوار پر بہت سے داخلی اور خارجی امور کا اثر پڑتا ہے۔ داخلی امور میں سب سے اہم پودے کی یا اس کی نسل کی قدرتی بناوٹ ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر گنے کی فصل کو لیجئے جو کاربن (کوئلہ کے اجزا) کو جذب کرتا ہے اور اسی قسم کی زمین میں پیدا ہونے والی دھان کی فصل کے مقابلہ میں غذائی چیزیں بہت جلد تیار کرتا ہے۔ تیزی سے بڑھنے والے گنے کی بڑھوار بہ نسبت پتلے قسم کے اور کم رس دینے والے گنے کے بہت تیز ہوتی ہے۔ بہترین قسموں کو چھانٹنے اور تیزی سے پیدا ہونے والی قسموں کو بونے کا کام ہندوستان میں عرصہ سے ہو رہا ہے۔ زراعت کا محکمہ بجا طور پر اس بات پر ناز اں ہے کہ اس نے تقریباً تمام فصلوں کی تیز بڑھنے والی قسمیں معلوم کری ہیں۔ فصلوں کی بہترین قسموں کا انتخاب اور ان کے نشو و نما اور انکے بیج جمع کرنے اور تقسیم پر محکمہ زراعت کافی توجہ دیتا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں بہت کامیابی ہوئی ہے اور گنے، گیہوں اور دھان کی بہتر قسموں کی بوائی بہت تیزی سے بڑھ گئی ہے۔ صرف صوبہ متحدہ میں اس سال محکمہ زراعت نے تقریباً ۱۰ لاکھ من یعنی پہلے سال سے ۲ لاکھ من زیادہ بیج تقسیم کیا ہے۔ پودے کی بڑھوار پر حسب ذیل خارجی حالات کا سب سے زیادہ اثر پڑتا ہے۔

(۱) درجہ حرارت (۲) ہوا اور زمین میں تری (۳) زمین کی جتائی اور (۴) زمین کی زرخیزی لگان میں سے کسی چیز میں بھی کوئی کمی ہوگی یا وہ حالات کے موافق نہ ہوگی تو فصل کی بڑھوار اور پیداوار محدود ہو جائیگی۔

ترقی یافتہ بیجوں کے بونے اور ہودوں، سرکاری ٹیوب ویلوں کے بن جانے سے اور نل لگنے کی وجہ سے معمولی کنووں سے زیادہ سے زیادہ حاصل ہوتا ہے اور اس سے کاشتکاروں کو بہت زیادہ فائدہ پہونچا ہے پرشین وھیلس (ایک قسم کے رہٹ) کے استعمال شروع ہو جانے اور بجلی ٹیوب ویلوں پر بجلی سے چلنے والے انجنوں کے لگ جانے سے آبپاشی کا مسئلہ بہت بڑی حد تک حل ہو گیا ہے

ہندوستانی کاشتکار بہت کافی محنتی ہوتا ہے اور اس کے کھیتوں کی جتائی اکثر بہت اچھی ہوتی ہے۔ بہتر قسم کے سانڈ ولا اور دوسرے مویشیوں سے کام لینے اور بہتر ہلوں کو استعمال کرنے سے جتائی کا معیار بھی بہت ترقی کر گیا ہے۔ کھیتوں کی جلد جتائی کرنے والے مختلف قسم کے اوزار اور ایسے ہل جو قطاروں کے بیچ میں دوسری فصل بونے کے لئے مناسب سمجھے جاتے ہیں اب عام طور پر استعمال ہونے لگے ہیں کھیتوں کی مناسب جتائی نہ ہونے سے ہی ہمیشہ غذا کی پیداوار محدود ہو جاتی ہے۔

ایندھن کافی نہ ملنے کی وجہ سے بہت سا گوبر جلا دیا جاتا ہے مویشیوں کا پیشاب بھی اکثر ضائع ہو جاتا ہے اور اس صوبے کے کاشتکاروں میں ملی جلی کھاد اور ہری کھاد استعمال کرنے کا رواج ابھی تک عام نہیں ہوا ہے۔ اس مسئلہ میں چین بہت آگے

ہو چکا ہے۔ وہاں ہری کھاد اور ملی جلی کھاد تیار کرنے کے لئے چھوٹی پہاڑیوں بلکہ بڑے بڑے پہاڑوں پر بھی پھلدار فصلوں کی کاشت ہوتی ہے۔ وہاں پر انسان کے میلے اور جانوروں کے گوبر کی ہر قسم کی کھاد کو مذہباً محفوظ رکھا جاتا ہے اور کھیتوں میں ڈالا جاتا ہے۔ اس صوبہ میں کاشتکاری کرنے والے سب لوگ یہ جانتے ہیں کہ فصل کی اچھی پیداوار حاصل کرنے کے لئے کھاد دینی ضروری ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ ابھی تک اس بات کو اچھی طرح نہیں سمجھتے کہ دراصل ہمیشہ زمین میں زرخیزی کم ہونے کی وجہ سے فصلوں کی بڑھوار اور پیداوار اچھی نہیں ہوتی۔

یہ بات سب لوگ جانتے ہیں کہ ہندوستانی کاشتکار جتنے رقبہ کی کاشت کرتا ہے اسکے پانچویں حصہ کے لئے بھی اسکو کھاد نہیں ملتی۔ ان حالات میں سب سے زیادہ نتیجہ خیز طریقہ جس سے غذا کی پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے یہی ہے کہ جتنی کھاد اس وقت ملتی ہے اس کو محفوظ رکھنے اور زمین کی زرخیزی کو کسی نہ کسی ضرورت سے قائم رکھنے پر پورا زور دیا جائے۔ کچھ سالوں سے محکمہ زراعت کے پرچار اور تحقیق کے شعبوں نے زیادہ کھاد کی بہم رسانی کے مسئلہ کی طرف بہت کافی توجہ کر دی ہے تاہم ابھی اس سلسلہ میں بہت کچھ کرنا باقی ہے تاکہ کھاد کے جتنے ذرائع اسوقت ضایع جاتے ہیں ان سب سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ جتنی کھاد اسوقت ملتی ہے جتنی استعمال کیجاتی ہے اور جتنی بیکار جاتی ہے ان سب کا اگر سرسری طور پر بھی حساب لگایا جائے تو یہ معلوم ہوگا کہ صرف اس صوبہ میں ۱۰ لاکھ ٹن ملی جلی نائیٹروجن کا تین چوتھائی حصہ جو ۵۰ لاکھ ٹن غلہ پیدا کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ ضائع ہو جاتا ہے۔

کھاد کو محفوظ رکھنے اور کھلیوں کو بطور کھاد استعمال کرنے کے لئے نئے طریقوں کو رائج کرنے کی غرض سے مالی امداد دینے کے لئے سرکار نے بہت کافی رقم پہلے ہی سے علیحدہ منظور کر دی ہے۔ کھاد کو محفوظ رکھنے کے لئے نئے سے نئے طریقے دیہات میں بہت تیزی سے رائج کئے جا رہے ہیں۔ مختلف کھادوں کی صحیح قدر و قیمت سمجھانے کے لئے جس کو اس صوبہ کے کاشتکار ابھی تک اچھی طرح نہیں جانتے کھیتوں پر ان کا استعمال کر کے دکھایا جا رہا ہے۔ جس طرح ہر شخص یہ جانتا ہے کہ سورج کی روشنی چاند کی روشنی سے زیادہ تیز ہوتی ہے مگر بہت کم لوگ ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ اس روشنی میں ٹھیک ٹھیک کتنا فرق ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح کاشتکار بھی یہ جانتا ہے کہ کھاد نہ ڈالنے سے کھاد ڈالنا بہت اچھا ہوتا ہے مگر وہ پوری طرح یہ نہیں سمجھتا کہ کھاد سے اس کو ٹھیک ٹھیک کتنی قیمت حاصل ہوتی ہے اور بغیر کھاد پڑی زمین میں بیج بونے سے اسکو کتنا مالی نقصان ہوتا ہے۔ اگر ہم ان سب لوگوں کو جو زمین سے غذا حاصل کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں یہ یقین دلا دیں کہ ہر سوکھی پتی ایک ہری بھری پتی پیدا کر سکتی ہے اور ایک گاڑی کا دانہ دس روپیہ کی قیمت کی کھانے کی چیز پیدا کرنے کی قوت رکھتی ہے تو انکے خیالات ضرور بدل جائیں گے۔ اگر ان باتوں کی اہمیت کو صحیح طور پر سمجھ لیا جائے تو ہم دیہات اور شہروں میں سوکھی پتیوں کے ڈھیر کے ڈھیر جلتے ہوئے نہ پائینگے یہ قیمتی کھاد صرف اس لئے جلا دی جاتی ہے کہ کھیت اور سڑکیں ان گندی چیزوں سے صاف رہیں۔ ان لوگوں کا جو اس کی اہمیت کو سمجھتے ہیں "زندگی کے لئے کھاد" کی تحریک کو جاری رکھنا ایک متبرک فرض ہے۔

غذا زیادہ پیدا کرنے کے سلسلہ میں جو مزید مفید کوششیں کی جا سکتی ہیں وہ یہ ہیں کہ پرانی بنجر اور قابل کاشت پرتی زمینوں کو توڑا جائے اور اس طرح سال میں دو مرتبہ پیدا ہونے والی فصلوں کے لئے رقبہ بڑھایا جائے۔ اس طریقہ میں قریب قریب ۹ یا ۱۰ لاکھ ایکڑ زمین پرتی پڑی ہے جسمیں کبھی نہ کسی وجہ سے کاشت نہیں کیجاتی۔ کچھ جگہوں پر جنگلی جانور اتنی کثرت سے ہیں کہ کسان اپنے تھوڑے سے سرمایہ کی مدد سے انکا خاتمہ نہیں کر سکتے اور بعض جگہیں ایسی ہیں جہاں کاشتکار اور کھیتوں پر کام کرنے والے مزدور اس وقت تک نہیں آباد ہو سکتے جب تک ان کی آب و ہوا کو بہتر نہ بنایا جائے۔

بہرحال یہ سب کوششیں کی جا رہی ہیں اور زیر کاشت رقبہ میں کافی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے "زیادہ غذا پیدا کرو" کی تحریک اور موجودہ بڑھتی ہوئی قیمتوں کی وجہ سے خریف کی فصل کے رقبہ میں ۱۰۰۷۲۹۲ ایکڑ یا ۹،۷ فیصدی کا اضافہ ہو گیا ہے سینچے ہوئے رقبہ میں بھی ۵ و ۶ فیصدی کا اضافہ ہو گیا ہے بڑے سرمایہ دار نئی زمینوں کو توڑ کر فصلیں بو سکتے ہیں۔ اس میں نقصان کا بالکل اندیشہ نہیں ہے۔ بہت سی ایسی زمینوں سے جو دو فصلیں پیدا کرنے کے قابل ہیں صرف ایک فصل لی جاتی ہے غذا زیادہ پیدا کرنے کی تحریک سے اس بات سے بہت زیادہ مدد ملے گی کہ ان تمام زمینوں سے جو دو فصلیں پیدا کرنے کی قوت رکھتی ہیں بہتر طریقہ سے جتائی کر کے اور کھاد ڈال کر دو فصلیں حاصل کی جائیں۔

خاص کر بندیل کھنڈ اور دھاں کے مشرقی رقبوں میں بند بنائے جا رہے ہیں اور سیکڑوں ہزاروں بیگھ ایسی نئی زمین کاشت میں لائی جا رہی ہے جس میں بغیر ان بندھوں کے کوئی فصل پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔

[illegible] غذائی پیداوار بڑھانے کا ایک اہم طریقہ یہ بھی ہے کہ جتنے رقبے کا انتظام ہر شخص آسانی سے کر سکے [illegible] ترکاریاں اور جلد بڑھنے والے پھلدار درخت بوئے جائیں۔ عام طور پر اناج کی ہر فصل کے مقابلہ میں ٹماٹر، بینگن، پھول گوبھی، شلغم، پپیتا، کیلے اور پونڈے گنے کی پیداوار فی ایکڑ بہت زیادہ ہوتی ہے۔ [illegible] اناج کی فصلوں اور [illegible] کی پیداوار [illegible] من فی ایکڑ سے زیادہ نہیں ٹھہرتی۔ مگر ترکاریوں کی پیداوار [illegible] ہوتی ہے۔ جتنا زیادہ لوگ ترکاریوں اور جلد بڑھنے والے پھلوں کا استعمال کرینگے اتنی ہی غلہ کی مانگ کم ہوگی۔

صوبہ [illegible] محکمہ زراعت نے ۱۴۷۰۰ ایکڑ رقبہ میں نوجوانوں کے [illegible] کا انتظام کرایا ہے تاکہ شہر کی آبادی کو [illegible] کی طرح ترکاریاں اور پھل [illegible] ہو۔

[illegible] ہندوستان کی زراعت کی عام حالت [illegible] زراعتی تحقیقات کا مطالعہ کرنے کے لئے ہندوستان آئے تھے۔ [illegible] الہ آباد [illegible] بنارس [illegible] ضلعوں [illegible] دیہات کا دورہ [illegible] موقع [illegible] زراعتی ترقی کی [illegible] دونوں یونیورسٹیوں [illegible] ریسرچ [illegible] معائنہ کرنے [illegible] وہ تمام [illegible] الہ آباد [illegible] سر جان رسل کا شمار [illegible] کیا جاتا ہے انھوں نے [illegible] خامیوں کو [illegible] ہندوستان کی پیداوار کو عام طور سے بڑھنے نہیں دیتی ہیں [illegible] انھوں نے بتایا کہ اس ملک کے کاشتکار ملی جلی کھیتی نہیں کرتے [illegible] زراعت کے ساتھ ساتھ وہ جانوروں کی نسل کشی نہیں کرتے [illegible] انھوں نے تمام کاشتکاروں کو اچھے دودھاری مویشی رکھنے اور [illegible] چارہ کی فصلوں کا رقبہ بڑھانے کا مشورہ دیا کیونکہ اس صورت [illegible] دودھ اور گھی کی پیداوار بہت زیادہ بڑھ جائے گی جو کہ [illegible] ان لوگوں کے لئے جو کھیتوں میں بہت محنت کرتے ہیں [illegible] ہے۔ دودھاری مویشیوں کو پالنے سے کھاد بھی زیادہ حاصل ہوتی ہے

جو فصلوں میں ڈالی جاتی ہے اور اس سے اسکی پیداوار بڑھتی ہے۔ امپیریل کونسل آف ریسرچ نے ملی جلی کھیتی کی متعدد اسکیموں کو منظور کر لیا ہے اور سر جان رسل کے مشورہ سے اچھے نتیجے برآمد ہوتے ہیں۔ غلہ کی پیداوار اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ کھیت کے ایک خاص حصہ میں علاوہ چارہ کی فصلیں بونے کے بعد بھی اناج کی کل پیداوار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ مثال کے طور پر اگر ایک کاشتکار پہلے ۱۰ ایکڑ زمین میں گیہوں بوتا تھا تو ملی جلی کھیتی کرنے کی اسکیم کے ماتحت اس کو یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ برسیم یا جوار کی قسم کی چارہ کی فصلیں بونے کے لئے ۲ ایکڑ رقبہ علیحدہ کر دے اور باقی ۸ ایکڑ میں خوب کھاد ڈال کر گیہوں بوئے۔ اس طرح کھیتی کرنے سے اسے اس ۸ ایکڑ اراضی سے پہلے کے مقابلہ میں زیادہ مقدار میں گیہوں ملے گا۔ دودھ اور گھی بھی زیادہ مقدار میں ملیگا یہ کسان کی آمدنی بڑھانے کا ایک اچھا ذریعہ ہو جائے گا۔

دوسری چیز جس پر سر جان رسل نے بہت زور دیا تھا وہ یہ تھی کہ [illegible] نوجوانوں کو کھیتی باڑی کرنے کی طرف راغب کیا جائے۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ انگلستان میں زراعت میں بہت کچھ ترقی آکسفورڈ اور کیمبرج کے ان گریجویٹوں کی کوششوں کا نتیجہ ہے جنھوں نے کھیتی باڑی کا پیشہ اختیار کر لیا ہے۔ ان کی قطعی رائے تھی کہ جب تک صوبہ کے مختلف حصوں میں ترقی پسند نوجوان کھیتی باڑی کو اپنا پیشہ نہ بنالیں گے زراعت کا معیار بہت [illegible] بلند ہو سکے گا۔ جاہل کاشتکار ترقی پسند نہیں اور اپنی پیداوار کو بڑھانے اور اپنی اسکیموں پر استقلال سے کام کرنے کے بجائے وہ قسمت پر زیادہ بھروسہ رکھتا ہے اور ہندوستان کی زراعت کی یہی سب سے زبردست خرابی ہے۔ کافی تعداد میں پڑھے لکھے اور جوشیلے نوجوانوں کو جو ترقی پسند ہوں اور ترقی کی اسکیموں پر یقین رکھتے ہوں دیہات میں بس جانا چاہئے۔ وہ اپنی اسکیموں پر مستقل مزاجی سے کام کرینگے اور اس صورت سے دوسرے زمینداروں اور کاشتکاروں کے لئے بہترین مثال پیش کرینگے۔ اس ملک کے سمجھدار جاگیرداروں کا بھی یہ فرض ہے کہ وہ زراعت میں عملی طور پر دوسروں کی رہنمائی کریں۔

چین کی زرخیز زمین

جی۔ ایس۔ ہیڈرک، امپیریل مائیکرالاجسٹ امپیریل ایگریکلچرل ریسرچ انسٹیٹیوٹ نئی دہلی

ایک ایسے ملک کا نقشہ اپنے دماغ میں بنائیے جسکے اندر کا حصہ کی زمین ہموار ہے جسکے کناروں پر چھوٹی ڈھلوان اور سرخ پہاڑیاں اونچی ہوتی چلی گئی ہیں جو آخر میں پہاڑ بنکر چاروں طرف پھیل گئی ہیں۔ انمیں سے اکثر پہاڑ سال کے زیادہ حصہ میں برف سے ڈھکے رہتے ہیں اس ملک میں ایک ایسے دریا کا بھی تصور کیجئے جو ان پہاڑوں میں بڑے اور گہرے غار بناتا ہوا اس خطہ میں بہتا چلا جاتا ہے جس میں جہاز رانی [illegible] ہے جو اپنے ساتھ کافی کیچڑ بھی بہالے جاتا ہے اور جسمیں وہ چھوٹے [illegible] اور تیز رو چشمے بھی اکثر آکر ملتے ہیں جو شمالی علاقے کی پیلی زمین کے میدان کو سینچتے ہیں اور جنوبی پہاڑیوں میں تیزی سے بہہ جاتے ہیں غرض یہ خطہ نہایت زرخیز ہے جسکے شمالی میدان کی

ملی ہیں اور جنوبی پہاڑی علاقے کی سرخ ہے۔ یہ تمام نشیبی علاقہ پیداوار کے لحاظ سے بہت عمدہ ہے اور تنگ سے تنگ بندھوں کے ذریعہ سیکڑوں ہزاروں کھیتوں میں تقسیم ہے۔ قریب قریب دنیا کے تمام زراعتی ملکوں میں یہ خطہ سب سے زیادہ گنجان آباد ہے۔ یہ وہ خطہ ہے جس میں دنیا کے سب سے ہوشیار کاشتکار نہایت محنت اور ہوشیاری سے کھیتی کرتے ہیں اور اپنے زمین کی اتنی زیادہ قدر کرتے ہیں کہ کبھی اس کو بیکار نہیں چھوڑتے بلکہ چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑوں کو بھی کام میں لاتے ہیں تاکہ اس میں سرسبز مخملی چادریں بچھی رہیں اور ہرے بھرے کھیت ہمیشہ لہلہاتے رہیں۔ یہ وہ قدیم خطہ ہے جس میں زمین بالکل بیکار نہیں پڑی اور جیسا آج بھی اسی طریقے سے کھیتی ہوتی ہے جس طریقے [illegible]۔

اس میں بسنے والی موجودہ نسل کے باپ دادا چار ہزار برس پہلے کیا کرتے تھے اگر آپ اس خوشگوار اور خوش قسمت خطہ کا تصور کر سکتے ہیں جو ایک براعظم کے بیچ میں واقع ہے اور ایک [illegible] آزاد اور [illegible] قوم کے قبضہ میں ہے تو آپ چین کے وسطی حصہ یعنی "زکوان" کے خطہ کو دیکھ رہے ہیں۔

حال ہی میں جب مجھے چینی حکومت کے مہمان کی حیثیت "زکوان" جانے کا موقع ملا تو مجھے اس صوبہ کا رقبہ اور آبادی بڑی سے بہت کچھ ملتی جلتی معلوم ہوئی۔ [illegible] کے قابل ایک بڑا دریا اس کو حبشی کی طرح سمندر سے ملاتا ہے۔ مگر اس کے باشندے آزاد، خوش مزاج، ہنس مکھ اور تندرست ہیں۔ [illegible] اس سے پہلے اتنے مضبوط اور طاقتور کسان کبھی نہیں دیکھے جتنے میں نے یہاں دیکھے۔

چین میں سب سے زیادہ زرخیز "زکوان" کا صوبہ ہے۔ یہ معلوم کر کے آپ کو دلچسپی ہوگی اس علاقہ کی خاص فصلیں وہی ہیں جو ہندوستان میں پیدا ہوتی ہیں مثلاً چاول، گیہوں، پھلیاں، [illegible]، جوار، تمباکو، گنا، ریشم، کیڑوں کا موم۔ اس صوبہ [illegible] نمک، سونا، [illegible] اور گندھک بکثرت پائے جاتے ہیں۔ گو اس علاقہ میں [illegible] نہیں ہیں مگر ہزار میل کی سڑکیں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ ایسے سیکڑوں دریا موجود ہیں جن میں اسٹیمر آسانی سے چل سکتے ہیں۔

چین کے ان حصوں کے برخلاف جو زیادہ کھلے ہوئے ہیں "زکوان" کے صوبہ کی آب و ہوا معتدل ہے۔ یہاں جاڑے کے موسم میں کافی سردی پڑتی ہے اور دسمبر میں درجہ حرارت ۴۵ ڈگری تک گر جاتا ہے۔ گرمیوں میں خاص گرمی پڑتی ہے اور جولائی میں درجہ حرارت اوسطاً ۸۰ سے ۸۲ ڈگری تک رہتا ہے۔ جون اور اگست میں سب سے زیادہ بارش ہوتی ہے۔ جاڑوں میں موسم عموماً خشک رہتا ہے مگر ہواؤں میں تری کافی رہتی ہے۔ جس کے باعث زمین کی تری بہت دنوں تک قائم رہتی ہے، اور تالابوں اور بندھ سے گھرے ہوئے کھیتوں میں پانی ایک موسم سے دوسرے موسم تک جمع رکھا جا سکتا ہے۔

"زکوان" کی فصلوں کو نو خاص قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یعنی کھانے کی اجناس، دالیں، مارش اور شکر کی فصلیں، ترکاریاں، [illegible] اور دوائیں، تیل، کپاس، ایسے درخت جن سے صابن اور [illegible] کے بیج حاصل ہوتے ہیں۔ بہرحال سب سے اہم فصلیں کھانے کی اجناس کی ہوتی ہیں جو کل رقبہ کے ۷۰ فیصدی حصہ میں پیدا ہوتی ہیں۔ دوسرا درجہ [illegible] کا ہے جو ۱۰ فیصدی رقبہ میں بوئی جاتی ہیں۔ [illegible] فصلوں کا تیسرا نمبر ہے [illegible] اور کھانے [illegible] میں جیسے میٹھا آلو، آلو [illegible] پیدا ہوتی ہیں۔ [illegible] رقبہ میں ہوتی ہے۔ سب سے اہم اجناس چاول [illegible] سب سے اہم پھلیاں [illegible] اور [illegible] ہیں گنے [illegible] سب سے زیادہ شکر [illegible] حاصل ہوتی ہیں۔ تلوں میں سرسوں کی سب سے زیادہ کاشت ہوتی ہے۔

چاولوں کی کاشت

"زکوان" کی کھیتی [illegible] چاول کی کاشت پر ہے۔ ہر حال [illegible] چاول کی فصل پیدا ہوتی ہے [illegible] کا بیج تیار [illegible] دیا جاتا ہے [illegible] لگائی جاتی ہے اور [illegible] اگست سے درمیان ستمبر تک کاٹ لیا جاتا ہے۔ [illegible] ایک فصل کاٹنے [illegible] اتنا کافی وقت ملتا ہے [illegible] بوئی جا سکتی ہے۔ مگر اس کے لئے ہمیشہ کافی پانی [illegible] فصلیں پیدا [illegible] فصلوں میں سے [illegible] چاول کی فصل اور گیہوں کی [illegible] اتنا وقت نہیں [illegible] گیہوں کے لئے زمین تیار [illegible]۔ حکومت اس بات پر زور [illegible] ہے کہ چاول کے ۳۰ فیصدی رقبہ میں جاڑے کی کسی اناج کی فصل ضرور بوئی جائے مگر بہت تھوڑے وقفہ کے لئے زمین خالی رہتی ہے۔ نومبر سے مارچ تک کے پانچ مہینوں میں محض ۵ انچ بارش ہوتی ہے جو جون، جولائی، اگست اور ستمبر کے کسی مہینہ کی بارش سے بہت کم ہے اور فصل پیدا کرنے کے لئے بالکل ناکافی ہے اس لئے یہ صاف ظاہر ہے کہ ہندوستان کی طرح جاڑوں کی فصلیں سینچائی کے پانی یا مٹی کے اندر کی نمی کے بل بوتے پر پیدا کی جاتی ہیں۔ خوش قسمتی سے اس خطہ کی ہوا تر رہنے کی وجہ سے زمین خشک نہیں ہوتی اور اسکے

ہل
اندرونی برقرار رہتی ہے۔

'زکوان' کے اتری حصہ میں جو جنگلوں، میدانی علاقے، من اور 'و'
..یاؤں سے سینچائی کیجاتی ہے جو یا مکیسی دریا میں ذکر کیا جاتے ہیں سینچائی
کا یہ طریقہ دا صدیوں سے رائج ہے۔ یہاں زمین پہاڑی ہونے والی فصلوں
کی سینچائی مختلف پہاڑی چشموں سے کیجاتی ہے۔ سینچائی کرنے اور پانی کو
محفوظ رکھنے کے بہت سے طریقے رائج ہیں۔ نیز بہنے والے چشموں میں
بڑے بڑے پہیے لگا دئے جاتے ہیں جو پانی کے زور سے گھومتے رہتے
ہیں۔ ان پہیوں پر بالٹیاں ترچھی لگا دی جاتی ہیں جو پانی کو اوپر لیجاکر
نالیوں میں گرا دیتی ہیں جنکے ذریعے پانی سینچائی کی نالیوں میں پہنچتا
ہے ایک کھیت سے دوسرے کھیت میں پانی پہنچانے اور نیچی زمینوں سے
اونچی زمینوں میں پانی لے جانے کے لئے اس قسم کے چھوٹے پہیے استعمال
کئے جاتے ہیں مگر اس صورت میں کاشتکار خود اپنے پیر سے اس پہیے کو
چلاتا ہے۔ اگر کوئی شخص پتھر سے چوکوں کی بنی ہوئی ان پگڈنڈیوں پر
جو چین کے سرسبز دیہاتی علاقوں میں ہزاروں میل تک پھیلی ہوئی
ہیں جائے تو ہر جگہ عام طور پر ان پہیوں کو چلاتے ہوئے کسان اور
بیلوں کے لامتناہی سلسلے نظر آئیں گے کبھی کبھی چشموں سے کھڑکھڑے
پہیوں کے ذریعے جو ان کا کام کرتے ہیں پانی سینچائی کے لئے لیجایا
جاتا ہے۔

محنتی مزدور

'زکوان' کے کاشتکار کا یہ خیال ہے کہ اسکے چھوٹے کھیت اس
قابل نہیں ہیں کہ ان پر بڑے مویشی پالے جائیں دودھ دینے والے
مویشی نہیں پالتا اور اسی وجہ سے اس کے کھانے میں دودھ نہیں
شامل ہوتا۔ البتہ وہ کبھی کبھی بکری ضرور پال لیتا ہے۔ وہ ہمیشہ
مرغیاں اور سور پالتا ہے۔ جنکو وہ میلا کھلا سکتا ہے۔ مرغیوں کے
انڈے اور سور کا گوشت اس کی خوراک کے اہم جزو ہیں۔ اس کا
یہ خیال ہے کہ وہ مویشیوں کے کھانے کے چارہ کا انتظام نہیں
کرسکتا۔ اور وہ اپنے ہاتھوں سے وہ کام کرنے کے لئے تیار ہے
جو دوسرے لوگ بیلوں سے لیتے ہیں۔ بہرحال اپنے چاول کے
کھیتوں کو تیار کرنے میں وہ بھینسوں کو ضرور استعمال کرتا ہے۔
ان کی مدد سے پانی کے اندر جوتائی اور بوائی کرتا ہے۔ جو ہل
وہ استعمال کرتا ہے وہ بہت سادہ ہوتا ہے۔ اور اس کی شکل
شکل اس کدال یا کاسی جیسی ہوتی ہے جو ہندوستان میں ہاتھ سے
جوتائی کرکے کام میں آتی ہے مگر اس میں ایک چڑا ہوا بڑا تختہ اور معمولی
سا دستہ لگا ہوتا ہے۔ بغیر دبائے ہوئے یہ ہل اپنی جگہ پر قائم نہیں
رہ سکتا۔ کیونکہ اس میں نہ تو پروٹھا لگا ہوتا ہے اور نہ پھال بلکہ
پھاوڑہ جیسی چیز لگی ہوتی ہے اور زمین کو پلٹنے کے لئے ہل چلانے
والے کو بار بار اسے ہلکا جھٹکا دینا پڑتا ہے۔ اسکے علاوہ وہ زیادہ تر جتائی
کدال کھرپی اور پھاوڑے کی مدد سے اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ معقول
طریقے سے وہ پھاوڑہ ایسے ہی آسانی سے استعمال کرسکتا ہے۔ جیسے وہ
جتا پہن سکتا ہے۔ چونکہ اس کو ہاتھوں سے بہت سخت محنت کرنی پڑتی
ہے اس لئے چینی کسان غیر ضروری جتائی کرنے سے بچتا ہے زیادہ تر
فصلوں کے لئے زمین ایک مرتبہ کھود یا جوت کر اور پھر ایک مرتبہ کھرپی
یا دانتے دار سراون سے گوڑ کر تیار کیجاتی ہے۔ مگر جب فصل کھڑی ہوتی ہے
تو زمین کی جتائی اور نکائی کرتا رہتا ہے۔ دنیا بھر میں 'زکوان' کے
خطے میں سب سے زیادہ گوڑائی اور نکائی ہوتی ہے۔

ہندوستانی کاشتکار کے برخلاف چین کا کاشتکار اپنی فصلیں
چھینٹ کر بونے کا قائل نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فصلوں کو ملا ملا
کر بونا چاہتا ہے جو وہ صرف اسی صورت میں کرسکتا ہے جبکہ وہ بیجوں کو
قطاروں میں بوئے۔ البتہ وہ کبھی کبھی پھلی دار فصل کے بیج گیہوں اور
جو کی فصلوں کے ساتھ چھینٹ دیتا ہے تاکہ وہ چاول کی اگلی فصل کیلئے
ہری ہری کھاد کا کام دے۔ فصلوں کے ساتھ دوسرے اناج چھینٹ کر
بونیکا جو عام رواج شمالی ہندوستان میں رائج ہے اس کو 'زکوان' کے
لوگ بالکل نہیں جانتے۔

زیادہ دیکھ بھال کرنیکے حیرت انگیز نتائج

دنیا میں چاول کی پنیری لگانے کا طریقہ عام طور پر رائج ہے اور یہ
طریقہ اب دوسری فصلوں یعنی میٹھے آلو۔ مکا اور گھاس میں بھی برتا جاتا
ہے۔ ابتدا میں پنیری کے لئے بہت چھوٹی کیاریوں کی ضرورت ہوتی ہے
اور پنیری اس وقت دوسری جگہ لگانے کے قابل ہو جاتی ہے جب گیہوں
یا جو کی فصل کاٹی جا چکی ہوتی ہے اور زمین تیار کی جا چکی ہوتی ہے۔ اس
صورت سے کسان اس زمین سے جو اس موسم میں بیکار پڑی رہتی
ہے ایک دوسری فصل حاصل کر لیتا ہے۔

یہاں کی کھیت توجہ اور دیکھ بھال کے حیرت انگیز نمونے
ہیں یہاں گیہوں جو اور پھلیوں کی فصلوں کو قطاروں میں ہاتھ
سے بویا جاتا ہے ان قطاروں کو گھاس پتوار وغیرہ سے صاف رکھا
جاتا ہے۔ ہر ایک پودے میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد کسان اپنے
ہاتھ سے کھاد، کھلیاں، گوبر کی کھاد، ملی جلی کھاد اور سڑا ہوا پیشاب
دیتا رہتا ہے۔ ہر وہ چیز جو سڑ جاتی ہے زمین میں کھاد کی شکل میں پہنچ
جاتی ہے۔ عام طور سے یہ کھادیں گڑھوں میں سڑا کر اور کمپوسٹ بنا کر
تیار کیجاتی ہیں۔ تمام کوڑا کرکٹ، گوبر کی کھاد اور ہر قسم کی بیکار چیزیں
جو سوروں کے کھانے سے بچ جاتی ہیں زمین میں پہنچ جاتی ہیں سود کی
جو بیڑ سے باندھ دئے جاتے ہیں کافی کھاد بناتے رہتے ہیں۔

اعلیٰ کاشتکار

فصلوں پر اس قدر ہوشیاری سے توجہ دینے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ چاول کی پیداوار ہندوستان سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ ہندوستان میں فی ایکڑ ۸۲۰ پونڈ چاول کی پیداوار کے مقابلہ میں وہاں فی ایکڑ ۲۳۰۰ پونڈ چاول پیدا ہوتا ہے۔ ہندوستان میں گیہوں فی ایکڑ ۶۴۰ پونڈ پیدا ہوتا ہے اور وہاں ۹۴۶ پونڈ۔ ہندوستان میں تو ۷۲۰ پونڈ فی ایکڑ ہوتا ہے تو وہاں ۹۲۰ پونڈ اور ہندوستان میں جوار ۴۳۰ پونڈ ہوتی ہے تو وہاں ۸۰۰ پونڈ۔ اب آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں چینی کاشتکاروں کو اعلیٰ کیوں کہتا ہوں۔ واقعہ یہ کہ کسان اپنی فصلوں کے ایک ایک پودے کی جو دیکھ بھال کرتا ہے وہ واقعی غیر معمولی ہے۔ غیر ملکوں کے باشندے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اس وجہ سے ممکن ہے کہ چین کے کھیت بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ زکوان کے چاول والے علاقے میں جو بہت ہی گھنا آباد ہے کھیت اوسطاً ۳/۴ ایکڑ کا ہوتا ہے اور بنگال بہار اور آسام کے اوسط کھیتوں سے بڑا ہوتا ہے۔ بلکہ صوبہ متحدہ کے عام کھیتوں سے بھی زیادہ بڑا ہوتا ہے۔ اپنی فصلوں پر چینی کاشتکار کے اس طرح توجہ دینے کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ بہت زیادہ محنت سے کام کرتا ہے۔ محنت سے تھکتا نہیں اور اپنے کام میں بہت دلچسپی لیتا ہے۔

ہر ہر پودے کی نگاہ داشت۔ پانی کو احتیاط سے جمع رکھنا اور سب سے بڑھ کر کھاد کے استعمال میں مذہبی اعتقاد رکھنا ہی چینی زراعت کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ انھیں باتوں نے چینی کاشتکار کو ایک عمدہ اور اعلیٰ کاشتکار بنا دیا ہے۔ اسکا کھیتی کرنے کا طریقہ بہت مضبوط بنیادوں پر قائم ہے۔ جہاں تک کہ کھیتی کرنے کے طریقے کا تعلق ہے ہم اس کو زیادہ نہیں سکھا سکتے البتہ اوزار اور فنی مشورہ ہم اس کو ضرور دے سکتے ہیں۔ اور اسکی کھیتی کا طریقہ اس وقت سے رائج ہے جب سے چین کی تہذیب شروع ہوئی تھی مگر اب نئی فصلیں، انکی نئی قسمیں، نئی نئی کھادیں اور کھیتی کرنے کے نئے ڈھنگ معلوم ہوگئے ہیں اور ان نئی چیزوں کو رائج کرنے کے لئے کسانوں کی تنظیم ضرورت ہے۔

چینی کاشتکار اس جنگ کے زمانہ میں کھانے کی چیزیں پیدا کرنے کیلئے دوگنی کوشش کر رہا ہے۔ غیر ضروری فصلیں نہیں بوئی جاتیں۔ افیم اب شاذونادر ہی بوئی جاتی ہے کیونکہ جنرل چیانگ کائی شیک کی تحریک نئی زندگی کے باعث چین میں افیون نوشی کا رواج بہت کم ہوگیا ہے۔ سردار چاول کی کاشت کو روکا جا رہا ہے۔ زکوان کے باشندوں کی پسندیدہ نہایت خوش ذائقہ ہے اور اس سے ایک قسم کی چینی شراب تیار ہوتی تھی۔ پہلا چاول کے رقبہ کے ۲۰/۱ حصہ میں یہی چاول بویا جاتا تھا۔ لیکن اب ۱/۱۰۰ حصہ سے زیادہ میں اسکی کاشت نہیں ہوتی۔ اب ایک ایکڑ زمین سے سال میں دو فصلیں لی جاتی ہیں۔ لڑائی سے پہلے جتنے رقبہ میں چاول بویا جاتا تھا اسکے محض ۲۰ فیصدی حصہ میں جاڑوں کی کوئی فصلیں بوئی جاتی تھی لیکن اب ۴۰ فیصدی میں بوئی جاتی ہے۔ گو کاشت میں لانے کے لئے اب زیادہ نئی زمینیں موجود نہیں ہیں تاہم کہیں نہ کہیں ملجاتی ہیں یہاں تک کہ پرانے قبرستانوں میں بھی کاشت کی جانے لگی ہے۔ محکمہ زراعت اچھے قسم کے بیجوں کے تقسیم کرنے سینچائی کے ذریعوں کو ترقی دینے کیڑوں اور بیماریوں سے فصلوں کو بچانے کے انتظام اور نئی نئی کھادوں کے استعمال کو بڑھانے پر اپنی پوری توجہ دے رہا ہے۔ اگر ان اصولوں کے بموجب بڑے پیمانہ پر ترقی کرنے کا انتظام کیا جائے تو زکوان کی پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے۔ کیونکہ زکوان کا کاشتکار اعلیٰ قسم کا تجربہ کار اور ہوشیار کسان ہے جبکہ ہم جدید معلومات کے باوجود کاشتکاری کے طریقوں کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں سکھا سکتے۔ سائنس کسانوں کو کیا تمام دنیا کے کسانوں کو سائنس زمین کی جتائی کے طریقوں کو بہتر بنانے کے متعلق کچھ نہیں بتا سکتا البتہ وہ انکے لئے اچھے قسم کے نئے نئے بیج ہر قسم کی بنی ہوئی اور قدرتی کھادیں سینچائی اور پودوں اور جانوروں کو نقصان پہنچانے والے کیڑوں اور بیماریوں کی روک تھام کرنے کا انتظام کر سکتا ہے۔ ان چیزوں کے بارے میں کتنی ہی تحقیق کیوں نہ کیجائے مگر جب تک انکو استعمال کرنے کے لئے کوئی انتظام نہ ہو ان کو مہیا نہیں کیا جا سکتا صرف باقاعدہ تنظیم سے ہی چین اور دنیا کے تمام دوسرے ملک اپنی قوموں کو پیٹ بھر کر کھانا کھلانے کے مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں۔

شلجم کی کھیتی

(از جناب سید ابن علی صاحب بی۔ ایس۔ سی (اگریکلچر) پبلسٹی افسر محکمہ زراعت یو پی)

میری داستان بھی اور داستانوں ہی جیسی ہے۔ اچھا تو سنو بچو! میں ہوں تو شلجم۔ مگر لکھنؤ والے لفاظی میں شلغم ہی پکارا کرتے ہیں۔ بھلا سوچئے تو کہ نئے نئے ناموں سے پکارنا اور نام ہی کا بدل دینا یہ بھی کوئی بات ہے۔ کچھ لوگ تو میری قدر گھاس پھوس سے زیادہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ میری خاصیتیں ایسی ہیں کہ میں گھاس پھوس نہیں بلکہ نباتات کی دنیا میں آدمیوں کی خوراک کا ایک خاص حصہ ہوں۔ اگر میری خاصیتیں آپ لوگوں کو معلوم ہو جائیں تو بس واہ ہی واہ کرتے رہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میری ترکاری بنائیں۔ چاہیں گوشت کے ساتھ پکائیں اور چاہیں تو بس میرا اچار بنا کر بقول شخصے اچار ہی نکال لیں۔ یہ تو رہے زبان کے مزے۔ ہر ہر طرح سے لوگ کبھی لوگوں نے میرا حلوہ بھی بنا دیا۔ اب رہیں میری خاصیتیں اگر کسی طبیب سے پوچھئے تو زکام ریوں میں شاید زیادہ خون والوں کے لئے مجھ ہی کو چنا جاتا ہو۔ میرے کھانے سے ایسا خون صاف ہوتا ہے کہ لوگ

نئی دواؤں کو بھول جائیں۔

یہ تو رہا میرا استعمال۔ اب دیکھئے کہ لوگ مجھے کیسے اگاتے ہیں ترکاریوں میں میری موجودگی ایسی ضروری سمجھی جاتی ہے کہ ترکاری اگانے والے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اگر میری صورت ترکاری کے کیاری میں ملاحظہ فرمائیے تو آپ خوش ہو جائیں گے۔ میرے پتے ہی خوبصورت نہیں ہوتے جڑیں بھی۔ کسی جڑ میں اگر سفید رنگ ہوتا ہے تو دوسرے میں ہلکا گلابی کسی میں سرخ اور کبھی کبھی کاسنی رنگ بھی لے آتا ہوں۔

میری بہت سی قسمیں ہیں۔ مگر سرخ اور سفید خاص طور پر بوئی جاتی ہیں۔ میری سفید قسم دیر میں طیار ہوتی ہے۔ مگر سرخ ذرا پہلے میں خوب زرخیز اور کھلی ہوئی زمین میں اگتا ہوں۔ چنانچہ میرے کھیت کو خوب اچھی طرح جوتنا چاہئے اور بالکل سرمہ جیسا باریک کر دینا چاہئے اگر ڈھیلے رہ جاتے ہیں تو ذرا میرے جیسے نازک کے لئے اگنا مشکل ہوتا ہے۔ میرا دیسی بیج جولائی سے ستمبر تک نرسری یا ڈھیرے میں بویا جاتا ہے مگر جب میرا ولایتی بیج بونا ہو تو میری نرسری اکتوبر میں لگانا چاہئے۔ اور اگر آپ مجھے پہاڑوں میں دیکھنا چاہتے ہوں۔ تو فروری سے درمیان جون تک اگائیے اور اگر پھر میری فصل لینا چاہتے ہوں تو بارش کے بعد بوئیے۔ اور اگر آپ مجھے پسند کریں اور میری ترکاری برابر استعمال کرنا چاہیں تو بیج کو بیس بیس دن کے وقفہ سے بوئیں۔ میرا بیج بھی بہت چھوٹا ہے۔ بس یوں سمجھئے چھٹانک دو چھٹانک۔ میری گوڈی بوائی سے کرنی چاہئے کہ میری جڑیں جن پر میری زندگی کا انحصار ہے کمزور ہو جاتی ہیں اور جن ملتی ہے۔ کہ اگر جڑ ہی کمزور ہو گئی تو پھر میری زندگی ہی کیا ہوگی۔ اگر میرے کھیت کی زمین بوتے وقت کافی نم ہے تو جب تک میں زمین سے کافی نکل نہ آؤں پانی دینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر آپکو میری زمین میں خشکی کا احساس ہو تو بس میری زمین کو فوراً ہی پانی سے سیراب کر دیجئے۔ پھر تو اکثر نکائی، گوڑائی یا ہفتہ وار پانی کی ضرورت پڑتی ہے۔ اگر آپ خوش ذائقہ اور ملائم شلجم کھانا چاہتے ہیں تو بیج ذرا جلدی بوئیے تاکہ میری بڑھ نہ گھٹے۔ ہندوستان میں جیسے اور سب گرمی کا شکار ہوتے ہیں میں بھی انھیں جیسا ہوں یعنی گرمی کے دنوں میں اگر پانی ٹھیک وقت اور ٹھیک مقدار میں نہ دیا گیا تو مجھ میں ذائقہ جاتا رہے گا۔ اور سمجھ لیجئے کہ میری جڑیں جنھیں دیکھکر آپ کے منہ میں پانی بھر آتا ہو۔ ریشے دار اور سخت ہو جائیں گی۔

میرے اگانے میں کچھ بہت دن نہیں لگتے۔ مہینوں انتظار نہیں کرنا پڑتا۔ ادھر بویا، ادھر ۷، ۸ ہفتوں بعد طیار ہو جاتا ہوں بس جہاں طیار ہوا۔ اپنی ضرورت کے موافق اکھاڑ اکھاڑ کر میرے ساتھ انصاف کرتے رہئے۔ اگر آپ دیکھیں کہ میری پوری فصل آپکے ختم کئے ختم نہیں ہوتی تو اپنے پاس پڑوس والوں کے ساتھ ہمدردی فرمائیے دوستوں کو میری ڈالیاں بھیجئے۔ اور اگر اس طرف آپ کی طبیعت رجوع نہیں ہوتی تو اکھاڑ کر ریت میں گاڑ دیجئے۔ اس طرح میرے سبز پتے تو شاید بیکار ہو جائیں۔ مگر میری جڑیں آپ کے کار آمد رہیں گی۔ پھر چاہے ترکاری بنائیے۔ چاہے گوشت میں پکائیے اور چاہے اچار ڈالئے یہ رہی میری داستان یعنی میں ہوں وہی شلجم۔ جسے لکھنؤ والے شلغم پکارتے ہیں۔

(باجازت آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ)

زیادہ ترکاریاں پیدا کرو

اس سلسلہ کی پانچویں تقریر

از ڈاکٹر ڈی۔ این سنگھ۔ ڈویژنل افسر (ترکاریاں) صوبہ متحدہ

بعض ترکاریاں ایسی ہیں جن کے بیج براہ راست زمین میں بو دیئے جاتے ہیں اور وہیں انھیں مستقل نشو و نما پانے کے لئے رہنے دیا جاتا ہے لیکن بند گوبھی کا نٹھ گوبھی۔ پھول گوبھی اور سلاد وغیرہ ایسی ترکاریاں ہیں جنکی پہلے بیڑہ تیار کرلی ہوتی ہے اور اسکے بعد اس کو کھیت میں لگایا جاتا ہے۔ آج رات کو اپنی اس تقریر میں میں آپکے سامنے ترکاریوں کے اس پہلو پر روشنی ڈالوں گا اور یہ بتاؤں گا کہ کیاریوں کو کس طرح تیار کرنا چاہئے اور بیڑہ کس طرح اگانا چاہئے۔

سب لوگ یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں کہ بیجوں کے اگنے کیلئے تین چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے یعنی ہوا۔ گرمی اور نمی۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ بیج اچھی طرح اگیں اور بیڑہ بھی ٹھیک ہو یہ بات ضروری ہے کہ کیاری کی زمین زرخیز ہو اور آسانی سے توڑی جا سکے۔ اسکے علاوہ اس بات کی بھی احتیاط لازم ہے کہ زیادہ تری کی وجہ سے بیڑہ برباد نہ ہو جائے۔ اس سے احتیاط برتنے کے لئے کیاریاں زمین کی سطح سے ذرا اونچی بنائی جاہئیں اور ایسی ہونی چاہئیں کہ ان پر سے پانی بہہ جایا کرے۔ کیاریاں ایک فٹ گہری کھود کر بنانا چاہئیں اور ان میں سے گھاس پھوس جڑیں وغیرہ نکال ڈالنا چاہئے۔ پتیوں کی کھاد یا اچھی طرح سڑی ہوئی گوبر کی کھاد ان کی مٹی میں ملا دینا چاہئے۔ اگر زمین بھاری قسم کی ہو تو اس میں تھوڑی سی ریت بھی ملا دینا چاہئے تاکہ کیاریوں میں آسانی سے پانی جذب ہو سکے اور کیاریاں آسانی سے توڑی جا سکیں۔ کیاریاں ۱۰ فٹ لمبی اور ۳ فٹ

پاڑی ہونا چاہئے تاکہ ان میں آسانی سے گوڑائی وغیرہ کیجا سکے۔

اپنی پچھلی تقریروں میں میں نے اس پر زور دیا تھا کہ باغیچوں میں ترکاریاں بونے کا انتظام ایسا ہونا چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ مدت تک ترکاریاں فراہم ہوتی رہیں اس مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ضروری ہے کہ کیاریوں میں بیج تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد بوئے جائیں تاکہ تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد بیڑہ کھیتوں میں لگانے کے لئے ملتی رہے۔ بیج بوتے وقت آپ کو یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ کیاریاں نہ تو بہت زیادہ نم ہوں اور نہ بہت زیادہ خشک ہوں بیجوں کے بڑے یا چھوٹے ہونے پر یہ بات منحصر ہے کہ انھیں کتنی گہرائی پر بویا جائے۔ اگر بیج بہت چھوٹے ہوں تو انھیں ذرا سی راکھ ملا کر کیاری میں اس طرح بکھرا دینا چاہیئے کہ بیج ہر جگہ برابر برابر تعداد میں پڑیں اور اس کے بعد پتیوں کی کھاد کی ایک پتلی سی تہہ لگا دینا چاہیئے یا بھربھری مٹی بکھیر دینا چاہیئے اور اسے ہلکے سے دبا دینا چاہیئے۔

اس خیال سے کہ بیج میں کیڑا نہ لگنے پائے یہ مشورہ دیا جاتا ہے کہ بیج بوتے وقت تھوڑا سا نیم کا پاؤڈر یا نیم کے تیل کو جس میں تھوڑی سی راکھ ملی ہوئی ہو بیجوں پر برابر سے چھڑک دینا چاہیئے۔ شام کا وقت بیج بونے کے لئے بہترین ہوتا ہے بیجوں کو دھوپ اور تیز ہوا سے بچانے کے خیال سے ان پر دن کے وقت چٹائی بچھا دینا چاہیئے۔ کیاریوں میں صبح شام تھوڑا سا پانی دیتے رہنا چاہیئے۔ بیڑہ کو چٹائی کے تلے زیادہ عرصہ تک نہیں رہنے دینا چاہیئے بلکہ کبھی کبھی بیڑہ کو دھوپ بھی لگنا چاہیئے۔ اس کے لئے بہترین وقت صبح اور شام ہے۔ جب بیڑہ کچھ بڑھ جائے تو اس پر سے چٹائی ہٹا دینا چاہیئے۔ اگر چٹائی نہ ہٹائی جائے گی تو بیڑہ کمزور پڑ جائے گی اس میں بیماریاں لگنے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ اگر بیڑہ کیاری میں بہت گھنی ہو تو تھوڑی سی اکھاڑ دینا چاہیئے تاکہ کمی کی وجہ سے وہ سڑنے نہ پائے۔

جب بیڑہ ڈیڑھ سے دو انچ تک اونچی ہو جائے اور اس میں تین یا چار پتیاں نکل آئیں تو اسکو کھیت میں لے جا کر لگا دینا چاہیئے۔ اس کھیت کی زمین میں جس میں یہ لگائی جائے اچھی بھربھری ہو جانی چاہیئے اور اس میں اچھی طرح کھاد پڑی ہونی چاہیئے۔ بیڑہ اکھاڑنے سے قبل کیاری میں اتنا پانی دینا چاہیئے کہ اسکو اکھاڑتے وقت اس کی جڑ کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اس کام کے لئے بہترین وقت شام کا ہوتا ہے یا پھر یہ کام اس دن کرنا چاہیئے جس دن بدلی ہو۔ یہ احتیاط اس لئے لازم ہے کہ تیز دھوپ کی وجہ سے بیڑہ مرجھا نہ جائے۔ اس کے علاوہ شام کے وقت بیڑہ کو اکھاڑ کر کھیت میں لگانے سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ رات کے وقت بیڑہ کو اتنا مل جاتا ہے کہ وہ جڑ پکڑ سکے۔ اور یہ صدمہ برداشت کر سکے۔ مختلف ترکاریوں کی کاشت کے لئے کیاریوں اور پودوں کے درمیان فاصلے مقرر کئے گئے ہیں مثلاً پھول گوبھی کی کاشت کے سب درمیانی فاصلہ ۲ فٹ سے $2\frac{1}{2}$ فٹ تک ہونا چاہیئے اور پیاز کاشت کے لئے ۶ انچ سے ۹ انچ تک آبپاشی اور دیگر کارروائی کرنے کی سہولتوں کا خیال رکھتے ہوئے کھیت میں مناسب تعداد میں کیاریاں بنانا چاہئیں۔ کھیت میں بیڑہ لگا دینے کے بعد کھیت میں خوب پانی دیدینا چاہیئے اگر زیادہ تعداد میں پانی دینا ناممکن ہو تو کھیت میں کم سے کم تین چار دن تک ہزارہ سے پانی دینا چاہیئے اور جب بیڑہ جم جائے تو فصل کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہوئے ہر ہفتہ یا دوسرے دن فصل کی آبپاشی کرنا چاہیئے۔

گوبر کا استعمال

(از پنڈت شیوانند جھا۔ بی۔ ایس۔ سی ایجی (پرولیس))

ہندوستان زراعت پیشہ ملک ہے۔ جس طرح سائنس کے ذریعہ دیگر ممالک میں کھیتی کی جاتی ہے اس طرح ہندوستان میں کھیتی نہیں ہوتی۔ یہاں اس بیسویں صدی میں کھیتی کا بیشتر کام قدرت کے ہی سہارے ہوتا ہے ان میں سے دو چیزیں بہت اہمیت رکھتی ہیں اور انکے اوپر کھیتی کا سارا دارومدار ہے۔

۱۔ ہمالیہ پہاڑ۔ ۲۔ گائے

میں پہلی چیز کو چھوڑ کر موخرالذکر چیز پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں گائے ایک ایسی حیوان ہے جس پر بے شمار انسانوں کی زندگی کا انحصار ہے۔ یہی سبب ہے کہ زمانہ قدیم سے ہندو گائے کو ایک مقدس دیوی کی طرح پوجتے آئے ہیں۔

ہندوستان میں مویشی کافی تعداد میں پائے جاتے ہیں کھیتی سے ان کا خاص تعلق ہے۔ مویشی کے بغیر کھیتی کا ہونا ہندوستان میں ناممکن ہے ان سے متعدد فائدے ہوتے ہیں۔

(۱) ان کے بچے بیل ہل کھینچتے ہیں (۲) ان کا گوبر کھاد کا کام دیتا ہے جس کے بغیر کھیتی ہو ہی نہیں سکتی۔ (۳) فصل کی دنوائی بیل ہی کرتے ہیں۔ (۴) آبپاشی بیلوں ہی کے ذریعے ہوتی ہے اور کھیتی کے بیشتر کام انھیں کے ذریعے انجام پاتے ہیں۔

لیکن افسوس ہے کہ لوگ ان سب کا کسی نہ کسی صورت میں فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن گوبر کا فائدہ قطعی نہیں اٹھاتے۔

گوبر جو ایک عمدہ کھاد ہے، بطور کھاد کے استعمال ہونے کے بجائے اس سے دوسرے کام لئے جاتے ہیں۔ بیشتر لوگ گوبر کے اُپلے بناتے جسے ایندھن کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس طرح گوبر جلانا بھی ایک طرح سے غلہ ہی جلانا ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جہاں کہیں گوبر کا استعمال کھاد کی صورت میں ہوتا ہے وہ بھی اچھی طرح نہیں ہوتا۔

لوگ مویشیوں کے باندھنے کی جگہ سے گوبر ہٹا کر تھوڑی دور پر ڈھیر رکھ دیتے ہیں اور سوکھنے پر اسے اور کوڑا کرکٹ کے ساتھ ملا کر کھیتوں میں چھوڑ دیتے ہیں، کھیت میں کوڑا چھوڑنے کے بعد اس کوڑے میں آگ لگا دیتے ہیں اس طرح کے تمام اجزا برباد ہو جاتے ہیں۔ بلکہ محض راکھ بچ رہتی ہے۔ یہ عمل عموماً گرمی کے دنوں میں کیا جاتا ہے یعنی دنوں میں لو کا زور رہتا ہے۔ کھاد ڈالنے والے یہ سمجھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اس سال زیادہ کھاد ڈالی گئی ہے چنانچہ اب چوگنی پیداوار بڑھ جائے گی۔

لیکن وہ یہ نہیں سوچتے کہ انھوں نے کھیت میں کیا ڈالا ہے۔ گوبر میں کچھ ایسے مادے ہوتے ہیں جو پودوں کے لئے بیحد مفید ہیں علاوہ مختلف شکل اور مقدار میں رہتے ہیں۔ گوبر جلانے سے سب مادے جل جاتے ہیں صرف ایک مادہ جسکا نام پوٹاش ہے بچ رہتا ہے جو بچا ہوا مادہ کھیتوں میں کھلا ہوا پڑا رہتا ہے گرمی کی تیز ہوا کے چلنے کے ساتھ اس کی بھی کافی مقدار اڑ کر برباد ہو جاتی ہے جو کچھ بچ رہتی ہے وہ پہلی بارش میں بہ کر نکل جاتی ہے۔

اس طرح کھاد کا کچھ حصہ بھی کھیت میں نہیں بچ رہتا اور کھاد دینے والوں کی امیدیں دل ہی دل میں مثل حباب برباد ہو جاتی ہیں۔

دوسرا طریقہ جس پر لوگ عمل کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ گوبر کے ڈھیر لوگ کھلی جگہ میں رکھ چھوڑتے ہیں وہ سال بھر تک برابر سوکھتا رہتا ہے۔ گرمی کے دنوں میں تو وہ سوکھ کر لکڑی ہو جاتا ہے جب ایک دو بار پانی برس چکتا ہے تو لوگ اسے کھیت میں ڈالنا شروع کرتے ہیں۔ پہلے وہ اجزا جو گوبر میں موجود رہتے ہیں دھوپ میں سوکھ کر نکل جاتے ہیں۔ جو کچھ بچتے ہیں وہ پہلی بارش میں گھل کر اور بہہ کر نکل جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ گوبر کھیت میں جاتا ہے وہ بھی اگر جلد ہی جوت کر کھیت میں نہ ملا دیا گیا تو [illegible]

لیکن بارش اور گرمی کا اثر اس پر بھی ہوتا ہے۔ صرف بارش کے اثر سے نکلی ہوئی چیز کھیت میں ہی رہ جاتی ہے۔

چوتھا طریقہ ایک اور ہے جس پر لوگ عام طور پر عمل کرتے ہیں۔ یعنی جب فصل اگی رہتی ہے (جیسے دھان وغیرہ، زیادہ تر دھان ہی کے لئے کرتے ہیں) تازہ گوبر لاکر کھیت میں جب پانی بھرا رہتا ہے گھول دیتے ہیں۔ یہ بیحد واہیات طریقہ ہے تازہ گوبر سے اتنی زیادہ گرمی پیدا ہوتی ہے جو پودوں کے لئے مضر ہے۔

گوبر کسانوں کے لئے بیحد قیمتی چیز ہے اس کو برباد کرنا بہت بڑی دولت کو برباد کرنا ہے۔ یہی سبب ہے کہ زمانہ قدیم میں بھی ہندو گوبر کو پاک مانتے تھے۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ آج بھی ہندوستان میں گوبردھن کی پوجا ہوتی ہے۔ یعنی کارتک مہینے میں دیوالی کے دوسرے دن اور کارتک شکل ایکادشی جسے دیو اتھان ایکادشی بھی کہتے ہیں اس کے دوسرے دن گھر گھر میں لوگ گوبر جمع کیا کرتے ہیں اور پوجا کرتے ہیں۔

جیسے جیسے تہذیب نے ترقی کی، لوگ کھیتی کی اہمیت سے واقف ہونے لگے ویسے ویسے زراعت سے متعلق چیزوں کا استعمال ہونے لگا۔ گوبر کا اکٹھا کیا جانا اور پوجا کیا جانا یہ یاد دلاتا ہے کہ گوبر زراعت کے سلسلے میں بے مثل چیز ہے اس کو برباد نہ کرو۔ اسکو جمع کرو۔ گایوں کی تعداد بڑھاؤ تاکہ بیل اور گوبر کافی مقدار میں مل سکے۔

گوبر میں یوں تو اور چیزیں بھی موجود ہیں جو پودوں کے لئے مفید ہیں۔ مگر تین چیزیں خاص مقدار میں پائی جاتی ہیں یعنی (۱) نائٹروجن (۲) پوٹاش اور (۳) فاسفورس۔ گوبر جتنا ہی سڑایا جائیگا اتنی ہی کیمیاوی چیزیں پیدا ہوں گی اور نہایت عمدہ کھاد تیار ہوگی۔

آج کل کھاد سڑانے میں مندرجہ ذیل تین طریقوں پر عمل کیا جاتا ہے۔

(۱) باکس سسٹم (Box system) مویشیوں کے باندھنے کی جگہ ایک گہرے گڈھے کی سی ہوتی ہے مویشیوں کا جو پیشاب پاخانہ گرتا ہے اسے اسی گڈھے میں پڑا رہنے دیتے ہیں اور اس کے اوپر سوکھی گھاس، بچا ہوا چارہ بھوسا وغیرہ ڈالکر اس کو خشک رکھتے ہیں۔ جب گڈھا بالکل بھر جاتا ہے تو گوبر وغیرہ سب کو کھود کر نکال لیتے ہیں اور کھاد کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ یہ بہت اچھی پالسی ہوتی ہے لیکن یہ بالکل سڑی گلی نہیں ہوتی اس کو کھیت میں ڈالنے کے بعد تیار ہونے میں کچھ عرصہ لگتا ہے۔

(۲) پٹ سسٹم (Pit system) زمین میں باہر گڈھا بناتے ہیں اور گوبر، کوڑا، پتیاں وغیرہ اس میں ڈالتے [illegible]

جاتے ہیں۔ جب گڑھا بالکل بھر جاتا ہے تو اسے بند کر کے کچھ دنوں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ جب وہ بالکل سڑ گل جاتی ہے تو اس میں سے کھاد نکالکر کام میں لاتے ہیں۔ اُسے گڑھے کو ہمیشہ چھپر سے ڈھنکا رکھنا چاہئے گڑھے کی بلندی اور چاروں طرف کی دیواروں پر خوب گیلا مٹی کی طرح لیپ دینا چاہیے۔ اسے ایک سال بعد کام میں لانا چاہئے یہ کھاد بہت اچھی ہوتی ہے اور فوراً اپنا اثر دکھاتی ہے۔

(۲) ہل سسٹم (Hill system) باہر میدان میں گوبر کوڑا، گھاس پھوس وغیرہ کا ڈھیر لگا دیتے ہیں اور اس ڈھیر پر روزانہ گھور ڈالتے چلے جاتے ہیں جب یہ ڈھیر بڑا ہو جاتا ہے تو اسے کھیت میں ڈال دیتے ہیں۔ کھاد بنانے کا یہ طریقہ اچھا نہیں ہے اس طریقہ سے کھاد بنانے میں کھاد کے عمدہ اجزا ضائع ہو جاتے ہیں۔

عام حالات میں ہم کو صرف تین کھادوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ نائٹروجن پوٹاش اور فاسفورس۔ کسان ان کو بڑی آسانی سے استعمال میں لاسکتے ہیں۔ کسی دوسرے ملک کی کوئی چیز استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۰۰ پونڈ نائٹروجن ایک ایکڑ میں دینے سے تقریباً سب جنسیں آسودہ رہ سکتی ہیں۔ حسب ذیل کھادوں کو حسب ذیل مقدار میں دینے سے ۱۰۰ پونڈ نائٹروجن کھیت میں پڑجاتا ہے ان میں سے کوئی ایک دیدو۔

نام کھاد	مقدار ایک ایکڑ میں
گوبر	۲[illegible] من
پیشاب	۲۰۰ "
انڈی کی کھلی	۲۰ "
مہوے کی کھلی	۵۰ "
ارنڈی کی کھلی	۳۴ "
سوڈا نائٹریٹ	۸ "
آسوفاس	۵ "
بنولے کی کھلی	۵۰ "
نیم کی کھلی	۲۵ "
بھیڑ کا پاخانہ	۲۰۰ "
پالنس	۲۰۰ "
کنڈے اُپلے	۱۰۰ "
پوٹاش نائٹریٹ	۹ "
امونیا سلفیٹ	۸ "

مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے کہ گوبر کتنی اور اچھی کھاد ہے۔ اسکی تیاری میں خاص صرفہ نہیں ہوتا ہندوستان میں اور ملکوں کی بہ نسبت تقریباً سب سے زیادہ مویشیوں کی تعداد ہے۔ اگرچہ دودھ اتنا ہی نہیں ملتا جتنا کہ ملنا چاہئے تاہم کھاد کا کام اچھی طرح ہوسکتا ہے۔ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جن کے پاس پچیسوں مویشی ہیں اور ان کے پاس چراگاہ ایک بیگھہ بھی نہیں ہے۔ مندرجہ بالا تین طریقوں میں پٹ سسٹم یعنی گڑھا کھود کر کھاد تیار کرنے کا طریقہ نہایت اچھا ہے اکوریا گرام بینک سوسائٹی پوسٹ شنکرگڈھ ضلع الہ آباد میں مجھے خود تجربہ کرنے کا موقعہ ملا ہے اور اس طرح بنتیا کی ہوئی کھاد فصل کے لئے بہترین ثابت ہوئی ہے۔

کھاد کے متعلق خصوصاً گوبر کے بارے میں حسب ذیل کہاوتیں مشہور ہیں۔

(۱) گوبر راکھی پاتی سڑے
تب کھیتی میں دانا پڑے

(۲) گوبر میلا نیم کی کھلی
یہ سے کھیتی دونا پھلی

(۳) جیکر کھیت پڑا نہ گوبر
او ہی کسان کا جانے دوبر

(۴) کھاد پڑے تو کھیت نہیں تو کوڑا ریت

(۵) کھاد پڑے تو ہووے کھیتی
ناہیں تو رہے ندی کی ریتی

(۶) اساڑھ میں کھاد کھیت میں جاوے
تب بھر موٹی دانا پاوے

(۷) کھاد دی کوڑا نہ ٹرے، کرم لکھا ٹر جائے
رحمن کہے بچائے کے کھیت پانس پڑ جائے

(۸) کھیتی کرے کھاد سے بھرے
سو من کوٹھلا میں لے دھرے



کہانی

پہلا گُناہ

(از جناب رام اُجاگر دوبے)

(۱)

دس بارہ سال ہوئے ہونگے کہ مجھے الہ آباد سے فیض آباد آنے کا موقع ملا۔ میں اسٹیشن کے پہلے پلیٹ فارم پر گاڑی کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ دوسرے پر آ پہنچی۔ کسی طرح پل پار کیا۔ آگے دیکھتا کیا ہوں کہ سامنے کے ڈبے سے مسافر زیادہ تعداد میں اُتر رہے ہیں۔ اُمید ہوئی کہ جگہ مل جائے گی۔ ایک کھڑکی کھلی تھی۔ میں نے قلی کو اشارہ کیا۔ اس نے سامان رکھنا شروع کیا ہی تھا کہ میری نگاہ پورے ڈبے میں دوڑ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سوا ایک عورت کے سب اُتر رہے ہیں۔ ذرا غور سے دیکھا تو شبہ ہوا کہیں یہ زنانہ ڈبہ تو نہیں ہے۔ جلدی سے دروازے تک گیا لیکن کوئی آثار نظر نہ آئے۔ دروازے پر نہ کوئی تصویر تھی نہ تحریر۔ قانوناً میں ٹھیک راستے پر تھا پھر بھی یہ پس و پیش کیوں۔ اس کا فیصلہ میں خود نہ کر سکا۔ اتنی دیر میں پورا ڈبہ خالی ہو چکا تھا۔ میرا سامان تھا اور ایک عجیب ہستی۔

بینگنی رنگ کی اُونی شال، جھلملاتے تاروں سے کڑھی ہوئی مورپنکھی کناری اپنا عجیب رنگ دکھا رہی تھی اسے اسکا سر سے پیر تک اوڑھ کر بیٹھنا، کبھی داہنے بائیں گھوم کر سہمتے ہوئے نظر پھیرنا اور اپنے کو تنہا پاکر کچھ جھجکنا وغیرہ وغیرہ مختلف جذبات اور حرکات مجھے متحیر کر چکے تھے۔ میں اُلجھن میں تھا کہ ان کے ساتھ تنہا کون سفر کرے؟ ایسا کرنا کچھ آسان کام تو ہے نہیں۔ کئی وکیل اور بیرسٹر آفت میں پڑ چکے ہیں اور اب بھی یہ ٹیڑھی کھیر ہے۔ میں اسی اُدھیڑ بن میں تھا کہ قلی نے اپنا کام پورا کر لیا اور بولا۔ بابوجی مزدوری ملے۔ لکھنؤ والی گاڑی کے مسافر دیکھیں۔ میں نے ذرا تیزی سے کہا۔ ارے پاگل ہوئے ہو۔ یہ تو زنانی گاڑی ہے کسی اور میں سامان لے چل۔"

قلی نے جواب دیا: "نہیں بابوجی، مردانی ہے۔ زنانی تو آگے ہے سرکار۔ آپ بیٹھیں تو۔"

(۲)

میں اسی الجھن میں تھا کہ خوش قسمتی سے بیٹھی ہوئی عورت ہلکی سی انگڑائی لیتے ہوئے جھجک کر اُٹھ کھڑی ہوئی اور یکایک لوٹ کر اس نے میری طرف ذرا سا رخ کیا ہی تھا کہ میں نے نگاہیں نیچی کر لیں۔ دل میں ڈرتا بھی تھا کہ کہیں دو چار باتیں نہ سننی پڑیں۔ میں نے انھیں دیکھا اور حیران رہ گیا۔ میرا اندازہ غلط تھا قطعی غلط گویا میں خواب دیکھ رہا تھا۔ یکایک ساری باتیں میرے موافق نکلیں مشتبہ ہستی محترمہ نہیں بلکہ محترم نکلیں۔ یہ تبدیلی اس وقت کیوں مجھے پسند آئی اس کا فیصلہ میں خود نہ کر سکا۔

اب میں نے ذرا غور سے ان کے چہرے کو دیکھا ہی تھا کہ وہ بول اُٹھے: "آیئے بیٹھئے۔ آپ کہاں جائیں گے؟" لیکن جواب سنے بغیر ہی پلیٹ فارم کی طرف گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ بار بار گھونگٹ سنبھالتے، کبھی آپ دروازہ بند کرتے کبھی پاخانے کی کھڑکی ٹھیک کرتے اور کبھی گاڑی میں لگے ہوئے نوٹسوں کو پڑھتے۔ کھڑکی سے ادھر اُدھر جھانکنے کی انکی گویا عادت سی ہو گئی تھی۔ عجیب کیفیت تھی۔ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے ایک بار نظر جما کر دیکھا تو کچھ ہمت رفو چکر ہو گئی اور انھیں ایسا معلوم ہوا گویا میں ان کے راز سے واقف تھا۔ حالانکہ میں ابھی تک صحیح طور پر بھانپ نہ سکا تھا۔ وہ میرے پاس آکر بیٹھ گئے اور سوال پر سوال کرنے شروع کئے: "ہاں تو آپ فیض آباد جائیں گے؟"

میں نے جواب دیا " جی ہاں میں وہیں جاؤں گا "

آپ نے پھر سوال کیا " کیا آپ ٹھاکر ۔ ۔ ۔ ۔ کو جانتے ہیں ؟ "

میں نے فوراً جواب دیا ۔ جی ہاں جانتا ہوں ۔ وہ تو فیض آباد کے بڑے پروفیسروں میں سے ہیں "

آپ کہنے لگے " میں انھیں کا بھتیجا ہوں ۔ ضرورتاً سلطان پور جا رہا ہوں "

میں نے پوچھا " آپ کہیں ملازم ہیں ؟ "

آپ نے تیزی سے جواب دیا " نہ ملازم ہوں نہ ملازمت کرونگا الہ آباد یونیورسٹی کا طالب علم ہوں ۔ آئندہ کیا کروں یہ کسے معلوم "

جملہ پورا بھی نہ کر سکے تھے کہ یکایک چونک پڑے اور لگے اسٹیشن کی طرف جھک کر دیکھنے ۔ بیچاری گاڑی ایک منزل ختم کر چکی تھی لیکن مگر ایک نوجوان کے تخیل کی پرواز ہی کو نہ بھانپ سکا ۔ مجھے اس ناکامیابی پر افسوس تو نہیں ہوا لیکن ہنسی آگئی ۔

میں نے پوچھا " ٹھاکر صاحب آپ اتنے بیچین کیوں ہیں ۔ کیا پریشانی ہے ؟ "

جی ۔ میں ڈبیوٹی (بلا ٹکٹ) سفر کر رہا ہوں "

میں نے کہا " میں آپ کے ہاتھ میں شروع ہی سے ٹکٹ دیکھ رہا ہوں "

انھوں نے ٹکٹ دکھلاتے ہوئے کہا " ہاں ہاں یہ تو صرف الہ آباد تک کا ہے ۔ اس راز کو وہ صرف مجھ پر ظاہر کر کے دوسروں کو دھوکے میں ڈال رہے تھے ۔ ہر وقت وہ اپنے انداز سے یہ ظاہر کر رہے تھے کہ انھیں کوئی فکر نہیں ہے ۔ مجھے یہ بات سنکر ان پر بہت ترس آیا ۔ میں نے ان سے پوچھا " آپ بے ٹکٹ کیوں سفر کر رہے ہیں ؟ "

انھوں نے فرمایا " اس سے کیا ہوتا ہے یہ تو ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ہم لوگ یوں ہی پکنک اور ٹور پر جایا کرتے ہیں ۔ اگر ٹکٹ بیتے پھریں تو اسی کے ہو رہیں پھر یونیورسٹی میں پڑھنے سے کیا فائدہ ؟ "

جواب سنکر میں خاموش ہو گیا ۔

کچھ دن چڑھا اور گرمی بڑھی ۔ انھوں نے چادر اُتار ڈالی کھدر کا کرتا ، اونی جواہر جیکٹ ، باریک کناریے کی نفیس سودیشی دھوتی ، مخملی چپل ، سیٹ پر نفیس کمبل ، کلائی پر سنہری گھڑی ، جیب میں فاؤنٹین پن اور آنکھ پر بلوری چشمہ ان کی صحبت میں سبھی چیزیں اپنی عزت کھو بیٹھی تھیں ۔ سبھی اداس تھے ان حضرت کی صورت و سیرت میں کوئی مطابقت نہیں تھی ۔ آپ ہنسنے اور ہنسانے کی زیادہ کوشش کرتے لیکن ان کی خشک ہنسی اور نیلے کیفیت سے انھیں پر ہنسی سی آتی تھی ۔

ٹرین کا رکنا گویا ان کے دل کا بیٹھنا تھا جتنی دیر گاڑی اسٹیشن پر رکتی اتنی دیر ان کے چہرے پر دھواں چھایا رہتا اور ہر اجدول بار بغلیں جھانکتے ۔ دل تیزی سے دھڑکتا رہتا ۔ ایک نرالا سماں تھا ۔

(۳)

کچھ دیر تک انکی مصنوعی ہمت ساتھ دیتی رہی لیکن آگے چل کر اس نے پھر صاف جواب دیا ۔ اب آپ لگے ایک دیہاتی مسافر سے ٹھیکہ کرنے ۔ ارے بھائی میری عزت بچ جائے گی تو آپ کا کیا بگڑیگا آپکے پاس ٹکٹ ہے تا ۔ پھاند کر باہر کھڑے رہنا میں ٹہلتا ہوا آؤنگا اور ٹکٹ آپ سے لے لونگا " لیکن بیحد خوشامد کرنے پر بھی وہ دیہاتی ٹس سے مس نہ ہوا اور ذرا بھی نہیں پسیجا ۔ وہ سب باتیں مجھ سے چھپا رہے تھے لیکن میری آنکھیں اور کان میرا خوب ساتھ دے رہے تھے ۔ ان کی خوشامد میں کوئی اصلیت نہیں تھی ۔ صرا [illegible] خود غرضی پیٹتی تھی ۔ آخرکار مایوس ہو کر میرے پاس پھر آئے اور [illegible] کی بھرمار کر دی ۔ ایسے سوالات سے معلوم ہوتا تھا کہ انھیں [illegible] ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ گارڈ یونکا میل بھی [illegible] ہوتا ۔ اب حضرت بہت گھبرائے اب کاٹئے تو بدن میں خون [illegible] بیٹھنا ان کے لئے پھانسی کے تختے پر چڑھنا تھا گاڑی [illegible] پیشاب کے بہانے ایک مجمع میں بیٹھے لیکن کب تک [illegible] کی دھوپ پڑ رہی تھی [illegible] اٹھنا ہی پڑا ۔

کبھی کبھی جب ڈبے کے پیچھے سے پلیٹ فارم کی طرف [illegible] ٹکٹ کلکٹر کو آتے جاتے دیکھتے تو ان کی حالت قابل رحم ہو جاتی ۔ کمبخت [illegible] بھی [illegible] اور رکتی رہی ۔ آدھ گھنٹے تک کھسکنے کا نام نہ لیا ۔ دوسری گاڑی آئی چلی بھی گئی ۔ اس نے بھی سیٹی دی لیکن یا بوصاحب بھی باہر ہی بیٹھے تھے ۔ انکی دشمن سیاہ وردی پہنے ہوئے ڈبے کے سامنے کھڑا تھا ۔ اسے دیکھتے دیکھتے ان کا چہرہ سیاہ پڑ گیا ۔ انھیں [illegible] کو ہر رحم آتا تھا ۔ ایسی عالت میں ہنستے ہوئے [illegible] کے ساتھ ڈبے میں داخل ہوئے ۔ اب تو معاملہ اور بھی بگڑا ٹی ٹی آئی ڈبے میں داخل ہوا ۔ دو چار ٹکٹ چیک کر کے میرے پاس آن بیٹھ گیا ۔ میری آڑ ان کے لئے پہاڑ کی آڑ تھی وہ مرد [illegible] تو بھی عجیب شے ہے ٹی ٹی آئی صاحب کچھ اور ٹکٹوں کی جانچ کرکے اگلے اسٹیشن پر اتر گئے اب کیا کہنا تھا ۔ جناب بالکل شیر ہو گئے ۔ فرمانے لگے " دیکھا آپ نے ہمت نہیں پڑی کہ ٹکٹ مانگتا یونیورسٹی میں پڑھتا ہوں کہ مذاق ہے "

میں خاموشی سے سنتا رہا ۔ کیونکہ یہ تو مجھے معلوم ہی تھا کہ آگے چلکر کیا ہوگا ٹکٹ کلکٹر اس ڈبے کو چیک کر گیا تھا اسے خیال تھا کہ اب پھر نہ آئیگا آپ بیٹھکر بیٹھے تھے اور چہرے پر قدرے مسکراہٹ طاری کرنے کی کوشش کر رہے تھے ۔

ٹی ٹی آئی فوراً میرے پاس آئے اور پوچھنے لگے ٹکٹ

ہاں
تین آپ۔ دوست جو بلا ٹکٹ سفر کر رہے ہیں۔ بیجئے انھیں میں صحیح سلامت باہر نکال دوں۔

وہ آپ ہی ہیں۔

میں بھی یہی سمجھا تھا۔ آئیے [illegible]۔ یہ کہکر وہ آگے بڑھے۔ بابوجی رحم طلب نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے پلیٹ فارم پر آئے اور مجھے سلام کرکے ٹی ٹی آئی کے پیچھے چلے۔ ٹی ٹی آئی صاحب نے انھیں عزت کے ساتھ اسٹیشن [illegible] کے باہر کر دیا اور انھیں ادب کے ساتھ سلام کیا۔ [illegible] واپس آکر مجھے ایک رسید دی۔ اس بات کو بابوجی بغور دیکھ رہے تھے ان سے رہا نہ گیا میرے پاس آئے اور کہنے لگے۔ میں آپ کا بیحد ممنون ہوں یہ میری پہلی کوشش یا حماقت تھی۔ اب میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی ایسا نہ کرونگا۔

میں نے انھیں یہ کہکر رخصت کیا کہ صاحب یہ آپکی پہلی کوشش نہیں۔ [illegible] آپ اپنا پہلا گناہ سمجھئے اب ایسا نہیں ہوگا۔ زندگی ایسے ہی معمولی واقعات سے بگڑتی اور بنتی ہے۔ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے کہ گاڑی پھر نہیں چلی تھی۔

x x x x x

قارئین یہ جانکر خوش ہونگے کہ میرے پاس دوسرے ہفتہ میں ایک [illegible] روپئے کا منی آرڈر پہنچا جسکے کوپن پر اس بیچارے نے تحریری معافی مانگی تھی۔

زمین سے پیداوار بڑھانے کی ریت

سید امام احمد صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر محکمہ زراعت ہیڈکوارٹرس لکھنؤ یو پی

امریکہ کے کسانی محکمہ کی ایک تازہ چھپی ہوئی کتاب جسپر فروری سنہ ۱۹۴۳ء کی تاریخ پڑی تھی میری نگاہ سے گذری۔ اس کتاب میں زمین سے اچھی پیداوار حاصل کرنیکے سلسلے میں ایک نہایت ہی اچھی سیکھ دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ جتنی اچھی اپائے سے زمین یا کھیت کا بچاؤ کرو گے اتنی ہی اچھی پیداوار ہوگی۔ مثال کے طور پر اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ ایک اچھے مینڈ بندھے ہوئے کھیت سے مکائی کی پیداوار ایک اچھے کھاد دئے ہوئے کھیت کے مقابلے میں ۱۵ فیصدی زیادہ محض اس وجہ سے ہوئی کہ کھاد دئے ہوئے کھیت کی مٹی بارش میں بہہ جاتی تھی۔

جن دیشوں میں بارش تین چار مہینے کے اندر ہی ہوتی ہے اور جہاں اکثر دنوں میں موسلا دھار بارش ہوتی ہے وہاں تو کھیتوں کی حفاظت کرنا بہت ہی ضروری ہے۔ ورنہ پیداوار بڑھانا ناممکن ہوگا۔

اگر آپ تھوڑی زمین میں زیادہ پیداوار حاصل کرنا چاہتے ہیں تو یہ بہت ضروری ہے کہ آپ کے پشو یا جانور چاہے دودھ دینے والے گائے ہوں یا ہل جوتنے والے بیل نہایت ہی اچھی طرح رکھے جائیں اور ان کے کھانے پینے کا انتظام اچھا ہو۔

بچاؤ کئے ہوئے کھیتوں میں مضبوط جانوروں سے جوتائی بوائی کرنا زیادہ پیداوار کی گارنٹی کرتا ہے۔ کھیتوں میں کام کرنیوالے جانوروں کے لئے دانے اور چارے کی افراط ادھک سے پیدا کرنا کسان کا پہلا دھرم ہے اچھے بچاؤ کئے ہوئے کھیت اچھی تیار کی ہوئی زمین اگر اچھی کھاد پا جائیں تو سونے میں سہاگے کا کام ہوتا ہے۔ ایسی زمینوں کی فصلیں کیڑوں مکوڑوں اور بیماریوں سب کا مقابلہ کرکے کسان کو اچھی سی اچھی اور زیادہ سے زیادہ پیداوار دیتی ہے۔ یہ دھیان میں رکھئے کہ پرماتما نے زمین میں پیدا کرنے کی شکتی تو اپنے آپ ہی دی ہے لیکن منش جاتی کو اسی شکتی کے گھٹانے بڑھانے کا پورا پورا اختیار دیدیا ہے۔ کسان اگر لاپرواہی سے کھیتی کرتا ہے تو ویسی پیداوار بھی پاتا ہے اچھی کھاد حاصل کرنے کیلئے اچھے پشو اور اچھے پشو رکھنے کے لئے اچھی زمین اور اچھی زمین کو رکھنے کیلئے مضبوط ہاتھ پیر کا کسان بہت ضروری ہے کسان سب اچھائیاں حاصل کر سکتا ہے اگر اپنے کھیت اپنے پشو اور اپنی کھیتی کو اپنی آنکھ سے دیکھے۔

انگریز کسان اپنے پشوؤں کی نگرانی میں بڑی توجہ کرتے ہیں عرصہ ہوا جب میں ایک انگریز کسان کے یہاں اس کے فارم پر کام کرتا تھا۔ کھیتی باری کی دیکھ بھال تو اس نے میرے سپرد کی لیکن اپنے گوشالے کا انتظام اس فارم پر کام کرنے کے باوجود میرے سپرد کبھی نہیں کیا۔ ایک دن اچانک [illegible] کے گاؤں سے شہر جانا پڑا۔ [illegible] بلایا اور [illegible] کا انتظام کیا چلتے چلتے [illegible] اپنی آنکھوں کے سامنے گوشالے کی صفائی [illegible] پینے کا انتظام کرنا۔ کسان تین دن کے بعد [illegible] میں نے چونکہ ہر ایک کام محنت سے کیا تھا۔ [illegible] دیکھکر خوش ہوگا کسان کے ساتھ میں فارم پر [illegible] کسان نے میرا بیان خوشی خوشی سنا اب کسان نے [illegible] رخ کیا اور گوشالہ کا ہر ایک حصہ اور تمام جانوروں کو دیکھا [illegible] دودھ گھر میں میری صفائی کی تعریف کی [illegible] [illegible] گھر واپس [illegible] کہا کہ بھائی تم ہندوستانی تھے اور مجھے بڑی [illegible]

[illegible]یوں کی خدمت اچھی کروگے۔ لیکن تم نے ہر جگہ کی صفائی درستی
لیکن گایوں کے جسم کا کچھ خیال نہ کیا۔ میں آیا تو ان کے جسم دیکھکر
[illegible] ہوئی اگر تم اچھے کسان ہونا چاہتے ہو تو اپنی گایوں کو ایسا
[illegible] کہ تم اپنے بچوں کو صاف رکھنا چاہتے ہو۔ کھیت میں کام یا
[illegible] کا رکھ رکھاؤ بڑا بھاری کام ہے بارش کا ملک
[illegible] سے ہندوستان میں ... سے اگر جانور اچھے زمین
[illegible] طیاری پر بہت طریقے سے نہیں ہونے پاتی۔ مثال کے طور پر
مضبوط صحت مند بیلوں کی جوڑی ایک دن میں ... ایکڑ جوت سکتی ہے
[illegible] سے ... جو مقابل ایکڑ ... سے ... سکتی ہے۔ لیکن کمزور
بیلوں سے ... پیدا ... جاسکے ... ۔ ... نوبت
... تیاری زمینوں کے ... حالت ... ہوتا ہے۔ ... بیل
... کی کچی پکی تیاری کرکے کسان زمین میں بیج پھینکنے کا موقع
... نہیں اس سے ... کسان ہی کا نقصان نہیں ہوتا
... اور فصل پیدا ہوکر جانور آدمی ... میں تینوں چیزوں کی
... اپنے طریقے سے ڈال دی ہے۔ دیکھئے تو صوبہ متحدہ
... قریب قریب اسی لاکھ ایکڑ زمین میں گیہوں پیدا کیا جاتا ہے
... اور جانور ... کھیت کی ناقص طیاری کا انجام یہ ہوتا ہے
کہ اوسط پیداوار گیہوں کے صوبے میں آٹھ دس من فی ایکڑ رہ
جاتی ہے فرض کرو کہ دس من پیداوار فی ایکڑ ہوئی تو اسی لاکھ
ایکڑ میں آٹھ کروڑ من گیہوں پیدا ہوا اس کے معنی یہ ہوے کہ
اچھے گیہوں پیدا کرنے والے ملکوں کے حساب سے صوبہ متحدہ میں
پچاس فیصدی کم پیداوار ہوئی یا یوں سمجھئے کہ بیج بوائی - آبپاشی
اور سب خرچہ تو اسی لاکھ ایکڑ کا ہوا اور پیداوار چالیس لاکھ
ایکڑ کی اٹھ سکی - کسانوں کی یہ بڑی بھاری ہتیا ہے۔ اگر ہم اسی
لاکھ ایکڑ سے بیس من فی ایکڑ کا اوسط پیدا کرتے ہوتے تو صوبے
... ۸ کروڑ کے ۱۶ کروڑ من گیہوں پیدا ہوتا اور ۸ کروڑ
من گیہوں سے تمام کم از کم اسی کروڑ روپیہ ہم کو اور زیادہ ملتے۔
... پیداوار کے گیہوں کی فصل کی تندرستی دس من فی ایکڑ
کی پیداوار ... کے مقابلے میں دوگنی اچھی ہوتی ہے۔ گیہوں کا دانہ
ایسا ... ہوتا کہ تمہارے بچوں کے جسم بہتر بنتے - بھوسہ
ایسا ... تاکہ تمہارے گائے اور بیل مضبوط ہوتے ...
... ایک گاؤں میں ایک بڑھیا ماں نے مجھ سے
کہا کہ ... گیہوں جو تو اب بھی پیدا ہوتا ہے - لیکن اس کے
دانے ... بھوسے میں وہ انش نہیں کہ جو میں نے اپنے بچپن میں
دیکھی تھا بڑھیا نے بالکل سچ کہا - آٹھ دس من فی ایکڑ پیداوار
... گیہوں میں انش کہاں سے آئے - کسانو! زمین سے
پیداوار ... کوئی بڑا جادو کا کام نہیں ہے ہمارے پڑھانے [illegible]

موجودہ پیداوار سے دوگنی اور تگنی پیداوار کرتے چلے آتے ہیں ہم نے اپنی لاپروا[illegible]
سے اپنے کھیت کی پیداوار خراب کردی - ہم لوگ اتنے سست ہوگئے ہیں
کہ زمین سے کمانے کا ہنر جانتے ہیں نہ فصلوں کے لئے حسب حیثیت کھیت
طیار نہیں کر پاتے - بلاوجہ نقصان اٹھا رہے ہیں آبادی تو ہم نے بڑ[illegible]
بڑھادی لیکن اس آبادی کے کھانے کے لئے زمین سے پیداوار نہیں
بڑھائی - اب بھی کچھ دیر نہیں ہوئی - کوشش کرو اور ایک بیگھہ سے دو
گنی جنس ملے گی۔

سرکار نے نہروں اور آبپاشی کے لئے بڑا بھاری انتظام کیا ہے
لاکھوں ایکڑ زمین پر نہروں ... کنووں کا پانی پہونچایا جا رہا ہے
لیکن زیادہ تر کسان اس آبپاشی کی آسانیوں پر ابھی تک اتنی بہ[illegible]
نہیں حاصل کر رہے ہیں جتنی کہ انہیں کرنا چاہئے - آبپاشی کے پانی
کا ... استعمال ایک بڑا ضروری امر ہے اور یہ ہمیشہ کے لئے یاد رکھئے کہ
کھیت میں پانی کی زیادتی خواہ مقدار میں ہو یا تعداد میں ہو
بہت ... مفید نہیں ہوتی - پانی فصل کے موافق دیجئے اور
اچھی پیداوار حاصل کیجئے - کھاد بھی کھیتی میں اہم درجہ رکھتی ہے
دیہات میں کھاد بنائیے اور افراط سے مختلف قسم کی کھلیوں کو کا[illegible]
کے بجائے استعمال کیجئے - کھلی کوئی بھی ہو کم از کم آٹھ دن زمین میں
دبا کر کھیت میں ڈالنے یہ بہت ضروری ہے - دھان اور گیہوں میں
کھلی کی کھادوں کا استعمال کیجئے اس سے صرف پیداوار ہی نہیں
بڑھے گی بلکہ بھوسہ اور دانہ میں انش پیدا ہوگا۔

زمین سے صرف غلہ ہی پیدا کرنا کھیتی نہیں ہے - انسان اور
چرند و پرند کی خوراک ترکاریاں اور پھل سب زمین ہی سے پیدا ہوتے
ہیں - دنیا کے تمام ملک ان جنسوں کو زیادہ سے زیادہ مقدار میں
زمین سے پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے ملک کے
رہنے والوں کی تندرستی کے لئے ان سب جنسوں کو اعتدال سے
کھانے کا مشورہ دیتے ہیں اور زیادہ پیدا کرنے کے طریقے بتاتے
ہیں محکمہ زراعت کے لوگ آئندہ لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے زمین سے
پیدا ہونے والی بہت سی جنسوں کے حالات آپ لوگوں کے سامنے
پیش کریں گے - ہم صرف اتنا بتائے دیتے ہیں کہ تھوڑے سے حصہ
زمین پر کسی جنس کا زیادہ مقدار میں پیدا کر لینا ملک کے بہت سے
بھوکے جانداروں کو کھانا پہنچانے کے برابر ہے - زمین سے چیزوں کا
پیدا کرنا بہت آسان نہیں اور وہ اس وجہ سے کہ اس کی علامات
بچے سے لیکر بڈھے تک ہر ایک کی نگاہ کے سامنے ہر وقت آتے [illegible]
ہیں یہ وہ قدرتی پیشہ ہے کہ جس کی ... تعلیم ... اتنی ہی
آسانی سے حاصل کرلیتا ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]

ایکڑ زمین میں دو تین سو من آلو ڈیڑھ سو من گاجر۔ ڈیڑھ سے من ٹماٹر۔ ساٹھ من مٹر کی پھلی۔ سو من گوبھی۔ ڈھائی سو من کرم کلّہ اور تین سو من کیلے کی پھلی تک آسانی سے پیدا ہو سکتی ہیں۔ چھوٹے چھوٹے زمین کے ٹکڑوں میں پپیتے۔ بھرت۔ اور اسی قسم کے زیادہ افراد سے پیدا ہونے والے معمولی پھل پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ غرض کہ ہر ایک چیز سیکڑوں من کی مقدار میں پیدا کرنے کے معنی یہ ہونگے کہ ہزاروں انسان جنکا پوری طور سے اب تک پیٹ نہیں بھرتا تھا۔ آسانی سے پیٹ بھر کھانا کھانے لگیں گے اور غریب اور امیر افراط سے ترکاری اور پھل کھا کر آئندہ نسل کی اچھی تندرستی بنائیں گے۔

بیکار اور کم حیثیت زمینوں میں کثرت سے بیر، امرود، آم، جامن، مہوہ، کٹھل، بڑہل، اور بیل وغیرہ کے باغ لگائیے۔ یہ دیہاتی پھل ایک ایک درخت میں منوں پھلتے ہیں اور بغیر کسی زحمت کے طیار ہو کر بازاروں میں کوڑیوں کے مول بکتے ہیں۔ یہ دیہاتی پھل آپکے صوبے کے آدمیوں کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ ان پھلوں سے لاکھوں غریبوں کا پیٹ ہی نہیں بھرتا بلکہ محنت کرنے والے آدمیوں کے جسموں میں وہ النش پہنچتے ہیں کہ جس سے ان کے جسموں میں پھرتی تیزی اور نمک پیدا ہوتی ہے اور زیادہ محنت کے باوجود تھکن نہیں ہونے پاتی۔ صوبے میں ان پھلوں کے کم ہوجانے کی وجہ سے دیہات کے لوگوں کی تندرستی پر خراب اثر پڑ رہا ہے۔ اگر آپ کو انسانوں سے محبت ہے تو دیہاتی پھلوں کی پیداوار کثرت سے بڑھائیے۔

بیر آپکے دیہات کا سیب ہے۔ امرود اور آم کے شوقین تو آپ بھی ہیں۔ جامن دیہات کا انگور ہے۔ مہوہ دیہات کا کشمش اور منقیٰ ہے کٹھل تو آپ بھی کھاتے رہتے ہیں۔ بڑہل اور بیل دیہاتیوں کے پیٹ کے لئے بہت مفید پھل ہیں۔ غلہ جات ترکاریاں اور پھلوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے محکمہ زراعت سے مشورہ کیجئے۔

سوئڈن میں جسمانی ورزش

از جناب بی۔ این۔ ماتھر۔ بی۔ ای۔ ایس پی، افسر آن اسپیشل ڈیوٹی محکمہ کار رسد تعلیمات یو۔ پی

جسمانی ورزش میں سوئڈن آج کل بہت آگے سمجھا جاتا ہے سوئڈن ورزش میں جسم کے ساتھ ساتھ روحانی ورزش پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ اگر ہم جسمانی ورزش کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ سوئڈن میں اس نے کس طرح ترقی کی۔ ورزش شروع کرنے والا پی۔ ایچ لنگ نامی ایک سوئڈن تھا۔ اپنے خیالات کو پختہ کرنے کے پہلے لنگ نے جرمنی کی سیاحت کی۔ وہاں جدید ترقی نے تعلیم اور خصوصاً جسمانی تعلیم کے نظریے کو بالکل ہی بدل دیا۔ جرمنی کا ورزش کا طریقہ تمام یورپ میں پھیل چکا تھا لنگ نے ورزش کے معلموں سے ملاقات کی، ورزش کو دیکھا اور اس موضوع پر تھوڑا بہت مطالعہ کر کے سوئڈن واپس آیا۔

اس نے سوچا کہ اس سلسلے میں ٹھیک سے کام کرنے کے لئے انسانی جسم کی ساخت کا مطالعہ حاصل کر لینا ضروری ہے۔ اسلئے سوئڈن میں ایک میڈیکل کالج میں بھرتی ہو کر اس نے انسانی جسم کے متعلق بات چیت حاصل کیں۔ لنگ کا خیال تھا کہ ورزش اور انسانی جسم کے قواعد میں یکسانیت ہونا ضروری ہے اس نے ورزش کو کئی حصوں میں تقسیم کیا ہے (۱) تفریح کے لئے اور اسکول ورزش (۲) فوجی ورزش (۳) میڈیکل ورزش (۴) لطیف ورزش۔

۱۸۰۴ء میں اس نے فیسنگ ورزش اور گھوڑ سواری کی اشاعت کی اور گرمی میں اس کی تعلیم دینے کے لئے ایک کورس کی تنظیم کی۔ ۱۸۱۳ء کے بعد اسکول اور فوج کے استادوں کو تعلیم دینے کیلئے لنگ اور استاک ہام میں اس کے اسکول کھولے گئے لنگ کا خیال تھا کہ تعلیم اور علاج تینوں دماغ میں ورزش کو اہم درجہ حاصل ہے اور شروع سے ہی ان تینوں محکموں میں اسکی تعلیم دیجانے لگی اسکی اسکول ورزش میں اعضا پر حرکت معمولی تناؤ پڑتا تھا سوئڈش تعلیم کے سلسلے میں ورزش کی اشاعت تو ابھی تھوڑے دنوں سے شروع ہوئی ہے۔

لنگ کی ورزش اس زمانہ کے علم الاجسام کے مطابق تھی اسکا خیال تھا کہ ورزش کا فائدہ یہی نہیں کہ اس سے عضلات پر تبدیلی کا اثر پڑتا ہے بلکہ رگوں اور دماغی خلیوں پر بھی زور پڑتا ہے آہستہ آہستہ سوئڈن کی اس ورزش کی دیگر ممالک میں بھی اشاعت ہوئی برطانیہ عظمیٰ، جرمنی، ڈنمارک اور دیگر یورپی ممالک کے افسروں نے استاک ہام کے اسکول کا معائنہ کیا اور وہاں رہ کر تعلیم حاصل کی۔ ۱۸۴۱ء میں لندن میں بھی اسی قسم کا ایک اسکول فیسنگ اور اسکول ورزش سکھانے کے لئے کھولا گیا۔ ۱۸۶۴ء میں اسکول کی ضرورت کے مطابق ایک نیا آلہ ایجاد کیا گیا۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ ورزش کر سکیں۔ روزمرہ کی ورزش کے لئے ورزشوں کی سوئڈش تقسیم بھی پہلی بار استعمال میں لائی گئی۔

۱۸۸۱ء کے بعد جسمانی ورزش کے متعلق ادارے تیزی سے بڑھنے لگے اور فیسنگ، تیرنے، ورزش وغیرہ کے مقابلے ہونے لگے۔ بعد میں لوگوں نے لنگ کی ورزش کو آہستہ آہستہ اور زیادہ

بتایا۔ سوئیڈش ورزش میں تین خاص باتیں ہیں۔

۱۔ ورزش کا روزانہ پروگرام

۲۔ ورزش کی ترقی۔

۳۔ اعضا کی حرکت کے لئے حکم الفاظ کا استعمال۔

ورزش کا روزانہ کا پروگرام حسب ذیل طریقے پر تیار کیا جا سکتا ہے۔ شاگردوں کی ترقی کو دیکھتے ہوئے انھیں اور بھی زیادہ مشکل اور پیچیدہ بنایا جا سکتا ہے وہ طریقے یہ ہیں۔

۱۔ ابتدائی ورزش۔ مثلاً غول بنانا۔ آمنے سامنے کھڑے ہونا، گھومنا، قدم چلنا وغیرہ۔

۲۔ ریڑھ کا جھکنا۔ اس میں پیچھے کی طرف بغیر کسی سہارے کے یا سہارے کے ساتھ جھکنا بھی شامل ہے انکا استعمال خصوصیت کے ساتھ جسم کی چستی کے لئے کیا جاتا ہے اور ان میں صرف ایک ہی آلہ کا استعمال کیا جاتا ہے اور وہ وال بار یعنی دیوار کے چھڑے کہلاتا ہے۔

۳۔ سانس لینے کی ورزش۔ ان سے سینہ بڑھتا ہے اور سانس روکنے کی طاقت بڑھتی ہے یہ عموماً بازوؤں کی ورزش ہوتی ہے یہ رسی شہتیر وغیرہ پر کسی جانے والی سب سے مشکل ورزشیں ہیں۔ ان میں رسی پر چڑھنا سب سے مشکل ہے۔

۴۔ متوازن ورزش۔ انمیں زیادہ یکساں ورزش کی ضرورت ہوتی ہے ان سے جسم کی ساخت میں اصلاح ہوتی ہے۔

۵۔ کندھوں کی تحریک کی ورزش۔ ان میں بازوؤں کی ورزش بھی شامل ہے عام طور سے ان میں سینہ اور سر علیحدہ رہیں اسکا مقصد چھاتی چوڑی کرنا اور کندھوں کی خرابی کو دور کرتا ہے۔

۶۔ پیٹ کی ورزش۔ اس سے پیٹ کے عضلات کام کرتے ہیں، ور قوت ہاضمہ اچھی ہوتی ہے اور جسم کے اندرونی اعضا کے قدرتی سہارے ترقی کرتے ہیں۔

۷۔ ریڑھ کو داہنے۔ بائیں جھکانے کی ورزش۔ اس میں دونوں طرف گھومنا ریڑھ کو گھمانا اور اسی طرح کی دیگر ورزشیں بھی شامل ہیں۔

۸۔ پیر کی ورزش۔ پیر کی تھکی ہوئی نسوں کو آرام دینے کے لئے ہوتے ہیں اس کے لئے عام مارچنگ اور دوڑنے کی ورزش کے کام میں لائے جاتے ہیں۔

۹۔ کودنے کی ورزش۔ ان میں کودنا سوئیڈش محراب دار گھوڑے پر کرنا اور لڑھکنے وغیرہ کی ورزشیں شامل ہیں۔

۱۰۔ سانس لینے کی ورزش۔ ان میں ایسی ورزشیں شامل ہیں جن میں سانسوں کی ورزش ہو۔ ان کا مقصد زیادہ مشکل کام کے بعد سانس کے فعل کو عام حالت میں لانا ہے۔

سوئیڈش ورزشوں کے لئے دیوار کی چھڑ، متوازن شہتیر، محراب دار گھوڑے، رسی وغیرہ چیزیں ایجاد کی گئیں۔ جرمن آلات متوازی چھڑ، ہارجنٹل بار، ٹریپیز وغیرہ ہیں مگر ان کا اب استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ سوئیڈش آلات زیادہ مفید اور آسانی سے کام میں لانے کے لائق ہیں۔ سوئیڈش طریقے میں جس حصہ پر اثر ہے اس کی زیادہ اہمیت سمجھی جاتی ہے اس لو جسم کے حصوں پر اثر پڑنے کے مطابق تقسیم کیا گیا ہے نہ کہ جرمن طریقہ کی طرح آلات کے مطابق لنگ کا مقصد یہ تھا کہ اسکا طریقہ کامل جسمانی ورزش بن سکے جس کے ہر حصے کی ترقی ہو سکے ان کے ذریعے اسکول میں ڈیکس پر بیٹھنے کے برے اثر کو دور کیا جا سکتا ہے۔

پانچ سال سے لیکر ہر عمر کے عورتوں و مردوں کے لئے یہ ورزشیں ہوتی ہیں بچوں کے لئے خاص تعلیم دی جاتی ہے ان کا کام تخیل پر منحصر رہتا ہے۔ بچوں کو جسمانی ورزش کی تعلیم قصوں کے ذریعے دیجاتی ہے۔ بچے ورزش کلاس میں آتے ہیں، اور ایک معلمہ اس طرح شروع کرتی ہے۔

ایک دلچسپ قصہ سنا کر وہ بچوں سے کہتی ہے کہ وہ جلد ہی اپنی دادی کو دیکھنے کے لئے گاؤں جائیں گے بچے معلمہ کو گھور کر اسکی نقل کرتے ہیں۔ پل بھر بعد وہ دوڑنے لگتی ہے اور لڑکے بھی اس کے پیچھے دوڑتے ہیں جب لڑکے بیٹھ جاتے ہیں تو وہ خود پر گلہری دیکھنے کو کہتی ہے اور لڑکے اپنی گردن کو چاروں طرف گھمانے لگتے ہیں۔ جلد ہی خیالی ہوا چلنے لگتی ہے اور لڑکے درختوں کی طرح اپنی کمر کو داہنے بائیں جھلانے لگتے ہیں اور اس طرح کمر کی ورزش ہو جاتی ہے پھر ان سے ایک ایک ورزش کیلئے رکھی ایک شاخ پر چلنے کو کہا جاتا ہے اور انھیں بتایا جاتا ہے کہ وہ ایک پل کو پار کر رہے ہیں جس کے دوسرے کنارے پر انکی دادی رہتی ہے۔ معلمہ دادی بنتی ہے لڑکے اسکو سلام کرتے ہیں اور وہ سلام کا جواب دیتی ہے اس طرح انھیں تہذیب کی تعلیم بھی دیجاتی ہے اسکے بعد لڑکے معلمہ کے ساتھ واپس آتے ہیں۔ اب سانس کی ورزش شروع ہوتی ہے۔ معلمہ کہتی ہے کہ رخصت ہونے سے پہلے ہم باغ میں جا کر پھولوں کی خوشبو سونگھیں لڑکے درختوں کو سونگھکر معلمہ کو سلام کرتے ہیں اور ہاتھ ملا کر رخصت ہوتے ہیں۔ اسی طرح لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے اسکولوں اور کالجوں میں بھی ورزش کا انتظام ہوتا ہے ہر اسکول میں ورزش کے جدید ترین آلات ہوتے ہیں تاکہ ان کے جسم اور دماغ کی نشونما میں ترقی ہو سکے۔ بالغ لوگ بھی ہفتے میں ایک یا دو بار اسکول ورزش کی مشق کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ ورزش کلب، کھیل کے میدان وغیرہ ہوتے

جن میں شہری نوجوانوں کو تعلیم دینے کے لئے ماہرین ملازم رکھے جاتے ہیں۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ سویڈن کے باشندے کھیل کے میدان میں بہت مشہور ہیں سویڈن میں برائٹ اور جھیوک جیسے تیز دوڑنے والے ہوئے ہیں۔ ہیگ نے ۱۵۰۰؍۳۰۰۰ اور ۵۰۰۰ میٹر کی دوڑ میں دنیا میں ریکارڈ قائم کر دیا ہے ۱۹۳۰ء کے عالمگیر اولمپک میں اسکا نمبر ساتواں ہے۔

دیہاتی کسانوں کے لئے بھی جسمانی ورزش کی تعلیم دینے کی طرف پوری دستوری توجہ دی جاتی ہے۔ ہر گاؤں میں ورزش کا انتظام ہے وقتاً فوقتاً قصبہ سکینڈ نیوین جشن ورزش منایا جاتا ہے اس میں اور دیگر مقابلوں میں گاؤں والے حصہ لیتے ہیں محکمہ جسمانی تعلیم ورزش اور تفریح کا اس ملک میں خاص خیال رکھتا ہے۔ تفریح کے سلسلے میں دیہاتی ناچ کھیل اور موسیقی پر زور دیا جاتا ہے تاکہ دن بھر کی سخت محنت کے بعد کسان اپنا دل بہلا سکیں اس میں لڑکے لڑکیاں بوڑھے مرد عورتیں سبھی حصہ لیتے ہیں۔ گرمیوں میں میلے ہوتے ہیں جن میں ۱۵ ان سب کا مظاہرہ کرتے ہیں ۱۹۳۹ء میں لینگ کی یاد میں جشن لینگ تقریب منائی گئی۔ اسکے لئے اسٹاک ہام ہی موزوں مقام منتخب کیا گیا۔ اس میں ہندوستان بھی مدعو تھا اور میں نے سنا ہے کہ دو ایک ہندوستانیوں نے اس میں شرکت بھی کی تھی۔

اس جشن کا پروگرام حسب ذیل تھا۔

(۱) ۲۱ سے ۲۳ جولائی تک عالمگیر جشن ورزش۔

(۲) ۲۴ سے ۲۷ جولائی تک فزیکل تعلیم کی کانفرنس۔

(۳) ۲۹ جولائی سے ۱۷ اگست تک بین الاقوامی ورزش کیمپ۔

ہر جگہ کی ٹیموں کے لئے انتظام کیا گیا تھا جشن ورزش کے زمانہ میں ٹیموں کے ٹھہرانے کا خاص انتظام کیا گیا تھا۔ فرصت کے وقت اسٹاک ہام میں گھومنے اور لوگوں سے ملنے جلنے کا انتظام تھا۔ سماجی اداروں کو دیکھنے پبلک اداروں کی سیاحت کرنے اور ہوائی جہاز کے ذریعے گھومنے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ اس جشن میں سویڈن برطانیہ ڈنمارک، بلجیم، رومانیہ، ہنگری، پولینڈ، پرتگال، ناروے فن لینڈ، آئس لینڈ، جرمنی اور فرانس کی ٹیموں نے حصہ لیا۔ مختلف ممالک کی ٹیموں کیلئے علیحدہ علیحدہ اور اجتماعی مظاہرہ کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ سویڈش ٹیم نے اپنے خاص مظاہرہ کے ذریعے عمر اور مرد عورت کے حساب سے جمناسٹک کی خاص کامیابی کو دکھلایا صحت کو قائم رکھنے کے لئے لنگ جمناسٹک چھوٹے بچے سے لیکر بوڑھے تک کر سکتے ہیں۔

آخر میں میں یہ کہوں گا کہ اپنے بین الاقوامی گرمی کے موسمی کورس، عورت و مرد کے لئے فزیکل کلچر کے کالجوں کلبوں اور جشنوں کے ذریعے سویڈن اپنے ملک کے لئے فزیکل کلچر کے علم کو اب تک لہرا رہا ہے۔

غزل

(از جناب اخگر مشتاق (رحمی) رحیم آبادی)

درد و الم قسمت ہے پھر دل کو پریشاں کون کرے
عیسیٰ عیسیٰ کون پکارے درماں درماں کون کرے

دل کے نہایت نازک وہ اور قصۂ غم پر درد مرا
سن نہیں سکتے جب وہ فسانہ کہنے کا ارماں کون کرے

خویش و اقارب مضطر ہیں یہ ایک مصیبت کیا کم ہے
اپنی حالت غیر سہی انکو بھی پریشاں کون کرے

نزد رگ جاں نشتر ہے اک شکوہ کس سے کسکا کروں
آتی نہیں جب بات لبوں تک شکوہ ہجراں کون کرے

جوش بہاراں جوش جنوں کا ضامن ہے اے ضبط مگر
جوش جنوں میں ہوش گریزاں چاک گریباں کون کرے

جسکے لئے تھی جینے کی حسرت آہ اسی نے منہ موڑا
اب نہیں باقی کوئی سہارا جینے کا ارماں کون کرے

وہ نہیں آتے خیر نہ آئیں بیٹھ رہیں گے چپ ہوکر
نوحۂ ہجراں کون کرے اب دل کو پریشاں کون کرے

آہ و فغاں اور نالۂ سوزاں کچھ بھی نہیں ہیں سب بے سود
یہ بھی جب کچھ کر نہ سکے پھر مائل درماں کون کرے

ساقی رعنا ساغر و مینا رونق محفل کچھ بھی نہیں
کون جمائے محفل رنداں پینے کا ساماں کون کرے

جان اسکی ہے دل اسکا ہے نغمہ و نالہ سب اس کا
وہ ہی نہیں جب پیش نظر اخگر کو غزلخواں کون کرے



آپ کی خوراک

رنگروٹ ۔ کیوں سقراط صاحب، کیا تندرستی کے بارے میں آپ ابھی اور کچھ بتائیں گے؟

سقراط ۔ ہاں کیوں نہیں ۔ دیکھو تندرستی کا دوسرا سنہرا اصول خوراک ہے جو کہ آپ کو اور آپ کے بال بچوں کو پوری یعنی نہ بہت زیادہ اور نہ کم اور ٹھیک قسم کی اچھی ملنی چاہیئے۔ بہت سے امیر لوگ بھی یہ نہیں جانتے کہ ان کے لئے ٹھیک خوراک کون سی ہے اور اسی وجہ سے اُن کو اکثر بدہضمی رہتی ہے اور جو کچھ وہ کھاتے ہیں وہ انگ نہیں لگتا بعض لوگ مٹھائیاں کھا کر پھول کر کپّا تو ہو جاتے ہیں لیکن ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ایسی خوراک نہیں کھاتے جس کو حفاظتی خوراک کہتے ہیں اور جو کہ آپ کو بیماریوں سے بچاتی ہے ۔ آپ کی آنکھوں اور دانتوں کو سلامت رکھتی ہے، آپ کی ہڈیوں کو مضبوط کرتی ہے اور آپ کے بچوں کے جسم کو کبڑا نہیں ہونے دیتی بلکہ تندرست و توانا رکھتی ہے دیکھئے روشنی اور ہوا بھی خوراک ہی ہے جو کہ آپ کے جوڑ جوڑ کو مضبوط کرنے اور آپ کو بیماریوں سے بچانے میں بڑی مدد کرتی ہے ۔ یاد رکھئے ٹھیک خوراک نہ کھانے سے بہت سے لوگوں کی نظر کمزور ہو جاتی ہے، دانت خراب ہو جاتے ہیں اور ہڈیاں نرم ہو کر ٹیڑھی ہو جاتی ہیں۔

حوالدار صاحب ۔ واہ صاحب، یہ تو خوب سنائی ۔ ذرا بتائیے تو یہ حفاظتی خوراک ہے کیا؟

سقراط ۔ اچھا سنئے ۔ میں آپ کو اس طرح سمجھاتا ہوں کہ ہمارا جسم ایک بہت ٹیڑھی یعنی مشکل سے سمجھ میں آنیوالی مشین کی طرح ہے اس میں بہت سے پُرزے ہیں اور وہ بھی مشینوں کی طرح گھستے پستے رہتے ہیں ۔ دیکھئے جب کسی انجن کا کوئی چھوٹا پہیہ گھس کر بیکار ہو جاتا ہے تو آپ جھٹ اس کی جگہ دوسرا پہیہ لگا لیتے ہیں ۔ اسی طرح ہمارا بدن بھی اپنے روزانہ کے گھسنے کو خوراک سے پورا کرتا ہے لیکن اگر آپ ہر طرح کے گھسنے کو پورا کرنے کے لئے ٹھیک قسم کی خوراک نہ کھائیں تو آپ کے بدن کے کل پرزوں کے گھساؤ کا بدل نہیں ہوگا۔ مطلب یہ کہ ہڈی یا پٹھے، دانت اور خون سب کی خوراک الگ الگ ہے ۔ اسلئے ہم اچھی اور مناسب خوراک نہ کھائیں تو ہمارے جسم مضبوط نہیں رہ سکتے اور صرف یہی نہیں کہ وہ ہر طرح کمزور ہوتے جائیں گے بلکہ بیماریوں کے اُن جراثیم کا مقابلہ نہیں کر سکیں جو کہ ہمارے ارد گرد ہمیشہ موجود رہتے ہیں اور جہاں سے موقعہ ملے وہیں سے ہمارے جسم میں داخل ہو کر حملہ کرنے کے لئے کسی کمزور جگہ کی تاک میں لگے رہتے ہیں ۔ اسی لئے وہ خوراک جو ہمارے بدن کو مضبوط اور تندرست کرتی ہے اور ہم کو بیماریوں سے بچاتی ہے، حفاظتی خوراک کہلاتی ہے۔

حوالدار ۔ اجی صاحب پھر بچوں کو تو حفاظتی خوراک کی بہت ضرورت ہے کیونکہ بچوں کے بدن گھسنے پسنے کے ساتھ بڑھتے بھی تو رہتے ہیں۔

جمعدار ۔ ہاں، بالکل یہی بات ہے۔

سقراط ۔ دیکھئے جب بچے پروان چڑھ رہے ہوں اور اسکول میں پڑھ بھی رہے ہوں تو اُن کی خوراک کی بہت دیکھ بھال رکھنی چاہیئے ورنہ اُن کو ایسا نقصان پہونچے گا جو عمر بھر پورا نہ ہو سکے گا ۔ اگر اُن کے جسم کی پرورش کے لئے ٹھیک خوراک نہ دی جائیگی تو اُن کی ہڈیاں سیدھی پورے قد کی اور اچھی طرح نہیں بڑھینگی ۔ اگر ان کو آنکھوں کے لئے ٹھیک خوراک نہ ملے گی تو ان کی آنکھوں میں عمر بھر کے لئے کچھ نہ کچھ خرابی آجائیگی۔

اگر ان کے دماغ کی طاقت کو سلامت رکھنے اور بڑھنے کے لئے اچھی اور معقول خوراک نہ ملے گی تو اپنے سبق یاد کرتے کرتے عمر بھر کے لئے اُن کے دماغ میں کمزوری پیدا ہو جائیگی ۔ اسلئے اور جو کچھ چاہیئے کیجئے لیکن اپنے بچوں کی خوراک صحت اور تندرستی کا ہر وقت خیال رکھئے۔

سپاہی ۔ لیکن سقراط جی، یہ کوئی ہمارا کام ہے ۔ یہ تو بچوں کی ماؤں کا کام ہے۔

سقراط ۔ بیشک ٹھیک کہتے ہو ۔ لیکن بھائی عورت کو پہلے یہ تمام باتیں بھی تو معلوم ہونی چاہئیں جو میں آپ کو بتانے والا ہوں ۔ اس لئے کہ جب تک عورت کو ان باتوں کا علم نہ ہو اُس وقت تک آپ لوگوں کو

یہ کام کرنا ہوگا اور اگر آپ لوگ اس بیکار سے بچنا چاہتے ہیں۔

حوالدار - تو ہم کو اپنی لڑکیوں کو اسکول میں بھیجنا چاہئے اور بڑی عمر کی عورتوں کو بھی ان باتوں کے سکھانے کا کچھ نہ کچھ انتظام ضرور کرنا چاہئے۔

سقراط - ہاں ضرور! اچھا تو ساری خوراکوں میں دودھ سب سے اچھی اور پوری خوراک ہے لیکن جس طرح دودھ کا معاملہ ہے اسی طرح اور چیزوں کا بھی ہے۔ دیکھئے خوراک جتنی سادہ ہوگی، جتنی کم دیر تک چولہے پر پکائی جائیگی جتنے کم مصالحے ڈال کر اس کو کم بھونا جائیگا اور اس کے ساتھ اہتمام کم کیا جائیگا اتنی ہی اس میں زیادہ طاقت ہوگی۔ یعنی خدا نے جو چیزیں ہمیں کھانے کو دی ہیں ان کی اصلی حالت کو جتنا کم بگاڑا جائے اتنا ہی اچھا ہے۔

رنگروٹ - کیوں صاحب "اہتمام" سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

سقراط - ارے بھائی یہ تو بالکل صاف بات ہے، دیکھو، کچی چیزوں کا پیسنا یا سنا اور مرچ مصالحے ڈال کر چولہے پر چڑھا کر بھوننے بھگانے، چھونکنے چھانکنے کو ہی اہتمام کہتے ہیں۔

سپاہی - لیکن دودھ کے ساتھ کون سا اہتمام کرنا پڑتا ہے صاحب؟

سقراط - واہ بھائی واہ! اتنی سی بات بھی نہیں سمجھتے۔ دیکھو تندرست گائے کے تھنوں سے نکلے ہوئے سادہ کچے دودھ میں سب سے زیادہ طاقت ہوتی ہے لیکن اس میں گڑبڑ بھی بڑی آسانی سے ہو جاتی ہے اور بیماریوں کے جراثیم بھی سب سے زیادہ اچھی طرح دودھ میں ہی پہنچتے ہیں۔ سو بہت سے لوگ جن کو دودھ اور برتنوں کی صفائی ستھرائی کا یقین نہیں ہوتا وہ دودھ گرم کر کے پیتے ہیں لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ دودھ کو پانچ منٹ سے زیادہ نہ ابالا جائے یہ بھی یاد رکھئے کہ خالص کی لسی بھی دودھ ہی جیسی مفید ہوتی ہے دہی سے بیشک خالص دودھ اور لسی سے کم طاقت ہوتی ہے چاچھ یا مٹھا پینے سے بھی بدن میں خوب جان آتی ہے۔ کیونکہ اس میں سے صرف دودھ کی چکنائی نکال کر باقی تمام چیزیں جوں کی توں سلامت رہتی ہیں جن میں کہ بلا کی خوبی ہوتی ہیں۔

حوالدار - صاحب دودھ کی قدر تو ہم پہلے ہی اچھی طرح جانتے ہیں لیکن آپ کے اس بحث کا مطلب اب سمجھ میں آیا اور ہم اسے خوب اچھی طرح یاد رکھیں گے آئندہ ہم دودھ جتنا ہو سکے گا کم ابالا کریں گے اچھا اب اور چیزیں بھی تو بتائیں۔

سقراط - بس بھائی آگے نہ پوچھو نہیں تو تم بگڑ جاؤ گے اور میں تمہیں ناراض نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اس دوسری ضروری چیز کے کرنے سے تمہاری ذات میں فرق آ جائے گا۔

حوالدار - اجی صاحب بتلائیے تو ہمیں پتہ تو لگے وہ ہے کیا۔

سقراط - پھل اور سبزیاں بونا۔

سپاہی - واہ سقراط جی لگے نہ وہی پرانی دلّی کی باتیں کرنے۔ شاید آپ کو پتہ نہیں کہ اب ہم میں سے کوئی بھی پھل اور سبزیاں بونے میں شرم نہیں کرتا۔

سقراط - اچھا تو بڑی خوشی کی بات ہے پھر تو جتنا ہو سکے خوب سبزی اور پھل لگاؤ۔

سپاہی - کیوں صاحب کیا پھل اور سبزیاں بھی ایک دوسرے سے گھٹیا بڑھیا ہوتی ہیں۔

سقراط - ہاں، کیوں نہیں پھل تو اپنے اپنے موسم میں ہوتے ہیں۔ پپیتے، نارنگی، مالٹا، نیمبو، کھٹے انار، پٹوا وغیرہ سے جو ہو سکے لگائیں پپیتہ تو بہت جلد پھلتا ہے اور اس کی شاخیں بھی نہیں پھیلتی سو جن علاقوں میں یہ ہو سکتا ہو وہاں چھوٹے احاطے والے مکانوں کے لئے تو یہ بہت ہی مفید ہے۔ اب سبزیوں کو لو عام طور پر پتیوں والی سبزیاں سب سے اچھی ہوتی ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ گاجر اور ٹماٹر پھر ان کے بعد مٹر، لوبیا یا سیم کھیرے ککڑی، گھنیا، کدو، بیگن، بھنڈی، لہسن، گندا پیاز، پھول گوبھی اور اسی قسم کی دوسری چیزیں سب کے بعد شلجم مولی آلو اور اسی قسم کی سبزیاں لیکن غذا کے لئے آپ خاص خاص حفاظتی خوراک اور دودھ سے بنی ہوئی چیزیں حاصل کر کے ان کے ساتھ ایسا جتن نہ کیا کریں کہ ان سے طاقت ہی جاتی رہے دیکھئے سادہ آٹے اور ہاتھوں سے نکالے ہوئے چاول ان میں اور مشینوں کے نکلے ہوئے چاول ان سے بہت زیادہ طاقت ہوتی ہے اور ساتھ ہی وہ سستے بھی ہوتے ہیں۔ عام طور پر کھانے کی چیزوں کو جتنا کم پکایا جائے اتنی ہی زیادہ ان میں طاقت رہتی ہے۔ جتنا ہو سکے آپ چیزوں کو کم پکایا کریں اور جب پکائیں تو ضرورت سے زیادہ نہ گلائیں۔ کھانے پینے کی چیزوں اور دودھ کو گرم رکھنے کے لئے بھوسا بکس سے زیادہ کام لیا کریں اور جن چیزوں کو زیادہ دیر تک پکانا ہوا کرے ان کو بھی بھوسا بکس سے پکایا کریں۔ جب ہم خوشحال گھر یعنی گھر سدھار کے بارے میں بات چیت کریں گے اس وقت ہم لوگوں کو بھوسا بکس کے بارے میں سب کچھ بتلا دیں گے ہاں تو بہت سی سبزیاں مثلاً گاجر اور ٹماٹر تو پکا کر کھانے سے کچا ہی کھانا زیادہ مزا دیتے ہیں تو آپ ان چیزوں کو کچا ہی کھایا کریں، دالوں کے چھلکے، سبزیوں کے اوپر والے پتے، آلوؤں کے چھلکے اور سبزیوں کا شوربا یا پانی جس میں سبزیاں پکتی ہیں بہت ہی مفید ہوتا ہے۔ ان کو کھا لینا چاہئے پھینکنا نہیں چاہئے۔ خدا کی بنائی ہوئی کھانے کی چیزوں کی اصلی حالت کو جتنا ہی کم بدلا جائے اتنا ہی اچھا ہے سو آپ اصلی چیزیں کھایا کریں پھوٹا ہوا اناج بھی سب بڑھیا اور اچھی خوراک ہے۔

سپاہی - سقراط جی بھلا یہ پھوٹا ہوا اناج کیسے ملے؟

سقراط - ارے بھائی یہ تو بالکل آسان ہے اس میں تو ہلدی لگے نہ پھٹکری۔ اناج کو چوبیس گھنٹے تک پانی میں بھگو رکھو پھر اس کو پانی میں سے نکال کر ایک کپڑے میں پھیلا لیکن

اس کو تر رکھو یعنی اس پر تھوڑا تھوڑا پانی چھڑکتے رہو اور جب وہ پھوٹنے لگے یعنی جب اس میں ننھے ننھے کونپل نکلنے لگیں تو اس کو کچا ہی گڑ یا نمک کے ساتھ کھائیے اور اور اناج اور دالوں کو اسی طرح آزما کر دیکھو پھر جو سب سے اچھا لگے وہ کھایا کرو دیکھنا پھوٹے ہوئے اناج کو پکا کر مت کھانا نہیں تو اس کی بہت سی طاقت ہی جاتی رہے گی۔ یہ چند باتیں ہم نے آپ کو ان کام کی باتوں میں سے بتا دی ہیں جن سے آپ کو اچھی سے اچھی اور سستی سے سستی خوراک مل سکتی ہے۔ اگر آپ ساری باتیں معلوم کرنا چاہتے ہیں تو جنرل سیکریٹری صاحب کو آپریٹو سوسائٹیز کوئنس روڈ لاہور کو خط لکھ کر ایک کتاب جس کا نام "پریونشن آپ فوڈ ویسٹیج" ہے (یعنی خوراک کی اصلی طاقت کیسے قائم رہ سکتی ہے) اور جو مفت ملتا ہے منگا کر پڑھ لیں۔

ہاں خوراک کے بارے میں یہ بات بھی ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ خوراک صاف ستھری رکھی جائے آپ لوگوں میں سے تو بہت سے اپنے کھانے پینے کی چیزیں جالی والی لکڑی کی ڈولی میں رکھتے ہیں جو لوگ ایسی ڈولیاں نہ خرید سکتے ہوں نہ خود بنا سکتے ہوں اُن کو چاہئے کہ کھانے پینے کی چیزوں کو مچھر دانیوں کی جالی یا ململ سے ڈھک کر رکھا کریں ایک اور بات یہ بھی ہے کہ کھانے کو جتنا ہو سکے ٹھنڈ میں رکھا جائے تاکہ کیڑے بسے نہیں۔

۱۱ چیچک اور وبائی بیماریوں سے بچنے کے ٹیکے

رنگروٹ ۔ کیوں صاحب ابھی کچھ اور بتلانا باقی ہے۔

سقراط ۔ ہاں بس اب ایک اور فائدہ بتلانا چاہتا ہوں جو چیچک اور وبائی بیماریوں کے ٹیکوں کے بارے میں ہے۔ ان کو آپ خود بھی اچھی طرح جانتے ہیں اور میرے بتلانے سے بھی زیادہ باتیں ان ٹیکوں کے بارے میں آپ لوگ فوج میں سیکھ لیتے ہیں۔

دیکھئے ہر ایک بچے کو دو تین مہینہ کا ہوتے ہی چیچک کا ٹیکہ لگانا چاہئے اس کے بعد ہر ایک بچے اور بڑے کو پچیس یا تیس سال کی عمر ہونے تک ہر پانچویں یا چھٹے سال برابر ٹیکہ لگتا رہنا چاہئے اور اچھی بات تو یہ ہے کہ اس عمر کے بعد بھی چند سال چھوڑ چھوڑ کر ٹیکہ لگواتے ہی رہنا چاہئے۔

جب کبھی آپ کے یا آس پاس کے گاؤں میں وبائی بیماریاں۔ مثلاً پلیگ، ہیضہ اور آنتوں کے مرض پھیل جائیں یا پھیل رہی ہوں اُس وقت آپ کو اگر کبھی کہیں سفر کرنا پڑ جائے تو آپ کو ان بیماریوں سے بچنے کا ٹیکہ ضرور کرا لینا چاہئے اور ہاں جب کبھی بھی آپ کسی بڑے میلے ٹھیلے میں جایا کریں تو پہلے ہیضے کا ٹیکہ ضرور کرا لیا کریں اور آنتوں کے بخار کے بارے میں آپ اپنے پاس کے ہسپتال کے ڈاکٹر صاحب سے پوچھ لیا کریں کہ آپ کو اور آپ کے بیوی بچوں کو اس کا ٹیکہ کتنی دفعہ اور کب کب کرانا چاہئے۔

ہیضہ، آنتوں کا بخار، اور پیچش کی بیماریاں گندگی سے ہوتی ہیں وہ گندے پانی اور میلے برتنوں اور سڑی بسی گندی خوراک اور ہاں مکھیوں سے بھی پھیلتی ہیں اس لئے آپ اپنے باورچی خانے میں مکان اور گاؤں میں ہر جگہ صفائی ستھرائی رکھیں۔ کھاد کے گڑھے اور پاخانے باقاعدہ بنائیں اپنے کنوئیں کو ٹھیک ٹھاک کریں اور کنوئیں اور نل کے فالتو بیکار پانی کے لئے نالیاں بنا لیں۔ آپ نے کتنی دفعہ دیکھا ہوگا کہ نل کے اردگرد بہت سا گندہ پانی پڑا رہتا ہے جو رس رس کر ... پہنچتا جاتا ہے اور پھر پمپ میں سے آپ کے پینے کے لئے ... نکلتا ہے۔

اگر آس پاس کہیں یہ بیماریاں پھیل رہی ہوں تو آپ اپنے کنوئیں کو بلیچنگ پاؤڈر سے ایک دم صاف کر لیں اور اس بات کی پوری پوری روک تھام کر دیں کہ ہر شخص اپنا اپنا گھڑا یا ڈول کنوئیں میں نہ ڈالے یعنی صرف ایک ہی ڈول رسی سے سب لوگ پانی کھینچا کریں۔

جب کوئی آدمی ان بیماریوں سے بیمار ہو جائے تو اس کی خبر اپنے پاس کے ہسپتال کے ڈاکٹر صاحب یا ہیلتھ انسپکٹر کو ایک دم کر دیا کریں پھر جو کچھ وہ بتائیں اس پر پوری طرح عمل کریں اور جتنی بن پڑے ان کی مدد کیا کریں۔ اگر کسی کو ہیضہ یا آنتوں کا بخار ہو تو آپ خود بھی اور گاؤں کے ہر چھوٹے بڑے سب کو ٹیکہ لگوائیں۔

پلیگ کی بیماری تو جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے چوہوں کے پسوؤں سے پھیلتی ہے جب کوئی چوہا پلیگ سے مر جاتا ہے تو اس کے جسم سے اڑ کر آپ کے بستروں اور کپڑوں میں نیا گھر تلاش کرنے آ جاتے ہیں یہ بھی آپ لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ چوہے روشنی سے بھاگتے ہیں اور میل کچیل پر جان دیتے ہیں سو آپ کے مکانوں میں اگر روشنی اور ہوا خوب آئے اور صفائی ستھرائی اچھی ہے تاہم بکس کھٹیا ہنڈیاں یعنی کوٹھریاں وغیرہ فرش سے کئی انچ اونچے اور دیواروں سے کئی انچ ہٹا کر رکھے جائیں تو آپ چوہوں کی بھرمار سے بچ جائیں گے اور آپ کے گاؤں میں پلیگ پھیلنے کا خطرہ بھی بہت کم ہو جائے گا اگر ان باتوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ کے مکان اصطبل اور گودام میں چوہے ہوں تو آپ بلیاں پالیں اور چوہوں کے پنجرے بھی لگائیں۔

جوں ہی چوہے مرنے لگیں یا کسی کو پلیگ ہو جائے تو آپ اپنے پاس کے ڈاکٹر صاحب یا ہیلتھ انسپکٹر کو خبر کر دیں جب وہ آپ کے پاس آئیں تو جس طرح وہ کہیں اسی طرح آپ کریں اور جتنی آپ سے ہو سکے ان کی مدد کریں آپ ڈاکٹر صاحب سے کہیں کہ وہ آپ سب لوگوں کو پلیگ کا ٹیکہ لگا دیں اور جب وہ اس کام کے لئے تیار ہو جائیں تو آپ میں

سے ہر ایک مرد، عورت اور بچے ایک لائن میں کھڑے ہو کر ٹیکہ لگوائیں ٹیکہ لگوانے میں نہ تو ڈاکٹر صاحب کا حرج کریں اور نہ اپنا وقت ضائع کریں۔ جب آپ کے گاؤں میں کسی ایسے گاؤں سے آدمی آئے جہاں پلیگ پھیلی ہو تو ان کو گاؤں سے باہر چھولداری یا چھپر میں یا درخت کے نیچے غرض کسی سایہ دار جگہ میں ٹھہرائیں نہیں تو ان کے بستروں میں سے پلیگ پھیلانے والے پسو آپ کے گھروں میں بھی پہنچ جائیں گے۔

تپ دق اور گردن توڑ بخار ان لوگوں میں ہوتے ہیں جن کے ہاں ہوا کا تو نام و نشان نہ ہو پر آدمیوں کا خوب گھسڑا ہو۔ سو آپ یہ بات یاد رکھیں کہ روشنی اور ہوا ان بیماریوں سے بھی آپ کی جان بچا سکتی ہے۔ تپ دق کی بیماری گھٹیا قسم کی خوراک سے بڑھتی ہے یعنی یا تو اس خوراک کو زیادہ پکایا گیا ہو یا وہ ٹھیک قسم کی نہ ہو اور یہ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ سادی غذا سب سے اچھی ہوتی ہے۔

یاد رکھئے خوراک جتنا کم پکایا جائے اور جتنے اس کے ساتھ کم بن ٹھن کیا جائے اور جتنا کم اس کی اصلی حالت کو بدلا جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ کچی سبزیاں سادہ آٹے کی روٹیاں ہاتھوں سے نکالے ہوئے چاول بہت سارا دودھ پھل اور سبزیاں ذرا کھاؤ تو دیکھیں بدن میں کیسی جان آتی ہے اور آپ کتنی بیماریوں سے بچے رہتے ہیں۔
اور ہاں اگر آپ کے گھر یا گاؤں میں اگر کسی کو گردن توڑ بخار ہو جائے تو یہ کام کریں کہ بیمار کو تندرست آدمیوں کو کمرے سے الگ دوسرے کمرے میں کر دیں اور کھانے پینے کے تمام برتن بھی الگ رکھیں۔ بیماری کی خبر سب سے پہلے پاس والے ڈاکٹر صاحب کو کر دیں ڈاکٹر صاحب اگر بیمار اور ان سب آدمیوں کو جو بیمار کے پاس آتے جاتے ہیں دیکھیں گے۔ آپ ہمیشہ ڈاکٹر صاحب یا ہیلتھ انسپکٹر کی ہدایتوں پر عمل کیا کریں۔

تپ دق کے بارے میں تو میں پہلے بھی کافی بتا چکا ہوں اور اور کیا بتاؤں۔ ہاں اگر آپ کو اس بیماری کے بارے میں زیادہ باتیں جاننا ہوں تو کتاب "بہتر دیہات" کا صفحہ نمبر ۱۱۲ پڑھ لیں۔

ملیریا

اچھا اب ملیریا کو لیں اس بیماری کے بارے میں بھی آپ [illegible] زیادہ [illegible] میں بتایا جاتا ہے۔ ملیریا کی روک تھام [illegible] اپنے گھروں اور گاؤں میں اسی طرح مل جل باقاعدہ [illegible] کیا جاتا ہے اور برسات شروع [illegible] آخر تک جب تک مچھر بالکل غائب نہ ہو جائیں

برابر لگاتار کام کرتے رہنا چاہئے ملیریا کی روک تھام کی پارٹیاں بنالی جائیں جو گاؤں میں ان چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں جن میں پانی بھرا رہتا ہے یا تو مٹی بھر دیں یا نالیاں بنا کر پانی نکال دیں یا ان پر تیل چھڑک دیا کریں۔ یاد رکھئے کہ اگر مچھر ایسے کسی آدمی کو کاٹ لے جس کے خون میں ملیریا کے جراثیم پہلے سے ہوں تو اس کے دس دن تک اپنا زہر کسی اور شخص میں نہیں پہنچا سکتا اس لئے آپ کو اس مچھر کو مار دینے کے لئے دس دن مل جاتے ہیں۔

سو آپ اپنے گھروں میں سارے مچھر ڈھونڈ ڈھونڈ کر مار ڈالا کریں گرمیوں کے دنوں میں اپنے مٹکوں میں ایک ہفتہ سے زیادہ پانی بھرا نہ کریں مچھر ڈھونڈھنا تو بچوں کا ایک کھیل سا بنا دیں اور بچوں کی اس پارٹی کو جو زیادہ مچھر مار کر لائے یا مچھروں کے انڈے دینے کی بہت ساری جگہیں ڈھونڈ کر بتائے لڈو، بتاشے یا کوئی اور مٹھائی بانٹ دیا کریں تو بچے اس کام کو دل سے کرنے لگیں گے اور ہاں آپ اپنے لئے ہی نہیں بلکہ اپنے بال بچوں اور نوکروں کے لئے بھی مچھردانیاں لگایا کریں اور کونین بھی اپنے گھر میں رکھا کریں۔

ڈاکٹری علاج

سقراط ۔ دیکھئے میں آپ لوگوں سے بار بار کہتا رہا ہوں کہ سرکار نے آپ لوگوں کے ٹیکس کی آمدنی سے کھیتی باڑی کا کام جاننے والے بڑے بڑے ہوشیار تجربہ کار لوگ ملازم رکھے ہوئے ہیں اسی اسی ٹیکس کی آمدنی سے سرکار نے آپ کے یہ ڈاکٹر اور تندرستی کی باتوں کی اچھی طرح سمجھنے اور سمجھانے والے لوگ بھی ملازم رکھے ہوئے ہیں۔

سو آپ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھایا کریں اپنے بچوں کو ان ڈاکٹروں اور تندرستی کے تجربہ کار لوگوں کو دکھایا کریں کیونکہ اگر بچوں کی خرابیوں اور بیماریوں کا ٹھیک ٹھیک علاج نہ ہو تو ان کی زندگی خراب ہو جاتی ہے اور یہی نہیں کہ ان کو فوجی یا اور کوئی سرکاری نوکری نہیں ملتی بلکہ ان کا بچپن، جوانی اور بڑھاپا سب غارت ہو جاتا ہے سو جب بھی بچوں کو کوئی تکلیف ہو جائے مثلاً ان کی آنکھوں میں کوئی خرابی دکھلائی دے ان کی ہڈیاں سیدھی اور مضبوط معلوم نہ ہوں یا ان کے دانت خراب ہو جائیں یا کانوں سے اچھی طرح سنائی نہ دیتا ہو تو انہیں ہاسپٹل لے جا کر ڈاکٹر صاحب کو ضرور دکھلایا کریں۔

سپاہی ۔ لیکن سقراط جی ہاسپٹل تو بہت دور ہوتے ہیں [illegible]

سقراط ۔ اگر ایسا ہو تو پھر سارے گاؤں والے [illegible]

ہم ایک انجمن امداد باہمی برائے علاج بنالیں اور سرکار اور ڈسٹرکٹ بورڈ کی مدد سے ایک نیا ہاسپٹل اپنے گاؤں میں کھلوائیں۔

سپاہی۔ ہاں صاحب ہم نے اس بات کی بھی گرہ باندھلی اور اس کو کبھی نہ بھولیں گے۔

حولدار۔ اور اپنے بچا بچا کر جمع کئے ہوئے روپیوں میں سے کچھ روپیہ اس کام میں خرچ کردینا بھی بہت اچھی بات ہے۔

سقراط۔ ہاں۔ سنیئے دکھ تکلیف میں جیسے آپ ہاسپٹل جاتے ہیں ویسے ہی اپنی بیوی کو بھی لے جایا کریں۔

سپاہی۔ صاحب بیوی کو کیسے لے جائیں وہاں کوئی لیڈی ڈاکٹر تو ہے ہی نہیں۔

سقراط۔ اس پاس کسی گاؤں یا شہر میں لیڈی ڈاکٹر نہیں تو اس کے لئے بھی ایک انجمن امداد باہمی بنالیں اور اپنے گاؤں میں لیڈی ڈاکٹر کے آنے کا بندوبست کرلیں اور وہاں آپ اس کا بھی بندوبست کریں کہ آپ کے یہاں کی ساری دائیاں بھی یا تو خود کام سیکھی ہوئی سندیافتہ ہوں ہم ان کے بارے میں پھر بھی بات چیت کریں گے یاد رکھئے ڈاکٹروں اور سندیافتہ دائیوں پر روپیہ خرچ کرنا بہت اچھا ہے۔

پس اگر سرکار آپ پر کچھ ڈاکٹری فیس بھی لگادے اور دوائیوں کی قیمت لیا کرے تو آپ خوشی خوشی دیدیا کریں۔ کیونکہ اس کام میں روپیہ خرچ کرنا، شادی غمی کی رسموں اور مقدمہ بازیوں پر خرچ کرنے سے کہیں زیادہ اچھا ہے۔ یوں سمجھئے کہ جتنا زیادہ روپیہ آپ اس کام میں صرف کرینگے اتنا ہی زیادہ ڈاکٹر آپ کے دیہات میں آیا کریں گے۔

تندرستی کا بیان ختم کرنے سے پہلے میں آنکھوں کے بارے میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ خدا نے ہم میں سے ہر ایک کو دو آنکھیں دی ہیں۔ اگر ہم ان کو کھودیں تو ہمیں اور آنکھیں نہیں مل سکتیں اس لئے ہمیں ان کا ہر وقت خیال رکھنا چاہئے اور بچوں کی آنکھوں کی تو خاص طور پر بہت دیکھ بھال کرنی چاہئے۔ آنکھیں گندگی، مکھیوں اور دھوئیں سے خراب ہوتی ہیں۔

گندگی اور مکھیوں سے آسانی سے بچایا جاسکتا ہے اور مکان میں چولھوں پر چمنی بنانا بھی کچھ مشکل نہیں پس اگر آپ اپنے گھروں اور دیہات کی دیکھ بھال اسی طرح رکھیں جس طرح میں نے بتایا ہے تو آپ کے بچوں کی آنکھیں ان سے بہت اچھی ہوں گی جو گندے [illegible] گاؤں اور دھوئیں والے مکانوں اور احاطوں میں رہتے ہوں۔

آنکھوں کا پورا بیان کتاب "بہترین دیہات" کے صفحہ ۱۱۵ [illegible] ۱۱۰ میں لکھا ہوا ہے آپ پڑھ لیں لیکن موٹی موٹی باتیں جو آپ کو جاننی چاہئیں وہ یہ ہیں۔

(۱) صفائی (۲) ٹھیک خوراک (۳) ٹیکہ۔

آنکھوں کی بیماری اکثر ایک سے دوسرے کو لگ جاتی ہے۔ مکھیاں یہ بیماری پھیلانے میں خاص حصہ لیتی ہیں اسی طرح ایک ہی کپڑے کے ٹکڑے سے ایک سے زیادہ آنکھ صاف کرنے سے بھی یہی مصیبت پیش آتی ہے اس لئے جب آپ کسی بچے کی آنکھ صاف کیا کریں اور یہ کرنا بھی ہر روز چاہئے، بلکہ ضرورت پڑے تو دن میں کئی بار صاف کرنا چاہئے۔ لیکن ایسا کرنے کے لئے بچوں کی آنکھیں ان کے کپڑوں، کرتے، دھوتی، پگڑی، ساڑی یا معمولی تولیہ سے نہ صاف کیا کریں بلکہ خاص روئی کے پھاہوں یا کپڑے کی دھجی سے صاف کیا کریں۔ اور اس پھاہے یا دھجی سے ایک سے زیادہ آنکھ نہ صاف کیا کریں۔ ہر ایک آنکھ کے لئے الگ الگ پھاہے وغیرہ استعمال کیا کریں۔ آنکھوں کے دھونے کے لئے ٹھنڈی چائے یا نمک اور پانی بہت اچھی چیزیں ہیں۔

جب بچے کی آنکھوں میں کچھ تکلیف ہوجائے یا آپ ہی کو اس کی آنکھوں میں کچھ خرابی نظر آئے تو بچے کو فوراً ڈاکٹر کو دکھا دیجئے۔ کسی اناڑی یا نیم حکیم کے پاس ہرگز نہ لیجائیے۔

ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ لوگوں کو ان دو باتوں کا ہر وقت خیال رکھنا چاہئے۔

ایک تو یہ کہ تمام بیماریوں سے بچانے والی سب سے بڑی چیزیں صاف تازہ ہوا، روشنی اور ٹھیک خوراک ہیں۔ دوسری یہ کہ بڑی عمر کے لوگوں کے مقابلہ میں بچے زیادہ بیمار پڑتے ہیں۔ پس یاد رکھئے آپ کی لاپروائی، گندگی اور جہالت کی سزا آپ کے بیگناہ اور معصوم بچوں کو نہ بھگتنی پڑے۔

صحت اور تندرستی کے بارے میں بہت سی باتیں ہیں لیکن ابھی تو اتنا ہی بتادینا کافی ہے۔ باقی پھر کبھی دیکھا جائیگا۔ صحت اور تندرستی کی بہت سی باتیں تو آپ کو کتاب "بہترین دیہات" کے کچھ حصوں میں پیلے رنگ کے گورنمنٹ افیسروں اور بہت سی کتابوں میں مل سکتی ہیں جو آپ کے سول کے محکموں نے جاری کئے ہیں۔

جب آپ لوگ فوج سے اپنے گھروں پر جائیں تو آپ اپنے پاس کے ہسپتال کے ڈاکٹر صاحب اور ہیلتھ افسر صاحب سے ضرور ملتے رہیں اور ان سے کہتے رہیں کہ اچھی اچھی ہدائتیں اور مفید باتیں آپ کو زبانی بتاتے رہیں یا ڈاک سے لکھ کر بھیجتے رہیں جن سے آپ اور آپ کے بال بچوں کے تندرست رہنے میں مدد ملے۔

یہ کہتے ہوئے سقراط نے اپنا بیان ختم کیا کہ زندگی میں تندرستی سب سے بڑی چیز ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ تندرستی ہی زندگی ہے۔ اپنے جتنا بھی وقت اور روپیہ تندرستی کی بات سیکھنے اور اس کی مشق کرنے پر خرچ ہو وہ بیکار کبھی نہیں جاتا۔

دکروٹ افسر صاحب

گائے کیسے دوہنا چاہیئے

(از جناب بھرد پرساد سکسینہ)

گائے کا دوہنا بھی ایک فن ہے۔ اس کے ماہر نہایت آسانی اور تیزی سے گائے دوہ لیتے ہیں اور گائے کو شروع سے آخر تک کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ دوہنے سے پہلے بچھڑے کو دودھ پلانے سے گائے خود ہی دودھ اُتار لیتی ہے اور اس لئے بچھڑے کو جتنا دودھ پلانا ہو پہلے ہی پلا دینا چاہیئے۔ بعد میں نہیں۔ بہتر تو یہ ہے کہ بغیر بچے کے گائے دوہی جائے اور راتب یا چارہ دیکر اُسے تیار کیا جائے۔ اس میں فائدہ یہ ہے کہ بچے کے مرجانے پر گائے کو دوہنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی اور نہ دودھ ہی کا نقصان ہوتا ہے۔

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ ہمارے گوالے نہ تو خود صاف رہتے ہیں اور نہ جانور کو صاف رکھتے ہیں۔ اسی وجہ سے دودھ میں صفائی نہیں رہتی۔ دودھ ایک ایسی نازک چیز ہے کہ اس پر بہت جلد خوشبو، بدبو، سردی اور گرمی کا اثر پڑتا ہے۔ اس کے ساتھ بہت احتیاط برتنے کی ضرورت ہے تاکہ اس میں کسی قسم کی خرابی نہ پیدا ہو۔ دوہتے وقت ہتھیلی میں بار بار دودھ یا تھوک لگانے کا رواج بہت گندہ ہے۔ گوالے کے گندے ہاتھوں میں عموماً جتنا کوکی زردی ہوتی ہے وہ سب دودھ میں مل جاتی ہے اور صحت کے لئے ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ دوہنے کا عام رائج طریقہ بھی مویشی کے لئے بیحد خطرناک ہے۔ دوہنے والے تھنوں کو چار انگلیوں سے پکڑ کر انگوٹھے کو دوہرا کرکے ہتھیلی اور تھنوں کے بیچ میں رکھتے ہیں اور تھنوں کو پکڑ کر زور سے کھینچتے ہیں۔ اس سے تھن میں ناخن گڑ جانے کے باعث زخم ہو جاتے ہیں اور تھن بڑھ جاتے ہیں نیز اُن میں گنٹھیاں پڑ جاتی ہیں۔ اکثر مُنہ بند ہو جاتا ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے گوالا اپنے ہاتھ دھو کر صاف کرے۔ اس کے بعد بچھڑے کو جتنا دودھ پلانا ہو پلا دیا جائے۔ پھر تھنوں کو دھو کر صاف کپڑے سے پونچھ کر دوہنا شروع کیا جائے۔ دوہتے وقت تھن کو ہاتھ سے پکڑ کر اُسے انگلیوں اور ہتھیلی کے بیچ میں دبانا چاہیئے کھینچنا نہیں چاہیئے۔ بار بار جلدی جلدی دبانے سے دودھ نکلتا ہے۔ اسے پورا دوہنا (Full milking) کہتے ہیں۔ دوسرا طریقہ (Stripping) کہلاتا ہے۔ اس میں پہلی دو انگلیوں اور انگوٹھے سے تھن پکڑ کر انھیں پوری لمبائی تک کھینچتے ہیں۔ اس طریقہ پر خاص طور سے اُس وقت عمل کیا جاتا ہے جب جانور کے تھن چھوٹے ہوتے ہیں یا دوہائی ختم ہونے پر آخری دھاریں نکالنی ہوتی ہیں۔

جب گائے کو بغیر بچھڑے کے دوہنا ہو تو دودھ کی پہلی کچھ دھاریں زمین پر چھوڑ دینی چاہئیں تاکہ جو جراثیم تھنوں کی نلی میں جمع ہو گئے ہوں وہ نکل جائیں اور دودھ میں نہ ملنے پائیں۔

ڈنمارک کے ایک معالج حیوانات مسٹر ہوگل ڈنا نے دودھ دوہنے کا ایک نیا طریقہ ایجاد کیا ہے اس پر عمل کرنے سے دودھ نکالنے کے پہلے کئی بار اَین کی مالش کرتے ہیں۔ اس سے دودھ بھی زیادہ نکلتا ہے اور جو بیماریاں اَین سے پوری مقدار میں دودھ نہ مل سکنے کے باعث ہو جاتی ہیں وہ نہیں ہونے پاتیں یہ ضرور ہے کہ اس عمل میں زیادہ وقت اور زیادہ محنت لگتی ہے۔

دوہائی ہمیشہ ایک مقررہ وقت پر کرنی چاہیئے۔ پہلی دوہائی سے دوسری دوہائی میں بارہ گھنٹے کا وقفہ ضرور ہونا چاہیئے۔ دودھ دوہنے سے مویشی کو خوشی ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ محبت سے پیش آنے پر وہ خاموش کھڑے کھڑے سب دودھ نکال دیتا ہے۔ مویشی اپنے دوہنے والے کی تبدیلی فوراً تاڑ جاتے ہیں۔ اگر دوہنے والا اناڑی ہو تو دودھ کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں بائیں جانب بیٹھکر دوہنے کا طریقہ ولایت کے طریقہ سے اچھا ہے۔ ایک تو مویشی کے قریب بائیں طرف سے جانا آسان ہوتا ہے دوسرے داہنے ہاتھ سے پورا دودھ نکالنے میں سہولت ہوتی ہے۔

دودھ بغیر جوڑ یا کونے کے صاف ستھرا ہونا چاہیئے۔ ایسے برتن جلد صاف ہو جاتے ہیں اور اُن میں ذرہ نہیں رہنے پاتا جستے یا پیتل کے قلعی دار برتن اچھے ہوتے ہیں۔ تانبے کے برتن کا بھول کر بھی استعمال نہ کرنا چاہیئے۔ برتن گول مُنہ کا ہو اور اس پر صاف کپڑا باندھ کر دودھ دوہنا چاہیئے۔ کھلے ہوئے مُنہ والے برتن میں ہوا میں اُڑتے ہوئے جراثیم آسانی سے چلے جاتے ہیں۔ جو آگے چل کر دودھ کو خراب کر دیتے ہیں۔ ان برتنوں کو ہمیشہ کھولتے ہوئے سوڈا ملے پانی سے دھونا چاہیئے اس سے جراثیم کا خطرہ جاتا رہتا ہے دودھ میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیئے

گائے کا دودھ کیسے بڑھایا جائے۔ اس مسئلے پر کئی لحاظ سے غور کرنا چاہیئے۔ دراصل گائے بھینس کا دودھ قدرت نے انسان کے لئے نہیں دیا بلکہ ان کے بچوں کے لئے دیا ہے۔ انسان اپنی خودغرضی کی وجہ سے گایوں اور بھینسوں کا دودھ لیتا ہے اور اُس نے اپنی عقل سے ہی گایوں اور بھینسوں کا دودھ بڑھایا ہے تاکہ مویشی کے بچوں کو بھی دودھ مل جائے اور وہ خود اپنے بال بچوں کے لئے بھی سنبھال سکے۔ ہرنی یا جنگلی بھینس اُتنا ہی دودھ دیتی ہے جتنے سے اُن کے بچوں [illegible]

[illegible] بھی اگر [illegible] انسان [illegible] ایسا ہی ہوتا ہے۔

پیٹ بھر جائے ۔ اگر ان میں ضرورت سے زیادہ دودھ ہوتا ہے تو ان کا تھن بھی بڑا ہوتا ہے اور انھیں بھاگنے میں دقت ہوتی ہے اور وہ اپنے دشمن کے ہاتھ میں بہت جلد آجاتی ہے۔ اسلئے قدرتی لحاظ سے پہلی بات تو یہ کہ گائے کا دودھ اس کے بچے کی ضرورت کے لحاظ سے کم یا زیادہ ہوتا ہے ۔ یعنی اگر کسی گائے کا بچہ کسی طرح نسل کے حساب سے کچھ چھوٹا ہو جائے تو گائے کا دودھ بھی ضرور کم ہوگا ۔ اس سلئے اس بات کی ضرورت ہے کہ گایوں کے بچے اچھے ہوں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب گائے کے مقابلے میں سانڈ اچھی نسل کا ہو۔ اگر گائے اچھی ہوئی اور سانڈ معمولی اور خراب نسل کا تو اُن کے اختلاط سے اُن کے بچے چھوٹے کمزور ، اور خراب ہوں گے اور گائے دودھ کم دیگی۔ عمدہ نسل کی گائے اور سانڈ کے اختلاط سے بچے بھی اچھے ہوں گے اور گائے کا دودھ بھی زیادہ ہوگا۔

دودھ کم دینے کا ایک سبب خراب بچہ ہونے اور دانے و چارے کی کمی بھی ہے ۔ دودھ دینے والے مویشیوں کی صحت کی ترقی کے لئے عمدہ قسم کا دانہ اور چارہ ملنا ہی چاہئے۔

تیسری بات یہ ہے کہ گائے کو دودھ زیادہ دینے والی بنانے کے لئے اس کی دیکھ بھال بچپن ہی سے کرنی چاہئے ۔ بچپن میں بھوک سے تڑپا ہوا گائے ہونے پر دودھ نہیں دیسکتا۔

دوا کھلا کر دودھ بڑھانا ٹھیک نہیں ہے عام طور سے بہرا چارہ دینے سے دودھ خود بخود بڑھ جاتا ہے۔

دیہات میں عورتیں بال سنوار کر کنگھی سے کھنچے ہوئے بالوں کی گولی سی بناتی ہیں اور انھیں کسی دیوار کے سوراخ میں یا کسی بل میں کھونس دیتی ہیں۔ یہ بہت غلط طریقہ ہے۔ کیونکہ اگر کوئی گائے یا بھینس دو تین تولہ بال نگل لے تو اُس کا بچنا مشکل ہو جاتا ہے ۔ اس لئے جھڑے ہوئے بالوں کو سنبھال کر رکھنے یا پھینکنے کی طرف خاص توجہ دینی چاہئے تاکہ انھیں جانور نہ کھا سکیں ۔

ہوائی جہاز

(از مرزا ہادی صاحب)

اے پرندِ خوبی ہو جاتا ہے جب تو پر فشاں تنگ ہو جاتا ہے میدانِ فضائے آسماں
دیکھتے ہیں مکٹکی باندھے تجھے اہلِ جہاں

اے ہوا میں اُڑنے والے اے پری پیکر جہاز اے فضا کے طائرِ بے بال خوش منظر جہاز
ہاں دکھا دے آج چل کر مجھ کو سیرِ آسماں

یوں اُڑیں گے وہم بھی ہوتا نہ تھا اس باب میں بچپنے میں ہاں اُڑا کرتے تھے وہ بھی خواب میں
آج دکھلایا ہے بیداری میں تو نے یہ سماں

کوئی قوت روک لے تجھ کو بہت دشوار ہے دل ہوا کا تو نے برمایا ہے وہ رفتار ہے
اُس کی قدرت ہے یہ نظارے کہاں اور ہم کہاں

جا رہا ہے تو بلندی پہ غبارے کی طرح چڑھ رہا ہے موسمِ گرما میں پارے کی طرح
قابلِ نظارہ ہے تیری ترقی کا سماں

دیش بدیش کی بات

دنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت سکھدیو بہاری مشر)

نومبر میں صدر امریکہ کا جو انتخاب ہونے والا ہے اس کا معاملہ ادھر ہو آگے نہیں بڑھا۔ روس کی جنگ ادھر کچھ سست تھی حرف رومانیہ میں یسی نامی مقام پر جرمنی نے روسیوں پر حملہ کیا تھا۔ جس کا معقول جواب دیا گیا تھا۔ جب سے برطانیہ اور امریکہ نے نارمنڈی (شمالی فرانس) میں جرمنی پر دوسرا محاذ قائم کرتے ہوئے حملہ کیا ہے اس وقت سے روس بھی زور دار حملہ کرنے کی تیاری کر رہا ہے اس نے جرمنی کے حلیف فن لینڈ پر لینن گراڈ کے شمال سے ایک حملہ کیا ہے اور ناروے کے قریب پیتسامو کی طرف دوسرا۔ اگر فن لینڈ بگڑ جائے تو اس طرح ناروے کی حفاظت کا مسئلہ بھی حل ہو سکتا ہے روس کا اب بہت چھوٹا سا حصہ جرمنی کے قبضہ میں ہے اور خود روسی فوج رومانیہ اور پولینڈ کے بڑے حصہ پر ہے۔ قیاس ہے کہ اسی طرف اب اسکا زور دار حملہ ہونے والا ہے۔ ادھر اٹلی میں اتحادی فوجیں روم کے آگے تقریباً ۱۰۰ میل تک بڑھ چکی ہیں اور جنرل کیسر لنگ کی جرمن فوجیں ابھی پیچھے ہٹ رہی ہیں۔ خیال ہے کہ شاید وہ دریائے پونا (پو) پر ٹھہر کر مقابلہ کریں۔ اگر پو پر بھی نہ رکا تو اتحادی فوجوں کو اسی طرف سے بڑھ کر جنوبی فرانس اور بلقانی ریاستوں میں داخل ہونے کا موقعہ ملے گا اسی لئے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جرمن فوجیں پو پر زبردست مقابلہ کریں گی کیونکہ وہ بچاؤ کا قدرتی محاذ بھی ہے اس وقت تک نصف سے زیادہ اٹلی پر اتحادیوں کا قبضہ ہو گیا ہے جو بڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

ڈیڑھ سو سال پہلے برطانیہ میں نہروں کے ذریعہ مال لے جانے کا رواج تھا
زمانہ جنگ میں ان نہروں کی اہمیت پھر بڑھ گئی ہے۔

شمالی فرانس میں اتحادیوں نے دوسرا محاذ جو قائم کیا ہے اسے اتحادیوں کے تمام حلیف بیحد اہم واقعہ سمجھ رہے ہیں - یہاں تک کہ روس نے بھی اس کی بہت تعریف کی ہے - یہ مضمون ۲۰ جون کو لکھا جارہا ہے ۱۷ جون تک نارمنڈی میں ۹۰۰ سے ۱۰۰ میل تک اتحادیوں کا قبضہ ہوچکا ہے یہ مفتوحہ علاقہ ۸۵ میل لمبا اور ۱۰ میل تک کہیں کہیں چوڑا ہے شیوربرگ پر قبضہ کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اس میں اچھے اچھے بندرگاہ ہیں جن پر بڑے جنگی جہاز بھی آجا سکتے ہیں - جنوب سے شیوربرگ کا راستہ بقیہ ملک سے امریکی فوجوں کے ذریعہ کاٹ دیا گیا ہے اور وہاں اب جتنی جرمن فوج ہے وہ گھری ہوئی ہے نارمنڈی سے آگے بڑھ کر پیرس پر حملہ ہوسکتا ہے - جرمن کمانڈر جنرل رومیل یہاں پر زوردار مقابلہ کرے گا - ابھی اتحادیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ جس طرف جرمنی کے مدافعتی انتظامات کمزور دیکھیں گے اس طرف

اور فوج اتار دی جائیگی - اسی خوف سے جنرل رومیل اپنی پوری فوج نارمنڈی کے محاذ پر لگا نہیں سکتے - ایسا خوف قدرتی ہے کہ فوج فرانس میں اتارنے کے وقت کافی نقصان ہوگا جہاں پر جرمن ڈنگ فوج کا اتارا جانا سمجھتے تھے اس سے تقریباً ۱۰۰ میل دور

برطانیہ کے بہت سے گلائڈر طیارے ان تعمیراتی کناروں میں انجنیئر ایک کا نظارہ

میں ہٹ کر دریائے اورن کے دہانے وہ اتاری گئی - اس سے اچھی کامیابی ہوئی اب جرمن فوج بھی حملے کا انتظام کر رہی ہے امید ہے کہ چار یا پانچ ہفتوں کے بعد اس کا نتیجہ ظاہر ہوگا کہ اس محاذ پر کیسے کتنی کامیابی ہوئی - ابھی اتحادی فوجیں مغربی اور جنوبی فرانس اور بلقانی ریاستوں کی طرف اتر کی بھی دھمکی دے سکتی ہیں اٹلی میں اتحادی فوجیں جیسے جیسے آگے بڑھتی جاتی ہیں ویسے ویسے اس طرف سے بھی جرمنی پر ہوائی حملے کی زیادہ سے زیادہ سہولت حاصل ہوتی جاتی ہے - نارمنڈی والا دوسرا محاذ قائم ہونے سے جرمنی کی شکست کے امکانات یقینی ہوتے جاتے ہیں - اگر ادھر سے برطانیہ اور

اٹلی میں پانچویں اور آٹھویں اتحادی فوجوں کی سرگرمی

راسئے ہے اور ادھر اٹلی کی بیشتر رعایا وہاں کے بادشاہ کے خلاف تھی چنانچہ انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ جب روم پر قبضہ ہوجائے گا تو وہ اپنے ولی عہد کو تخت دیدینگے۔ ایسا انھوں نے کیا بھی لیکن ایسا کرنے پر بڈوگلیو کی وزارت سے استعفیٰ دے دیا جسے منظور کر کے انھوں نے وعدہ کے مطابق بڈوگلیو ہی کو نئی وزارت بنانے کے لئے حکم دیا پہلے تو بڈوگلیو نے منظور کر لیا لیکن بعد کو وہ وزارت بنانے میں ناکام رہے اور مسٹر بونی کے سپرد یہ کام کیا گیا وہ کہتے ہیں کہ میں حکومت پرست نہیں بلکہ رعایا پرور ہوں وہ نئی وزارت بنا بھی چکے ہیں اور ان کا قبضہ بھی ہوگیا ہے۔ جنوبی مغربی بحر الکاہل میں زبردست جنگ ہو رہی ہے اور امریکنوں کو کئی جگہ فتح حاصل ہوئی ہے۔ اتحادیوں سے خاص جاپان پر بھی زور دار ہوائی حملے کئے ہیں۔ امریکن جنرلوں کا خیال ہے کہ ادھر جرمنی سے زبردست جنگ ہوتی رہے گی لیکن اس کے باعث جاپان کی طرف کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ اور تیز جنگ ہوگی امید کی جاتی ہے کہ بموں کی مار سے جاپان کو کافی نقصان ہوگا۔ عام خیال یہ ہے کہ جاپان کو ہارنے میں اتنی دیر نہیں لگے گی جتنی کہ جرمنی



برطانیہ کی نہر سے مال لیجانے کا ایک اور منظر

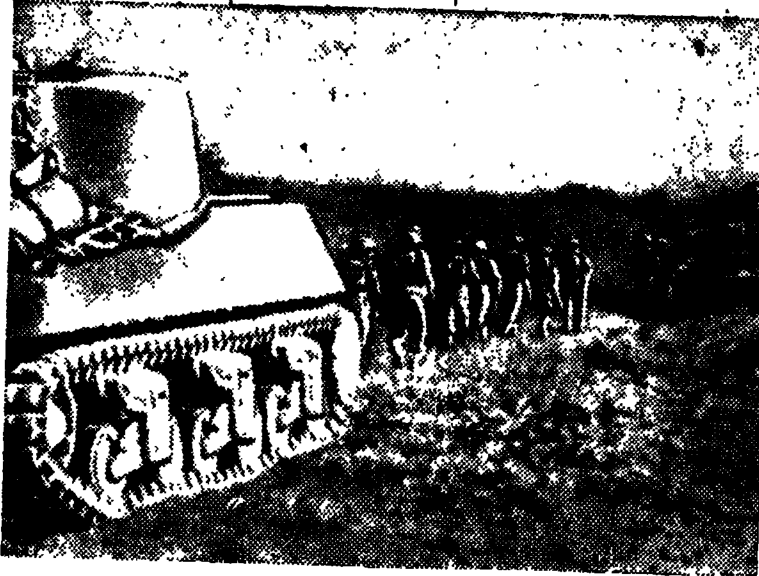


والتر نو کے شمال میں اٹلی

ریکہ اور ادھر سے روس پورا زور لگا دے تو سی سال جرمنی کی شکست یا اس کے یقینی امکانات ظر آسکتے ہیں یوگوسلاویہ میں اتحادیوں کے ساتھی نرل ٹیٹو جنگ کر رہے ہیں۔

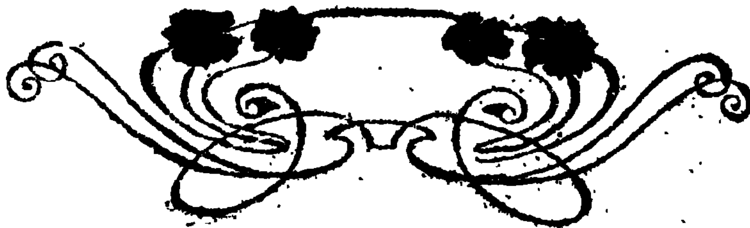
یورپ کی سیاسی حالت ایسی ہے کہ آزاد رانس کے لیڈر جنرل ڈی گال کو برطانیہ نے بٹھایا تو ہے لیکن شاید امریکہ کو ان کے وپر پورا اعتبار نہیں ہے۔ ڈی گال کی یہ واہش ہے کہ فرانس کا جو حصہ جرمنی اقتدار سے آزاد ہوتا جائے اس پر ان کی بنائی ہوئی رینچ حکومت کا قبضہ ہوتا جائے بظاہر یہ بات مریکہ اور برطانیہ دونوں نہیں مانتے لیکن صلیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ امریکنوں کے نیہ کے باعث برطانیہ کو بھی یہ نامنظور ہے بات ابھی طے نہیں ہوئی بلکہ یہ راقم کی ذاتی

جاتی ہے ادھر چین میں صوبہ ہونان کو فتح کرنے کی جاپان کو زبردست خواہش ہے اور اس سلسلے میں اسے بہت کچھ کامیابی بھی حاصل ہو چکی ہے۔ آجکل جاپانی ہونان کے دار الحکومت چانگشا کو گھیرے ہوئے ہیں جس کو بچانے کی چینی بہت کوششیں کر رہے ہیں۔ اس صوبہ میں چاول بہت پیدا ہونے کی وجہ سے یہ چینیوں کے بڑے کام کا تھا۔ برما میں جاپانی کو ہٹا دئیے گئے یہ ان کی زبردست شکست سمجھی جاتی ہے۔ کیونکہ یہیں سے ہو کر وہ آسام اور بنگال پر کامیاب حملہ کرنے کی کوشش میں تھے اب ان کی فوج امپھال اور بشن پور میں لگی ہوئی ہے جہاں جنگ ہو رہی ہے۔ اب ادھر شدید بارش ہونے کی وجہ سے ان کا آگے بڑھنا مشکل ہے بلکہ امید کی جاتی ہے کہ وہیں رکنے سے بھی ان کا کافی نقصان ہوگا اتحادی اور چینی فوجیں مِٹکائینا سے ایک میل تک پہنچ چکی ہیں مِٹکائینا پر بھی جنگ ہو رہی ہے۔ آج کل آسام منی پور اور برما کی جنگ میں جاپان کی حالت پست نظر آتی ہے۔ ہندوستان میں ادھر جے پور پنجاب اور بنگال میں مسلم لیگ اور مہا سبھا وغیرہ کے تصادم ہو رہے ہیں جے پور میں سر مرزا اسمٰعیل وزیر اعظم ہیں وہاں آپ کے اس جدید فرمان سے کہ ریاست جے پور کے تمام ملازم اردو بھی سیکھیں ہندو ناراض ہیں کیونکہ وہاں کی آبادی میں ۹۰ فیصدی ہندو ہیں۔ اس سلسلے میں جے پور کے باہر کے ہندو بھی ناراض ہیں۔ ہندو مہا سبھا تو اس سلسلے میں جے پور میں سول نافرمانی کرنے تک کی تیاریاں کر رہی ہے۔ پنجاب میں مسٹر جناح وہاں کے وزیر اعظم ملک خضر حیات خاں کو مجبور کر کے یونینسٹ پارٹی کو توڑ کر لیگی وزارت قائم کرانا چاہتے تھے۔ لیکن خضر حیات خاں نے مسٹر جناح کی تجویز نہ مانی لیگ سے استعفیٰ دے دیا۔ ان کے بعد بقیہ مسلم وزرا اور پنجاب اسمبلی کے ۲۰ ممبروں نے بھی مسلم لیگ سے استعفیٰ دے دیا اور ۲۰ ممبر مسلم لیگی رہ گئے ہیں۔ مسلم لیگ کی طرف سے ۲۰ ممبروں



ودم کی جانب برطانی فوج کی سرگرمیوں کا ایک منظر

کے استعفیٰ کی تردید کی جا رہی ہے ممکن ہے کہ لیگ تک ان کے استعفے نہ پہنچے ہوں۔ پنجاب میں مسٹر جناح کی یہ سب سے بڑی شکست ہے۔ بنگال میں سکنڈری تعلیمی بل لیگ کی طرف سے پیش کیا گیا ہے جسے غیر مسلم لیگی قومیت کے ہندوؤں سے صوبہ کی تعلیمی ترقی کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ اسمبلی میں کشیدگی ہے لنکا میں بھی ہندوستانیوں کے حقوق کا سوال درپیش ہے۔



سرکاری ٹیوب ولوں کو ترقی کیسے ہو؟

از مسٹر ڈی۔ آر۔ و۔ م۔ سی۔ اے۔ ایس ایڈیشنل ڈائرکٹر محکمہ زراعت وار پروڈکشن۔ یو۔ پی

میں آج شام کو ایک ایسی اسکیم کے متعلق آپ کے سامنے تقریر کرنا چاہتا ہوں جسے خراب قسم کے (پکّی ورق) سرکاری ٹیوب ولوں کو ترقی دینے کی اسکیم کہتے ہیں۔ اس صوبہ میں بہت سے لوگ ہائیڈرو الکٹرک گرڈ (پانی کے زور سے بجلی پیدا کرنے کے طریقے) کے متعلق جانتے ہوں گے جس سے بجلی پیدا کی جاتی ہے اور پھر ٹیوب ولوں سے پانی اٹھانے اور گھریلو اور صنعتی کاموں کے لئے بجلی کے تاروں کی لائنوں پر تقسیم کر دی جاتی ہے۔

یہ ٹیوب ول آٹھ ضلعوں میں ہیں اور ان میں سے بجنور مرادآباد بدایوں اور بریلی کے ضلع گنگا کے پورب طرف واقع ہیں ان ضلعوں میں تقریباً ایک ہزار ٹیوب ول ہیں اور انہیں ٹیوب ولوں کے بارے میں میں خاص طور پر کچھ کہنا چاہتا ہوں ان کنوؤں سے آبپاشی کرنے کے طریقے کی جیسے جیسے ترقی ہوتی رہی ویسے ہی اس بات کا بھی اندازہ ہوتا رہتا ہے کہ ان میں سے کچھ کنوؤں سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ ان کنوؤں سے بہت کافی پانی نکلتا ہے مگر ان سے جتنے رقبہ کی سینچائی ہونی چاہئے اس سے بہت کم رقبہ کی ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت جبکہ ہر ایکڑ زمین میں کھانے کی چیزوں کی پیداوار زیادہ سے زیادہ ہونی چاہئے یہاں قریب ۲۵۰ کنوئیں ایسے ہیں جن سے ڈھائی لاکھ ایکڑ زمین کی سینچائی ہو سکتی ہے مگر اس سے بہت کم ہوتی ہے اگر غلہ کی پیداوار کے لحاظ سے اس مسئلہ پر غور کیا جائے تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ کم سے کم چھ لاکھ من اور زیادہ غلہ پیدا کیا جا سکتا ہے۔

یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ان کنوؤں سے پورا پورا فائدہ کیوں نہیں اٹھایا جاتا آخر اس کی کیا وجہ ہے جبکہ کچھ ضلعوں میں کاشتکار اس تمام پانی کو کام میں لاتے ہیں جو ان کنوؤں سے حاصل ہوتا ہے بلکہ ان کو اور زیادہ پانی کی ضرورت رہتی ہے؟ کیا ان خراب قسم کے کنوؤں کے پانی کی زیادہ مانگ نہیں ہوتی؟

اس کی نسبت سی وجہیں ہیں۔ سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے رقبہ کے زیادہ تر حصے میں فی جوڑی بیلوں کے لحاظ سے زیر کاشت آراضی زیادہ ہوتی ہے چھوٹے سے رقبہ میں زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کے بجائے کاشتکار بہت بڑے رقبہ میں بغیر اچھی طرح سینچائی کئے اور کھاد ڈالے خراب طریقے سے کھیتی کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ان ضلعوں کی زمینوں میں ہلکی بھوڑ مٹی کا جز زیادہ ہوتا ہے اور اسی وجہ سے بغیر باقاعدہ اچھے کول بنائے ہوئے تاکہ جذب ہو جانے کی وجہ سے پانی بیکار [illegible] سینچائی کرنا بہت مشکل ہے سینچائی کے علاوہ اس قسم کی ہلکی بھوڑ زمین میں اچھی فصل پیدا کرنے کے لئے زیادہ مقدار میں بنی ہوئی کھاد ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

سرکار کو پہلے ہی سے ان حالات کا اندازہ تھا اور پچھلے اگست میں ان خراب قسم کے کنوؤں کے ذریعہ سینچے جانے والے رقبوں میں کاشت کو ترقی دینے کی غرض سے ایک مکمل اسکیم تیار کی گئی تھی اس کا فوری مقصد یہ تھا کہ تین برس کے عرصے میں پچاس ہزار ایکڑ زمین میں زائد گیہوں پیدا کیا جائے ایسا کرنے سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کی تحریک میں بھی مدد ملے گی کیونکہ ۵۰ ہزار ایکڑ سینچے ہوئے رقبہ میں گیہوں پیدا کرنے سے اتنا کافی آٹا مل جائے گا کہ اس کو چھ مہینے تک لکھنؤ کی آبادی کھا سکتی ہے اس کے علاوہ اس اسکیم کا ایک دوسرا اہم مقصد بھی ہے۔ وہ یہ کہ کاشتکاروں کو ایسی تعلیم دی جائے اور ان کے لئے ایسے ذرائع پیدا کئے جائیں جن سے کاشتکاری کے تمام موجودہ طریقوں میں مکمل طور پر ترقی ہو سکے۔ یہ مقصد کیسے پورا ہو سکتا ہے؟ اس کے لئے جو طریقے کام میں لائے جائیں ان کو میں مختصر طور پر بتاتا ہوں۔

(۱) اچھے بیج کا انتظام کرنا۔

(۲) کھاد کا انتظام کرنا۔

(۳) جو پانی مل سکے اسے ہوشیاری کے ساتھ استعمال کرنا۔

سب سے پہلے بیجوں کا انتظام

اس رقبہ میں پہلے ہی سے ۳۵ بیج کے گودام ہیں جن کا انتظام مختلف ذریعوں سے کیا جاتا ہے۔ پچھلے ۶ مہینے میں بیس گودام اور کھولے گئے اور اب کل ۵۵ گودام ہیں۔

ان گوداموں سے پچھلے بوائی کے موسم میں ۸۰ ہزار من ربیع کے بیج تقسیم کئے گئے تھے اور امید کی جاتی ہے کہ اس سال ایک لاکھ من سے زیادہ ربیع کے بیج تقسیم کئے جائیں گے ایک لاکھ روپے خریف کے بیج خریدے جا رہے ہیں جو آئندہ خریف کے بوائی کے موسم تقسیم کئے جائیں گے۔

دوسرے کھاد کا انتظام

جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہوں اس رقبہ میں "ہلکی بھوڑ" زمین بہت زیادہ ہے اور اس زمین کی زرخیزی بڑھانے کے لئے بنی ہوئی کھاد مہیا کرنا ضروری ہے۔ گو مویشیوں کا گوبر سب سے اچھی کھاد ہے مگر یہ ہماری ضروریات کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس لئے اس کی موجودہ مقدار کو بنی ہوئی کھادوں سے بڑھانا ضروری ہے

ہری کھاد استعمال کرکے یعنی پھلی دار فصلوں کی بوائی اور جتائی کرکے یا کھلی ڈال کر یا ملی جلی کھاد (کمپوسٹ) بناکر اس مقدار کو بڑھایا جاسکتا ہے۔

ان تمام طریقوں پر عمل کیا جارہا ہے۔ سنئی کا بیج خریدا جارہا ہے اور امید ہے کہ اس کا چھ ہزار من بیج اصلی قیمت پر تقسیم کردیا جائیگا اسکے لانے اور تقسیم کرنیکا خرچہ سرکار دے گی۔ اس کے علاوہ ہری کھاد کے استعمال کے طریقہ کو عام کرنے کے لئے سنئی کا سات سو من بیج مفت دیا جارہا ہے۔ تین ہزار من انڈی کی کھلی خریدی جارہی ہے جو اصلی قیمت پر تقسیم کی جائے گی۔ "کھانے کی چیزیں زیادہ پیدا کرنے کی عام تحریک" کے سلسلے میں ان کاشتکاروں کو جو ملی جلی (کمپوسٹ) کھاد بناتے ہیں ہر تین سو مکعب فٹ پر دو روپیہ انعام دیا جاتا ہے۔ ان تمام باتوں سے معلوم ہوگا کہ کاشتکار کو کھاد استعمال کرنے کی ترغیب دینے کے سلسلے میں ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے۔ گاؤں والوں کو یہ دکھانے کے لئے کہ کھاد ڈالنے سے زمین کی حالت میں کیا سدھار ہوسکتا ہے اور خراب رقبہ میں تین چھوٹے نمائشی فارم کھول دیئے گئے ہیں ان فارموں پر بہت کم خرچ کیا جاتا ہے اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے ان پر اسی ڈھنگ سے کام کیا جاتا ہے جس ڈھنگ سے کاشتکار اپنے کھیتوں میں کرتے ہیں۔ یہ فارم اتنے کامیاب ثابت ہوئے ہیں کہ اس قسم کے اور زیادہ فارم کھولنے کے مسئلہ پر غور کیا جارہا ہے۔

اسوقت جتنا پانی ملتا ہے اسکو ہوشیاری سے استعمال کرنا

اس بارے میں کہ کب اور کیسے فصلوں کو پانی دینا چاہئے کاشتکار کو بہت کم ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے اس رقبہ میں عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ مستقل گولین نہ ہونے کی وجہ سے پانی غلط طریقہ سے تقسیم ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سا پانی ضائع ہوجاتا ہے۔ ان کنووں میں سے ہر ایک پر قریب قریب ایک میل لمبی ایسی مستقل نالیاں بنادی گئی ہیں جن کے ذریعہ پانی تقسیم ہوتا ہے۔

سرے کی وہ چھوٹی نالیاں جن کے ذریعہ پانی کھیتوں میں جاتا ہے خود کاشتکاروں کو بنانی پڑتی ہیں اور ان کی دیکھ بھال بھی انھیں کو کرنی پڑتی ہے اور انھیں نالیوں میں در اصل پانی ضائع جاتا ہے۔ پانی کا اس طرح ضائع جانا ہی رقبہ کا سب سے مشکل مسئلہ ہے۔ ہر کھیت تک پانی پہنچانے کے لئے سرکار مستقل گول نہیں بناسکتی کیونکہ اسکا خرچہ بہت زیادہ ہوگا۔ اس حالت کا سدھار اسی صورت سے ہوسکتا ہے کہ کاشتکاروں کو یہ سمجھایا جائے جو کچھ پانی اس وقت ملتا ہے اگر وہ مناسب اور ٹھیک طور سے تقسیم کیا جائے تو انھیں کو فائدہ پہنچے گا۔

گو یہ اسکیم سرکار نے چلائی ہے اور اس نے اس پر روپیہ بھی خرچ کیا ہے مگر اس کی کامیابی اس بات پر منحصر ہے کہ مقامی کاشتکاروں کو کس حد تک اس بات پر راضی کیا جاسکتا ہے کہ وہ کھیتی باڑی کے اپنے موجودہ طریقوں کو بدل دے اس سے اس کی اہمیت زیادہ کام کرنے کے لئے نہیں کہا جارہا ہے اور نہ اپنی فصلوں کے لئے کھاد اور پانی کے علاوہ کسی اور چیز پر روپیہ خرچ کرنے کے لئے کہا جارہا ہے۔ کسی ملک کی کھیتی باڑی کے طریقوں اور رواجوں میں سدھار یا تبدیلی بہت ہی آہستہ آہستہ ہوا کرتی ہے۔ اسکا خاص سبب یہ ہے کہ موجودہ طریقے جنھیں ان تجربوں کی بنا پر اختیار کئے گئے ہیں جو فصلوں کی کوششوں اور غلطیوں سے حاصل ہوئے ہیں ہر ملک کا کسان پرانے خیال کا ہوتا ہے اور وہ ہر تبدیلی کو چاہے وہ اس کی بہتری کے لئے کیوں نہ ہو شک شبہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ہندوستان کا کسان بھی ایسا ہی ہے کیونکہ اگر ایک مرتبہ اسکو یہ یقین آجائے کہ جن تبدیلیوں کی صلاح دی جارہی ہے وہ اس کے فائدہ کے لئے ہیں تو وہ بہت جلد ان کو اختیار کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔

ہندوستان کے بلکہ صوبہ متحدہ کے زیر کاشت رقبہ کے لحاظ سے یہ بہت ہی چھوٹی اسکیم ہے مگر اس سے یہ معلوم ہو جائیگا کہ بڑے سے بڑے پیمانہ پر اس کو چالو کرنے میں کیا کیا کرنا پڑے گا۔ اس ملک میں کھانے کی چیزیں زیادہ پیدا کرنے کی ضرورت کے مسئلہ کی اہمیت صرف لڑائی کے زمانہ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ہمیں اس مسئلہ کا مقابلہ لڑائی کے بعد بھی کرنا ہوگا۔ بلکہ یوں کہا جائے کہ یہ مسئلہ اب ہمارے ساتھ ہمیشہ ہی لگا رہے گا۔ اس ملک کی آبادی بڑھ رہی ہے اور اس آبادی کے کھلانے کے لئے نہ صرف نئی زمینوں کو کاشت میں لانا پڑے گا بلکہ اس سے زیادہ ضروری یہ ہوگا کہ موجود زیر کاشت رقبوں کی پیداوار بڑھائی جائے۔ یہ اس صورت سے ہوسکتا ہے جب کھیتی باڑی میں سدھار کے نئے طریقوں پر بہت سختی اور تیزی سے عمل کیا جائے۔

(باجازت آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ)

زیادہ غلّہ پیدا کرو

(از جناب رنبیر در ماٹیکنیکل افسر محکمہ گاؤں سدھار۔ یو پی)

جنگ میں فتح حاصل کرنے کے لئے تربیت یافتہ فوج اور جدید ترین آلاتِ حرب کی ضرورت کے ساتھ ساتھ کھانے پینے کی چیزوں کا پورا اسٹاک ہونا بھی نہایت ضروری ہے۔ جہاں یہ کہا جاتا ہے کہ فوج پیٹ کے بل چلتی ہے تو وہاں زمانۂ جنگ میں قوم کی اخلاقی قوت اشیاءِ خوردنی پر ہی منحصر رہتی ہے۔ موجودہ جنگ میں اشیاء خوردنی کی کمی ہمارے ملک میں ایک اہم سوال بن گئی ہے۔ غلّہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پر پہنچانا آسان کام نہیں رہا۔ ریلیں سامان جنگ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانے میں مصروف ہیں۔ اس سے ہماری دشواریاں بڑھ گئی ہیں۔ غیر ممالک سے ہندوستان میں غلّہ لانا بھی آسان کام نہیں ہے۔ انھیں سب باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دو سال قبل امریکہ میں اتحادی ممالک کی ایک کانفرنس ہوئی تھی، جس میں قحط اور بھوک کے اندیشہ کو ہمیشہ کے لئے اپنے ملک سے دور کرنے کے لئے اور ستائے ہوئے ممالک کو غلّہ پہنچانے کی سہولت پر اہم فیصلے ہوئے تھے۔ اسی کانفرنس سے متاثر ہوکر ہمارے ملک میں بھی زیادہ غلّہ پیدا کرنے کی تحریک شروع ہوئی۔

ہمارے صوبہ میں ۹۵ لاکھ ایکڑ زمین ایسی ہے جو عموماً چراگاہوں یا پرتی کی شکل میں پڑی ہے جس میں کھیتی نہیں کی جاتی۔ اس زمانہ میں جبکہ ہمیں بنگال کے قحط سے سبق لیکر موجودہ صورت حالات کا مقابلہ کرنا ہے تو ہمیں زیادہ سے زیادہ اشیاء خوردنی پیدا کرنے کے سوال کو ہمت اور محنت کے ساتھ حل کرنا ہوگا۔

ہمارے صوبہ کی حکومت نے ابھی زیادہ غلّہ پیدا کرو کے سلسلے میں کافی سہولتیں اور امداد منظور کی ہے۔ مثلاً بیج، کھاد، نئی زمینوں کو کھیتی کے قابل بنانے کے لئے تقاوی، غیر سودی پنج سالہ قرض آبپاشی کی سہولت اور جدید آلات زراعت کسانوں کو دینا۔ اس کے علاوہ مویشیوں کی ترقی کے لئے بھی قرض اور دیگر سہولتیں عطا کی ہیں۔

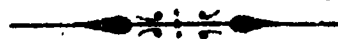
اب احساس فرض سے متاثر ہوکر ہمارے صوبے کے باشندوں کو اس تحریک کو کامیاب بنانا چاہئے اس اہم سوال کو حل کرنے کی زبردست ذمہ داری جہاں ہمارے کسانوں پر ہے وہیں زمیندار، تعلیم یافتہ طبقہ اور مزدور طبقہ پر بھی ہے۔ کوئی بھی ذمہ دار اور عقلمند انسان اپنے آپ کو اس سوال سے علیحدہ نہیں کرسکتا۔ غلّہ سبھی کو چاہئے اس لئے ہمارے صوبہ کے ہر ایک باشندے کو اس تحریک کے کامیاب بنانے کے لئے اپنا اپنا حصّہ ادا کرنا چاہئے۔

ہمارے کسان بھائیوں پر اس "زیادہ غلہ پیدا کرو" کی تحریک کی زبردست ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہی اس تحریک کے واحد ناخدا ہیں۔ کسانوں کو چاہئے کہ اپنے پرانے کھیتوں کو جدید آلات، عمدہ کھاد اور عمدہ بیج کی مدد سے ترقی کریں اور ایک ساتھ کئی فصلوں کے استعمال کو اپنائیں۔

پرتی اور نوتوڑ زمینوں کو زرخیز بنانے کے لئے حکومت کی امداد اور سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ سبزی اور پھل وغیرہ کے بیج بھی کافی تعداد میں بونے چاہئیں۔

زمیندار اور تعلیم یافتہ طبقہ کو بھی اس تحریک کو کامیاب بنانے میں پوری امداد کرنی چاہئے میر اور پرتی کے نام پر کافی زمین بغیر کاشت کے پڑی رہتی ہے۔ ایسی زمینوں کو زرخیز بنانے میں مدد دیں اور عمدہ فصلیں پیدا کرنے کے لئے کوشاں ہوں پڑھے لکھے لوگوں کو چاہئے کہ کسانوں کو نئی نئی باتیں جو زراعتی ترقی کے لئے مفید ثابت ہوں بتلائیں اور تاجر لوگ بازاروں میں منڈیوں میں عمدہ برتاؤ دکھا کر کسانوں کی حوصلہ افزائی کریں۔

جہاں "زیادہ غلّہ پیدا کرو" کی تحریک کو زوروں سے چلاکر ہمارے ہموطن اپنے ملک سے قحط کے خطرہ کو دور بھگائیں گے اور ستائے جانے والے اتحادی ممالک کے مددگار رہیں گے وہاں اپنے ملک کو خوراک کی طرف سے آسودہ اور بے فکر بناکر خود بھی خوشحال اور بے فکری حاصل کرینگے۔ اس وقت حکومت بھی اس تحریک کو کامیاب بنانے میں مدد دے رہی ہے۔ یہ ایک سنہرا موقعہ ہے۔ کسانوں کو "زیادہ غلّہ پیدا کرو" تحریک کو کامیاب بنانا چاہئے اور دیگر اہل ملک کو بھی اس میں حسب حیثیت امداد کرنی چاہئے۔



ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

(وقت ۸ بجے سے ۸½ بجے شام)

۱ جولائی ۱۹۴۴ء منگل گیت، پنچ منڈلی - پنچم چرن - خاص پروگرام) ہمارے پنچایت گھر کی سالگرہ کی تقریب مصنف سرلیش چندر، پیش کنندہ ایس - این تیواری - بدھائی - (کویتا) چندر بھوشن - سگن گیت (شیاما مکھر معہ پارٹی -

۲ جولائی ۱۹۴۴ء - گیت - بچوں کا جلسہ - گڑبڑ - جھالا بچوں کی پارٹی - پورب کا حال (مکالمہ) گیت - مجدد نیازی - تمہارا خط ملا - خبریں -

۳ جولائی ۱۹۴۴ء ساون مرتضیٰ حسین - زیادہ غلہ پیدا کرو - سنئی کی کھاد (مکالمہ) کے ایس - مشر اور بلٹو - کجری - کاشی بائی اگلے ہفتے کا پروگرام - گیت - خبریں -

۴ جولائی ۱۹۴۴ء ملہار - پنچ منڈلی - کمپوسٹ بنانا (مباحثہ) آلہا - راگھو رام - بینڈ پنا ما (مکالمہ) مکھیا اور جھیپٹے خبریں

۵ جولائی ۱۹۴۴ء - بدلیشیا - رام جی داس - بچوں کا جلسہ ہم بھی سیکھو - تیرنا (مکالمہ) رام اجاگر دوبے اور بلٹو - غزل - بے نظیر بائی - سفر کم کرو - (مکالمہ) محمد رضا انصاری اور جھیپٹے - بچوں کی فرمائش - خبریں -

۶ جولائی ۱۹۴۴ء آلہا - راگھو رام - پشیبیا سیکرا سفٹ برلیش چندر - بھجن کاشی بائی - خبریں -

۷ جولائی ۱۹۴۴ء نرونہی - پنچ منڈلی - دوا دارو کے پودے مدار - شمبھو مشر - پوربی، پنا بائی - ذخیرہ بازی (مکالمہ) جی ڈی بھٹناگر اور جھیپٹے - سازوں پر دھن ریڈیو آرٹسٹ - خبریں -

۸ جولائی ۱۹۴۴ء - بھجن کملا جوشی - فرصت کے وقت کتاب پڑھنا - سبشیلا شری واستو - فلمی گیت - بہنو، تمہارا خط ملا -

۹ جولائی ۱۹۴۴ء بھجن - ہردے نرائن بچوں کا جلسہ چٹکلے رامیشور دیال ماتھر - پورب کا حال (مکالمہ) گیت ہردے نرائن تمہارا خط ملا - خبریں -

۱۰ جولائی ۱۹۴۴ء - ساون کالیکا پرساد زیادہ غلہ پیدا کرو - دال کی کھیتی (مکالمہ) گنگا دلارے اور سرلیش چندر - دادرا - ریکھا بائی - اس ہفتے کا پروگرام - کجری کالیکا پرساد - خبریں -

۱۱ جولائی ۱۹۴۴ء نعت مرتضیٰ حسین پھل ترکاری - قلم لگانا ولی کمال خاں - گیت - گیت بازی - شانتی چیٹرجی اور جنگ بہادر - چٹ پٹی باتیں - پنچ منڈلی - خبریں -

۱۲ جولائی ۱۹۴۴ء بچوں کی فرمائش - دادرا - عبدالحیٔ بچوں کا جلسہ یہ کیا ہے - دن رات - دیا شنکر اور جھیپٹے کا مکالمہ - ستار پر دھن - الیاس خان - سفر کم کرو - (مکالمہ) علی حسین صدیقی اور بلٹو - خبریں -

۱۳ جولائی ۱۹۴۴ء ہڑک گیت - پنچ منڈلی - کاسی بدریہ (خاص پروگرام) چندر بھوشن - خبریں -

۱۴ جولائی ۱۹۴۴ء قوالی - مقبول حسین معہ پارٹی صحت اور صفائی - اکھاڑہ اور کشتی - اے - آر - علوی باجے پیجنیا - بھجن کرشنا بائی - خبریں - دادرا - مقبول حسین اور منڈلی -

۱۵ جولائی ۱۹۴۴ء - میرا کا بھجن - ساوتری مشر - گرہنی کے روپ بہو (بن رہی ہے) سترا کماری - سنہا - بینا دت - بہنو تمہارا خط ملا - گیت ساوتری مشر -

۱۶ جولائی ۱۹۴۴ء امر گھم گھن برسے (کورس) پنچ منڈلی پورب کا حال (مکالمہ) ساون - کرشنا بائی - بچوں کا جلسہ اسکول کا (مکالمہ) تمہارا خط ملا - خبریں -

۱۷ جولائی ۱۹۴۴ء ڈھولک کے گیت تارا بائی - زیادہ غلہ پیدا کرو - باجرے کی کھیتی (مکالمہ) ستار پر دھن یوسف علی خاں بدھو شہر دیکھ آئیں (مکالمہ) جگدمبا پرساد استھانہ اور جھیپٹے - ہفتہ کا پروگرام - خبریں -

۱۸ جولائی ۱۹۴۴ء چھولا برام نرائن سینی اور پارٹی - دوا کے پودے - نیم - ایک ڈاکٹر - پوربی - منی بائی - خبریں - ساون - رام نراین سینی معہ پارٹی -

۱۹ جولائی ۱۹۴۴ء ملہار رام جی داس - بچوں کی فرمائش امتیاز احمد - یہ کیا ہے ؟ گرہن (مکالمہ) چندر پرکاش و دیا رتن اور جھیپٹے - خبریں - سفر کم کرو - (مکالمہ)

۲۰ جولائی ۱۹۴۴ء - نیا قدم - (منظوم ڈرامہ) مصنف برجیندر ناتھ گوڑ - پیش کنندہ ایس - این تیواری شہنائی پر دھن - بسم اللہ معہ پارٹی -

۲۱ جولائی ۱۹۴۴ء کنہرا - پنچ منڈلی - قانونی واقفیت - وراثت کا قانون سمجھو نامتھ کول - قوالی محرم علی معہ پارٹی - منوا کی کھیتی (مکالمہ) جگناتھ سنگھ اور بلیٹو - خبریں -

۲۲ جولائی ۱۹۴۴ء ساون سروج کماری - جیونا - آلو کی جڑ بدلا ما نقر - تمہارا خط ملا - پاربتی (کہانی) تو شان دیوی شکل کماری سروج کماری -

۲۳ جولائی ۱۹۴۴ء ندی جیوا کی لڑائی - آلہا درگاچرن ترویدی بورے کا مال (مکالمہ) کبھی رسولن بائی - تمہارا خط ملا - بچوں کا جلسہ بیربل کے چٹکلے چھینٹے - خبریں وغیرہ -

۲۴ جولائی ۱۹۴۴ء اب آگئے کے سنو حال (آلہا) درگاچرن ترویدی - پھلوں کی کاشت (تقریر) گیت گوہر سلطان - اس ہفتے کا پروگرام خبریں -

۲۵ جولائی ۱۹۴۴ء - گڑیا - گیت - گلاب دیوی معہ پارٹی - ناگ پنچمی (تقریر) اکھاڑہ (مکالمہ) ناگ گیت گلاب دیوی معہ پارٹی خبریں -

۲۶ جولائی ۱۹۴۴ء ندی نا سنجوگ - گیت بازی - بلیٹو اور چھینٹے سفر کرو (مکالمہ) رام وہین شر لیواسنو اور چھینٹے ساون رسولن بائی تم بھی سیکھو - پیڑ پر چڑھنا (مکالمہ) بچوں کی فرمائش - خبریں -

۲۷ جولائی ۱۹۴۴ء تلسی لگائی سیتوا - (گیت) پنچ منڈلی تلسی کی دین تقریر - بھاگیرتھ مشر - پربھو درشن (نظم) چند بھوشن - خبریں -

---

آغاز و انجام

(اداؔ سیمابی ٹونکی)

رنگ کیوں پھیکا ہے تیرا شام سے ❋ شمع کیا واقف ہے تو انجام سے

رات تو تھی ہی تڑپنے کے لئے ❋ دن بھی اب کٹتا نہیں آرام سے

سوچ لے پہلے جو کرنا ہے تجھے ❋ کام کا آغاز کر انجام سے

اپنی آنکھوں سے پلائے تو پلا ❋ ہم نہیں پینے کے ساقی جام سے

جو محبت میں تری بے چین ہے ❋ کیا غرض اس کو بھلا آرام سے

جو بگاڑے گا بنا دے گا وہی ❋ خوف کیوں کرتا ہے تو انجام سے

سن کے وہ میرا تخلص اے اداؔ
کہتے ہیں الفت سی ہے اس نام سے

(از عالمگیر لاہور)

وٹامنوں کی کمی سے ہونے والی بیماریاں

(ڈاکٹر ستیہ پرکاش ۔ ڈی ۔ ایس ۔ سی)

۱۔ بیری بیری

یہ مرض ہزاروں سال کا پرانا ہے ۔ اس کا ذکر بہت پرانی کتابوں میں ملتا ہے چین کی سب سے قدیم طبی کتاب نائیچنگ میں، جو ۲۶۹۷ ق م میں لکھی گئی تھی اسکا ذکر ہے ۔ ۲۴ ق م میں روم کی فوج نے جب مشرق پر حملہ کیا تھا تو اسکے بیان میں بھی بیری بیری کا ذکر آتا ہے مشرقی ایشیا میں جس میں جزیرہ پلینیشین بھی شامل ہے یہ مرض بہت پھیل گیا ہے ۔ برازیل اور افریقہ کے ساحلی ممالک میں بھی یہ بیماری پائی جاتی ہے ۔ پہلے سمجھا جاتا تھا کہ نم اور گرم موسم سے اسکا تعلق ہے لیکن یہ بات غلط ہے جاڑے میں بھی جاپان میں یہ بیماری ہوتی تھی ۔ ۵۰۰۰ سالانہ کا بیماروں کا اوسط تھا ۔ چین میں کم ہوتا تھا مگر کوریا میں زیادہ ۱۹۱۱ء میں ملایا میں ۱۵۵۴۰ افراد بیمار ہوئے اس میں سے ۶۹۵ مر گئے ۔ سنگاپور، جاوا، بورنیو، نیوگنی وغیرہ جزیروں میں آباد چینیوں اور جاپانیوں کو یہ بیماری خاص طور سے ہوتی تھی لنکا، مالابار اور کچھ کورومنڈل تک کے لوگوں میں بھی یہ بیماری پائی جاتی ہے چاول کھانے والے بنگالیوں میں بھی اکثر اسکا زور دیکھا گیا ہے ۔ کچھ دن ہوئے بنارس کے بنگالیوں میں جو مل کا پیرا ہوا کٹہ واتیل اور چاول زیادہ کھانے لگے تھے ان میں یہ بیماری بڑی تیزی سے پھیلی تھی ۔ ۱۹۰۴ء میں جو روسی جاپانی جنگ ہوئی تھی اس میں صرف جاپانیوں میں یہ بیماری پھیلی ۷۰ اسی ہزار آدمی بیمار ہوئے یورپ کے بحر روم کے ساحل پر رہنے والے باشندوں میں بھی یہ بیماری ہوتی رہتی ہے۔

۱۹۰۹ء میں فیجر اور اسٹینشن نے یہ دیکھا کہ تندرست جاپانی قلی بھی اگر انھیں صرف سفید چاول پر رکھا جائے تو اس بیماری میں مبتلا ہونے لگتے ہیں ۔ اسٹرینگ اور کروویل نے فلیپائن کے جیل میں جو تجربے کئے گئے ان سے واضح ہو گیا کہ سفید چاول کے ساتھ چاول کی بھوسی بھی ملا دی جائے تو بیری بیری میں مبتلا لوگوں کی تعداد بہت کم ہو جاتی ہے ۔ بغیر پالش کے چاول کھانے والوں میں یہ بیماری نہیں ہوتی ۔

بیری بیری کی پہچان ۔ مریض پیروں میں بھاری پن محسوس کرتا ہے چلنے پر گھٹنے کچھ لڑکھڑاتے سے ہیں ۔ گرمیوں میں یہ بیماری خاص طور سے ہوتی ہے ۔ محنت کرنے کے بعد دھڑکن ہونے لگتی ہے پیروں کی کھال میں کچھ بیہوشی آجاتی ہے انگلی سے دبانے پر پیر میں گڈھا سا پڑنے لگتا ہے خون میں سفید ذرات کی تعداد ۱۰۰ فیصدی بڑھ جاتی ہے دوران خون بھی بدل جاتا ہے ۔

بیری بیری چار طرح کی ہوتی ہے ہلکی، خشک، نم اور ہلکی بیری بیری میں محنت کرنے کے بعد پیر بھاری ہو جاتے ہیں ۔ اور دل دھڑکنے لگتا ہے ۔ خشک بیری بیری میں لقوہ سا معلوم ہوتا ہے پیر سن ہو جاتے ہیں ہاتھ ڈھیلا ہو کر لٹک آتا ہے مٹھی آدھی بند رہتی ہے ۔ نم بیری بیری میں دل کی دھڑکن بڑھتی ہے پاؤں اور پیر کے جوڑ کی ہڈی کے اوپر پانی بھر جانے سے سوجن آجاتی ہے کبھی کبھی بیماری کا حملہ بڑھنے پر جانگھ پیٹ اور کندھوں پر بھی سوجن آجاتا ہے پیشاب کی مقدار کم ہو جاتی ہے ۔ اگر بیماری کا علاج نہ کیا جائے تو موت تک ممکن ہے بیری بیری میں یہ علامتیں اور جلدی جلدی ظاہر ہوتی ہیں ۔ نبض کی رفتار بڑھ جاتی ہے (۱۳۱ سے ۱۴۰ تک) پیشاب کم ہو جاتا ہے کبھی کبھی چند گھنٹوں کے اندر ہی موت ہو جاتی ہے ۔

ماں کے بیری بیری میں مبتلا ہو جانے پر اسکا دودھ پینے والا بچہ بھی بیمار ہو جاتا ہے ۔ فلپائن میں اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بچوں کی موت کا سبب ان کی ماؤں میں بیماری کا ہونا تھا ۔ بچوں میں بھی اس مرض کی علامتیں ویسے ہی ظاہر ہوتی ہیں جیسے بڑوں میں ۔

بیری بیری کا علاج ۔ تھامسن اور سمپسن نے ۱۹۲۱ء میں بیری بیری کے علاج کے لئے خمیر کا استعمال کیا گیا ۔ خمیر اٹھائے ہوئے آٹے یا خمیر اٹھائی ہوئی دال کا استعمال کرنے سے بیری بیری میں فائدہ ہوتا ہے ۔ چاول کے اوپر کی بھوسی سے تیار کئے ہوئے ست ملتے ہیں جن کا استعمال دوا کی شکل میں ہوتا ہے گیہوں، چاول جو وغیرہ کی بھوسی کی مقدار غذا میں بڑھا دینے سے اور تازہ تیار پینے سے بیری بیری میں فائدہ ہوتا ہے ۔ بچے کو تندرست گائے کا تازہ دودھ دینا چاہئے ۔

جہازوالی بیری بیری ۔ گذشتہ جنگ عظیم (۱۹۱۴-۱۸ء) میں ایک واقعہ پیش آیا جو بیری بیری کی تاریخ میں مشہور رہے گا جرمنی کا ایک حملہ آور جہاز نیویارک کے بندرگاہ میں قید کر لیا گیا اس جہاز کے خلاصیوں کو برف میں ٹھنڈے کئے ہوئے گوشت کو کھانا رہنا پڑتا تھا مگر افسروں کو گوشت کے علاوہ تازہ ترکاریاں اور پھل بھی ملتے تھے ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلاصیوں کو بیری بیری کی بیماری ہو گئی لیکن افسران بیماری سے محروم رہے ۔ بہت سی ترکاریوں میں وٹامن بی اور سی دونوں ہوتے ہیں اس لئے افسروں کو یہ بیماری نہیں ہوئی ۔ جہاز والی یہ بیری بیری چاول والی بیری بیری سے

۲۱ جولائی ۱۹۴۴ء کنہرا۔ پنچ منڈلی۔ قانونی واقفیت۔ وراثت کا قانون تشبیہ تاثر کول۔ قوالی محرم علی معہ پارٹی۔ منوا کی کھیتی (مکالمہ) مگنا تھ سنگھ اور بلٹو۔ خبریں۔

۲۲ جولائی ۱۹۴۴ء ساون سروج کماری۔ جیونار۔ آلو کی جڑ سرلا ماتھر۔ [illegible] تمہارا خط ملا۔ پاربتی (کہانی) تونلن دیوی شکل کہری سروج کماری۔

۲۳ جولائی ۱۹۴۴ء ندی بیتوا کی لڑائی۔ آلہا درگا چرن ترویدی [illegible] (مکالمہ) کچہری رسولن بائی۔ تمہارا خط ملا۔ بچوں کا جلسہ بیربل کے چٹکلے۔ چھینٹے۔ خبریں وغیرہ۔

۲۴ جولائی ۱۹۴۴ء اب آگئے کے سنو حوال (آلہا) درگا چرن ترویدی۔ پھلوں کی کاشت (تقریر) گیت گوہر سلطان۔ اس ہفتے کا پروگرام۔ خبریں۔

۲۵ جولائی ۱۹۴۴ء۔ گڑیا۔ گیت۔ گلاب دیوی معہ پارٹی۔ ناگ پنچمی (تقریر) اکھاڑہ (مکالمہ) ناگ گیت گلاب دیوی معہ پارٹی۔ خبریں۔

۲۶ جولائی ۱۹۴۴ء ندی ناؤ سنجوگ۔ گیت بازی۔ بلٹو اور چھینٹے سفر کرو (مکالمہ) رام موہن ترپاٹھی اور چھینٹے ساون رسولن بائی۔ تم بھی سیکھو۔ پیڑ پر چڑھنا (مکالمہ) بچوں کی فرمائش۔ خبریں۔

۲۷ جولائی ۱۹۴۴ء تلسی لگائی پتوار (گیت) پنچ منڈلی تلسی کی دین تقریر۔ بھاگیرتھ مشر۔ پربھو درشن (نظم) چندر بھوشن۔ خبریں۔

آغاز و انجام

(از سیماب ٹونکی)

رنگ کیوں پھیکا ہے تیرا شام سے — شمع کیا واقف ہے تیرے انجام سے

رات تو کٹتی ہی تڑپنے کے لئے — دن بھی اب کٹتا [illegible]

سوچ لے پہلے جو کرنا ہے تجھے — کام کا آغاز کر انجام [illegible]

اپنی آنکھوں سے بچائے تو پڑا — ہم نہیں بیٹھے [illegible]

جو محبت میں تری بے چین ہے — کیا غرض [illegible]

جو بگاڑے گا بنا دے گا وہی — خود [illegible]

سن کے وہ میرے تخلص لے اُڑا

کہتے ہیں اُلفت [illegible] ہے اس نام سے



یہ مرض ہزاروں سال سے ...
ملتا ہے چین کی سب سے ...
لکھی گئی تھی اسکا ذکر ہے ...
پر حملہ کیا تھا تو اسکے بیان ...
میں جس میں جزیرہ ...
برازیل اور افریقہ کے ساحل ...
سمجھا جاتا تھا کہ تر اور گرم موسم ...
جاڑے میں بھی جاپان میں یہ بیماری ...
اوسط تھا۔ چین میں کم ہوتا تھا ...
میں ۵۵۴۰ افراد بیمار ہوئے اس میں سے ...
... نیوگنی وغیرہ جزیروں میں آباد ...
خاص طور سے ہوتی تھی لنکا، مالابار اور کچھ ...
بھی یہ بیماری پائی جاتی ہے چاول کھانے والے بنگالیوں
کا زور دیکھا گیا ہے۔ کچھ دن ہوئے بنارس کے
... کا بیرا ہوا کو واتیل اور چاول زیادہ کھانے لگے
... بڑی تیزی سے پھیلی تھی۔ سنہ ۱۹۰۷ء میں جو روسی
... صرف جاپانیوں میں یہ بیماری پھیلی
... روم کے ساحل پر رہنے
... یہ بیماری ہوتی رہتی ہے۔
... میں ... اسٹینشن نے یہ دیکھا کہ ... جاپانی
... سفید چاول پر رکھا جائے تو اس ... بیماری
... اور کرو ویل ... کے
... ان سے واضح ہو گیا کہ سفید چاول ...
... بھی ملا دکر جائے تو بیری بیری میں مبتلا لوگوں
... بغیر پالش کے چاول کھانے والوں
... نہیں ہوتی۔

بیری بیری کی پہچان۔ مریض پیروں میں بھاری پن محسوس
... کچھ لڑکھڑا ... گرمیوں میں یہ بیماری
... ہوتی ہے۔ محنت کرنے کے بعد دھڑکن ہونے لگتی
ہے پیروں کی کھال میں کچھ بیہوشی آجاتی ہے انگلی سے دبانے پر
... گڑھا سا پڑنے لگتا ہے خون میں سفید ذرات کی تعداد
... بڑھ جاتی ہے دوران خون بھی بدل جاتا ہے۔

... ہیں۔

بیری بیری ...
بیری بیری کے علاج ...
کرنے یا خمیر اٹھانے ...
فائدہ ہوتا ہے۔ چاول کے اوپر کی بھوسی ...
ملتے ہیں جن کا استعمال دوا کی شکل میں ...
جو وغیرہ کی بھوسی کی مقدار غذا میں بڑھا دینے سے ...
پینے سے بیری بیری میں فائدہ ہوتا ہے۔ بچے کو ...
تازہ دودھ دینا چاہئے۔

جہاز والی بیری بیری۔ گزشتہ جنگ عظیم (۱۹۱۴-۱۹۱۸ء) کے ...
ایک واقعہ پیش آیا جو بیری بیری کی تاریخ میں مشہور رہے گا
جرمنی کا ایک حملہ آور جہاز نیویارک کے بندرگاہ میں قید کر لیا گیا
اس جہاز کے ملاحوں کو برف میں ٹھنڈے کئے ہوئے گوشت کو کھانا
پڑتا تھا لیکن افسران کو گوشت کے علاوہ تازہ ترکاریاں اور پھل
بھی ملتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ملاحوں کو بیری بیری کی بیماری ہو گئی
لیکن افسران بیماری سے محروم رہے۔ بہت سی ترکاریوں میں ...
بی اور سی دونوں ہوتے ہیں اس لئے افسروں کو یہ بیماری
نہیں ہوئی۔ جہاز والی یہ بیری بیری چاول والی بیری بیری سے

۲۱ر جولائی ۱۹۴۴ء کنہرا - پنج منڈلی - قانونی واقفیت - وراثت کا قانون - تیسیھو تا مہتر کول - قوالی محرم علی معہ پارٹی - منوا کی کھیتی (مکالمہ) مگنا تھو سنگیہ اور بلبشو - خبریں -

۲۲ر جولائی ۱۹۴۴ء ساون سروج کماری - جیونار - آلو کی جڑیں مرلا ماشتر - تو تمہارا خط ملا - پاربتی (کہانی) تونتن دیوی شکل کبرتی سروج کماری -

۲۳ر جولائی ۱۹۴۴ء مدھو جیوا کی لڑائی - آلہا درگا چرن زویدی بوبی کا ماما (مکالمہ) کبھی رسولن بائی - تمہارا خط ملا - بچوں کا جلسہ بیربل کے چٹکلے - چھپتے - خبریں وغیرہ -

۲۴ر جولائی ۱۹۴۴ء اب آگے کے سنوحال (آلہا) درگا چرن زویدی - پھلوں کی کاشت (تقریر) گیت گوہر سلطان - اس ہفتے کا پروگرام خبریں -

۲۵ر جولائی ۱۹۴۴ء - گڑیا - گیت - گلاب دیوی معہ پارٹی - ناگ پنچمی (تقریر) اکھاڑہ (مکالمہ) ناگ گیت - گلاب دیوی معہ پارٹی خبریں -

۲۶ر جولائی ۱۹۴۴ء ندی نا سنجوگ - گیت بازی - ملیٹو اور چھپتے سفر کرو (مکالمہ) رام موہن شریواستو اور چھپتے ساون رسولن بائی تم بھی سیکھو - پیڑ پر چڑھنا (مکالمہ) بچوں کی فرمائش - خبریں -

۲۷ر جولائی ۱۹۴۴ء تلسی لنگائی سپتوا - (گیت) پنچ منڈلی تلسی کی دین تقریر - بھاگیرتھ مشر - پربھو درشن (نظم) چند - بھوشن - خبریں -

آغاز و انجام

(ادا سیمابی ٹونکی)

رنگ کیوں پھیکا ہے تیرا شام سے
شمع کیا واقف ہے تو انجام سے

رات تو تھی ہی تڑپنے کے لئے
دن بھی اب کٹتا نہیں آرام سے

سوچ لے پہلے جو کرنا ہے تجھے
کام کا آغاز کر انجام سے

اپنی آنکھوں سے پلائے تو پلا
ہم نہیں پینے کے ساقی جام سے

جو محبت میں تری بے چین ہے
کیا غرض اس کو بھلا آرام سے

جو بگاڑے گا بنا دے گا وہی
خوف کیوں کرتا ہے تو انجام سے

سن کے وہ میرا تخلص اے ادا
کہتے ہیں الفت سی ہے اس نام سے

(از عالمگیر لاہور)

وٹامنوں کی کمی سے ہونے والی بیماریاں

(ڈاکٹر ستیہ پرکاش ۔ ڈی۔ایس۔سی)

۱۔ بیری بیری

یہ مرض ہزاروں سال کا پرانا ہے۔ اس کا ذکر بہت پرانی کتابوں میں ملتا ہے چین کی سب سے قدیم طبی کتاب نائیچنگ میں، جو ۲۶۹۷ ق م میں لکھی گئی تھی اسکا ذکر ہے۔ ۲۴ ق م میں روم کی فوج نے جب مشرق پر حملہ کیا تھا تو اسکے بیان میں بھی بیری بیری کا ذکر آتا ہے مشرقی ایشیا میں جس میں جزیرہ فلپائن بھی شامل ہے یہ مرض بہت پھیل گیا ہے۔ برازیل اور افریقہ کے ساحلی ممالک میں بھی یہ بیماری پائی جاتی ہے۔ پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ نم اور گرم موسم سے اسکا تعلق ہے لیکن یہ بات غلط ہے جاڑے میں بھی جاپان میں یہ بیماری ہوتی تھی۔ ۰۰۰۵ سالانہ کا بیماروں کا اوسط تھا۔ چین میں کم ہوتا تھا مگر کوریا میں زیادہ ۱۹۱۱ء میں ملایا میں ۵۵۴۰ افراد بیمار ہوئے اس میں سے ۶۹۵ مر گئے۔ سنگاپور جاوا، بورنیو، نیوگنی وغیرہ جزیروں میں آباد چینیوں اور جاپانیوں کو یہ بیماری خاص طور سے ہوتی تھی لنکا، مالابار اور کچھ کورومنڈل تک کے لوگوں میں بھی یہ بیماری پائی جاتی ہے چاول کھانے والے بنگالیوں میں بھی اکثر اسکا زور دیکھا گیا ہے۔ کچھ دن ہوئے بنارس کے بنگالیوں میں ہوٹل کا پیرا ہوا کڑوا تیل اور چاول زیادہ کھانے لگے تھے ان میں یہ بیماری بڑی تیزی سے پھیلی تھی۔ ۱۹۰۴ء میں جو روسی جاپانی جنگ ہوئی تھی اس میں صرف جاپانیوں میں یہ بیماری پھیلی ۸۰ اسی ہزار آدمی بیمار ہوئے یورپ کے بحر روم کے ساحل پر رہنے والے باشندوں میں بھی یہ بیماری ہوتی رہتی ہے۔

۱۹۰۹ء میں فیجر اور اسٹینشن نے یہ دیکھا کہ تندرست جاپانی قلی بھی اگر انھیں صرف سفید چاول پر رکھا جائے تو اس بیماری میں مبتلا ہونے لگتے ہیں۔ اسٹرینگ اور کروویل نے فلپائن کے جیل میں جو تجربے کئے تھے ان سے واضح ہو گیا کہ سفید چاول کے ساتھ چاول کی بھوسی بھی ملا دی جائے تو بیری بیری میں مبتلا لوگوں کی تعداد بہت کم ہو جاتی ہے۔ بغیر پالش کے چاول کھانے والوں میں یہ بیماری نہیں ہوتی۔

بیری بیری کی پہچان۔ مریض پیروں میں بھاری پن محسوس کرتا ہے چلنے پر گھٹنے کچھ لڑکھڑاتے سے ہیں۔ گرمیوں میں یہ بیماری خاص طور سے ہوتی ہے۔ محنت کرنے کے بعد دھڑکن ہونے لگتی ہے پیروں کی کھال میں کچھ بیہوشی آجاتی ہے انگلی سے دبانے پر پیر میں گڈھا سا پڑنے لگتا ہے خون میں سفید ذرات کی تعداد ۱۰۰ فیصدی بڑھ جاتی ہے دوران خون بھی بدل جاتا ہے۔

بیری بیری چار طرح کی ہوتی ہے ہلکی، خشک، نم اور ہلکی بیری بیری میں محنت کرنے کے بعد پیر بھاری ہو جاتے ہیں۔ اور دل دھڑکنے لگتا ہے۔ خشک بیری بیری میں لقوہ سا معلوم ہوتا ہے پیر سن ہو جاتے ہیں ہاتھ ڈھیلا ہو کر لٹک آتا ہے مٹھی آدھی بند رہتی ہے۔ نم بیری بیری میں دل کی دھڑکن بڑھتی ہے پاؤں اور پیر کے جوڑ کی ہڈی کے اوپر پانی بھر جانے سے سوجن آجاتی ہے کبھی کبھی بیماری کا حملہ بڑھنے پر جانگھ پیٹ اور کندھوں پر بھی سوجن آجاتا ہے پیشاب کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔ اگر بیماری کا علاج نہ کیا جائے تو موت تک ممکن ہے بیری بیری میں یہ علامتیں اور جلد جلدی ظاہر ہوتی ہیں۔ نبض کی رفتار بڑھ جاتی ہے (۱۳۰ سے ۱۴۰ تک) پیشاب کم ہو جاتا ہے کبھی کبھی چند گھنٹوں کے اندر ہی موت ہو جاتی ہے۔

ماں کے بیری بیری میں مبتلا ہو جانے پر اسکا دودھ پینے والا بچہ بھی بیمار ہو جاتا ہے۔ فلپائن میں اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ بچوں کی موت کا سبب ان کی ماؤں کو یہ بیماری کا ہونا تھا۔ بچوں میں بھی اس مرض کی علامتیں ویسے ہی ظاہر ہوتی ہیں جیسے بڑوں میں۔

بیری بیری کا علاج۔ تھامسن اور سمپسن نے ۱۹۳۱ء میں بیری بیری کے علاج کے لئے خمیر کا استعمال کیا گیا۔ خمیر اٹھائے ہوئے آٹے یا خمیر اٹھائی ہوئی دال کا استعمال کرنے سے بیری بیری میں فائدہ ہوتا ہے۔ چاول کے اوپر کی بھوسی سے تیار کئے ہوئے ست ملتے ہیں جن کا استعمال دوا کی شکل میں ہوتا ہے گیہوں، چاول، جو وغیرہ کی بھوسی کی مقدار غذا میں بڑھا دینے سے اور تازہ [illegible] پینے سے بیری بیری میں فائدہ ہوتا ہے۔ بچے کو تندرست گائے کا تازہ دودھ دینا چاہئے۔

جہاز والی بیری بیری۔ گذشتہ جنگ عظیم (۱۹۱۴-۱۸ء) میں ایک واقعہ پیش آیا جو بیری بیری کی تاریخ میں مشہور رہے گا جرمنی کا ایک حملہ آور جہاز نیویارک کے بندرگاہ میں قید کر لیا گیا اس جہاز کے خلاصیوں کو برف میں ٹھنڈے کئے ہوئے گوشت کو کھا کر رہنا پڑتا تھا مگر افسروں کو گوشت کے علاوہ تازہ ترکاریاں اور پھل بھی ملتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خلاصیوں کو بیری بیری کی بیماری ہو گئی لیکن افسران بیماری سے محروم رہے۔ بہت سی ترکاریوں میں وٹامن بی اور سی دونوں ہوتے ہیں اس لئے افسروں کو یہ بیماری نہیں ہوئی۔ جہاز والی یہ بیری بیری چاول والی بیری بیری سے

بھی مختلف تھی۔ غالباً یہ بیماری کئی بیماریوں کا مرکب ہے جو کئی قسم کے ڈائمنڈ کمی کے باعث ہوتی ہے۔ کبھی کبھی مریض میں بیری بیری اور اسکروی دونوں کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔

۲۔ سکروی

سکروی نامی بیماری سے بھی سیکڑوں سال کی پرانی ہونے کے ثبوت ملتے ہیں۔ طویل بحری سفر کرنے والوں میں اور جنگ کے زمانہ میں سپاہیوں میں یہ بیماری خاص طور سے ہوتی ہے قطبین کی تلاش یا ہمالیہ کی بلند چوٹیوں تک پہنچنے کی کوشش کرنے والوں میں یہ بیماری خاص طور سے ہوتی دیکھی گئی ہے۔ سنہ ۱۸۰۴ء میں سر گلبرٹ بلین نے اس بیماری کے علاج میں لیموں کے عرق کا استعمال کیا تھا۔ ہر جنگ سکروی کی بیماری کچھ نہ کچھ ضرور پھیلتی ہے کیونکہ لوگوں کو تازہ ساگ ملنے بند ہو جاتے ہیں سنہ ۱۸۴۳ء میں نصیر آباد (راجپوتانہ) میں جو انگریزی فوج تھی، اس میں یہ بیماری پھیل گئی۔ اس کے متعلق یہ لکھا گیا ہے اس وقت یہ مرض اس مقام پر پائے جانے والے ایک کھٹے [illegible] سے دور ہو گیا۔ ممالک متحدہ امریکہ کی خانہ جنگی میں ۳۰۷۱۴ افراد اس مرض میں مبتلا تھے کیونکہ انھوں سردیوں میں سوکھی ترکاریاں کھا کر رہنا پڑا۔ سنہ ۱۹۰۴ء کی روسی جاپانی جنگ میں روسیوں میں سکروی بیماری ہوئی۔ سنہ ۱۹۱۷ء میں انگلینڈ کے غریب گھروں میں یہ بیماری خاص طور سے پھیلی اس بیماری کے پھیلنے کا سبب آلوؤں کا نہ ملنا تھا۔ اگر آدھ سیر آلو روز کھانے کو مل جاتے تو سکروی بیماری نہیں ہوگی۔ اس قسم کا ایک حکم رائل سوسائٹی کی کمیٹی نے دیا۔

سنہ ۱۹۱۵ء کی بات ہے کہ ڈیج گائنا کے جزیرہ ایروبا میں ایک فصل برباد ہوگئی نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۰۰۰۰ افراد کی آبادی میں ۳۰۰۰ افراد میں سکروی کی بیماری ہوئی۔ امیر گھرانے کے وہ لوگ جنھیں تازے ساگ پھل مل سکے اس سے بچ رہے۔

سنہ ۱۸-۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں شائد ہی کوئی ایسی فوج بچی ہو جس میں سکروی کی بیماری نہ پھیلی ہو۔ موسوپوٹامیا میں جو ہندوستانی فوجیں تھیں اور جنھیں گوشت کھانے میں اعتراض تھا ان میں سے ۳۰ سے ۵۰ فیصدی لوگوں کو سکروی ہو گئی۔ حالت اتنی نازک ہو گئی تھی کہ انگریزی حکومت نے [illegible] کاچھیوں کا ایک دستہ وہاں بھیجا گیا جو وہاں جا کر ہر قسم کی ترکاریاں لگائے۔

ایل پل نے اسکاٹ لینڈ میں مقیم انگریزی فوجوں کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ ترکاریوں کی کمی اور ان کو نامناسب حد تک پکائے جانے کے باعث سپاہیوں میں سکروی کی بیماری پھیلی۔ یہ بیماری ان لوگوں کو زیادہ ہوئی جو زیادہ محنت کرتے تھے۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں فرانس کی ۸۰۰ فوجوں میں سے ۶۶۰ فوجوں میں

سکروی کی بیماری تازہ پھل اور ترکاریوں کے نہ ملنے کے باعث پھیلی۔ موجودہ جنگ عظیم میں سکروی کی بیماری کتنی پھیلی ہے اس کے اعداد جنگ کے بعد ہی مل سکیں گے۔

ہیس نامی ڈاکٹر نے یہ دیکھا کہ جن بچوں کو مصنوعی دودھ مثلاً کنڈنسڈ ملک وغیرہ پر رکھا جاتا ہے ان میں سکروی بہت ہوتا ہے سب سے پہلے سر تامس بارلو نے سنہ ۱۸۹۷ء میں یہ بتایا تھا کہ بچوں کا اور بوڑھوں کا سکروی مرض ایک ہی طرح کا ہے جہاں جہاں زیادہ پکایا جانے والا دودھ بچوں نے استعمال کیا وہاں وہاں انھیں اس مرض میں مبتلا پایا گیا۔ ہیس کا بیان ہے کہ اگر دودھ بھاپ میں (واٹر باتھ) پانچ منٹ گرم کر لیا جائے تو بچوں کو سکروی نہ ہوگا لیکن اگر پانچ منٹ تک ۱۴۵ فارن ہائٹ تک گرم کیا جائے گا تو اس مرض کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں گی۔ دودھ کو کئی بار گرم کرنے اور ابالنے سے اس کا وہ مفید جز ضائع ہو جاتا ہے جس کے نہ ہونے سے سکروی ہونے لگتا ہے ہاں دودھ کے ساتھ تازہ پھل یا سنترہ کھانے کو ملے تو پھر یہ بیماری نہ ہوگی۔

سکروی کی علامتیں۔ جب کھال میں خاص پیلاپن [illegible] میں سستی اعضا میں ڈھیلاپن اور سانس لینے میں دشواری [illegible] لگے سمجھنا چاہئے کہ سکروی شروع ہو رہا ہے۔ کمر کے آس پاس بھی درد بھی ہونے لگتا ہے اور پیر میں سوزش اور گٹھیا ہونے لگتا ہے۔ پیروں کی کھال میں رونگٹوں کے آس پاس [illegible] خون کے باعث کچھ سرخی آجاتی ہے جسم کے اور حصوں میں بھی ایسی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ کھال میں ظاہر ہونے والی علامتوں کو ایپر کوسا لوسس کہتے ہیں۔ گھٹنوں کے اوپر اکثر سوجن بھی دیکھی جاتی ہے۔ اکثر مسوڑھے گہرے سرخ رنگ کے اور نرم ہو جاتے ہیں اور سوج جاتے ہیں مسوڑھوں کی سوجن سے کبھی کبھی دانت تک ڈھنک جاتے ہیں۔ کبھی کبھی رگوں کا دوران خون اتنا بڑھ جاتا ہے کہ دانت گر بھی جاتے ہیں۔

سکروی کی آگے کی بیماری میں دل میں خاص دھڑکن [illegible] سانس لینے میں بہت دشواری ہونے لگتی ہے مریض کبھی کبھی بیہوش بھی ہو جاتا ہے۔ دل کمزور ہونے لگتا ہے۔ گھٹنے کے پاس [illegible] قسم کا جھکاؤ سا پیدا ہونے لگتا ہے اور جسم کی اس حالت کو (Seitich Zerstellung) کہتے ہیں یہ علامتیں اکثر بیری بیری اور سکروی کے مرکب سے پیدا ہوتی ہے۔

مریض کی نبض کی رفتار تیز ہو جاتی ہے دست بھی [illegible] لگتے ہیں۔ پاخانہ کے ساتھ خون بھی آنے لگتا ہے۔ دل کی کمزوری کی وجہ سے مریض کی اس بیماری سے موت تک ہو جاتی ہے [illegible] کے بیمار کی جسمانی حالت اتنی کمزور ہو جاتی ہے کہ [illegible]

...لگتی ہیں اور پھر موت سے بچنا مشکل ہوجاتا ہے۔

بچوں کی سکروی کی علامت۔ ۶ ماہ سے لیکر ۱۸ ماہ تک کے بچے کو [illegible]ی ہوتی ہے۔ جسم کی کھال کا رنگ ایک خاص طور سے بدلنے لگتا ہے [illegible]وں کے اوپر کچھ سوجن آجاتی ہے گھٹنوں میں درد ہوتا ہے جن شہروں [illegible] پاسچورائز دودھ فروخت ہوتا ہے وہاں کے لڑکوں میں خفیہ قسم [illegible] سکروی ہوجاتی ہے جس کی علامتیں کچھ دنوں کے بعد ہی ظاہر ہوتی ہیں۔

چونکہ کمزوری جسم کی زردی، پیروں میں درد پیر اٹھانے پر [illegible] کا تکلیف سے چلا پڑنا جسم کے متعدد مقامات پر سوجن اور اگر [illegible] کے دانت ہوں تو ان کے مسوڑھوں میں خاص سرخی اور کبھی کبھی دانت کا گر پڑنا اس بیماری کی خاص علامتیں ہیں۔

بیماری کا علاج۔ ہرے ساگ تازہ پھل اور تازہ دودھ (بلا گرم کیا ہوا) اس بیماری کا علاج ہے۔ پکیٹ نے ۱۹۱۲ء میں شمالی ہند میں ۱۳۳ بیماروں کو اونٹنی کے دودھ سے اچھا کیا۔ آدھی کٹوری یا ایک چمچہ (۲۴ سی-سی) لیموں یا سنگترے کا عرق دینے سے خاص فائدہ ہوتا ہے۔ انکوے نکلے ہوئے اناج مثلاً چنا مٹر گیہوں وغیرہ خاص طور سے مفید ہیں۔ سکروی کے بیمار مردوں کے فوجیوں کو ۱۹۱۸ء میں انکھوے دار غلہ سے خاص فائدہ ہوا تھا۔ سنگترے کے چھلکے کا عرق اور ٹماٹر کا عرق اس بیماری میں بہت فائدہ پہنچاتا ہے۔

مٹھوا یا رکیٹس

مٹھوا، سوکھا روگ یا رکیٹس۔ یہ بچوں کی ایک خاص بیماری ہے جو زیادہ تر ایک دو سال کے بچوں کو ہوتی ہے۔ ۱۹۱۴-۱۸ء کی جنگ عظیم میں یہ بیماری تقریباً سبھی عمر کے بچوں میں دیکھی گئی ہے۔ عام طور سے معالج لوگ رکیٹس رکیٹسار ڈ اور آسٹیومیلیشیا ان تینوں بیماریوں کو الگ الگ مانتے رہے ہیں اور یہ تینوں بیماریاں ہڈیوں کے ٹھیک سے نہ بڑھنے کے باعث ہوتی ہیں مگر اب یہ دیکھا گیا ہے کہ یہ تینوں بیماریاں عموماً ایک ہی وجہ سے ہوتی ہیں۔ خوراک [illegible] ہو تو پھر اور کتنی ہی احتیاط برتی جائے، یہ بیماری ہوجاتی [illegible] ہوا اور روشنی بھی اس بیماری سے بچاسکتے ہیں بہت [illegible] ہے جن بچوں کو مصنوعی دودھ دیا جاتا ہے انھیں یہ [illegible] اکثر ہوجاتی ہے۔ رکیٹس کی بیماری سرد ممالک (انگلینڈ، [illegible]ن لینڈ، ناروے) میں خاص طور سے ہوتی ہے اور گرم ممالک میں جہاں سورج کی روشنی سے پورا فائدہ اٹھایا جاتا ہے بیماری کم ہوتی ہے جو مائیں خود تندرست نہیں ہیں، انکے بچے بھی دودھ پینے پر اس بیماری میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ یہ بیماری کھانے میں چربی پروٹین، کیلشیم وغیرہ کی کمی ہونے کے باعث کبھی نہیں ہوتی [illegible] وٹامن اے کی کمی سے ہوتی ہے۔ جب ماں کو حاملہ ہوتے وقت

میں وٹامن اے نہیں ملتا، اس کے بچے کو رکیٹس ضرور ہوجاتا ہے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بیماری چار چھ ہفتے کی عمر سے لیکر ۱۰ بارہ سال تک عمر میں کسی وقت بھی ہوسکتی ہے۔

گذشتہ جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۹-۲۰ء میں یہ بیماری بہت بڑھ گئی تھی۔ وائس کا بیان ہے کہ وائنا میں ۱۹۱۸ء کے بعد جتنے بچے ہوئے ان میں ۹۰ فیصدی بچوں کو یہ بیماری پائی گئی۔ بیشتر بیمار بچے ایک سے ۴ سال تک کے تھے۔

ہمارے ملک میں نہ صرف غریب گھروں میں بلکہ اچھے امیر گھروں میں مٹھوا یا سوکھا روگ سے بے شمار بچے مرتے ہیں۔ ایک ہی کنبے میں متواتر کئی بچے اس بیماری کے شکار ہوکر لقمۂ اجل ہوتے ہیں۔ اس بیماری کا سبب ماں اور بچے دونوں کی خوراک میں وٹامن اے کی کمی ہے۔

رکیٹس یا مٹھوا کی علامتیں۔ یہ بیماری دراصل ہڈیوں کی بیماری ہے۔ [illegible] کے ساتھ ہی ساتھ اور بہت سی خرابیاں شروع ہوجاتی ہیں پٹھے ڈھیلے پڑجاتے ہیں۔ بچوں کو پسینہ خاص طور سے آتا ہے خصوصاً کھوپڑی پر۔ بچے پیر پر کھڑے ہونا دیر میں سیکھتے، پسلیوں کی نسوں میں سوجن آجاتی ہے رکیٹس میں مبتلا بچوں کی آنکھیں کچھ زیادہ گول ہوتی ہیں۔ دانت دیر میں نکلتے ہیں دانتوں پر اینیمل کی عموماً کمی ہوتی ہے۔ دانتوں پر ہرے رنگ کی تہہ جمی ہے اگر بچہ چلنے لگے تو اس کے پیر خاص طور سے جھکنے لگتے ہیں۔ بچوں کی ہڈیوں اور خون میں کیلشیم اور فاسفیٹ دونوں کی مقدار کم ہوجاتی ہیں۔

علاج۔ ۱۹۱۸-۱۹ء میں ایڈورڈ میلنبی نے رکیٹس کی تحقیقات آزمائش کی جس کی بنا پر اس نے یہ بتلایا کہ حسب ذیل چیزوں کے استعمال سے یہ بیماری دور ہوسکتی ہے۔ خالص دودھ آدھ سیر کاڈلیور آئل (مچھلی کا تیل) مکھن زیتون کا تیل (آلیو آئل) بنولے کا تیل، گوشت اس فہرست کو آج ہم اچھی طرح بڑھا سکتے ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ سب چیزیں جن میں وٹامن اے اور ڈی ہیں، اس بیماری کے لئے مفید ہوں گی۔

بچوں کے جسم میں تیل ملکر دھوپ میں لٹانے سے اس بیماری میں بہت فائدہ ہوتا ہے بچے اگر تندرست ہوں تو بھی یہ عمل ان کی صحت کے لئے بہت مفید ہوگا۔

آسٹیومیلیشیا

بچوں میں جیسے [illegible]
[illegible] عورتوں کی بیماری [illegible]
یہ بیماری اکثر پائی جاتی ہے

بڑی تیزی سے پھیلی تھی۔ اس بیماری میں ہڈیاں سوکھنے لگتی ہیں اور اور ریاتی ہجائونکل علامتیں بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ جوڑوں میں درد ہونے لگتا ہے۔ ہڈیاں جھرجھری ہو جاتی ہیں جن کے ٹوٹنے کا زیادہ خطرہ رہتا ہے تھائرائڈ غدود بڑھ جاتا ہے۔ چلنے میں تکان معلوم ہوتی ہے گھٹنوں میں اور پیروں کی ہڈیوں میں درد ہوتا ہے پیشاب میں کیلشیم کی مقدار بڑھ جاتی ہے۔ اس بیماری کے متعدد سبب ہیں۔ وٹامن اے سے خالی غذا، کیلشیم سے خالی غذا، کسی کی شادی زیادہ عرصہ تک ماں کا دودھ پینا، حاملہ ہونا اور دودھ کی کمی۔

بچوں کی دیگر بیماریاں

ٹٹنس۔ یہ بیماری عام طور پر غذا میں کیلشیم کی کمی سے ہوتی ہے لیکن صرف کیلشیم ہی کے استعمال سے اس بیماری کو فائدہ نہیں ہوتا جسم میں وٹامن ڈی کی کمی سے کیلشیم ہضم نہیں ہوتا قدرتی الٹراوائلٹ کرنوں سے یا سورج کی روشنی سے خون کے کیلشیم کی مقدار کو بڑھتے ہوئے پایا گیا ہے۔ وٹامن ڈی والی غذاؤں کا استعمال اس بیماری میں خاص طور سے مفید ثابت ہوا ہے جن بچوں کو وٹامن ڈی والی غذا ملتی رہتی ہے انہیں یہ بیماری نہیں ہوتی۔

اس بیماری کی علامتیں متھوا سے ملتی جلتی ہیں اور اس میں ہڈیوں کا بڑھنا بند ہو جاتا ہے۔

کاربوہائیڈریٹ ڈسٹرو فی۔ سنہ ۱۹۰۵ء میں جرمنی میں یہ بیماری خاص طور سے بچوں میں پھیلی تھی جو بچے شکر کی بنی ہوئی مٹھائیاں زیادہ کھاتے ہیں انھیں اس بیماری کے ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ جو بچے غیر فطری غذا پر رکھے جاتے ہیں وہ بھی اس بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں ان بچوں کے پاخانے میں ترشی زیادہ ہو جاتی ہے، پٹھوں میں تناؤ ہوتا ہے۔ یہ بیماری بعض علامتوں میں بیری بیری سے بھی ملتی جلتی ہے اسے (Mehlnahaschaden بھی کہتے ہیں) وٹامن اے اور ڈی والے مادّے اس میں فائدہ پہنچاتے ہیں۔

پلاگرا

پلاگرا نامی ایک بیماری غلّہ کھائے جانے والے علاقوں میں خاص طور سے دیکھی گئی ہے جیسے شمالی اٹلی، شمالی امریکہ سنہ ۱۹۰۵ء کے قریب اٹلی میں یہ بیماری بہت تھی۔ شمالی حصے میں زیادہ لیکن جنوب میں بالکل نہیں ۱۹۰۵ - ۱۸۷۵ء کے درمیان بہت سے لوگ اسکے شکار ہوگئے۔ رومانیہ سردیہ، بلغاریہ وغیرہ ممالک میں یہ بیماری جنگ کے زمانے میں زوروں پر رہی۔

کچھ لوگ پلاگرا کو متعدی بیماری مانتے ہیں مگر یہ بات ٹھیک نہیں ہے یہ بیماری نامناسب غذا کی وجہ سے ہوتی ہے اور جسم کی قوت عمل کم ہو جاتی ہے یہ بیماری شہروں کے مقابلے میں زیادہ پھیلی دیکھی گئی ہے۔ غریب لوگ اس میں خاص طور سے مبتلا ہوتے رہے ہیں۔ مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو یہ بیماری زیادہ ہوتی ہے یہ بیماری چار قسم کی پائی گئی ہے جو دو ہفتہ سے تین ماہ تک رہتی ہے اس میں کمزوری رہتی ہے اور دست ہونے لگتے ہیں۔ بخار (۱۰۲ سے ۱۰۵) برابر رہتا ہے نبض کی رفتار ۱۲۰ سے ۱۴۰ تک رہتی ہے، زبان لال، بیچ میں کبھی اس میں درد بھی۔ کبھی کبھی جی متلانا۔ سوتے میں بکنا وغیرہ اسکی علامتیں ہیں۔ دوسری یہ نوجوانوں کو ہوتی ہے ضعف معدہ کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ دو سال تک رہتی ہے۔ بخار نہیں آتا۔ یہ اٹلی میں زیادہ ہوتی ہے۔ تیسری شروع میں بخار °۱۰۰ کے قریب نبض کی حرکت ۱۰۰ ہاضمہ کے فعل میں شدید علامتیں پیدا ہوتی ہیں۔ زبان گہرے سرخ رنگ کی، مسوڑھے سوجے، متلی اور قے اور دست وغیرہ اس کی علامتیں ہیں۔ چوتھی قسم پرانی بیماری ہے جو ۲۰ سال تک رہتی ہے اس کی علامتیں ہیں۔ نبض کی رفتار ۸۰ سے ۱۰۰ تک متلی، قے اور دست۔

اس بیماری میں جسم پر، کبھی کبھی گردن پر، ہاتھ میں، کلائی میں منہ پر (ناک پر) لال لال چکتے ہو جاتے ہیں جن میں درد بھی ہوتا ہے کبھی کبھی ناخون میلے خاکی رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ مریض کی پیٹھ میں شروع سے ہی درد ہوتا ہے۔

پلاگرا کیوں ہوتا ہے، اس کے کئی سبب بتائے جاتے ہیں۔ کچھ خاص پروٹینوں کی قلت (مثلاً ٹرپٹو فان اور لائسن) بھی اسکا خاص سبب ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ بھی سطے ہے کہ وٹامن بی اور سی کی کمی سے یہ ہوتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وٹامن بی۲ اور وٹامن بی۶ کا اس بیماری سے خاص تعلق ہے۔ دودھ کا استعمال اس بیماری میں خاص فائدہ پہنچاتا ہے۔ ۳۰ سے ۲۰۰ گرام کے قریب خالص الیسٹ (خمیر) بھی مفید ثابت ہوا ہے۔

سپریو یا گرہی

لنکا، کوچین، چین، جزائر ملایا، جاپان اور ہندوستان میں بھی یہ بیماری پائی جاتی ہے زبان کی رنگت سرخ ہو جاتی ہے اور زبان پر دانے بھی نکل آتے ہیں چبانے اور نگلنے میں مریض کو تکلیف ہوتی ہے عورتوں کو مردوں کے مقابلے میں یہ مرض زیادہ ہوتا ہے۔ مریض کو جھاگ دار دست آتا ہے۔ اس بیماری میں دودھ (کچا) پھل مثلاً رس بھری، نارنگی، سیب وغیرہ خاص فائدہ کرتے ہیں۔ اس بیماری کا وٹامن بی کی کمی سے خاص تعلق ہے۔

(جیون ساہتیہ)

زیادہ اور اچھا غلّہ پیدا کرنے کی کوششیں

کھیتی میں زیادہ محنت اور سرمایہ لگا کر زیادہ غلّہ پیدا کرنے، عمدہ قسم کا غلّہ پیدا کرنے اور فصل میں کیڑا لگنے اور دیگر بیماریوں کو روکنے کی اسکیموں کو شاہی زراعتی تحقیقاتی کونسل نے ۱۹۴۲ء میں مالی امداد دیکر جامہ عمل پہنایا۔ یہ بات کونسل کی سالانہ رپورٹ میں بتائی گئی ہے۔

کونسل نے دس سال قبل چاول کی عمدہ اور زیادہ پیدا ہونیوالی قسم نکالنے کی غرض سے مختلف تجربے اور آزمائشیں کرنے کے لئے جو بہت سے چاول کے تحقیقاتی مرکز قائم کئے تھے اُن سے اہم نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ یہ نتیجے دھان کی کھیتی کرنے والوں کے لئے برآمد کئے گئے ہیں آسام، یو پی اور کشمیر ایسے علاقوں میں سے ہیں جہاں اس سلسلے میں عملی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔

گذشتہ سال مختلف تحقیقاتی مرکزوں میں اصلاح شدہ قسم کے چاول کی کاشت کا رقبہ بڑھانے کے لئے کتنی ہی اصلاحی اسکیمیں جاری کی گئیں۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ان اصلاح شدہ قسم کے چاولوں کی فصل ۱۰ سے ۲۰ فیصدی تک زیادہ ہوگی اور اُسے کافی بڑے رقبہ میں جاری کیا جائیگا۔

گھن سے حفاظت

گیہوں کے سلسلے میں ایسی قسم نکالنے کی کوششیں کی گئیں جن میں گھن نہ لگنے کے سلسلے میں تحقیقات کرنے کے تجربے بھی جاری رکھے گئے۔ اُمید کی جاتی ہے کہ تجربوں کے نتیجے کے طور پر گیہوں کی فصل کو جو زبردست نقصان ہوتا ہے اس میں کمی ہو جائیگی۔

دالوں اور جوار باجرے کی فصلوں کے سلسلے میں علم نباتات، علم زراعت اور مرض کے علاج کے لحاظ سے تجربے کئے گئے اور مدراس، پنجاب، آسام اور کشمیر میں دائر تخم پیدا کرنے کا کام شروع کرنے کی اسکیم جاری کی گئی۔ اس سال پھلوں اور سبزی کو محفوظ رکھنے، سکھانے اور ڈبوں میں بند کرنے اور پھلوں کا رس تیار کرنے کے سلسلے میں تحقیقاتی کام جاری رہا جو تجارت اور محکمہ رسد کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوا۔

غیر ممالک سے سبزی کے جو بیج آجاتے ہیں اُن کی کمی کو دور کرنے کے لئے کونسل نے کئی بیج تیار کرنے والے اداروں کو مالی امداد دی۔ کونسل نے ہندوستان میں گنے کی کھیتی زیادہ پھیلانے کے خیال سے اس سلسلے میں ہونیوالے تحقیقاتی کام پر مفصل تبصرہ کیا۔

ہندوستان میں دواؤں کے پودوں کی کاشت کے متعلق امکانات کی جانچ پرتال سلسلے میں اسکیمیں منظور کی گئیں۔ "گاول" کی کھیتی کے سلسلے میں بھی، جو ربڑ کی پیداوار کے سلسلے میں معاون ہوتا ہے تحقیق و تفتیش شروع ہو گئی۔ پنجاب، سندھ، جودھپور اور شاہی زرعی تحقیقات گاہ میں امریکہ اور روس سے منگائے گئے بیج بوئے گئے ہیں۔

تجویز پیش کی گئی کہ شہر کے کوڑا کرکٹ اور دیگر قسم کی بیکار چیزوں سے سستی کیمیاوی کھاد تیار کی جائے۔ ایک نئے طریقے کی طرف، جسے بنگلور طریقہ کہا جاتا ہے، مرکزی غذائی مشاورتی کونسل کی توجہ مبذول کی گئی۔ اس کونسل نے حکومت سے سفارش کی ہے کہ ملازموں کو ٹریننگ دینے کے لئے کافی رقم منظور کی جائے اور اس طریقہ کی صوبوں اور ریاستوں کے مرکزوں میں توسیع کی جائے۔

کونسل نے غیر معمولی طریقوں کے ذریعے مویشیوں کے کچھ خاص طبقوں کی نسل میں اصلاح کی کوشش کی۔ صوبوں میں کتنے ہی مویشیوں کے تحقیقاتی مرکزوں میں اچھا گوشت اور اُون دینے والی بھیڑیں پیدا کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ مویشیوں کو تندرست رکھنے کے مسئلہ کی طرف بھی کونسل نے توجہ دی اور اُس نے مویشیوں کے کچھ خاص طبقوں کی نسل میں اصلاح کی کوشش کی۔ صوبوں میں کتنے ہی مویشیوں کی بیماریوں اور اُن کے انسداد کے سلسلے میں تحقیقات کی اسکیمیں جاری کی گئیں۔ کونسل نے شہروں میں دودھ کا انتظام کرنے پر کافی توجہ دی۔ اس سلسلے میں بنیادی کام شاہی دودھ تحقیقات گاہ اور پیداوار و سلسلۂ رسل و رسائل کے خاص مسائل کے سلسلے میں لکھنؤ میں کام ہوا ہے۔ بناسپتی گھی کو رنگنے کے لئے خاص قسم کا رنگ نکالنے کی اسکیم منظور کی گئی۔

فوج کے لئے چمڑے کے سامان کی بڑھی ہوئی مانگ کے نتیجہ پر کھالوں کی طرف زیادہ توجہ دی گئی اور صوبہ سرحد کے دیہات میں کھال اُتارنے کے مرکز قائم کرنے کی اسکیمیں منظور کی گئیں۔

یہ پہلا موقع تھا کہ ہندوستان کی تمباکو مصر اور آسٹریلیا کے بازاروں میں گئی۔ مارکٹنگ ڈپارٹمنٹ نے فوجی افسران کو خوراک حاصل کرنے میں مدد دی۔

وٹامن اور کوئنور انسٹی ٹیوٹ

(ڈاکٹر رام داس تیواری، ایم۔ ایس۔ سی۔ ڈی۔ فل)

[جنوبی ہند کی کوئنور (یا کونور) تجربہ گاہ میں غذا کے متعلق متعدد تجربے ہوئے ہیں ان میں سے کچھ کی تفصیل یہاں پیش کی جاتی ہے۔ اس تجربہ گاہ میں صدر ڈاکٹر ایکرائیڈ نے اس سلسلے میں جو بلیٹین شائع کیا ہے اور بلیٹین نمبر ۲۳ کے نام سے گورنمنٹ آف انڈیا پریس دہلی سے شائع ہوا ہے اس کی بنا پر یہ تفصیل بیان کی گئی ہے]

وٹامن اے۔ یہ زیادہ تر مویشیوں کی چربی، دودھ، دہی، خالص گھی، مچھلی اور انڈے کے پیلے حصہ میں پایا جاتا ہے۔ یوں تو کاڈ مچھلی کے جگر کے تیل میں یہ سب سے زیادہ مقدار میں ہوتا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وٹامن اے صرف گوشت خوروں کو حاصل ہو سکتا ہے اگرچہ ساگ سبزی میں وٹامن اے نہیں ہوتا تاہم ان میں کیروٹین نامی ایک رنگ زیادہ مقدار میں پایا جاتا ہے جو جسم میں انھیں چیزوں کی کمی کو پورا کرتا ہے جن کو کہ وٹامن اے کرتا ہے۔ انھیں وجوہ سے کیروٹین کو پرو وٹامن اے کہا گیا ہے۔ اسلئے وٹامن اے کی وہ مقدار جو جسم کے لئے ضروری ہے۔ کچھ ترکاریوں کے ذریعے پوری کی جاسکتی ہے۔ کچھ پتے دار ترکاریاں مثلاً پالک لال چولائی، سلاد، دھنیا۔ بند گوبھی اور کچھ پکے پھل مثلاً آم، پپیتا، ٹماٹر، سنگترہ وغیرہ کیروٹین کے ذریعے جسم میں وٹامن اے کی ضروری مقدار کو پورا کر سکتے ہیں۔ گاجر میں بھی کیروٹین کافی مقدار میں ہوتا ہے۔

گاجر، پالک، چولائی سے وٹامن اے حاصل کرو۔ اشیاءِ خوردنی کی وٹامن اے اور کیروٹین کی مقدار بین الاقوامی اعداد میں لکھی جاتی ہے ایک عام انسان کی خوراک میں وٹامن اے کے ۳۰۰۰ بین الاقوامی اعداد روزانہ ہونا ضروری ہے۔ مغربی ممالک میں وٹامن اے کی یہ مقدار گوشت خوری سے ملتی ہے۔ ہندوستان میں بیشتر لوگ سبزی خور ہیں اور وٹامن اے کی یہ مقدار یہ لوگ ہرا اور پتے دار ترکاریاں کھا کر پوری کر سکتے ہیں مثلاً ½۱ چھٹانک لال چولائی میں ۳۰۰۰ بین الاقوامی اعداد سے زیادہ کیروٹین ہے۔ اسلئے یہ ایک انسان کی روزمرہ کی وٹامن اے کی ضرورت پوری کر سکتی ہے۔ بچوں کو اس سے زیادہ وٹامن اے کی ضرورت ہے اسلئے ان کی خوراک میں ہرے ساگ زیادہ ہونے چاہئیں۔

مچھلی کے تیل میں وٹامن[1]۔ کاڈ مچھلی کے علاوہ اور بھی مچھلیاں ہیں جن کے جگر کے تیل میں وٹامن اے ہوتا ہے۔ بہت سی دوائیں بنانے والے ہیلی بٹ نامی مچھلی کا جگر وٹامن اے کے متعلق دوائیں بنانے میں استعمال کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل تک کاڈ کے جگر کا تیل ہسپتالوں میں کافی مقدار میں استعمال ہوتا تھا لیکن موجودہ جنگ کے شروع ہوتے ہی ہندوستان میں اس کا آنا بند ہوگیا اسلئے اب اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی دوا ایسی بنائی جائے جو اس تیل کی جگہ پر دی جاسکے۔ ہندوستان کے بحری ساحلوں میں شارک اور سا مچھلیاں بکثرت پائی جاتی ہیں۔ ان کے جگر کے تیل میں وٹامن اے کاڈ لیور تیل سے زیادہ ہوتا ہے ۱۸۶۵ء کے قریب یہ دونوں تیل ہندوستان میں کالی کٹ میں بنائے جاتے تھے لیکن کچھ دنوں بعد باہر سے سستا کاڈ لیور تیل آنے لگا جس کی وجہ سے اس تجارت کو کافی صدمہ پہنچا اور ان تیلوں کا بننا بند ہوگیا۔ جنگ نے یہ صورت پیدا کر دی ہے کہ ان تجارتوں کو از سر نو ترقی دی جاسکتی ہے کیونکہ وٹامن اے سے تعلق رکھنے والی دواؤں کی ہندوستان میں کافی ضرورت ہے۔ اِدھر دو تین سال سے ان کا بننا پھر شروع ہوگیا ہے اور اب یہ بازاروں میں خریدا جاسکتا ہے۔ اِن تیلوں میں وٹامن اے کی مقدار کاڈ لیور تیل سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے ان میں وٹامن اے کاڈ لیور تیل کے برابر کرنے کے لئے کچھ مونگ پھلی کا تیل ملا دیتے ہیں۔

ریڈ پام کی کاشت بڑھاؤ۔ ریڈ پام نامی درخت کے پھل کے تیل میں وٹامن اے کافی مقدار میں ہوتا ہے۔ یہ درخت مغربی افریقہ، برما اور ملایا میں پایا جاتا ہے کاڈ یا دیگر اور مچھلیوں کے تیل کی جگہ پر اس تیل کا بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اگر ہندوستان میں یہ تیل اچھی مقدار میں حاصل ہو سکے تو سبزی خوروں کو کاڈ لیور تیل کی جگہ پر یہ اچھا کام دے سکتا ہے۔

ہندوستان میں وٹامن اے کی زیادہ کمی پائی جاتی ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ اسکو پورا کرنے کی کوشش کی جائے۔ سبزی خوروں کو ہری پتہ دار ترکاریوں کا کافی استعمال کرنا چاہئے۔ ان کو کچا کھانا تو بہت ہی اچھا ہے لیکن اگر یہ عام طور پر اُبال بھی لیجائیں تو کیروٹین زیادہ ضائع نہیں ہوتا۔

---

[1] ہمارا یہ خیال نہیں ہے کہ عمدہ قدرتی غذا میں مچھلی کے تیل کا استعمال کیا جائے ہمیں یہ ساگ سبزیوں سے ہی حاصل کرنا چاہئے۔ یہ تفصیل بیان کرنے سے [illegible] کے چند نتائج سے باخبر کرنا ہے۔ (ادارہ)

اشیاء خوردنی میں وٹامن اے کی مقدار مستقل نہیں ہے۔ یہ بدلتی رہتی ہے مکھن یا گھی میں مویشیوں کی خوراک پر منحصر رہتی ہے برسات میں ہری گھاس کھانے والے مویشیوں کے مکھن یا گھی میں بھوسا کھانیوالے جانور کے مکھن یا گھی سے زیادہ وٹامن اے ہوگا۔

گھی کا وٹامن پوری یا کچوری پکانے میں ضائع ہوجاتا ہے۔ مکھن سے گھی بناتے وقت گرم کرنے میں تقریباً ۲۰ فیصدی وٹامن اے ضائع ہوجاتا ہے گھی کو کھلے برتن میں زیادہ دیر تک گرم کرنے سے بھی یہی بات ہوتی ہے۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ گھی کی بہ نسبت مکھن کھانا زیادہ مفید ہے۔ دونوں میں چربی کی مقدار برابر ہوتے ہوئے بھی مکھن میں وٹامن اے زیادہ ہوتا ہے۔ مکھن سے گھی بناتے وقت کچھ وٹامن تو ضائع ہوتا ہی ہے باقی وٹامن گھی میں پوری کچوری وغیرہ تلتے وقت ضائع ہوجاتا ہے۔

بناسپتی گھی سے بچو۔ گھی یا مکھن کے جدا جدا نمونوں میں وٹامن اے کی مقدار بھی جدا جدا ہوتی ہے۔ بھینس کے گھی میں وٹامن اے گائے کے گھی سے کم ہوتا ہے اور بناسپتی گھی میں تو یہ ہوتا ہی نہیں۔ اسلئے بناسپتی گھی بنانے والوں کا یہ کہنا کہ یہ عام گھی سے کم مفید نہیں ہے۔ غلط ہے۔ یہ مانا جا سکتا ہے کہ دونوں کی کیلوریفک تعداد برابر ہوسکتی ہے لیکن بناسپتی گھی میں وٹامن اے کا نہ ہونا بہت بڑی کمی ہے۔ اسلئے بناسپتی گھی کا استعمال کرنا ہی ہو تو اس کے ساتھ چولائی، پالک، بتھوا، سرسوں، سلاد، گاجر، پپیتا اور ٹماٹر کا زیادہ مقدار میں کچی حالت میں استعمال کرو۔

وٹامن بی۔ اس میں کئی وٹامن شامل ہیں۔ مثلاً وٹامن بی ۱ بی ۲ بی ۳ وغیرہ بی ۱ کو اینٹی بیری بیری یا تھایمن بھی کہتے ہیں۔ بیری بیری کی بیماری اسی وٹامن کی کمی سے ہوتی ہے۔ یہ خمیر، گیہوں اور چاول کے چھلکے میں پایا جاتا ہے۔ گوشت، مچھلی، انڈا، ترکاری پھل اور دودھ میں یہ بہت کم ہوتا ہے۔ دھان سے چاول بناتے وقت مشین سے چھلکا نکالنے میں یہ وٹامن ضائع ہوجاتا ہے لیکن اگر ہاتھ سے کوٹ کر چھلکا نکالا جائے یا مشین سے چھلکا نکالنے کے پہلے دھان کو کچھ ابال لیا جائے تو پھر وٹامن اس میں سے نہیں نکلتا۔

انسان کی وٹامن بی کی ضروری مقدار اس کی خوراک اور دیگر کئی اور باتوں پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر خوراک میں اسٹارچ یا شکر (کاربوہائیڈریٹ) کی مقدار زیادہ ہوئی تو اس کی بھی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن اگر انسان چربی زیادہ کھاتا ہے تو وٹامن بی کی کم ضرورت پڑتی ہے۔ جسمانی محنت اور زیادہ کام کرنیوالوں کو وٹامن بی کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ حاملہ یا زچہ کو اس کی کافی ضرورت ہے۔ عام طور پر اس کی روزمرہ کی ضرورت ۳۰۰ بین الاقوامی اعداد ہے۔

ہاتھ کا کوٹا چاول کھاؤ۔ زیادہ تر یہ دیکھا گیا ہے کہ مرض بیری بیری انھیں لوگوں کو ہوتا ہے جو بلا ابلے دھان کا (اروا) مشین سے چھلکا نکالا ہوا چاول کھاتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اس چاول کے ساتھ تقریباً ۲ چھٹانک چھلکے دار دال بھی کھایا کریں تو ممکن ہے انھیں بیری بیری نہ ہو۔ چاول کے وٹامن بی کی کمی چھلکے والی دال پوری کر دیتی ہے سب سے اچھا تو یہی ہے کہ دھان سے چاول ہاتھ سے کوٹ کر نکالا جائے۔

دالوں کے چھلکے مت پھینکو۔ مونگ اور ارد کی دال کے ہرے چھلکے مت پھینکو چھلکے دار دالوں کا کھانا مفید ہے۔ اگر بغیر چھلکے کی دھلی ہوئی دال کھاؤ بھی تو ان کے چھلکوں کو آٹے میں ملا کر روٹی پکالو۔ یہ روٹی بہت خوش ذائقہ ہوتی ہے اور چھلکوں کے وٹامن اے کا فائدہ بھی پہنچاتی ہے۔ گذشتہ چند سال کے خوراک کے متعلق کئے جانے والے تجربوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وٹامن بی وغیرہ بھی انسان کے لئے کافی ضروری ہیں۔ دلیہ اور دالوں میں کافی مقدار میں ہوتے ہیں لیکن باریک پسے ہوئے آٹے پھلوں اور ترکاریوں میں یہ نہیں ہوتا۔ پتے دار ساگ و ترکاریوں میں عام ترکاریوں سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ مکھن نکالا دودھ، دہی، خمیر گوشت اور انڈوں میں یہ بہت پایا جاتا ہے۔ زیادہ تر یہ دیکھا گیا کہ ہندوستان کے ان غریب انسانوں کو جنھیں دودھ یا گوشت نہیں نصیب ہے، وٹامن بی کی کمی سے تعلق رکھنے والی بیماریاں ہوا کرتی ہیں۔ یہ بیماریاں روزانہ آدھ چھٹانک خمیر، آدھ سیر دودھ اور دو تین انڈے کھانے سے دور ہوسکتی ہیں۔ اور یہ چیزیں وٹامن بی کی کمی کو پورا کر دیتی ہیں۔

وٹامن سی۔ یہ تازہ پھل اور ترکاریوں میں پایا جاتا ہے۔ کیمیاوی آزمائش سے معلوم ہوا ہے کہ یہ اسکاربک ایسڈ ہے اور اسکروی نامی مرض سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے۔ عام ترکاریوں کی بہ نسبت یہ ہری اور پتے دار ترکاریوں میں زیادہ ہوتا ہے۔

ترکاریوں کے سوکھنے یا باسی ہوجانے سے زیادہ وٹامن سی ضائع ہوجاتا ہے۔ عام اناجوں اور دالوں میں یہ نہیں ہوتا لیکن جب ان میں انکوا نکل آتا ہے تو یہ وٹامن بھی پیدا ہوجاتا ہے۔ انکوا نکالنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ غلہ کو ۲۴ گھنٹے پانی میں بھگونے کے بعد پھیلا کر گیلے کپڑے سے ڈھک دیا جائے۔ پھر وقتاً فوقتاً اس میں پانی چھڑکتے رہنا چاہئے۔ اس ترکیب سے دو تین دن میں ان میں انکوا نکل آئے گا۔ انکوا نکلی چیزیں کچی ہی کھانا زیادہ اچھا ہے۔

کچے آملے خوب استعمال کرو۔ وٹامن سی کی سب سے زیادہ مقدار ہندوستان کے ایک ایسے پھل میں ہوتی ہے جو

ے سستا ہے۔ وہ ہے آملہ۔ آملہ ہندوستان کے قریب قریب ہر حصہ میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اسکے رس میں سنگترہ کے رس کا بیس گنا وٹامن سی ہوتا ہے۔ ایک آملے کی وٹامن سی کی مقدار قریب قریب ۔ سنگتروں کے وٹامن سی کے برابر ہوتی ہے۔ سکھانے یا گرم کرنے سے عام طور پر وٹامن سی ضائع ہو جاتا ہے۔ لیکن آملے میں ایک ایسڈ ہونے کی وجہ سے اس عمل میں وٹامن ضائع ہونے سے کافی بچا رہتا ہے۔ آملے کو محفوظ رکھنے کے دو طریقے ہیں۔ پیس کر رکھنے کے لئے ۔ سے کاٹ کر جلدی سے دھوپ میں سکھا لیا جاتا ہے اور پھر سفوف بنا کر رکھ لیتے ہیں۔ زیادہ دن رکھنے پر وٹامن کچھ نکل جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ اُن کو نمک کے محلول میں رکھنے کا ہے۔ پھلوں کو ۔ گرم پانی میں ڈال لیتے ہیں۔ پھر اس کے کچھ منٹ بعد نکال کر انھیں نمک کے محلول میں ڈالا جاتا ہے۔ محلول میں نمک کی مقدار کافی ہونی چاہئے۔ مربہ یا اچار بنانے میں وٹامن سی ضائع ہو جاتا ہے۔ آملہ کے سفوف کی بنی ہوئی گولیاں جنگ میں لڑنے والے سپاہی کو وٹامن سی کی کمی پوری کرنے کے لئے بھیجی جا رہی ہیں۔ ایک عام آدمی کو قریب ۴۰ ملیگرام وٹامن سی روزانہ ضرورت ہے جو تقریباً دو آملوں سے پوری ہو سکتی ہے۔

وٹامن ڈی۔ یہ مچھلی، جگر کے تیل، انڈے، دودھ، مکھن، گھی وغیرہ میں پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ انھیں جانوروں کے دودھ گھی میں ہوگا جو ہری گھاس کے میدانوں میں چرتے ہیں اور سورج کی روشنی میں باہر رہتے بھی ہیں۔ بھوسہ کھانے والے اور بند گھروں میں رکھنے والے مویشیوں کے دودھ یا گھی میں یہ نام کو بھی نہ ہوگا۔

یہ انسان کی جلد کے اوپر سورج کی روشنی کے اثر سے بن جاتا ہے۔ ہمارے جسم میں ارگوسٹیرول نامی ایک مادہ ہوتا ہے جو سورج کی روشنی کے اثر سے وٹامن ڈی میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

غسل آفتابی کرو۔ اس وٹامن کی کمی سے ہونے والی بیماریوں میں ریکٹس نامی بیماری سب سے بڑی ہے۔ یہ زیادہ تر شہروں میں ہونے والے بچوں کو جن کو سورج کی روشنی بہت کم ملتی ہے، ہو جاتی ہے۔ دوسری کوئی دوا کرنے کے بجائے ان کو روزانہ غسل آفتابی کرایا جائے تو بہت فائدہ ہوگا۔ جسم میں اس کی زیادتی ہونے سے دانت مضبوط ہوتے ہیں۔ حاملہ عورت کو اس کی کافی ضرورت ہوتی ہے۔ اس سے بچہ ہونے پر ماں کو بھی فائدہ ہوتا ہے اور بچے کی تندرستی بھی ٹھیک رہتی ہے۔

وٹامن ای۔ یہ زیادہ تر ہری ترکاریوں اور پکے گیہوں میں بھی ہوتا ہے۔ یہ اتنا مفید ہے کہ اس کا تھوڑا حصہ بھی ہماری روزمرہ کی ضرورت کے لئے بہت ہے۔

وٹامن الف۔ یہ رینڈی کے تیل میں پایا جاتا ہے اور بالوں کے لئے مفید ہے۔ وٹامن کے متعلق مندرجہ بالا بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک سبزی خور وٹامن سے تعلق رکھنے والی اپنی ساری ضرورتیں ساگ۔ پالک، چولائی سلاد اور آم، پپیتا، ٹماٹر، گاجر، آملہ، چاول، گیہوں، دال، دودھ، گھی، مکھن، دلیا، انکوا نکلے چنے اور سورج کی روشنی سے پوری کر سکتا ہے۔ قدرتی علاج میں ہری ترکاریوں اور ساگوں و غسل آفتابی کو کافی اہمیت حاصل ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ ایک غریب آدمی بھی پالک، چولائی، ٹماٹر، گاجر، دودھ، آملہ، چنا اور غسل آفتابی جیسی سستی چیزوں کا استعمال کر کے اپنی وٹامن کی سبھی ضرورتیں پوری کر سکتا ہے۔ خدا نے وٹامن جیسی بیش قیمت چیزیں پیدا کرتے وقت اس بات کا خیال رکھا کہ انھیں وہ ایسی چیزوں میں پیدا کرے جو امیر و غریب دونوں یکساں استعمال کر سکیں اور یہ اس کا کتنا بڑا کرم ہے۔

نامناسب خوراک۔ کونور تحقیقات گاہ نے کچھ مناسب اور نامناسب خوراکوں کے نسخے دیئے جن کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں۔

نامناسب خوراک

مشین سے کوٹا ہوا چاول	۱۵ اونس
دودھ	۱ "
ارہر کی دال	۱ "
بینگن	۱ "
بھنڈی	۵ر۰ "
چولائی	۲۵ر۰ "
میٹھا تیل	۵ر۰ "
تعداد کیلوری	۱۷۵۰
وٹامن اے	۵۰۰ (ا-ی)
وٹامن بی	۶۰ (ا-ی)
وٹامن سی	۱۵ر۰ میلی گرام

مناسب خوراک

گھر کا کوٹا ہوا چاول	۱۰ اونس
باجرا	۵ "
دودھ	۸ "
دال ارہر (ایک اونس)، اُرد (۲ اونس)	۳ "
سبز پتوں کی ترکاری	۲ "
(بینگن ۲ اونس، بھنڈی، پچھنڈا گوار کی پھلی سیجن ہر ایک ایک اونس)	

پتے دار ترکاری	۴ اونس
چولائی ۲ اونس، سیجن کی پتی اور پالک ۱-۱ اونس)	
میٹھا تیل	۲ اونس
پھل۔ آم۔ یا کیلا	۲ "
کیلوری کی تعداد	۲۶۰۰ کیلوری
وٹامن اے	۷۰۰ (۱-ی)
وٹامن بی۱	۴۰۰ (")
وٹامن سی	۱۷ میلیگرام

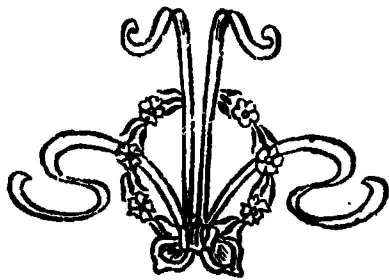
چند خاص مشورے۔ متوازن یا مناسب غذا میں دودھ کے زیادہ مقدار میں ہونے کے باعث خرچ ضرور زیادہ ہوتا ہے بچوں کو تو ایک پاؤ دودھ سے زیادہ ہی ملنا چاہیئے اگر پورا خالص دودھ نہ مل سکے تو مکھن نکلے ہوئے دودھ یا مکھن نکلے سے مٹھے کا بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ آجکل جہاں دودھ روپیئے کا ڈھائی سیر مل رہا ہے وہاں مکھن نکلا دودھ ایک آنہ سیر ملتا ہے بچوں کو اس دودھ سے بھی فائدہ ہو سکتا ہے۔ مہنگا گھی کھانے کے بجائے کچی مونگ پھلی پانی میں بھگو کر اور انکو نکال کر کھلائی جائے یا کچے تل استعمال کرائے جائیں تو چربی کی کمی کی آسانی سے تلافی ہو سکتی ہے۔ آدھ اونس سے ایک اونس (آدھی چھٹانک) تک مونگ پھلی روز استعمال کی جا سکتی ہے چاول کھانے والوں کو کچی مونگ پھلیاں تھوڑی مقدار میں ضرور استعمال کرنی چاہئیں۔ ایسا کرنے سے وٹامن بی۱ کی کمی کی تلافی ہو جائیگی مونگ پھلی زیادہ مقدار میں کھانے سے بدہضمی ہو جاتی ہے۔ سیجن، سہجن اور چھینڈسے میں وٹامن اے خوب ہوتا ہے اسلئے اس کا استعمال زیادہ کرنا چاہیئے۔ لیکن خیال رہے کہ ترکاری گھی میں بھون کر نہ پکائی جائے۔ یہ چیزیں دال کے ساتھ پکا کر کھائی جا سکتی ہیں۔ ایسا کرنے پر وٹامن اے زیادہ برباد نہ ہوگا۔
بچوں کو ہوسٹلوں میں کیلا وغیرہ کھانے کو دیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ٹماٹر اور دوسرے پھلوں کا رس بھی دینا چاہیئے۔ کھانے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی کیلشیم لیکٹیٹ یا آئرن سالٹ کی کچھ خوراکیں بیچ بیچ میں دیتے رہنے کے اچھے نتیجے دیکھے گئے ہیں۔ مگر ہمیں اپنے وٹامنوں کے لئے قدرتی خوراک پر ہی قناعت کرنی چاہیئے۔

نومولود بچوں کو وٹامن۔ کونور تحقیقات گاہ کے مشورہ کے مطابق دو ماہ سے زائد بچے کو وٹامن سی کی مقدار زیادہ ملتی رہنی چاہیئے۔ روزانہ ۵ ملیگرام وٹامن ضرور ملنا چاہیئے۔ اس کے لئے روزانہ ۱۰ c.c. سنگترے یا ٹماٹر کا رس دینا چاہیئے۔ دن میں پانچ دس چمچے رس دیا جا سکتا ہے۔ پپیتے اور آم کا رس بھی دے سکتے ہیں۔

تندرست ماں کا دودھ پینے والے بچے کو بھی اوپر سے وٹامن اے اور وٹامن ڈی ملنا چاہیئے۔ یہ دونوں وٹامن مچھلی کے تیل میں دیئے جاتے ہیں۔ مگر ہماری رائے میں مچھلی کا تیل نہ دینا ہو تو ہرے ٹماٹر کے رس سے اس کی تلافی کی جا سکتی ہے تیل مل کر دھوپ میں بچے کو لٹا کر کھال کے نیچے خود وٹامن ڈی بنایا جا سکتا ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ڈبے میں بند جو دودھ (کنڈینسڈ ملک یا دودھ کا سفوف) بکتا ہے اس کے بنانے میں جس ترکیب پر عمل کیا جاتا ہے اس میں وٹامن سی بالکل ضائع ہو جاتا ہے۔ اس لئے اگر ڈبے کا دودھ دینا ہی ہو تو اس کے ساتھ پھلوں کے رس کا استعمال بچوں کو ضرور کرانا چاہیئے۔

اچھا تو یہی ہے جیسا کہ جمعیت الاقوام کی کمیٹی کا مشورہ ہے کہ بچوں کو ۹ ماہ تک تندرست ماں کا دودھ ہی پینا چاہیئے۔ ساتویں مہینے سے ماں کے دودھ کے ساتھ ساتھ گائے کا دودھ ملنا چاہیئے ۱۰ ماہ کے بعد ماں کا دودھ بالکل چھڑا دینا چاہیئے۔ پھلوں کا رس دوسرے ہی مہینے سے تھوڑا تھوڑا دیا جا سکتا ہے۔



ہندوستان اور چین کے کسان

...ل کی اس اشاعت میں ہم نے جاپان کی زرخیز زمین کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے چین اور ہندوستان میں کھیتی کے طریقوں میں بہت فرق نظر آئیگا۔ ہندوستانی کسان کو چین کی مثال سے جن باتوں کی طرف توجہ کرنی چاہیئے ان کو ہم مختصراً اس طرح کہہ سکتے ہیں۔

۱۔ چین میں ہندوستان کی بہ نسبت پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ پیداواروں میں دھان، گیہوں، جوار اور مکا ہی زیادہ پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ پیداوار میں اس فرق کے تین سبب ہیں۔ پالنا، پانی جمع رکھنا اور کھیتوں کی دیکھ بھال خصوصاً نرائی سے بچنے کے لئے بیچ بیچ میں دوسری چیزیں بونا۔

۳۔ ساتھ ہی چین میں ہر چیز ہندوستان سے زیادہ نہیں پیدا ہوتی۔ گیہوں اور آلو اس سلسلے میں علیحدہ حیثیت رکھتے ہیں

۴۔ فصلوں کی پیداوار کے اس فرق کو دیکھنے سے ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ ہندوستان میں پیداوار کی کمی کا سبب زمین یا آب و ہوا کی خرابی نہیں ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہندوستانی کسان ان چیزوں کو زیادہ بوتا ہے جو زیادہ قیمت پر فروخت ہوتی ہیں۔

چین اور ہندوستان دونوں ملکوں کی حالت تقریباً ایک سی ہے اور دونوں کے علیحدہ علیحدہ نظریوں سے دیکھنے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کسی بھی فصل کی پیداوار کو بڑھایا جا سکتا ہے لیکن یہاں کی زمین عام طور پر زیادہ زرخیز نہیں ہے۔ اس لئے فرٹلائزروں کے ذریعہ کسی ایک چیز کی پیداوار بڑھانے کا مطلب یہ ہے کہ دوسری چیز کی پیداوار میں اس سے رکاوٹ پڑے گی اس لئے کھاد اور فرٹلائزروں کی موجودہ حالت کے رہتے ہوئے ہم زیادہ فصل نہیں پیدا کر سکتے۔ حکومت کسانوں کو کھانے کے غلوں کی کھیتی میں زیادہ سے زیادہ کھاد استعمال کرنے کے لئے ترغیب دے سکتی ہے اس طرح اشیار خوردنی کا مسئلہ کسی حد تک حل ہو سکتا ہے لیکن اس کو پورے طور پر حل کرنے کے لئے دیسی کھاد کی جگہ پر مصنوعی فرٹلائزروں کو کام میں لانا ضروری ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت یہ ناممکن ہے لیکن ناممکن کو ممکن کرنا ہوگا۔

پانی کے سلسلے میں حالت اتنی خراب نہیں ہے چینیوں کی طرح چھوٹے چھوٹے تالابوں میں پانی جمع کرنے کے رواج کو یہاں استعمال میں نہیں لا سکتے۔ کیونکہ یہاں چند حصوں کو چھوڑ کر پانی جلد خشک ہو جاتا ہے یہاں بہت سے دھان کے کھیتوں کی آبپاشی نہ ہونے کا سبب پانی کی کمی نہیں ہوتی بلکہ پانی کو کھیتوں تک لے جانے کے لئے ایک دو ہاتھ اوپر چڑھانے کی دشواری ہوتی ہے اس کے لئے پانی اوپر لے جانے کا چینی طریقہ بہت آسان اور مفید ہے اس میں خرچ بھی کم ہوتا ہے۔

دوسری بات کھیتوں میں مینڈ بنانا چینی کسان اس بات کا بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں ہمارے کسان بھائیوں کو ان کا یہ طریقہ بھی سیکھنا چاہیئے۔ کھیتوں کی سینچائی کا تعلق بھی پانی جمع کرنے سے ہے اگر پانی ہی نہ ملا تو ساری سینچائی بیکار جائیگی۔ اس کے علاوہ ہمارے یہاں کے کسانوں کو چینی کسانوں سے صاف کھیتی کا طریقہ بھی سیکھنا چاہیئے چینی کسان کھیت کی نرائی کو نکالتا رہتا ہے دراصل کھیتی کی پیداوار بڑھانے کے لئے زمین کے زرخیز ہونے کے ساتھ ساتھ فرٹلائزروں، کھاد اور نئے طریقوں پر عمل کرنے میں کسانوں کا اشتراک ضروری ہے۔

ٹماٹر کا رس

کناڈا کی وٹامن سی والی غذاؤں میں ٹماٹر کا خاص درجہ حاصل ہے۔ برٹش کولمبیا کی اوکانگن دھاری کے گھروں میں ٹماٹر کے رس بنائے جانے والے نمونے کے ٹماٹروں میں کافی اور اعلیٰ درجہ کا وٹامن سی موجود تھا۔ ماہرین کا بیان ہے کہ گھروں کے بنے ہوئے رس میں وٹامن سی کی کمی کا سبب مندرجہ ذیل باتیں ہو سکتی ہیں یا (۱) چھلنے کے پہلے رس کو اُبال آنے تک نہ گرم کرنا (۲) گرم بوتلوں کو کھولتے ہوئے رس سے نہ بھرنا (۳) بوتلوں کو ڈھکنے سے ایک انچ نیچے تک نہ بھرنا۔ گھروں میں کام میں لانے کا طریقہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اچھی طرح پکے ٹماٹر توڑے جاتے ہیں۔ پھل کو بند برتن میں رکھکر ابال آنے تک پکایا جاتا ہے۔ برتن کو ٹماٹروں سے اچھی طرح بھر دینا چاہئے تاکہ ہوا کم رہے اور وٹامن سی کم ضائع ہو۔ جب لگ بھگ پانچ منٹ تک کھول جائے تو اس سے اوپر کا چھلکا اور بیج نکالا جا سکتا ہے اس وقت جتنی بھی جلدی کی جائے اتنا ہی اچھا ہے کیونکہ کھلے رہنے سے رس کا وٹامن سی ضائع ہوتا ہے اگر رس کو کھولتا ہوا رکھا جائے تو اس سے نکلتی ہوئی بھاپ ہوا کو رس تک پہنچنے سے روک سکے گی اور وٹامن سی ضائع نہ ہوگا۔ چھلنے کے بعد رس کو اسی برتن میں ڈال کر ابال لینا چاہئے پہلے سے گرم کی ہوئی بوتلوں میں کھولتے ہوئے رس کو بھر کر کھولتے ہوئے پانی میں رکھدیں دس منٹ تک بوتلوں کو گرم پانی میں پڑا رہنے دو۔ یہ رس نارنگی کے رس کی جگہ پر بچوں کو کھلانے کے لئے بہت مفید ہے۔

نمائش مویشیان

۱۹۴۲ء میں جنگ کے ہندوستان سے قریب آجانے کے امکان کے باعث یہ اندازہ کیا جا سکتا تھا کہ آل انڈیا نمائش مویشیان سوسائٹی کو اس سال ریلوں پر کام کی زیادتی کے باعث دشواری ہوگی اس لئے اُسے ملتوی کر دیا گیا۔

اسکاؤٹوں کی بھرتی

اپریل ۱۹۴۲ء میں تحریک اسکاؤٹ بالغان کی ترقی کی رفتار اچھی رہی۔ ذیل میں اس ماہ کی کارگزاری کی تفصیل شائع کی جاتی ہے۔

نمبر شمار	ضلع	ٹریننگ یافتہ اسکاؤٹوں کی مقررہ تعداد	ٹرینڈ کئے جانے والے اسکاؤٹوں کی تعداد
	درجہ الف۔ سو فیصدی یا اس سے زیادہ		
۱	کانپور	۱۵۰۰	۳۱۱۶
۲	فیض آباد	۳۶۰۰	۷۳۸۸
۳	فرخ آباد	۱۵۰۰	۳۶۸۶
۴	ہردوئی	۱۵۰۰	اعداد موصول نہیں ہوئے
۵	مرزاپور	۲۷۰۰	۲۹۰۳
۶	مین پوری	۱۵۰۰	۲۰۲۸
۷	مراد آباد	۱۵۰۰	۲۰۱۸
۸	اعظم گڈھ	۱۵۰۰	۱۹۷۲
۹	بلیا	۱۹۰۰	۲۳۷۴
۱۰	جالون	۱۵۰۰	۱۶۲۲
۱۱	سلطانپور	۲۲۵۰	۲۲۷۲
۱۲	فتحپور	۱۵۰۰	[illegible]۷۴
۱۳	اٹاوہ	۱۵۰۰	۱۵۶۰
۱۴	گونڈہ	۳۰۰۰	۳۰۶۰
۱۵	بلند شہر	۱۵۰۰	۱۵۰۰
	درجہ ب ۵۰ فیصدی سے ۱۰۰ فیصدی تک		
۱۶	الہ آباد	۳۱۵۰	۳۱۱۶
۱۷	اٹاوہ	۱۵۰۰	۱۴۸۱
۱۸	دہرادون	۱۵۰۰	۱۳۸۸
۱۹	سہارنپور	۱۵۰۰	۱۱۱۲
۲۰	بجنور	۱۵۰۰	۱۳۵۱
۲۱	ہمیرپور	۱۵۰۰	۱۳۲۹
۲۲	مظفرنگر	۱۵۰۰	۱۳۰۸
۲۳	بدایوں	۱۵۰۰	۱۲۶۱
۲۴	آگرہ	۱۵۰۰	۱۱۷۴
۲۵	جونپور	۳۰۰۰	۲۱۵۵
۲۶	میرٹھ	۱۵۰۰	۱۰۲۵
۲۷	بارہ بنکی	۳۴۵۰	۲۳۰۷
۲۸	کھیری	۱۵۰۰	۹۴۸
۲۹	بستی	۲۷۰۰	۱۶۴۸
۳۰	متھرا	۱۵۰۰	۸۹۴
۳۱	گورکھپور	۳۶۰۰	۲۰۰۵
۳۲	بنارس	۴۰۵۰	۲۲۳۰
۳۳	پیلی بھیت	۱۵۰۰	۸۲۵
۳۴	پرتاب گڈھ	۲۵۵۰	۱۳۸۶
۳۵	غازیپور	۲۷۰۰	۱۴۴۷
	درجہ ج ۵۰ فیصدی کے نیچے		
۳۶	بریلی	۱۵۰۰	۶۳۵
۳۷	نینی تال	۱۵۰۰	۶۹۸
۳۸	بہرائچ	۱۵۰۰	۶۶۷
۳۹	الموڑا	۱۵۰۰	۶۳۵
۴۰	باندا	۲۸۵۰	۸۴۳
۴۱	سیتاپور	۱۵۰۰	۳۸۴
۴۲	اناؤ	۱۵۰۰	۳۷۱
۴۳	رائے بریلی	۲۴۰۰	۶۹۸
۴۴	علیگڈھ	۱۵۰۰	[illegible]
۴۵	گڈھوال	۷۰۰	۷۰
۴۶	لکھنؤ	۲۵۵۰	۲۰۶

اعداد موصول نہیں ہوئے

…سے ساتھ رعائتیں

…ن کاشت کو ترقی دینے کی غرض سے بارش کے باعث …کی تلافی کرنے کے لئے اس سال حکومت نے الہ آباد، بنارس …بنارسی، گورکھپور، لکھنؤ اور فیض آباد کمشنریوں کے لئے حسب ذیل رعائتیں دینے کا فیصلہ کیا ہے۔

(۱) بلا سود کی تقاوی - ایکٹ ۱۲ کے ماتحت چری، باجرہ، جوار، مکا، ساٹواں وغیرہ کو سینچنے کے لئے اور کچا کنواں بنوانے کے لئے۔

(۲) جہاں نہر کا پانی مل سکتا ہے وہاں مذکورہ بالا چارے کی فصلوں کے لئے مان سون کے آنے تک نہر کا پانی بغیر کسی ٹیکس کے دیا جائیگا۔

(۳) الف - حتی الامکان مذکورہ بالا چیزوں کا بیج بغیر کسی سود اور (ب) ریٹنڈ کی کی کھاد دی جائے گی۔ ریٹنڈی کی کھاد کی لاگت کا پانچواں حصہ حکومت اپنے پاس سے دے گی۔

اس سلسلے میں مزید معلومات کے لئے ڈائرکٹر محکمہ زراعت محکمہ آبپاشی کے ملازمین سے دریافت کیجئے۔

پانی سے ترکاری پیدا کرنا

یوجیرسی تجربہ گاہ میں فرٹلائزروں کی فضول خرچی کو کم کرنے کے لئے اس کا پانی کے ساتھ تجربہ کیا گیا۔ بیج بونے یا پودے لگانے کے وقت فرٹلائزروں کے محلول کو استعمال میں لانے سے ٹماٹر، میٹھا آلو، لیابین، میٹھے اناج وغیرہ کی پیداوار بہت بڑھ گئی اسی طرح کے زیادہ گہرے محلول کم عرصے میں پکنے والی فصلوں کے لئے کام میں لائے گئے۔ ٹماٹر، میٹھا آلو وغیرہ زیادہ دن والی فصلوں کو مٹی چڑھانے میں بھی اس قسم کا محلول استعمال کیا گیا۔ خشک فرٹلائزر کی بہ نسبت اس طریقے سے زیادہ فائدہ ہوا۔ پانی میں فرٹلائزر کو ملا کر کام میں لانے سے خرچ میں کمی ہوتی ہے جس سے ترکاری کی قیمت بھی کم ہو جاتی ہے اور وہ زیادہ مفید بھی ثابت ہوتی ہے۔

بھیڑ پالنا

پشمینے دینے والی بھیڑوں سے پشمینے اور اون دونوں ہی حاصل کرنا اہم بات ہے۔ اگر پشمینے دینے والی بھیڑوں سے بھی اتنا ہی اون حاصل ہو سکے جتنا کہ تندرست بھیڑوں سے ہوتا ہے تو یہ طریقہ بھیڑ پالنے والے کے لئے بہت ہی مفید ہو۔ ممالک متحدہ امریکہ کے جنوبی ڈکوٹہ کی ہیمپ شائر تجربہ گاہ میں تجربہ کر کے یہ دیکھا گیا ہے کہ اگر آٹھ سے دس ماہ کی عمر تک کی بھیڑ سے نسل بڑھائے والی ۱۸ سے ۱۹ ماہ کی بھیڑوں کے مقابلہ میں پشمینے کی پیداوار میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور اون کی بہت کمی ہوتی ہے۔ بھیڑوں کو پالنے کا پیشہ وہاں زیادہ اچھا سمجھا جاتا ہے جہاں ان کی نشو و نما اچھی طرح ہو سکے۔ ۴۸ بھیڑیں جو پہلے پشمینے کی طرح پالی گئی تھیں ان سے پانچ سال میں ۲۴۷۲۴ پونڈ پشمینے کی پیداوار ہوئی اس کے برعکس پہلے ایک سال کے بچے کی طرح پالی جانے والی بھیڑوں سے ۱۶۸۰۰ پونڈ ہوئی تھی۔

حکومت کی طرف سے گیہوں کی خرید

حکومت ہند کے محکمہ خوراک نے ۲ اپریل ۱۹۴۴ء کو ایک بیان شائع کیا تھا جس میں کہا گیا تھا کہ اپنی اس خواہش کو عملی شکل دینے کے لئے کہ کسانوں کے مفاد کی حفاظت کی جائے اور ساتھ ہی عوام فائدہ لے سکے کے لئے قیمتوں کے کنٹرول کی پالیسی پر سختی سے عملدرآمد کیا جائے حکومت ہند نے اپنی اس خواہش کے باقاعدہ اعلان کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ اگر گیہوں کا بھاؤ گرے تو وہ پنجاب، یوپی اور سندھ کی منڈیوں میں اوسط درجے کے اچھے گیہوں کا تمام اسٹاک سات روپئے فی من کے حساب سے خریدے گی۔ حکومت ہند کا یہ فیصلہ اس بات کو نظر انداز کرتا ہے کہ خاص زرعی صوبوں کی حکومتیں حکومت ہند سے مشورہ کرنے کے بعد قانون تحفظ ہند کی دفعات کے ماتحت بیان نکالکر ان بیشتر قیمتوں کا اعلان کر دیں گی جن سے زیادہ داموں پر، اگلے بارہ مہینوں میں تھوک منڈیوں میں گیہوں خریدنا یا فروخت کرنا جرم سمجھا جائیگا وہ زیادہ تر آئینی قیمتیں مشاورتی بورڈ کی سفارشوں کے مطابق طے کی گئی ہیں۔ حکومت ہند کا یہ فیصلہ کوئی اور اطلاع شائع ہونے تک برقرار رہے گا۔ اس کے نفاذ کی میعاد کسی حالت میں بھی اس اعلان کے شائع ہونے کی تاریخ سے بارہ ماہ سے کم نہ ہوگی۔ خرید کی شرائط خرید کے مرکزوں اور ٹنڈر کے ذریعے فروخت کے لئے دیئے جانے والے کو حاصل کرنے والے ایجنٹوں کی تفصیل جلد ہی شائع کی جائے گی۔

باہتمام کالی کے مترا پرنٹر و پبلشر انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد۔

کیا ہر چیز جو آپ کھاتے ہیں
آپ کو طاقت بخشتی ہے





تمام مستورات کو جاننا چاہیے کہ کون کون سی اشیا زیادہ قوت بخش ہوتی ہیں ڈالڈا کُک بُک کی کتاب بزبان انگریزی میں مختلف اشیا غذائی کے جزو خوراک و دیگر مفید معلومات اور کھانے پکانے کے ذریعہ سے نئے طریقے درج ہیں۔ یہ کتاب آپ کو ضرور حاصل کرنی چاہیے۔ چار آنے کے ٹکٹ ڈاک سے ہمارے پتہ پر ارسال کیجئے۔

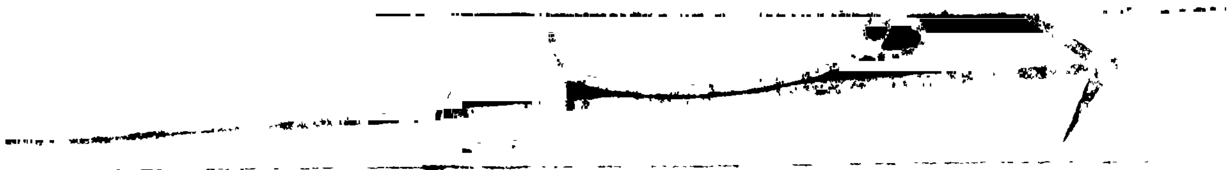
Dept. D121 P.O. Box No. 353, Bombay.



بالضرور —— کیونکہ غذا ہی سے طاقت پیدا ہوتی ہے۔ مگر ہر غذا کسی صورت میں یکساں مقدار میں طاقت بخش نہیں ہوتی۔ بعض غذائیں زیادہ قوت پیدا کرتی ہیں اور بعض بہت کم اور یہی صحت کے لئے روزانہ خطرہ کا باعث ہیں۔ کیونکہ لوگوں کی من بھاتی غذائیں بہت کم قوت پیدا کرتی ہیں۔ اور جو لوگ ایسی غذاؤں پر انحصار رکھتے ہیں اپنے کام میں اور تفریحی کھیلوں کے دوران میں زیادہ تھکاوٹ محسوس کرتے ہیں۔ حسن اتفاق سے تمام غذائیں حیاتین سے پُر ڈالڈا میں پکانے سے زیادہ سے زیادہ طاقت بخش ہو جاتی ہیں۔ یہ خالص وٹامن آمیز روغن خوراک میں ایسے اعلیٰ غذائی اجزا مہیا کر دیتا ہے جو قدرتی طور پر بیش بہا قوت بخش ہوتے ہیں۔ یہ ان حیات بخش اجزا کی کمی کو پورا کر دیتا ہے جو ہمارے بہت سے کھانوں میں نہیں ہوتے۔ یہ ہر چیز کو جو کھانے کے لئے استعمال کی جاتی ہے طاقت بخش بناتا ہے۔

وٹامن آمیز ڈالڈا قوت بخش

Printed and published by K. Mittra at The Indian Press Ltd., Allahabad.



جلد ۲ نمبر ۸ — باتصویر ماهوار رساله — اگست سنه ۱۹[illegible]ء

فهرست مضامین



صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمۂ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر
گاؤں سدھار افسر یو، پی

ایڈیٹر
شری ناتھ سنگھ

باتصویر ماہوار رسالہ

اگست سنہ ۱۹۴۴ء جلد ۶ نمبر ۸

غزل

(از حضرت سرشار کمنڈوی)

اُدھر کچھ اشارے ہوئے دوستی کے
اِدھر رُخ بدلنے لگے زندگی کے

وہاں دیکھئے بانکپن زندگی کے
جہاں مُسکراتے ہیں جلوے کسی کے

بنے تھے جو عنوان غمِ عاشقی کے
کبھی پھر نہ پلٹے وہ دن زندگی کے

ہمیں پر ہیں الزام تردامنی کے
ہمیں سے ہیں مانوس جلوے کسی کے

وہی کچھ نہ ٹھہرے کسی کی نظر میں
مُرقّع تھے جتنے ورق زندگی کے

نظر اپنی منزل پہ رکھو اے مسافر!
اندھیرے بھی ہمراہ ہیں روشنی کے

خودی کو بھی ہم اجنبی بھولا ہوا تھا
بہت پُرسکوں تھے وہ دن بیخودی کے

اُدھر مسکرائے اُدھر برق چمکی
یہ تیور نہیں ہیں یہ دستک اندر کسی کے

کھڑا ہوں درِ یار پر سر جھکائے
تصور میں خاکے لئے زندگی کے

شبِ غم کی خاموش تاریکیوں میں
ستارے بھی محتاج ہیں روشنی کے

فضائے گلستاں پہ چھائی ہوئی ہے
یہ دم خم ہیں اِک مضمحل سی کلی کے

اب آئندہ جو کچھ بھی واقع ہو لیکن!
ابھی تک تو قائل نہیں ہم کسی کے

گھٹاتے ہیں عمریں، بڑھاتے ہیں فکریں
یہ چھوٹے بڑے حادثے زندگی کے

قیامِ قیامت سے جو متفق ہیں
وہ فتنے ہیں شاید تمہاری گلی کے

مکمل ہوں سرشار یا نامکمل!
بکھر کر رہیں گے ورق زندگی کے

گیہوں کے ساتھ ملائے جانے والے اناج

(از رام دھان سنگھ ایل۔ اے۔ جی۔ بی۔ ایس۔ سی۔ ڈپ۔ ایگری۔ ایم۔ اے (کینٹ) ہیڈ
ایس۔ رتن سنگھ۔ ایل۔ اے۔ جی۔ بی۔ ایس۔ سی (ایگری) ایم۔ ایس۔ سی (اسسٹنٹ ریلیٹ)

اور

محمد رفیق ایم۔ ایس سی۔ کیمیکل اسسٹنٹ شعبہ اناج پنجاب ایگریکلچرل کالج۔ لائل پور)

پچھلی جنگ کے آخری دور میں کھانے کی اشیاء کی فراہمی اور خاص طور سے گیہوں کی رسد کا سوال بہت اہم ہوگیا تھا۔ سر ہربرٹ ہوور نے ۱۹۱۷ء میں یہ لکھا تھا کہ "اب جنگ کا وہ دور آگیا ہے جب کہ نہ صرف ان ملکوں کی جو برسر جنگ ہیں بلکہ غیر جانبداروں کی اقتصادیات۔ حکمت عملی اور سیاست سے زیادہ اہم کھانے کا مسئلہ ہوگیا ہے۔" کلوگ اور ٹیلر نے بلجیم کو مدد دینے کے سلسلہ میں تحریر کیا تھا کہ "اب لوگوں کی چیخ پکار اور ان کی تشویش اور ہماری فکر سب گیہوں ہی کے بارے میں ہیں۔" "گیہوں ہی پر جنگ میں کامیابی کا انحصار ہے۔" کا نعرہ ریاست ہائے متحدہ میں برابر سنائی دیتا تھا۔ اسٹارلنگ نے برطانیہ اور خالص گیہوں سے تیار کی جانے والی روٹی کے بارے میں یوں کہا تھا کہ "روٹی کی کمی کی وجہ سے بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑے گا اور کارخانوں میں کام کرنے والوں میں بہت پریشانی پیدا ہو جائے گی۔ جس کا خراب اثر ہمارے جنگی کام پر بھی پڑیگا۔"

گیہوں کی کم مقدار کو بڑھانا

ہندوستان میں بھی آج موجودہ عالمگیر جنگ کے زمانے میں لوگوں کے بھی خیالات ہوتے جا رہے ہیں۔ برما سے چاول کی درآمد بند ہو جانے کی وجہ سے ہندوستان میں تقریباً بیس لاکھ ٹن چاول کی قلت ہوگئی ہے جس کا اثر موجودہ گیہوں کی مقدار پر پڑ رہا ہے۔ اس کے علاوہ جنگ کی وجہ سے بازار میں روپیہ کی زیادتی، دوسرے اناجوں کی بہ نسبت گیہوں کا زیادہ استعمال، ذرائع آمد و رفت کا کم ہو جانا، ذخیرہ اندوزی، سٹہ بازی اور فوجی اور اتحادی ملکوں کی ضروریات ان سب باتوں نے مل کر گیہوں پر اور زیادہ دباؤ ڈال رکھا ہے۔ اس لیے یہ بہت ضروری ہوگیا ہے کہ ملک میں ہر ممکن طریقہ سے گیہوں کی مقدار کو بڑھایا جائے۔ حکومت نے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے "زیادہ غلہ پیدا کرو" کی اسکیم کو بہت جوش کے ساتھ چالو کیا ہے۔ اور حتی الامکان وہ دوسرے ممالک مثلاً آسٹریلیا سے بھی گیہوں منگا رہی ہے۔ ان کوششوں سے ملک میں غلہ بڑھنے میں کافی حد تک کامیابی ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر اس سال کی گیہوں کی پیداوار قابل یادگار رہے گی مگر ساتھ ہی ساتھ گیہوں کی اتنی زیادہ مانگ ہے اور جنگ کامیابی کے ساتھ چلانا گیہوں کی فراہمی پر اس قدر منحصر ہے کہ ہر اس کوشش کا جس سے گیہوں کی موجودہ مقدار پر سے دباؤ کم ہو سکے خیر مقدم کیا جانا چاہیے۔ اگر گیہوں کی موجودہ مقدار کو زیادہ کرنے کا کوئی طریقہ معلوم ہو جائے تو پھر گیہوں کی فراہمی کے بارے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ پنجاب ایگریکلچرل کالج پنجاب اور ریسرچ انسٹیٹیوٹ لائل پور کی ملنگ اور بیکنگ لیبوریٹری میں ایک ایسا ہی طریقہ معلوم کیا گیا ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے اناج جیسے جوار اور باجرے کس مقدار میں گیہوں میں شامل کر دیئے جائیں کہ ڈبل روٹی اور چپاتیاں بغیر ذائقہ اور شکل بدلے ہوئے تیار کی جا سکتی ہیں۔ آجکل جوار، باجرا اور مکئی ڈبل روٹی میں نہیں شامل کئے جاتے اور ان میں سے بہت سے اناجوں کو ہندوستانی چپاتی بنانے کے قابل نہیں سمجھتے۔

اب چونکہ پابندی اٹھ جانے کے باعث گیہوں ان اناجوں سے زیادہ مہنگا ہوگیا ہے لہذا اقتصادی نقطہ نظر سے یہ ضروری ہے کہ ان اناجوں کو گیہوں میں ملا کر استعمال کیا جائے۔ اس مضمون میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ دوسرے اناج گیہوں میں کس تناسب میں ملائے جائیں کہ خالص گیہوں کی چپاتیوں کے مقابلہ میں ملوان آٹے کی چپاتیاں بغیر کسی نمایاں تغیر کے کھائی جا سکیں۔ یہ ظاہر ہے کہ جو تحقیقات یہاں بیان کی گئی ہیں ان سے فائدہ اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے جبکہ یہ ملوان آٹا ملوں اور چکیوں سے براہ راست بازار میں بکوایا جائے کیونکہ انھیں چکیوں اور ملوں پر دوسرے اناج کا ملانا لازمی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اس کی نگرانی بھی ٹھیک طریقہ سے ہو سکتی ہے یہ ترکیب اس سے بہتر ہے کہ یہ اطلاع محض عام لوگوں کو پہنچا دی جائے اور اس سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا ان کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے پنجاب ایگریکلچرل کالج اور

ریسرچ انسٹیٹیوٹ فلور ملنگ اینڈ بیکنگ لیبوریٹری میں یہ تجربے کئے گئے ہیں جس کے لئے سامان اس رقم سے خریدا گیا تھا جو چند سال قبل امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ نے دیا تھا۔

سامان اور طریقہ

یہ تجربہ گیہوں کے آٹے سے ہوئے جو، باجرے، چری یا جوار، مکئی، چاول، ماش، اور مونگ پر کئے گئے ہیں۔ آخری تین دالیں پہلے ہی سے چپاتی، پوری اور پکوڑی کے آٹے میں ملائی جاتی ہیں تاہم ان کو ان تجربوں میں اس لئے شامل کر لیا گیا کہ یہ معلوم کیا جائے کہ آیا ان کے ملا دینے سے خمیری روٹی جیسے (ڈبل روٹی) بھی مفید اور ذائقہ دار تیار کی جا سکتی ہے۔ یہ روٹی تیار کرنے کے لئے لیبوریٹری کی مشین سے پسے ہوئے مختلف اناجوں کے آٹے کو مقامی رولر مل کے پسے ہوئے گیہوں کے آٹے میں ملایا گیا۔ گیہوں اور جو کے ملوان آٹے میں ۸ پ ۲ نمبر کا وہ آٹا استعمال کیا گیا تھا جو لیبوریٹری میں پیسا تھا۔ امریکن ایسوسی ایشن آف سیریل کیمسٹ کے ڈبل روٹی پکانے کے سرکاری طریقہ کے بموجب ہر صورت میں سو گرام خالص یا غیر خالص میدہ میں ۲ر۵ گرام شکر، ۱ر۵ گرام نمک اور ۳ر۰ گرام گیلا خمیر ملا کر اور ضرورت کے مطابق پانی ڈال کر ڈبل روٹیاں پکائی گئیں۔ اس سرکاری طریقہ کو یہاں بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ آٹے کی قسم اس کے پانی سوکھنے سے اور روٹی کی اچھائی برائی اس کے حجم، اس کے گودے کی نرماہٹ اور اس کے دانے سے معلوم کی گئی۔ ان خاص چیزوں کو ذیل میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ چپاتیاں بھی اس طریقہ پر پکائی گئیں جو ملنگ اور بیکنگ لیبوریٹری میں حال ہی میں سب سے اچھا مانا گیا ہے۔ اس طریقہ کو بھی زیادہ تفصیل سے بیان کرنا کچھ ضروری نہیں ہے۔ یہ بتا دینا چاہئے کہ ان تجربوں میں چپاتیاں پکانے کے لئے یکساں پسا ہوا آٹا استعمال کیا گیا تھا کیونکہ آٹے کے موٹے اور باریک ہونے پر اس میں پانی کم یا زیادہ جذب ہوتا ہے اور آٹے کی گوندھائی پر ہی روٹی کے بڑھنے اور پھیلنے کا انحصار ہوتا ہے۔ ہر چپاتی برابر کے وزن کے پیڑے کی پکائی گئی۔

روٹی کی خصوصیات کے متعلق کچھ الفاظ جو پہلے استعمال کئے گئے ہیں

روٹی کا حجم۔ جتنا زیادہ روٹی کا حجم ہوتا ہے اتنا ہی اچھا وہ آٹا وغیرہ ہوتا ہے جس سے وہ تیار کی گئی ہو۔ اسکی پیمائش مکعب سنٹی میٹرس میں ہوتی ہے۔

اوپر کا چھلکا۔ روٹی کے سب سے اوپر والے حصے کو چھلکا کہتے ہیں۔

گودا۔ روٹی کے اندرونی حصے کو اوپر کا چھلکا یا پرت اتار لینے کے بعد گودے والا حصہ کہتے ہیں۔ یہ گودا جتنا زیادہ سفید ہوتا ہے روٹی اتنی ہی زیادہ اچھی سمجھی جاتی ہے۔

نرماہٹ۔ اس اصطلاح سے مراد گودے کی نرماہٹ ہے۔ روٹی کا گودا جتنا ملائم ہوگا اتنی ہی وہ اچھی ہوگی۔

دانہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ روٹی کے گودے کو دیکھا جائے کہ اس میں کس قسم کا دانہ پڑا ہے۔ کیونکہ اناج کی اچھائی و برائی جس کی روٹی پکی ہو اس دانہ پڑنے سے معلوم ہو جاتی ہے۔ اناجوں کی قسمیں ایک سے چھ تک نمبر دیکر دکھائی گئی ہیں۔ نمبر ۱ بدترین قسم کا اناج ہے اور نمبر ۶ بہترین قسم کا۔

گیہوں اور جو کا ملوان آٹا

کچھ عرصہ سے برطانیہ میں اس اسکیم پر غور کیا جاتا رہا کہ گیہوں میں کچھ جو ملا کر روٹی پکائی جائے۔ اس سلسلہ میں بہت سی باتوں کے متعلق تحقیقات ہو گئی ہے۔ جو اور دیگر اناجوں میں جن کا ذکر اس مضمون میں کیا گیا ہے پروٹین نہ ہونے کی وجہ سے (جس کی وجہ سے لس پیدا ہوتا ہے) اس بات کی صلاحیت نہیں کہ ان کی خمیری روٹی تیار ہو سکے۔ برخلاف اس کے گیہوں میں یہ شے موجود ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کی روٹی تیار ہو سکتی ہے۔

ڈبل روٹیاں۔ روٹی کے حجم میں جو اچھی روٹی کی پہچان ہے جو ملا دینے سے بتدریج کمی ہو جاتی ہے لیکن اس کے ملانے سے اس کی اوپری پرت کے رنگ میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ روٹی کے گودے کا رنگ ۵ فیصدی جو ملا دینے سے زردی مائل ہونے لگتا ہے۔ پھر بھی ۱۵ فیصدی تک جو ملا دینے سے روٹی کے گودے کا رنگ ایسا زیادہ نہیں بدلتا کہ وہ کھائی نہ جا سکے۔ یا دیکھنے میں خالص گیہوں کی روٹی سے بہت زیادہ مختلف معلوم ہو۔ ۲۵ فیصدی تک بھی جو ملا دینے سے گودے کی نرماہٹ میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا۔ مگر جتنا زیادہ جو کا آٹا ملایا جائے گا اتنا ہی زیادہ روٹی کے گودے کے دانہ میں فرق پیدا ہوتا رہے گا۔ روٹی کی اچھائیوں اور برائیوں کو اکٹھا کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ گیہوں میں ۱۰ یا ۱۵ فیصدی تک بھی جو کا آٹا ملا دینے سے روٹی میں کوئی خاص تبدیلی یا برائی نہیں پیدا ہوتی۔

چپاتیاں۔ بالکل ۱۰۰ فیصدی یعنی خالص جو کے آٹے کی بھی چپاتیاں تیار ہو سکتی ہیں۔ لیکن ان کا رنگ گیہوں کی چپاتیوں کے رنگ سے بہت میلا ہوتا ہے۔ اور ان میں کچھ سیاہی بھی دکھائی دیتی ہے۔ خالص جو کی چپاتیوں کا ذائقہ بھی ایسا ہوتا ہے کہ ہر شخص ان

کو کھا سکتا ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کی روٹی کو لوگ محض اسلئے نہیں پسند کرتے ہیں کہ اس کا رنگ میلا ہوتا ہے اور اس میں بھوسی ہوتی ہے۔

ہم نے اپنے تجربوں میں جو کے آٹے کو ۵ سے لیکر ۵۰ فیصدی تک (سی ۵۹۱) کے گیہوں میں شامل کیا۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ گیہوں کے آٹے میں ۱۵ فیصدی تک بھی جو ملا دینے سے خراب اس ملوان آٹے میں سے ۴ یا ۲۰ فیصدی بھوسی نکالی جائے پھر بھی اسکی چپاتیوں میں نہ تو بھوسی نظر آتی ہے اور نہ اصلی گیہوں کی روٹی کے رنگ سے کوئی فرق ہوتا ہے۔ گیہوں کے آٹے میں ۲۵ فیصدی جو کا آٹا ملانے اور ۱۰ فیصدی بھوسی نکال دینے کے بعد جو تیار ہوتی ہے اس روٹی میں بھوسی نہیں معلوم ہوتی۔ مگر رنگ میں قدرے فرق ضرور ہو جاتا ہے۔ مگر اتنا نہیں کہ اس روٹی کو خراب کہا جا سکے۔ اگر مختلف قسم کے گیہوں کے آٹوں کی بھی الگ الگ چپاتیاں تیار کی جائیں تو ان میں بھی کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوگا۔ مذکورہ بالا ملوان آٹے میں سے یعنی اس آٹے سے جس میں ۲۵ فیصدی جو کا آٹا ہو اور ۷۵ فیصدی گیہوں کا صرف ۴ فیصدی چوکر یا بھوسی الگ کی جائے تو ایسی چپاتیوں کے کھانے میں معمولی سی بھوسی ضرور محسوس ہوتی ہے۔ ان تجربوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵ سے ۲۵ فیصدی تک جو کا آٹا گیہوں کے آٹے میں ملا کر جو چپاتیاں تیار ہوں گی وہ خالص گیہوں کے آٹے کی چپاتیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہ ہوں گی۔ ہندوستان میں تقریباً ۲۰ لاکھ ٹن جو پیدا ہوتا ہے۔

گیہوں اور باجرے کا ملوان آٹا

ڈبل روٹی۔ ۵ سے لیکر ۲۵ فیصدی تک باجرے کا آٹا گیہوں میں ملا دینے سے جو روٹی تیار کی گئی اس کا حجم ہر صورت میں خالص گیہوں کی روٹی سے زیادہ تھا۔ یہ بات قابل غور ہے۔ کیونکہ ہمارے تجربوں سے یہ معلوم ہوا کہ دوسرے اناجوں کو گیہوں کے ساتھ ملا دینے سے جو روٹیاں تیار کی گئیں ان کا حجم نسبتاً کم ہوتا تھا۔ باجرے کے آٹے کو گیہوں کے آٹے میں شامل کر دینے سے روٹی کا جو حجم بڑھ جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ باجرے میں خمیر پیدا کرنے کی قوت بہت زیادہ ہوتی ہے گیہوں اور باجرے کے ملوان آٹے کی روٹی کے چھلکے کے رنگ پر ۱۵ فیصدی تک باجرا ملا دینے سے کوئی خاص اثر نہیں پڑتا البتہ اس سے زیادہ مقدار میں باجرہ ملا دینے سے اس کا رنگ کالا ہونے لگتا ہے اور بجائے چکنا ہٹ کے اس پر [illegible] آجاتا ہے جہاں تک روٹی کے گودے کا تعلق ہے ۵ فیصدی باجرے کا آٹا ملا دینے سے بھی روٹی کے گودے کا رنگ ہلکا سیاہی مائل ہو جاتا ہے اور جوں جوں باجرے کی مقدار بڑھائی جاتی ہے یہ رنگ گہرا ہوتا جاتا ہے۔ گیہوں ۱۰ فیصدی تک باجرے کا آٹا ملا دینے سے کوئی زیادہ فرق نہیں آتا۔

کیونکہ خالص گیہوں کی بعض روٹیوں کا بھی ایسا ہی رنگ ہوتا ہے البتہ ۱۵ فیصدی باجرے کا آٹا ملا دینے سے روٹی کا رنگ اسقدر گہرا ہو جاتا ہے کہ اس کو ہرگز خالص گیہوں کی روٹی نہیں سمجھا جا سکتا۔ باجرے کے ملانے سے روٹی کا گودا کافی نرم ہو جاتا ہے۔ ۲۰ فیصدی باجرا ملانے سے بھی یہ نرمی باقی رہتی ہے۔ گودے کا دانہ ۱۰ فیصدی تک کھانے کے قابل رہتا ہے اور تمام خوبیوں اور خرابیوں کو ایک جگہ جمع کرکے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ۲۰ فیصدی تک باجرے کا میل گیہوں کے آٹے میں کرنے کے بعد روٹی ٹھیک تیار ہو سکتی ہے مگر یہ خیال کرتے ہوئے کہ ۱۰ فیصدی کے بعد دانہ اچھا نہیں رہتا اور گودے کا رنگ خراب ہو جاتا ہے بہتر یہ ہے کہ بجائے ۲۰ فیصدی کے صرف ۱۰ فیصدی باجرا کا آٹا گیہوں کے آٹے میں شامل کرکے روٹی تیار کی جائے۔

چپاتیاں۔ ۵، ۱۰، ۱۵، ۲۰، ۲۵، ۵۰ فیصدی باجرے کا آٹا گیہوں کے (سی ۵۹۱) آٹے میں تناسب کے ساتھ ملا کر تجربہ کیا گیا۔ اگرچہ گیہوں کے آٹے نے ۶۸ فیصدی کے حساب سے اور باجرے کے آٹے نے ۹۶ فیصدی کے حساب سے پانی جذب کیا پھر بھی خالص گیہوں اور باجرے اور گیہوں کے ملوان آٹے کی تازہ پکی ہوئی چپاتیوں میں کوئی فرق ظاہر نہیں ہوا۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ ایک ہی وزن (مثال کے طور پر ایک من) کی گیہوں اور باجرے کے ملوان آٹے کی روٹیاں اس وزن کے خالص گیہوں کی روٹیوں سے زیادہ تیار ہوں گی جس کا مطلب یہ ہے کہ گیہوں کے آٹے میں جتنا زیادہ باجرا کا آٹا ملایا جائیگا اتنی ہی زیادہ چپاتیاں تیار ہو سکیں گی۔ اس ترکیب سے نانبائی بہت کافی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ باجرے کے آٹے کی مقدار بڑھنے کے ساتھ ساتھ روٹی کا رنگ سیاہی مائل ہوتا جاتا ہے ۱۵ فیصدی تک میل کرنے سے روٹی کا رنگ اتنا ہلکا رہتا ہے کہ اس میں اور خالص گیہوں کی روٹی سے امتیاز نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۵ فیصدی سے زیادہ میل کر دینے کے بعد روٹی کا رنگ اتنا گہرا ہو جاتا ہے کہ باجرے کے میل کا آسانی سے پتہ چل سکتا ہے۔ اور ۱۵ فیصدی کا میل کر دینے سے چپاتیوں کا ذائقہ بہ نسبت خالص گیہوں کی چپاتیوں کے بجائے خراب ہونے کے بہتر ہوتا ہے یہ چپاتیاں ذائقہ میں قدرے میٹھی اور خوشبودار معلوم ہوتی ہیں لیکن [illegible] یا اس سے زیادہ باجرہ [illegible] ہوئی چپاتیاں [illegible] ذائقہ اور [illegible] ہوتی ہیں۔ ان [illegible] خوشبو آتی ہے۔ ۱۵ فیصدی [illegible] ملا گندھا ہوا آٹا پکانے [illegible] آدھ گھنٹے تک رکھا گیا [illegible] خراب ہونے کے کوئی آثار نہیں [illegible] جاتے مگر اس [illegible] زیادہ [illegible] رکھے رہنے سے یہ گندھا ہوا آٹا پھیلنے لگا اور [illegible] وہ اتنا [illegible] اور پتلا ہو گیا کہ اس سے روٹی پکانا بہت مشکل ہو گیا۔ ۲۰ اور ۲۵ [illegible] باجرا ملا دینے سے یہ خرابی بہت جلد پیدا ہو جاتی ہے۔

اوپر بیان کی ہوئی باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۱۵ فیصدی باجرے کا آٹا گیہوں میں ملا دینے سے چپاتی میں کوئی خرابی نہیں پیدا ہوتی بلکہ اس چپاتی میں خالص گیہوں کی چپاتی سے زیادہ غذائی اجزا ہیں یعنی معدنی عرق اور لوہے کے اجزا زیادہ ہوتے ہیں۔

گیہوں اور جوار کا ملوان آٹا

ڈبل روٹی۔ ۵ فیصدی جوار کا آٹا گیہوں کے آٹے میں ملا دینے سے روٹی کے تجربہ میں معقول فرق نہیں پیدا ہوتا اور ۱۰ اور ۱۵ فیصدی آٹے کے ملا دینے سے کوئی نمایاں فرق پیدا ہوتا ہے اس فیصدی مقدار کو اور زیادہ بڑھانے سے روٹی خمیر کر ہونے لگتا ہے اور ۲۰ فیصدی ملانے سے روٹی کے چھلکے کا رنگ نیلا زردی مائل ہونے لگتا ہے۔

۵ فیصدی جوار کا آٹا ملا دینے سے رنگ ہلکا بھورا ہو جاتا ہے اور جوار کے آٹے کی مقدار کے ساتھ ساتھ یہ رنگ گہرا ہوتا جاتا ہے۔ ۱۰ فیصدی جوار کا آٹا گیہوں کے آٹے میں شامل کر دینے کے بعد روٹی کا گودا بہت زیادہ سیاہی مائل ہو جاتا ہے جس کی وجہ شاید یہ ہو سکتی ہے کہ جو جوار اس تجربہ میں استعمال کی گئی تھی وہ امفی (Imphee) جوار تھی جس کے دانہ کا رنگ بنفشی ہوتا ہے۔ اس وجہ سے یہ رنگ روٹی کے گودے میں پیدا ہو گیا تھا۔ اگر دودھیا رنگ کی جوار کا آٹا گیہوں میں شامل کیا جائے تو ۱۰ فیصدی تک ملاوٹ کے بعد روٹی کے گودے کا رنگ ٹھیک رہتا ہے۔ جوار کا آٹا ملانے سے گودے کی نرماہٹ میں ضرور فرق آ جاتا ہے۔ مگر ۱۰ فیصدی تک میل کرنے پر گودے کے دانہ میں کوئی خاص فرق نہیں آتا۔ تمام خوبیوں اور خرابیوں کو جمع کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۱۰ فیصدی تک میل کرنے سے روٹی میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ ایسے ملوان آٹے کی روٹی تیار کرنے کے لئے ۱۰ فیصدی دودھیا جوار اور ۵ فیصدی زرد رنگ کی جوار کا آٹا گیہوں کے آٹے میں بہت آسانی سے ملایا جا سکتا ہے۔

چپاتیاں۔ ۵، ۱۰، ۱۵، ۲۰، ۲۵، ۲۵ فیصدی جوار کا آٹا گیہوں کے آٹے میں ملا کر چپاتیاں تیار کرنے کا تجربہ کیا گیا۔ اس تجربہ میں جو جوار استعمال کی گئی وہ امفی (Imphee) تھی جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ اس کا رنگ بنفشی ہوتا ہے۔ تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ جتنا زیادہ جوار کا آٹا ملا یا گیا اتنا ہی مشکل اس کا گوندھنا ہو گیا۔ اسکی بالکل وہی صورت ہوئی جو باجرے اور گیہوں کے ملوان آٹے کی ہوئی تھی جس کا حال پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ گیہوں اور مکئی کے ملوان آٹے کے جس کے متعلق آگے بتایا جائے گا گوندھنے میں یہی وقت پیش آتی ہے۔ ۲۰ فیصدی سے بڑھانے کے بعد جوار اور گیہوں کے ملوان آٹے کی چپاتیاں پکانے کے لئے آٹے کا گوندھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ ۲۵ فیصدی تک جوار کا آٹا ملا دینے سے چپاتی کے دانہ میں فرق محسوس نہیں کیا جا سکتا مگر ۲۰ فیصدی کے بعد سے روٹی ذرا خشک معلوم ہونے لگی۔ ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد یہ نتیجہ ہے کہ ۱۵ فیصدی تک جوار کا آٹا گیہوں کے آٹے میں شامل کر دینے اس کی چپاتی خالص گیہوں کی چپاتی کے مثل ہو سکتی ہے۔ ہندوستان میں تقریباً ۲۰ لاکھ ٹن سالانہ جوار پیدا ہوتی ہے۔

گیہوں اور مکئی کا ملوان آٹا

ڈبل روٹی۔ تجربہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ ۵، ۱۰ اور ۱۵ فیصدی سفید مکئی کے آٹے کو گیہوں کے آٹے میں ملا دینے سے جو روٹیاں تیار ہوتی ہیں ان کا حجم خالص گیہوں کی روٹیوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ مگر باجرے اور گیہوں کے ملوان آٹے کی روٹی سے کم ہوتا ہے۔ ۱۵ فیصدی مکئی کا میل کرنے سے گودے کی بناوٹ اور اس کے دانہ میں فرق پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ خرابیوں اور خوبیوں کو جمع کر کے دیکھا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۱۰ فیصدی سفید مکئی کے آٹے کو گیہوں کے آٹے میں شامل کر دینے سے خالص گیہوں اور اس ملوان آٹے کی روٹی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ زرد مکئی کا بھی تجربہ کیا گیا۔ اس قسم کی جوار کے ۱۰ فیصدی کر دینے سے روٹی کے گودے میں زرد رنگ پیدا ہو گیا۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ زرد جوار کے آٹے کو ۵ فیصدی کی مقدار میں ملا کر روٹی بنائی جا سکتی ہے۔

چپاتیاں۔ ۵، ۱۰، ۱۵ کے خالص گیہوں کے آٹے ۱۰، ۱۵، ۲۰، ۲۵ اور ۵۰ فیصدی کی مقدار کے حساب سے سفید اور زرد مکئی کا آٹا ملا کے تجربہ کی غرض سے چپاتیاں پکائی گئیں۔ اگرچہ سفید اور زرد مکئی اور خالص آٹے کے گوندھنے میں پانی اور ۸۴ فیصدی کے تناسب سے جذب ہوتا ہے مگر پھر بھی اس ملوان آٹے کی پکی ہوئی روٹیاں خالص گیہوں کی پکی روٹیوں کے برابر ہوتی ہیں۔ اس طرح سے مکئی اور گیہوں کے ملوان کی چپاتیاں پکانے میں بھی وہی فائدہ ہے جو گیہوں اور باجرہ کے ملے ہوئے آٹے کی چپاتیوں سے ہوتا ہے اکثر تعداد میں باجرے اور گیہوں سے بھی زیادہ ہوتی ہیں۔ ۲۵ فیصدی ۲۰ فیصدی زرد مکئی کے آٹے کو ملا کر جو چپاتیاں تیار کی گئیں ان میں اور خالص گیہوں کی چپاتیوں کے ذائقہ اور رنگ وغیرہ میں کوئی فرق محسوس نہیں کیا گیا۔ یہ چپاتیاں خالص گیہوں کی سی ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس ملوان آٹے کی چپاتیاں تیار کرنے کی یہ صلاح دی جاتی ہے کہ ۲۵ فیصدی سفید اور ۲۰ فیصدی زرد مکئی کا آٹا گیہوں کے آٹے میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

ہندوستان میں تقریباً ۲۰ لاکھ ٹن سالانہ مکئی کی پیداوار ہے۔

گیہوں اور چاول کا ملوان آٹا

اس ملک میں چاول کی کمی کی وجہ سے یہ تجربہ صرف اصولاً کیا گیا وہ بھی محض ڈبل روٹی تیار کرنے کے لئے۔ گیہوں کے آٹے میں ۵ فیصدی چاول کا آٹا شامل کرنے سے روٹی کا حجم کم ہو گیا۔ اس کے بعد ۱۰ فیصدی چاول کا میل کر دینے سے روٹی کا حجم اتنا ہی رہا ۵ فیصدی میل کرنے کے بعد تھا۔ البتہ ۲۰ اور ۲۵ اور اس سے زیادہ فیصدی مقدار ملا دینے کے بعد اس کا حجم اور زیادہ کم ہونے لگا۔ [illegible] فیصدی چاول کا آٹا ملا دینے کے بعد روٹی کا چھلکا اور گودا شکل [illegible] لگا۔ دانہ کی حالت ۱۰ فیصدی سے زیادہ مقدار بڑھنے کے بعد [illegible] ہونا شروع ہو گئیں۔ ۲۰ اور ۲۵ فیصدی ملا دینے سے بہت خراب اور کچی تیار ہوئی اسکی خرابیوں اور خوبیوں کو جمع [illegible] دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ۵ فیصدی چاول کی مقدار شامل کر دینے [illegible] روٹی اچھی نہیں پک سکتی مگر تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ ۵ فیصدی چاول کا آٹا ملا کر جو [illegible] پکائی جائے وہ کام میں لائی جا سکتی ہے۔

آٹے اور چنے کا ملوان آٹا

یہ تجربہ محض ڈبل روٹی تیار کرنے کے لئے کیا گیا۔ کیونکہ چنے کے [illegible] خالص گیہوں کے آٹے میں ملا کر چپاتیاں پکانے کا عام رواج ہے [illegible] چپاتیاں ذائقہ دار اور مقوی ہوتی ہیں۔ صرف یہی وہ وجود تھے جن کی [illegible] چنے اور گیہوں کا میل رائج ہوا یہ ترکیب اسلئے اختیار نہیں کی [illegible] کہ ایسا کرنے سے خالص گیہوں کی بچت ہو جائیگی۔ چنے کا آٹا ۵، ۱۰، ۱۵، ۲۰ [illegible] اور ۲۰ فیصدی کی مقدار سے گیہوں [illegible] آٹے میں ملا کر تجربہ کیا گیا۔ ۲ اور ۵ فیصدی ملانے کے بعد روٹی [illegible] بڑھ گیا۔ ۵ سے ۱۰ فیصدی تک ملانے سے روٹی کے حجم میں کوئی فرق [illegible] پیدا ہوا۔ مگر اسکے بعد ۱۵ اور ۲۰ فیصدی کر دینے سے اس [illegible] آٹے کی روٹی کا حجم خالص گیہوں کی روٹی سے بہت زیادہ [illegible] گیا۔ ۲ اور ۵ فیصدی ملا دینے سے روٹی کے چھلکے کا رنگ [illegible] پیلا ہونا شروع ہو گیا۔ مگر ایسا ہو جانے سے روٹی میں کوئی [illegible] خرابی پیدا نہیں ہوئی کہ اس کو خراب کہا جا سکے۔ لیکن ۱۰ فیصدی [illegible] اس سے زیادہ چنے کا آٹا ملا دینے کے بعد روٹی کا رنگ نمایاں طور [illegible] پیلا ہو گیا۔ ۷ فیصدی تک تو گودے کا رنگ غنیمت رہا۔ مگر اس کے [illegible] اس کی زردی بالکل ظاہر ہونے لگی۔ ۷ فیصدی ملانے تک [illegible] اور دانے کی بھی حالت رہی۔ روٹی ۵ فیصدی اور اس سے [illegible] چنے کے آٹے کا میل کرنے کے بعد سے اور ذائقہ دار ہوتی چلی گئی۔ [illegible] باتوں پر غور کرنے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ ۵ سے ۱۰ فیصدی

چنے کا آٹا گیہوں کے آٹے میں شامل کر دینے سے کھانے کے قابل روٹی تیار کی جا سکتی ہے۔

گیہوں ماش اور گیہوں مونگ کا ملوان آٹا

گیہوں ماش اور گیہوں مونگ کے ملوان آٹے کا تجربہ بھی اسی [illegible] سے کیا گیا جس غرض سے چنے اور گیہوں کے ملوان آٹے کا کیا گیا تھا یعنی روٹی کو ذائقہ دار اور طاقتور بنانے کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر ان اناجوں کو گیہوں میں ملا کر پوری کچوری اور پراٹھے تیار کئے جاتے ہیں۔ لہذا ان تجربوں میں صرف ڈبل روٹی ہی پکائی گئی۔

گیہوں اور ماش کا ملوان آٹا

گیہوں کے آٹے میں ۵ فیصدی ماش کا آٹا ملا دینے سے روٹی ہر صورت سے غنیمت رہی مگر پھر بھی روٹی کا دانہ بہت خراب ہو گیا۔ دوسرے تجربوں میں گیہوں کے خالص آٹے یعنی (سی ۲۲۸) میں ۵ فیصدی ماش کا آٹا ملا دینے سے کوئی زیادہ خرابی واقع نہیں ہوئی۔ ۵ فیصدی ماش کے آٹے سے ملی ہوئی گیہوں کی روٹی میں ماش کا ذائقہ محسوس ہونے لگا اور جتنا زیادہ اس کا میل ہوتا گیا اتنا ہی اس کا ذائقہ نمایاں ہوتا گیا۔

گیہوں اور مونگ کا ملوان آٹا

۱۰ فیصدی تک مونگ کا آٹا ملا دینے سے روٹی کا حجم مثل گیہوں کی روٹی کے تھا۔ گودے کا رنگ اسکی ترکیب اور دانہ صرف پانچ فیصدی تک میل کرنے سے ویسا ہی رہا جیسا کہ گیہوں کی روٹی میں ہوتا ہے لہذا روٹی پکانے کے لئے زیادہ سے زیادہ ۵ فیصدی مونگ کا آٹا ملانا چاہئے مگر صرف اتنی مونگ ملانے سے روٹی کا ذائقہ اچھا نہیں ہوتا۔ ۱۵ فیصدی مونگ کا میل کرنے سے روٹی کے ذائقہ میں کچھ تبدیلی معلوم ہوتی ہے۔

بے چھنا اور چوکر نکلا ہوا آٹا

آٹا (بے چھنا) قریب قریب تمام اناجوں سے جن کا ذکر اس مضمون میں کیا گیا ہے ملک بھر میں تیار کیا جاتا ہے لیکن بڑے بڑے آٹوں کے کارخانوں کے لئے بتائے ہوئے تناسب میں گیہوں کے ساتھ دوسرے اناجوں کو ملانا بہت آسان کام ہے۔ ان ملوان آٹوں کو گیہوں کے اس آٹے میں بہت آسانی سے ملایا جا سکتا ہے جس سے چپاتیاں پکائی جاتی ہیں کیونکہ ہندوستان میں قریب قریب تمام گیہوں کا آٹا پیسا جاتا ہے اور اس کی چپاتیاں پکتی ہیں۔ اگر گیہوں کے آٹے میں دوسرے اناجوں کے آٹے خمیری روٹیاں تیار کرنے کے لئے ملائے جائیں تو یہ بتا دینا ضروری ہے کہ ہم نے اپنی تجربہ گاہوں میں ان اناجوں کا باریک آٹا (یعنی بہت باریک اور چوکر نکلا ہوا آٹا جیسا کہ گیہوں کا میدہ ہوتا ہے) تیار کر لیا

ہے مگر آٹے کے پیسنے کے بڑے کارخانوں میں پہلے اس کی اچھی طرح سے دیکھ بھال کر لی جائے۔ کیونکہ اتنے باریک آٹے تیار کرنا جتنے ہم نے اپنے تجربہ گاہ میں کئے ہیں تجارتی نقطۂ نظر سے آسان نہ ہوگا۔ ممکن ہے کہ بڑی چکیوں کو اس سلسلہ میں مزید تحقیق اور تبدیلیاں کرنی پڑیں۔ ہماری لیبریٹری میں آٹا پیسنے کے بعد جو تجربے حاصل کئے گئے وہ ذیل میں کئے جاتے ہیں۔

نام اناج	فیصدی نمی جس پر آٹا پیسنا چاہئے۔	Food نتیجہ فیصدی غذائی اجزا فی صدی	پیٹنٹ آٹا	خالص آٹا
گیہوں (سی ۵۹۱)	۱۵٫۰	۲۲٫۵	۵۹٫۱	۷۴٫۳
جو	۱۳٫۰	۴۷٫۵	۳۲٫۵	۴۹٫۲
باجرہ	۱۱٫۸	۲۱٫۳	۵۴٫۰	۷۵٫۵
جوار	۱۲٫۰	۲۰۸٫۳	۴۷٫۸	۶۹٫۶
مکئی سفید	۱۵٫۵	۵۳٫۱۹	۲۵٫۰	۲۴٫۴
مکئی زرد	۱۴٫۶	۴۸٫۷	۵۲٫۲	۴۸٫۹

مکئی سفید	۱۰	۲۵
مکئی زرد	-	۲۰
چاول	۵	کوئی نہ زیادہ سے زیادہ
چنا	۵ سے ۷	ایضاً
ماش	(دال خوب اچھے آٹے میں شامل کر سکے)	"
مونگ	۵	"

سب سے بڑی دشواری جو ان اناجوں کے آٹے کی تیاری میں پیش آئی وہ یہ تھی کہ ان میں سے کچھ کے آٹے چکی کے بیلنوں اور چھلنی کے سوراخوں میں چپٹ گئے۔ ان کو ہاتھ سے چھڑایا گیا اور بجائے ہر جنس کو علیحدہ پیسنے کے ان کو گیہوں کے ساتھ ملا کر پیسا گیا۔ اس مضمون کے لکھنے والوں کو یہ دعویٰ نہیں کہ وہ تجارتی نقطۂ نظر سے آٹا پیسنے کے ماہرین ہیں مگر وہ محسوس کرتے ہیں کہ ملک میں بہت سے لوگ اتنے سمجھدار موجود ہیں جو آٹے پیسنے کی دشواریوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔

اگر اس طرح دوسرے اناجوں کے آٹوں کو ملا کر کام میں لایا جائے تو گیہوں کی موجودہ رسد کافی حد تک بڑھ سکتی ہے۔ اس لئے یہ دیکھنا ہے کہ جہاں کہیں بھی آٹے کسی خاص ادارے یا افسر کی نگرانی میں تیار کئے جاتے ہیں وہاں (جیسے فوج وغیرہ) یہ ضروری قرار دیا جائے کہ دوسرے اناجوں کو جو گیہوں سے سستے اور کافی مقدار میں ملتے ہیں گیہوں میں مناسب مقدار میں ملا کر آٹا پسوایا جائے جو کارخانے پبلک کے لئے آٹا پیستے ہیں ان کو بھی کچھ نہ کچھ زور ڈالنا چاہئے کہ وہ بھی اس قسم کے ملونی آٹے تیار کریں۔

خلاصہ اور نتیجہ

مختصر یہ کہ دوسرے اناجوں کی زیادہ سے زیادہ مقدار جس کو گیہوں کے آٹے میں شامل کر کے عمدہ قسم کی اور ذائقہ دار ڈبل روٹی اور چپاتیاں تیار کی جا سکتی ہیں۔ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

اناج	مقدار فیصدی جس کو ڈبل روٹی کے لئے ملانا چاہئے	مقدار فیصدی جس کو چپاتی کے لئے ملانا چاہئے
جو	۱۰ سے ۱۵	۱۵-۲۵ (اس کا دارومدار بھوسی نکالنے پر ہے۔)
باجرہ	۱۰	۱۵
جوار (چری)	۷ سے ۱۰ (اس کا دارومدار اناج کے رنگ پر موقوف ہے)	۱۵

شہری

آپ لوگوں میں سے بعض تو شہری ہیں ہی اور جو دیہاتی ہوں ان میں سے بھی کچھ لوگ اس جنگ کے بعد ضرور اپنے گاؤں چھوڑ کر شہروں میں بسنا چاہیں گے۔ آپ ان کتابچوں کو جو دیہات والوں کے لئے لکھے گئے ہیں سنتے رہتے ہیں اور سوچتے رہتے تھے کہ خدا جانے شہر اور شہریوں کے بارے میں کب لکھے جائیں گے۔

اچھا لیجئے اب آپ کی باری بھی آ گئی۔ اب ہم شہریوں کے بارے

...کھیر ہے گے۔ ویسا ہی وہ بھی کام نہ کر سکیں، کیونکہ بہت سی باتیں تو دیہات... سے ہم کی سمجھی ہونگی اور کچھ ایسی بھی ہونگی جن میں دیہات والے شہر ...مدد کر سکتے ہیں

حصّہ ۱

پہلے تو ہم روزی کمانے کے طریقے بیان کرتے ہیں۔ دیکھئے آپ لوگوں ...میں سے بعض تو دفتروں میں نوکریاں کریں گے۔ بعض فیکٹریوں میں کام کرینگے ...ریلوں اور موٹروں کے ڈرائیور بنیں گے، یا ریلوے میں نوکری کرینگے یا کوئی ...تجارت کرینگے یا کارخانوں اور سوداگروں کی دکانوں میں کام کرینگے۔ پھر ...تو یہ ہے کہ ہم ان معاملوں میں کچھ زیادہ کہہ نہیں سکتے لیکن ہم ہاں دنیا بھر کے ...کام کرنے والوں کو یہ تین گر کی باتیں ضرور یاد رکھنا چاہیئے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر کام دل لگا کر، جان لڑا کر اچھے سے اچھا ...کیا جائے آج سے کوئی دو ہزار برس پہلے کے بزرگ کہہ گئے ہیں کہ جس کام ...میں ہاتھ ڈالو اسکو مردوں کی طرح پورا کر دو اور جو لوگ اس نیک نصیحت ...پر عمل کرتے ہیں۔ ان کی روزی میں ضرور برکت ہوتی ہے۔

دیکھئے جو کام بھی آپ کریں اسکو جتنا بھی ہو سکے اچھا کر کے دکھائیں ...ساتھ ہی کام کرنے کے لئے نئے نئے اچھے طریقے سیکھیں اور اپنا علم ...تجربہ بڑھانے میں کبھی نہ پیچھے رہیں۔ تجارت ہو یا دستکاری سب کے ...بارے میں جو کچھ ہاتھ لگے پڑھیں اور جو اچھی بات ملے اسے سیکھیں کیونکہ ...نہیں یہ باتیں آپ کے کس آڑے وقت کام آجائیں۔

جب آپ کو یہ پتہ چل جائیگا کہ آپ کا بنایا ہوا مال کیوں خریدا جاتا ہے ...اور کہاں کہاں جاتا ہے تو کبھی نہ کبھی اس علم سے آپ کو اور گاہک بڑھانے ...کے لئے اپنے مال کو زیادہ سجل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ اور آپ کے ...بازار بڑھ جائینگے یا آپ اپنے خریداروں کی ضرورت کی نئی نئی چیزیں ...بنانے لگیں گے۔ سچی بات تو یہ ہے، کہ علم اور تجربہ سے آدمی ہمیشہ فائدہ ...اٹھاتا ہے۔

اچھا دیکھئے، کوئی کام بھی زمین پر بیٹھ کر نہ کیا کریں۔ ہر کام کھڑے ...ہو کر، میز یا بنچ پہ کیا کریں۔ اس میں صفائی بھی رہتی ہے پھیپھڑے ...بھی خوب مضبوط ہوتے ہیں۔ آدمی کبڑا نہیں ہونے پاتا۔ کام بھی زیادہ ...ہوا ہو جاتا ہے ساتھ ہی اکڑوں بیٹھنے سے زیادہ اچھی طرح اور کھلے ہاتھ ...پاؤں۔ پوری طاقت سے سارا زور لگا کر، کام کیا جا سکتا ہے۔ ان تمام ...ملکوں نے جو بہت زیادہ ترقی کر گئے ہیں، یہ ساری باتیں تجربہ کر کے دیکھ ...لی ہیں۔ آپ بھی آزمالیں۔

اور ہاں، میرے دل سے آہستہ آہستہ کوئی کام نہ کیا کریں۔ جب ...کسی کام پر لگ جائیں، تو دل لگا کر پوری طاقت سے اس کام کو پورا ...کر کے اپنے گھر جائیں، کیونکہ گھر پر بھی ہمیشہ گھر سدھار کے بہت سے ...کام ہوتے ہیں اور شاید روزگار کے دھندوں سے بھی بہت مدد کیا ...جا سکتا ہے کہ آپ کی من بھاتی دستکاری آپ کے بال بچوں اور رکھنے والوں کو بھی اچھا لگے۔ اور اس کے وجہ سے آپ کے گھر میں چاند نا، اور آپ کی روزی میں برکت ہو جائے۔ شاید آپ اپنے شہر کی آبادی سے کہیں باہر سبزی اور پھل کی امداد باہمی فارم کھول لیں۔ یا امداد باہمی مرغی خانے، یا دودھ ڈیری جاری کر دیں۔ ذرا آپ ان کتابچوں کو دیکھیں، جو ان باتوں کے بارے میں لکھے گئے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ایک ٹیم بنا کر کام کرنا چاہیئے۔ اگر آپ اپنے ساتھیوں کی مدد کرینگے تو وہ بھی آپ ہی کی مدد کرینگے۔ ہو سکے تو آپ بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو جائیں تو آپ جیسے ہی کام کر رہے ہوں، اور پھر سب کے سب ایک انجمن امداد باہمی بنالیں۔ اس لئے کام بھی زیادہ اور اچھا ہوگا اور کام کرنے میں آپ کو مزہ بھی آئے گا۔ آپ بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ جب کام میں دل لگ جاتا ہے، اور مزہ آنے لگتا ہے، تو تھکن کم معلوم ہوتی ہے اور تندرستی بھی بڑھتی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ آپ کو اپنی کمائی میں سے کچھ روپیہ بچا بچا کر سیونگ بنک، یا امداد باہمی بنک میں ضرور رکھنا چاہیئے۔ اگر صرف یہ سمجھ کر کہ آپ کی پالی اس وقت روپیہ ہے آپ نے ابھی ساری کمائی ہم اڑا دی تو یاد رکھئے کہ ضرورت کے وقت آپ کو پچھتانا پڑیگا۔ اور دوسروں کا منہ تکنا پڑے گا۔ خدا نہ کرے، آپ بیمار ہو جائیں بیکار ہو جائیں یا اپنا کاروبار بدلنا چاہیں یعنی ایک پیشہ چھوڑ کر دوسرا پیشہ کرنا چاہیئے۔ غرض کسی نہ کسی وجہ سے آپ کا ہاتھ تنگ ہو جائے۔

یہ بھی نہ سہی تو آپ اپنے بچوں کو تو ضرور تعلیم دلائینگے۔ ان کے لئے اچھی اچھی کتابوں اور کپڑوں کی بھی ضرورت ہوگی ان کی بیماری میں ڈاکٹروں کی فیس اور دوائیوں پر بھی روپیہ خرچ کرنا ہوگا۔ کبھی نہ کبھی شاید بال بچوں سمیت کوئی چھٹی ہی منانے کو آپ کا جی چاہیگا۔ اور یہ آپ خوب جانتے ہیں کہ دنیا میں کوئی کام بغیر پیسے کے نہیں چلتا اس لئے آپ روپیہ بچا بچا کر جمع کر لیں، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آپ خود ہی اپنا کوئی کاروبار پھیلانا چاہیں جو لوگ دستکاری پسند کرتے ہیں یعنی کارخانوں اور فکٹریوں میں کام کرنا چاہتے ہیں، ان کے لئے بس یہ دو طریقے ہیں (۱) یا تو اپنے گھر کی فیکٹریوں یا کارخانے چلائیں۔ (۲) یا پھر کسی بڑے کارخانے یا فرم یا کمپنی میں ورک مین فورمین منیجر بن کر کام کریں۔

اب اگر آپ اپنا ہی کارخانہ چلائیں تو انجمن امداد باہمی سے آپ کو بڑی مدد ملیگی۔ وہ آپ کو آپ سے زیادہ سستا اور اچھا کچا مال اوزار اور سامان خرید دیگی۔ آپ کے کارخانے کا مال بازار میں بکوائیگی۔ اسکے لئے نئی نئی منڈیاں ڈھونڈے گی۔ نئے نئے [illegible] معلوم کریگی۔ غرض ہر وقت اللہ ہر طرح آپ کے کارخانے کی خیر منائیگی۔

کچھ دن ہوئے میں نے [illegible] ایسی انجمن امداد باہمی دیکھی جو ہوتے ہوتے ایک پارٹی سی بن گئی [illegible] آپس میں کام بانٹ رکھا ہے۔ شروع سے آخر تک ایک ہی آدمی سارا کام نہیں کرتا بلکہ ہر شخص اس کام

کا ایک ایک حصہ کرتا ہے اور اس طرح کام اتنی جلدی ہو جاتا ہے کہ اکیلے کام کرنے سے کوئی تین گنا زیادہ مال ہر روز تیار ہو جاتا ہے۔

ان لوگوں کے لئے جو بڑی بڑی کارخانوں اور فیکٹریوں میں کام کرنا چاہتے ہیں، ابھی سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہندوستان کے سارے کارخانے آجکل دن رات جنگ کی مانگ کو پورا کرنے پر لگے ہوئے ہیں جب جنگ ختم ہو جائیگی اور جنگ کا سامان بننا بند ہو جائے گا۔ تو پتہ نہیں کتنے کارخانے بالکل ہی بند ہو جائیں گے۔ کتنے جنگ کی بجائے امن کی چیزیں مثلاً ریڈیو، بائیسکل وغیرہ بنانے لگ جائیں۔ اور نہ ہی یہ پتہ ہے کہ اتنے لوگ جو اس وقت کارخانوں میں لگے ہوئے ہیں ان میں سے کتنے کام کرنا چھوڑ دینگے اور فوجیوں کو انکی جگہ مل جائیگی۔ لیکن سرکار ہر حالت میں آپ کی مدد پر تلی ہوئی ہے، اور ہر طرح آپ کی بہتری اور بھلائی کی ترکیبیں سوچ رہی ہے۔ آپ لوگوں میں سے جو لوگ کارخانوں میں کام کرنا پسند کرتے ہوں ان کے لئے نوکریوں کا ادلا بدلا کرنے کے لئے، خاص خاص افسر رکھے جائینگے، اور خاص خاص دفتر کھولے جائینگے جن کا نام امپلائمنٹ اکسچینج دفتر ہوگا۔

ان دفتروں میں آپ اپنا اپنا نام لکھا سکیں گے، اور جب موقعہ ہوگا، اور جگہیں نکلیں گی، تو آپ کو خبر کر دی جائیگی۔ ہمیں پورا پورا بھروسہ ہے، کہ سرکار ان لوگوں کو لئے، جنھوں نے رہ کر کوئی دستکاری سیکھ لی ہے۔ سول کے کا۔ خانوں کے ضرورت کے موافق سکھلا دینے کا بندوبست ضرور کریگی، تاکہ وہ فوجی کاریگر وہاں نالائق نہ بنیں۔

اور اسی کارن ہم یہ چاہتے ہیں کہ سپاہیوں کو بھی بیوٹی لوائے اسکیم" میں شامل کر لیا جائے (یعنی وہ ٹریننگ اسکول جہاں سول اور فوجی کارخانوں کے لئے کاریگروں کو سکھائی دیجاتی ہے، اور پھر وہ کاریگر ولایت بھیج دیئے جاتے ہیں اور ہمیں امید ہے کہ جوانوں کو موبیلائز کرنے سے پہلے ہی فوجی ٹریننگ سنٹروں میں سول کا کام کرنے کے قابل بنا دیا جائے ہم یہ بھی امید رکھتے ہیں، کہ سول ملٹری سنٹر بھی ہمارے جوانوں کو سکھلائی دینگے، خدا کرے ہم کارخانوں اور فرموں کے ساتھ ایسا بندوبست کر پائیں، کہ وہ ہمارے جوانوں کو امیدواروں کے ساتھ اپنے وہاں رکھ لیں، تاکہ جو دستکاری انھوں نے فوج میں سیکھی ہے، اس کو سول کی ضرورت کے موافق پوری اور پکی طرح سیکھ لیں۔

سچ پوچھ یہ بڑی ہوشیاری اور کاریگری کا کام ہے، اور انھیں لوگوں کے بس کا ہے جو فوج میں بہت بڑھیا اور اول نمبر کے کاریگر رہے ہوں باقی ماندے کاریگروں کو یا تو ان کی سمجھ کے موافق چھوٹی چھوٹی نوکریاں مل جائینگی یا پھر مرے اور بڑھیا کاریگر سب کے سب آپس میں مل کر اپنا ایک انجمن امداد باہمی کارخانہ جدا کھول لیں۔ ہم آپ کے لئے اور کتابچے لکھیں گے اور ان میں آپ کو چھوٹی بڑی سب قسم کی دستکاریاں بتائیں گے۔ اپنا جدا جدا کارخانہ چلانا، یا الگ کاروبار بتائیں گے بڑی بڑی فرموں اور فیکٹریوں میں کام کرنے کا ڈھنگ بتائیں گے۔

حصہ (۲)

اچھا اب آپ اپنے گھروں کو لیں۔ دیکھئے جتنی باتیں تندرستی، اور صفائی کے انتظام کے بارے میں نیلے رنگ کے کتابچوں میں لکھی، ان سب پر شہریوں کو گاؤں والوں سے زیادہ عمل کرنا چاہیئے، کیونکہ گاؤں شہروں سے زیادہ صاف ستھرے اور تندرستی بنانیوالے ہوتے ہیں اور شہریوں کو ان سب باتوں پر عمل کرنا چاہیئے گاؤں والوں سے کسی میں بھی پیچھے نہیں رہنا چاہیئے۔

دیکھئے ایک بوری سیمنٹ سے آپ اپنے باورچی خانوں اور غسل کی بھی حالت بہت اچھی کر سکتے ہیں اور گھر کے اور بہت سارے کام بنا سکتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس گھر کا مکان نہ بھی ہو اور آپ کرائے رہتے ہوں پھر بھی یہ معمولی کام آپ کر سکتے ہیں۔ پس آپ سیمنٹ سے کام لینا ضرور سیکھ لینا چاہیئے۔ مطلب یہ ہے کہ شہری اور دیہاتی سارے فوجی جوانوں کو سیمنٹ اور بجری سے کام لینا، اور سیمنٹ کی چیزیں بنانا آئے اور ہاں ہو سکے تو آپ فوجی اور غیر فوجی لوگ آپس میں مل جل کر کوئی ایک امداد باہمی بنا لیں۔ دیکھئے انجمنیں بہت سی قسم کی ہوتی ہیں اور آپ کو تجارت، دستکاری یا کاروبار میں مدد دینے کے لئے ہم آپ کو امداد باہمی انجمنوں کا حال سنا چکے ہیں۔ اچھا، تو پھر آپ گھر سدھار والی انجمن امداد باہمی ضرور بنا لیں، تاکہ جو کچھ آپ نے فوج میں رہ کر سیکھا ہے، وہ بھی کو یاد رہے، اور آپ لوگ اپنے گھر اور اپنی زندگی کے سدھار میں ایک دوسرے کی مدد بھی کر سکیں۔

ہو سکتا ہے کہ اس طرح آپ ایک ریڈنگ روم بھی بنا لیں، یعنی ایک کلب سا، جس میں بیٹھ کر آپ شام کو اخبار پڑھ سکیں ریڈیو سن سکیں، یا شاید چھوٹے موٹے کھیل مثلاً شطرنج، کیرم وغیرہ کھیل سکیں، اور اپنے گھر اور شہروں کے سدھار کے بارے میں آپس میں بات چیت کر سکیں مگر خدا کے لئے ان کاموں کے پیچھے آپ اپنے بال بچوں کو ہی نہ بھول بیٹھیں، کیونکہ یہ کام اس وقت ہی ہو سکتے ہیں، جب کہ آپ کو اپنے گھر کے دھندوں سے فرصت ہو۔

پس اگر آپ بال بچے دار ہیں، تو آپ اپنے بچوں کے ساتھ کھیلا کریں ان کو کھیلنا بتائیں۔ چھوٹی موٹی دستکاری سکھائیں اور ہاں، بچوں کی سکھلائی میں یعنی ان کو اچھی عادتیں، ڈسپلن اور خودداری سکھانے میں آپ اپنی بیوی کا بھی ہاتھ بٹایا کریں، اجی سب سے اچھی بات تو یہ کہ ہو سکے تو آپ اپنے بچوں کے لئے ایک کلب، یا کھیل تفریح کی جگہ ضرور بنائیں۔ جہاں وہ آپ کے، یا اپنی ماں کے ساتھ یا خود اپنے آپ ہی جایا کریں، اور چھوٹے بڑے سارے کھیل کھیلا کریں۔ بچوں کی کلب بنانا، آپ کے کلب سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

آپ کو معلوم ہی ہے کہ شہروں میں گھر اکثر چھوٹے چھوٹے ہوتے،

گندی اور سیلی گلیوں میں بچوں کا کھیلنا اچھا نہیں ہوتا اسلئے یہ ضروری ہے کہ آپ اپنے بچوں کے لئے کھیل کے میدان اور کھیل تفریح کے کمرے کا بندوبست کریں، یہ کام بغیر انجمن امداد باہمی بنائے، کبھی نہیں ہو سکتا۔ آپ کو یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ آپ کی بیوی پڑھنا لکھنا، سینا پرونا، بُننا اور گھر کے اور کام کاج بھی ضرور سیکھیں۔ اور یہ باتیں جب ہی ہو سکتی ہیں جبکہ وہ عورتوں کی گھر سدھار والی انجمن امداد باہمی کی ممبر بنیں۔ آپ کو اس بات کی بھی دیکھ بھال رکھنی چاہئے کہ آپ کی بیوی بچوں کے لئے ہر وقت ڈاکٹر اور ڈاکٹرنی کا انتظام کو اور وہ اپنے چھوٹے بچوں کو بیت ہیلتھ سنٹر بھی باقاعدہ جاتی رہے۔

خدا کے لئے آپ ایک انجمن امداد باہمی، جس کو انجمن "بہم رسانی برائے دیہاتیان" کہتے ہیں ضرور بنا لیں، یا اگر پہلے ہی سے ایسی کوئی انجمن بنی ہوئی ہے تو اس میں شامل ہو جائیں۔ اس کی بدولت آپ بہت ساری چیزیں اپنے سے زیادہ سستی اور اچھی خرید سکیں گے۔ یہ انجمن آپ کے لئے پھل، سبزیاں، مچھلیاں، انڈے اور دودھ خود دیہات اکٹھا کرے گی اور ایسا تازہ خرید دیگی، جو آپ کو شہر میں کبھی نہیں مل سکتا۔

ہمیں اُمید ہے کہ آپ کے دیہات بھی ان چیزوں کی سپلائی کے لئے امداد باہمی انجمنیں بنا لیں گے، اور پھر آپ یہ سب چیزیں ایک دم سیدھی ان انجمنوں سے ہی خرید سکیں گے۔ ایمان کی بات تو یہ ہے، کہ شہروں میں تازہ خوراک جس کو تندرستی والے کتابچے میں "حفاظت خوراک" بتایا گیا ہے، ہمیشہ مشکل سے ملتی ہے اور اس کے لئے یہ ایک آسان طریقہ ہے۔

ہاں ایک علاج اور بھی ہے، اور ہم چاہتے ہیں، کہ آپ لوگ آپس میں خوب اچھی طرح بات چیت کر کے سوچ سمجھ لیں جہاں تک ہمیں معلوم ہے یہ بات ابھی تک ہندوستان میں آزمائی ہی نہیں گئی ہے اور آپ فوجی لوگ ہی شاید اس کی پہل کرینگے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ الاٹمنٹ کی ایک انجمن امداد باہمی بنا لیں۔ یہ انجمن آپ کو شہر کے پاس ہی زمین کوئی ٹکڑا یا تو کرایہ پر دیگی، یا خرید دے گی، جہاں آپ پیدل یا بائیسکل سے بہت آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔

اگر اس زمین میں کوئی کنواں نہ ہو، تو آپ کی انجمن اس میں کنواں کھدوا دیگی، پھر اس زمین کی کاشت کے لئے ممبروں میں بانٹ لئے جائیں۔ ان جن لوگوں کو ابھی کھیتی باڑی کے تجربے نہیں ہیں، انکو پہلے پہل بالکل چھوٹے چھوٹے حصے دیئے جائیں۔

اور جوں جوں ان کا تجربہ بڑھتا جائے، ان کے حصے بڑے کئے جائیں۔ اس زمین پر آپ لوگ سبزی، پھول اور شاید پھل بھی لگا سکیں گے۔ اس زمین میں کنواں چلانے، ہل جوتنا، اور اور محنت مشقت کے کام کرنے کے لئے آپ کی انجمن ایک آدمی رکھ دے گی، اور ایک جوڑی بیل بھی خرید دیگی۔ یہ آدمی زمین کی رکھوالی کے لئے وہیں رہا بھی کریگا۔

آپ لوگ اور آپ کے دوست چھٹی کے دن، یا جب موقع ملے، شام سویرے اپنی زمینوں کے حصے پر کام کرنے جایا کریں۔

اپنے لئے اچھی اچھی سبزی اور پیارے پیارے پھول لگانے میں آپ لوگ ایک دوسرے سے بازی بھی لگا سکیں گے اور شاید بچی کھچی چیزوں کو بیچ بھی لیا کریں گے، یا پڑوسیوں کو دیدیا کرینگے یا اسپتالوں میں بھیج دیا کرینگے۔ اور آپ کو اپنے کھانے کے لئے ایسی اچھی خوراک اور تازہ ہوا مل جائیگی، جو شہریوں کو آج تک نصیب ہی نہیں ہوئی۔ ہو سکتا ہے کہ ایسے حصے بخرے کرنے کے لئے آپ کو زمین ہی نہ ملے، لیکن آپ اس معاملہ پر غور کر کے اسکو اپنے دماغ میں رکھیں اور جنگ کے بعد جب آپ اپنے گھر جائیں تو اس پہ عمل کرنے کی کوشش ضرور کریں۔

سبزیاں بونے میں آپ شہری لوگوں کو ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ آپ اور دیہاتی لوگوں میں جان پہچان ہو جائیگی اس وقت تو آپ ایک دوسرے سے کوسوں دور ہیں آپ کو اپنے دل بہلاوے اور تفریح کے لئے اچھا اور کھلا اور مزیدار موسم چاہتے ہیں اور وہ بارش چاہتا ہے آپ چاہتے ہیں کہ اناج سستا بکے اور وہ چاہتا ہے کہ اس کو اپنے فصل کی اچھی رقم ملے۔ یوں ہی آپ لوگوں میں آپس میں میل نہیں کھاتی، بلکہ الگ ڈاٹ سے رہتے ہیں اور ایک دوسرے کو بھائی بھائی اور وطنی سمجھنے کے بجائے غیر سمجھتے ہیں۔

لیکن خدا نے چاہا تو یہ چھوٹے چھوٹے باغیچے شہری اور دیہاتی لوگوں میں سلوک پیدا کر دینگے اور اس خیال کو کہ ہم بالکل جدا جدا پارٹی کے لوگ ہیں دور کر کے آپس میں مل کر کام کرنے کا شوق پیدا کر دینگے۔

ایک اور بات جو آپ لوگ کر سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ سائیکلوں پر اپنے دوستوں کے ساتھ دریا نہر پر نہانے یا تیرا کی مقابلے کرنے یا پانی میں پولو کھیلنے جا سکتے ہیں یا گاؤں میں اپنے فوجی بھائی بندوں سے ملنے ملانے جا سکتے ہیں۔ اس کو سیر سپاٹا کہتے ہیں اور اسے چھٹی کا دن اچھا منایا جا سکتا ہے۔ کسی دن اپنے بال بچوں کو لیکر اور شاید اپنے پڑوسی اور اس کے بال بچوں سمیت بھی سیر سپاٹا کر سکتے ہیں۔

دیکھئے، گھر جا کر، اگر آپ سدھار کی ان تمام نئی نئی باتوں پر جو آپ نے فوج میں سیکھی ہیں عمل کرینگے تو شہر کی زندگی نہ تو اتنی روکھی پھیکی اور بدمزہ سی ہوگی اور نہ وہاں اتنی بیماریاں رہیں گی جتنی کہ اب ہوتی ہیں۔

حصہ (۳)

گاؤں کی طرح شہر میں بھی لوگ الگ الگ اکیلے ہی رہتے ہیں اور ایمان کی بات تو یہ ہے کہ جو لوگ اکٹھا رہتے ہیں انکی زندگی تندرستی، خوشی اور آرام سے جب ہی گذر سکتی ہے، جبکہ وہ اچھی رعایا بنیں، اور رعایا ہونے کے سارے فرض زمینداریاں پوری کریں، جن کو اپنے بھائی بندوں کے ساتھ گھاس جوڑ مکانوں میں ایسے رہنا سہنا آتا ہو کہ نہ تو ایک دوسرے کے کام میں

خوش ہو اور نہ ہی ایک دوسرے کی تندرستی سکھ میں، اور آرام میں روڑا اٹکے سچ تو یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کی بھلائی سکھ چین آرام اور خوشی کو اپنا جیسا سمجھیں اور جب ہو سکے آپس میں مل جل کر کام کرنے سے اچھی رعایا تو شہر میں اکٹھے رہنے میں نقصان کے بدلے فائدہ ہی فائدہ ہے۔

اچھا، اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ اچھی رعایا کے کیا کیا فرض ہیں ؟

پہلا فرض تو پڑوسیوں کا حق ادا کرنا ہے۔ دیکھئے، تہذیب اور رہن سہن کا ایک بڑا قانون یہ ہے کہ ہم اپنے پڑوسی کے بھلائی اور بہتری کو اپنے جیسے ہی ضروری سمجھیں نہیں تو ہم ہرگز اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ بلکہ بھرے جاہل اور جنگلی بن جائینگے یا ایک دوسرے سے اتنے بچنے اور الگ رہنے لگیں گے کہ ہماری خود غرضی اور لاپرواہی کے ڈھنگ ہمارے پڑوسی کی تندرستی اور آرام میں روڑا نہ اٹکائیں۔

یوں سمجھ لیجئے کہ جس گلی میں ہمارا اور ہمارے پڑوسی کا برابر کا حق ہو اور اس میں ہمارے پڑوسی کے بچے بھی چلتے ہوں اس میں ہم اپنے گھر کا کوڑا کرکٹ نہ پھینکیں۔ اور ہاں، اگر گلی میں پکی نالی نہ ہو تو ہم کو اپنے گھر اور احاطے کا پانی چاہے وہ صاف ہو یا گندہ گلی میں ہرگز نہیں پھینکنا چاہیئے۔

اور سوائے باقاعدہ بنے ہوئے پائخانوں کے ہمیں ادھر ادھر کھلی جگہ میں، جی چاہے جہاں پیشاب پائخانہ کبھی نہیں پھرنا چاہیئے۔ سوچنے بات تو یہ ہے کہ یہ سب باتیں جتنی ہماری تندرستی کے لئے ضروری اور اچھی ہیں اتنی ہی ہمارے پڑوسی کی تندرستی کے لئے ضروری اور اچھی ہیں اسکے علاوہ اگر ہمارے پڑوسی کے بچوں کی نیند خراب ہو تو ہمیں رات کو اپنے گھر میں گانا بجانا اور پٹاخے چھوڑنا نہیں چاہیئے۔

اگر پڑوسی کے گھر میں کوئی بیمار ہو تو ہمیں اس کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیئے غرض ہر حال میں اور ہر وقت ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ رہنا سہنا اور خوشی منانے کا جتنا ہمارا حق ہے اتنا ہمارے پڑوسی کا بھی۔

آپ جانتے ہیں کہ ساری دنیا میں رکھپت اور رکھاپت والا معاملہ ہے اگر ہم اپنے پڑوسی کے آرام اور خوشی کا خیال رکھیں گے تو وہ بھی ہمارے آرام اور خوشی کا خیال ضرور رکھے گا اور پھر ہم دونوں کو اس سے کہیں زیادہ آرام اور چین نصیب ہوگا جتنا آپ کو دوسرے سے بے لاگ اور بے پرواہ رہنے سے ہوگا دکھ تکلیف میں ہمیں آپ کو دوسر کی مدد کرنی چاہیئے تاکہ پڑوس میں رہنے سے نقصان کے بدلے فائدہ ہو۔

ہمیں امید ہے کہ آپ دیہاتی لوگ بھی ان سب باتوں کو غور سے سنیں گے کیونکہ یہ شہری اور دیہاتی سب کے لئے ایک جیسی ضروری ہیں۔

پاس پاس رہنے میں ایک اور طرح بھی فائدہ ہو سکتا ہے یعنی لوگ آپس میں مل جل کر سب قسم کی امداد باہمی یا کسی اور طرح کی انجمن بنا سکتے ہیں جن سے آپ لوگوں کو وہ چیزیں مل سکتی ہیں جو الگ الگ ایک دوسرے سے دور رہنے میں نصیب نہیں ہو سکتی یعنی آپ کو پڑھنے کا کمرہ مل سکتا ہے جسمیں پڑھنے کو کتابیں اور اخبار اور سننے کو ریڈیو اس میں اکٹھے بیٹھ کر آپ لوگ اپنے شہر اور گاؤں سدھار پر بحث مباحثہ کر سکتے ہیں ڈرامہ اور کتابیں وغیرہ آپس میں مل کر پڑھ سکتے اور ان پر بات چیت کر سکتے ہیں یا اور بھی جی چاہے کام کر سکتے ہیں اس کمرے میں گانا بجانا اور ڈرامہ بھی کر سکتے ہیں اور ایسے ایسے آدمیوں کو بھی وہاں بلا سکتے ہیں جو آپ کو اچھی اچھی باتیں سنائیں اور اچھے لیکچر دیں۔

اور ہاں آپ عورتوں اور بچوں کے لئے ایک "ویلفیئر سنٹر" کھلوا جس کو عام طور پر ہیلتھ سنٹر کہتے ہیں پھر آپ ریڈیو کراس بوائے اسکاؤٹ گرلس گائیڈ انجمن تعلیم بالغان، کھیل، بچوں اور بڑوں کے کلب بھی بنا سکتے اور آپ بائیسکل کی سیر سپاٹے کی تیراکی کے کلب بھی بنا سکتے ہیں۔

اچھی بات تو یہ ہے کہ اپنے ہی فائدے کے لئے اگر آپ لوگ آپس میں ملکر کام کرنا اور روپیہ اکٹھے ہو کر کسی کام میں لگانا سیکھیں تو شہریوں کے لئے اپنی زندگی کو دلچسپ تندرست اور خوشحال بنانے کی ان گنت اور بے شمار راہیں ہیں آپ اپنے آپ ہی اپنی بھلائی کی کوئی بات سوچیں اور دیکھیں کہ آپ اپنے بھائی بندوں اور پڑوسیوں کے ساتھ مل کر کونسا کام نہیں کر سکتے۔

آپ لوگوں میں سے جو لوگ ولایت ہو آئے ہیں وہ خاص طور سے ان باتوں میں بڑے کام کی مدد دے سکتے ہیں کیونکہ انھوں نے آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہاں کے لوگ کیسے آپس میں مل کر اپنے بہت سارے کام نکال لیتے ہیں۔ غرض یہ ساری باتیں اور دوسری بھی جو باتیں بعد میں بتائی جائینگی وہ شہری اور دیہاتی سب کے لئے ایک جیسی ضروری ہیں۔ کیونکہ گاؤں کی کمیٹی، جو پنچایت کہلاتی ہے، وہ بھی گاؤں میں اتنا ہی آرام و چین تندرستی اور خوشحالی پیدا کر سکتی ہے، جیسی کہ شہر میں ایک اچھی میونسپل کمیٹی۔

غلّہ کے کیڑے

یہ وہ تقریر ہے جو مسٹر ابن علی صاحب بی۔ ایس۔ سی (ایگریکلچر) پبلسٹی افسر محکمہ زراعت یو پی لکھنؤ نے مورخہ ۱۲ جون سنہ ۱۹۴۲ء کو آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے نشر کی ہے۔

تمام کیڑوں کو ہم دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ یعنی ایک تو وہ جو ان کے دشمن ہیں اور ایک وہ جو کاشتکاروں کے دشمن کے دشمن یعنی دوست ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے دشمنوں کے حملہ کرنے کا نہ ایک طریقہ ہے نہ ان کے پاس ایک ہی قسم کے ہتھیار ہیں۔ یعنی پودے کی جڑیں کھاتے ہیں۔ بعض کو پودوں کے تنے پسند ہیں۔ بعض پھولوں اور پھلوں کو چٹ کر ڈالتے ہیں۔ بہت کھڑی ہوئی فصل کو شوق سے کھاتے ہیں۔ بعض کیڑے فصل کو کاٹ ڈالتے ہیں۔ اور بعض کھا جاتے ہیں اور تنوں اور شاخوں میں سوراخ کر دیتے ہیں۔ اور بہت رکھے ہوئے غلہ کو زیادہ برباد کرتے ہیں۔

آج میں اس تھوڑے سے وقت میں آپ لوگوں کو سب کیڑوں کا حال بتاؤں تو شاید ایک کتاب کا اتنا مضمون ہو جائے۔ اسلئے صرف اس کیڑے کا حال بتلاؤں گا جو غلّہ کھانا پسند کرتا ہے۔

حضرات! غلہ کو کس طرح محفوظ رکھنا چاہیئے تاکہ اس کو گھن کیڑوں سے نقصان نہ پہنچے۔ جن غلوں میں گھن لگتا ہے وہ گیہوں چاول۔ چنا۔ مکا۔ جوار۔ مٹر۔ لوبیا۔ ارہر وغیرہ ہیں۔ لیکن ان سب میں خاص چیز گیہوں ہے۔ جس کی کہ بیج، خوراک اور تجارت کے لئے بڑی مقدار میں رکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

اس سے پہلے کہ غلہ کو رکھنے کی تدابیر بتاؤں۔ گھن کے کیڑوں کی زندگی کے مختصر حالات اور نقصان کا طریقہ بتلانا ضروری ہے۔ گودام میں نقصان پہنچانے والے کیڑوں میں سے مخصوص طور سے تین کیڑے ہوتے ہیں۔

اوّل۔ سرسلی یا سونڈ والا گھن۔ دوئم اُڑنے والا بیضوی صورت کا گھن۔ سوئم۔ پئی جسکو کہیں کہیں ڈھورا کے نام سے بھی پکارتے ہیں۔

گیہوں کو جن کیڑوں کی بدولت بہت زیادہ نقصان پہنچتا ہے اُن میں سونڈ والا گھن یعنی سرسلی عموماً پایا جاتا ہے۔ یہ صرف کھیتوں ہی میں نہیں لگتا بلکہ دوسرے جمع کئے ہوئے غلّوں اور گوداموں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس کیڑے کی بدولت بہت زیادہ نقصان ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ انڈے سے نکلتے ہیں گیہوں کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کیڑے کے ہاتھی کی طرح ایک سونڈ ہوتی ہے اور رنگ بھورا سیاہی مائل ہوتا ہے۔ جیوں جیوں یہ کیڑا بڑھتا ہے تیوں تیوں زیادہ کالا ہوتا جاتا ہے۔ مادہ کیڑا گیہوں میں سوراخ بنا کر انڈا رکھ دیتا ہے۔

چونکہ انڈے کا رنگ بالکل گیہوں کے گودے کے رنگ کا ہوتا ہے اس لئے گیہوں کو توڑ کر اس کے انڈے کا پتہ لگانا مشکل ہوتا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ گیہوں میں بلا سوراخ کئے ہوئے دانوں کے اوپر یا ڈھیر میں مادہ کیڑے انڈے دیتے ہیں۔ انڈے سے چھٹے دن بچہ نکل آتا ہے۔ بچہ موٹا اور گدگدا ہوتا ہے اور رنگ سفید ہوتا ہے ٹانگیں نہیں ہوتیں اور نہ جسم پر دھبے ہوتے ہیں سر البتہ بھورا پیلا ہوتا ہے۔ اس کو بیٹھے ہی بیٹھے خوراک ملتی رہتی ہے اس لئے اسکو ٹانگوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور لڑھک کر چلتا ہے۔ بچہ جب گیہوں کے دانہ کے اندر ہوتا ہے تو دانے کو اوپر سے دیکھکر یہ نہیں پتہ چلتا کہ اس دانہ میں گھن لگا ہوتا ہے۔ بچہ دانہ کے اندر اپنے لئے ایک چھوٹی جگہ کر لیتا ہے اور کچھ دن دبکا پڑا رہتا ہے۔ اس صورت میں کیڑے کو پیوپا یعنی گھونگھا کہتے ہیں یہیں پڑا پڑا وہ گھونگھا پورے قد کا کیڑا بن جاتا ہے اس کیڑے کے باہر نکلنے کے لئے پہلے سے کوئی سوراخ نہیں بنا ہوتا بلکہ وہ دانہ کو کاٹ کر باہر نکل آتا ہے گرمی کے موسم میں یہ کیڑا گھونگھے کی حالت میں قریب چھ دن تک رہتا ہے۔ گھن کے کیڑے چند ہفتوں یا کئی مہینوں تک زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ کیڑے غلّہ کو اس وقت عام طور سے نقصان پہنچاتے ہیں جب وہ انڈے سے نکلتے ہیں۔ لیکن سونڈ والا گھن بڑا ہو جانے پر بھی نقصان پہنچاتا رہتا ہے۔ نر اور مادہ کیڑے کی یہ پہچان ہے کہ نر کیڑے کی سونڈ مادہ کیڑے کی سونڈ سے چھوٹی اور موٹی ہوتی ہے۔ اس کیڑے میں ایک خاص بات یہ پائی جاتی ہے کہ غلّہ کے دانے میں چھپے پڑے رہتے ہیں لیکن جب دانہ ہلایا ڈلایا جاتا ہے تو بہت سے کیڑے نکل آتے ہیں اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ بڑے ہو کر سونڈ والے گھن۔ سیدھی کھڑی ہوئی اور چکنی سطح پر بہت آسانی سے چڑھ سکتے ہیں۔ باقی دوسری قسم کے دو گھن اڑنے والے اور پئی اس طرح نہیں چڑھ سکتے۔ یہ کیڑے ناج کا تمام گودا نہیں کھا جاتے جس طرح اُڑنے والے گھن کھا جاتے ہیں یہ دیکھکر کہ غلہ کے دانوں کا تمام گودا کھایا ہوا ہے یا نہیں۔ آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ اس میں سونڈ والا گھن لگا ہوا ہے۔ اُڑنے والے گھن کا زور اگست سے لیکر اکتوبر تک رہتا ہے۔ اس عرصہ میں ان کیڑوں کی تین نسلیں بدلتی ہیں۔ جو انڈے فروری اور مارچ کے مہینوں میں دئے جاتے ہیں۔ ان کے بچے جولائی اور اگست کے پہلے پورے قد کے نہیں ہو پاتے ان کیڑوں سے سب سے زیادہ نقصان آت

نومبر یا دسمبر کے درمیانی عرصہ میں پہنچتا ہے اور فروری تک نقصان ہوتا رہتا ہے۔ ان کیڑوں سے گرمی کے دنوں میں سب کم نقصان ہوتا ہے۔

اُڑنے والے گھن۔ اس گھن کے کیڑے کا زور مئی سے لیکر اگست تک بہت ہوتا ہے۔ اکتوبر سے لیکر مارچ تک سردی کے باعث خاموش بیٹھا رہتا ہے۔ سال کے باقی دنوں میں قریب چار چار ہفتے بعد اس کیڑے کے انڈے بچے ہوتے ہیں۔ پورے قد کے کیڑے پردار ہوتے ہیں۔ نر اور مادہ دونوں کے پر ہوتے ہیں۔ یہ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ جن مکانوں میں گیہوں جمع ہوتا ہے ان مکانوں میں یہ کیڑے اُڑا کرتے ہیں۔

غلے کے ایسے دانے بھی دیکھنے میں آئے ہیں جن کے اندر کا آٹا کھایا ہوا ہوتا ہے صرف چھلکا ہی چھلکا باقی رہتا ہے۔ چھلکوں میں بڑے بڑے اور ٹیڑھے ٹیڑھے سوراخ بنے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے دانے اسی گھن کے لگنے سے ہوتے ہیں۔ یہ کیڑا اتنا نقصان نہیں کرتا جتنا سونڈ والا گھن کرتا ہے۔ جن بکھاروں یا کوٹھوں میں غلہ بھر کر رکھا گیا ہو اور ہوا آتی جاتی ہو۔ تو ان میں اڑنے والے گھن کی تعداد نہیں بڑھتی۔ لیکن اگر ان کو بند کر دیا جائے کہ ان میں ہوا نہ پہنچنے پائے تو یہ کیڑے بڑی تیزی کے ساتھ انڈے دینے لگتے ہیں۔ جن بوروں یا مٹی کے برتنوں کا ڈھکن کچھ کھلا ہوا ہو ان میں یہ کیڑا کبھی نہیں لگتا۔ بلکہ یہ کیڑا صرف انھیں برتنوں میں پایا جاتا ہے جن کے منہ کو مٹی سے اس طرح بند کر دیا جاتا ہے کہ ان میں ہوا کا گزر نہ ہو سکے۔

بئی گھن کے کیڑے کے بچے غلے میں ایک عجیب طریقہ سے لگتے ہیں اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ غلے کے دانوں کے باہر رہ کر گزارتے ہیں لیکن وہ دانوں کو کتر کتر کر نقصان پہنچاتے ہیں۔ یہ کیڑا گیہوں کے ڈھیر کے اوپری حصے میں ہی بہت رہا کرتا ہے گیہوں کے ڈھیر میں نیچے تک تو گھس جاتے ہیں۔ لیکن زیادہ نقصان ڈھیر کے اوپر کے ۲ سے ۱۲ انچ تک کے حصے میں ہی ہوتا ہے۔ غلہ کے ڈھیر میں ان کیڑوں کے چھلکے یعنی کینچلی دیکھکر بہت جلد معلوم ہو جاتا ہے کہ بئی گھن کے کیڑے غلے کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ سرسلی اور اڑنے والے گھن کے خلاف بئی گھن کے بچے دانہ کے جس قدر حصہ کو کترتے ہیں وہ سب کا سب کھا جاتے ہیں۔ دوسرے گھن کے کیڑے جب گیہوں میں لگتے ہیں تو گیہوں کا برادہ دانوں کے ساتھ ملا ہوا پایا جاتا ہے لیکن جب بئی گھن لگتا ہے تو اس قسم کا برادہ نہیں پایا جاتا۔ ان کیڑوں کے متعلق ایک دوسری اور عجیب بات یہ ہے کہ جب گیہوں میں یہ بہت لگا ہوا ہوتا ہے۔ وہ چھونے سے ہمیشہ گرم معلوم ہوتا ہے۔ اب میں کچھ ایسے طریقے بتاؤں گا کہ جن سے جمع کیا ہوا غلہ ان کیڑوں کے نقصان سے بچ سکے

بیج کے لئے غلے کو کامیابی کے ساتھ جمع کرنے میں آپ کو تین باتوں کا دھیان رکھنا چاہئے۔ اوّل یہ کہ بیج کیڑے کے نقصان سے بچا رہے۔ دوم۔ بیج کی اصلیت میں خرابی نہ ہو۔ سوم یہ کہ بیج کی طاقت کم نہ ہونے پائے۔ آپ کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ غلہ میں عام طور پر اور زیادہ تر حالتوں میں اوّل اوّل مرتبہ اس وقت کیڑا اثر ہوتا ہے۔ جبکہ غلہ فصل کٹ جانے کے بعد گودام میں کھلا پڑا رہتا ہے اس لئے آپ کو چاہئے کہ غلہ کو سیدھا کھلیان سے ہی اٹھا کر جمع کریں۔ ایک دوسری بات جو آپ کو یاد رکھنے کے ہے وہ یہ ہے کہ سوکھا ہوا بیج سخت ہوتا ہے اس کو کیڑا آسانی سے نہیں کاٹ سکتا۔ لیکن برخلاف اس کے نم بیج ملائم ہوتا ہے اس میں کیڑا آسانی سے سوراخ کر لیتا ہے زیادہ تر نقصان اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ یا تو بیج نمی کی حالت میں رکھا جاتا ہے یا رکھنے کے بعد اس میں نمی پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے آپ کو سب سے پہلی اور ضروری احتیاط یہ کرنی چاہئے کہ غلہ کو بھرنے سے خوب اچھی طرح سکھا لینا چاہئے اگر ممکن ہو تو دھوپ میں پتلا پھیلا کر سکھایا جاوے تاکہ سب دانہ گرم ہو جائیں۔

دوسری احتیاط آپ کو یہ کرنی چاہئے کہ غلہ بھرنے کے بعد میں نمی نہ پہنچنے پائے۔ برسات کے دنوں میں مکانوں کے اندر یا باہر ہر طرف ہوا میں بہت زیادہ نمی رہا کرتی ہے اور جو غلہ پہلے سکھا کر رکھا جاتا ہے وہ اس نمی کو جذب کر کے نم ہو جاتا ہے یہی وقت وہ ہوتا ہے۔ جبکہ کیڑا بہت تیزی سے لگتا ہے۔ اگر غلہ عرصہ تک محفوظ رکھنا ہے تو اُسے اس قسم کے کوٹھے یا کھتے رکھنا چاہئے جن میں نہ تو نمی پہنچنے پائے اور نہ کیڑوں کا گزر ہو سکے۔

تیسری احتیاط یہ کرنی چاہئے کہ غلہ جمع کرنے کے لئے کوٹھا یا بکھاری چاہے جس طرح کی بنائی جائے مگر اس کے پیندے میں یا دیواروں میں کوئی شگاف یا ایسے سوراخ نہ ہوں جن میں ہو کر کیڑے اندر پہونچ سکیں۔

چوتھی احتیاط یہ ہے کہ جن برتنوں میں غلہ بھرا جائے۔ ان میں سوکھی ہوئی نیم کی پتیاں یا نیپتھلین کی گولیاں ڈال کر برتن کے منہ کو اس طرح سے بند کر دیا جائے کہ اس میں ہوا کا گزر نہ ہو دوسرے اس بات کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ جن برتنوں میں غلہ بھرا جائے اس میں خالی جگہ نہ رہے۔ جبکہ غلہ بوروں میں بھر کر بکھاروں یا کوٹھوں میں جمع کیا جاوے تو ان کے فرش اور دیوار قریب تین فٹ کے تارکول سے لپٹے ہوئے ہوں ان کھتوں کے فرش پر غلہ کے بورے رکھنے سے پیشتر ایک فٹ بھوسہ کی تہ دینا چاہئے

[غ]لہ کے بورے اس انداز سے رکھے جائیں کہ دیوار سے ایک [با]شت دوری پر رہیں اور اس خالی جگہ میں بھی بھوسہ بھر دیا جائے [ا]گر ضرورت ہو سب رکھ دینے کے بعد ان کے اوپر بھوسہ کی ایک [تہ] لگا دینی چاہئے۔ تاکہ موسم برسات میں غلے پر نمی کا اثر نہ ہو

اور پھر کھتوں کو اس طرح بند کرنا چاہئے کہ اس میں نمی کا گزر نہ ہو یعنی ان کے روشندان اور دروازوں کے دہانوں کو مٹی اور گوبر سے لیپ دینا چاہئے۔ اس بات کا خاص دھیان رکھئے کہ برسات میں کھتے نہ کھولے جائیں۔

"پینسلین"۔ ایک زندگی بخش دوا

ایک حیرت انگیز ایجاد

سائنسدانوں نے اپنی ایجادوں کے ذریعے نئے نئے اسلحات وغیرہ [ا]یجاد کرکے صرف دنیا کو تباہی و غارت گری کے سامان ہی نہیں دیئے [بلک]ہ ان کی کچھ ایجادیں ایسی بھی ہیں جو بہت ہی مفید ہیں اور مرتے [ہو]ئے انسانوں میں از سر نو زندگی بھی پیدا کرتی ہیں۔ ۲۲ فروری ۱۹۴۴ء کو اخباروں میں سورگیا شریمتی کستوربا گاندھی کے مرض کے خوفناک شکل اختیار کرنے کی خبر چھپی تھی اور اسی کے ساتھ ساتھ یہ خبر بھی چھپی تھی کہ حکومت بمبئی نے بذریعہ ہوائی جہاز 'پینسلین' دوا کے منگانے کا انتظام کیا ہے۔ اس ملک میں بیشتر لوگوں نے اس دوا کا نام شاید پہلی ہی بار سنا ہوگا اور لوگوں کو اس کے بارے میں کچھ زیادہ جاننے کی خواہش ضرور ہوگی اسی لئے حیرت انگیز اثر والی زندگی بخش دوا کی کہانی ہم قارئین دنیا یا تصویر کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔



پروفیسر فلیمنگ

پینسلین ۱۹۴۳ء کی حیرت انگیز ایجاد ہے جس طرح سائنسدانوں نے چند سال ہوئے ایم۔ بی ۶۹۳ دوا ایجاد کرکے تمام دنیا کو متحیر کر دیا تھا اور نمونیا سے ہونے والی موتوں کی تعداد ۹۰ فیصدی سے گھٹا کر نہیں کے برابر کر دی ہے اسی طرح پینسلین نے بھی مرتے انسان کو از سر نو زندگی بخشنے کا اثر پایا ہے۔

پینسلین کیا ہے؟

سب لوگ جانتے ہیں کہ اگر ساگ سبزی، مربہ چٹنی وغیرہ کچھ دیر تک یوں ہی پڑے رہیں تو ان کے اوپر ایک طرح کی پھپھوندی لگ جاتی ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں چیز سڑنے لگی ہے یہ پھپھوندی کئی قسم اور کئی رنگ کی ہوتی ہے اور اسکا تعلق دنیائے نباتات سے ہے یہ بات بیحد حیرت انگیز ہے کہ پینسلین اسی ہرے رنگ والی پھپھوندی سے بنائی جاتی ہے کیا کبھی کسی کو بھولے سے بھی یہ خیال ہو سکتا تھا کہ اس بیکار چیز سے دنیا میں ایک حیرت انگیز دوا تیار ہو سکتی ہے۔ لیکن جو ناممکن معلوم ہوتا تھا اسی کو سائنس نے آج سچ کرکے دکھا دیا۔ اسکا موجد ایک انگریز عالم ہے جس کا نام پروفیسر الیگزینڈر فلیمنگ ایف۔ آر۔ ایس ہے۔

اس دوا کی ایجاد کا بھی ایک دلچسپ قصہ ہے اس قصہ کا آغاز ۱۹۲۹ء سے ہوتا ہے۔ پروفیسر فلیمنگ سینٹ میری ہسپتال لندن میں پھوڑا، پھنسی، قارچ وغیرہ کے پیدا کرنے والے ایک طرح کے خوفناک زہریلے جراثیم کو جنکو (Staphylococci) سٹیفلوکوکائی کہتے ہیں، ایک خاص قسم کے خمیرے میں اُگا رہے تھے۔ یہ خمیرہ کانچ کی نلیوں میں رکھا ہوا تھا۔ ایک دن انھوں نے یہ دیکھا کہ انکے خمیرے کی ایک نلی میں ایک جگہ کچھ ہری ہری پھپھوندی

گلی ہوئی ہے اور اس کے آس پاس کے یہ زہریلے جراثیم آہستہ آہستہ غائب ہوتے جاتے ہیں دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنی ہوئے کہ پھپھوندی کوئی ایسا کیمیاوی مادہ پیدا کر رہی تھی جس میں ان زہریلے جراثیم کو مار ڈالنے کی زبردست طاقت پیدا ہو گئی تھی۔

اس منظر نے فلیمنگ کو حیرت میں ڈال دیا۔ اور اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے اس پھپھوندی میں کوئی ایسی زندگی بخش طاقت ہو جو بیماریوں کے زہریلے جراثیم کو برباد کر دیتی ہو۔ یہیں سے اس دوا کی ایجاد کا کام شروع ہوتا ہے اس نے اس ہری پھپھوندی کو لے کر ایک علٰحدہ شیشے کی نلی میں پیدا کیا ایسا کرتے کرتے وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جس رقیق مادہ میں پھپھوندی پھلتی پھولتی ہے اس میں جراثیم کو مارنے کی حیرت انگیز طاقت موجود ہوتی ہے جو مادہ اس رقیق مادہ میں ملکر اس میں یہ وصف پیدا کرتا ہے اسی کا نام اس نے پنسیلن رکھا چونکہ اس کے زیادہ مقدار میں بنانے میں بڑی دشواریاں تھیں اس لئے تقریباً دس بارہ سال تک کسی نے اس طرف خاص توجہ نہ کی۔ رقیق مادہ میں پھپھوندی کا بہت تھوڑا حصہ گھل پاتا تھا۔ اس سے مریض کو آرام پہنچانے کے لئے اس رقیق محلول (جس میں پنسیلن گھلی رہتی تھی) کو زیادہ مقدار میں دینا پڑتا تھا۔ اس بات کی کوشش کی جانے لگی کہ تھوڑے سے رقیق مادہ میں زیادہ پھپھوندی گھل جائے اور مرتکز محلول (Concentrated) تیار ہو سکے تاکہ مریض کو چھوٹی خوراک دینی پڑے خوراک مریض کو سوئی سے دیجاتی ہے اسلئے زیادہ مقدار کی خوراک دینے میں مشکل ہوتی ہے حال میں پروفیسر فلوری اور ان کے رفقاء نے آکسفورڈ میں مرتکز شکل میں تیار کیا اور آزمائشوں کے ذریعے یہ ثابت کر دیا کہ اس میں حیرت انگیز زندگی بخش قوت ہے اس وقت سے برابر انگلینڈ، امریکہ وغیرہ ممالک میں اس کو زیادہ سے زیادہ اور کافی مقدار میں نکالنے کی کوشش کی جا رہی ہے اور اس دوا کا صحیح صحیح کیمیاوی اصول (Chemical formula) اب تک نہیں معلوم ہوا۔ وہ وقت دور نہیں جب اس کا بھی ٹھیک ٹھیک پتہ سائنس دانوں کو لگ جائیگا اور کیمیاوی عملوں کے ذریعے بغیر پھپھوندی کی امداد کے اسکو اتنی مقدار میں بنایا جا سکے کہ جس سے عوام فائدہ اٹھا سکیں۔ پھپھوندی سے یہ بہت کم مقدار میں اور بہت تھوڑے دنوں میں (کم از کم پندرہ دن میں) بنائی جاتی ہے اس کی مقدار ۳ ہفتے میں تیار ہوتی ہے یہ دوا سوئی کے ذریعے جسم میں داخل کیجاتی ہے سوئی کے ذریعے ہی یہ بیمار کو دیجا سکتی ہے کیونکہ اگر دوا کھلائی جائے تو پیٹ میں پہنچنے پر وہاں کی ترشی ملکر بالکل ضائع ہو جاتی ہے اس کی ایک بار کی خوراک کم از کم... یونٹ ہے یہ جسم سے تین گھنٹے کے اندر ہی خارج ہو جاتی ہے اس لئے بیشتر مریضوں کو دن میں اس کے کئی کئی انجکشن لینے پڑتے ہیں پنسیلن



شیشے کے برتنوں میں پنسیلن نکالنے کے لئے پھپھوندی بنائی جا رہی ہے

کے جسم میں داخل ہوتے ہی دل کی حرکت ٹھیک ہو جاتی ہے اور زہریلے جراثیم جو جسم کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں مر جاتے ہیں ان کے مرنے سے بیماری دور ہو جاتی ہے ابھی تک جتنی پنسیلن تیار ہوتی ہے۔ اس کا ۹۰ فیصدی جنگ کے زخمیوں کے لئے رکھ لیا جاتا ہے عوام کے لئے صرف ۱۰ فیصدی مل سکتی ہے وہ بھی بڑی دشواریوں کے بعد۔

اخبارات سے معلوم ہوا کہ کلکتے کے دو سائنسدانوں نے اس کے تیار کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ ہمارے ملک کی آب و ہوا اور حرارت کے باعث یہ امید کی جاتی ہے کہ اس ملک میں یہ بہت زیادہ مقدار میں تیار کی جا سکے گی۔

گہرے تالوں میں دھان کی کاشت

از شری کرشنا موہن سریواستو ۔ بی۔ ایس۔ سی۔ جونیر ریسرچ اسسٹنٹ رائس ریسرچ سب اسٹیشن گورکھپور

صوبہ ممالک متحدہ میں ایسے تالابوں اور پوکھروں کی کمی نہیں ہے
مال محض پانی ہونے کی وجہ سے زمین کاشتکاری کے لائق نہیں رہجاتی
ان تالابوں اور پوکھروں میں بھی دھان کی کاشت بخوبی کیجاسکتی
ہے اور غلہ کی پیداوار بڑھانے کے ساتھ ساتھ اچھی آمدنی بھی ہوسکتی ہے
گہرے تالابوں میں دھان کی کاشت معمولی دھان کی کاشت سے
مختلف ہے مگر پھر بھی یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

صوبجات آسام اور بنگال میں تالوں میں دھان کی کاشت کافی
کثرت سے ہوتی ہے۔ ممالک متحدہ میں بھی کہیں کہیں اور خاص طور سے
ضلع بلیا کے سرہا تال میں دھان کی کاشت بخوبی کی جاتی ہے۔ جس کا مختصر
ذکر مضمون کے ساتھ ساتھ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

سرہا تال بلیا شہر سے ۲ میل شمال کیجانب واقع ہے اور بلیا
بلندرپور سڑک سے بھی ۲ میل شمال کی طرف ہے۔

یہ تال بہت وسیع ہے اور لوگوں کا کہنا ہے کہ بہت قدیم بھی
ہے۔ اس تال کا پورا کنارا ۱۶ کوس یعنی ۳۲ میل لمبا ہے۔ تال کے
کنارے بہت بڑے بڑے گاؤں واقع ہیں جن میں چند گاؤں بسنت پور
بتھولی۔ بھولوریا۔ ہنومان گنج اور میری ٹال وغیرہ ہیں اور انھیں
گاؤں کے کاشتکار اس تال میں کاشت کرتے ہیں۔

دو بڑے نالے کٹھل نالا اور بھاوا نالا اس تال میں پانی لاتے
اور لے جاتے ہیں کٹھل نالا بہت بڑا نالا ہے یہ شہر کے قریب
دریائے گنگا سے ملا ہے۔

برسات کے موسم میں دریائے گنگا ندی کے باڑھ کا پانی اس
نالے ہوکر سرہا تال میں آتا رہتا ہے اور برسات بعد تال کا پانی اس
نالے سے لوٹ کر پھر گنگا میں جاتا ہے۔

اس تال میں چند خاص خوبیاں ہیں اول یہ کہ تال بہت بڑا
ہے دوسرے کبھی بھی تال میں ۲۴ گھنٹے میں پانی ایک فٹ سے
زیادہ نہیں بڑھتا۔ تیسرے تال کا ڈھلان وسط کو بہت ہی ہلکا
ہے تال کے وسط کے تھوڑے حصہ کو چھوڑ کر باقی تمام حصے میں کاشت
کی جاتی ہے وسط کے اس حصہ کو جو بہت زیادہ گہرا ہونے کی وجہ سے
کاشت کے لائق نہیں رہ جاتا لوگ کالا تال کے نام سے موسوم کرتے
ہیں اور لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ حصہ راجہ سورتھ کا ہون کنڈ تھا۔
اس کے نام سے یہ تال اب تک مشہور ہے۔

برسات شروع ہوتے ہی یعنی ماہ جون سے تال کا پانی آہستہ
آہستہ بڑھنے لگتا ہے اور شروع اکتوبر تک تال اپنی پوری بلندی
پر ہوتا ہے اکتوبر سے اس کا پانی کٹھل نالے کے ذریعہ دریائے گنگا
میں واپس ہونے لگتا ہے اور تال میں پانی کی سطح اترنے لگتی ہے۔ یہ اتار برابر
جاری رہتا ہے اپریل تک تال کے صرف اس حصہ کو چھوڑ کر جسکو کالا تال
کہتے ہیں تمام حصہ پانی سے خالی ہوجاتا ہے اور ان حصوں پر کاشت شروع
ہوجاتی ہے خریف میں تمام حصے پر دھان کی کاشت ہوتی ہے صرف
کہیں کہیں اونچے کناروں پر ارہر اور مکئی بھی بوئی جاتی ہے۔

ربیع میں کساری اور چھوٹی مٹر کی کاشت ہوتی ہے۔ یہ کاشت
یا تو پانی ہٹنے پر کی جاتی ہے یا تھوڑے پانی میں دھان کٹنے کے پہلے
ہی چھڑک کر کی جاتی ہے اونچے کناروں پر کبھی کبھی چنا اور مٹر بھی
بوتے ہیں۔

دھان ہی یہاں کی خاص کاشت ہے۔ ساری توجہ اسی
کی کاشت میں کی جاتی ہے۔

تال کی زمین کی مختلف گہرائیوں پر دھان کی مختلف قسمیں بوئی
جاتی ہیں۔ یعنی تال کے کنارے والے حصوں میں جہاں برسات
میں ۳ فٹ سے زیادہ پانی نہیں بڑھتا۔ کلونجی۔ ٹونڈیا۔ کریوا۔
اور پورنیا وغیرہ قسمیں بوئی جاتی ہیں۔

۳ سے ۵ فٹ تک پانی اکٹھا ہونے والی جگہوں میں سنگارا یا سینگر
کی قسم بوئی جاتی ہے اور ۵ فٹ سے زیادہ گہرے پانی میں جیسے سریا
کی کاشت ہوتی ہے اس کی کاشت تال کے ۲ تہائی حصے میں
ہوتی ہے۔

تال میں دھان بونے کا طریقہ معمولی دھان کی کاشت سے
بالکل مختلف ہے۔ عام طور سے دھان کی بوائی برسات شروع ہونے
پر کیجاتی ہے مگر تال میں پانی برسات شروع ہوتے ہی بڑھنے لگتا
ہے اور زمین زیر آب ہونے لگتی ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ
تمام بوائی برسات شروع ہوتے ہی ختم کر دی جائے دوسری ضروری
بات یہ ہے کہ دھان کی بوائی نیچے والی زمینوں سے شروع کیجائے
اور اوپر والی زمینوں پر ختم کی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تال
میں پانی کا بڑھاؤ نیچے سے اوپر کو ہوتا ہے یعنی نیچے کی زمین پہلے
زیر آب ہوتی ہے اور اوپر کی زمین بعد کو۔

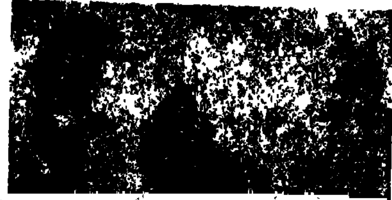
ان باتوں کو ذہن میں رکھ کر یہاں کے کسان بھی پہلے حصوں
سے بوائی شروع کرتے ہیں اور برابر اوپر کی طرف بڑھتے جاتے
ہیں گہرے حصوں میں جہاں جیسے سریا قسم بوئی جاتی ہے وہاں دھان
کی بوائی زیادہ تر روپہ کر کی جاتی ہے اور کم گہرے اونچے حصوں
میں جہاں کلونجی اور سنگارا وغیرہ بوئی جاتی ہیں وہاں دھان کو
چھینٹ کر بونے کا طریقہ ہے۔

دھان کی نرسری آخیر فروری سے شروع مارچ میں ڈالی جاتی ہے اور شروع اپریل سے آخیر اپریل تک روپائی کی جاتی ہے روپی جانے والی قسموں میں صرف بجے سریا ہی ہے کہیں کہیں سنگارا وغیرہ قسموں کی بھی روپائی کر دی جاتی ہے۔

روپائی پانی کے قریب تال کے سب سے نشیب حصے سے شروع کی جاتی ہے اور اوپر والی زمینوں کی طرف بڑھتی جاتی ہے اور تال کے ان تمام حصوں میں جہاں تھوڑی بھی نمی موجود ہوتی ہے ان روپے ہوئے حصوں میں بیڑی سے ایک یا دو پانی دینے کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔

تال کے اوپری حصوں میں جہاں کی زمین خشک ہو جاتی ہے برسات شروع ہوتے ہی ایک دو جتائی کر کے دھان معمولی طریقہ سے بو دیا جاتا ہے۔

تال کی مٹی بہت ہی کالی اور چکنی ہے یہ دھان کی کاشت کے لئے بہت ہی عمدہ ہے۔ دھان کی کاشت میں کسی قسم کی کھاد دینے



ناؤ پر چڑھ کر بجے سریا دھان کی کٹائی

کی ضرورت نہیں ہوتی۔

تال میں بوئی جانے والی تمام قسمیں موٹے اور اگہنی دھان کی ہیں دھان کی کٹائی وسط نومبر سے شروع ہوتی ہے اس سے پہلے کنارے کی چھیٹ کر بوئی ہوئی قسمیں کاٹی جاتی ہیں بجے سریا کی کٹائی آخیر نومبر سے آخیر دسمبر تک ہوتی ہے۔

دھان کی کٹائی کا طریقہ بھی بالکل مختلف ہے صرف کناروں کے حصوں کو چھوڑ کر تمام کٹائی کشتیوں سے ہوتی ہے۔ کاٹنے کے وقت کسان کشتیوں پر چڑھ کر اپنے اپنے کھیتوں میں جاتے ہیں اور فصل کے اس حصے کو جو پانی کی سطح سے اوپر ہوتا ہے کاٹ کر بنڈل بنا کر کشتیوں پر رکھے جاتے ہیں فصل کٹ جانے کے بعد کشتیوں کو کھے کر دھان کے بنڈلوں کو گاؤں کے کھلیان میں پہنچاتے ہیں۔

دھان کے پودوں کے اوپری حصونکو کاٹ لینے کے بعد پودوں کا پانی کے اندر ہونیوالا حصہ سڑنے کیلئے چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ سڑ کر کھاد کی صورت میں استعمال ہو جاتا ہے۔

دھان کی پیداوار تقریباً ۲۰ سے ۳۰ من فی ایکڑ ہوتی ہے چاول موٹا ہونیکی وجہ سے کسانوں کے ذاتی خوراک میں استعمال ہو جاتا ہے اور بازاروں تک بہت کم پہنچتا ہے

دھان بوئے جانیکے بعد برسات شروع ہوتے ہی تال کا پانی بڑھنے لگتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ تال کے پودے بھی اونچے ہوتے جاتے ہیں تال میں پانی کا بڑھاؤ چوبیس گھنٹہ میں ایک فٹ سے زیادہ نہیں ہوتا اسی وجہ سے دھان کے پودے تال کے پانی کے بڑھاؤ کا برابر مقابلہ کر سکتے ہیں اور پودونکی اوپری ٹہنی اور بالیں پانی کے اوپر ہی نکلی رہتی ہیں بجے سریا کے دھان کے پودے ۲۰ فٹ تک کی گہرائی میں قائم رہ جاتے ہیں اور کچھ لوگوں کا تو کہنا ہے کہ ۳۰ فٹ تک کی گہرائی میں بھی انکے پودے بخوبی زندہ رہتے ہیں۔

گہرے تالوں میں دھان کی کاشت کرنے کیلئے چند ضروری باتونکا مدنظر رکھنا لازمی ہے:

(۱) مختلف گہرائیوں کیلئے مختلف قسم کے بیج کا چناؤ ہونا چاہئے دھان کی ہر قسم ایک خاص قسم تک پانی کی گہرائی کو برداشت کر سکتی ہیں۔ پانی کا انکی حد سے ذرا بھی زیادہ ہونا انکے لئے بہت ہی مضر ثابت ہوتا ہے۔

(۲) دھان کی قسم ایسی ہونی چاہئے کہ پانی کے بڑھاؤ کا برابر مقابلہ کرتی رہے۔

(۳) دھان کی قسم ایسی ہونی چاہئے جو اگر کسی وجہ سے پانی میں غرق ہو جائیں تو پودے کچھ وقت تک اندر رہ سکیں اور سڑیں نہیں۔

(۴) دھان کی قسم ایسی ہونی چاہئے جو تیز ہوا اور لہروں کا برابر مقابلہ کر سکے اور ٹوٹیں نہیں اور ان کی جڑیں اپنی جگہ سے اکھڑ کر الگ نہ ہو جائیں۔

(۵) تال اس قسم کا ہونا چاہئے جس کا پانی فروری مارچ تک سوکھ جائے اور زمین کاشت کے لئے خالی ہو جائے۔

(۶) تال میں پانی برسات سے دسمبر تک برابر موجود رہنا چاہئے اور درمیان میں کسی وقت ایسا نہ ہونا چاہئے کہ تال کا پانی بالکل سوکھ جائے اور پودے نیچے پڑ لیٹ جائیں۔

(۷) تال میں پانی کا بڑھاؤ بہت ہی آہستہ آہستہ ہونا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ایک ہی بارش میں تال بھر جائے اور پودے غرق ہو جائیں۔

(۸) جل کمبھی اور دیگر تال میں ہونیوالی گھاسوں کو تال سے علٰحدہ کر دینا چاہئے کیونکہ انکی وجہ سے دھان کے پودے دب جاتے ہیں۔

(۹) دھان کی بوائی سب سے نیچے حصوں سے شروع کرنی چاہئے اور بتدریج اوپر والے حصوں میں ختم کرنی چاہئے ایسا کرنے کی ضرورت اسلئے ہوتی ہے کہ جس وقت پانی کا بڑھاؤ نیچے سے اوپر والے حصوں میں ہونے لگے اسوقت کوئی کھیت بغیر بوئے نہ رہ جائے اور دوسرے جب پانی بڑھے اسوقت تک پودے کافی اونچے ہو لیں اور اچھی طرح جڑ پکڑ لیں۔

(۱۰) کھیتونکی تمام بوائی اور خاص طور سے نچلے حصونکی بوائی برسات شروع ہونے سے پہلے ہی ختم کر دینی چاہئے۔ اس وجہ سے کہ برسات جلد شروع ہو جائے تو بھی کاشت تمام زمین پر ہو چکی ہو۔

یوپی میں سنئی کی اہمیت

از شری شیونند جعابی۔ ایس سی۔ ایجی (یرویس)

سائنسدانوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ پودوں میں بھی زندگی ہے اور کوئی بھی زندہ چیز بغیر ضروری متعلقہ چیزوں کے زندہ نہیں رہ سکتی۔

جس طرح انسانی زندگی کے لئے پنچ عناصر (زمین، پانی، آگ، ہوا اور آسمان) اسی طرح اشیا رخوردنی وغیرہ کی ضرورتیں ہوتی ہیں۔ پودوں کے لئے بھی زمین، پانی، گرمی ہوا اور کھاد کی ضرورت ہوتی ہے جن اجزاء سے یہ بنے ہیں انھیں اجزا کی ضرورت ان کی زندگی کے لئے بھی ہوتی ہے۔

اب ایک خاص جگہ کے لئے ایک خاص مادہ کی ضرورت پر غور کیجئے صوبہ متحدہ کی زمین دیہاور خصوصیت کے مطابق چار حصوں میں تقسیم کیجا سکتی تھی۔

(۱) گنگا اور اس کی معاون ندیوں کی لائی ہوئی مٹی (۲) کالی چکنی مٹی (۳) ترائی کی زمین اور (۴) کنکریلی زمین۔ ان چار حصوں کی قوت پیداوار بھی مختلف ہے۔ یہ اختلافات کیوں ہے؟

زمین میں کچھ کیمیاوی مادے موجود ہیں جنھیں پودے کھاد کے طور پر استعمال میں لاتے ہیں۔ یہی چیزیں انسانی زندگی کے لئے بھی مفید ہیں لیکن فرق یہ ہے کہ پودے ان چیزوں کو بالواسطہ (Direct) طور پر قبول کرتے ہیں اور انسان بلاواسطہ (Indirect) طور پر قبول کرتا ہے۔

اگر ہم بینگن جو ایک ترکاری ہے کھا کر لوہے کا حصہ اپنے جسم کی پرورش کے لئے دیتے ہیں کیونکہ بینگن میں لوہے کا جزو زیادہ ہوتا ہے تو پودے براہ راست زمین اپنی جڑوں کے ذریعے کھینچ لیتے ہیں اب تک سائنسدانوں نے ۹۲ مادّوں کا پتہ لگایا ہے جن میں بیشتر مادے زمین میں موجود ہیں۔

ان مادّوں میں جو پودوں کی زندگی کے لئے مفید ہیں وہ حسب ذیل مقدار میں زمین میں پائے جاتے ہیں۔

(۱) آکسیجن ۴۷ر۳۳ فیصدی (۲) سلیکن ۲۷ر۷۴ فیصدی (۳) ایلومونیم ۷ر۸۵ فیصدی (۴) لوہا ۴ر۵ فیصدی (۵) کیلشیم ۳ر۴۷ فیصدی (۶) سوڈیم ۲ر۴۶ فیصدی (۷) پوٹاشیم ۲ر۴۶ فیصدی (۸) میگنیشیم ۲ر۲۴ فیصدی (۹) ٹیٹنیم ۰ر۴۶ فیصدی (۱۰) ہائیڈروجن ۰ر۲۲ فیصدی (۱۱) کاربن ۰ر۱۹ فیصدی (۱۲) فاسفورس ۰ر۱۲ فیصدی (۱۳) سلفر ۰ر۱۲ فیصدی (۱۴) میگنیز ۰ر۰۸ فیصدی (۱۵) بیریم ۰ر۰۸ فیصدی (۱۶) فلورین ۰ر۰۶ فیصدی۔

ان مادّوں میں نائٹروجن، پوٹاش اور فاسفورس بیحد ضروری ہیں جن کے بغیر پودوں کی زندگی قائم نہیں رہ سکتی۔ دیگر مادّوں کے مقابلے میں ان کی مقدار زیادہ ہونی چاہیئے یوپی کی زمینوں میں عام طور پر نائٹروجن کی کمی ہے انھیں مادّوں کی کمی زیادتی سے زمین کی قوت پیداوار میں فرق آجاتا ہے۔

اگر انسان کو تمام اچھی اچھی اشیا خوردنی دی جائیں اور نمک نہ دیا جائے تو وہ تندرست نہیں رہے گا اور طرح طرح کی شکائتیں پیدا ہو جائیں گی اسی طرح ان تینوں مادّوں میں سے کسی ایک کی کمی سے پودے تندرست نہیں ہو سکتے اور بعض حالات میں قطعی رہ ہی نہیں سکتے اسلئے اس کمی کو پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ انسان کھانا کھا کر یہ کمی پوری کرتا ہے لیکن پودے کھاد کی شکل میں یہ کمی پوری کرتے ہیں۔

کھاد کئی قسم کی ہوتی ہے۔ یہ دو خاص درجوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔

(۱) معمولی کھاد اور (۲) خاص کھاد۔

معمولی کھاد میں ہری کھاد، گوبر وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں پودوں کے لئے مذکورہ بالا تینوں ضروری چیزیں موجود رہتی ہیں تاکہ کھاد میں کیمیاوی اجزا شامل ہیں۔ ہم جن مادوں کا ذکر کرتے ہیں وہ بالواسطہ طور پر پودوں کو دیئے جاتے ہیں جو بہت گراں پڑتے ہیں اور ان کے استعمال میں لانے کے لئے خاص احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔

سنئی کے ذریعے نائٹروجن کی کمی بڑی آسانی سے پوری کیجا سکتی ہے

سنئی پھلی دار پودا ہے۔ اسکی جڑوں میں کچھ چھوٹی چھوٹی گانٹھیں ہوتی ہیں جنھیں انگریزی میں (Nodule) کہتے ہیں۔ ان گانٹھوں میں ایک قسم کے بیکٹیریا ہوتے ہیں [illegible] ن کا یہ کام ہوتا ہے کہ ہوا سے نائٹروجن کھینچکر گانٹھوں میں اکٹھا کیا کرتے ہیں اور جب پودے کھیت میں چھوڑ دیئے جاتے ہیں تو فصل کے لئے کافی نائٹروجن دے دیتے ہیں۔

سنئی اس کام کے لئے بہترین ثابت ہوئی ہے یہ یوپی کی آب و ہوا میں بخوبی پیدا ہوتی ہے، جلد اگتی ہے کھیت میں چھوڑنے سے جلدی سڑ کر کھاد بن جاتی ہے اور سستی ہوتی ہے۔

اس سے تین فائدے ہوتے ہیں۔

(۱) ہری کھاد (۲) رسی بنانا اور (۳) بورا وغیرہ بنانا

اسے ہری کھاد کے طور پر استعمال کرنے کے لئے جون کے آخر میں یا جیسے ہی ایک بارش ہو جائے جلد ہی بو دینا چاہیئے۔ ۴ سیر فی

ایکڑ کھاد کے لئے اور ۲۰ سے ۲۵ سیر فی ایکڑ بیج لینے کے لئے بیج ڈالنا چاہیئے۔ اگر بیج کے لئے بونا ہے تو دور دور پودے ہونا چاہئیں اور اگر کھاد کے لئے بویا جائے تو پاس پاس پودے ہونا چاہئیں۔

جب درخت ۳، ۴ فیٹ ہو جائیں تو پاٹا چلا کر پودوں کو کھیت میں گرا دینا چاہیئے اور پھر مٹی پلٹنے والے ہلوں (مسٹن وغیرہ) سے جوتائی کرنی چاہئے۔ تقریباً ۲۰-۲۵ دن میں پودے سڑ کر کھاد بن جائینگے اور اگلی فصل کو فائدہ پہنچائیں گے۔ بیکٹیریا کے ذریعے جمع شدہ نائٹروجن اگلی فصل کو مل جائیگا۔

بعض لوگوں کی رائے ہے کہ سنئی کے بیج اور دھان کے بیج ساتھ ساتھ ملا کر بو دینا چاہیئے۔ سنئی دھان کے مقابلہ میں جلد بڑھ جائے گی قریب پندرہ بیس دن کے بعد کھیت میں پانی بھر کر جوتائی کر دینا چاہیئے جس سے سنئی کے پودے دب کر سڑ جائیں گے اور دھان کے پودے اُٹھ جائیں گے۔ اسطرح وقت محنت اور خرچ بچا کر کافی فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔

سنئی (Sunn hamp) کو لاطینی زبان میں کنیاوس سیٹیوا (Canabis Sativa) کہتے ہیں۔

یہ خط سرطان سے ۶۰° کے فاصلے تک اچھی طرح پیدا ہوتی ہے۔ یوں تو یہ ہر قسم کی آب و ہوا میں ہو سکتی ہے لیکن گرم و تر آب و ہوا زیادہ مفید ہوتی ہے۔ ۶۰۰۰ سال قبل یہ کوہ ہمالیہ کی گھاٹیوں میں اور وسط ایشیا کے دیگر حصوں میں اور یورپ کے مرکزی حصوں میں پائی گئی تھی۔ یورپ کے قدیم باشندے اور غار کے رہنے والے (Cave dwellers) سنئی کے کپڑے بن کر استعمال کرتے ہوئے پائے گئے ہیں اس کی کئی قسمیں ہیں۔ آب و ہوا اور مٹی کے اختلاف کے باعث اس کی پیداوار میں فرق آ جاتا ہے۔ یورپ میں اسکے پودوں کی اوسط بلندی ۵ سے ۷ آٹھ فیٹ ہے انڈوچین قسم کی بلندی ۱۵ سے ۱۷ فیٹ ہے امریکہ میں ۲۰ سے ۲۵ فیٹ کی بلندی تک کی قسم پائی جاتی ہے۔ بلندی کا خیال ریشہ ملنے کے لئے کیا جاتا ہے فرانس میں سن کی بہت بڑی تجارت ہوتی ہے۔ اس سے کئی طرح کے کپڑے اور بورے وغیرہ بنائے جاتے ہیں وہاں بڑا ملیں ہیں اس میں ایک خصوصیت یہ پائی جاتی ہے کہ لگاتار کئی سال تک ایک ہی زمین میں ہوتی ہے اور پیداوار میں کوئی فرق نہ آتا۔

تقریباً ۱۵۰۰ پونڈ فی ایکڑ ریشہ نکلتا ہے۔

میرے خیال میں اگر سنئی کی تجارت ہندوستان میں بھی کیجائے تو بہت نفع بخش ثابت ہوگی ۔ یوپی میں مندرجہ بالا سبھی حالات پائے جاتے ہیں اس لئے دوسرے صوبوں کے مقابلے میں یہاں یہ زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

سنئی سے نہ صرف یہ کہ نائٹروجن ملتا ہے بلکہ زمین کو ایک مادہ اور ملتا ہے جسے (Humus) ہومس کہتے ہیں۔ اس سے تو پیداوار بڑھ جاتی ہے۔ زمین کی جذب کرنے کی طاقت بڑھ جاتی ہے اور وہ نرم ہو جاتی ہے جس سے پودوں کی جڑوں کے پھیلنے کو کافی جگہ مل جاتی ہے۔ درخت میں کافی شاخیں نکلتی ہیں اور اس طرح پیداوار بڑھ جاتی ہے سنئی سبھی فصلوں کے لئے کھاد کا کام دے گی۔ لیکن اُن فصلوں کے لئے زیادہ مفید ہے جنھیں نائٹروجن کی زیادہ ضرورت ہے۔

یوپی کے بندیلکھنڈ علاقے میں جہاں دھان کی پیداوار زیادہ ہے، سنئی کی ہری کھاد بہت زیادہ مفید ہوگی۔

اس سے زیادہ سستی اور کم وقت میں تیار ہونے والی کھاد نہیں مل سکتی۔

امریکہ وغیرہ ممالک میں جو متمول ممالک ہیں اور جہاں ندرت کے سبھی ذرائع موجود ہیں وہاں پر جدید کیمیاوی کھادوں کا تجربہ ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ لیکن ہندوستان جیسے غریب ملک کے لئے جہاں زراعت ہی خاص پیشہ ہے اور ذرائع کی خاص کمی ہے، ان کھادوں کا استعمال ناممکن۔ ایسے حالات میں ہندوستان میں اور خصوصاً یوپی میں سنئی کا کھاد کی شکل میں استعمال کرنا بیحد مفید ہوگا۔



آنجہانی چودھری گنگارام

چودھری گنگا رام تحصیل فیروز آباد ضلع آگرہ کے جرولی کلاں نامی ایک چھوٹے سے موضع میں ۱۸۵۴ء میں پیدا ہوئے تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۹۰ سال تھی... ۵۰ سال کی عمر تک انھوں نے اپنی محنت سے کافی جائداد پیدا کی اور ضلع کے اچھے رئیسوں و زمینداروں میں انکا شمار ہونے لگا۔

۱۹۰۴ء میں کلکٹر ضلع کے حکم کے مطابق انھوں نے گرد و نواح کے رئیسوں سے ملکر جرولی میں، جرولی کوآپریٹو سوسائٹی قائم کی۔ اس سوسائٹی کا کاروبار امانتوں سے کیا جاتا تھا۔ اسی سلسلے میں گورنر یوپی کے الہ آباد کے دربار عام میں ۵ دسمبر ۱۹۱۱ء کو آپ کو ایک سند عطا کی گئی۔

۱۹۱۲ء کے کوآپریٹو ایکٹ بن جانے کے بعد ۱۹۱۶ء تک جرولی کے ارد گرد تقریباً ۲۰ سوسائٹیاں محکمہ امداد باہمی کے افسران کی رائے سے قائم کی گئیں۔ ان سب کے خرچ کے لئے روپے وغیرہ کا انتظام امانتوں کے ذریعے اور مین پوری بینک سے کیا گیا۔

آنجہانی چودھری صاحب کی کوششوں سے آگرہ ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک قائم ہوا اور جرولی، کوٹلہ، ٹیکری اور دھیر پورہ سرکلوں کی سوسائٹیوں کو آگرہ ڈسٹرکٹ بینک میں حصہ دار بنوانے کا کام بھی انھوں نے ہی کیا۔ خود آگرہ ڈسٹرکٹ بینک کے ڈائریکٹر اور ورکنگ کمیٹی کے ممبر منتخب ہوئے اور اپنے بڑے لڑکے چودھری لکھ سنگھ کو نگراں مقرر کیا۔

۱۹۱۹ء میں انھوں نے جرولی گارنٹنگ یونین قائم کرائی اور سوسائٹیوں کی نگرانی علٰحدہ کرائی۔ ۱۹۲۰ء میں آپ کو الیکشن کا پریسائڈنگ افسر مقرر کیا گیا۔ اس وقت کے کلکٹر نے مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۲۰ء کو انھیں تشکریہ کا خط لکھا تھا۔

۱۹۲۵ء میں امن سبھا کا کام کرنے میں آپ نے جو کوشش کی اسکے صلے میں آگرہ کے کمشنر نے جولائی ۱۹۲۱ء میں آپ کو ایک خط لکھا جس میں آپکے ساتھ ہمدردی ظاہر کرتے ہوئے آپ کا شکریہ ادا کیا گیا تھا اسی سال مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۲۱ کو آگرہ کے کلکٹر نے ڈسٹرکٹ کوآپریٹو بینک آگرہ کے سلسلے میں کیجانے والی محنت کے صلے میں آپکی امداد باہمی کے سلسلے کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے آپکا شکریہ ادا کیا تھا۔ ۲۰ جنوری ۱۹۲۱ء کو لکھنؤ میں جو دربار ہوا تھا اس میں صوبہ کے گورنر بھی امداد باہمی کے سلسلے میں آپ کی خدمات کے صلے میں آپ کو سند عطا فرمائی تھی۔

۱۹۲۲ء میں گارنٹنگ یونین کو ۲۴ سوسائٹیوں کے ساتھ آپ نے سنٹرل کوآپریٹو بینکنگ یونین لمیٹڈ جرولی کے نام سے تبدیل کرایا اور اس وقت سے اب تک بینک کا کام آپ کی زیر نگرانی ہوتا رہا تھا ۱۹۲۲ء میں پبلک کاموں میں بہت زیادہ دلچسپی لینے کے صلے میں [illegible] ۱۹۲۲ء کو آگرہ کے کمشنر نے آپ کو ایک سند عطا کی تھی۔

آپ نے ۱۹۲۳ء سے ۱۹۲۵ء کے درمیان دو کوآپریٹو دربار کلکٹر ضلع کی صدارت میں کئے جس میں سندیں، بندوقیں، تحفے اور زراعت کے لئے ہل بینک کے سرپنچوں، اہل کاروں کو ان کے کام کے عوض میں دلوائے جن کی وجہ سے بینک و سوسائٹیوں کے کام میں کارکنان نے خاص دلچسپی لی اور حکام ضلع کی توجہ بھی اس طرف مبذول ہوئی۔ کوآپریٹو دربار میں کلکٹر ضلع نے آپ کو ایک سند مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۲۳ء کو دی۔ ۱۹۲۴ء میں جمنا میں طغیانی آنے پر ضلع کے اور محکمہ کے افسران سے ملکر آپ نے تحصیل فیروز آباد اور اعتماد پور میں چندہ جمع کرایا اور چندہ کا جو روپیہ جمع ہوا اس میں سے افسران ضلع کے تعاون سے ۲۱ کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرائیں اور چالیس ہزار روپیہ مصیبت زدگان میں تقسیم کرایا۔ ۱۹۲۸-۲۹ء کے قحط کے زمانہ میں سوسائٹیوں کے ممبروں کو ضلع کے افسران سے ملاکر محکمہ زراعت و محکمہ مال سے آپ نے گھاس، بیج اور تقاوی کا انتظام کرایا اور بینک سے بھی تقریباً ۳ ہزار روپے فیمن ریلیف فنڈ میں کم سود پر دیا جس سے کسانوں کے دلوں کو تسلی ہوتی رہی۔

چودھری صاحب نے ۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۰ء تک امن سبھاؤں میں جو بہت دلچسپی کے ساتھ کام کیا اسکے صلے میں مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۳۰ء کے امن سبھا تحصیل اعتماد پور و فیروز آباد کے صدر سے اور ۲۸ فروری ۱۹۳۱ء کو کمشنر صاحب آگرہ سے سندیں اور ایک سنہری گھڑی آپکو بطور انعام ملی۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ میں بھی آپ نے چندے اور رنگروٹوں سے حکومت کی پوری پوری مدد کی اور اس جنگ میں بھی حکومت کو چندہ وغیرہ دینے میں کافی مدد دی۔ کلکٹر صاحب اور انکے ماتحتوں کی صدارت میں جنگ کے سلسلے میں بھرتی، قومی جنگی محاذ ریڈ کراس کے سلسلے کے جلسے کئے اور آپکو ان خدمات کے صلے میں گورنر صاحب یو۔پی نے مورخہ ۲۵ مارچ ۱۹۴۲ء کو ایک سند عطا کی اور آپکی قیمتی امداد کا اعتراف کیا۔

چودھری صاحب نے بینک کیلئے بڑی مستعدی سے کام کیا اور بینک کو ترقی دینے کے لئے بینک کا کاروبار ۱۰۹ سوسائٹیوں سے شروع کیا۔ مورخہ ۱۷ اپریل ۱۹۴۴ء کو دن کے دو بجے وہ اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئے۔ بینک ان کی خدمات کے لئے ان کا ممنون ہے خدا ان کی آتما کو شانتی دے۔

دق کی بیماری اور شہروں میں دودھ کا بہم پہونچانا

(از بی۔ آر۔ کرشنا ایر، امپیریل ویٹرنری ریسرچ انسٹیٹیوٹ عزت نگر)

یورپ کے ملکوں کے مقابلہ میں ہندوستان کی سپلائی کا مسئلہ بہت کافی پیچیدہ ہے۔ گورنمنٹ آف انڈیا کے ایگریکلچرل مارکیٹنگ ایڈوائیزر (زرعی پیداوار کی بکری پر مشورہ دینے والے افسر) نے ہندوستان اور برما میں دودھ کی بکری کے متعلق اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں تقریباً ہر سال ۶۰۰۰۰ ۷۴۳ من دودھ ہوتا ہے ۱۹۳۵ء میں مویشیوں کی جو گنتی کی گئی تھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں ۲۲ کروڑ مویشی اور بھینسیں ہیں، ان میں سے ساڑھے چار کروڑ گائیں اور دو کروڑ تین لاکھ بھینسیں دودھ دیتی ہیں۔ ان میں سے ساڑھے تین فیصدی گائیں اور ۵ فیصدی بھینسیں شہروں میں دودھ حاصل کرنے کے لئے رکھی جاتی ہیں۔

شہروں میں دودھ کی سپلائی

ہندوستان کے شہروں میں جو دودھ عام طور سے فروخت ہوتا ہے وہ غذائیت کے اعتبار سے بہت بدنام ہے کیونکہ اول تو نہایت گندی جگہوں میں مویشی دوہے جاتے ہیں دوسرے یہ کہ عام طور پر دودھ ملاوٹ کرکے بیچا جاتا ہے اور تیسرے یہ کہ دودھ تقسیم کرنے کا طریقہ بھی ٹھیک نہیں ہے۔

ہندوستان کے شہروں میں سرکاری یا نجی بڑے بڑے ڈیری فارم بہت ہی کم ہیں۔ عام طور پر مقامی گوالے جن کے پاس چند گائیں اور بھینسیں ہوتی ہیں دودھ فروخت کرتے ہیں۔ یہ لوگ حفظان صحت اور صفائی کے اصولوں سے واقف نہیں ہوتے ان کے مویشی چراگاہوں میں چرنے کے لئے نہیں جاتے یا بہت کم جاتے ہیں۔ ان کو باڑے میں رکھ کر کھلایا جاتا ہے۔ چند بڑے شہروں میں دودھ کے بڑے بڑے کاروباریوں کے پاس مویشیوں کے کافی بڑے گلّے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ گائے اور بھینسیں خریدتے ہیں اور جب ان جانوروں کا دودھ کم ہو جاتا ہے تو ان کو فروخت کر ڈالتے ہیں لیکن شہروں میں کچھ دودھ قریب دیہاتوں سے بھی آتا ہے جہاں ہر کاشتکار اپنے پاس چند گائیں اور بھینسیں رکھتا ہے مگر ان کا دودھ بھی نہایت گندی جگہوں میں دوہا جاتا ہے۔ بڑے شہروں میں دودھ کی سپلائی کا ایک اور بھی طریقہ رائج ہے وہ یہ کہ گوالے اپنی گائیں لوگوں کے گھروں پر لیکر جاتے ہیں اور ان کے سامنے دودھ دوہ دیتے ہیں۔ اس طریقہ سے فائدہ یہ ہے کہ تازہ دودھ مل جاتا ہے جس میں ملاوٹ کئے جانے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔

انسانوں اور مویشیوں میں دق کی بیماری

دق ایک پرانی، دیرپا اور چھوت کی بیماری ہے جو کیڑوں کے ذریعہ انسانوں اور جانوروں میں پھیل جاتی ہے۔ یہ کیڑے دق کے کیڑے کہلاتے ہیں جن کو انگریزی زبان میں "مائکو بیکٹیریم ٹیوبرکلوسس" کہتے ہیں یہ بیماری ہندوستان میں سب مقامات پر یکساں ہے اور دیگر بیماریوں کے مقابلہ میں اس مرض کے باعث ہر سال بہت زیادہ تعداد میں آدمی مرتے ہیں۔ دق کے کیڑے کی تین خاص قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جن سے مویشیوں میں بیماری پھیلتی ہے دوسرے وہ جس سے انسانوں میں بیماری پھیلتی ہے اور تیسری قسم کے کیڑے پرندوں میں بیماری پھیلاتے ہیں۔

صحت عامہ کا لحاظ رکھتے ہوئے انسانوں میں دق کی بیماری پھیلانے والے کیڑوں کے مختلف پہلوؤں پر مویشیوں میں بیماری پھیلانے والے کیڑوں کے مقابلہ میں جس قدر بھی زور دیا جائے کم ہے۔ رابرٹ کاش نے جس نے سب سے پہلے ان کیڑوں کو دریافت کیا تھا ۱۹۰۱ء میں یہ تک کہا تھا کہ مویشیوں میں دق پھیلانے والے کیڑے انسانوں میں دق پھیلانے والے کیڑوں سے اس قدر زیادہ مختلف ہوتے ہیں کہ گائے کے دودھ میں اگر یہ کیڑے موجود بھی ہوں تب بھی ان سے انسانوں میں اس بیماری کے پھیلنے کا قطعی احتمال نہیں اس لئے کسی احتیاط کی ضرورت نہیں ہے۔

مویشیوں کو گنجان جگہوں پر رکھنا

مویشیوں میں دق کی بیماری پھیلنے کی زیادہ تر وجہ مویشیوں سے زیادہ سے زیادہ دودھ حاصل کرنے کے طریقوں کو کام میں لانا ہے مثلاً جگہوں پر بہت سے مویشیوں کو رکھنا۔ مویشیوں کو آزادی کے ساتھ چرانے کے بجائے باڑے میں باندھ کر کھلانا اور ان سے زیادہ بچے لینا۔ چھوٹے کاشتکاروں کے جانور جو چراگاہوں میں چرتے رہتے ہیں اس مرض کے بہت کم شکار ہوتے ہیں۔ گنجان آبادی والے شہروں میں دق کا مرض بہت شدت کے ساتھ پھیلتا ہے۔ تمام ان شہروں میں جہاں اس بیماری کی روک تھام کا انتظام باقاعدہ نہیں کیا جاتا وہاں پر یہ مرض خوب پھیلتا ہے۔

مویشیوں کے گلے میں اس بیماری کی موجودگی کا پتہ لگانے کا ایک طریقہ ہے جس کو "ٹیوبرکیولن ٹیسٹ" کہتے ہیں اس طریقہ کو مفصل بیان کرکے مضمون کو ناظرین کے لئے گراں خاطر نہیں بنانا چاہتا۔

مویشیوں کے کسی گلے میں دق کے کیڑے کی فیصدی تعداد بہت زیادہ ہونے کے معنی یہ ہونگے کہ بہت زیادہ مویشی اس مرض میں مبتلا ہیں یا ان جانوروں کے دودھ میں کیڑے موجود ہیں۔ بہر صورت دیہاتوں کے

ے شہروں میں یہ مرض بہت جلد پھیلتا ہے۔

دق کا مرض اور دودھ

یہ کوئی ضروری بات نہیں کہ "ٹیوبرکولن ٹیسٹ" کے بعد جو گائیں دق
مرض میں مبتلا معلوم ہوں ان کے دودھ میں کیڑے پائے جائیں۔ جب دق
اثر تھنوں پر ہوتا ہے یعنی ورم پستان ہو جاتا ہے تب یقیناً دودھ میں
ی دق کے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ان گایوں کے دودھ میں جس میں
نت کے بیماری کے کچھ آثار پائے جاتے ہوں دق کے کیڑے ہو سکتے ہیں
ہے ظاہرا طور پر ان کے گلٹیاں موجود نہ ہوں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ
ر تندرست گایوں کے دودھ میں اس بیماری کے کیڑے پائے جاتے
یں حالانکہ "ٹیوبرکیولن ٹیسٹ" سے محض ان کے آئندہ موجود ہونے
، آثار کا ہی پتہ چلتا ہے۔

جب کسی گائے کے تھن میں گلٹیاں پڑ جاتی ہیں یعنی ورم پستان
، جاتا ہے تو اسکے دودھ میں دق کے کیڑوں کا ہونا لازمی ہے لیکن کیڑو
تعداد بیماری کی کمی یا زیادتی پر منحصر ہوتی ہے۔ ظاہرا دیکھنے میں جب
دھ کا رنگ معمولی سفید ہوتا ہے تو اس میں کیڑوں کی تعداد بہت کم
تی ہے لیکن جب دودھ پتلا ہو یعنی پانی کی طرح ہو تو اس میں کیڑے
رت ہوتے ہیں۔ جب دودھ ٹھہرا ہوا ہوتا ہے تو کیڑے ملائی میں اکٹھا
جاتے ہیں جب دودھ کو متھا جاتا ہے تو کیڑوں کی کافی تعداد مسکہ میں
، ہو جاتی ہے لیکن کچھ کیڑے مسکہ نکلے دودھ میں بھی باقی رہ جاتے
ہیں۔

صرف ایک ہی گائے کے دودھ سے جو دق کی وجہ سے ورم پستان
مرض میں مبتلا ہو بہت بڑی مقدار میں دودھ خراب ہو سکتا ہے۔
ی وجہ ہے کہ معمولی گوالوں کے دودھ کے مقابلہ میں بڑے پیمانہ کے
بڑی فارموں یا بڑے گودام یا ڈپو کے ذریعہ تقسیم ہونیوالے دودھ میں
ر کیڑے ہونے کا زیادہ امکان ہوتا ہے۔ گندی جگہوں پر مویشیوں کو
ہنے کی وجہ سے بھی دق کے کیڑے صاف دودھ میں داخل ہو جاتے
ں گندے فارموں کے فرش پر پیشاب اور پاخانے کے پڑے
ہنے سے تندرست گائے کے تھن اور پستانوں میں کیڑے لگ جاتے
ں۔ ایسی صورت میں اگر تھن کو پہلے اچھی طرح صاف نہ کر لیا جائے اور
ہنے سے قبل دودھ کی پہلی دھار پھینک نہ دی جائے تو ممکن ہے کہ دودھ
ہنے کے دوران میں کیڑے دودھ میں پہنچ جائیں۔ برتن کے گندے ہونے
وجہ سے یا دودھ دوہنے والے کے ہاتھوں کے ذریعہ بھی کیڑے دودھ
ں پہنچ سکتے ہیں۔ شہروں میں جہاں زیادہ تر جانور باڑوں میں رکھے جاتے
ں یہ بیماری ایک جانور سے دوسرے جانور کو لگ جاتی ہے جس قدر
یادہ جانور ایک دوسرے کے قریب رکھے جاتے ہیں اتنا ہی ایک جانور
، دوسرے جانور کو بیماری لگنے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ برخلاف اس کے

چراگاہوں میں اس بیماری کے پھیلنے کا اندیشہ بہت کم ہوتا ہے۔

موجودہ حالت

اس مختصر سے مضمون کا مقصد عام دق یا ورم پستان کے مرض کے
ڈاکٹری پہلو یا اسکے متعلق دوسری باتوں کا بیان کرنا نہیں ہے۔ یہ افسوس
کی بات ہے کہ کسی قانون کی رو سے مویشیوں کے ڈاکٹر کو اختیار نہیں دیا
گیا ہے کہ وہ ان گایوں کو جو دق میں مبتلا ہوں یا جن کے تھن میں گلٹیاں
پڑ گئی ہوں مار ڈالیں۔ اگر کسی گائے کے متعلق ڈاکٹری معائنہ سے یہ معلوم
ہو جائے کہ وہ دق کی مریض ہے۔ تو اسکا مالک اپنے اور اپنے بال بچوں
کو مرض سے محفوظ رکھنے کے خیال سے اسکو فروخت کر دیتا ہے اور اگر
اس گائے کو کوئی گوالہ خریدتا ہے تو وہ ضرور اُسکے خراب دودھ کو دوسری
گایوں کے اچھے دودھ میں ملا کر عام لوگوں کے ہاتھ فروخت کریگا۔ بہرحال
چونکہ اس ملک میں گائے کی پوجا کی جاتی ہے اسلئے لوگ دودھار گائے
کے مار ڈالنے پر مذہبی اور اخلاقی اعتبار سے اعتراض کرتے ہیں اور اسلئے
لوگوں کے اعتقاد وغیرہ کو آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔
"گولانڈرس اینڈ فارس ایکٹ" (glanders and farcy Act)
کی رو سے ایسے گھوڑوں کو جن میں تجربے کے مطابق جس کو میلن ٹیسٹ
(MelleinTest) کہتے ہیں۔
یا غدود کی متعدی بیماری کے کیڑے پائے جاتے ہوں مار دیا
جاتا ہے۔ اس سخت قانون کی بدولت ہی انسانوں میں آج گلینڈرس
(Glanders) کا مرض یا غدود کی بیماری بالکل ناپید ہو گئی
ہے لیکن دق کی مریض گائے بلا کسی روک ٹوک کے زندہ رہتی ہے اور
اسکا دودھ گھر گھر تقسیم ہوتا ہے۔ اسکے خلاف ہم کچھ نہیں کر سکتے۔

حل۔ عام لوگوں کی جہالت۔ انکی لاپرواہی اور مذہبی اور جذباتی
اعتقاد کو دور کرنے کے لئے پرچار اور تعلیم کی ضرورت ہے۔ اس خوفناک
مرض کا مقابلہ کرنے اور اسکے متعلقہ مسائل کو حل کرنے میں لارڈ اور لیڈی
لنلتھگو کی انتھک کوشش گہری دلچسپی اور انکی امداد کا یہ نتیجہ ہوا کہ ملک
کے باشندوں نے بھی اس میں دلچسپی لینا شروع کر دیا ہے جس سے اس
محکمے کے کام کرنیوالوں کی بہت ہمت افزائی ہوئی ہے۔ رفتہ رفتہ اب
لوگ عام طور پر یہ تسلیم کرنے لگے ہیں کہ ہندوستان میں دودھ دینے والے
مویشیوں کی نگہداشت کرنے اور دودھ کی تجارت کو حفظان صحت کے
اصولوں کے مطابق ترقی دینے کی بہت اشد ضرورت ہے۔
"ٹیوبرکولن ٹیسٹ" ہی ایک ایسا طریقہ ہے جس کے ذریعہ ایسے مویشیوں
کی جانچ کی جا سکتی ہے جن میں دق کے کیڑے گو ظاہرا موجود نہ ہوں لیکن آئندہ
ہونے کے امکانات پائے جاتے ہوں اس ٹیسٹ کے ذریعہ اس متعدی بیماری

کو روکا نہیں جا سکتا لیکن یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ بیماری کب پیدا ہوئی ہے اس سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کون جانور بیمار ہے اس طرح دوسرے تندرست جانوروں اور انسانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے تدارک کی کارروائی کی جا سکتی ہے۔ اس ٹیسٹ کے ذریعے بیماری کے موجود ہونے کا پتہ چل سکتا ہے لیکن یہ نہیں بتایا جا سکتا کہ مرض کا اثر کس حد تک ہے ایک مقررہ وقفہ کے بعد ہر گائے کا ٹیوبرکولن ٹیسٹ کر لینا چاہیئے اور جو گائے بیمار معلوم ہو اس کو دوسرے جانوروں سے علیحدہ کر دینا چاہیئے۔ گلہ میں کوئی نئی گائے اس وقت ہرگز شامل نہ کرنا چاہیئے جب تک اس کا ٹیوبرکیولن ٹیسٹ نہ کر لیا گیا ہو۔ اگر کچھ عرصہ کے لئے یہ تدارکی کارروائی کی جائیں تو مرض دق کو جڑ سے فنا کیا جا سکتا ہے اور انسانوں میں دق پھیلنے کی کم سے کم ایک وجہ کو رفع کیا جا سکتا ہے۔

خوش قسمتی سے دوسرے ملکوں کے مقابلہ میں ہندوستان میں دودھ کے ذریعہ پھیلنے والی بیماریوں کا مسئلہ کم ہے کیونکہ یہاں عام طور استعمال کرنے سے قبل دودھ کو ابال لیا جاتا ہے۔

مرض دق پر قابو پانے کی غرض سے ٹیوبرکولن ٹیسٹ کے ذریعہ مویشیوں کی جانچ کرنے کے لئے اور قانون کی رو سے دق۔ مریض مویشیوں کو جان سے مار ڈالنے یا ان کو دوسروں سے علیحدہ رکھنے کے علاوہ یہ مناسب ہے کہ شہروں میں چھوٹے چھوٹے ناتجربہ کار کاروباریوں کے ہاتھ میں دودھ کی سپلائی کا انتظام چھوڑا جائے بلکہ یہ کام ان کوآپریٹو ڈیری سوسائٹیوں یا ان بڑے بڑے ڈیری فارموں کے سپرد ہونا چاہیئے جن کے پاس کام چلانے کے لئے کافی بڑے پیمانہ پر روزگار کرنے والے حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق جدید ترین آلے اور جدید طریقے استعمال کر سکتے ہیں۔ مثال کے لئے یہ لوگ پاسچری مشین۔ جراثیم ہلاک کرنے کی مشین اور بوتلیں بھرنے کی مشین وغیرہ خرید سکتے ہیں اور مویشیوں کی نگہداشت کرنے کے لئے ویٹرنری ڈاکٹروں کو ملازم رکھ سکتے ہیں جو شہروں میں دودھ دینے والے مویشیوں کی دیکھ بھال اور ان کو دق کے مرض سے محفوظ رکھنے کا انتظام کریں گے۔

تحریک امداد باہمی

از جناب متھرا پرساد، نائک، سپرنٹنڈنٹ، الہ آباد

دنیا میں رہ کر بغیر ایک دوسرے کی مدد کے ایک دن بھی کوئی اپنا کام نہیں چلا سکتا۔ تہذیب کے ابتدائی دور میں بھی امداد باہمی سے لوگ اپنے کام چلاتے رہے ہیں۔ ہندوستان کے لئے اصول امداد باہمی نیا نہیں ہے۔ ہندوستانی سماج میں امداد باہمی کا رواج زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے اگرچہ موجودہ طرز کی کوآپریٹو سوسائٹیاں اس ملک کے لئے نئی چیز ہیں لیکن اصولی طور پر تو امداد باہمی ہندوستانی سماج کی ایک خاص جزو ہے۔ مشترکہ کنبہ جو ایک قدیم سماجی جماعت ہے، پنچایت جو دیہات کی عدالت ہے، امداد باہمی کے اصولوں پر مبنی نہیں تو پھر کیا ہے مگر اب اسے تحریک کے ذریعے باقاعدہ بنا دیا گیا ہے۔

آج کل بھی چھپر اٹھانے کے لئے، گاڑی نکالنے کے لئے، سینچائی کرنے کے لئے، ایکھ پیرنے وغیرہ کاموں کے لئے اہل دیہات یکجا ہوتے ہیں۔ شادی غمی، تہوار وغیرہ پڑنے پر برادری والے جمع ہوتے ہیں، روپیہ دیکر اناج دیکر اور خود شریک ہو کر ایک دوسرے کو مدد دیتے ہیں کسان بڑھئی، دھوبی، نائی، کمہار وغیرہ جو ملکر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں یہ بھی امداد باہمی کی ایک شکل ہے۔

امداد باہمی کے ذریعے ہی آج کپاس کو ہم اس بدلی ہوئی شکل میں دیکھتے ہیں کہ اسی سے ہمارے جسم کی حفاظت ہو رہی ہے لکڑی کو وہ حیثیت دیگئی ہے جس پر ہم روزانہ آرام کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ سبھی چیزیں جنکا ہم استعمال کرتے آئے ہیں، امداد باہمی کا نتیجہ ہے۔

ہمارے جسم کے ہر ایک عضو امداد باہمی کا سبق دیتے ہیں جو خیال دل میں پیدا ہوں گے اسی کے مطابق ہر ایک عضو اپنے اپنے کام پر تیار ہو جائیگا اگر جسم میں کسی ایک عضو کا کام ٹھیک نہ ہوا تو اسکا اثر تمام جسم پر پڑے گا۔

جانوروں میں بھی امداد باہمی کا جذبہ پایا جاتا ہے۔ جنگلوں میں ہرن اور گھوڑے وغیرہ امداد باہمی کے ذریعے ہی اپنی جان بچاتے ہیں امداد باہمی سے ہی ننھی ننھی چیونٹیاں بڑے بڑے کیڑوں کو اٹھا لیتی ہیں۔ امداد باہمی سے ہی شہد کی مکھیاں کیسا خوبصورت چھتہ تیار کرتی ہیں۔

اس طرح معلوم ہوا کہ تمام دنیا میں کوئی بھی کام بغیر امداد باہمی کے آسانی سے نہیں ہو سکتا۔ آج ہم لوگوں کی زندگی ایک دوسرے کی امداد پر اتنی زیادہ منحصر ہے کہ اگر امداد باہمی کے اصول کو ترک کر دیا جائے تو یہ گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ دنیا کا کام کیونکر چلے۔ انسان کی طاقت امداد باہمی میں چھپی ہوئی ہے اور اسی کے ذریعہ اسکی ترقی ہو سکتی ہے۔

امداد باہمی سے کمزور کو طاقت حاصل ہوتی ہے۔ غریبوں کو دولت حاصل ہوتی ہے اور ان کی حفاظت کرتی ہے۔ ان کے لئے تحریک

[illegible]اد باہمی ہی زندگی کی دولت ہے اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے وہ ترقی [illegible]سکتے ہیں۔ باہمی محبت، امداد اور ہمدردی اسکا خاص اصول ہے اور [illegible]بہت ہی اسکا مقصد عظیم ہے۔

ہندوستان جیسے زراعت پیشہ ملک میں جہاں زراعت ہی لوگوں [illegible]ذریعہ معاش ہے اور کسانوں کی حالت اس قدر قابل رحم ہے اور [illegible]امداد باہمی ہی ترقی کا واحد ذریعہ ہے۔ غریب کسان محنت کرتا ہے [illegible]دھوپ میں جلتا ہے چوٹی سے ایڑی تک پسینہ بہاتا ہے بھوکوں [illegible]پیتا ہے اور یہ سب ان زمینداروں کے لئے ان مہاجنوں اور [illegible]رمایہ داروں کے لئے جنھیں ان تکلیفوں کا مطلق احساس نہیں [illegible]کیتا فصل تیار ہوتے ہوتے اس پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے [illegible]بعد دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے اور اُنکا بنیا ادھار دے والی مثل [illegible]صادق آتی ہے مجبور ہو کر اسے غلہ سستے داموں فروخت کرنا پڑتا ہے [illegible]نا لال گنوا کے در در بھیک مانگنے کی نوبت آجاتی ہے بعد میں اسے [illegible]نگے داموں غلہ خرید نا پڑتا ہے اور وہ مقروض ہوتا ہے۔

[illegible]قرض لینا برا نہیں مگر مناسب کام کے لئے اور مناسب شرح [illegible]ہور پر اسے غلہ ملتا نہیں وہ جاہل ہے اور باہمی امداد سے ترقی کرنے [illegible]سے مجبور ہے ترقی دادہ بیج، مویشی آلات زراعت اور جدید ایجادو [illegible]سے مطلق علم نہیں ہے کہ وہ اپنی حالت کی اصلاح کر سکے، فصل [illegible]بیچنے کا انتظام کر سکے نہ صرف کاشتکار بلکہ کاریگر بھی سرمایہ دار تاجروں [illegible]ذریعہ لوٹے کھسوٹے جانے پر اسی حالت پر پہنچا ہے اس سے [illegible]غریبوں اور مزدوروں کی زندگی میں بیحد مایوسی آگئی ہے۔

اس ملک میں غریبوں کو مہاجنوں کے پنجے سے آزاد کرنے [illegible]غرض سے نجات دلانے کے غریبی کا خاتمہ کرنے کے لئے ان کی [illegible]قی کے لئے ان میں نئی زندگی، نیا جوش، نیا ولولہ پیدا کرنے اور [illegible]کے ذریعے ملک کو نجات دلانے کے لئے امداد باہمی کے اصول [illegible]اشاعت ہر محب وطن خصوصاً نوجوانوں کا فرض ہے۔ امداد باہمی [illegible]سایہ میں زمیندار اور کسان دونوں کو پناہ ملے گی۔ دونوں ملکر [illegible]زمین سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کی تدبیریں سوچیں گے۔ اچھوتوں کی [illegible]صلاح وغیرہ کے کام جنگی آوازیں کانوں کو بہرہ بنائے دے رہی [illegible]امداد باہمی کے آفتاب کے سامنے شبنم کے قطروں کی طرح ختم [illegible]ہو جائیں گے۔

ہندوستان میں تحریک امداد باہمی کے پھیلے ہوئے آج تقریباً [illegible]سال ہو رہے ہیں مگر تحریک نے اس ملک کی اقتصادی زندگی [illegible]میں کوئی خاص تبدیلی کر دی ہو، اس کی مثال نہیں ملتی۔ تحریک [illegible]تک خود بخود نہیں پھیل رہی ہے اگر تحریک کو دیہاتی باشندے [illegible]مند سمجھتے تو تحریک بہت تیزی سے ترقی کرتی مگر ایسا نہیں [illegible]رہا ہے اس سے یہ اندازہ آسانی سے ہوسکتا ہے کہ تحریک کے چلانے

میں کہیں نہ کہیں کوئی خامی ضرور ہے۔

ہمارے ملک کے باشندوں خصوصاً غریب باشندوں میں جہالت کی خوفناک تاریکی چھائی ہے اور ہر ایک تحریک کے پھیلنے اور ترقی کرنے کیلئے تعلیم نہایت ضروری ہے تحریک امداد باہمی کے لئے تو اور بھی ضروری ہے کیونکہ ممبروں کو خود اپنی سوسائٹی چلانی پڑتی ہے مگر صرف تعلیم ہی تحریک کی کامیابی کی ضامن نہیں ہو سکتی کیونکہ کسان جاہل ہوتے ہوئے بھی عقل کے تیز ہوتے ہیں۔ اگر انھیں امداد باہمی کی مناسب تعلیم دیجائے تو وہ اپنی سوسائٹی کو کامیابی سے چلا سکتے ہیں۔

دیہاتی باشندے اپنی قدیم روایات کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ وہ طرز حکومت اور جدید ایجادات سے ایسے گھبرا گئے ہیں کہ انکے دل میں ہر وقت خوف موجود رہتا ہے وہ اپنی رسموں کے مطابق ہی چلنا پسند کرتے ہیں وہ اپنے کو نہیں بدل پاتے اسلئے انپر ان باتوں کا ذرا بھی اثر نہیں پڑتا عوام سمجھتے ہیں کہ یہ امداد باہمی تقاوی تقسیم ہوتی وہ سمجھتے ہیں کہ یہ امداد باہمی تحریک نہیں ہے۔ اس سے بہت سے لوگوں کی رائے ہے کہ تحریک عام ہونے بجائے ایک کوآپریٹو پالیسی کی شکل میں چلائی جا رہی ہے۔ یہ تحریک کی کمزوری ہے تحریک خود اعتمادی اور خود کفالتی کے اصول پر کھڑی کیگئی ہے تحریک امداد باہمی میں سرکاری امداد لینے سے کمزوری آجائیگی اسلئے اب یہ خیال مستحکم ہوتا جا رہا ہے کہ تحریک کو عوام کے ہاتھ میں سونپ دینا چاہیئے۔

تحریک کو کامیاب کرنے کیلئے اسکے منتظمین کو حوصلہ اور مستعدی کے ساتھ شامل ہونا پڑتا ہے مگر یہاں کارکن بدلتے رہتے ہیں اس سے انھیں تحریک سے خاص دلچسپی نہیں ہوتی مستقل پالیسی کام میں نہیں لائی جاتی اعزازی کارکن بھی زیادہ جذبہ خدمت سے کام کرنے کے بجائے حکومت کو خوش کرنے اور عہدے وخطاب کے لالچ سے کرتے ہیں مگر بہت سے ایسے کارکن بھی ہیں جو تحریک کی توسیع میں ہی اپنی تمام زندگی لگا دیتے ہیں۔

کارکنان ممبروں کو یہ نہیں بتاتے کہ یہ تمھاری ہی سوسائٹی ہے کیونکہ ایسا کہنے پر انکا رعب نہ قائم ہوگا۔ اسی لئے انمیں خود اعتمادی کے جذبات نہیں پیدا ہوتے۔ کارکنان خود سوسائٹی کے مالک بن بیٹھتے ہیں لین دین خود ہی کرتے ہیں اس سے عوام ملازموں کو اپنا مہاجن سمجھتے ہیں۔ ایک اور خرابی جو تحریک میں آگئی ہے وہ ہے کاغذی لین دین مگر اب خوش قسمتی سے یہ چیز کم ہوتی جا رہی ہے

مندرجہ بالا خیالات سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ تحریک سے ملک کو کچھ فائدہ نہیں ہوا۔ اگرچہ ناقص تنظیم اور کارکنان کی بے علمی سے زیادہ فائدہ نہیں ہوسکا۔ مگر کسانوں کی ذہنیت بدل رہی ہے تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کی توجہ بھی اسطرف مبذول ہوئی ہے۔ دراصل آج ہندوستان میں جرمنی کے رفاسین کی ضرورت ہے جس تحریک میں اتنی قوت ہے اسکی طرف سے کوئی بھی محب وطن نوجوان کیونکر غافل رہ سکتا ہے جبدن اہل ہند تحریک امداد باہمی کے اصولوں کو سمجھ لیں گے اسی دن دیہاتی زندگی پُر مسرت ہو جائیگی۔ دیہات کی نجات ہو جائیگی۔ دنیا کی نجات ہو جائے گی۔

منڈیا کپاس کی کاشت نہ بڑھائیے

(از جناب آر۔ ایل، سیٹھی)

[یہ وہ تقریر ہے جو ڈائرکٹر محکمہ زراعت یو پی لکھنؤ نے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے نشر کی ہے۔]

۱۹۳۷ء تک پچھلے پچاس سالہ اوسط پیداوار کے اعداد شمار سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ۔ ہندوستان اور مصر میں کپاس کی کاشت کس حالت میں ہے۔ مصری لوگ اپنے ایک ایکڑ سے ۴۸۴ پونڈ چھ من کے قریب کپاس پیدا کرتے ہیں۔ امریکن ۲۰۷ پونڈ یا ڈھائی من کے لگ بھگ فی ایکڑ کپاس حاصل کرتے ہیں۔ برخلاف ان اعداد کے ہندوستان ۸۹ پونڈ یا ایک من کے قریب کپاس فی ایکڑ پیدا کرتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ خرچ تو ایک ایکڑ کا کرتا ہے اور امریکہ کے مقابلے میں پیداوار آدھے ایکڑ سے کہیں کم کی پاتا ہے۔ مصر کے مقابلے میں تو ہندوستان کی کپاس کی پیداوار کہیں ابتر ہے یہ اعداد شمار تو صرف مقدار کے ہیں۔ قسم اور جنس کے لحاظ سے کپاس کا مقابلہ کیا جائے تو ہندوستان کی منڈیا کپاس، امریکہ اور مصر کی ملائم اور ریشہ دار کپاس کا خواب وخیال میں بھی مقابلہ نہیں کر سکتی۔

خدا کے فضل سے ہندوستان میں بھی امریکہ اور مصر کی کپاسیں پیدا کی جا سکتی ہیں۔ اور ماہروں کی رائے یہ ہے کہ تھوڑے رقبے پر زیادہ محنت کر کے بڑے ریشے کی کپاس پیدا کرنا ہندوستان کے لئے نہایت مفید ہوگا۔ اس سفارش کو مدنظر رکھتے ہوئے اور ملک کی کھانے پینے والی جنسوں کی پیداوار کا خیال کرتے ہوئے یہ نہایت ضروری ہے کہ کپاس جیسی جنس کم سے کم رقبے پر بو کر زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے میں ہندوستانی کسان کی سپھلتا ہے۔ ہم لوگ صوبہ آگرہ میں کپاس کو بن کہتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ کسان منڈیا کپاس کے ساتھ بن کا ایسا برتاؤ کرتے ہیں۔ میں نے اکثر دیکھا ہے کہ کپاس کے ایکسٹنے کے مرگھلے پیڑ بغیر کھاد، بغیر پانی، بغیر گوڑائی بگھیوں پر کھڑے ہوتے ہیں۔ اور دو دو چار چار بگھنوں سے کپاس دیکر ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ کپاس کی کھیتی نہیں بلکہ کسانی کا ستیاناس ملانا ہے کاش۔ اس زمین پر کھانے پینے کی فصلیں ہوتیں تو منوں میں پیداوار ہوتی اور سیکڑوں غریبوں کا پیٹ پلتا۔

دُنیا کے سمجھدار کسان بازاروں کا لحاظ رکھتے ہوئے زمین سے وہ جنسیں پیدا کرتے ہیں کہ جنکی زیادہ سے زیادہ مانگ ہو اور اُن کی زمینوں سے بھی زیادہ سے زیادہ پیدا ہو سکے۔ دوسرے جنس کی قسم ایسی ہو کہ جنس بازار میں شہرت پائے اور مقبول عام ہو جائے منڈیا کپاس ان باتوں سے کوسوں دور ہے ہاں! یہ کہا جا سکتا ہے اور کسان سمجھتا ہے کہ جنس کی بُری بھلی پیداوار سے کسان کو پیسہ مل ہی جاتا ہے لیکن کسان بھائیو یہ زمانہ آنکھ بند کر کے کام کرنے کا نہیں ہے۔ آپ لوگوں کو اُسی رفتار سے چلنا ہے جیسی کہ دُنیا چل رہی ہے۔ آپ لوگوں کو زمین سے زیادہ سے زیادہ پیداوار لینے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ کپاس کی کھیتی میں بھی آپ کو یہ فکر کرنا پڑیگی کہ ایک ایکڑ سے پوری پوری مقدار میں جنس میسّر آئے۔ اس سے کیا فائدہ کہ محنت، بیج، بسارہ، آبپاشی، نکائی، گوڑائی، صفائی کا خرچہ تو ایک ایکڑ کا ہوا اور پیداوار چوتھائی ایکڑ کی۔ آپ کو نفع اس میں ہوگا کہ بجائے ۴ ایکڑ کے ایک ایکڑ بوئیے اور محنت اور توجہ سے فصل کی سیوا کیجئے کہ آپ کو موجودہ پیداوار کے مقابلے میں چوگنی نہیں تو دوگنی ضرور ملے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ جو زمین بچیگی اس میں آپ کھانے پینے کی چیزیں پیدا کر کے دیش کو فائدہ پہنچائیں گے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کسان تھوڑے رقبہ پر کوئی جنس بوتا ہے تو اس زیادہ محنت کرنے کا اُس کا مَن ہی نہیں چاہتا بلکہ اس کو وقت بھی مل جاتا ہے یا یوں سمجھو کہ چار بیگھہ زمین پر اگر آپ کپاس بونیکا ارادہ کرتے ہیں تو ٹھیک جھپک کے کچا پکا کھیت طیار ہوتا ہے۔ ایسے کھیت میں کا جاڑہ بھی خراب ہوتا ہے اور اخیردم تک فصل خراب رہتی ہے اور پیداوار نہایت کم ہوتی ہے لیکن اگر آپ ایک بیگھہ میں یہ جنس بونا چاہتے ہیں آپ کا جی بے انتہا محنت کرنے کو چاہتا ہے۔ کھاد بھی آپ فی بیگھہ خوب دیتے ہیں۔ اور جوتائی و طیاری بھی نہایت دلچسپی سے کرتے ہیں۔ کھیت کی تاک بھی اچھی ہوتی ہے اور ٹھیک" اوبٹ" پر کھیت میں بیج پڑ کر جمتا ہے اور اچھی پیداوار ہوتی ہے۔

سرکار کو اس بات کی فکر ہے کہ دیش میں کھیتی باری کی ریتیں ایسی سدھر جائیں کہ تمام کھانے پینے اور ضروریات کی چیزیں دیش کے رہنے والوں کو آسانی سے مل سکیں۔ جس قسم کے کپاس کی ضرورت ملک کو ہے وہ منڈیا کپاس پورا نہیں کر سکتی۔ لہٰذا اس پر رقبہ کا ضائع کرنا صرف بیکار ہی نہیں بلکہ اور جنسوں کے پیدا ہونے میں حائل ہوتا ہے منڈیا کپاس کی قیمت کے بلکے گر رہی ہے۔ اور اسکی گنجائش نہیں کہ اس قیمت کے قیام کے لئے سرکار کسی قسم کی مدد دے سکے۔ اور چونکہ کھانے پینے کی چیزوں کا اُن مقامات پر پہنچنا کہ جہاں ان کی ضرورت ہے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ لہٰذا یہ بھی ممکن نہیں کہ کپاس کی بار برداری میں کسی قسم کی آسانیاں دیجا سکیں۔

ملک کی بھلائی کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ بھی ضروری نہیں سمجھا جاتا ہے کہ سرکار کپاس کو خریدے۔ برخلاف اس کے غریب رعایا کی شکم پری کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ جوار۔ باجرہ اور خریف کی جنسیں خریدی جائیں تاکہ ان کا بازار بھی پختہ رہے اور یہ جنسیں اُن لوگوں کے لئے پہنچائی جائیں کہ جہاں غیر معمولی ضرورت ہے۔

کسان بھائیو! کپاس بونے کا وقت ہے اور آپ کو آگاہ کیا جاتا

پ بجائے منڈیا کپاس بونے کے جوار، باجرا یا خریف اور ربیع کی
لیس بوئیں گے تو منڈیا کپاس کی کاشت کے مقابلے میں آپ کو بہت
دہ مالی فائدہ ہوگا۔ جیسا کہ ابھی آپ سے عرض کر چکے ہیں۔ سرکار دولت
ہ اگر غلہ کی قیمت گرتے ہوئے دیکھے گی تو دوران جنگ میں اور ایک سال
ے کے بعد بھی کھانے پینے کی اجناس کی قیمت کو ایسی حد سے نہ گرنے دیگی
ہں سے کسان کے مفاد کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو۔ سرکار کھانے
کی اجناس کی افراط اسلئے ضروری سمجھتی ہے کہ آجکل کی بڑھی ہوئی
دی کو کھانا پینا میسر آئے۔ آپ کو تو خود معلوم ہے کہ آپ کے گاؤں میں
ں کے قصبے میں روزمرّہ کتنا غلہ دال، چاول وغیرہ وغیرہ درکار ہے اور

کس وقت سے میسر آرہا ہے۔ کسان بھائیو! جوار۔ باجرے، جو، چنے
سے ہم اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پال سکتے ہیں۔ لیکن کپاس ہمارے
کھانے کی چیز نہیں ہے بغیر کپڑے کے ہم زندہ و تندرست رہ سکتے ہیں
لیکن بغیر کھانے کے ہم جی نہیں سکتے۔ اپنے ننھے ننھے بچوں کے منھ دیکھو
اور زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرو۔

برہما نے جب برہمانڈ رچا تو دیوتاؤں کو پھل پھلا ہار کھانے کا
مشورہ دیا۔ تاگا اور تار بہت پیچھے کی باتیں ہیں۔ بس یوں سمجھو کہ
برہمانڈ کے استھر رکھنے کے لئے کھانے کی چیزیں پیدا کرنا ہمارا پہلا دھرم ہے۔

دیہات کی موجودہ حالت اور اسکی اصلاح

(از جناب سید اقبال حسین رضوی سپروائزر امید دار لکھنؤ)

ہندوستان کے ۹۰ فیصدی باشندے دیہات میں اور ۱۰ فیصدی شہروں
آباد ہیں۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان شہروں میں نہیں
دیہات میں آباد ہے۔ شہروں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان
مغربی ممالک کے ساتھ ساتھ شاہراہ ترقی پر گامزن ہے
لیکن دیہات کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان ابھی سو رہا ہے
ی میں ہے حساب لگانے سے معلوم ہوا ہے کہ حکومت کو جتنی آمدنی
تی ہے اس کا زیادہ حصّہ کسانوں ہی سے وصول ہوتا ہے جس ملک
جس طبقہ کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اسی کی ترقی و تنزلی پر ملک کی
ی و تنزلی منحصر ہوتی ہے۔ ہندوستان میں کسانوں کی تعداد زیادہ
اسلئے انھیں کی ترقی پر ملک کی ترقی کا انحصار ہے۔ اب یہ دیکھنا
کہ ہمارے کسانوں کی حالت کیا ہے۔

یہ تو دیہات میں جاکر معلوم ہوتا ہے کہ انکی حالت کتنی خراب ہے
ں گندے اور میلے ہیں جا بجا گھور ہیں۔ موریاں اور نابدان بہتے
تے ہیں۔ راستے بھی اچھے نہیں ہیں۔ ہاں ان کے گھر ضرور کچھ صاف
لیکن وہ اتنے چھوٹے ہیں کہ سانس لینا بھی دوبھر ہے۔ خود کسانوں
حالت نہایت افسوسناک ہے۔ ایک میلی پھٹی سی دھوتی اور تیل کے
ں کی طرح انکی چیکٹ مرزئی۔ بچے بھی بہت خراب اور گندی حالت میں
تے ہیں۔ یہ تو ان کی ظاہری حالت ہے۔ باطنی حالت اس سے بھی خراب
۔ گھر کے بچوں سے لیکر جوان اور بوڑھے تک سبھی دن رات سر سے
ں کا پسینہ ایک کرتے ہوئے محنت کرتے ہیں مگر دونوں وقتوں میں
وقت بھی پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں ملتا۔ اگر ان سے پوچھا جائے کہ
اری حالت اتنی خراب کیوں ہے تو وہ کہیں گے کہ بھیا فصل اچھی نہیں

ہوتی، قرض کا بوجھ سر پر الگ ہے، لگان ادا نہیں ہوتا پھر ہم کیونکر اچھی
حالت میں رہ سکتے ہیں۔ انکی آمدنی کا خاص ذریعہ انکی کھیتی ہے لیکن اسکی بھی
وہ حالت ہے کہ ادھر فصل تیار ہوئی ادھر مہاجن کے آدمیوں نے اس پر
قبضہ جمالیا۔ جس نے اپنا خون پسینہ ایک کرکے فصل تیار کی، نہ جاڑوں کی
سردی کی پرواہ کی اور نہ دماغ کو پگھلا دینے والی گرمی میں لو کی ایک پل
میں اسی کی بوئی ہوئی فصل پر اسی کا قبضہ نہ رہ گیا کس قدر بے انصافی
ہے۔ پہلے جس ملک کے کسان تمام دنیا میں خوشحال مشہور تھے آج وہی
اتنے غمزدہ اور مفلس ہیں کہ انکی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں
کرتا۔ انکی ایسی حالت کیوں ہے اور کس طرح اصلاح کی جا سکتی ہے۔
آیئے اب اس پر غور کریں۔

سب سے پہلی چیز، جس نے انھیں اس حالت تک پہنچایا ہے وہ
حکومت کے قاعدے قانون ہیں۔ نئی نئی ایجادوں، نئے نئے محکموں
اور آئے دن کے نئے نئے قانون نے انھیں حیران و پریشان بنا رکھا
ہے۔ فریب اور دغا انھیں آتی نہیں، پھر کچہریوں کے کھل جانے
سے گاؤں کی پنچائتیں بالکل ٹوٹ گئیں جن سے بہت فائدے ہوتے
تھے۔ گاؤں کے ہر قسم کے معاملات انھیں پنچائتوں میں طے ہو جایا کرتے
تھے۔ اب ذرا ذرا سی بات پر عدالتوں کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑتا ہے اسکے
علاوہ پہلے غلہ دیکر کسانوں کے سب کام کاج پورے ہو جاتے تھے۔ اب
ہر جگہ روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے جس کے لئے کبھی کبھی سستے داموں
اناج بیچکر انھیں نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ اسکے علاوہ انکی جہالت،
بُرے رسم و رواج اور بہت سی مفید چیزوں کا استعمال نہ کرنا ہے۔ اب
انکی اصلاح کا سوال آتا ہے۔

اصلاح کے لئے سب سے زیادہ ضروری انکی تعلیم کا انتظام ہے۔

جب تک تعلیم نہ ہوگی اُس وقت تک کوئی بات اُنکی سمجھ میں نہ آئیگی خواہ وہ کتنی ہی فائدہ مند ہو پھر اُن کا کھیتی کرنے کا وہی قدیم طریقہ ہے۔ اس سلسلہ میں اُنھیں یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ حکومت نے کھیتی کی ترقی کے لئے جو محکمہ کھولا ہے اُس سے وہ ترقی دادہ بیج، کھادیں، کھیتی کے نئے نئے آلات لے جائیں اور نئے طریقے سے کھیتی کرنا سیکھیں۔ اس طرح انکی محنت اور مزدوری دونوں کی بچت ہوگی اور زیادہ سے زیادہ غلّہ پیدا ہوگا۔ اس طرح جب پیداوار ہونے لگے گی تو ان کی ساری دشواریاں دور ہو جائینگی۔

قرض کے لئے اور اُنکے بُرے رواجوں کو دور کرنے وغیرہ کے لئے ہمارا محکمہ امداد باہمی قائم کیا گیا ہے جو گاؤں گاؤں میں سوسائٹیاں قائم کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسی سوسائٹیاں جن کے مختلف مقاصد ہیں۔ مثلاً ممبروں کو قرض دینا، آپس میں بھائی چارہ قائم کرانا گاؤں کے جھگڑے گاؤں میں ہی طے کرا دینا، کسانوں کو کفایت شعاری کا عادی بنانا اپنی اور دوسروں کی مدد کرنا، بُرے رواج مٹانا، گاؤں کی صفائی وغیرہ۔

لیکن یہ محکمہ زیادہ تر قرض کی لین دین کا کام کرتے ہوئے ہی گیا ہے۔ اسکے بارے میں ہمیں اپنے بھائیوں سے کہنا ہے کہ اگر ہم ہیں کہ ہمارے کسان بھی آگے بڑھیں اور اُنھیں کے ساتھ ہمارا بھی ترقی کی منزلیں طے کرتا جائے تو ہمیں تن من سے اس بات کوشش کرنی چاہئے کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے تمام مقاصد پورے ہوں۔ قرض کے ساتھ ساتھ جب انکی دوسری بُرائیاں بھی دور ہو تبھی انکی زندگی میں خوش حالی آسکتی ہے۔

اگر ہم لوگوں نے اپنی زندگی میں ایک ایک گاؤں بھی شدھ لئے تو ہم سمجھیں گے کہ ہماری زندگی کامیاب ہوگئی میں خدا سے کرتا ہوں کہ وہ ہم میں اسی طرح کے جذبات پیدا کر دے۔

غزل

(حضرت نیساںؔ اکبرآبادی)

دُنیا کے گلستاں میں کوئی دلکشی نہیں
یا میرے دِل میں خیر سے کچھ تازگی نہیں

جس دل میں تیری یاد نہیں اس کو کیا کہوں
بیکار ہے چراغ اگر روشنی نہیں

خوگر نہ رنج کا ہوں نہ راحت پسند ہوں
جینا برائے نام ہے یہ زندگی نہیں

کہتے ہیں لوگ آگیا موسم بہار کا
لیکن ہمارے دل کی کلی تو کھلی نہیں

کیا چیز پھونکے دیتی ہے قلب و جگر کو آج
اِک آگ سی لگی ہے مگر آگ بھی نہیں

ہر سجدہ لے کے اُٹھتا ہے مُہرِ قبول کو
برباد جائے جو وہ مری بندگی نہیں

محسوس کر رہا ہے یہ نیساںؔ ترے بغیر
جیسے کہ زندگی میں کوئی لطف ہی نہیں

(نسانہ)

ویران جزیرے میں

سمندر کے بیچ ویران جزیرے میں جہاں کسی کو بھی جانداروں کا نام ونشان نہ ہو تین
ے زندگی گزارنا کس قدر تکلیف دہ ہو سکتا ہے۔ گذشتہ سال اتحادی ہوائی
کے ان تین افسروں کا ہوائی جہاز ٹوٹ گیا اور انھیں مجبور ہو کر ایک
جزیرے میں پناہ لینی پڑی جہاں پانی کا نام نشان تک نہیں تھا ان کا ایک
ی زخمی ہو گیا تھا اور انھوں نے اپنے بچنے کی اُمید چھوڑ دی تھی۔ مجبور
ے ہونے پر بھی انھوں نے پانی کے لئے اپنی تلاش جاری رکھی۔ بالآخر
ی کوشش کامیاب ہوئی۔ اس جزیرے میں انھیں ایک ایسی جھونپڑی
لی جو گوری قوم کے کسی انسان نے کبھی اپنے رہنے کے لئے بنائی تھی۔
ھنے سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ جھونپڑی کا مالک اُسے چھوڑ کر حال ہی میں
ں چلا گیا ہے لیکن وہ کون تھا اور کیوں جھونپڑی چھوڑ کر اور کہاں
گیا اس کا ابھی تک پتہ نہ لگ سکا۔ جب ان تینوں افسروں کو لینے
لئے جہاز نہ آیا اس وقت تک انھوں نے اس ویران جزیرے میں کس
ح اپنی زندگی گزاری اسکا بالکل صحیح صحیح حال اس کہانی میں بیان
گیا ہے۔ اس گنجان آباد دنیا میں اب بھی ایسے غیر آباد جزیرے
ں اس کا خیال بھی یکایک نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن حقیقت تخیل سے
زیادہ دلچسپ ہوتی ہے اس بات کی یہ کہانی ایک اچھی مثال ہے۔

اتحادی بحری فوج کا ایک طیارہ بحرالکاہل کے اُوپر ہوا میں منڈلا
تھا۔ اتنے ہی میں اسے ایک جاپانی تجارتی جہاز دکھائی دیا۔ ہوائی
ز اس جہاز پر حملہ کرنے کے لئے اس کی طرف بڑھا۔ ہوائی جہاز کا
وہ جاپانی جہاز پر قریب سے حملہ کرنے کا تھا اس لئے اس نے جاپانی
ز کے گولوں سے بچکر اس کے پاس پہنچنے کی کوشش کی۔ ہوا باز
اپنی اس کوشش کے خطرہ کا احساس تھا لیکن اس کے سامنے اس
سوا دوسرا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔

جاپانی جہاز کا گولہ ہوائی جہاز کے ڈھانچے کے پاس آیا، لگا،
ن ہوائی جہاز کی رفتار اتنی تیز تھی کہ وہ جلد ہی گولے کی مار سے
ر نکل گیا۔

ہوا باز نے پیچھے گھوم کر دیکھا کہ اس کے ہوائی جہاز کے پچھلے
ے میں دھواں نکل رہا ہے۔ اسے فوراً معلوم ہو گیا کہ ہوائی جہاز
پتوار بیکار ہو گئی ہے اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھتے ہوئے اس
پوچھا "بم! تم ٹھیک تو ہو۔"

"میں بالکل محفوظ ہوں"

"اور تم؟" اس نے توپچی سے سوال کیا۔

"داہنے ہاتھ میں چوٹ لگ گئی ہے۔ بقیہ سب ٹھیک ہے" توپچی نے جواب دیا۔

ہوا باز نے اپنی نظر بحرالکاہل کی نیلی سطح پر جمار کھی تھی۔ توپچی
کی بات سن کر اس نے اپنی نظر سمندر پر سے ہٹالی۔ اس نے اپنے
معاون سے کہا "انجن میں تیل پہنچانے والی نلی بیکار ہو گئی اور
انجن جل رہا ہے۔ لیکن مجھے اُمید ہے کہ آگ آگے نہ بڑھے گی۔ پتوار
کو کنٹرول کرنے والا آلہ بھی بیکار ہو گیا ہے تم لوگ آگے آجاؤ نہیں
اسے ٹھیک کرنا ہو گا"

معاون ہوا باز کے پاس آیا۔ توپچی اپنے داہنے بازو کو ہتھیلی
سے دبائے ہوئے ان کے پاس آگیا ہوا باز نے اپنے دونوں ساتھیوں
کو غور سے دیکھکر کہا "اب اس کی مرمت تو ہم کر نہیں سکتے ساحل
سے بھی ہم بہت دور ہیں۔ اب صرف یہی ممکن ہے کہ کسی جزیرہ کا پتہ
لگائیں جہاں کہ اتر سکیں۔ تم لوگوں کو بھی مجھ سے اتفاق ہے۔"

"ہاں ہاں!" دونوں معاونوں نے جواب دیا۔

"ہم لوگ بحرالکاہل میں خشکی سے کئی ہزار میل دور ہیں لیکن
یہاں آس پاس بہت سے چھوٹے جزیرے ہیں۔ جلد یا بدیر کوئی نہ
کوئی جزیرہ مل ہی جائے گا" معاون نے کہا۔

"کھوکاری، تمہارا کیا حال ہے؟" ہوا باز نے توپچی سے پوچھا۔

"کچھ خون بہہ گیا ہے لیکن ابھی سب ٹھیک ہو جائیگا۔ آپ
فکر نہ کریں" توپچی نے جواب دیا۔

آدھ گھنٹے تک وہ آسمان میں چکر لگاتے رہے یکایک ہوا باز
کو ایک چھوٹے سے جزیرے کا سایہ دکھائی دیا۔ پل بھر میں وہ جزیرے
کے قریب پہونچ گئے۔ ہوا باز نے کہا "تم لوگ اپنی اپنی جگہ پر پہنچ
جاؤ میں جہاں تک ممکن ہو گا ہوائی جہاز کو پانی کی سطح کے قریب
لے جانے کی کوشش کروں گا۔"

آخری لمحہ میں انھوں نے ربر کی کشتی نیچے گرادی۔ ہوائی جہاز
چرخ کی طرح چکر کھاتا ہوا سمندر میں گر پڑا۔ اور تینوں شخص ایک
خلیج کے پانی میں گر پڑے۔ پانی میں تیر کر انھوں نے ربر کی کشتی پکڑی
اور اس پر سوار ہو کر جزیرے کی طرف چلے۔ جس وقت اُن کی کشتی
جزیرے کے کنارے سے آکر لگی اس وقت سورج غروب ہو
رہا تھا۔ جزیرے کے چاروں طرف مونگے کے کیڑوں کے چھوٹے
چھوٹے جزیرے تھے اور جزیرے میں ہری ہری جھاڑیاں اُگی
ہوئی تھیں۔ توپچی کے ہاتھ کی چوٹ پانی میں غوطہ لگالینے کے باعث
اور بھی تکلیف بعد دیا تھی کنارے کی ریت ابھی تک چل رہی تھی۔

انھوں نے اپنے کپڑوں کا پانی نچوڑ ڈالا اور کشتی کو الٹ کر اس کے
نیچے سونے کی جگہ بنالی۔ دوسرے دن علی الصباح سب سے پہلے جم
سیلوی کی آنکھ کھلی۔ اس نے اپنے دونوں ساتھیوں کو جگا کر کہا "میں
سمجھتا تھا کہ اس گرم علاقہ میں بھی رات اتنی سرد ہوتی ہے"

"ابھی تھوڑی دیر میں پھر گرمی بڑھ جائے گی" ہوا باز نے کہا۔ "تم کارکی کے بازو کی دیکھ بھال کرو۔ میں تھوڑا پانی لے آؤں۔"

ایک گھنٹے کے بعد ہوا باز واپس آیا۔ اس نے کہا "یہ جزیرہ تو بہت چھوٹا معلوم ہوتا ہے۔ یہاں کہیں پانی کا چشمہ ضرور ہوگا کیونکہ یہ جھاڑیاں بہت ہری ہیں ایک میل مشرق اور ایک میل مغرب کی طرف پانی کی تلاش میں گھوم آیا لیکن پانی کا کہیں پتہ نہیں ہے کارکی کو کہیں کسی محفوظ جگہ بٹھا کر پانی کی تلاش کرنی ہوگی" ان جھڑ بیریوں کو تو دیکھو۔" جم نے کہا۔

انکے پاس سوائے جسم پر کے کپڑوں اور جیبی چاقو کے کوئی اسلحہ نہیں بچ رہا تھا۔ تینوں آدمیوں نے اپنے چاقوؤں کی مدد سے ایک گھنٹے کے اندر جھڑ بیری کے درختوں کو کاٹ کر ایک ایسی جگہ بنائی جسمیں بیٹھکر وہ پیر کی جلتی ہوئی دھوپ سے حفاظت ہوسکتی تھی۔ توپچی کے بازو سے کافی خون نکل رہا تھا اور وہ بیحد کمزور ہوگیا تھا۔ اسکا چہرہ نیلا اور سفید ہو رہا تھا۔ ہوا باز نے اس سے کہا۔ "تم یہیں لیٹ کر آرام کرو ہم لوگ جلد تمھاری خشک حلق کے لئے کہیں نہ کہیں سے تھوڑی دیر میں پانی ضرور لے آئیں گے۔"

ساحل سے تھوڑی دور جانے پر ہوا باز نے جم سے کہا۔ "تم مشرق کی طرف جاؤ میں مغرب کی طرف جاتا ہوں۔ ہم سے کسی کو اگر کچھ ملجائے تو وہ کارکی کے پاس آکر دوسرے کی حفاظت کریگا۔"

جم نے اسبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا "بحر الکاہل میں ہزاروں ایسے چھوٹے چھوٹے جزیرے ہیں جنمیں کوئی آبادی نہیں ہے جہازوں کے راستہ میں بھی وہ نہیں پڑتے اس لئے برسوں بعد بھی کوئی جہاز انکے قریب سے نہیں جاتا۔ کارکی کو کھانے اور پانی کی ضرورت ہے سگنل کے لئے ہمیں آگ جلانیکی ضرورت ہے کیا آپ سمجھتے ہیں کارکی بچ سکے گا۔"

"اسے صرف آرام کی ضرورت ہے بچے گا کیوں نہیں؟" ہوا باز نے جواب دیا۔

دن بھر دونوں آدمی جزیرے کا چکر لگاتے رہے لیکن پانی کا انھیں کہیں بھی نشان نہ ملا۔ ہوا باز اپنی جگہ پر پہلے پہنچا۔ توپچی اسوقت سو رہا تھا۔ ہوا باز نے ایک بار تعجب سے اس کی طرف دیکھا۔

تھوڑی دیر بعد جم بھی آگیا۔ اس نے کہا "میں جزیرے کے کنارے کنارے چلتا رہا۔ مونگوں کی وجہ سے میرے جوتے کٹ گئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس جزیرے میں ابھی بہت تلاش کرنی ہوگی اگر اس جزیرے میں کوئی چشمہ ہوتا تو وہ سمندر کے کنارے ضرور نکلتا۔"

"جزیرے کے دو چکر تو لگائے گئے لیکن کسی چشمے کا پتہ نہ ملا۔ ان جھڑ بیریوں کو کیوں نہ . . . . . ."

انھوں نے تھوڑی سی جھڑ بیریاں اکٹھی کیں لیکن ان کا ذائقہ بہت ہی بُرا تھا۔ شام کی سیاہی زمین پر اتر آئی۔ اس ویران جزیرے میں بغیر کچھ کھائے پیئے انھیں تیس گھنٹے ہو گئے تھے۔

دوسرے دن طلوع آفتاب کے ساتھ ہی ہوا باز اور جم کی آنکھ کھلی۔ انھوں نے توپچی کو جگا کر کہا کارکی کل ہم لوگوں نے کئی بار سمندر میں غسل کیا اس سے ہمیں بہت سکون ملا۔ اس سے ہمیں تراوٹ بھی حاصل ہوئی آج تم بھی ہر دو گھنٹے بعد سمندر میں غسل کرو اور دن بھر ان جھڑ بیریوں کو کھاؤ۔

"بہت اچھا" کارکی نے جواب دیا۔

انھوں نے اسے پانی میں بٹھا دیا۔ جم نے کہا۔ "آج کارکی کی حالت ٹھیک نہیں معلوم ہوتی مگر ہمیں اُسے تنہا چھوڑنے کے لئے مجبور ہونا پڑیگا۔"

"اسکے علاوہ کوئی تدبیر نہیں ہے پانی ہمیں تلاش کرنا ہی پڑیگا۔ خون نکل جانے پر غذا اور پانی کی بیحد ضرورت ہوتی ہے" ہوا باز نے کہا۔

"میں بھی تلاش میں نکلتا ہوں مگر میرے جوتے خراب ہو گئے ہیں اس لئے مونگوں سے دور دور رہنے کی کوشش کروں گا۔"

جس وقت وہ دونوں اپنے کیمپ کو واپس ہوئے شام ہو چکی تھی۔ کارکی کو بہت زیادہ سُست دیکھکر ہوا باز نے کہا "جم! نہ ہو اسے ہم پھر ایک بار نہلائیں۔"

"نہیں آج میں بہت زیادہ کمزوری محسوس کر رہا ہوں" توپچی نے کہا "مجھے اسی طرح پڑا رہنے دو۔"

ہوا باز نے جم سے کہا "معلوم ہوتا ہے کارکی اب زیادہ دیر تک نہیں بچ سکتا۔"

جم نے دوسری طرف دیکھتے ہوئے کہا "اگر پینے کے لئے تھوڑا سا بھی پانی مل جاتا تو وہ . . . . . ."

"تم ٹھیک کہتے ہو جم! میں نے طے کیا ہے کہ اب میں ان جھاڑیوں کے بیچ میں جاکر پانی تلاش کروں گا۔"

"میں بھی آپ کے ساتھ ہی رہونگا۔ میں نے آپ سے نہیں بتایا لیکن کل میرے پیٹ میں کئی بار شدید درد ہوا اور میں راستہ میں کئی جگہ بیٹھ بیٹھ گیا۔ ہر بار میں یہی سمجھتا کہ اب میں نہ اٹھ سکونگا لیکن درد جاتا رہتا اور میں پھر آگے بڑھ جاتا تھا۔"

صبح تڑکے ہی دونوں آدمی جھاڑیوں کے بیچ میں پانی کی تلاش میں نکل پڑے کئی بار پیٹ کے درد کے باعث انھیں بیٹھنا پڑا لیکن انھوں نے اپنی تلاش بند نہ کی۔ انھیں اب تک کہیں بھی کوئی جاندار نہیں نظر آیا۔ ہوا باز نے جم سے کہا "معلوم ہوتا ہے بارش کا پانی زمین میں جمع رہتا ہے اور اسی کی

ـف یہ جھاڑیاں سال بھر سر سبز رہتی ہیں۔

ہوا باز نے جم کی طرف دیکھا۔ دونوں ہی اپنے دل میں یہ سمجھ رہے تھے کہ اب اُن کا خاتمہ عنقریب ہونے والا ہے۔

"میں سمجھتا ہوں اب ہمیں کارکی کے پاس لوٹ چلنا چاہئے۔"

پل بھر آرام کرنے کے لئے وہ جھاڑی کے نیچے بیٹھ گئے یکایک ہوا باز کو جھپکی آگئی پھر اس کی آنکھ جو کھلی تو اسے ایسا معلوم ہوا کہ مغرب میں غروب ہوتے ہوئے سورج کی روشنی میں اسے تاڑ کے درختوں کا سایہ نظر آرہا ہے۔

جم تھوڑی دور آگے بڑھ گیا تھا۔ ہوا باز کے ہاتھ کے اشارے کو دیکھکر اُس کے منہ سے نکل پڑا "تاڑ! تاڑ!!"

ہوا باز نے چلا کر کہا "آؤ جم! آؤ! یہ خواب نہیں ہے اب ہم نہیں مر سکتے۔"

اس نئی اُمید نے ان کے جسم میں ایک نئی جان ڈالدی وہ تاڑوں کے سایہ کی طرف بڑھنے لگے۔ جلد ہی وہ تاڑوں کے پاس پہنچ گئے انھوں نے پہلے ایک ناریل توڑ کر اسکا پانی تھوڑا تھوڑا کرکے پیا۔ اسکے بعد وہ اسے جی بھر کر پینے لگے بیچ بیچ میں انھیں ہچکیاں آتی رہیں۔ لیکن وہ پیتے ہی جا رہے تھے اس کے بعد انھوں نے ناریل کی گری کھائی۔ ان کے جسم میں نئی طاقت اور تازگی کی لہر دوڑ گئی۔ اپنے ساتھ ۶ بڑے ناریل لے کر وہ اپنے کیمپ کی طرف چلے۔

کارکی اب بھی زندہ تھا انھوں نے اسے تھوڑا سا ناریل کا پانی پلایا۔ اس کے پیتے ہی اس کے جسم میں گویا بجلی سی دوڑ گئی اس نے ناریل چھین لئے اور ان کا پانی پینے لگا انھوں نے اسکو گری کھلائی۔

تینوں آدمیوں میں گویا نئی زندگی پیدا ہوگئی ہو۔ رات بھر وہ باتیں کرتے رہے۔ دوسرے دن کارکی نے کہا "آج تو میری طبیعت بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔"

"ہم جلد ہی یہاں سے روانہ ہو جائیں گے اور ساحل پر ایک نشان چھوڑ جائیں گے کہ شاید کوئی آسکے تو ہمارے یہاں ہونے کا حال معلوم ہو جائے گا۔"

دوپہر کے پہلے ہی وہ ناریل کے درختوں کے پاس پہنچ گئے۔ انھوں نے جی بھر کر ناریل کی گری کھائی اور اسکا پانی پیا۔ اسکے بعد جم اور ہوا باز جو پتیوں کے درمیان ناریل کے پتوں سے چھا کر ایک جھونپڑی بنا رہے تھے کہ جم نے چیخ کر کہا۔ "ارے وہ دیکھو! مرغی! مرغی!"

ہوا باز اس کے پیچھے چلنے لگا۔ اس نے جم سے کہا۔ "اسے چلنے دو۔ دیکھو یہ ہمیں کہاں لے جاتی ہے!"

جلد ہی وہ کھلے میدان پہنچے جسکے بیچ میں ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنی ہوئی تھی چاروں طرف پھل اور ترکاریاں لگی تھیں اور باغ کے کونے میں نیا کھدا ہوا ایک کنواں بنا تھا۔

دونوں آدمی حیرت کے ساتھ مرغی کے پیچھے دوڑنا چھوڑ کر کھڑے ہوگئے جھونپڑی کے اندر جاکر انھوں نے دیکھا کہ اس میں کوئی نہیں ہے لیکن ثبوت موجود تھا کہ کچھ دن قبل اس میں کوئی رہتا تھا۔ باہر کے کمرے میں ایک میز پر ایک ہیٹ پڑا تھا۔ ہوا باز نے اُسے اُٹھا کر دیکھا۔ وہ سڈنی کا بنا ہوا تھا۔

"اس جھونپڑی میں کوئی رہتا ہے۔

کوئی انگریز معلوم ہوتا ہے۔ پکار کر دیکھیں" جم نے کہا۔

انھوں نے چاروں طرف بہت آوازیں دیں لیکن ان کی آواز خلا میں ڈوب کر رہ گئی۔ وہ جا کر کارکی کو بھی لے آئے۔

جھونپڑی کے باغ میں کھانے کے لئے پھل اور ترکاریوں کی کمی نہ تھی انھوں نے تمام جھونپڑی چھان ماری لیکن دیا سلائی انھیں نہ ملی دو چار کتابیں ادھر ادھر بکھری پڑی تھیں۔ ہوا باز نے انھیں اُٹھا کر دیکھا لیکن ان پر کسی کا نام نہیں لکھا تھا۔

تیسرے دن انھیں اور بھی تعجب ہوا۔ جم کی آنکھ کھلی تو وہ چونک کر اٹھ بیٹھا۔ اس نے اپنے گلے کے پاس کسی بالدار چیز کا لمس محسوس کیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ پالتو بلی اس کے پاس بیٹھی ہے۔

شام کے وقت ہوا باز کو ہڈیوں کی کمانی کا ایک چشمہ مل گیا دوسرے دن انھوں نے اس سے آگ بنانے کی کوشش کی لیکن انھیں کامیابی نہ ہوئی۔ آخرکار کارکی نے آگ بنا ہی لی اس نے لکڑی میں ایک کیل گاڑ دی اور جو پتھر بھی اسے ملتا اسی کو لیجا کر وہ کیل پر پٹکتا آخرکار اسے کام کا پتھر مل گیا اور آگ تیار ہوگئی۔

اب وہ اپنے لئے کھانا پکا سکتے تھے۔ آگ کو انھوں نے کھلے میدان کے کونے میں جلا کر رکھا۔ ہوا باز نے کہا "یہ تو تم نے خوب کیا کلدکی اب تیس چالیس میل سے بھی یہ دھواں دکھائی دیگا پہلے دن انھوں نے جب مرغی پکا کر کھائی تو انھیں اس جزیرے میں رہتے ہوئے چودہ دن ہو چکے تھے آگ رات دن برابر جلتی رہتی اور مرغیوں کی تعداد کم ہونے لگی۔

ستائیسویں دن جم باورچی خانہ میں پڑی ہوئی جلانے کی ایک لکڑی اُٹھا رہا تھا تو اسکے تمباکو کی ایک لمبی لکڑی مل گئی اس نے بہت کوشش کی لیکن تمباکو پینے کی کوئی تدبیر اسے نہ سوجھی۔

ہوا باز نے اسے دیکھکر پوچھا۔ جم! تم بہت مصروف ہو۔ کیا چبا رہے ہو؟ کچھ مل گیا کیا؟

"نہیں صرف منہ کی ورزش کر رہا ہوں۔"

"ابھی وہ تمباکو نہ ہوگی!"

"یہ کون کہتا ہے۔ دیکھئے نہ ایک ٹکڑا اسے کر۔
ہوا باز اور کارکی نے ایک ایک ٹکڑا منہ میں رکھا لیکن ہوا باز نے اسے فوراً تھوک دیا۔ جم اور کارکی اسے چبا لئے رہے۔

انتالیسویں دن جم ساحل پر گھوم رہا تھا تو اسے ایک چھوٹا جہاز دکھائی دیا۔ لیکن وہ ان کی طرف نہ آیا۔ دوسرا مہینہ بھی گزرنے لگا۔ انھیں اس جزیرے میں۔ بتے ہوئے گیارہ ہفتے ہو گئے تھے ایک دن انھیں ہوائی جہاز کی گھڑگھڑاہٹ سنائی دی۔ ایک ہوائی جہاز بہت نیچا اُڑتا ہوا اسی جزیرے کی طرف آ رہا تھا۔

"نیوزی لینڈ ہوائی جہاز" ہے آگ تیز کرو" ہوا باز نے ہوائی جہاز کی طرف دیکھکر کہا۔

چھوٹے بچوں کی طرح وہ ہوائی جہاز کی طرف دیکھکر چلانے لگے۔ ہوائی جہاز نے دوبارہ چکر لگایا۔ ساحل پر انھوں نے ناریلوں سے اپنا نشان بنا دیا تھا۔ ہوائی جہاز ساحل کے اوپر تھوڑی دیر تک منڈلاتا رہا۔ ہوا باز نے کہا "وہ ہمارے نشان کو پڑھ رہا ہے"

وہ تینوں ہوائی جہاز کی طرف دیکھ ہی رہے تھے کہ وہ اوپر کی طرف اٹھا اور پھر ایک ڈبہ نیچے گرا یا جس میں سگریٹ پانی چاکلیٹ دیاسلائی خشک گوشت اور ایک خط تھا اس میں لکھا تھا۔

"اب آپ لوگ محفوظ ہیں۔ دو تین روز میں جہاز آکر آپ کو لے جائیگا۔ رائل آسٹریلین ایر فورس۔
"آسٹریلین ہیں" ہوا باز نے کہا۔
"اس جزیرے کو بھول تو نہیں جائیں گے؟" جم نے کہا۔
"ایسا نہ سوچو" ہوا باز نے کہا۔

چوالیسویں دن شام کے وقت ایک جہاز سمندر میں دکھائی دیا۔ جم نے دیکھا کہ یہ چھوٹا اور تیز چلنے والا جہاز تھا۔ صبح تک وہ جزیرے سے تھوڑی دور پر لنگر ڈالے کھڑا رہا۔ تینوں آدمیوں کو جہاز دیکھکر بے حد خوشی ہوئی۔ تمام رات انھوں نے مسرت آمیز اضطراب کے ساتھ گزاری۔ علی الصباح جہاز نے تینوں افسروں کو لینے کے لئے ساحل کی طرف ایک کشتی اتاری۔ بعد میں جہاز کے کپتان نے ان کے ساتھ کچھ آدمی بھی بھیجے جن میں ایک فوٹو گرافر بھی تھا۔ انھوں نے کھلی ہوئی جگہ میں بنی ہوئی اس جھونپڑی کو بھی دیکھا۔ جھونپڑی کو دیکھکر انھیں بے حد تعجب ہوا۔ اس ویران جزیرے میں کسی انگریز نے یہ جھونپڑی بنوائی تھی یہ سب کے لئے حیرت کی بات تھی۔ ہوا باز نے اپنا قصہ سنایا جھونپڑی کی تصویر سڈنی بھیجی گئی لیکن اس جھونپڑی کے مالک کا پتہ نہ چلا معلوم نہیں وہ کون تھا اور کب اس جگہ کو چھوڑ کر کہاں چلا گیا جھونپڑی کی بات آج تک ایک راز بنی ہوئی ہے۔

وہ اپنے ساتھ اس بلی کو بھی جہاز پر لے گئے تھے جہاز کے کپتان نے ان سے پوچھا "کہئے آپ لوگوں کو اس ویران جزیرے کی زندگی کیسی معلوم ہوئی۔
"چھپکلی کھا کر زندہ رہنا کم از کم مجھے تو پسند نہیں" ہوا باز نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
"مگر سوچو تو۔ دو ماہ کی تمہاری تنخواہ بھی تو جمع ہو رہی تھی" کپتان نے ہنس کر کہا۔
"اور۔ یہ بلی بھی ملی ہے" تو جم نے بلی کے ملائم بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جواب دیا۔

ایش اپنشد کا پہلا منتر

(اردو میں)

از حضرت منور لکھنوی

سب میں خالق کا جلوہ ہے — جو کچھ ہے اس سے پیدا ہے
یہ دنیا ہے آنی جانی — اس کی ہر اک شے ہے فانی
اس دنیا کا کون ٹھکانا — اس میں رہ کر دل نہ لگانا
لالچ کرنا ٹھیک نہیں ہے — اس پر مرنا ٹھیک نہیں ہے

دنیا میں کیا شے اپنی ہے
دولت کس کی ہو سکتی ہے

(از زمانہ)

[illegible] ات بیکار ہو سکتے جا[illegible]
[illegible] ہوا کی جاتی ہے کہ برطانیہ
[illegible] حصوں [illegible] بلند [illegible]
کیا گیا ہے۔ یہ آتشی دوا سے ہوائی
[illegible] جہاز ہوتے ہیں
جن میں کوئی انسان نہیں ہوتا اور
[illegible]
[illegible] جاتے ہیں اور اپنی منزل پر
پہنچ کر گر کر پھٹتے ہیں اس سے جانی
و مالی نقصان ہوتا ہے۔ ابھی تک انگلستان
کے باشندوں نے اس کی وجہ سے
کوئی خاص پریشانی یا گھبراہٹ
نہیں ظاہر کی۔ اگرچہ دشمن نے
محض اسی لئے اس حربہ کا استعمال
شروع کیا ہے۔ جرمنی پر امریکی اور
برطانی طیاروں کے حملے اسی زور
شور سے اب بھی جاری ہیں جیسے
کہ پہلے ہوتے تھے۔ ان سے دشمن

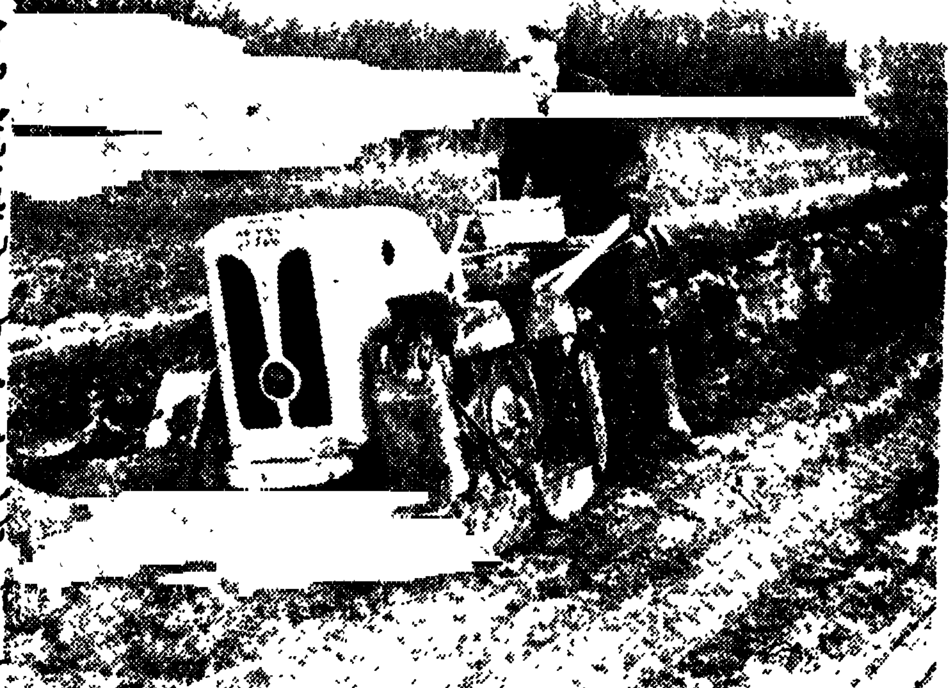
غلہ کا گودام۔ برطانیہ میں غلہ رکھنے کے جو گودام بنائے گئے ہیں ان میں سے ایک کا بیرونی منظر

کے شہروں، پیٹرول کے کنوؤں [illegible]
کے کارخانوں وغیرہ کو کافی نقصان
پہنچ رہا ہے۔ ایسے [illegible] ہوائی [illegible]
کی طرف سے بھی کئے جا رہے ہیں۔

اٹلی میں اتحادی فوجیں [illegible]
روم کے محاذ سے آگے بڑھ رہی ہیں
اس وقت سے اُن کے بڑھنے کی
رفتار تیز ہوتی جا رہی ہے۔ [illegible]
مغرب میں [illegible] اور مشرق [illegible]
انکونا کی طرف [illegible]
فوجیں [illegible] تک پہنچ [illegible]
جرمنی کی طرف سے جنرل کیسلرنگ
لڑ رہے ہیں اور [illegible] کی طرف سے
الیگزینڈر ہیں۔ [illegible]
کہ جرمن فوج بغیر نقصان [illegible]
اٹلی کو چھوڑ کر شمال کی طرف [illegible]
کی فکر میں ہے۔ روس [illegible]
لڑائی لڑ رہا ہے۔ کہا جا[illegible]
صرف ۱۵ دنوں میں [illegible]

برطانیہ میں غلہ رکھنے کے لئے بنے ہوئے گوداموں میں سے ایک کا اندرونی منظر

من فوجوں کا صفایا کر دیا۔ اسکے علاوہ جرمنوں کے اور بھی نقصانات
رہے ہیں۔ لیکن روسیوں نے ابھی تک اسکی پوری تفصیل نہیں شائع
۔ شمال میں فن لینڈ سے لیکر جنوب میں رومانیہ تک اُنکے حملے ہو رہے
ب۔ ولنا تک اُنھوں نے لیا ہے تمام روس سے دشمنوں کو نکالا جا
اہے۔ خیال ہے کہ مشرقی پرشیا کا اپنا صوبہ جرمن خالی کرنیوالے ہیں۔
ب میں وارسا اور شمال میں ریگا تک حملہ ہونے والا ہے۔ روسی ادھر
ہت تیزی سے بڑی بڑی فتوحات حاصل کر رہے ہیں۔ یہ بھی خیال
ا جاتا ہے کہ ترکی بھی اتحادیوں کی طرف سے جلد ہی میدان میں



برطانیہ میں دو پہیوں پر چلنے والا یہ نیا ہل بنایا گیا ہے۔ اسے ایک آدمی آسانی سے تنگ جگہوں میں بھی چلا سکتا ہے۔

نے والا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اسی سال کے اندر جرمنی کو
ست ہو جائیگی۔ اس بارے میں ہر شخص اپنی رائے کا اظہار کر سکتا ہے
ر بھی روسیوں کے حملوں کو جرمنی نہ روک پایا تو اس کا جلد ہی ہار جانا
مکن نہیں۔ یوگوسلاویہ میں اب معمولی جنگ ہو رہی ہے۔

جنوبی مغربی بحرالکاہل میں سپین نامی مجمع الجزائر پر امریکنوں کا قبضہ
ہو چکا ہے۔ اس سے خاص جاپان اور فلپائن پر امریکن ہوائی حملے ممکن
بن گئے ہیں۔ یہاں سے سات آٹھ سو میل شمال میں جزیرہ بونن ہے اس
پر بھی شاید جلد ہی حملہ ہوگا۔ اگر وہ بھی مل جائے تو جاپان پر ہوائی حملے
کرنے میں اور بھی آسانی ہو جائے۔ ان دنوں جزیرہ نیوگنی میں جاپانی بری
فوج کو بھی کافی نقصان پہنچا ہے۔ کئی ہوائی حملے جاپان پر ہو بھی چکے ہیں
ان اُنکے نتیجوں کی تفصیل ابھی سامنے نہیں آئی۔ جاپانی بحری بیڑے کو بھی

کچھ نقصان پہنچا تھا لیکن صدر امریکہ نے اس پر پورا اطمینان نہیں ظاہر
کیا۔ چین میں جاپانیوں نے ادھر صوبہ ہنان چھین لیا ہے جس میں چاول
بہت پیدا ہوتا ہے۔ اس سے چین کا بہت نقصان ہوا ہے۔ اس صوبہ
میں بھی ابتک جنگ جاری ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ چین بڑی مصیبت
میں گرفتار ہے اگرچہ کچھ لوگ ایسا نہیں سمجھتے اُمید تو ہے کہ چین اس جنگ
میں اپنے کو بچا لے گا اور جاپان کا غلام نہ بنے گا۔ اگر چین ختم ہو گیا تو
اُدھر سے بڑے سے بڑا حملہ ہو سکتا ہے۔ حالانکہ برطانیہ کی طرف سے
اُسے روکنے کی تدابیر ہو چکی ہیں برما اور آسام میں جنگ کا رخ اپنے
موافق ہے۔ موگانگ سے جاپانی نکالے
جا چکے ہیں اور مٹکنا سے نکالے جانے
والے ہیں۔ کوہیما کی فتح سے آسام
جاپانیوں سے پاک کیا جا چکا ہے۔
بشن پور میں بھی جنگ جاری ہے۔
بارش کی وجہ سے اُدھر کوئی خاص
لڑائی شائد ناممکن ہو۔

تاہم اُدھر سب طرف اتحادیوں
کو فتح ہو رہی ہے۔ ہندوستان
میں بنگال، پنجاب اور سندھ
میں پُرانے سیاسی مسائل اب بھی
موجود ہیں۔ ان کی تفصیل پہلے بھی
لکھی جا چکی ہے۔ اِدھر راجگوپال
چاریہ کی تجویز پر مہاتما گاندھی
نے اتنا مان لیا ہے کہ شمال مغربی
ہندوستان اور مشرقی بنگال میں
جن جن مقامات پر مسلم آبادی زیادہ ہو اُن کو ابھی سے علیحدہ
کر دیا جائے اور تمام ہندوستان پر زمانۂ جنگ تک کے لئے
جنگی انتظامات حکومت ہند کے ماتحت ہوں لیکن دیگر انتظامات
ہندوستانی نمائندوں کے ہاتھ میں آجائیں۔ اور یہ بھی وعدہ ہو
کہ جنگ کے بعد ہندوستان کو مکمل آزادی دیدی جائیگی۔ اُس وقت
مسلم اکثریت کے صوبوں میں تمام باشندوں کی رائے لیجائے اور
اگر کثرت رائے صوبوں کی علیحدگی کے حق میں ہو تو وہ صوبے بالکل
علیحدہ ہو جائیں۔ مسٹر جناح نے اس معاملے میں ابھی نہ اقرار کیا ہے
نہ انکار صرف یہ کہا ہے کہ وہ اس تجویز کو مسلم لیگ کی کونسل میں پیش
کرینگے۔ اب اس سوال پر ولایت اور ہندوستان میں لوگ اپنے خیالات

ہیں
ظاہر کر رہے ہیں۔ لبرل فیڈریشن اور ہندو سبھا اس کے خلاف ہیں۔
دوسرے محاذ پر نارمنڈی میں کاین کے جنوب مشرق میں خوفناک جنگ ہو رہی ہے۔ اٹلی میں اتحادیوں نے لیگ ہارن اور انکونا پر قبضہ کر لیا ہے۔ اُدھر روس نے شہر لوڈ پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہاں جرمنوں کا مضبوط فوجی اڈا تھا۔ منی پور کی جنگ میں جاپانی فوج امپھال کو گھیرے ہوئے تھی لیکن اب وہ اس جگہ سے ۲۵ تیس میل دور بھاگ گئی جا چکی ہے اور ٹیشن پور سے بھی ہٹا دی گئی ہے۔



یہ عورت جنگ کے پہلے لندن میں کپڑوں کی سلائی کا کام کرتی تھی۔ اب برّی فوج میں بھرتی ہو گئی ہے اور گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتی ہے۔

غزل

(حضرت بیتاب بریلوی)

اب کہاں تک مَیں غمِ عالم ایجاد کروں — کیوں نہ ہستی ہی کے اسباب کو برباد کروں
ہوش میں آؤں تو آئے غمِ فردا کی بساط — وجد آجائے تو دُنیا نئی آباد کروں
حائلِ سوزِ نہاں نالۂ دستگیر نہیں — کیوں لبِ زخم کو شرمندۂ فریاد کروں
گو بضاعت نہیں دل میں ہے مگر درد اتنا — جان بھی پیشکشِ خاطرِ ناشاد کروں
کر دیا بے حسیِ مرگ سے اتنا مجبور — اور کچھ ہو کہ نہ ہو شکوۂ صیّاد کروں
کچھ اسی شکل سے ہو امن و اماں کی صورت — دِل کو میں اور ابھی خوگرِ بیداد کروں
پھر خزاں لوٹ رہی ہے ورقِ خندۂ گل — خاک اے برقِ تجلّی میں تجھے یاد کروں

اور اِک بار سہی حسرتِ بربادیِ دِل
پھر تمنّاؤں کے ویرانے کو آباد کروں

عمدہ کھیتی پنچایت

(از جناب ڈاکٹر ایس۔ بی۔ سنگھ، ایم۔ ایس سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

کھیتی کے بہت سے ایسے کام ہیں جن کو کسان اکیلا، خواہ وہ کتنی
محنت کرے، پورا نہیں کر سکتا۔ کبھی اسکو پیسے کی کمی ہوگی تو کبھی زمین
اس کا پورا قبضہ نہیں ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ ان کاموں کو اچھی طرح کرنے
لئے ایک عمدہ کھیتی کا ادارہ، ہر گاؤں میں ہونا ضروری ہے۔

ان عمدہ کھیتی کے اداروں یا پنچائتوں کی رجسٹری حکومت
طرف سے ہو جاتی ہے۔ رجسٹرڈ شدہ پنچائتوں کو یہ اختیار
گا کہ وہ اپنے ممبروں سے چندہ وصول کر کے دیہات کی ترقی
لئے خرچ کر سکیں۔ اس کے علاوہ جن کاموں کے لئے
یادہ پیسے کی ضرورت ہوتی ہے انکے لئے حکومت سے تقاوی مل سکتی
ہے۔ انھیں پنچائتوں سے کھیتی کو ہر قسم کی ترقی دیجا سکتی ہے۔ مثال
لئے ان پنچائتوں کے کچھ کام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

بیج

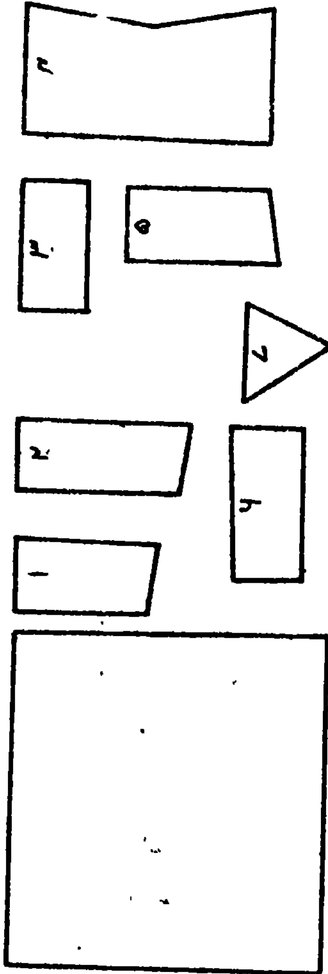
عمدہ کھیتی کے لئے عمدہ بیج سب سے زیادہ ضروری چیز ہے۔
ہمارے کسانوں کو، اچھے بیج کی بات تو کجا، وقت پر عام بیجوں
ملنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ عموماً ہر ایک گاؤں میں مہاجن ہوتے ہیں
کسانوں کو سوائی یا ڈیوڑھے پر بیج اُدھار دیا کرتے ہیں۔ مگر یہ ضروری
نہیں کہ وہ مہاجن جو بیج دے وہ اچھا ہی ہو۔ وہ بیج عموماً خراب
ہوتا ہے۔

عمدہ بیجوں کے لئے کچھ سرکاری گودام کھلے ہوئے ہیں جن
سے پنچائت کو عمدہ بیج اپنے ممبروں کو تقسیم کرنے کے لئے مل سکتا ہے۔
عام سدھار والے دیہات میں اس غلہ کی سوائی میں سے ۱۰ فیصدی
سرکاری گوداموں کو واپس کرنا پڑتا ہے۔ اور ۱۵ فیصدی پنچائتیں
اپنے پاس رکھ سکتی ہیں۔ فرض کر لیا جائے کہ ایک گاؤں کے ممبروں کو
۱۰۰ من بیج کی ضرورت پڑتی ہے۔ وہ پنچایت سرکاری گودام سے
۱۰۰ من بیج لاکر اپنے ممبروں میں تقسیم کرے اور ۱۲۵ من وصول
کرے۔ اس میں سے ۱۱۰ من غلہ وہ سرکاری گوداموں کو واپس
کر دے اور ۱۵ من اپنے پاس رکھ لے۔ اس طرح دوسرے سال پھر
سرکاری گودام سے بیج لائے اور سوائی کا ۱۵ من اپنے پاس رکھ
لے۔ ایسا کرتے رہنے سے پنچائت کے پاس تقریباً ۵ سال میں بونے
کے بیج کافی جمع ہو سکتا ہے۔ پھر اگر پنچائت چاہے تو وصول شدہ
سوائی کو کسی اور کام میں لگائے یا اپنے ممبروں سے سوائی وصول کرنا بند کر دے
ہانتی گودام سے ہمیشہ اچھا بیج ملیگا اور سوائی سود اور ڈھلائی کے خرچ
سے کسان بچ جائینگے۔ یہ خرچ فی بیگھہ عہ سے ۸ تک ہر فصل پر ہو جاتا ہے۔

سے ۶ تک ہر فصل پر ہو جاتا ہے۔

اچھے آلات

سنئی کی جوتائی کے لئے "پنجاب" اور "وکٹری" ہل ضرورت ہیں
کٹی کاٹنے کی مشین مڑائی کرنے کے لئے۔ آلپڈ تھریشر اور ادوسائی
کی مشین یا "مینود"، زیادہ داموں پر ملتے ہیں۔ ایسی مشینیں ہر ایک
کسان نہیں خرید سکتا لیکن پنچائتوں کے لئے اُن کا خریدنا آسان
ہے۔ پنچائتیں ان کو خرید کر اپنے ممبروں کو تھوڑے سے کرائے پر
دے سکتی ہے۔ کسانوں کے لئے ان پنچائتوں کے ذریعے کولھو اور
کڑھاؤ کا انتظام بھی کیا جا سکتا ہے۔



بہت سی جگہوں پر جنگلی جانوروں سے کھیتی کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ ان سے بچنے کے لئے کانٹے دار تار کھیتوں کے چاروں طرف لگانا ہی واحد علاج ہے لیکن کانٹے دار تار ہر کھیت یا ہر کسان کی زمین پر الگ الگ لگایا جائے تو خرچ بہت زیادہ ہوگا اور اگر کئی کسانوں کی زمین کا ایک چک بنا کر اسکے چاروں طرف تار لگایا جائے تو جنگلی جانوروں سے اتنی ہی حفاظت ہو جائیگی جتنی کہ علیحدہ علیحدہ تار لگانے سے ہو سکتی ہے۔ لیکن خرچ میں بہت کمی ہو جائیگی۔ کیونکہ ایسی حالت میں بہت کم تار لگانے پڑینگے جیسا کہ حسب ذیل نقشہ سے معلوم ہوگا۔

الگ الگ کھیتوں کی رکھوالی کرنے میں یا انکے چاروں طرف تار لگانے سے خرچ بڑھ کر دس گنے سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے جو کبھی بھی اکیلے کسان کے بس کی بات نہیں ہو سکتی۔ ایک ہزار گز کانٹے دار تار کی قیمت تقریباً ۲۳ روپیہ ہوتی ہے۔ اسی شرح سے حساب لگایا گیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ اگر ۵ تار لگائے جائیں تو ۲½ بسوے کے کھیت میں ۱۳ روپئے کا تار لگیگا۔ یعنی تار لگانے کا خرچ ۱۵۶ روپیہ فی ایکڑ ہوگا۔ مربع نصف ایکڑ کھیت میں ۳۲ روپیہ خرچ ہوگا۔ یعنی ۶۴ روپیہ فی ایکڑ خرچ ہوگا۔ اگر ۲ ایکڑ کا ٹکڑا ہو تو ۴۶ روپیہ خرچ ہوگا یا ۲۳ روپیہ فی ایکڑ اور دس ایکڑ کے ٹکڑے میں ۱۱ روپئے کا تار لگیگا یعنی ۱۱ روپیہ فی ایکڑ۔ اور اگر ۱۶۰ ایکڑ کا مربع ٹکڑا ہو تو اس میں ۶۷۵ روپیہ کا تار لگیگا یعنی قریب ۴ روپے فی ایکڑ خرچ ہوگا۔ اور ۶۴۰ ایکڑ کا مربعہ ٹکڑا یعنی پورا ایک مربع میل ہو تو ۱۲۰۰ روپیہ تار میں خرچ ہوگا اور اس طرح ۱۷ آنے فی ایکڑ خرچ ہوگا۔ اگر پورا گاؤں کھیتوں کی حفاظت کے لئے تار وغیرہ لگانا چاہے تو بہت تھوڑے خرچ میں سب کھیتوں کی حفاظت ہو سکتی ہے لیکن اگر ہر کسان الگ الگ اپنے کھیتوں کو بچانا چاہے تو اتنا زیادہ خرچ ہوگا کہ کوئی کسان برداشت نہیں کر سکتا۔

اگر پنچایت کھیتی کی رکھوالی کا کام بھی کرے تو بہت آسانی سے سب کی فصلوں کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر ہر کسان الگ الگ اپنے کھیتوں کی رکھوالی کرے تو محنت اور خرچ دونوں بہت زیادہ ہونگے۔ اب بہت جگہ دیہات میں کسان لوگ آپس میں چندہ کر کے پنچائتی محافظوں کو رکھتے ہیں۔

آبپاشی

عام طور سے دیہات میں کنواں، تالاب یا نہر کے پانی سے آبپاشی ہوتی ہے وہاں پانی کے لئے کسانوں کو کوئی خاص تکلیف نہیں ہوتی۔ تالاب سے آبپاشی والے مقامات میں بھی کسانوں کو پانی سستا مل جاتا ہے لیکن جہاں صرف گہرے کنوؤں سے سینچائی ہوتی ہے وہاں کسانوں کو بہت محنت اور دشواری سے پانی ملتا ہے۔ کنوؤں سے سستا پانی لینے کے لئے اُن میں بورنگ کرانا، رہٹ لگانا یا کہیں پر انجن اور پمپ لگانا ضروری ہو جاتا ہے۔ ان سب کاموں میں زیادہ خرچ ہوتا ہے جو چھوٹے چھوٹے کسانوں کی حیثیت سے باہر ہے۔ لیکن ان کاموں کو پنچائتیں آسانی سے انجام دیسکتی ہیں اور حکومت کی طرف سے بھی پنچائتوں کو تقاوی وغیرہ کی مدد مل سکتی ہے جس سے یہ سب کام آسانی سے ہو سکتے ہیں۔ بہت سی جگہوں میں چھوٹی چھوٹی نہریں، نالیاں آبپاشی کے لئے نکالنی پڑتی ہیں یا پانی کے نکاس کے لئے نالے کھودنے پڑتے ہیں۔ اس طرح کے کام کوئی کسان تنہا نہیں کر سکتا مگر پنچایت کے روپئے یا ممبروں کی محنت سے یہ سب آسانی سے کئے جا سکتے ہیں اور حکومت بھی ان پنچائتوں کی اچھی طرح مدد کرتی ہے۔

مویشی بانی

یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ اچھے سانڈ کا اچھا بچہ اور چھوٹے و معمولی سانڈ کا چھوٹا اور معمولی بچہ ہوتا ہے۔ کھیتی کے لئے بیلوں کا اچھا اور بڑا ہونا ضروری ہے۔ یہ بھی مانی ہوئی بات ہے کہ ایک کسان جس کے پاس ایک آدھ گائے اور دو چار بیل ہوتے ہیں، ایک سانڈ نہیں رکھ سکتا۔ ہمارے ملک میں پہلے بھی یہ رواج تھا کہ سانڈ دیہات میں آزاد گھوم کر چرتے تھے لیکن اب رفتہ رفتہ اس رواج کا خاتمہ ہوتا جاتا ہے اسلئے مجبور ہو کر سانڈوں کے لئے کھانے پینے کا انتظام کرنا پڑتا ہے سانڈ پالنے کا کام بھی ایسا ہے جس کو صرف پنچایت ہی کر سکتی ہے۔

ان خاص کاموں کے علاوہ پنچایت اور بھی بہت سے کام جتنی آسانی سے کر سکتی ہے اُتنی آسانی سے ہر کسان الگ الگ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح فصل کی حفاظت کا کام پنچایت کے ذریعے سستا اور اچھا کام ہو سکتا ہے۔ جن دیہات میں ایکھ، باجرہ، مکا جیسی فصلیں بوئی جاتی ہیں وہاں تقریباً سبھی کسان انھیں بوتے ہیں اور ہر ایک کسان کو اپنے اپنے کھیت کی حفاظت کا الگ انتظام کرنا پڑتا ہے اور اگر کسی کے گھر میں کافی حفاظت نہیں ہے تو وہ اپنی خواہش کے مطابق بو نہیں سکتا نہیں تو جانوروں سے بہت نقصان ہو جاتا ہے اور اگر مزدوری پر رکھوالا رکھا جائیگا تو خرچ اتنا زیادہ ہو جائیگا کہ اس فصل سے بچت بہت کم رہ جائیگی۔ اگر کچھ کسان مل کر ایسی فصلوں کو ایک میں بولیں اور باری باری سے رکھوالی کریں یا چندہ کر کے ایک یا دو رکھ لیں تو بہت سہولت بھی ہو جائے اور خرچ کم پڑے۔ مطلب یہ کہ پنچایت بنا کر کسان کم سے کم خرچ میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے۔

ہندوستان میں پنچایت کا رواج کچھ نیا نہیں ہے۔ یہ تو ہمارے ملک میں زمانۂ قدیم سے رائج ہے۔ ایسی گری ہوئی حالت میں بھی ہماری کھیتی پنچائتی کھیتی کہی جا سکتی ہے۔

دیکھئے کھیتی کرنے کے لئے صرف کسان اور مویشی ہی کافی نہیں ہیں۔ ایک کسان کو بڑھئی، لوہار، کمہار، چمار، کہار، نائی اور دھوبی وغیرہ کی بھی ضرورت ہے۔ اگر کسان ان سب کو مزدوری دیکر کام لیں تو اتنا پیسہ کہاں سے پا سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں بھی یہ سب پیشے مل جل کر کام کرتے ہیں۔ اگر ایک ہل بنا تا ہے تو دوسرا اچھی طرح

کھیتوں کو پانی پلاتا ہے تو دوسرا موٹ یا چرس تیار کرتا ہے ایک کپڑوں
ردھوتا ہے تو دوسرا برتن بناتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ سب پیشہ ور
اپنے اپنے پیشہ سے پیسہ لگائے بغیر سال بھر کسان کو مدد کرتے رہتے
ہیں اور فصل آنے پر اپنا اپنا حصہ پیداوار میں تقسیم کر لیتے ہیں

ایک طرح سے سب کسان ملکر پنچایت کی شکل میں لوہار بڑھئی وغیرہ کو
ملازم رکھے ہوئے ہیں۔ اسی طرح ہم بڑے سے بڑے کام جماعت
بناکر کر سکتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ سچ
پوچھئے تو کسان کو پنچایت کے ذریعے دنیا کا ہر آرام حاصل ہو سکتا ہے۔

راہ اُمید

(از شری یوگیشور سنگھ)

امداد باہمی طریقہ کار تو ایک ایسا طریقہ ہے جس پر عمل کر کے سماج
سارا ڈھانچہ اس طرح تبدیل کیا جا سکتا ہے کہ ہر قسم کا سماجی اقتصادی
ور سیاسی بے انصافیوں کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جائے مختصر یہ کہ
مداد باہمی کا طریقہ تو جمہوریت کی ایک عملی شکل ہے۔

اصولی طور پر اس طریقہ کار کا عام مفہوم تو یہی ہے کہ سرمایہ
اری کی لوٹ کھسوٹ کو امداد باہمی کے اصول پر اقتصادی تنظیم کو
وک دیا جائے۔ بالفاظ دیگر انفرادی مشکلات اور پریشانیوں
اجتماعی طاقت اور کوششوں سے ختم کر دینا ہی اس کی کسوٹی ہے
ہندوستان کے موجودہ پیچیدہ مسائل کو اس کی مدد سے کیسی
میابی سے حل کیا جا سکتا ہے یہ ہماری فکروں کا مرکز ہے اور
ل کی چند سطور میں اس دعوے کو سچا ثابت کرنے کی کوشش
کی گئی ہے۔

اگر امداد باہمی جماعتوں کا ایک ایسا منظم جال سا سماج بھر میں
پھیل جائے اور سبھی سوسائٹیاں خرید نے والوں کی بھی اور فروخت
کرنے والوں کی بھی۔ امداد باہمی کے اصول کے اوپر انصاف کے
ساتھ ایک مستقل تعلق میں وابستہ ہو جائیں تو ہر قسم کی طبقاتی کشمکش
خاتمہ ہو جائیگا اور محبت و آزادی کی زندہ حکومت قائم ہو سکے گی
لیکن امداد باہمی کا بنیادی اصول کہ ہمیں اپنے مسائل پر اجتماعی
طور پر غور کرنا چاہیئے، موجودہ سرمایہ دارانہ سلوک کے بالکل خلاف سا
معلوم ہوتا ہے امداد باہمی کے راستے میں مشکل تو صرف یہی ہے
ہماری تنگ دلی اور خود غرضی اتنی بڑھ گئی ہے کہ ہمیں مجبور ہو کر
یا کے دوسرے لوگوں سے ہوشیار رہنا پڑتا ہے تاکہ کہیں وہ
ہمیں نقصان پہنچا کر اپنا فائدہ نہ کریں۔ یہ مشتبہ خیال جس کی
نوبت کا ہمارے خوش حال و متمول بھائی اکثر موقعہ دیا کرتے ہیں
ایک طرف ان غریبوں کی مصیبتوں کو اور بھی پیچیدہ بنا دیتا ہے
اور دوسری طرف کچھ ایسے خود غرض لوگوں کو مالدار بنانے
میں مدد دیتا ہے جنھیں دوسروں کے گھر میں آگ لگا کر آرام
سے تاپنے کا شوق ہے ایسا ہی خود غرض طبقہ اس قسم کے
نفرت انگیز خیالات عوام میں پھیلاتا ہے۔ تاکہ اس کے منافعہ

میں اضافہ ہو خواہ یہ منافرت فرقہ وارانہ ہو یا سیاسی ہے یہ صرف اقتصادی
مقابلے کے داؤں پیچ افسوس ناک امر تو یہ ہے کہ موجودہ سوسائٹی میں
فرد اپنی مدافعت ہی سے مطمئن نہیں ہوتا بلکہ کوشش کرتا ہے کہ
دوسروں کو اپنے پھندے میں پھنسا کر اپنا فائدہ کرے۔ اس کی
کامیابی اور قابلیت کا یہی ثبوت سمجھا جاتا ہے کہ کتنے قرض داروں
کو وہ اپنے سود در سود کے جال میں پھنسائے ہوئے ہے کتنے
بھوکے ننگے اور جاہل کسان کو اپنا غلام بنائے ہوئے ہے یا کتنے
غریب مزدوروں کی قسمت اس کے ہاتھ میں ہے کوآپریٹو سوسائٹیاں
اس قسم کی غلامی کو ناممکن بنا سکتی ہے اگر ان کے ممبروں میں باہمی
اتفاق اور اعتماد ہو لیکن کوئی مجبر تو اسی وقت ہو سکتا ہے جب
وہ اس قسم کے اقتصادی اعتبار کا اہل ہو اس لئے کوآپریٹو
سوسائٹیوں کی کامیابی کی پہلی شرط ہے ممبروں کے مجموعی کردار وں
کی ترقی انسان کے دل کی چھپی ہوئی غداری ہی دنیا کی ساری
اقتصادی تباہی، اس کی بیکاری اور کم استعمالی کا سبب ہے
اگر سب ایک دوسرے پر بھروسہ کر کے اپنے دل کو سچائی کا عادی
بنالیں تو اس موجودہ بربادی کا یقینی طور پر خاتمہ ہو جائے گا۔
امداد باہمی طریقہ کار اسی باہمی اعتماد اور اتحاد کی عملی شکل ہے۔

اگر اس قسم کے اعتماد کا کوئی غلط استعمال نہیں کرتا ہے
تو ہمیں اس اسکیم کو انصاف کی کسوٹی پر ہی کس کر عملی جامہ
پہنانا چاہیئے۔ ایسی حالت میں انصاف کا واقعی یہ تقاضہ ہے
کہ کوآپریٹو سوسائٹیاں ممبروں کی ایک منتخبہ پنچایت کے اختیار
میں ہوں اور ان کا باہمی تعلق بھی اسی قسم کے جمہوری اور
مقبول عام آئین سے مستحکم کیا جائے۔ تبھی تو ایک طبقہ دوسرے
طبقے کے اوپر بھروسہ کر کے اجتماعی مفاد کے فیصلہ کو قبول کرے گا
اگر ایک کا فائدہ دوسرے کے نقصان کا سبب بنایا گیا تو جلد ہی
تہذیب کی تباہی کی کونپل یقینی طور پر پھوٹنے لگے گی۔

اگر کسی گاؤں کے لوگوں میں اس قسم کا اعتماد باہمی اور
انصاف پسندی آجائے تو جلد ہی امداد باہمی طریقہ کار ان
کی امکانی مشکلات دور کر سکتا ہے اس گاؤں کی پنچایتی انتظا

کمیٹی بڑی مستعدی سے اپنی جماعت کے ممبران کی زمیندار کی زیادتی، مہاجن کی لوٹ کھسوٹ یا سرکاری افسران کی ناجائز زبردستی سے حفاظت کرسکتی ہے۔ یہی نہیں اگر اس قسم کی سوسائٹیاں کسی جگہ پر منظم طور پر کام کرنے لگیں تو ہمارے کسان خود اپنے زمیندار اور مہاجن بن سکتے ہیں اور ان کے سب منتظم افسران انھیں کی مرضی کے منتخب ہوسکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ گاؤں کی یہ کوآپریٹو پنچایت مقامی سوراج کی پہلی سیڑھی بن سکے گی۔ اسی طرح کی بڑھتی ہوئی سوسائٹیوں کے فیڈریشن تمام ملک میں نہ صرف ایک سیاسی بلکہ اقتصادی جمہوری انتظام بھی قائم کردینگے۔ محنت کشوں کی جماعت خواہ وہ کسانوں کی ہو خواہ مزدوروں کی اس طرح اتنی مضبوط ہو جائیں گی کہ وہ طبقے جو غریبوں میں مقابلہ کے ذریعے پھوٹ ڈال کر فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں اپنا دور ختم کر کے اس تحریک امداد باہمی کے ساتھ تعاون کرنے میں ہی اپنی بھلائی سمجھیں گے۔

کوئی کچھ بھی کہے دنیا کے تمام نظام، امداد باہمی پر ہی مبنی ہیں خواہ وہ امداد زبردستی خوف دلاکر لالچ دے کر یا دھوکہ دے کر یا رضا و رغبت حاصل کی گئی ہو۔ تحریک امداد باہمی کی خاص بات تو صرف یہی ہے کہ اس طرح کے سبھی معاشرتی نظاموں میں ایسے عہدے دار منتخب کئے جائیں جو پسماندہ طبقوں کے اس ناگزیر اور خاموش تعاون کا ناجائز استعمال نہ ہونے دیں۔ دراصل دنیا میں دو ہی طبقے ہیں ایک پیدا کرنے والا اور دوسرا خرچ کرنے والا ہر ایک انسان دونوں ہی حیثیت سے زندگی بسر کرتا ہے اور تہذیب کی ترقی کے ساتھ باہمی اعتماد اتنا بڑھ گیا ہے کہ پیداوار اور صرف ایک دوسرے سے علیحدہ ہوتے جاتے ہیں۔ اسی لئے یہ اور بھی ضروری ہوگیا ہے کہ اس برابری کے لین دین کے برتاؤ کو ایک کوآپریٹو آئین کی شکل دی جائے خرید اور فروخت کی شرحیں ایسی حالت میں اس طرح مقرر کی جاسکتی ہیں کہ دونوں پیدا کرنے والوں اور خرچ کرنے والوں کو زیادہ سے زیادہ بچت کی گنجائش رہے۔ امداد باہمی کا طریقہ فاضل مقابلہ کرنے والوں کو تجارت کے میدان سے ہٹاکر بھی انھیں تباہی سے بچا سکتا ہے۔ اگر ہوش کے ساتھ دیکھا جائے تو دنیا میں کام کی کمی نہیں ہے کیونکہ زندگی کو خوشحال اور خوشگوار بنانے میں ہر ایک شخص کا استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ہمارا موجودہ گلا گھونٹ مقابلہ تو زیادہ ذاتی فائدہ کرنے کے فراق میں ترقی کے سب راستوں میں رکاوٹ سی ڈال دیتا ہے امداد باہمی طریقہ ہی اس قسم کی مصنوعی دشواریوں کو دور کر سکتا ہے۔ اس حالت میں تو کسی قسم کی بیکاری یا مفت خوری کا زیادہ پھیلا رہنا ناممکن ہو جائیگا۔

میرے سامنے تو ایک ایسے مکمل گاؤں کی تصویر کھڑی ہوئی ہے جس میں امداد باہمی کے بھروسے پر سبھی لوگ قرضے کے پھندے سے آزاد ہوگئے ہیں سبھی کو رہنے کے لئے آرام دہ مکان اور چلنے کیلئے مکمل صفائی کی گاڑیاں اور سڑکیں بن گئی ہیں۔ سب کی خدمت پنچایت کی طرف سے ایک شفاخانہ اور اسکول قائم ہوگئے ہیں اور بازار کی سبھی دوکانیں پنچایت کی ہی ہوگئی ہیں اس میں سب چہرے خوشحال نظر آتے ہیں خواہ بوڑھے ہوں یا خواہ جوان۔ خواہ لڑکے ہوں یا لڑکی خواہ مرد ہوں خواہ عورت۔ جس شخص کو اس نظارہ سے دلچسپی ہو اسے کسی بھی ایک پہلو کو لے کر تجربہ گاہ کے محقق کی طرح چھوٹے پیمانہ پر اس امداد باہمی کے طریقہ پر عمل کرنا چاہئے شروع میں اسے بہت کچھ ایثار اور محنت سے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے کوشش کرنی ہوگی اور ضروری وقت گذرنے کے بعد اس کی محنت کا نتیجہ اُسے صاف نظر آنے لگے گا۔ اس اس اسکیم کو مزید ترقی دینا آسان ہوجائے گا اور یہ تحریک وسیع پیمانے پر خود بخود کامیاب ہونے لگے گی۔ مختصر پیمانے پر استحکام کے ساتھ اس کام کو شروع کرنے میں ہی اس کی کامیابی کا راز ہے۔

ہندوستان کی موجودہ حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے میرے خیال میں اگر ہم دیہات کی تجارتی بدنظمیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے خرید و فروخت کی دوکانیں کھول دیں تو بہت کامیابی حاصل ہوسکتی ہے سبھی جانتے ہیں کہ تھوک مال خریدنے سے سستا مل سکتا ہے اور بڑے بازار میں جاکر بیچنے میں مہنگا بک سکتا ہے۔ اگر ہماری پنچایت کے سبھی ممبر جو کچھ بھی خریدیں یا فروخت کریں بجائے دوسری جگہ کے اپنی پنچایت کی دوکان میں ہی خرید فروخت کریں تو انھیں کچھ قربانی بھی نہ کرنی پڑے گی اور انھیں دام دونا بھی زیادہ ملے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ دلالوں کا منافع جو دوسروں کے ہاتھ لگ جاتا تھا اب انھیں کے پاس واپس آجائے گا۔

انکی اس تباہ حالی میں اتنا نفع بھی انکے دل کو اس اصول کی طرف مائل کریگا اور فائدہ ہونے پر وہ خود اسکو دوسرے حلقوں میں بڑھانیکی کوشش کرینگے اور اگر غلہ اتنے آڑھتیوں اور تاجروں کے ہاتھ میں نہ ہوکر براہ راست گاؤں کی پنچایتی مارکٹنگ سوسائٹی سے شہر کی کسی غلہ خریدنے والی سوسائٹی کے ہاتھ فروخت کیا جاسکے تو دونوں سوسائٹیوں کے ممبروں کو فائدہ ہوجائے لیکن اسکے لئے مرکزی کوآپریٹو یونینوں کی اسکیم ضرور ہوجائے گی اور یہ قدم تو اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب ہم پہلی سیڑھی پر اپنا پیر اچھی طرح جمالیں اس شکل بنیادی کام کے بعد تو ہم اسکو اپریٹو نظام کو ایک عالمگیر شکل میں تبدیل کرسکتے ہیں ہمارے سیاسی و سماجی میدان کو اسکے ماتحت کرکے تہذیب کو اپنے عروج پر پہنچا سکتے ہیں جہاں نہ کوئی غریب ہوگا نہ قحط زدہ ہوگا اور نہ جاہل و ناخواندہ ہوگا۔

گرام سدھار اور ترقی

(از جناب پی۔ ایس۔ اگنھوتری، بی۔ ایس سی)

ہندوستان میں تقریباً ۸۰ فیصدی کسان ہیں جن کے پیٹ بھرنے کا واحد ذریعہ کھیتی ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ ان میں سے زیادہ تر جاہل اور غریب ہیں۔ ان میں سے تقریباً سبھی دیہات میں رہتے ہیں۔ اور اسی لئے جن ذرائع اور اصلاح سے کسانوں کی ترقی ہو وہی گاؤں سدھار کہا جاتا ہے۔ دیہات کی حالت بیان کرنے پر شاید ہی کوئی ایسا محب وطن ہو جسے آنسو نہ بہانے پڑیں۔ ملک میں گاؤں سدھار کے کام کی طرف توجہ ضرور دی جانے لگی ہے لیکن ابھی تک کوئی خاص ترقی نہیں نظر آتی۔ جب تک ملک کے کسان جاہل ہیں، ترقی کے کاموں سے ناواقف ہیں، [illegible] سے پیر تک قرض کے بوجھ سے دبے ہیں، کھیتی کا کام انھیں ہزاروں سال پرانے آلات سے اور [illegible] تقلید سے کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور بھوکوں مر رہے ہیں اس وقت تک گاؤں سدھار کا کام اپنے اصلی مقصد کو پورا نہیں ہو سکتا۔

میں یہاں ایک مثال پیش کرنا چاہتا ہوں:- ایک دیہاتی کسی زراعتی نمائش میں گیا جہاں بہت سے زراعتی آلات رکھے تھے۔ انسپکٹر زراعت نے اسے بتایا کہ [illegible] ہل دیسی ہل سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ اس سے کھیت کی جوتائی زیادہ گہری اور اچھی ہو سکتی ہے اتنے ہی وقت میں زیادہ کھیت جوتا جا سکتا ہے۔ دیہاتی کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور اس نے ہل خرید لیا۔ بیج بونے کے لئے اسی ہل سے شروع سے آخر تک کافی جوتائی کی۔ دوسرے کسان بڑے اشتیاق سے اسے دیکھا کرتے تھے۔ اس دیہاتی نے گیہوں بوتے وقت بھی وہی ہل استعمال کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد جب قریب کے بوئے ہوئے کھیت ہرے بھرے دکھائی دینے لگے اس بیچارے کے کھیت میں انکوے بھی نہ دکھائی دیئے۔ اس غریب نے اسی ہل کو ذمہ دار قرار دیا۔ جبکہ کھیت نہ اگنے کی وجہ کھیت میں کافی نمی کا نہ ہونا تھا کیونکہ مٹی پلٹنے والے ہل ربیع میں استعمال نہیں کئے جاتے کیونکہ وہ کھیت کی نمی کم کر دیتے ہیں۔ میرے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ کسان اتنے انجان اور بھولے ہیں کہ وہ یہ نہیں جانتے کہ کس وقت کون سا آلہ کام میں لائیں اور کس لئے لائیں۔ اسلئے گاؤں سدھار کے کارکنوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ انھیں پوری طرح سے ہر ایک اصلاح شدہ چیز کے متعلق صحیح معلومات حاصل ہوں۔

گاؤں سدھار کے کاموں کا تعلق ان کاموں اور اصلاحات سے ہے جن سے ملک کے دیہاتی اور انجان کسانوں کو ذہنی، سماجی اور [illegible] ترقی حاصل ہو سکے۔ خواہ ان کی تعلیم سے، انکی آمد و رفت کے راستے بنانے سے، اسکول کھولنے سے یا قانون نافذ کرنے سے جن کی وجہ سے انھیں اصلاحی کام کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑے یا دیگر طریقوں سے حاصل ہو۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہندوستانی کسان آرام سے چین کی بنسی بجائے۔ گھروں میں دودھ کی ندیاں بہیں اور کھانے پینے کی انھیں کمی نہ رہے۔

دیہات میں محکمہ گاؤں سدھار کی طرف سے وہاں کی گلیاں صاف کرائی جا رہی ہیں، گھروں میں کھڑکیاں لگائی جا رہی ہیں، اسکول اور ہسپتال کھولے جا رہے ہیں، کھاد بنانے کے گڈھے بنائے جا رہے ہیں، کہیں کہیں بھجن منڈلیاں بنائی جا رہی ہیں۔ زیادہ تر کام انھیں دیہات میں ہو رہا ہے جو ریل کی پٹری یا پختہ سڑک کے قریب ہیں اور جہاں کہ گورنر صاحب یا گاؤں سدھار افسر صاحب کو مدعو کیا جا سکے اور انکے استقبال کے لئے گاؤں کی گلیاں صاف کرائی جاتی ہیں، جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ زیادہ تر کام ان افسران کی آمد کے وقت تک ہی رہتا ہے۔ اگر ان اصحاب کو وہ مقامات دکھائے جائیں جہاں فصلیں تک نہیں اگتیں، جہاں نہ آبپاشی کا اچھا انتظام ہے نہ سڑکیں ہیں اور نہ اچھے راستے ہیں۔ برسات میں دیہات ایک اچھا خاصہ جزیرہ نظر آتا ہے۔ کسانوں کے گرتے ہوئے گھر ایسے ہیں جن کی چھتیں لٹک رہی ہیں گھر پانی سے بھر جاتا ہے، اور گاؤں میں پہنچنے کے راستے بند ہو جاتے ہیں تو شاید ترقی جلدی ہو جاتی کہیں کہیں تو کارکنان ایسے ہیں جو خود ہی زراعت کے کام سے بخوبی واقف نہیں ہیں۔

یہ کام جو محکمہ کی طرف سے کئے جا رہے ہیں گو کہ ضروری ہیں لیکن مکمل اصلاح کے لئے ناکافی ہیں۔ پہلی اصلاح تو یہ کرنی ہے کہ ہم کسانوں کے ننگے جسموں پر کپڑے پہنائیں اور ان بیچارے بھوکوں کا پیٹ بھریں۔ بھجن منڈلیوں میں کسان اسی وقت گا سکتے ہیں جب انھیں پیٹ بھر کھانا ملے اور پہننے کے لئے کپڑے مل سکیں۔

سلطانپور میں گورنر صاحب نے تقریر کرتے ہوئے یہ واضح کیا کہ "گاؤں سدھار اسکیم کا مقصد کھاد کے گڈھے بنوا دینا یا اصلاح شدہ بیج خرید دینا یا گلیاں صاف کروا دینا ہی نہیں ہے بلکہ انھیں یہ بھی سمجھانا ہے کہ وہ ان چیزوں کو کب اور کیسے استعمال میں لائیں۔"

یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ملک کے کام کرنے والے محبان وطن نے اس کام میں دل سے حصہ نہیں لیا لیکن پھر بھی یہ ترقی اسی طرح ہے جیسے سمندر میں ایک قطرہ پانی ڈال دیا جائے۔ حکومت نے پنچائتوں کی اصلاح پر زور ضرور دیا تھا تاکہ کسانوں کو عدالتوں میں روپیہ نہ خرچ کرنا پڑے ان کی زراعتی ترقی ہو اور تعلیم کا بھی انتظام ہو سکے۔

پنچائتوں کی ترقی مکمل طور پر اسی وقت ہو سکتی ہے جب اس کے پنچ

پنچ ایسے ہوں جو زراعت میں خاصا دخل رکھتے ہوں اور کھیتی کی ترقی کر سکیں۔ بیشتر پنچایتوں میں وہ لوگ ہیں جو دیہات میں مالی اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ نہ تو زراعت کے متعلق کچھ جانتے ہیں اور نہ اضافہ کرنے کی اہمیت سمجھتے ہیں

ایسے لوگ پنچایت اور گاؤں سدھار کو بدنام کرتے ہیں۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں کی طرف سے کسانوں کو کچھ عرصہ کے لئے اور نفع بخش کاموں کے لئے روپیہ دیا جاتا ہے۔ وہ اس لئے اُسے اپنے ٹوٹے گھر کی مرمت اور کپڑے بنوانے کے لئے مہاجنوں سے روپیہ لینا پڑتا ہے۔ ادائیگی قرض کے لئے قانون سخت ہونے کے باعث مہاجن روپیہ دینا بند کرتے جا رہے ہیں اس لئے پہلا ضروری کام یہ ہے کہ کسانوں کو روپیہ کہاں سے ملے۔

ملک میں پیسہ کی کمی نہیں کمی صرف اس بات کی ہے کہ شہروں سے گاؤں کی ترقی میں روپیہ کے جانے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ کوئی مستقل تجارت نہیں ہے اس لئے لوگ اس کام میں روپیہ لگانے ہوئے ڈرتے ہیں کہ کہیں نقصان نہ ہو جائے۔ یہ فی روپیہ جمع کرنے کے لئے وہ محکمے جو کسانوں کی ترقی کے لئے قائم ہیں مثلاً محکمہ زراعت، محکمہ امداد باہمی، محکمہ گاؤں سدھار، محکمہ تعلیم، محکمہ آبپاشی وغیرہ۔ یہ آپس میں ایک دوسرے سے مل جائیں اور زیادہ تر روپیہ امداد باہمی کے ذریعے حاصل کیا جائے۔

زراعتی ترقی میں جو کام دیہاتی پنچایتیں اور کوآپریٹو سوسائٹیاں کر سکتی ہیں وہ کہیں نہیں ہو سکتا۔ کبھی ایک زمانہ تھا جسے پتھروں کا زمانہ کہتے تھے۔ اُس وقت پتھروں کے آلات سے کھیتی کی جاتی تھی۔ کہیں کہیں پتھر کے کولھو اب تک پائے جاتے ہیں۔ اسکے بعد لکڑی کے ہل بنے اور پھر لوہے کے ہلوں سے کھیت جوتے جانے لگے۔ یہ سب ترقی تھی۔ اسکے بعد آجکل مٹی پلٹنے میں کہیں کہیں ہلوں کا استعمال ہونے لگا ہے۔ جو ایک بڑی ترقی سمجھی جاتی ہے۔ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ مغربی ممالک میں ٹریکٹروں اور بڑی مشینوں سے کھیتی ہوتی ہے۔ کیا ہمارے ملک کے کسان ہمیشہ وہی دیسی ہل چلاتے رہیں گے جو کہ ۵۰۰۰ سال پہلے کام میں لائے جاتے تھے؟ کھیتی کی ترقی اُسی وقت ہو سکتی ہے جب یہ بڑی مشینیں کام میں لائی جائیں۔ ملک میں بڑھتی آبادی کو خوراک دینے کا مسئلہ اسی وقت حل ہو سکتا ہے جب زراعتی پیداوار تھوڑی لاگت سے دوگنی یا تگنی کی جا سکے اور تبھی ہمارا ملک دوسرے ممالک سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ اگر دیہات میں گھوم کر بات کی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کے دیہات ابھی تک سولھویں صدی کے دیہات ہیں۔ ہندوستان کے شہر ضرور مغربی شہروں سے بازی لگا سکتے ہیں۔

اگر یوپی کے زراعتی کالجوں سے نکلنے والے ۵۰۰ فارغ التحصیل طلباء کو ہر سال ایک ایک گاؤں میں اصلاح دیہات اور کھیتی کی ترقی کے لئے روپیہ دیکر بھیجا جائے اور حکومت کی نگرانی میں انھیں یہ کام سپرد کر دیا جائے تو میں دعوے کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ چند ہی سال میں ہمارے سارے گاؤں ویسے ہی اچھے ہو جائیں جیسے مغربی ممالک کے ہیں۔ وہ زمین جو اوسر پڑی ہے ساری ہری بھری دکھائی پڑنے لگے اس اسکیم سے چند ہی سال میں سرکاری زراعتی فارموں کی ضرورت مٹ جائیگی اور جتنا روپیہ ابھی خرچ ہوتا ہے وہ سارے صوبے کے لئے کافی ہو جائے اس کے ساتھ ہی ساتھ بیکاری کا مسئلہ بھی حل ہو جائے۔ کوآپریٹو بینک روپیہ دیں اور کسانوں کی پیداوار فروخت کرنے کا انتظام کیا جائے۔

صنعتی تجارتیں مثلاً دریاں بنوانا، شہد کی مکھی پالنا اور گؤشالائیں قائم کروانا نہایت ضروری ہے۔ دودھ سے بنی ہوئی چیزوں کی کھپت فی انسان صرف ۱ اونس ہے اور ضرورت ۱۵ اونس فی نفر ہے جیسا کہ محکمہ حفظان صحت کی رپورٹ میں بتایا ہے اسلئے دودھ کی تجارت ملک کو تندرست بنانے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ یہ کام بھی اُسی وقت ہو سکتا ہے جب اس تجارت میں تعلیم یافتہ نوجوانوں کو دیہات میں گؤشالا قائم کرنے کے لئے پوری مدد دیجائے، گاؤں کے وسائل آمدورفت کا انتظام کیا جائے اور وہ کام جو آجکل ہو رہے ہیں، جاری رکھے جائیں

میں پہلے بتا چکا ہوں کہ پنچایت یا کوآپریٹو سوسائٹیاں ہر ایک گاؤں میں قائم کی جائیں۔ ان کا کام گاؤں میں چکبندی کرانا جو زراعت کی ترقی کے لئے نہایت ضروری ہے، ترقی دادہ بیج دینا، کھاد دینا پیداوار کی فروخت کا انتظام کروانا۔ اُن کے مقدمے طے کرنا، کنوئیں کھدوانا، آبپاشی کا انتظام کروانا اور دیگر مشینیں دلوانا ہے۔

گاؤں سدھار کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کاغذ اور قلم کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ سر نکلسن نے اپنی رپورٹ میں لکھا تھا:- دراصل ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک میں ایسے انسان ہوں جو مستقل مزاج ہوں ملک کی فلاح چاہتے ہوں، مغربی ترقی کے اسباب سے واقف ہوں اور خود اپنی محنت سے اس پیچیدہ مسئلہ کو کاغذ پر نہیں بلکہ عملی طور پر حل کریں۔،،

پروَل

پروَل ایک اچھی ترکاری ہے۔ اسکے پھل کی ترکاری اور اچار اچھا بنتا ہے۔ پکّے ڈنٹھل، پتی اور جڑ دوا کے کام آتے ہیں۔

پروَل کاشت کے لحاظ سے دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ جو بھاٹھ زمین اور دریائے گھاگھرا کے کچھاروں میں ہوتا ہے اور دوسرا وہ جو کیاریوں یا بیڑھموں میں بوتے ہیں۔ دوسری قسم کے پروَل کی کاشت ہر جگہ کی جا سکتی ہے۔ اس کا پھل اوّل الذکر کی بہ نسبت بڑا، لذیذ اور کم بیج والا ہوتا ہے۔ اس کی کاشت حسب ذیل طور پر ہوتی ہے۔

اسکے لئے ریتیلی اور دومَٹ مٹی اچھی ہوتی ہے۔ پروَل کا کھیت معمولی زمین سے اونچا ہونا چاہئے۔ برسات میں جو زمین پانی میں ڈوب جاتی ہے گیلی اور نم رہتی ہو وہ پروَل کے لئے بہت مفید ثابت ہوتی ہے۔ اسلئے پروَل اونچی، خشک اور ہلکی زمین میں لگانا چاہئے۔ اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ کھیت کے چاروں طرف بڑے درخت نہ ہوں۔ کم از کم کھیت کے جنوب مغرب میں تو خالی رہنا ہی چاہئے کیونکہ سورج کی روشنی ان سمتوں سے زیادہ پڑتی ہے۔ پروَل کی جڑ مٹی میں گہری جاتی ہے اسلئے پروَل کے کھیت کی مٹی گہری اور ہلکی رہنی چاہئے۔ گہری جوتائی اور گوڑائی بہت ضروری ہے۔ اسکے لئے مشین ہل کا استعمال زیادہ مفید ہوگا۔ مشین ہل سے برسات میں بار بار گہری جوتائی کرکے زمین چھوڑ دیتے ہیں۔ گھاس پات کے سڑنے اور مٹی اُلٹنے پلٹنے سے کھیت میں پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔

پروَل کا بیج نہیں بویا جاتا بلکہ موٹے اور تندرست ڈنٹھل بوئے جاتے ہیں۔ عام طور پر کاتک میں پروَل لگاتے ہیں لیکن ہر موسم میں اسکی پیداوار قائم رکھنے کے لئے کاتک سے ماگھ تک ہر مہینے میں اسے بو سکتے ہیں۔ کھیت کو ہموار کرکے اس میں کیاری بنائیں اور اس کے بیچ کی جگہ کچھ ڈھالو رکھیں۔ قریب ۴ یا ۵ فیٹ کے فاصلے پر پروَل کی کیاری کھودتے ہیں۔ ۶ سے ۹ انچ تک گہری رکھتے ہیں۔ کیاری بنانے سے جو مٹی نکلے اسی کو بیج کی جگہ اونچی کرنے میں لگانا چاہئے۔

برسات گزرنے کے بعد نصف کاتک میں پروَل کے اچھے ڈنٹھل گاڑ دینے چاہئیں۔ اس کی جڑ تین یا چار انچ ہی لمبی رہتی ہے۔ زیادہ بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ پہلے کھیت میں جو بیل ہوتی ہے اُسکے پُرانے اور موٹے ڈنٹھل کو کاٹ کر کیاری میں لمبا رکھ کے کوئی ۳ یا ۴ انچ مٹی اوپر چھوڑ دینے سے ہی پروَل کی بوائی ہو جاتی ہے۔ بوتے وقت اس بات کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کہ سڑے گلے یا کمزور ڈنٹھل سے پودے نہیں اُگتے۔ ہمیشہ ڈنٹھل چن کر لگانا چاہئے۔ ڈنٹھل چنتے وقت خیال رہے کہ بانجھ یا ڈنڈی پیڑوں کی بیل نہ ہو۔ بانجھ یا ڈنڈی اس پیڑ کو کہتے ہیں جس میں پھل نہ آتے ہوں اس کا سبب یہ ہے کہ بانجھ پیڑ کے پھول نَر ہی ہوتے ہیں۔ ایسے پیڑ اگر کھیت میں ہوں تو انھیں الگ کر دینا چاہئے۔

پروَل بونے کے ۱۵ یا ۲۰ دن کے بعد نئے کلّے نکل آتے ہیں۔ جب پیڑ اُگ آئیں تو اس میں ۲۵ یا ۳۰ دن پر برابر نرائی کرتے رہنا چاہئے اور اسی وقت پیڑوں کے پاس کی مٹی گوڑ دینی چاہئے۔ اس بات کا خیال رہے کہ کھیت میں گھاس نہ اُگنے پائے۔ کبھی کبھی پیڑوں کو ایک دوسرے سے الگ کرتے رہنا چاہئے تاکہ سب کی ڈالیں ایک میں نہ مل جائیں۔

پروَل کی سینچائی جاڑے میں ایک ماہ بعد اور گرمی میں ۱۵ یا ۲۰ دن بعد کرتے رہنا چاہئے۔

پروَل ایک کھیت میں دو تین سال تک پھلتا ہے لیکن پہلے سال پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ اور دوسرے سال پیداوار کچھ کم لیکن پھل بڑے بڑے لگتے ہیں۔ پہلے سال کی کھیتی کو قائم رکھنے کے لئے کنوار کاتک مہینے میں پُرانی یا سوکھی بیل چھانٹ کر کھیت کی مٹی کو کدال سے گوڑ کر ملائم بنا دینا چاہئے۔

اسکی کاشت میں قریب قریب ۳۰ سے ۴۰ روپیہ فی ایکڑ خرچ ہوتا ہے اور ۱۵۰ سے ۲۰۰ روپئے تک فائدہ ہوتا ہے۔

پیڑوں کی گملوں میں پرورش کرنا

گملوں میں پیڑوں کی پرورش کرنا مصنوعی طریقہ ہے۔ زمین میں درخت اپنی جڑیں، جب اُنھیں خوراک تنے کے آس پاس سے ملنا بند ہو جاتی ہے، دور تک چاروں طرف پھیلا لیتے ہیں۔ زمین کی حرارت میں بھی تمام سال زیادہ کمی زیادتی نہیں ہوتی رہتی۔ اسلئے جڑوں کو ان کے پھیلاؤ کے لئے اس سے کوئی خاص رکاوٹ نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ زمین میں پانی کے اخراج کے لئے عموماً قدرتی انتظام ہوتا ہے اسلئے زمین میں درخت لگانے سے اُن کے آس پاس پانی بھرے رہنے کا اندیشہ کم رہتا ہے۔ صرف اُنھیں زمینوں میں جو زیادہ مٹیار یا چکنی ہوتی ہیں زیادہ دنوں تک پانی رہتا ہے۔ معمولی زمینوں میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ اور ان زمینوں میں بھی جب بارش زیادہ ہوتی ہے اور زیادہ عرصہ تک رہتی ہے۔ یہ بات پیدا ہوتی ہے۔ زیادہ دنوں تک درختوں کے چاروں طرف پانی بھرا رہنے سے درختوں کو بہت نقصان پہنچتا ہے صرف وہی پودے جو ایسی جگہوں میں نالیوں میں خود بخود اُگتے ہیں اُنھیں اس سے نقصان نہیں پہنچتا۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ کھلی جگہ میں درخت اُن درختوں کے مقابلے میں جو گملوں میں پرورش پاتے ہیں اچھے ہوتے

ریڈیو پروگرام

ہمارا پنچایت گھر

(شام ۷ بجے سے ساڑھے آٹھ بجے شام)

۱؍اگست ۱۹۴۴ء۔ رامائن پاٹھ۔ پنچ منڈلی۔ قانون کی واقفیت جیل بازی (بات چیت) رائے بہادر پی۔ این۔ سپرو۔ دادرا۔ شمیم بائی۔ پیداوار بڑھاؤ (مکالمہ) جے دت پنت۔ خبریں۔

۲؍اگست ۱۹۴۴ء کیرتن۔ دیوی سمپد منڈل۔ بچوں کا جلسہ۔ تم بھی سیکھو کھانا پکانا۔ پی۔ آر۔ رسک اور پلٹو۔ چرخہ کا گیت۔ ستارہ بائی۔ بچوں کی فرمائش۔ بھجن۔ دیوی سمپد منڈل۔ خبریں۔

۳؍اگست ۴۴ء بدلیا رام جی داس۔ نیائے کہانی۔ جے۔ کے۔ جوشی۔ نعت۔ مرتضیٰ حسین گاؤں کے راستے (مکالمہ) رام اجاگر دوبے اور چھیپٹے۔ خبریں۔

۴؍اگست ۴۴ء کورس پنچ منڈلی۔ بھائی بہن۔ سریش چندر۔ شب برات۔ بات چیت فصیح احمد انصاری۔ خبریں۔

۵؍اگست ۴۴ء۔ ساون۔ سنتوش کماری۔ جیونار۔ کھوئے کی چیزیں۔ بات چیت۔ پشپا ماتھر۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ بھجن شنتوش کماری۔

۶؍اگست ۴۴ء ساون رادھا بائی۔ بچوں کا جلسہ۔ چٹکلے۔ چندر بھوشن۔ یورپ کا حال۔ مکالمہ۔ بھجن۔ کرپا شنکر تیواری۔ تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۷؍اگست ۴۴ء۔ کیرت ساگر کی لڑائی آلھا رگھو رام۔ زیادہ غلہ پیدا کرو۔ منا کی کاشت مکالمہ۔ کجری۔ کرشنا بائی۔ اس ہفتہ کا پروگرام۔ خبریں۔

۸؍اگست ۴۴ء۔ جھولا پنچ منڈلی۔ تجربہ کے بعد۔ کھیتی بینی مادھو ترہینی۔ گیت۔ ملکہ پکھراج۔ گھریلو صنعتیں۔ کمبل بنانا (مکالمہ) رام کشور سنگھ اور رمی کاکا۔ خبریں۔

۹؍اگست ۱۹۴۴ء کیرت ساگر کی لڑائی (حصہ ۲) آلھا رگھو رام بچوں کا جلسہ۔ یہ کیا ہے؟ آندھی پانی۔ ممتاز احمد اور چھیپٹے۔ بچوں کی فرمائش۔ منوان کی کھیتی (مکالمہ) خبریں۔

۱۰؍اگست ۴۴ء ملہاری۔ مادھو معہ پارٹی۔ تندرست رہنے کی ترکیبیں۔ شری نرائن دویارتھی اور پلٹو۔ گیت۔ ملکہ پکھراج۔ خبریں۔

برکھا بھاوے ناساون آں۔ گیت مادھو اور پارٹی۔

۱۱؍اگست ۴۴ء۔ کنس کے قید خانے میں (ناٹک) بشیر بیر ہرن (کویتا) چندر بھوشن۔ میا کبھیں بڑھے گی چوٹی۔ بھجن جگت۔ خبریں۔

۱۲؍اگست ۴۴ء پنگھٹ کجری۔ ارملا دیوی بجار۔ گودغیرہ کے وقت۔ حساب کتاب (بات چیت) دھنونتی مشر۔ گیت بہنو تمہارا خط ملا۔ ارملا دیوی وغیرہ۔

۱۳؍اگست ۴۴ء نروہی۔ پنچ منڈلی۔ یورپ کا حال (مکالمہ) دادرا۔ قیصر جہاں۔ تمہارا خط ملا۔ بجلی دیکھ ڈرے گیت۔ چھیپٹے۔ خبریں۔

۱۴؍اگست ۴۴ء پاوس کوی سمیلن۔ مندرجہ ذیل شعرائے آنے کی اُمید ہے۔ کیدار ناتھ نوتن۔ لکشمی شنکر نشنک۔ برجکشور برج نندن اور چندر بھوشن۔ اس ہفتہ کا پروگرام۔

۱۵؍اگست ۴۴ء۔ کیرتن پنچ منڈلی۔ جنگلوں کی ضرورت بات چیت۔ اُما شنکر دوبے۔ قوالی۔ نیاز احمد معہ پارٹی۔ گاؤں کا حال (مکالمہ) بلرام سنگھ اور رمی کاکا۔ خبریں۔

۱۶؍اگست ۴۴ء دھوبیا گیت۔ راجہ رام اور پارٹی بچوں کا جلسہ۔ تم بھی سیکھو۔ پڑھنا۔ لکھنا۔ (مکالمہ) قیوم نسیم اور چھیپٹے۔ کجری۔ للی بائی۔ لڑائی کا حال (مکالمہ) بھجن رام معہ پارٹی۔ بچوں کی فرمائش۔ خبریں۔

۱۷؍اگست ۴۴ء۔ دادرا منا بائی۔ برکھا کی باتیں (ناٹک) سریش چندر۔ خبریں۔

۱۸؍اگست ۴۴ء کجری رام جی داس۔ غریب کیوں کاہا بات چیت۔ اویس احمد ادیب بھجن نویدیتا۔ مترا۔ برساتی ترکاری (مکالمہ) ایم۔ اے۔ صدیقی اور رمی کاکا۔ خبریں۔

۱۹؍اگست ۴۴ء بھجن اراتی گھوش۔ گرہنی کے روپ مان۔ بات چیت۔ کوشلیا دیوی۔ شہنائی پردھمن۔ بسم اللہ معہ پارٹی۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ گیت۔ اراتی گھوش بہنوں کی فرمائش۔

۲۰؍اگست ۴۴ء کہرا۔ پنچ منڈلی آزادی کا حال چال (مکالمہ) حفیظ بچوں کا جلسہ کارے میگھا (خاص پروگرام) چندر بھوشن۔ تمہارا خط ملا۔ خبریں۔

۲۱ / اگست سنہ ۴۴ء - عابد اور پارٹی - زیادہ غلہ پیدا کرو - ربیع کی تیاری - این سنگھ اور پارٹی گیت راج کماری شیخوپوری - اس ہفتہ کا پروگرام - ادارا عالم اور پارٹی - خبریں -

۲۲ / اگست سنہ ۴۴ء - راماین پاٹھ - پنچ منڈلی - تجربہ کے بعد روزگار - بات چیت - سینتا سہائے اور تیتی - دادرا - عبدالغنی - غریب کیوں - بل جوتن کی کمی - (مکالمہ) رسول احمد اور ... اور ستیش چندر - خبریں -

۲۳ / اگست سنہ ۴۴ء - ملکھان کا بیاہ نمبر ۱ (آلھا) درگا چرن - ویدی - سفر کم کرو - مکالمہ - چندر نشو شری واستو اور ساتھی - بچوں کی فرمائش - بچوں کا جلسہ - یہ کیا ہے ؟ - بھیا - (مکالمہ) چھوٹے بھیا - اشانت اور ساتھی - خبریں -

۲۴ / اگست سنہ ۴۴ء - رام راج (نظمی کہانی) - ستیش چندر - خبریں -

۲۵ / اگست سنہ ۴۴ء - ملکھان کا بیاہ نمبر ۲ (آلھا) درگا چرن ترویدی - ... لگان کا قانون - (بات چیت) این سی ترویدی - بجلی - جھنجھنی (کوتیا) چندر بھوشن - خبریں -

۲۶ / اگست سنہ ۴۴ء - پل کماں (ہمارا پروگرام) - مصنف چندر بھوشن - شرکت کنندہ این - این تیواری - قسمت کے مارے - سیتا پروتا - (مکالمہ) عزیز بانو اور دیدی - بہنو تمہارا خط ملا -

۲۷ / اگست سنہ ۴۴ء - نروہی - پنچ منڈلی - لڑائی کا حال چال (مکالمہ) ڈھولک کے گیت - گوہر سلطان بچوں کا جلسہ - بھینس بھوری بگرائی - (کوتیا) چندر بھوشن - جھولا - تمہارا خط ملا - خبریں -

۲۸ / اگست سنہ ۴۴ء - کجری - مرتضیٰ حسین - پیداوار بڑھاؤ - پینا (مکالمہ) اے - آر - علوی اور چھپیلے - دادرا - نورجہاں - اس ہفتہ کا پروگرام - گیت - خبریں -

۲۹ / اگست سنہ ۴۴ء - ساون - دوا دارو کے پودے تلسی (بات چیت) ایک ڈاکٹر - قوالی - نظام الدین اور پارٹی - بچت کا استعمال (مکالمہ) بانسری پر دھن - موہرا سین - خبریں -

۳۰ / اگست سنہ ۴۴ء - جھولا - پنچ منڈلی - بچوں کا جلسہ - تم بھی سیکھو میل جول - (مکالمہ) - ایس - ایس مشرا اور پلٹو - دادرا - زہرہ نازنین - لڑائی کا حال چال - (مکالمہ) بچوں کی فرمائش - خبریں -

۳۱ / اگست سنہ ۴۴ء - کجاری - بدھو دھوبی معہ پارٹی - کھلونا بنانا - (مکالمہ) کمار بالیندر اور چھپیلے - پوربی - بڑی چندر بائی - خبریں - جھولا - بدھو دھوبی اور منڈلی

دُکھ کے لمحے

از مسٹر سروپ کیف

تارے ڈوبے، سورج نکلا، رات گئی اور ہوا سویرا
اب تک ڈولت ہے آوارہ سا بن ساجن کے من میرا
رات کٹی تھی نینوں میں اب دن سپنا نے ہے گھیرا!

بیچ ندی کے، نیا اوپر، دور بانسری کوئی بجاوے
دھیمی دھیمی بنسی کی لے میرے دل میں اتری جاوے
ایسے میں پھر درد برہ کا گھن کی نیائیں من کو کھاوے

ساون روتے بیت گیا ہے بھادوں دیکھیں کیا لائے!
چین نہیں ہے من کو کہیں بھی ہر دم اسکی یاد ستائے
ایسا ہو میں اسکو بھلا دوں اے سجن جو موہے بھلائے



مئی ۱۹۴۴ء میں گرام سدھار

جنگ کے بعد جب فوجی لوگ پھر زراعت کے پیشہ میں داخل ہوں تو انھیں موافق حالات پیدا کرنے کی غرض سے حکومت نے ابھی حال میں صوبہ کے فوجی مرکزوں میں ۲۹۱ نئے گاؤں سدھار سنٹر کھولنا منظور کیا ہے۔ اسکے لئے کارکنوں کو ۲ ہفتے کی ٹریننگ دی گئی تاکہ وہ گاؤں سدھار اور دیگر معاون کاموں سے واقف ہو جائیں۔ موصولہ اطلاعوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ٹریننگ نے نئے بھرتی ہونے والے ملازموں کو مستعد اور منظم بنا دیا ہے۔

کارکنان گاؤں سدھار نے گاؤں کی صفائی کی کوشش کو جاری رکھا اور گاؤں کے باشندوں پر اس کا اچھا اثر پڑا۔ ۲۶۴۷ سوختہ گڑھے بنائے گئے اور ۲۶۶ سور باڑے آبادی سے باہر کئے گئے۔ آبادی سے گھور صاف کرانے کی کوششیں جاری رہیں۔ چنانچہ ۱۰۴۶۵ گھور آبادی سے ہٹائے گئے۔ ۵۲۸ کھنڈروں کو ہموار کیا گیا اور ۶۸۶ گڑھے پاٹے گئے۔ بیماریوں کو پھیلنے سے روکنے کی غرض سے ۱۲۵ کنوؤں کی صفائی کی گئی اور ۱۷۸۵ اشخاص کو ٹیکہ لگایا گیا۔ دیہاتی مکانوں کے لئے ۳۴۱۷ روشندان دیئے گئے۔ گاؤں سدھار کے دواخانوں میں ۳۲۸۹۲ اشخاص کا علاج کیا گیا۔ ۱۰۷۴ اشخاص کو ابتدائی امداد کی ٹریننگ دی گئی اور ۹۶ دائیاں ٹرینڈ کی گئیں۔

کھاد کو محفوظ رکھنے کے لئے ۲۸۰۱ کھاد کے گڑھے کھودے گئے اور ۱۵۶۳ پیشاب جمع کرنے کے گڑھے بنائے گئے۔ آبپاشی کے لئے ۴۳ کنوؤں کی بورنگ کی گئی اور ۱۵ نئے کنوئیں بنائے گئے۔ ۵۰۵ جدید طرز کے آلاتِ زراعت تقسیم کئے گئے اور ۴۲ اچھے سانڈ اور ۳۱۳ عمدہ نسل کے مویشی دیہات کو دیئے گئے۔ ۵۹۸ بیلوں کو بدھیا کیا گیا اور مویشیوں کی دیکھ بھال کے مرکزوں میں ۲۰۹۰۹ مویشیوں کا علاج کیا گیا۔

دیہاتی اسکاؤٹوں کا پروپیگنڈہ بڑھ رہا ہے۔ اس ماہ ٹریننگ پانیوالے اسکاؤٹوں کی تعداد میں ۴۲۵۵ کا اضافہ ہوا۔ یہ تحریک دیہات میں بہت مقبول ہو رہی ہے [illegible] دیہات میں نئی زندگی پیدا کرنے کے لئے گاؤں سدھار کے کچھ مرکزوں میں مختلف دیہات کے درمیان کھیل اور ٹورنامنٹ ہوئے۔ ۲۱۹ بھجن منڈلیاں اور ۳۴۵۱ جلسے کئے گئے اور گاؤں والوں کو محکمہ گاؤں سدھار کے کارناموں سے آگاہ کیا گیا۔ کھیتی کے جدید طریقوں کو مقبول بنانے کے لئے ۱۱۹ زراعتی نظارے کئے گئے۔ ۳ پنچایت گھر اور ۶۹ کنوئیں کے گھر بنائے گئے۔

دیہات کے لئے آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے جو پروگرام براڈکاسٹ ہوتا ہے وہ بہت مقبول ہو رہا ہے جن مرکزوں میں ریڈیو سیٹ ہیں وہاں بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں اور جنگ کی خبریں، مکالمے اور گانے وغیرہ سنتے ہیں۔ گاؤں سدھار کی پبلسٹی گاڑی نے بھی دیہات میں گھوم کر نشر و اشاعت کے ساتھ [illegible] دیہاتیوں کے لئے تفریح کا مواد فراہم کیا۔

اچھی فصل کے لئے انعام

سال گذشتہ کی طرح اس سال [illegible] میں بھی حکومت نے [illegible] اچھی فصل پیدا کرنیوالوں کو انعام دینے کے لئے [illegible] روپیہ منظور کیا ہے۔ [illegible] سال [illegible] کام کے لئے جو روپیہ حکومت نے منظور کیا تھا [illegible] حکومت کو واپس کر دینا [illegible] سال کے اندر اسکا استعمال نہ کیا جا سکا۔ اس سال تحریک [illegible] اس بات کے لئے کوشش [illegible] انعام کی رقم [illegible] گاؤں [illegible] فائدہ اٹھائیں۔ گاؤں سدھار افسر [illegible] گاؤں [illegible] سپروائزر کے سکریٹریز [illegible] کہ وہ ڈائرکٹر محکمہ زراعت کی رائے سے اس سلسلے میں کوشش کریں۔ امید ہے کہ گاؤں والے بھی حکومت کی اس اسکیم سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔

دیہات میں بیگار

دیہات میں بیگار کا رواج بہت دنوں سے ہے۔ بیگار میں کسانوں [illegible] زیادہ کام بغیر معقول اجرت کے [illegible] پڑتا ہے۔ حکومت نے گاؤں سدھار کے پنچایت گھروں کو حکم دیا ہے [illegible] جہاں تک [illegible] بیگار [illegible] کی کوشش [illegible] امید ہے کہ گاؤں سدھار [illegible] پنچایتیں دیہات [illegible] کامیاب [illegible]

چھوٹے رقبے [illegible] کی کھیتی کے [illegible]

جوار [illegible] باجرہ کی کھیتی کرنیوالے کسانوں کو یہ معلوم [illegible]

...وگی کہ مرکزی حکومتوں نے پہلے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ وہ چھوٹے ریشے کی روئی پیدا کرنے والے رقبوں میں پیدا کئے جانے والے جوار باجرے کو خریدے گی مگر اب مرکزی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ وہ آئندہ فصل پر بھی جوار اور باجرے کو خریدنے کو تیار رہے گی اس لئے کسان اپنی فصل کی اچھی قیمت حاصل کرسکیں گے۔ کسانوں کو چاہئے کہ وہ چھوٹے ریشے کی روئی کی جگہ دیگر غلّوں کی کھیتی کریں۔

مئی سنہ ۴۷ء میں دیہاتی اسکاؤٹوں کی بھرتی کی تفصیل

دیہاتی اسکاوٹ تحریک دیہات میں بہت مقبول ہو رہی ہے۔ اس مہینے میں تربیت یافتہ اسکاؤٹوں کی تعداد ۴۲۵۵ پہونچ گئی ہے۔ ماہ مئی میں اسکاؤٹوں کی بھرتی کی تفصیل درج ذیل ہے۔

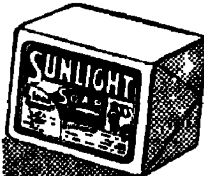
نمبر شمار	ضلع	ٹرینڈ اسکاؤٹوں کی مقررہ تعداد	ٹرینڈ اسکاؤٹوں کی تعداد
۱	فیض آباد	۳۶۰۰	۷۵۲۱
۲	کانپور	۱۵۰۰	۳۱۱۶
۳	فرخ آباد	۱۵۰۰	۳۰۰۶
۴	ہردوئی	۱۵۰۰	۲۲۱۶
۵	مرزاپور	۲۷۰۰	۴۱۴۳
۶	مین پوری	۱۵۰۰	۲۰۳۸
۷	اعظم گڑھ	۱۵۰۰	۲۰۳۳
۸	مرادآباد	۱۵۰۰	۲۰۱۸
۹	بلیا	۱۹۵۰	۲۲۹۴
۱۰	الہ آباد	۳۱۵۰	۳۴۹۳
۱۱	جالون	۱۵۰۰	۱۶۲۲
۱۲	فتح پور	۱۵۰۰	۱۶۰۱
۱۳	سلطان پور	۲۲۵۰	۲۳۷۲
۱۴	اٹاوہ	۱۵۰۰	۱۵۶۶
۱۵	بلند شہر	۱۵۰۰	۱۵۵۰
۱۶	گونڈا	۳۰۰۰	۳۰۷۵
درجہ ب ۵۰ فی صدی سے زیادہ اور ۱۰۰ فیصدی سے کم			
۱۷	ہرپرپور	۱۵۰۰	۱۴۸۹
۱۸	اٹاوہ	۱۵۰۰	۱۴۸۱
۱۹	دہرہ دون	۱۵۰۰	۱۴۰۱
۲۰	بجنور	۱۵۰۰	۱۳۵۱
۲۱	مظفرنگر	۱۵۰۰	۱۳۴۹
۲۲	بدایوں	۱۵۰۰	۳۳۲۰
۲۳	آگرہ	۱۵۰۰	۱۲۰۱
۲۴	جونپور	۳۰۰۰	۲۲۴۹
۲۵	میرٹھ	۱۵۰۰	۱۰۷۸
۲۶	بستی	۲۷۰۰	۱۹۱۷
۲۷	بارابنکی	۲۲۵۰	۲۲۴۶
۲۸	گورکھپور	۳۶۰۰	۲۱۹۶
۲۹	متھرا	۱۵۰۰	۱۹۱۴
۳۰	غازی پور	۳۶۰۰	۱۶۱۰
۳۱	پیلی بھیت	۱۵۰۰	۸۴۱
۳۲	بنارس	۴۰۵۰	۲۲۴۴
۳۳	بریلی	۱۵۰۰	۷۶۴
درجہ ج ۵۰ سے کم			
۳۴	نینی تال	۱۵۰۰	۶۹۸
۳۵	بہرائچ	۱۵۰۰	۶۶۷
۳۶	الموڑا	۱۵۰۰	۶۲۹
۳۷	پرتاب گڑھ	۲۵۵۰	۱۰۶۸
۳۸	باندا	۲۸۵۰	۸۴۴
۳۹	اُناؤ	۱۵۰۰	۴۰۱
۴۰	سیتاپور	۱۵۰۰	۳۸۴
۴۱	شاہجہاں پور	۱۵۰۰	۲۷۳
۴۲	گڑھوال	۷۰۰	۱۰۵
۴۳	علی گڑھ	۱۵۰۰	۱۵۱
۴۴	لکھنو	۲۵۵۰	۲۰۶
۴۵	جھانسی	۱۵۰۰	۷۸
۴۶	رائے بریلی	۲۴۰۰	۹۰
۴۷	سہارنپور	۱۵۰۰	اعداد موصول نہیں ہوئے
۴۸	کھیری	۱۵۰۰	" "

باہتمام کالی کے متر اپرنٹر و پبلشر انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد



سنلائیٹ سوپ بوائلرس میں سے ایک جواب دیتا ہے . . .

"اپنے آپ صاف کرنے والی جھاگ کا راز یہی ہے کہ اس میں 'جان دار' صابون پایا جاتا ہے اسی 'جان دار' صابون کی وجہ سے جھاگ میل کو کپڑوں میں سے نکال دینے کے لئے اپنے آپ ہی سے کام کر سکتی ہے بات یہ ہے کہ میل کو لگتے ہی جھاگ اُسکے ساتھ گتھ جاتی ہے اور میل کو جہاں چاہتی ہے وہاں لیجا سکتی ہے ۔ جونہی کپڑے بھگوئے جاتے ہیں اور سنلائیٹ کی جھاگ اُن میں مل دی جاتی ہے یہ 'جان دار' صابون اپنے کام میں مصروف ہو جاتا ہے اور جبکہ جھاگ کو صاف پانی سے کپڑے میں سے نچوڑ دیا جاتا ہے تو میل بھی نکل جاتی ہے"



سنلائیٹ

"اپنے آپ صاف کرنے والی جھاگ" والا صابن ہے

S. 66-33 UD

Regd. No. A—294

Printed and published by K. Mittra, at The Indian Press Ltd., Allahabad.

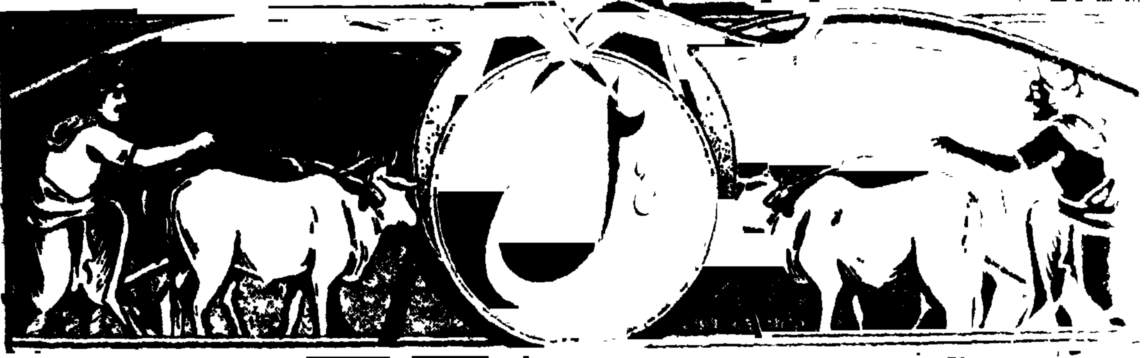


دسمبر سنہ ۱۹۳۳ء

ہل

جلد ۶ نمبر ۱۲ — باتصویر ماہوار رسالہ — دسمبر سنہ ۱۹۴۳ء

فہرست مضامین



صوبہ متحدہ کی سرکار کے محکمہ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

چیف ایڈیٹر
گاؤں سدھار افسر یو۔پی۔ لکھنؤ

ایڈیٹر
للی پرساد پانڈے۔

باتصویر ماہوار رسالہ

دسمبر سنہ ۱۹۴۴ء جلد ۶ نمبر ۱۲

پیامِ روح

جناب حامد اللہ افسر میرٹھی

آغاز ہوا ہے اُلفت کا اب دیکھئے کیا کیا ہوتا ہے
یا ساری عمر کی راحت ہے یا ساری عمر کا رونا ہے

شاید تھا بیاضِ شب میں کہیں اکسیر کا نسخہ بھی کوئی
اے صبح یہ تیری جھولی ہے یا دُنیا بھر کا سونا ہے

تم پھول سمجھتے ہو جن کو وہ میرے پیارے ساتھی ہیں
تم دوب بتاتے ہو جس کو وہ میرا نرم بچھونا ہے

تدبیر کے ہاتھوں سے گویا تقدیر کا پردہ اُٹھتا ہے
یا کچھ بھی نہیں یا سب کچھ ہے یا مٹی ہے سونا ہے

ٹوٹے جو یہ بندِ حیات کہیں اس شور و شر سے نجات ملے
مانا کہ وہ دُنیا اے افسرؔ صرف ایک لحد کا کونا ہے

پپیتے کی کاشت

از جناب دین بندھو پاٹھک

زراعت پیشہ ملک کے لئے یہی ضروری نہیں کہ وہاں کے کسان صرف غلہ ہی پیدا کریں بلکہ اہل ملک کا یہ ضروری فرض ہے کہ وہ دیگر صحت بخش چیزیں بھی پیدا کریں۔ ہندوستان ایسا ملک ہے جس میں ہر قسم کی فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہاں منطقۂ حارّہ سے لیکر منطقہ باردہ تک کی آب وہوا اس ملک میں پائی جاتی ہے۔ کشمیر میں میوے اور گنگا سندھ کے میدان میں گرمی کی کثرت سے ہر قسم کی فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ جنوبی ہند خطِ استوا کے پاس ہے۔ وہاں گرم چیزوں کی فصلیں مثلاً سپاری اناریل بھی ہوتے ہیں۔ پھلوں کی پیداوار بھی کھیتی کا ایک جزو ہے۔ کسان سب چیزیں بازار سے نہیں خرید سکتے۔ اس لئے انھیں کھیتی کی تمام چیزیں پیدا کرنے میں کوتاہی نہ کرنی چاہیئے۔ باغ لگانا، بروقت آبپاشی۔ پودوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں فصل یا پودوں کے مطابق مٹی کی پہچان فصل کے غلّے یا پھلوں کی مناسب قیمت کے لئے خرید وفروخت کی معلومات اور اس فصل کی پیداوار کا وقت پر بازاروں میں بھیجنا اور یہ خیال رکھنا کہ ان کے حیاتین کم نہ ہونے پائیں ان سب باتوں کی واقفیت ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ کسان کو کون سی فصل بونے میں سہولت ہو سکتی ہے۔ ہمارے ملک میں باغ لگانے کا رواج زمانۂ قدیم سے موجود ہے۔ لیکن اِدھر کچھ دنوں سے کسانوں کا رجحان اس طرف سے کچھ کم معلوم ہوتا ہے۔ اِدھر کچھ دنوں سے لوگ پھر توجہ دینے لگے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ امرود اور پپیتے کی کاشت کافی ترقی کر رہی ہے۔ اس مضمون میں پپیتے کی کھیتی کے بارے میں واقفیت کے لئے ضروری باتیں لکھی گئی ہیں۔

پپیتے کی پیداوار افریقہ اور امریکہ کے گرم حصّوں میں بکثرت ہوتی ہے وہاں کے بڑے بڑے زرعتی فارموں میں پپیتے کی پیداوار پر بڑی تحقیق کی گئی ہے پپیتے کی فصل عام طور پر دنیا کے معتدل منطقوں میں بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے لوگ اس چیز کی کھیتی کی طرف کافی توجہ دے رہے ہیں۔ ساتھ ہی یہ کہ پپیتا حفظانِ صحت کے لئے بڑے کام کا پھل ہے اس لئے پپیتا اور اس کی کھیتی کے بارے میں معلومات کے لئے حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

پپیتا ایک ترکاری والا بڑا پودا ہے۔ اس کی پتیاں رینڈی کے پودے کی طرح نوکیلی اور تنا کھوکھلا او ریشے دار ہوتا ہے۔

پپیتے کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ اس میں نر، مادہ قسموں کے درخت ہوتے ہیں جن کے پھولوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ یہ پھلوں میں بھی اختلاف رکھتے ہیں۔ دور ہی سے یہ درخت نر اور مادہ کی پہچان بتلاتے ہیں۔

نر پپیتے کے پھول لمبی پھول والی شاخوں کے اوپر گچھے میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان پھولوں سے بڑے پھل نہیں پیدا ہوتے بلکہ چھوٹے چھوٹے پھل کھیرے کی شکل کے پیدا ہوتے ہیں۔

مادہ پودوں کی پتلی ٹہنیوں (پتلے تنوں) پر پراگ کیسر والے پھل ایک انچ سے تین انچ کی لمبی شکل میں لگتے ہیں۔ ان کے اوپر گول گول پھل پیدا ہوتے ہیں۔

پپیتے کے پودوں میں کچھ پودے مخنث ذات کے ہوتے ہیں ایسے پودوں کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔

ان پودوں سے نر اور مادہ دونوں طرح کے پھول اور اچھے پھل بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اِن پھولوں میں پراگ کیسر اور پھل پیدا کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ ان مخنث درختوں سے کھیرے کی شکل کے پھل پیدا ہوتے ہیں لیکن مفید پھل نہیں ہو سکتے۔ اب ان درختوں میں بھی پھل پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے تحقیقاتی ادارے اس طرف خاص توجہ دے رہی ہیں۔

نر درختوں میں خواہ چھوٹے ہی پھل ہوں لیکن وہ اپنے لئے اتنے مفید نہیں ہوتے جتنے کہ مادہ درختوں کے لئے۔ مادہ درخت، نر درختوں کے پراگ کی زرخیزی لیکر خود کافی زرخیز ہوتے ہیں۔ اس سے مادہ درختوں کے پاس نر درختوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔

پپیتا حرارت پسند پھلدار درخت ہے۔ اس پر پالے کا اثر بھی جلد ہوتا ہے لیکن یہ سرد ممالک میں بھی پایا جاتا ہے۔ گرم ممالک میں سرد ممالک کے مقابلے میں اس کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ یہ زیادہ تر آب وہوا پر منحصر ہوتا ہے۔ سرد ممالک میں اسے اسی وقت نقصان پہونچتا ہے۔ جب گہرے طوفان آتے ہوں جس سے پپیتے کی نازک پتیاں گر جاتی ہیں اور ریت کے ذرّے پپیتے کے کچّے پھلوں میں زخم کر دیتے ہیں اور پھلوں سے دودھ کی شکل میں رس بہتا ہے۔ یہ رس پھلوں کو بڑھانے والا ہوتا ہے اس دودھ نما رس سے ایک طرح کا مشروب تیار ہوتا ہے جو صحت کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔

پپیتے کے بونے کا طریقہ

پپیتا پیدا کرنے کے پہلے یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ پپیتے کا

کن چیزوں کی ضرورت ہے اور وہ کہاں اور کس زمین میں اچھی طرح پیدا ہو سکتا ہے؟ اِن باتوں کو جاننے کے لئے مندرجہ ذیل طریقوں سے واقفیت ہونی ضروری ہے۔

(۱) بیج اور اُس کی اچھائی۔ (۲) بیج کا بونا۔ (۳) زمین کی تیاری۔ (۴) پودوں کا لگانا، بڑھنا اور اُن کی دیکھ بھال اور (۵) پھلوں کو توڑنا اور اُن کا استعمال۔

بیج اور اُسکی اچھائی کا علم

پھل پیدا کرنے والوں کو اپنے کھیتوں میں پپیتے کی فصل لگانے کے لئے ایسے بیج کا استعمال کرنا چاہئے جو برسوں سے کسی اچھے فارم پر یا زراعت کے ماہرین کی طرف سے آزمایا جا چکا ہو اور جس کی پیداوار میں کمی نہ ہو پھل اچھے اور بڑے ہوتے ہوں اور اُن میں کسی قسم کی بیماری پیدا ہونے کا امکان نہ ہو۔ اس لئے بیجوں کا انتخاب کرتے وقت حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) درختوں کی نسل۔ (۲) پھلوں کی شکل اور اوصاف (۳) پختہ پھل کا رنگ اور گودے کی موٹائی۔ (۴) پیداوار کی مقدار (۵) پھلوں کے تنے پر گھیرنے کی جگہ یعنی درخت میں زیادہ پھل پیدا ہوتے ہیں یا کم؟

ان سب باتوں کو مدنظر رکھکر کھیتی کی جائیگی تو کاشتکار کو پپیتے کی کاشت میں ضرور کامیابی حاصل ہو گی۔

بیج بونا

بیجوں کو کہاں اور کس طرح بویا جائے یہ جاننا بھی معمولی بات نہیں اور یہ واقفیت نہایت ضروری ہے۔ بیجوں کو کیاریوں میں یا کسی طشت نما چیز میں بویا جائے۔ اِن دونوں طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ کام میں لایا جا سکتا ہے۔

کیاریوں میں ستمبر سے دسمبر تک بیج بویا جا سکتا ہے۔ کیاریوں کو پہلے اچھی طرح سینچ دینا ضروری ہے اس کے بعد کیاری کی مٹی کو خوب بھربھری کرے اُس میں بیج بو دینا چاہئے۔ بیج کے اوپر مٹی کی پتلی تہ پھیر دیں اس کے بعد سینچائی کریں۔

کیاریوں میں ندی کی ریت ملا دینا اچھا ہوتا ہے بیج بونے کے بعد اس بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ کیاریوں کو گھاس یا کسی چیز کے سایے میں رکھا جائے کیونکہ پانی سوکھ جانے کے وقت نقصان دہ بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کیاریوں میں کھلی ہوا لگنی چاہئے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دن میں کیاریوں میں سینچائی نہ کی جائے۔

ٹنوں میں بھی بیج بویا جا سکتا ہے۔ ٹن پتلی چادر کے ہوں۔ ٹن میں بیج بونا کیاریوں کے مقابلے میں زیادہ اچھا اور فائدہ مند ہے کیونکہ جب بیج سے پودے بڑھ جاتے ہیں تو اُن کو دوسری جگہ کھود کر لے جانے میں پودوں کی جڑیں کچھ نہ کچھ ٹوٹ جاتی ہیں۔ اس سے بیشتر پودے ضایع ہو جاتے ہیں اور وہ بڑھنے کے بجائے مُرجھا کر گر پڑتے ہیں ایک ٹین کی چادر دو حصّوں میں کر کے اُس پر مٹی ڈالکر کیاری بنا لی جائے۔ کیاریاں بن جانے پر بیجوں کو اُسی طرح بوئیں اور سینچیں پودوں کو دو ڈھائی ماہ کے بعد ہٹا کر دوسری جگہ لگا دیا جائے ٹن والے پودوں کی جڑیں نہیں ٹوٹتیں کیونکہ اس پر سے مٹی کھسکالی جاتی ہے یہ خیال رکھا جائے کہ ٹین پر زیادہ بیج نہ بویا جائے۔ آدھے ٹین پر پچیس تیس بیج کافی ہیں۔ ٹین پر بیج بونا کیاریوں کی بہ نسبت زیادہ مفید ہے۔

ٹین کو کسی جگہ بھی آسانی سے ہٹا کر رکھا جا سکتا ہے۔ یہ ہٹانے والی ضرورت اُس وقت مفید ہوتی ہے جبکہ پودوں کو چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں کا ڈر رہتا ہے۔ سینچائی کے لئے بھی ہم ٹین کو پانی کے نزدیک رکھ سکتے ہیں۔ کیاریوں میں یہ سہولت نہیں حاصل ہو سکتی ملک کی غربت کے خیال سے کیاریوں میں بیج بونا اچھا ہے بشرطیکہ پودوں کو کیڑے مکوڑوں سے بچایا جا سکے۔

پودوں کا دوسری جگہ لگانا یا روپنا اور اُن کی دیکھ بھال

جب پودوں کو دوسری جگہ لگایا جائے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ مادہ پودوں کے پاس نصف سے کم نر پودے نہ لگائے جائیں۔ جب پودوں کو دوسری جگہ لگایا جائے تو موسم کا خیال بہت ضروری ہے اگر آسمان صاف رہا اور سورج تیزی سے چمکتا رہا تو اُس کی گرمی سے چھوٹے چھوٹے پودوں کے مرجھانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ایسی حالت میں پودے نہ لگائے جائیں۔ جب آسمان صاف نہ ہو تو پودوں کو لگانا اچھا ہو گا۔ اگر بادل نہیں ہے تو شام کے وقت پودوں کو لگایا جائے۔

پودوں کے روپنے کے وقت یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب پودے اپنے گڑھوں میں بٹھا دے جائیں تو اُن میں فوراً سینچائی کر دی جائے اگر پودہ روپنے کے کچھ دنوں بعد آسمان میں سورج کی گرمی تیز رہتی ہو تو پودوں کو گھاس سے ڈھک دیا جائے تاکہ وہ مرجھانے نہ پائیں۔ جب پودے زمین میں ٹھیک طور پر لگ جائیں تو گھاس ہٹا دیجائے۔ جیسے ہی پودے میں پھول آنے لگیں، پودوں کی شناخت ہو جانے پر اٹھارہ بیس مادہ درختوں کے بیچ میں ایک نر پودا رکھ دیا جائے۔ ان پودوں میں یہ تناسب بہت ضروری ہے اس سے درخت اچھی طرح پھلتے رہیں گے اس سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے ہر سال جو پودہ کم پھلا

آسے کاٹ دینا چاہیئے۔ پیداوار میں کچھ بھی فرق نہ ہوگا۔
جب پودے پھولنے پھلنے لگیں تو یہ ضروری ہے کہ اُن کی سینچائی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

پھلوں کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لئے اور پتیوں کو سرسبز رکھنے اور بڑھنے کے لئے ہوشیاری سے سینچائی کرنی چاہیئے۔ کہیں کہیں سردیوں(؟) کی سینچائی سے پھلوں کو نقصان پہونچا ہے اس لئے کھیتی کرنے والوں کا کہنا ہے کہ جاڑے میں کم سینچائی کی جائے لیکن بڑے بڑے فارموں اور تحقیقاتی اداروں سے ایسی شکایت نہیں سنی گئی۔ گرمیوں کی سینچائی کے بارے میں لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔ گرمی کی آبپاشی کا انحصار زیادہ تر زمین اور آب وہوا پر ہے۔ آبپاشی کے وقت درختوں کے پھیلاؤ اور عمر کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر پودے بڑے ہیں اور زیادہ پھلدار ہیں تو جلدی جلدی آبپاشی کرنا ضروری ہے۔ گرمی میں عام طور پر ۲ سے ۳ ہفتے میں ایک بار آبپاشی کرنی ضروری ہے۔

پودوں کے چاروں طرف نالیاں بنا کر سینچائی کرنے سے اُن کو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ اس میں پودے جتنے بڑھتے ہیں اُتنی ہی زیادہ نالیاں بڑھادی جاتی ہیں۔ ان نالیوں سے جڑ کے حصوں کی بخوبی سینچائی ہو جاتی ہے جس کے باعث پودے اچھی طرح پھلتے ہیں اور رسوکھنے بھی کم ہیں۔

پودوں کو بڑھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُن میں کھاد ڈالی جائے پودوں کو روپنے کے بعد کھاد کا استعمال کرنا چاہیئے ورنہ پودے اچھی پیداوار نہ دے سکیں گے۔ کھادوں میں کیمیاوی کھادیں خاص طور سے مفید ہیں۔ ماہرین زراعت کا خیال ہے کہ نائٹروچاک، سوڈیم نائٹر یا امونیم سلفر ہر دو ماہ میں دینا ضروری ہے اور سالانہ دس ٹن کا لمیور اور ۴ من سے لیکر ۱۰ من تک سلفر فاسفیٹ فی ۱-۲ ایکڑ میں دینا مفید ہے۔ گرمی کے دنوں میں اگر پودوں کے بیچ میں بٹسن بو دیا جائے تو برسات کے پودوں کو نائٹروجن وغیرہ خوراک آسانی سے مل جاتی ہے۔

درختوں کی جڑ کا لنا بہت مضر ہے۔ اس سے درختوں کے پاس جوتائی کے مقابلے میں ہلکی گوڑائی کرنا اچھا ہے۔ گوڑائی کرنے سے درختوں کی خوراک بڑھیگی ورنہ گھاس پات کے پودے درختوں کی اصلی خوراک کھینچ لیتے ہیں۔

پھلوں کے پکنے کے متعلق معلومات اور اُسکے فائدے

پپیتے کے پھل عام طور پر چیت، بیساکھ (اپریل، مئی) میں پک جاتے ہیں۔ جاڑے کی دوسری فصل اخیر دسمبر تک ختم ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی تو جنوری اور فروری تک رہتی ہے۔ سینچائی کے لئے مئی اور اخیر ستمبر کے مہینے اچھے ہیں۔ پودوں میں ۲۰ پھل سے لیکر ۵۰ پھل تک پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن پھلوں کی پیداوار کا انحصار زمین اور آب وہوا پر ہے۔

پپیتے کے پودوں میں جو پھل لگتے ہیں اُن کا استعمال کس طرح ہو اور پھلوں کو کب توڑا جائے یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے۔

پھل جب درختوں پر رہتے ہیں اُس کی صحیح پہچان کرنا ہر کسان کے لئے بہت ضروری ہے۔ جاڑے کے دنوں میں پھل دیر میں پکتے ہیں لیکن گرمی کے موسم میں جاڑے کا دھوکا کھا کر پھلوں کو جلدی نہ توڑ لینے سے پھل سڑ کر برباد ہو جائیں گے اور کسی کام کے نہ رہیں گے۔ اسلئے گرمی میں پھلوں کو جلدی جلدی دیکھتے رہنا چاہیئے پھل کچے پر زرد ہو جاتے ہیں۔

اگر کاشتکار محض اپنے استعمال کے لئے پھل پیدا کرتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر وہ پپیتے کی کھیتی سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ پھل توڑتے وقت ایسے پھل توڑے جو زیادہ نہ پک جائیں۔ اُن پھلوں کو بازار بھیجنے تک اُن میں کوئی خرابی نہ آجائے اس لئے ایسے پھل جو کم پکے ہوں، توڑے جائیں اور اُن کو ایسی چیز میں رکھا جائے جس میں دھکا نہ لگے۔ اس کام کے لئے کسان کو لکڑی کے ایسے بکس بنوانے چاہئیں جن میں چھوٹے چھوٹے خانے ہوں۔ پھلوں کو بازار تک پہونچانے کے لئے یہ بکس بہت مفید ہوتے ہیں۔ جب پھل رکھے ہوں تو اُس میں کچھ پوال یا کپڑے رکھدیں تاکہ دھکا لگنے پر بھی پھلوں کو چوٹ نہ لگے اور وہ بازار تک اچھی حالت میں پہونچ جائیں۔

پھلوں کو بازار تک بھیجنے کے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ پھلوں میں کوئی بیماری تو نہیں ہے۔ نیز یہ کہ اُن میں کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔

پپیتے کے پھل صرف کھانے کے کام آتے ہیں بلکہ اُن کی ترکاری بھی اچھی ہوتی ہے۔ کچے پھلوں کا مربہ بھی بنتا ہے۔ چٹنی بھی بنائی جاتی ہے۔ پپیتے کی فصل سے کاشتکار کو کافی فائدہ ہے لیکن کاشتکار ابھی اس کی کھیتی کم کر رہے ہیں۔ ماہران صحت اگر دیہات میں جائیں اور پھلوں کا فائدہ بتلائیں تو کسان کم قیمت میں پپیتے بونا زیادہ پسند کریں گے اور ان کو اس پھل کی کھیتی سے اچھا فائدہ بھی ہوگا۔



سونے کا ہار

(از جناب احمد ندیم قاسمی)

برادری میں عمر بھر شرم کے مارے آنکھیں جھکائے رکھنا بہت بڑا عذاب ہے۔احمد علی کو اس کا شدت سے احساس تھا۔اور اس لئے وہ دن رات اس فکر میں رہتا تھا کہ اپنی اکلوتی بیٹی کو شادی کے وقت ایک ایسا ہار جہیز میں دے کہ شریکوں کی آنکھیں چندھیا جائیں۔اور ندامت سے گردنیں جھک جائیں۔تین بیگھے زمین تھی اور اسکے بھی اکثر حصے ریتلے تھے۔ساری عمر کوڑی کوڑی جمع کرتا رہا۔تو کپڑے اور چاندی کے زیور خریدے۔اب اسے سونے کے ہار کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ہار پر تقریباً اڑھائی تین سو روپے خرچ آتے تھے اور جب ہار کے متعلق سوچتے سوچتے اس کی نظر اپنی خفیہ پوٹلی پر جا پڑتی جس میں اب ایک پیسہ بھی باقی نہ تھا۔تو اس کے چہرے پر اس قدر پسینہ پھوٹ نکلتا کہ بیوی کو اس کی صحت کی فکر پڑ جاتی۔

محلے کی بیاہی ہوئی نوجوان لڑکیوں کے گلے میں سنہرے ہار دیکھ کر اس کا دل بے اختیار اچھل پڑتا۔اس کی بیٹی ان سب لڑکیوں سے خوبصورت اور سلیقہ شعار تھی۔نیز وہ حساس بھی تھی اگرچہ وہ حیا سے اکثر خاموش اور گھٹی گھٹی سی رہتی تھی۔تاہم احمد کو خیال آتا تھا کہ بیٹی کے دل میں یہ آرزو یقیناً موجود ہوگی کہ اسکے سینے پر بھی سونے کا ایک بڑھیا ہار جھمجھمائے!

بیوی سے مشورہ کیا تو وہ بولی۔"یہ خیال میرے دل میں بھی موجود تھا۔پر تم سے کہتے ہوئے ڈرتی تھی کہ اتنی رقم کہاں سے آئیگی۔بہتر تو یہ ہے کہ زمین بیچ ڈالو۔ہم اب بوڑھے ہو چکے ہیں بہت سی گزار دی۔تھوڑی سی رہ گئی ہے۔محنت مزدوری کر کے یہ بھی کاٹ لیں گے۔بیٹی ابھی جوان ہے۔اس نے جی بھر کے دنیا بھی نہیں دیکھی اسکے گلے میں ہار نہ ہوا تو یہ سمجھو۔عمر بھر اسے اپنے میں نکو بن کر رہنا پڑے گا۔پڑوس کی نئی دلہن دیکھی ہے مینڈک ایسی ناک اور چھاج ایسے کان۔سیاہ رنگ جیسے توے کالی مل رکھی ہے۔اور پھر اسکی چھاتی پر بھی سونے کا ایک لمبا ہار چمک رہا ہے ہار ضرور خریدنا ورنہ ناک کٹ جائیگی، کے لئے فاقے کاٹنا بھی عبادت ہے۔"

احمد علی گھر سے نکل کر باہر چلا گیا۔دیر تک ایک چٹان سوچتا رہا کہ جس زمین پر میں نے چالیس برس ہل چلایا جس کے سہارے میں اب تک زندہ ہوں۔اور جس کے دم سے گاؤں والوں میں تھوڑی بہت ساکھ تو قائم ہے۔وہ کسی غیر کے ہاتھ دیدوں اور خود بھوکے کتے کی طرح الگ بیٹھ کر آنکھیں جھپکاتا اپنے پاؤں پر آپ ہی کلہاڑی مارنا اسی کو تو کہتے ہیں لیکن عزت بھی تو کوئی چیز ہے۔ساٹھ سال کی عمر ہے۔جانے کب سے چل دوں بیٹا تو کوئی ہے نہیں کہ زمینیں سنبھالے۔فار[illegible] کے کام آئیں گی۔جو ابھی سے میری ذرا سی بیماری کو بھی مرض سمجھنے لگتے ہیں۔کیوں نہ اس سے فائدہ اٹھاؤں ایک نقصان میں ہزار فائدے چھپے ہوئے ہوں تو نقصان کو نقصان کہنا بددیانتی ہے۔میں تو برباد ہو جاؤں گا۔پر میری بیٹی تو سکھی اور اسکے سکھ کے آگے میرا دکھ ہے ہی کیا چیز!

وہ وہاں سے اٹھا۔شام ہو گئی تھی کانٹے کالے پر[illegible] کے پیچھے سے چاند آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا اور چوٹیوں کے سائے جیسے آسمان سے معلق ہو کر رہ گئے تھے۔

احمد علی گھر واپس چلا آیا۔بیوی دیئے کی روشنی میں چرخہ کات رہی تھی۔کہنے لگی۔"تم سوچ کیا رہے ہو۔خیر

پپیتے کی کاشت

از جناب دین بندھو پاٹھک

زراعت پیشہ ملک کے لئے یہی ضروری نہیں کہ وہاں کے کسان صرف غلہ ہی پیدا کریں بلکہ اہل ملک کا یہ ضروری فرض ہے کہ وہ دیگر صحت بخش چیزیں بھی پیدا کریں۔ ہندوستان ایسا ملک ہے جس میں ہر قسم کی فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہاں منطقۂ حارّہ سے لیکر منطقۂ بارِدہ تک کی آب و ہوا اس ملک میں پائی جاتی ہے۔ کشمیر میں میوے اور گنگا سندھ کے میدان میں گرمی کی کثرت سے ہر قسم کی فصلیں پیدا ہوتی ہیں۔ جنوبی ہند خطِ استوا کے پاس ہے۔ وہاں گرم چیزوں کی فصلیں مثلاً سپاری، ناریل بھی ہوتے ہیں۔ پھلوں کی پیداوار بھی کھیتی کا ایک جزو ہے۔ کسان سب چیزیں بازار سے نہیں خرید سکتے۔ اس لئے انہیں کھیتی کی تمام چیزیں پیدا کرنے میں کوتاہی نہ کرنی چاہیئے۔ باغ لگانا، بروقت آبپاشی، پودوں کی چھوٹی موٹی بیماریاں، جس پودوں کے مطابق مٹی کی پہچان، فصل کے غلے یا پھلوں کی مناسب قیمت کے لئے خرید و فروخت کی معلومات اور اس فصل کی پیداوار کا وقت پر بازاروں میں بھیجنا اور یہ خیال رکھنا کہ ان کے حیاتین کم نہ ہونے پائیں ان سب باتوں کی واقفیت ضروری ہے اور اس کے ساتھ ساتھ یہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ کسان کو کون سی فصل بونے میں سہولت ہو سکتی ہے۔ ہمارے ملک میں باغ لگانے کا رواج زمانۂ قدیم سے موجود ہے۔ لیکن ادھر کچھ دنوں سے کسانوں کا رجحان اس طرف سے کچھ کم معلوم ہوتا ہے۔ ادھر کچھ دنوں سے لوگ پھر توجہ دینے لگے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ امرود اور پپیتے کی کاشت کافی ترقی کر رہی ہے۔ اس مضمون میں پپیتے کی کھیتی کے بارے میں واقفیت کے لئے ضروری باتیں لکھی گئی ہیں۔

پپیتے کی پیداوار افریقہ اور امریکہ کے گرم حصوں میں بکثرت ہوتی ہے وہاں کے بڑے بڑے زراعتی فارموں میں پپیتے کی پیداوار پر بڑی تحقیق کی گئی ہے پپیتے کی فصل عام طور پر دنیا کے معتدل منطقوں میں بھی ہو سکتی ہے۔ اس لئے لوگ اس چیز کی کھیتی کی طرف کافی توجہ دے رہے ہیں۔ ساتھ ہی یہ کہ پپیتا حفظانِ صحت کے لئے بڑے کام کا پھل ہے اس لئے پپیتا اور اس کی کھیتی کے بارے میں معلومات کے لئے حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

پپیتا ایک ترکاری والا بڑا پودا ہے۔ اس کی پتیاں اینڈی کے پودے کی طرح نوکیلی اور تنا کھوکھلا اور ریشے دار ہوتا ہے۔

پپیتے کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ اس میں نر، مادہ قسموں کے درخت ہوتے ہیں جن کے پھولوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ یہ پھلوں میں بھی اختلاف رکھتے ہیں۔ دور ہی سے یہ درخت نر اور مادہ کی پہچان بتلاتے ہیں۔ نر پپیتے کے پھول لمبی پھول والی شاخوں کے اوپر گچھوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان پھولوں سے بڑے بڑے پھل نہیں پیدا ہوتے بلکہ چھوٹے چھوٹے پھل کھیرے کی شکل کے پیدا ہوتے ہیں۔

مادہ پودوں کی پتلی ٹہنیوں (پتلے تنوں) پر پراگ کیسر والے پھل ایک انچ سے تین انچ کی لمبی شکل میں لٹکتے ہیں۔ ان کے اوپر گول گول پھل پیدا ہوتے ہیں۔

پپیتے کے پودوں میں کچھ پودے مخنث ذات کے ہوتے ہیں ایسے پودوں کا ہونا بھی بہت ضروری ہے۔

ان پودوں سے نر اور مادہ دونوں طرح کے پھول اور اچھے پھل بھی پیدا ہوتے ہیں۔ ان پھولوں میں پراگ کیسر اور پھل پیدا کرنے کی طاقت ہوتی ہے۔ ان مخنث درختوں سے کھیرے کی شکل کے پھل پیدا ہوتے ہیں لیکن مفید پھل نہیں ہو سکتے۔ اب ان درختوں میں بھی پھل پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ تحقیقاتی ادارے اس طرف خاص توجہ دے رہے ہیں۔

نر درختوں میں خواہ چھوٹے ہی پھل ہوں لیکن وہ اپنے لئے اتنے مفید نہیں ہوتے جتنے کہ مادہ درختوں کے لئے۔ مادہ درخت، نر درختوں کے پراگ کی زرخیزی لیکر خود کافی زرخیز ہوتے ہیں۔ اس سے مادہ درختوں کے پاس نر درختوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔

پپیتا حرارت پسند پھلدار درخت ہے۔ اس پر پالے کا اثر بھی جلد ہوتا ہے لیکن یہ سرد ممالک میں بھی پایا جاتا ہے۔ گرم ممالک میں سرد ممالک کے مقابلے میں اس کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے۔ یہ زیادہ تر آب و ہوا پر منحصر ہوتا ہے۔ سرد ممالک میں اس کو اسی وقت نقصان پہونچتا ہے۔ جب گہرے طوفان آتے ہوں جس سے پپیتے کی نازک پتیاں گر جاتی ہیں اور ریت کے ذرّے پپیتے کے کچے پھلوں میں زخم کر دیتے ہیں اور پھلوں سے دودھ کی شکل میں رس بہتا ہے۔ یہ رس پھلوں کو بڑھانے والا ہوتا ہے اس دودھ نما رس سے ایک طرح کا مشروب تیار ہوتا ہے جو صحت کے لئے بہت مفید ہوتا ہے۔

پپیتے کے بونے کا طریقہ

پپیتا پیدا کرنے کے پہلے یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ پپیتے کو

کن چیزوں کی ضرورت ہے اور وہ کہاں اور کس زمین میں اچھی طرح پیدا ہو سکتا ہے؟ ان باتوں کو جاننے کے لئے مندرجہ ذیل طریقوں سے واقفیت ہونی ضروری ہے۔

(۱) بیج اور اس کی اچھائی۔ (۲) بیج کا بونا۔ (۳) زمین کی تیاری (۴) پودوں کا لگانا، بڑھنا اور ان کی دیکھ بھال اور (۵) پھلوں کو توڑنا اور ان کا استعمال۔

بیج اور اسکی اچھائی کا علم

پھل پیدا کرنے والوں کو اپنے کھیتوں میں پپیتے کی فصل لگانے کے لئے ایسے بیج کا استعمال کرنا چاہئے جو بھروسوں سے کسی اچھے فارم یا زراعت کے ماہرین کی طرف سے آزمایا جا چکا ہو اور جس کی پیداوار میں کمی نہ ہو پھل اچھے اور بڑے ہوتے ہوں اور ان میں کسی قسم کی بیماری پیدا ہونے کا امکان نہ ہو۔ اس لئے بیجوں کا انتخاب کرتے وقت حسب ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) درختوں کی نسل۔ (۲) پھلوں کی شکل اور اوصاف (۳) پختہ پھل کا رنگ اور گودے کی موٹائی۔ (۴) پیداوار کی مقدار (۵) پھلوں کے تنے پر گھیرنے کی جگہ یعنی درخت میں زیادہ پھل پیدا ہوتے ہیں یا کم؟

ان سب باتوں کو مدنظر رکھکر کھیتی کی جائیگی تو کاشتکار کو پپیتے کی کاشت میں ضرور کامیابی حاصل ہوگی۔

بیج بونا

بیجوں کو کہاں اور کس طرح بویا جائے یہ جاننا بھی معمولی بات نہیں اور یہ واقفیت نہایت ضروری ہے۔ بیجوں کو کیاریوں میں یا کسی طشت نما چیز میں بویا جاسکتا ہے۔ ان دونوں طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ کام میں لایا جا سکتا ہے۔

کیاریوں میں ستمبر سے دسمبر تک بیج بویا جا سکتا ہے۔ کیاریوں کو پہلے اچھی طرح سینچ دینا ضروری ہے اس کے بعد کیاری کی مٹی کو خوب بھربھری کرکے اس میں بیج بو دینا چاہئے۔ بیج کے اوپر مٹی کی پتلی تہ پھیر دیں اس کے بعد سینچائی کریں۔

کیاریوں میں ندی کی ریت ملا دینا اچھا ہوتا ہے بیج بونے کے بعد اس بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ کیاریوں کو گھاس یا کسی چیز کے سایے میں رکھا جائے کیونکہ پانی سوکھ جانے کے وقت نقصان دہ بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کیاریوں میں کھلی ہوا لگنی چاہئے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دن میں کیاریوں میں سینچائی نہ کی جائے۔

ٹنوں میں بھی بیج بویا جا سکتا ہے۔ ٹن پتلی چادر کے ہوں۔

ٹن میں بیج بونا کیاریوں کے مقابلے میں زیادہ اچھا اور فائدہ مند ہے کیونکہ جب بیج سے پودے بڑھ جاتے ہیں تو ان کو دوسری جگہ کھود کر لے جانے میں پودوں کی جڑیں کچھ نہ کچھ ٹوٹ جاتی ہیں۔ اس سے بیشتر پودے ضائع ہو جاتے ہیں اور وہ بڑھنے کے بجائے مرجھا کر گر پڑتے ہیں ایک ٹین کی چادر دو حصوں میں کرکے اس پر مٹی ڈالکر کیاری بنالی جائے۔ کیاریاں بن جانے پر بیجوں کو اسی طرح بوئیں اور سینچیں پودوں کو دو ڈھائی ماہ کے بعد ہٹا کر دوسری جگہ لگا دیا جائے ٹن والے پودوں کی جڑیں نہیں ٹوٹتیں کیونکہ اس پر سے مٹی کھسکالی جاتی ہے یہ خیال رکھا جائے کہ ٹین پر زیادہ بیج نہ بویا جائے۔ آدھے ٹین پر پچیس تیس بیج کافی ہیں۔ ٹین پر بیج بونا کیاریوں کی بہ نسبت زیادہ مفید ہے۔

ٹین کو کسی جگہ بھی آسانی سے ہٹا کر رکھا جا سکتا ہے۔ یہ ہٹانے والی ضرورت اس وقت مفید ہوتی ہے جبکہ پودوں کو چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں کا ڈر رہتا ہے۔ سینچائی کے لئے بھی ہم ٹین کو پانی کے نزدیک رکھ سکتے ہیں۔ کیاریوں میں یہ سہولت نہیں حاصل ہو سکتی ملک کی غربت کے خیال سے کیاریوں میں بیج بونا اچھا ہے بشرطیکہ پودوں کو کیڑے مکوڑوں سے بچایا جاسکے۔

پودوں کا دوسری جگہ لگانا یا روپنا اور ان کی دیکھ بھال

جب پودوں کو دوسری جگہ لگایا جائے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ مادہ پودوں کے پاس نصف سے کم نر پودے نہ لگائے جائیں۔ جب پودوں کو دوسری جگہ لگایا جائے تو موسم کا خیال بہت ضروری ہے اگر آسمان صاف رہا اور سورج تیزی سے چمکتا رہا تو اس کی گرمی سے چھوٹے چھوٹے پودوں کے مرجھانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ایسی حالت میں پودے نہ لگائے جائیں۔ جب آسمان صاف نہ ہو تو پودوں کو لگانا اچھا ہوگا۔ اگر بادل نہیں ہے تو شام کے وقت پودوں کو لگایا جائے۔

پودوں کے روپنے کے وقت یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جب پودے اپنے گڑھوں میں بٹھا دے جائیں تو ان میں فوراً سینچائی کر دی جائے اگر پودہ روپنے کے کچھ دنوں بعد آسمان میں سورج کی گرمی تیز رہتی ہو تو پودوں کو گھاس سے ڈھک دیا جائے تاکہ وہ مرجھانے نہ پائیں جب پودے زمین میں ٹھیک طور پر لگ جائیں تو گھاس ہٹا دی جائے۔ جیسے ہی پودے میں پھول آنے لگیں، پودوں کی شناخت ہو جانے پر اٹھارہ بیس مادہ درختوں کے بیچ میں ایک نر پودا رکھ دیا جائے۔ ان پودوں میں یہ تناسب بہت ضروری ہے اس سے درخت اچھی طرح پھلتے ہیں گے اس سلسلے کو جاری رکھنے کے لئے ہر سال جو پودہ کم پھلا

آسے کاٹ دینا چاہیئے۔ پیداوار میں کچھ بھی فرق نہ ہوگا۔
جب پودے پھولنے پھلنے لگیں تو یہ ضروری ہے کہ اُن کی سینچائی کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

پھلوں کو سورج کی گرمی سے بچانے کے لئے اور پتیوں کو سرسبز رکھنے اور بڑھنے کے لئے ہوشیاری سے سینچائی کرنی چاہیئے۔ کہیں کہیں سردیوں کی سینچائی سے پھلوں کو نقصان پہونچا ہے اس کھیتی کرنے والوں کا کہنا ہے کہ جاڑے میں کم سینچائی کی جائے لیکن بڑے بڑے فارموں اور تحقیقاتی اداروں سے ایسی شکایت نہیں سنی گئی۔ گرمیوں کی سینچائی کے بارے میں لوگوں کی مختلف رائیں ہیں۔ گرمی کی آبپاشی کا انحصار زیادہ تر زمین اور آب وہوا پر ہے۔ آبپاشی کے وقت درختوں کے پھیلاؤ اور عمر کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر پودے بڑے ہیں اور زیادہ پھلدار ہیں تو جلدی جلدی آبپاشی کرنا ضروری ہے۔ گرمی میں عام طور پر ۲ سے ۳ ہفتے میں ایک بار آبپاشی کرنی ضروری ہے۔

پودوں کے چاروں طرف نالیاں بنا کر سینچائی کرنے سے اُن کو زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ اس میں پودے جتنے بڑھتے ہیں اُتنی ہی زیادہ نالیاں بڑھا دی جاتی ہیں۔ ان نالیوں سے جڑ کے حصوں کی بخوبی سینچائی ہو جاتی ہے جس کے باعث پودے اچھی طرح پھلتے ہیں اور سوکھتے بھی کم ہیں۔

پودوں کو بڑھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اُن میں کھاد ڈالی جائے۔ پودوں کو روپنے کے بعد کھاد کا استعمال کرنا چاہیئے ورنہ پودے اچھی پیداوار نہ دے سکیں گے۔ کھادمیں کیمیاوی کھادیں خاص طور سے مفید ہیں۔ ماہرین زراعت کا خیال ہے کہ نائٹروجاک، سوڈیم نائٹر یا امونیم سلفر ہر دو ماہ میں دینا ضروری ہے اور سالانہ دس ٹن کا ملیور اور ۸ من سے لیکر ۱۰ من تک سلفر فاسفیٹ فی ۱-۲ ایکڑ میں دینا مفید ہے۔ گرمی کے دنوں میں اگر پودوں کے بیچ میں پٹسن بودیا جائے تو برسات کے پودوں کو نائٹروجن وغیرہ خوراک آسانی سے مل جاتی ہے۔

درختوں کی جڑ کا لٹنا بہت مضر ہے۔ اس سے درختوں کے پاس جوتائی کے مقابلے میں ہلکی گوڑائی کرنا اچھا ہے۔ گوڑائی کرنے سے درختوں کی خوراک بڑھیگی ورنہ گھاس پات کے پودے درختوں کی اصلی خوراک کھینچ لیتے ہیں۔

پھلوں کے پکنے کے متعلق معلومات اور اُسکے فائدے

پپیتے کے پھل عام طور پر چیت، بیساکھ (اپریل، مئی) میں پک جاتے ہیں۔ جاڑے کی دوسری فصل اخیر دسمبر تک ختم ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی تو جنوری اور فروری تک رہتی ہے۔ سینچائی کے لئے مئی اور اخیر ستمبر کے مہینے اچھے ہیں۔ پودوں میں ۲۰ پھل سے لیکر ۵۰ پھل تک پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن پھلوں کی پیداوار کا انحصار زمین اور آب وہوا پر ہے۔

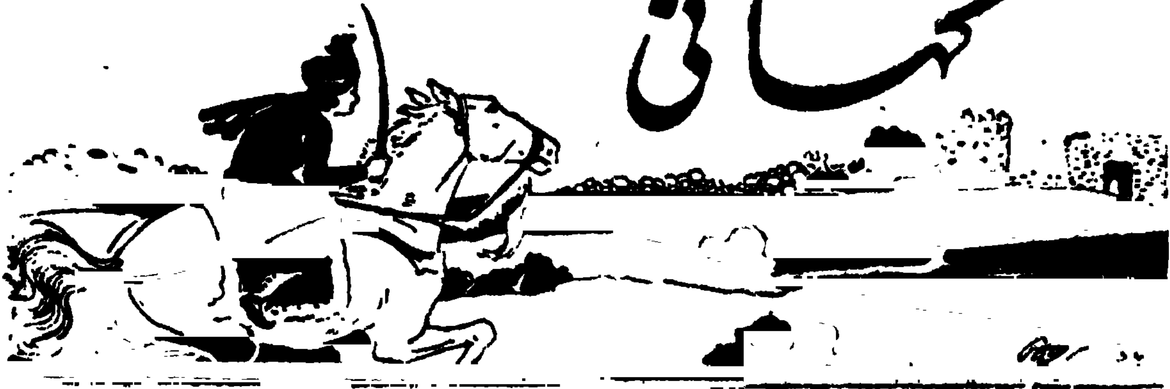
پپیتے کے پودوں میں جو پھل لگتے ہیں اُن کا استعمال کس طرح ہو اور پھلوں کو کب توڑا جائے یہ جاننا بھی بہت ضروری ہے۔

پھل جب درختوں پر رہتے ہیں اُس کی صحیح پہچان کرنا ہر کسان کے لئے بہت ضروری ہے۔ جاڑے کے دنوں میں پھل دیر میں پکتے ہیں لیکن گرمی کے موسم میں، جاڑے کا دھوکا کھا کر پھلوں کو جلدی نہ توڑنے سے پھل سڑ کر برباد ہو جائیں گے اور کسی کام کے نہ رہیں گے۔ اسلئے گرمی میں پھلوں کو جلدی جلدی دیکھتے رہنا چاہیئے پھل پکنے پر زرد ہو جاتے ہیں۔

اگر کاشتکار محض اپنے استعمال کے لئے پھل پیدا کرتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اگر وہ پپیتے کی کھیتی سے فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ پھل توڑتے وقت ایسے پھل توڑے جو زیادہ نہ پک جائیں۔ اُن پھلوں کو بازار پہنچنے تک اُن میں کوئی خرابی نہ آجائے اس لئے ایسے پھل جو کم پکے ہوں، توڑے جائیں اور اُن کو ایسی چیز میں رکھا جائے جس میں دھکا نہ لگے۔ اس کام کے لئے کسان کو لکڑی کے ایسے بکس بنوانے چاہئیں جن میں چھوٹے چھوٹے خانے ہوں۔ پھلوں کو بازار تک پہونچانے کے لئے یہ بکس بہت مفید ہوتے ہیں۔ جب پھل رکھنے ہوں تو اُس میں کچھ پوال یا کپڑے رکھدیں تاکہ دھکا لگنے پر بھی پھلوں کو چوٹ نہ لگے اور وہ بازار تک اچھی حالت میں پہونچ جائیں۔

پھلوں کو بازار تک بھیجنے کے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ پھلوں میں کوئی بیماری تو نہیں ہے۔ نیز یہ کہ اُن میں کہیں چوٹ تو نہیں آئی۔

پپیتے کے پھل صرف کھانے کے کام آتے ہیں بلکہ اُن کی ترکاری بھی اچھی ہوتی ہے۔ کچے پھلوں کا مربہ بھی بنتا ہے۔ چٹنی بھی بنائی جاتی ہے۔ پپیتے کی فصل سے کاشتکار کو کافی فائدہ ہے لیکن کاشتکار ابھی اس کی کھیتی کم کر رہے ہیں۔ ماہران زراعت اگر دیہات میں جائیں اور پھلوں کا فائدہ بتلائیں تو کسان کم قیمت میں پپیتے بونا زیادہ پسند کریں گے اور ان کو اس پھل کی کھیتی سے اچھا فائدہ بھی ہوگا۔



سونے کا ہار

(از جناب احمد ندیم قاسمی)

برادری میں عمر بھر شرم کے مارے آنکھیں جھکائے رکھنا بہت بڑا عذاب ہے۔ احمد علی کو اس کا شدت سے احساس تھا۔ اور اس لئے وہ دن رات اس فکر میں رہتا تھا کہ اپنی اکلوتی بیٹی کو شادی کے وقت ایک ایسا ہار جہیز میں دے کہ شریکوں کی آنکھیں چندھیا جائیں۔ اور ندامت سے گردنیں جھک جائیں۔ تین بیگھے زمین تھی اور اسکے بھی اکثر حصے ریتلے تھے۔ ساری عمر کوڑی کوڑی جمع کرتا رہا۔ تو کپڑے اور چاندی کے زیور خریدے۔ اب اُسے سونے کے ہار کی فکر کھائے جا رہی تھی۔ ہار پر تقریباً اڑھائی تین سو روپئے خرچ آتے تھے اور جب ہار کے متعلق سوچتے سوچتے اُس کی نظر اپنی خفیہ پوٹلی پر جا پڑتی جس میں اب ایک پیسہ بھی باقی نہ تھا۔ تو اُس کے چہرے پر اس قدر پسینہ پھوٹ نکلتا کہ بیوی کو اس کی صحت کی فکر پڑ جاتی۔

محلے کی بیاہی ہوئی نوجوان لڑکیوں کے گلے میں سنہرے ہار دیکھ کر اُس کا دل بے اختیار اُچھل پڑتا۔ اس کی بیٹی ان سب لڑکیوں سے خوبصورت اور سلیقہ شعار تھی۔ نیز وہ حساس بھی تھی اگرچہ وہ حیا سے اکثر خاموش اور گھٹی گھٹی سی رہتی تھی۔ تاہم احمد کو خیال آتا تھا کہ بیٹی کے دل میں یہ آرزو یقیناً موجود ہوگی کہ اسکے سینے پر بھی سونے کا ایک بڑھیا ہار جھمائے!

بیوی سے مشورہ کیا تو وہ بولی۔ "یہ خیال میرے دل میں بھی موجود تھا۔ پر تم سے کہتے ہوئے ڈرتی تھی کہ اتنی رقم کہاں سے آئیگی۔ بہتر تو یہ ہے کہ زمین بیچ ڈالو۔ ہم اب بوڑھے ہو چکے ہیں بہت سی گزار دی۔ تھوڑی سی رہ گئی ہے۔ محنت مزدوری کر کے یہ بھی کاٹ لیں گے۔ بیٹی ابھی جوان ہے۔ اس نے جی بھر کے دنیا بھی نہیں دیکھی اُسکے گلے میں ہار نہ ہوا تو یہ سمجھو۔ عمر بھر اسے اپنے میں نکو بن کر رہنا پڑے گا۔ پڑوس کی نئی دلہن دیکھی ہے مینڈک ایسی ناک اور چھاج ایسے کان۔ سیاہ رنگ جیسے توے کالی مل رکھی ہے۔ اور پھر اُسکی چھاتی پر بھی سونے کا ایک لمبا ہار چمک رہا ہے ہار ضرور خریدنا ورنہ ناک کٹ جائیگی، کے لئے فاقے کاٹنا بھی عبادت ہے"

احمد علی گھر سے نکل کر باہر چلا گیا۔ دیر تک ایک چٹان سوچتا رہا کہ جس زمین پر میں نے چالیس برس ہل چلایا جس سہارے میں اب تک زندہ ہوں۔ اور جس کے دم سے گاؤں والوں میں تھوڑی بہت ساکھ تو قائم ہے۔ وہ کسی غیر کے ہاتھ دیدوں اور خود بھوکے کتے کی طرح الگ بیٹھ کر آنکھیں جھپکاتا اپنے پاؤں پر آپ ہی کلہاڑی مارنا اسی کو تو کہتے ہیں لیکن عزت بھی تو کوئی چیز ہے۔ ساٹھ سال کی عمر ہے۔ جانے کب سے چل دوں بیٹا تو کوئی ہے نہیں کہ زمینیں سنبھالے۔ وار کے کام آئیں گی۔ جو ابھی سے میری ذرا سی بیماری کو بھی مرض سمجھنے لگتے ہیں۔ کیوں نہ اس سے فائدہ اُٹھاؤں ایک نقصان میں ہزار فائدے چھپے ہوئے ہوں تو نقصان کو نقصان کہنا بددیانتی ہے۔ میں تو برباد ہو جاؤں گا۔ پر میری بیٹی تو سکھی! اور اُسکے سکھ کے آگے میرا دکھ ہے ہی کیا چیز!

وہ وہاں سے اُٹھا۔ شام ہو گئی تھی کانٹے کالے پہاڑ کے پیچھے سے چاند آہستہ آہستہ بلند ہو رہا تھا اور چوٹیوں کے سائے جیسے آسمان سے معلق ہو کر رہ گئے تھے۔

احمد علی گھر واپس چلا آیا۔ بیوی دیئے کی روشنی میں چرخہ کات رہی تھی کہنے لگی "تم سوچ کیا رہے ہو۔ خیر ا

مجھے تو ہار کی اُلجھن نے بیمار کر دیا ہے۔" !
"زمینیں بیچ ڈالو بوبات کی ایک بات کہی تھی میں نے!"
"مگر اپنا پیٹ کیسے بھرے گا؟"
"اپنا پیٹ کاٹ کر ہی اولاد کا پیٹ بھرنا پڑتا ہے۔ جلدی ہی کوئی خریدار ڈھونڈ نکالو میں اپنی لاڈلی بیٹی کو بن بیاہے کے بولیں تو میری آنکھیں پھوٹ جائیں۔ سہاگن کے بیٹنے پر یا نہ تو مجھے تو اللہ قسم رونا آجاتا ہے!"

احمد علی بہت دیر چارپائی پر آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا۔ [illegible] کے خیالوں سے تنگ آکر لیٹ جاتا تو اپنی بیٹی کے خوا[illegible] کوئی بے معنی سا نغمہ گنگنانے سے پھر اُٹھ بیٹھتا۔ چارپائی [illegible] اُتر کر چلنے پھرنے کو جی چاہا۔ باہر جھاڑیاں پڑ رہی تھیں اندر ٹہلنے کی جگہ نہ تھی۔ کسی وقت آنکھ لگی، مگر یہی دو چار [illegible] جیسے کسی نے دل میں سوئی چبھو دی کانپ کر سر اُٹھایا۔ [illegible] کی طرف دیکھا کہ شاید باہر پو پھوٹنے کے آثار ہوں۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔ اس کے سرہانے غلے کی بوریوں کے [illegible] ایک ٹڈی اپنا کرخت نغمہ الاپ رہی تھی۔ اُسے ایسا محسوس [illegible] جیسے یہ نغمہ اُس کے دماغ میں تیز نشتر کی طرح تیرتا جا رہا [illegible]۔ اُس نے گھبرا کر بوریوں کے قریب زور سے تالی بجائی [illegible] خاموش ہوگئی۔ اور وہ اپنے سوئے ہوئے بازو پر [illegible]تا ہوا سر رکھ کر اس بے نتیجہ سوچ میں غرق ہوگیا۔

انسانی دل دھڑکتا نہیں۔ ہر لمحے نئے ارادے تخلیق [illegible]تا ہے کئی پیدا ہوتے ہی رد کر دیئے جاتے ہیں۔ اور کئی [illegible]نے بڑے ہو جاتے ہیں کہ دل کی سی محدود چار دیواری میں [illegible]ن سما سکتے۔ کسی نہ کسی طریقے سے باہر نکل پڑنے کے لئے بیتاب ہو جاتے ہیں۔ اور اگر یہ ارادے بھی آخرکار مر جائیں تو دل اس ساغر کی طرح بے رونق ہو جاتا ہے۔ [illegible]ں میں سے شراب انڈیل لی گئی ہو۔ احمد علی کا یہ ارادہ اُگا۔ [illegible]ھا۔ کونپلیں پھوٹیں۔ کونپلیں شاخوں میں تبدیل ہوگئیں۔ [illegible]ہنیں پتوں کے بوجھ سے زمین پر جھک گئیں۔ اور اُنھوں [illegible] زمین میں اپنی جڑیں اُتار کر مختلف درختوں کی صورتیں اختیار کر لی۔ احمد علی کو اپنا ارادہ گاؤں کے پنگھٹ کے کنارے کے ہوئے بڑ کی طرح نظر آنے لگا۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر بوریوں کو چھوا۔ "میری زمین کی دولت!" پھر اپنی بیٹی کی چارپائی کو چھوا۔ "میری زندگی کا واحد سہارا!"

اب وہ مزے سے سو رہا تھا۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو سورج نیزہ بھر ابھر چکا تھا۔ اس کی بیوی باہر دھوپ میں دودھ بلو کر مکھن نکال رہی تھی اور بیٹی چھاج میں غلّہ پھٹک رہی تھی۔ پڑوس میں ڈگڈگی بجنے کی آواز آرہی تھی۔

وہ چارپائی پر اُٹھ بیٹھا۔ ڈگڈگی والا اسی کے گھر آرہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک بندریا جھومتی جھامتی آرہی تھی!

"تیرا گھر آباد۔ تیرے دشمن برباد۔ تیرے بچّے کی خیر اپنے پیر کے صدقے بوڑھی بندریا کو کچھ کھلا دے۔ ۔ ۔ مائی! اپنے بچّے کا نام بتا۔ بندریا تیرے بچّے کی شادی پر ناچنا چاہتی ہے!"

احمد علی کی بیوی بولی "میرا لڑکا کوئی نہیں فقیر!"

"تیری لڑکی ہے۔ تو اپنی آنکھوں سے اس کو سہاگن دیکھے تو اپنے ہاتھوں سے اسکے گلے میں سونے کا ہار ڈالے۔!"

چھاج پھٹکنے کی آواز بند ہوگئی۔ مکھن نکالنے کی آواز بند ہوگئی۔ احمد علی کے دل دھڑکنے کی آواز بند ہوگئی!

ڈگڈگی والا سوچنے لگا کہ اسکے مُنہ سے کونسا ایسا نازیبا کلمہ نکلا کہ گھر کا گھر دم بخود ہوکر رہ گیا! بندریا کے دُم کے بال بھی کھڑے ہوگئے؟

دُنیا کے بڑے بڑے واقعات اور ان ذرا ذرا سے حادثات میں آخری فرق ہی کیا ہے۔ یہ ننھا سا واقعہ احمد علی اور اس کی بیوی کے لئے کتنا عظیم الشان واقعہ تھا! —— زندگی کی ساری تمناؤں کی معراج! —— واقعات کی عظمت دلوں کی دھڑکن سے پہچانی جاتی ہے۔ جب نپولین ایلپس کی برفانی چوٹیوں کو روندتا ہوا اُن کی دشوار گزاری پر مسکراتا ہوا آگے بڑھتا جا رہا تھا تو کیا اس کے دل کی دھڑکن احمد علی کے دل کی دھڑکن سے تیز ہوگی؟

احمد علی نے اپنی پگڑی اُتار کر ڈگڈگی والے کو دیدی۔

من کی بات بوجھ کر دُعا دینے والے فقیروں کو انسان جو بھی دے کم ہے۔

(۲)

احمد علی نے ایک میلا سا پٹکا سر کے گرد لپیٹا اور باہر جانے لگا۔ بیوی نے اسے چھاچھ پینے کو کہا۔ اور بولی "آج تو خوب سوئے!

شاید اُس نے شوہر کے بستر کی شکنیں نہیں دیکھی تھیں۔

احمد علی نے کہا "جانے آج کیوں گہری نیند آئی۔ چھاچھ جلدی لے آ۔ مجھے بڑے ضروری کام پر جانا ہے!"

"بڑا ضروری کام!"

اسکی بیوی کا ہاتھ کانپ گیا۔ وہ جانتی تھی کہ بڑا ضروری کام کونسا ہے۔ آپ سے آپ اس کی نظر اپنی بیٹی کے سینے پر جا پڑی۔ جو موٹی سی نیلی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس نیلے پردے کو چیر کر اس کی نگاہیں ایک سُنہرا ہار دیکھنے لگیں جس کے وسطی حصے میں ایک سرخ رنگ کا نگینہ مسکرا رہا تھا۔ پڑوس کی نئی دُلھن کے ہار کی طرح!

احمد علی چھاچھ پی کر ذیلدار کے گھر گیا۔ وہ ڈیوڑھی کے باہر دھوپ میں بیٹھا پیچوان کے کش لگا رہا تھا۔ احمد علی کو اتنا سویرے آتا دیکھ کر بولا "کیا بات ہے احمد علی؟ خیر تو ہے نا؟ آج صبح صبح کیسے آنا ہوا؟ بھتیجی کا کام کب شروع کر رہے۔ کوئی میرے لائق خدمت ہے؟"

احمد علی ایک مختصر سے سوال کے مختصر سے جواب کا خواہشمند تھا۔ بولا "ملک جی! مجھے اپنی زمین بیچنے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ اگر آپ اس وقت یک مشت رقم ادا کر دیں تو میں انتقال آپ کے نام چڑھا دوں۔"

ذیلدار نے جواب دیا "نقد رقم میرے پاس موجود نہیں۔ دونوں لڑکوں نے چھ ماہ سے پھوٹی کوڑی تک نہیں بھیجی۔ غلہ اب کے بکا نہیں بہت سستا تھا۔ گرانی کا انتظار تھا۔ مگر پچھلے دنوں بارش ہو گئی۔ میں ماہ دو ماہ کے بعد رقم دے سکوں گا"

احمد علی مایوس ہو کر بولا "مہینے دو مہینے کون انتظار کرے۔ ملک جی! آپ کی بھتیجی کا کام تو بس آٹھ دس دن کے بعد ہونیوالا ہے۔ لڑکے والے تنگ کر رہے ہیں۔ اس کی چھٹی ختم ہونیوالی ہے۔ اور اُدھر سرحد پر لڑائی شروع ہے۔ اُسے پھر چھٹی نہ ملے گی۔ اگر آپ نہ خرید سکیں تو میں چودھری نبی بخش سے بات کر دوں۔"

میرے دشمن سے۔"؟

"مگر مجبوری ہے نا ملک جی"!

"یعنی تمھیں میری پروا نہیں؟"

ذیلدار نے غصے میں آکر اس زور سے حقے کا کش لـ دو چار کوئلے چلم میں سے اُچھل کر فرش پر جا گرے!

گاؤں کے سردار سے دشمنی مول لینا بہت مہنگا سو لیکن بیٹی کی شادی کو معرض التوا میں ڈالنا بھی احمد علی کے میں اچھی بات نہ تھی۔ سوچنے لگا "مفت میں برادری میں ہوگی کہ جیب خالی تھی۔ گھبرا گیا۔"

اُسے معلوم تھا کہ ذیلدار اپنے مخالفین کو بیگار میں تھانیدار کے کام پر بھیج دیتا ہے۔ پولیس والوں کے آ اُن کے گھر سے مرغیاں مفت پکڑوا لیتا ہے۔ ان پر سرکار سے لکڑیاں کاٹ کر لانے کا الزام دھر کر بیس بیس روپے کرا دیتا ہے۔ رات کو چوکیدار ہاتھ میں درانتی دے کر فصل کٹوا سکتا ہے! لیکن سونے کے ہار کی چمک کا جٹا اُن خیالات پر چھا گئی۔ اور وہ چودھری نبی بخش کے کی طرف اس تیزی سے چلا کہ گلی میں اس کے پیچھے دیر تک غبار کی ایک لکیر سی نظر آتی رہی!

چودھری نے زمین کی آدھی قیمت بتائی۔

احمد علی نے اس پر اعتراض کیا۔ تو وہ بولا "تو پھر اور بیچ ڈالو۔ میری طرف سے تمھیں آزادی ہے۔ ذیلدار ہاں بیچ دو۔"

"نقد روپیہ اور کون دیگا۔"؟

احمد علی جیسے اپنے دل سے مشورہ کر رہا تھا!

"ہاں ہاں۔ میری طرف سے تمھیں کوئی رکاوٹ نہیں۔ نے اپنا فیصلہ بتا دیا۔ منظور ہو تو نقد لو۔ اور رسید لکھ دو۔"

اُس نے ایک طرف ہاتھ بڑھایا۔ تکیے کے نیچے سے تھیلی چھن چھن کرتی احمد علی کے سامنے آگری۔

احمد علی کی نبض رقص کرنے لگی۔ سونے کا ہار فضا میں ہوا کہیں غائب ہو گیا۔

اُس نے چودھری کی لکھی ہوئی رسید پر انگوٹھا لگا کر سو روپئے لے لئے اور اپنے گھر آنے لگا۔ زمین بک جا

یال سے اُسکے دل میں ایک شعلہ سا بھڑک اُٹھتا تھا۔ اور بگڑی بندھے ہوئے ڈھائی سو روپے کو چھو کر اس کے ہونٹوں پر راہٹ کھیلنے لگتی تھی۔ خیالات کے مد و جزر سے اسکے قدم لڑکھڑا ہے تھے۔ راستے میں سوچا کہ اب ہار لیکر جاؤں تو لطف آ ئے۔ بار تو بیوی کا دل دھک سے رہ جائے گا بے چاری خوشی سے مر ئے۔!

تین میل دور ایک قصبے کے بڑے سُنار کو وہ اچھی طرح جانتا ۔اس نے چاندی کے تمام زیور اُسی سے خریدے تھے۔ سیٹھ اُسے ے تپاک سے ملا۔ ہاتھ ٹیک کر تعظیم کے طور پر اُٹھا۔ اور پھر گدیلے یٹھ گیا۔ اپنی سانسوں کو جو اُکھڑنے کی کوشش میں گتھم گتھا ہو گئی ں۔ اپنی اصلی حالت میں لانے کی سعی کرتے ہوئے بولا۔ ادھر ے پاس تشریف رکھئے۔ سُنائیے کیسے آنا ہوا۔ آپ تو ہمارے ے گاہک ہیں اور پُرانے گاہکوں سے ہم عام دکانداروں کا ؤ نہیں کرتے۔ پرماتما کی قسم آپ تو میرے بھائی ہیں!،،

احمد علی نے شکریہ ادا کرکے ہاروں کی فرمائش کی۔ اب کے ہ اس تیزی سے اُٹھا۔ جیسے ربڑ کا ہلکا پھلکا غبارہ پھونک مارنے ہوا میں اُڑنے لگے۔ وہ تیز تیز قدم اُٹھاتا لوہے کی ایک الماری گیا۔ ایک زرنگار صندوقچہ نکالا۔ اور جھاڑ پونچھ کر احمد علی کے ں میں رکھ دیا۔ ”یہ سب آپ کا مال ہے،،!

احمد علی کے نتھنے پھڑکنے لگے۔ سانسیں تیز ہو گئیں۔ آنکھیں اُٹھیں۔ ہاتھوں میں رعشہ آگیا۔ صندوقچہ کھولا۔ تو آنکھیں ہو گئیں۔ اُس نے ایک لمبا سا خوبصورت ہار چُن لیا۔ جس کے لی حصے میں سُرخ رنگ کا ایک نگینہ مسکرا رہا تھا۔ پڑوس کی دلہن کے ہار کی طرح!

”اس کی قیمت؟،،

سیٹھ نے پھونکنی کو ہاتھ میں گھماتے ہوئے کہا،، آپ سے بات کروں گا۔ ڈھائی سو روپیہ!،،

”لیکن ......،،

”میں نے لیکن ویکن کی تو گنجائش ہی نہیں رکھی۔ ملک علی اگر آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو میں اُس سے پورے سو جوڑتا۔ لیکن آپ میرے پرانے گاہک ٹھہرے۔ میرے بھائی ت کے دام بتائے ہیں۔ یہی سمجھوں گا کہ باقی رقم اپنی بھتیجی شادی کی خوشی میں پیش کر دی۔،،!

احمد علی کی جیب نے ڈھائی سو روپیہ اُگل دیا۔

(۳)

شادی کے دن جب جہیز صحن میں بچھایا گیا۔ تو احمد علی ایک چنگیر میں سونے چاندی کے زیور سجا کر لے آیا۔ اور اُنھیں پلنگ پر رکھ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ عورتیں اس چمکتے دمکتے ہار کو دیکھکر انگشت بدنداں ہو گئیں اور ایک دوسرے کے ہاروں کو چھو چھو کر کہنے لگیں ”ارے اس سے بڑھیا ہے دیکھو تو سہی جیسے پلنگ پر آگ جل رہی ہے۔،،!

فضا سرگوشیوں کی سرسراہٹ سے معمور ہو گئی ”سونے کا ہار! سونے کا ہار!۔ آدھ پاؤ سونے کا ہار! ——— احمد علی نے اپنے خاندان کی لاج رکھ لی۔،،

ناگاہ بوڑھوں کے مجمعے سے ذیلدار نکلا۔ اور احمد علی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا ”مبارک ہو احمد علی! خدا کرے میری بھتیجی سکھ چین سے سہاگ کی زندگی بسر کرے۔،،

اُس نے بڑھ کر ہار اُٹھا لیا۔ تمام مجمع دم بخود کھڑا تھا۔ سب کے لبوں پر تعجب انگیز مسکراہٹ تھی۔ احمد علی کی حیثیت ایسے گراں بہا ہار سے بہت کم تھی۔ یہ اسکی محبت پدری کا ایک معجزہ تھا!

ذیلدار ہار کو اپنی آنکھوں کے بہت قریب لے گیا۔ اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ اور پھر سے مجمعے میں بلند آواز سے بولا ”احمد علی یہ تو نقلی سونا ہے!۔،،

مجمعے پر مُردنی سی چھا گئی۔ ذیلدار کچھ وقفے کے بعد بولا ”یہ تو نقلی سونا ہے۔ دس پندرہ روپے کا ہو گا یہ ہار۔ چمک دمک تو بہت زبردست تھی اسکی۔،،!

احمد علی نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا ”میں نے تو یہ ہار ڈھائی سو روپے میں خریدا ہے۔،،!

ذیلدار بولا ”خریدا ہو گا۔ مگر اصل میں یہ ہے۔ پندرہ روپے کا۔ تانبے پر سونے کا ملمع چڑھا ہوا ہے۔ امیر چند سنار! ادھر آنا ذرا۔ یہ ہار دیکھنا۔،،!

احمد علی کی قسمت کا فیصلہ امیر چند کی زبان کی ایک ذرا سی حرکت پر منحصر تھا۔ امیر چند نے عینک چڑھا کر ہار کو بغور دیکھا۔ اور چنگیر میں رکھتے ہوئے بولا ”نقلی ہے۔،،!

ہر طرف چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ عورتیں ناک پر اُنگلی رکھ کر احمد علی کا تمسخر اُڑانے لگیں۔

احمد علی پلنگ کے رنگین پائے کا سہارا لئے بت کی طرح کھڑا رہا۔ وہ اپنی آنکھیں تک جھپکنا بھول گیا!

دلہن ڈولی میں سوار ہونے کو تھی کہ اس کا پاؤں پھسل گیا۔ اور وہ دھڑام سے فرش پر آ رہی۔

ذیلدار سفید داڑھی پر ہاتھ پھیرتا ہوا اپنے حواریوں کے ساتھ ایک گلی میں مسکراتا جا رہا تھا۔

کسانوں کے مسئلے

(از جناب جے۔ پی۔ بشر۔ ایم۔ اے۔ بی۔ کام پبلسٹی افیسر کوآپریٹو ڈیپارٹمنٹ یو۔ پی)

سنہ ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق ہندوستان کی کل آبادی ۳۵ کروڑ ۲۰ لاکھ ہے جس میں تقریباً ۹۰ فیصدی کسان ہیں۔ یہاں شہروں کی تعداد بہت کم ہے لیکن دیہاتوں کی تعداد ۷ لاکھ ہے۔ اسی لئے ہندوستان اپنے شہروں میں نہیں بلکہ اپنے دیہاتوں میں آباد ہے۔ مرکزی و صوبجاتی حکومتوں کی آمدنی کا نصف حصہ کسان دیتا ہے اور کسانوں ہی کے اوپر سرکاری ملازم، وکیل، ڈاکٹر، مل مالک، مزدور و تاجر سبھی کی تجارت و روزی منحصر ہے۔ ۱۹۲۹ء کی اقتصادی مشکلات کے وقت حکومت کی آمدنی گھٹ جانے کے باعث سرکاری ملازموں کی تنخواہیں کم ہو گئی تھیں۔ وکیلوں کی وکالت کم چلنے لگی تھی۔ ڈاکٹر اپنے لئے پریشان تھے۔ اور تاجروں و مل مالکوں کے کام میں بھی کمی نظر آنے لگی تھی۔ ہر طرف مصیبت اور تنگی کا دور دورا تھا اور غریب مزدوروں کو تو نوکری ہی ملنی مشکل ہو گئی تھی۔ ان سب باتوں کا باعث محض غلے کے نرخ میں بیحد ارزانی ہو جانے سے کسان کی ریڑھ کا ٹوٹنا تھا۔ اسلئے کسان ہی ملک کی جان ہیں اور وہی ہمارے رزق دینے والے ہیں۔ کسان کی ترقی ملک کی ترقی ہے اور کسانوں کی تنزلی ملک کی تنزلی ہے۔

ایک وقت تھا جب ہندوستان کا کسان سب سے زیادہ خوشحال سمجھا جاتا تھا۔ دکھ درد کا کہیں نام تک نہ تھا۔ دودھ و گھی اسکے گھر میں ضرورت سے کہیں زیادہ ہوتا تھا۔ بیکس اس وقت بھی تھے مگر وہ بہت آسانی سے ادا کر دیئے جاتے تھے۔ قرض کا بوجھ نہ تھا اور ان کی ڈھیکیاں و کھتیاں سالوں غلے سے بھری رہتی تھیں۔ اس وقت کا تذکرہ ڈیبرن نامی ایک انگریز سیاح نے یوں لکھا ہے:۔ "جب میں نے گھاٹوں کو پار کیا۔ جب میں مرہٹوں کے ملک میں داخل ہوا تو میں نے محسوس کیا کہ میں سنہرے زمانے کے سادے اور مسرت افزا ملک میں پہنچ گیا ہوں۔۔۔۔۔ جنگ اور قحط کا کسی کو پتہ نہ تھا۔ لوگ خوش مزاج، جفاکش اور بہت تندرست تھے۔ مہمان نوازی کا جذبہ ہر ایک کے دل میں موجود تھا۔"

بمبئی کے گورنر سر جان مالکم نے نانا فرنویس کی حکومت پر اپنی رائے کا یوں اظہار کیا ہے:۔ "مجھے ایسے ملکوں کے دیکھنے کا کبھی موقع نہیں ملا۔ جہاں اتنی اچھی کھیتی ہو غلہ اور تجارت کی چیزیں اتنی تعداد میں پیدا کی جاتی ہوں۔"

کسانوں کی حالت [illegible] ہوئے مندرجہ بالا سبھی باتیں ایک خواب سی معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں لاکھوں کی تعداد ایسی ہے جن کو صرف ایک ہی وقت کھانا ملتا ہے اور وہ بھی جوار، مکا و باجرا جس میں جسم و خون بڑھانے کی کوئی طاقت نہیں ہوتی۔ دودھ گھی تو کھانے کو کیا سونگھنے تک کو نہیں نصیب ہوتا اور کسانوں کے ننھے بچے ان کے لئے ترستے ہی رہتے ہیں۔ تن ڈھانکنے کے لئے ان کے پاس ایک دھوتی اور ایک انگوچھا کے علاوہ دوسرے کپڑے نہیں ہوتے۔ عورتوں و بچوں کے پرانے کپڑوں میں کئی پیوند لگے رہتے ہیں۔ موسم گرما میں تو کسی طرح عزت کی حفاظت ہو جاتی ہے مگر پوس اور ماگھ کے کڑاکے کی سردی میں انہیں [illegible] [illegible] بنتی ہے زیادہ تر ان کے دالان و چوپالیں ہی ان کے گھر [illegible] کچی مٹی کے بنے ہوتے ہیں اور جن کے اوپر گھاس پھوس کے چھپر پڑے ہوتے ہیں۔ ان میں نہ کھڑکی ہے نہ دروازے صرف ایک چوڑا دروازہ ہوتا ہے جس سے آمد و رفت ہوتی ہے۔ وہ جاہل ہیں ان کے اوپر قرض کا بوجھ لدا رہتا ہے اور انہیں صفائی و صحت کا ذرا بھی خیال نہیں ہوتا۔ آر۔ ایل۔ پیٹرز کا قول ہے کہ:۔ "گھاس پھوس یا تاڑ کی پتیوں سے چھایا ہوا مٹی کا گھر کسان کا محل ہے۔ اسکا بچھونا پودوں کا ڈنٹھل یا پوال کا ہوتا ہے جو مشکل سے ۲ انچ اونچا ہوتا ہے۔ چٹائی ہوتی ہے تو اس بچھونے پر ڈال دیتا ہے ورنہ یوں ہی سوتا ہے۔ اسکے گھر میں نہ دروازہ ہوتا ہے نہ کھڑکیاں ہوتی ہیں ایک مٹی کا چبوترہ باہر بنا ہوتا ہے اور وہی اسکی آرام کرسی ہے۔ پہننے کے لئے اسکے پاس دوسری دھوتی نہیں ہوتی۔ نہ کسی جشن میں حصہ نہیں لیتا۔ اسکا مذہب اسے صبر کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی لئے وہ اس وقت تک صابر زندگی بسر کرتا ہے جب تک قحط اسے پیٹھ کے بل نہیں گرا دیتا۔"

۱۸۸۸ء میں آسام کے چیف کمشنر سر چارلس ایلیٹ نے لکھا تھا "مجھے یہ لکھنے میں ذرا بھی جھجھک نہیں کہ آدھے سے زیادہ کسان سال کے ایک سرے سے لیکر دوسرے سرے تک یہ بھی نہیں جانتے کہ پیٹ بھر کھانا کسے کہتے ہیں۔" شاید لوگ یہ کہیں کہ یہ ذکر چالیس پچاس سال پہلے کا ہے لیکن اب کسانوں کی حالت ایسی نہیں ہے۔ جو کسان ہیں یا جو کسانوں کے درمیان میں رہنے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ یقیناً اس بات کا اعتراف کریںگے کہ کسانوں کی حالت آجکل اور بھی بگڑی ہوئی ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا دکھ کی بات ہو سکتی ہے کہ جو کسان دوسروں کو رزق دے اُسے خود پیٹ بھر روٹی نہ ملے جو دوسروں کو کپڑے پہنائے وہ خود ننگا رہے اور جو دوسروں کے لئے محل بنانے میں مدد دے خود اُسے رہنے کے لئے ٹوٹی پھوٹی جھونپڑیاں ہی نصیب ہوں۔ ہائے گاڑیوں اناج پیدا کرنیوالے کی ملکیت۔ قرض۔ انہیں سب فکروں کی وجہ سے اس میں امید کی ذرا بھی جھلک نہیں نظر آتی۔ اسکے برعکس اداسی اور حوصلے کی کمی نے اسکے دل میں گھر بنالیا ہے۔ سچ ہے ہندوستانی کسان اب زندہ نہیں ہے

اسکا صرف زندوں میں شمار ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کسانوں کی حالت کیسے سدھرے؟ گذشتہ ۲۰ برسوں میں سرکاری محکمہ ترقیات نے کسانوں کی حالت سدھارنے کے لئے کافی کوشش کی ہے۔ محکمہ زراعت نے مصنوعی کھادیں، عمدہ بیج، نئے ہل، کھیتی کے اوزار، عمدہ نسل کے مویشی اور زیادہ فائدہ پہنچانے والی فصلوں وغیرہ کی اشاعت کی۔ محکمہ امداد باہمی کے ذریعہ سے کسانوں کے لئے بینک کھولے گئے جس سے انھیں کم سود پر نہ صرف قرض ملے بلکہ کھیتی کے لئے سامان باہم مل کر خریدیں جائیں۔ ان کی فصل کی فروختگی کا مناسب انتظام کیا جائے اور ان میں کفایت شعاری کی عادت پیدا ہو اور فضول خرچوں میں کمی ہو۔ محکمہ صنعت و حرفت نے گھریلو صنعتوں کی ترقی کی کوشش کی تاکہ کسانوں کی آمدنی میں کچھ اور اضافہ ہو اور دیہاتی صنعتوں کی ترقی ہو۔ ان سبھی محکموں سے یقیناً کسانوں کو فائدہ پہنچا ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ عوام کی ترقی کی خواہش تک انکے کام نہ ہوسکے ہوں۔ یہ سچ ہے کہ کسانوں میں تنظیم نہ ہونے کے باعث زیادہ سے زیادہ کسانوں کو فائدہ نہ ہوسکا اور ہر ایک محکمہ کے الگ الگ کام کرنے سے انکی پوری زندگی پر اثر نہ پڑسکا۔

ترقی کے زینے کی پہلی سیڑھی تنظیم ہے جس ملک کے لوگ آپس میں تنظیم ہونا نہ جانیں اس ملک کے لوگوں کو بھلا کون اٹھا سکتا ہے۔ آج سے تقریباً ڈیڑھ سو سال پہلے ہر ایک گاؤں میں پنچائتیں تھیں جن کے سلسلے میں سارا گاؤں منسلک تھا۔ پنچائتیں صرف آپس کے جھگڑوں ہی کو طے نہیں کرتی تھیں بلکہ گاؤں کی صفائی و صحت و تعلیم کا مناسب انتظام گاؤں کے بھنڈار میں غلہ جمع کرنا، ٹیکس لگانا، وصول کرنا اور اسکو مفید کاموں میں صرف کرنا، کنوئیں و تالاب بنوانا وغیرہ سبھی کام انکے ہاتھ میں تھے۔ انکا اثر اتنا زیادہ تھا کہ تاجروں یا مہاجنوں کی ہمت نہیں تھی کہ وہ گاؤں والوں کے ساتھ سودخوری یا اور کسی قسم کا نامناسب سلوک کریں۔ یہ گاؤں والوں کے لئے حکومت کا ایک جزو تھیں اور بچے سے لیکر بوڑھے اس پر اعتماد کرتے تھے۔ گاؤں کے بزرگ، باعزت اور معزز یا پانچ آدمی پنچ چنے جاتے تھے جو بادشاہ کی طرح مانے جاتے تھے اور جو بات فیصلے ہوتے تھے ان کے لئے لوگ مجبور رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ خوشحال تھے اور چاروں طرف سکھ اور مسرت تھی۔ مرکز [illegible] اور اسکے ماتحت شہروں میں کچہریاں کھل جانے کے باعث پنچائتوں کا وقار کم ہوتا گیا اور کمزور ہو کر دھیرے دھیرے ختم ہوگئیں یہاں تک کہ آج ہمارے گاؤں ان پرانی پنچائتوں کا صرف نام ہی نام سنا جاتا ہے۔ پنچائتوں کے ٹوٹنے پر گاؤں والے منتشر ہوگئے اور خود غرض لوگوں نے اس کمزوری کا ناجائز فائدہ اٹھایا۔ تنظیم کے بجائے پھوٹ پیدا ہوگئی، حسد و بے اعتمادی بڑھی اور لوگ سماجی رسموں کے شکار بن گئے۔ آج ہمارے دیہاتوں کا ٹھیک یہی حال ہے۔ اگر ہمیں کسانوں کی حالت سدھارنی ہے تو وہ تنظیم ہی سے ہوسکتی ہے۔ تنظیم سے قوت بڑھتی ہے۔ مالی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ اور مشکلوں و بری رسموں سے نجات ہوتی ہے۔

یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ کسانوں کے درمیان تنظیم قائم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اور نہ وہ تنظیم کرنیوالے کی مرضی کے مطابق جلدی قائم ہوسکتا ہے۔ ہوشیار تنظیم کرنے والوں کا تجربہ ہے کہ تنظیم کرنے میں جہاں جلد بازی کی گئی یا کارکن نے یہ چاہا کہ اسکی محنت کا ثمرہ جلد مل جائے وہاں فائدے کے بجائے نقصان ہونے کا زیادہ اندیشہ ہے۔ ہماری تنظیم کی صورت خواہ زندگی سدھار سبھا ہو، پنچایت یا اور کوئی دوسری کوشش۔ سبھی میں تنظیم کے اصولوں کو استعمال کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ اگر کسی قسم کی تنظیم سرکاری افسروں و بیرونی کارکنوں کے ذریعہ دیہاتیوں کے اوپر لاد دی جائے اور اگر ایسی تنظیم میں دیہات والوں کا کوئی ہاتھ نہ ہو تو وہ کبھی مستقل نہ ہوگی اور نہ اس سے کسی قسم کا فائدہ ہی ہوگا۔ مختصر یہ کہ تنظیم کی بنیاد کا محکم و کامیاب ہونا باہمی امداد و اتحاد پر منحصر ہے یعنی کسان خود ہی اپنے پیروں پر کھڑے ہوں اور وہی ہر کام میں آگے بڑھ کر کافی دلچسپی لیں۔ سرکاری ملازموں و اندرونی کارکنوں کا تو یہی فرض ہے کہ وہ ان کو (دیہات والوں کو) اتنی مدد اور رائے دیں کہ جس سے وہ خود ہی اپنا کام کرنے لگیں نہ کہ وہ (سرکاری ملازم) انکے لئے کام کردیں۔

امدادی تنظیم ہی دراصل گرام سدھار کی بنیاد ہے۔ گرام سدھار کا کام اس وقت سارے صوبے میں بڑے جوش کے ساتھ ہو رہا ہے اور اسکے لئے حکومت نے ایک نیا محکمہ گرام سدھار قائم کیا ہے جگہ جگہ پنچائتیں و زندگی سدھار سبھائیں کھولی جارہی ہیں اور بیج و گوداموں کا کافی استعمال کیا جارہا ہے حکومت کے دوسرے محکمہ ترقی جیسے امداد باہمی، صنعت و علاج مویشیوں وغیرہ سبھی گرام سدھار کے ساتھ ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔ ایسی پالیسی کا اثر کسانوں پر بہت گہرا پڑیگا اور انکی ہر پہلو سے ترقی ہوگی۔ کسان کا مقصد یہی ہے کہ اسے پیٹ بھر روٹی، پہننے کو کپڑے، رہنے کے لئے ایک اچھا گھر ملے، جسم تندرست رہے اور عام طور سے تعلیم اور روزمرہ کی باتوں کا علم ہو۔ کتابی تعلیم گرام سدھار کا یہی نزلی مقصود ہے اور ہم سب کا یہی فرض ہے کہ انھیں پستی سے بلندی کی طرف لیجانے میں تن من دھن سے مدد پہنچائیں۔

تحریک امداد باہمی کا مقصد اور ترقی

(از جناب وشو مہائے۔ آئی۔ سی۔ ایس)

آجکل گاؤں سدھار ایک فیشن ہوگیا ہے۔ جہاں کہیں گاؤں سدھار کا ذکر یا بحث ہوتی ہے کہ کس طرح گاؤں والوں کی حالت سدھر سکتی ہے وہاں کوآپریٹو سوسائٹیوں کا بھی ذکر آجاتا ہے۔ اکثر کانفرنسوں، اخباروں اور لیجسلیچر میں یہ کہا جاتا ہے کہ دیہات کی ترقی کے لئے کوآپریٹو سوسائٹیوں

اچھا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کوآپریٹو سوسائٹیاں ہیں کیا چیز جن پر اتنا زور دیا جاتا ہے۔ ان سوسائٹیوں کے متعلق کبھی کبھی عجیب و غریب باتیں سننے میں آتی ہیں۔ سب سے [illegible] غلط فہمی جن کے متعلق ہے وہ یہ ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں اور گورنمنٹ کے محکمہ امداد باہمی کو ایک سمجھا جاتا ہے۔ کچھ لوگ تو ایسی باتیں کرتے ہیں گویا جیسا کہ حکومت نے سوسائٹیوں کی دیکھ بھال کے لئے رکھے ہیں اُن میں اور سوسائٹیوں میں کوئی فرق ہی نہیں۔ اکثر یہ سوال بھی لوگ کیا کرتے ہیں کہ محکمہ امداد باہمی کیوں اتنا روپیہ قرض دیتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ محکمہ امداد باہمی کسی کو روپیہ نہیں دیتا نہ وہ سود لیتا یا دیتا ہے۔ کوئی لین دین یا خرید و فروخت کا کام اس محکمہ کی معرفت نہیں کرتی سوسائٹیاں کسی محکمہ کا حصہ نہیں ہیں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے وہ عوام کی جماعت ہیں جو اپنا کام۔ خواہ وہ لین دین ہو یا خرید و فروخت — خود اپنے ممبروں کے ساتھ کرتی ہیں اُنکی ذمہ داری اُنکے ممبروں کی ذمہ داری ہے۔ نفع نقصان بھی اُنھیں کا ہے گورنمنٹ یا گورنمنٹ کے کسی محکمہ کا فرض صرف اُنکی دیکھ بھال کرنا ہے قارئین نے دیکھا کہ یہ فرق کتنا بڑا ہے لیکن حیرت ہے کہ لوگ اسکو بھلا دیتے ہیں۔

جیسا کہ ابھی کہا جا چکا ہے، کوآپریٹو سوسائٹیاں عوام کی جماعت ہیں لیکن ان جماعتوں کے کچھ خاص اصول اور قاعدے ہیں۔ عام بول چال میں کوآپریشن کے معنی باہم مل کر کام کرنے کے ہیں بہت سے لوگ جب کوآپریٹو سوسائٹیوں کا ذکر کرتے ہیں تو یہی سمجھتے ہیں کہ وہ میل ملاپ سے رہنے یا کام کرنے کی داد دے رہے ہیں۔ اب لفظ کوآپریشن کے خاص معنی ہو گئے ہیں۔ اگر صرف میل ملاپ سے ہی کام کرنے کی تعریف کرنی ہوتی تو اتنی کانفرنسوں کو اس جوش کے ساتھ یہ تجویز منظور کرنے کی ضرورت نہ ہوتی کہ اصلاح دیہات کے لئے کوآپریٹو سوسائٹیاں بہترین ذریعہ ہیں۔ یہ بات تو ہر شخص کو تسلیم کرنی ہوگی کہ ہر ایک کام میل ملاپ سے اچھا ہوتا ہے۔ یہ کوئی دنیا کے لئے نئی ایجاد نہیں۔

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے موٹے اصول یہ ہیں کہ غریب اور کمزور آدمی الگ الگ تو فائدہ اُٹھا نہیں سکتے لیکن وہ باہم مل جل کر ایک دوسرے پر اعتبار کرکے، ایک دوسرے کی ذمہ داری لیکر اُٹھا سکتے ہیں۔ دوسرا یہ کہ اُن میں حکومت سے کوئی کام نہیں ہوتا بلکہ پنچائتی راج ہوتا ہے جن میں ہر ایک آدمی کا حق اُسکی ہستی پر ہوتا ہے نہ کہ اس کی دولت یا اُسکے ڈنڈے کے زور پر۔ تیسرے یہ کہ مشترکہ کام سے جو نیوالی آمدنی یا منافع کو تقسیم کرنے میں اس بات کا خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے اس منافع کے پیدا کرنے میں کتنا حصہ لیا ہے نہ کہ یہ کہ اُس نے کاروبار میں کتنی دولت لگائی ہے۔ یہ صاف ظاہر ہے کہ ان سب اصولوں میں انسان کی شخصیت کا زیادہ حصہ ہے نہ کہ اسکی دولت کا۔ معمولی جماعتوں میں، جو میل جول سے کام کرتی ہیں — آخر ڈاکوؤں کا گروہ بھی تو میل جول سے کام کرتا ہے — خاص فرق ان اصولوں کا ہے۔ یہ اصول کوآپریشن یعنی امداد باہمی کی ایجاد ہے۔

انگلستان میں امداد باہمی کی ابتدا کپڑا بننے والوں نے کی تھا۔ رنگ اور سوت بڑی مشکل سے اور مہنگا [illegible] ملتا تھا۔ اچھی اور سستی کھانے پینے کی چیزوں کی دقت بھی ہمیشہ ہوتی رہتی تھی۔ مال بنانے اور اسکے فروخت ہونے کے درمیانی وقت کے لئے سرمایہ کی کمی ہوتی تھی لیکن وہ ایسا نہیں جس طرح کہ ہمارے یہاں کپڑا بننے والوں کے پاس ابتک نہیں ہے۔ چنانچہ وہ قرض سے دبلے اور بھوکے رہتے تھے۔ اُنھوں نے مشترکہ ذمہ داری اور محنت پر منحصر منافع کے اصول پر جماعت بناکر جو تحریک شروع کی اس کا نتیجہ سب پر ظاہر ہے۔ جو راستہ اُنھوں نے دکھایا وہ نہ صرف مل جل کر پنچائتی طور سے کام کرنے ہی کا تھا بلکہ یہ بھی کہ جن کے پاس سرمایہ نہیں ہے کس طرح اس موجودہ سرمایہ پر منحصر رہنے والی دنیا میں اپنا کام چلا سکتے ہیں۔

ہمارے ملک میں امداد باہمی کا جو نمونہ ہے اُسکے بنیادی اصول تو وہی ہیں جو اُن کپڑا بننے والوں کے تھے لیکن ہمارے یہاں کی ضرورتیں دوسری تھیں اسلئے ہماری سوسائٹیوں نے دوسری شکل اختیار کی۔ لوگ مشترکہ کاروبار کسی خاص ضرورت کے لئے کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں کی سب سے بڑی اور خاص ضرورت کسانوں کو افلاس و غربت سے نجات دلانا یوں تو ہر ملک میں کسانوں کے اوپر کچھ نہ کچھ قرض رہتا ہی ہے اور اس سے بچے ہوئے بہت کم کسان نظر آتے ہیں لیکن ہمارے یہاں قرض کی حد اور لینے دینے کے طریقے ایسے ہوگئے تھے کہ نہ صرف کسان قرض کے بارے دبا مرا جاتا تھا بلکہ اسکا اثر سکے غلہ پیدا کرنے کی طاقت پر بھی تھا۔ پُرانے زمانہ میں جب نقد کا اتنا رواج نہ تھا اس وقت گاؤں کے اندر اندر ہی جو لین دین کا دستور تھا اس میں بہت کچھ ضرورت کے مطابق سمجھوتہ ہو جاتا تھا۔ نئے قوانین اور رہن سہن کے طریقوں کے آنے پر ایک ساتھ ٹھیک ٹھیک خرچ نہ ہو سکا اور یہ اندیشہ ہونے لگا کہ نقد کے زمانہ میں کھیتی کا زوال شروع ہو جائیگا۔

علاج کیا تھا؟ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ اگر سارے قرض کا بار بینک یا گورنمنٹ اپنے اوپر لے لیتی تو ایک طرف قرض دینے والوں کی ساکھ ڈانواڈول ہو جاتی — یاد رکھئے کہ یہ قرض اربوں کا تھا اور کروڑوں چھوٹے چھوٹے مختلف آدمیوں کو دینا پڑتا اور دوسری طرف روپیہ ضرور مارا جاتا۔ لین دین کے کام میں بڑی چیز ساکھ ہوتی ہے۔ ان غریب کسانوں کے پاس ضمانت تو

نہیں۔ کسی کے بھروسے پر روپیہ دیا جاتا اور پھر ایک بار روپیہ دیکر ملنے تو کام چلتا نہیں۔ کاشتکار پھر قرض لیتا اور پھر پھنستا۔ روپیہ دے لینا ہی کافی نہیں۔ اسکا صحیح استعمال بھی ضروری ہے۔ گزشتہ یا کسی بینک کے پاس کوئی ایسی مشین نہیں تھی کہ ہر ایک قرضہ لینے والے کی جانچ کرے اور دیکھے کہ روپیہ کا صحیح استعمال ہو۔ اس کے لئے ملازم رکھے جاتے تو ان کا خرچ کہاں سے آتا اور ایک بہت بڑی فوج رکھنی پڑتی۔

اس طرح کی اور بھی دقتیں تھیں۔ لوگوں کا خیال اس موقعہ پر گھومنے لگا کہ رفائس کی قیادت میں کسانوں کی بہبودی کو آپریٹو سوسائٹیوں کی بنیاد ڈالی جانے لگی۔ ان سوسائٹیوں کا سب سے بڑا اصول مشترکہ ذمہ داری تھا جس سے ساکھ کی کمی کی دقت ہی نہ ہوتی تھی۔ اگر ایک غریب آدمی کی ساکھ نہ ہو تو جس کی تو ہے جو اس کے ساتھی ہیں، جو اسکے لئے ذمہ دار بنتے ہیں اور دیکھ بھال رکھ سکتے ہیں کہ روپے کا صرف ٹھیک ہوا ہے یا نہیں۔ یہ سوسائٹی اپنی دیکھ بھال آپ کرتی اور اس سے وہ خرچ بچ جاتا جو دیکھ بھال کی فوج کے رکھنے میں ہوتا۔

ان سوسائٹیوں کو قانونی حق دینے کے لئے قانون بنایا گیا۔ ان اصولوں کی اشاعت اور ان سوسائٹیوں کی دیکھ بھال اور ان کے حسابوں کی جانچ کے لئے ہر صوبے میں ایک سرکاری محکمہ قائم کیا گیا۔ ایک رجسٹرار رکھا گیا جس کا کام سوسائٹیوں کی رجسٹری کرنا ان کے حسابوں کی جانچ کرنا اور کام خراب ہونے پر ان کا توڑنا تھا۔ چونکہ ان سوسائٹی روپیے کی تھی اور روپیہ گاؤں کی چھوٹی چھوٹی سوسائٹیوں کو براہ راست پبلک سے ملنا مشکل تھا اسلئے ضلعوں میں اور کہیں کہیں ضلعوں کے چھوٹے حصوں میں کوآپریٹو بینک قائم کئے گئے جن کا کام ان سوسائٹیوں کے لئے روپیہ فراہم کرنا تھا۔ اصولوں میں تو کوئی خرابی بات نہ تھی کہ یہ سوسائٹیاں خوب نہ چل نکلتیں اور شروع کے دنوں میں بہت سی سوسائٹیاں بنیں بھی لیکن اس نیک کام کی کامیابی کا انحصار اس امر پر بھی تھا کہ دیہات میں کافی تعداد میں ایسے لوگ مل جائیں جو ان سوسائٹیوں کے اصولوں کو سمجھیں ان پر کام کرنے کو تیار ہوں اور رفاہ عام کے کاموں کے لئے اپنا وقت دینے کو تیار ہوں۔ ایسی زمین تیار کرنے کے لئے کارکنوں کی — خواہ وہ با تنخواہ ہوں یا رضاکارانہ طور پر کام کرنے والے — کی ضرورت تھی لیکن کام اتنا بڑھ گیا تھا کہ سوسائٹیوں کی سب جگہ دیکھ بھال نہ ہو سکی اور بعض صوبوں میں یہ لین دین کی معاملت سوسائٹیاں دقتوں میں مبتلا ہو گئیں۔ یہ دقتیں اس وقت اور بھی بڑھ گئیں جب غلے کے دام گر گئے۔

اب تجربے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں سے پورا فائدہ اٹھانے کے لئے نہ تو صرف محنت اور اطمینان کے ساتھ زمین تیار کرنی چاہیئے، نہ تو صرف کافی کارکنوں کے ذریعہ — جنھوں نے خود کام کو بخوبی نہ سمجھ لیا ہو۔ ممبروں کو اپنے فرائض کی تعلیم دلانے کی ضرورت ہے بلکہ سوسائٹیوں کے دائرہ عمل کو لین دین کے کام کے علاوہ دوسری طرف بھی بڑھانے کی ضرورت ہے۔ صرف لین دین کا کام کر کے سوسائٹی قائم رکھنا مشکل ہے کاشتکار کو نادہندگی کے بھنور میں ڈالنا ہے اور یہی دیہاتی سوسائٹیوں کا بڑا کام ہے کہ وہ لوگوں کو کفایت شعاری کا عادی بنائے۔ عادتوں میں فرق اسی وقت ہو سکتا ہے جب اہل دیہات فضول خرچی کی تمام رسموں اور طریقوں کو چھوڑ کر کفایت شعاری کی عادت ڈالیں۔ اسکے لئے زندگی سدھار سوسائٹیوں کی دیہات میں سخت ضرورت ہے اسلئے کوآپریٹو سوسائٹیاں لین دین کے کام سے آگے بڑھ کر اب زندگی سدھار کی طرف بھی خاص توجہ دے رہی ہیں۔ پیداوار کی فروخت کا کام بھی ان سوسائٹیوں نے اجتماعی طور پر شروع کر دیا ہے جس سے ایک طرف تو کسان کو پیداوار کی قیمت زیادہ مل جاتی ہے دوسری طرف قرض بھی آسانی سے وصول ہو جاتا ہے تیسری نئی بات جس پر تحریک امداد باہمی خاص زور دے رہی ہے وہ ہے کھیتی کی ترقی کا انتظام یعنی سوسائٹی کی طرف سے کسان کی زندگی کے ہر شعبہ کی ترقی کی کوشش۔

اس صوبہ میں ایک زمانہ ایسا آ گیا تھا جب ہماری دیہاتی سوسائٹیوں کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ روپیہ تو لگا ہوا تھا لیکن وصول یابی نہ ہوتی تھی۔ پنچائتوں سے جب کہا جاتا تھا کہ اپنا فرض ادا کرو کہ تمہارا یہ کام دیانتداری سے اور باہر والوں کا جو روپیہ لیا ہے اور اسکی ادائیگی کی میعاد آ گئی ہے چنانچہ اسے واپس دلاؤ جواب ملتا تھا کہ کیا کریں۔ پیداوار خراب ہونے کی وجہ سے دام کچھ ملتا نہیں اور ممبر دیتے نہیں اس زمانے میں کچھ لوگوں کا دل ٹوٹ گیا۔ مگر ہمارے یہاں نیت خراب نہ تھی جب کچھ سال گزرے اور غلے کے سستے ہونے سے جو صدمہ پہنچا تھا اس سے کاشتکار کچھ سنبھلے تو رفتہ رفتہ حالت بدلنے لگی۔ بہت سی سبھائیں اپنے ممبروں کا معیار زندگی بلند کرنے کی کوشش کرنے لگیں۔ اسکے ساتھ ساتھ گنے اور گھی کی فروخت کی سوسائٹیاں اپنے ممبروں کے لئے یہ چیزیں اپنی معرفت فروخت کرنے لگیں۔ اب تو ان جماعتوں کی بہت مانگ ہے۔ سوسائٹیوں اور بینکوں کی مالی حالت بھی ہر سال ترقی کر رہی ہے ہر سال ذاتی سرمایہ بڑھتا جاتا ہے، بقایا کم رہتا ہے اور بیرونی لوگوں کے روپے کے لئے کافی ضمانت مہیا ہو گئی ہے۔ جہاں پر پیداوار کے فروخت کرنے کا کام جماعت نے اپنے ہاتھ میں لیا ہے وہاں پر خاص طور سے لوگ دلچسپی لینے لگے ہیں اور کسان اپنے کام کو سمجھنے لگے ہیں۔ اب کسانوں کو چاہیئے کہ گنا اور غلہ بھی جیسے گیہوں، چنا وغیرہ جماعتوں کی معرفت فروخت کریں۔ اب امداد باہمی صرف لین دین یا سبھی کھانے کی چیز نہیں رہی بلکہ ثابت ہو گیا ہے کہ کسان کی مالی حالت اور اسکے رہن سہن کی ترقی کے لئے اسکو اپنانا ضروری ہے۔ زمانہ بیداری کا ہے اور امداد باہمی کی ترقی کے امکانات صاف نظر آتے ہیں۔

تاریخ عالم میں امداد باہمی کا درجہ

(جناب فقری چند رسنار (خطیب بنارسی) اسسٹنٹ رجسٹرار محکمہ امداد باہمی - یو پی)

آج کل امداد باہمی سوسائٹیوں، دیگر سماجی سدھارکوں اور عوام سب کی زبان پر امداد باہمی کا نام سنائی دیتا ہے۔ خواہ سرمایہ دار ہو یا مزدور، زمیندار ہو یا کسان، امداد باہمی کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ آئے دن جلسوں میں کل کارخانوں میں ہونے والی ہڑتالیں، انجمنوں و تجارت والوں تک کی ہڑتالیں، روزمرہ الفاظ میں دنیا سے پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ دنیا والو! جنھیں تم نے صرف اپنی مطلب براری کا ایک ذریعہ سمجھ رکھا ہے وہ بھی انسان ہیں۔ اُن میں بھی تنظیم کی قوت ہے۔ موجودہ جنگ عظیم میں امداد باہمی کی اہمیت آفتاب کی طرح روشن ہے۔ اتحادیوں کی امداد باہمی نے ہی جرمنی اور جاپان کی حیوانی طاقت کا مقابلہ کیا اور آج اُن کی ہوس ملک گیری پر پانی پھیرنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آج دنیا میں جس امداد باہمی کی اتنی اہمیت ہے، جو ایک معمولی فرد سے لیکر عظیم سلطنتوں تک سے خراج حاصل کر رہی ہے کیا یہ آج کی ایجاد ہے یا زمانہ قدیم سے ہی اس کا انسانوں سے تعلق رہا ہے یہ جاننے کے لئے ہمیں پہلے تاریخ عالم کے صفحات اُلٹنے ہوں گے۔

مورخوں نے دنیا کی تاریخ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اب تک انسان تین مختلف زمانوں سے گزر چکا ہے (۱) پتھروں کا زمانہ (۲) مویشی پالنے کا زمانہ (۳) کھیتی کا زمانہ۔

(۱) پتھروں کا زمانہ — یہ زمانہ تاریخ انسان کا سب سے قدیم زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں شہروں کی بات تو دور رہی دیہات اور چھوٹی بستیوں کا بھی کہیں نام و نشان نہ تھا۔ انسان جنگلوں میں درخت کی پتیوں، چھالوں سے ستر پوشی کرکے رہتا تھا اور جانوروں کا کچا گوشت ہی اُس کی خوراک تھی۔ وہ اپنے پتھر کے بنے ہوئے بھدّے اوزاروں سے شکار کرتا تھا۔

(۲) مویشی پالنے کا زمانہ — پہلے زمانہ میں جب انسان خاندان اور آبادی کے بڑھنے سے اپنے رہن سہن اور کھانے پینے میں کافی تکلیف محسوس کرنے لگا تو اُسے دور کرنے کے لئے چھوٹے موٹے جانور پالنے شروع کئے جن سے اُسے دودھ ملنے لگا۔ تاریخ عالم کا دوسرا عہد تھا۔ اب چونکہ اُس کی گرہستی اور ساتھ میں جانور وغیرہ بھی ہو گئے تھے پہلے اُسے خانہ بدوشی میں تکلیف ہونے لگی اور ایک مقررہ مقام پر مستقل طور پر رہنے کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ پانی وغیرہ کی سہولت سمجھ کر دریاؤں کے کنارے انسانوں کے جھنڈ کے جھنڈ جھونپڑے بنا کر رہنے لگے اور اس جگہ پر گاؤں آباد ہونے لگا۔

(۳) کھیتی کا زمانہ — اسی زمانہ سے انسانیت کا صحیح ارتقا شروع ہوا۔ لوگوں نے اس بات کا تجربہ کیا کہ زمین سے غلہ پیدا ہو سکتا ہے اور اس لئے ہل ایجاد کرکے کھیت جوتنے اور باقاعدہ کھیتی کرنی شروع کی اور انسانوں نے کافی فائدہ دیکھا۔ اسی سے کھیتی کے کاموں کی دن دونی ترقی ہوتی گئی۔ اسی وقت پہیہ بھی ایجاد ہوا۔ اس پہیے کو جوڑ کر اس پر تختہ رکھ کر گاڑی بنائی گئی اور اس میں بیل جوت کر چلانے لگے۔ اسی زمانہ میں کپاس پیدا کی گئی اور تکلیوں کی مدد سے چرخا بنا کر انسان نے کپڑا بُننا شروع کر دیا۔ اب اُن کا معیار زندگی بلند ہونے لگا اور لوگ دن رات نئی نئی ایجادوں کی تلاش میں رہنے لگے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان تینوں زمانوں میں امداد باہمی رواج رہا ہے یا نہیں۔ اگر رہا ہے تو وہ کیسا تھا اور اس کا اُس وقت کیا درجہ تھا۔ پہلے زمانہ میں جب لوگ خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے اُس وقت شہر تو بڑی چیز ہے گاؤں یا پُروے بھی آباد نہ تھے۔ لوگ جنگلوں میں رہتے تھے اس لئے جنگلوں سے خونخوار درندوں سے اپنی حفاظت کرنے اور اُن کا شکار کرنے کے لئے لوگوں کو ایک دوسرے کی مدد کرنے اور آپس میں اشتراک کرنا ضروری تھا۔ اُس زمانہ میں بھی مرد اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ رہتا تھا، اُن کی پوری ذمہ داری محسوس کرتا تھا اور اُس کا سارا کام چھوٹے سے خاندانی اشتراک باہمی سے ہوتا تھا۔ دوسرے عہد میں جب انسان جانور پالنے لگا اور لوگ کئی کئی کنبوں کی صورت میں اکٹھا ہو کر دریا کے کنارے آباد ہونے لگے تو اُن کا چھوٹا سا گاؤں اُن کا سماج بن گیا۔ اُس سماج کے لئے اُن کے سماجی قاعدے بننے لگے۔ یہ قاعدے سب کے فائدے کا لحاظ کرکے بنتے تھے اور مفاد عامہ کے لئے سب لوگ ان پر عمل کرتے تھے۔ اس طرح کئی کنبوں کے اشتراک سے دیہات بنے اور امداد باہمی کی بنیاد پر باہم محبت اور میل جول بڑھنے لگا۔

تیسرے زمانہ میں جب انسان نے کھیتی کا کام شروع کیا تو امداد باہمی کی اہمیت میں اور زیادہ اضافہ ہو گیا کیونکہ کھیتی کا کام تنہا کرنا کسی بھی انسان کے لئے ناممکن تھا۔ چنانچہ کھیتی کے کام میں ایک دوسرے کی مدد کرنا لوگوں نے ضروری سمجھا۔ امداد باہمی سے مالی فائدے دیکھ کر اور اُس سے حاصل ہونے والے آرام و اطمینان نے لوگوں کے دلوں میں امداد باہمی کی خاص عزت پیدا کر دی۔

صنعتی انقلاب کا زمانہ۔ گذشتہ تین زمانوں کے بعد آہستہ آہستہ جب انسان اپنی عقل کی مدد سے ترقی کرکے ساری دنیا کا

ن بیٹھا تو تاریخ عالم میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا جس کا عنوان تھا
صنعتی انقلاب کا زمانہ" یہ زمانہ اٹھارھویں صدی کے ساتھ شروع ہوا اور
ج چاروں طرف اسی کا بول بالا ہے۔ اٹھارھویں صدی سے پہلے دنیا
ں مشینیں ایجاد نہ ہوئی تھیں اس لئے دیہات میں دستکاری کا کام ہوتا تھا
تھیں دستکاروں کے ذریعہ لوگوں کی ہر ایک ضرورت آسانی سے
وری ہو جاتی تھی۔ جب مشینوں کا عہد آیا تو سرمایہ داروں نے سرمایہ
گا کر بڑے بڑے کارخانے کھولنے شروع کر دئے۔ بھاپ کی طاقت
علم ہو جانے سے دنیا میں ایک زبردست تبدیلی ہونے لگی دیہات
کے کسان آ آ کر کارخانوں میں مزدور بن کر جمع ہونے لگے۔ اب
ن مقامات کی بستیاں بڑھ کر شہروں کی صورت اختیار کرنے لگیں
س صنعتی انقلاب کو عروج پہلے انگلستان میں ہوا۔ اب یہ دیکھنا
ہے کہ وہاں اس کا کیا اثر پڑا۔ صنعتی انقلاب سے دنیا کے سامنے
ین باتیں آئیں۔

(۱) بہت زیادہ مال کی ایک ساتھ تیاری۔ (۲) بہت گنجان
بادی۔ (۳) دولت کی نامناسب تقسیم۔

بڑے پیمانے پر مال کی تیاری — صنعتی انقلاب سے پہلے انسان
ی ضروریات دستکاروں کے ذریعے پوری ہو جاتی تھیں۔ اس میں
لہ ایک آدمی الگ الگ کام کرتا تھا۔ محنت زیادہ کرنی پڑتی تھی۔
نیز چیزیں دیر میں تیار ہوتی تھیں اس لئے بازار میں مہنگی پڑتی تھیں۔
صنعتی انقلاب سے یہ فائدہ تو ہوا کہ کارخانوں میں ایک ساتھ کافی
ل تیار ہونے لگا اور اچھا و صاف ہوتے ہوئے بھی لوگوں کو سستا
ور آسانی سے ملنے لگا۔ ایک پہلو سے غور کرنے پر تو یہ ٹھیک ہی معلوم
وتا ہے لیکن دوسرے زاویہ نگاہ سے دیکھنے پر یہ معلوم ہوا کہ
یہاتی صنعتیں ایک سرے سے مٹ گئیں۔ لاکھوں دستکار بیکار
ہو گئے۔ کچھ تو مزدور ہو گئے لیکن سب کی گنجائش کہاں؟ جو رقم ہزاروں
لاکھوں جھونپڑوں میں روزانہ جاتی تھی اور نہ جانے کتنے لوگوں کا پیٹ
ں سے بھرتا تھا وہی رقم اب ہاتھ سے گئی سرمایہ داروں کے فلک بوس
ملوں کی آہنی تجوریوں میں بند رہنے لگی۔

بہت گنجان آبادی — کل کارخانے کھلنے اور دستکاری تباہ
ہونے سے جب روزی کی تلاش میں دیہات سے کسان، مزدور اور
ستکاروں کے جھنڈ کے جھنڈ ان کارخانوں میں جمع ہونے لگے تو یہاں
ی آبادی تیزی سے بڑھنے لگی۔ جگہ کی کمی اور آبادی بڑھنے سے
یک ایک چھوٹی سی تنگ کوٹھری میں لوگ کسی نہ کسی طرح رہنے لگے
یہات کی آزاد فضا میں رہنے والے انسان وہاں کی گندی آب و ہوا
ندی گلیوں اور مل کے دھوؤں کو نہ برداشت کرنے کی وجہ سے
لوگ مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو کر تیزی سے مرنے لگے۔ لیکن ان بیکس
انسانوں کی کراہتی ہوئی آواز ان محلوں کی مضبوط دیواروں کے اندر
نہ پہونچ پائی۔

دولت کی نامناسب تقسیم — اپنا سرمایہ لگا کر جن مالکوں نے
جو مل کھولے ان پر انھوں نے اپنا پورا پورا قبضہ رکھا اور مزدوروں
کو برائے نام مزدوری دیکر سارا منافع خود ہڑپنے لگے۔ اس سے
چند اونے گنے سرمایہ دار تو اپنے خزانے بھرنے لگے لیکن مزدوروں
کی حالت بد سے بدتر ہوتی گئی۔ ملک کا سارا سرمایہ چند مٹھی بھر دولتمندوں
کی جیب میں پہونچ گیا اور دنیا پر سرمایہ داری کا رواج ہو گیا۔ اسی
کا یہ نتیجہ ہے کہ آج امریکہ میں تقریباً ۹۰ انسان ہی وہاں کے بڑے
سرمایہ دار ہیں اور اپنے سرمایہ کی بدولت نہ صرف امریکہ بلکہ ساری
دنیا پر دھاک جمائے ہوئے ہیں۔ دنیا کی سب سے امیر اور دولتمند
ہستی راک فیلر کی ہے جو امریکہ ہی کے باشندہ ہیں۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ اس زمانہ میں جب سرمایہ داری دنیا پر اس
تیزی سے چھا گئی ہے اور ہر انسان اس سے متاثر ہے تو انسانیت
کی نجات اور غریبوں کی فلاح کے لئے امداد باہمی کا دنیا میں کیا
درجہ ہے۔

صنعتی انقلاب سے جب مندرجہ بالا باتیں پیدا ہوئیں تو کچھ
سمجھدار لوگوں نے سرمایہ داروں کی اس بے انصافی کو محسوس کیا
اور اس کی مخالفت میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگے۔

مطلب یہ کہ اب عوام کے لئے سرمایہ داروں کی زیادتیاں
ناقابل برداشت ہونے لگیں اور بڑے بڑے مفکر بھی ان زیادتیوں
کے انسداد کی تدابیر سوچنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرمایہ دار بھی ہوشیار
ہونے لگے۔ نظام حکومت اور سماجی نظام کے خیال سے چار طریقے
دنیا کے سامنے آئے۔ (۱) سرمایہ داری (۲) اشتراکیت۔ (۳)
اشتمالیت۔ (۴) امداد باہمی۔

(۱) سرمایہ داری۔ اس کے مطابق ہر فرد کو اپنی
خواہش کے مطابق اپنی علمی قابلیت اور مالی طاقت سے ذاتی ترقی
کرنے کا حق ہے اس میں دولت ہی کو زیادہ اہمیت حاصل ہے
ور سرمایہ کے بل وہ جو کچھ چاہیں کر سکتے ہیں۔

(۲) سوشلزم یا اشتراکیت۔ اس میں سب کی گرہستی اور
صنعت و حرفت تو اپنی اپنی ہی رہیگی لیکن سب ہی ملیں کل کارخانے
ریلوے وغیرہ قوم کے ہوں گے جہاں لوگ اپنی قابلیت کے مطابق
کام کریں گے اور اجرت پائیں گے۔ عوام کے نمائندوں کی حکومت
ہوگی۔ سرمایہ کو وہ اہمیت نہ حاصل ہوگی جو سرمایہ دارانہ نظام
میں حاصل ہوتی ہے۔ اس سے تھوڑے سے آدمی زبردست
سرمایہ دار نہ بن سکیں گے بلکہ سارا منافع سرکاری خزانے میں جائے گا
جس سے سب کو فائدہ ہوگا۔ اس میں سب لوگوں کی ترقی ہوگی نیز
سرمایہ دار بنکر غریبوں پر ظلم کرنے کی یہاں گنجائش نہیں۔

(۳) اشتراکیت - یہ اشتراکیت سے بھی بڑھکر ہے۔ لوگ اپنی قابلیت کے مطابق کام کریں گے۔ حکومت کی طرف سے اُن کے کھانے کپڑے، بچوں کی تعلیم اور دیگر تمام اخراجات کا انتظام ہوگا عوام کی حکومت ہوگی اور نہ کوئی امیر رہے گا نہ غریب۔

(۴) امداد باہمی - چوتھا اصول جو زبردست اصول امداد باہمی کا ہے یہاں یہ بات مدنظر رکھنی چاہئے۔ امداد باہمی کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ لیکن ابھی تک اس حقیقی عہد میں اس بہترین اصول کا صحیح استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ انگلستان کے راکڈیل پانیرس جوڑی کے رفائسین اور شولز، ڈنمارک کے فادر گرنڈ ویگ، فرانس کے موشیو لورا اور موشیو بوچے نیز یورپ کے دیگر ممالک کے مختلف مفکروں نے امداد باہمی کی اہمیت سمجھی اور اس کی تحریک شروع کی۔ لوگوں نے امداد باہمی کو ایک منظم صورت بخشی اور بتایا کہ امداد باہمی آپس میں مل جل کر کام کرنے کا وہ طریقہ ہے جس میں لوگ انسانیت کے لحاظ سے مساوی حیثیت سے اس خیال سے شامل ہوتے ہیں کہ ایمانداری، سچائی اور انصاف سے کام کرتے ہوئے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی مالی، سماجی اور اخلاقی ترقی کر سکیں۔

مل مالکوں کی خودغرضی اور بے انصافی کا مقابلہ غریب مزدور کس طرح کر سکتے جنھیں اپنے لئے کھانا اور کپڑا بھی آسانی سے نہیں مل سکتا۔ وہاں ان سب باتوں کی طرف کیسے اور کب توجہ کریں اور ایک اور دوسر مول لیں۔ بڑی بڑی قوموں کے زوال کے بعد ہی دوسرے نظام بنتے ہیں۔ مزدوروں نے انھیں دوری کو بڑی سمجھا اور اپنی حالت سدھارنے کے لئے اپنی منتشر طاقت جمع کرنے کے لئے امداد باہمی کا دامن پکڑا۔ غریب اور بے یار و مددگار لوگوں کے ہاتھ ایک مضبوط ہتھیار آگیا دل کی مراد بر آئی۔ تمام دُنیا کے کسانوں، مزدوروں اور چھوٹے سرمایہ والے لوگوں نے اسے اپنایا اور دُنیا میں جستی کو قائم رکھنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ ہم نے امداد باہمی کا سہارا لیکر آج کافی مالی اور سماجی ترقی کی ہے۔ اس کے قاعدے مختلف ملکوں کے لوگوں نے مختلف بنائے لیکن اس اصول سب نے ایک ہی رکھا۔ یہ اصول ہی امداد باہمی کی جان ہے۔ اسی کی بنا پر ہونے والا سہیوگ سچا سہیوگ یا امداد باہم ہے یہ اصول ہے "ایک سب کے لئے اور سب ایک کے لئے"

مندرجہ بالا باتوں سے ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخ عالم میں جب سے کائنات کا وجود ہوا امداد باہمی یا سہیوگ کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے۔ زمانۂ قدیم کی وحشی قوموں نے امداد باہمی کی اہمیت محسوس کی اور اپنے خاندان و سماج میں اس کا خاص خیال رکھا۔ اور آج زمانۂ ترقی میں تو اس سنہرے اصول کی اہمیت آفتاب کی طرح روشن ہے

گھر کے کیڑے مکوڑے اور اُنکا انسداد

از جناب بہادر پرساد سریواستو

بہت کم لوگ خانگی کیڑوں کے زبردست حملے سے بچ جاتے ہیں۔ دیمکوں کا قیمتی کتابیں اور کاغذ چاٹ جانا، مکھیوں کا دودھ میں گرنا یا گبریلوں کا باورچی خانہ میں رینگنا تو روزانہ کی باتیں ہیں جو عام طور سے پیش آتی رہتی ہیں۔ انسان دراصل اپنا گھر بنانے وقت سے ہی ان کیڑوں کی پیدائش کا انتظام کرنے لگتا ہے۔ کیڑے مکوڑے اُسی وقت گھر پر حملہ کرتے ہیں جب آپ اُنھیں ایسا کرنے کا موقعہ دیتے ہیں۔ کھانا دینے اور جمع کرنے میں اپنے گھر کو سجانے اور ٹھیک کرنے میں، اپنے گھر والوں کو کپڑے پہنانے اور رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کیڑوں مکوڑوں کو بھی ہم مقوی خوراک اور رہنے کی جگہ دیتے ہیں، ایک طرح سے ہم کچھ کیڑے مکوڑوں اور دوسرے جانوروں کو اپنے اوپر قناعت کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ یہ امر کچھ حیرت انگیز نہیں کہ ہماری دی ہوئی سہولتوں اور موافق حالات کی بنا پر ہی یہ جانور گھروں میں داخل ہو پاتے ہیں اور جلد ہی بڑھ جاتے اور کثیر بن جاتے ہیں۔

بہت سے گھریلو کیڑے مثلاً مکھیاں، کھٹمل وغیرہ جو صاف سے صاف گھروں میں بھی آسانی سے داخل ہو جاتے ہیں علٰحدہ علٰحدہ طریقوں سے نقصان پہونچاتے رہتے ہیں۔ کیڑے مکوڑوں میں سے بہت سے اپنی زندگی میں صرف ایک خاص وقت میں گھر میں زیادہ نقصان پہونچاتے ہیں یہی بہت سے کیڑے مکوڑوں کا حال ہے جن میں سے صرف انڈے سے لونھڑا بننے کے پہلے والے ہی نقصان دہ ہوتے ہیں۔ اسکے برعکس گھریلو مکھی ایک ایسا کیڑا ہے جو ہمارے کھانے پر بیٹھتا ہے۔ اسکی وہ قسم جس میں یہ انڈے اور لونھڑے کے درمیان کی منزل میں رہتی ہے، زیادہ نقصان دہ نہیں ہوتی۔

کھانا خراب کرنے اور سامان برباد کرنے کے علاوہ کیڑے مکوڑے بیماری لانے بھی نقصان دہ ہوتے ہیں کہ ان سے بیماریاں پھیلتی ہیں مگر مکھی ہیضہ، پیچش، میعادی بخار جیسی متعدد بیماریاں پھیلانے کی ذمہ دار پائی گئی ہے۔ چوہوں کے کیڑے دوسری مثال ہیں جو طاعون کے جراثیم کے گھر ہوتے ہیں جو ان کے پیٹ میں بڑھتے رہتے ہیں۔ یہ جراثیم کھانے کی نلی کو بند کرنے والے پسو کو ان چوہوں کے کیڑوں کے پیٹ میں بناتے ہیں۔ یہ بیمار کیڑے چوہوں کے مرنے کے بعد انسانوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور اپنے سے شکار کی کھال میں گھس جاتے ہیں۔ اس طرح بیماری کے جراثیم انسانی جسم میں پہنچتے ہیں۔ اسی طرح بیماری پھیلتی ہے۔ اب ہم کو ان کیڑوں سے بچنے کا مسئلہ حل کرنا چاہئے۔

ان کو مارنے کی خاص تدابیر

کچھ ایسے طریقے ہیں جو سب گھریلو کیڑوں کو مارنے کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ سب سے پہلا طریقہ ہے گھر کی صفائی۔ [illegible] صفائی [illegible] مکان میں کم از کم ایک بار سارا [illegible] بالکل صاف کیا جانا چاہئے۔ اگر یہ کام آغاز بہار میں جب [illegible] سے کیڑے پیدا ہوتے ہیں یا جاڑے کے پہلے ہی جب بہت سے [illegible] کسی گرم محفوظ جگہ میں جاڑے [illegible] تمام کو مارنے کے [illegible] جاتے ہیں کر دیا جائے تو یہ کیڑے بڑھ نہ پائیں گے۔

ان کو مارنے کا دوسرا طریقہ آسی وقت کامیاب ہو سکتا ہے [illegible] واقفیت کا فائدہ اٹھایا جائے کہ کس طرح کیڑے امکان [illegible] داخل ہوتا ہے، کیا کھاتا ہے اور اس کے پیدا ہونے [illegible] ضروریات ہوتی ہیں۔ کیڑوں نے کئی قسم کے جانوروں کا استعمال [illegible] کو مارنے کا ایک موثر ذریعہ ہے۔ کیڑے مثلاً گھر کی مکھی [illegible] چیز دل میں پیدا ہوتے ہیں اس لئے یہ ضروری ہے کہ سڑی ہوئی چیز [illegible] ڈھک کر رکھی جائے۔ کوڑا کرکٹ جو گھر میں نکلتا ہے اس کو بھی کھلا نہ [illegible] گھر کے کوڑے کو روزانہ پھینک دیں، ساتھ ہی گھر کی صفائی کی دیکھ بھال کا خیال بھی رکھنا چاہئے۔ دروازوں اور کھڑکیوں پر جالیاں [illegible] دینی چاہئیں۔

انکو مارنے کا قدرتی طریقہ کچھ کیڑوں کے لئے بہت کامیاب ہو سکتا ہے [illegible] ان کو زیادہ گرمی میں کھلا رکھ کر مارنا ہوتا ہے۔ کتابیں، کپڑے اور [illegible] دوسری چیزیں جن میں کیڑے لگ گئے ہوں کسی دھوپ والے دن دھوپ میں کھول کر رکھ دیں۔

مارنے کا کیمیاوی طریقہ

بہت سی کیمیاوی ادویات کو جو کیڑے مکوڑوں کو مارنے میں کام آ سکتی [illegible] مارنے والے پاؤڈر کی قسم میں رکھا جا سکتا ہے۔ ان میں دوسرے [illegible] نمبر

والے زہر اور دھوئیں وار مادے بھی شامل ہیں جو جلدی بھاپ بن جاتے [illegible] مادوں کی مہک کیڑوں کو اتنی ناگوار ہوتی ہے کہ وہ ایسے مادوں کے پاس سے ہٹ جاتے ہیں۔ نیفتھیلین، کافور، سائٹرونیلا کا تیل [illegible] کا تیل [illegible] کیڑوں کو بھگانے والی خاص چیزیں ہیں۔ کچھ زہر اور ہیں جو کیڑوں کے کھانوں میں [illegible] دئیے جاتے ہیں اس سے اسی وقت فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جب یہ معلوم کر لیں کہ کیڑا کس خاص قسم کے کھانوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کچھ زہر زیادہ تر [illegible] زہریلے قطروں کی شکل میں استعمال ہوتے ہیں۔ فارمیلین (فارمیلڈی ہائڈ) پائرتھرم پوڈر اور پیرافین کے بنے ہوئے زہر، کریوسوٹ اور ٹرپینٹائن [illegible] قسم کے زہر ہیں۔ تیسرا کیمیاوی زہر دھوئیں دار یا سانس والا زہر ہوتا ہے۔ یہ اگر پھیپھڑوں میں زیادہ مقدار میں پہنچ جائیں تو انسان کے لئے بھی نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں اس لئے ان کا استعمال محدود ہونا چاہئے۔ یہ ان مقامات پر استعمال کرنے کے لئے مناسب ہیں جو چوبیس گھنٹوں کے لئے پوری طرح بند رکھے جا سکیں۔ سلفر (جلتا ہوا)، ہائیڈروکو سیانک ایسڈ گیس، کاربن بائی سلفائڈ اور کاربن ٹیٹرا کلورائڈ جیسے دھوئیں دار مادے عام طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

خاص خاص کیڑوں کے مارنے کی ترکیبیں

زیادہ عام اور تکلیف دہ کیڑوں میں کھٹمل، خون چوسنے والے کیڑے، کتابی کیڑے، جھینگر، چیونٹیاں، دیمک، گھر کی مکھی اور مکڑی ہیں۔ چونکہ ان میں سے ہر ایک کی عادتیں، طریق زندگی اور ان کو مارنے کے طریقے مختلف ہیں اس لئے ہر ایک کیڑے کا مفصل حال ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

کھٹمل۔ یہ میز، کرسیوں یا گھر کے لکڑی وار دراڑوں میں رہتا اور پیدا ہوتا ہے۔ خون ہی اس کی خوراک ہے اور انسان کا خون اسے زیادہ مرغوب ہے۔

کھٹمل کے رہنے کی تمام جگہوں کی خوب صفائی کرنی چاہئے۔ چارپائیوں کو دھوپ میں ڈال دینا چاہئے یا کھولتے ہوئے پانی کو ان کے جوڑوں میں ڈالنا چاہئے۔ پانی میں اگر کچھ مٹی کا تیل ملا لیا جائے تو گرم کرنے کی ضرورت نہیں۔ دھوئیں دار مادوں سے بھی کھٹمل بھاگ جاتے ہیں۔

خون چوسنے والے کیڑے۔ یہ بے پر کے چھوٹے چھوٹے کیڑے ہوتے ہیں جو جانوروں کے بالوں اور چڑیوں کے [illegible] میں رہتے ہیں۔ ان کے منہ کے حصے جو چھیدنے اور چوسنے کے لئے موزوں ہوتے ہیں [illegible] میں گھس جاتے ہیں۔ یہ صرف خون پیتے ہیں۔ انسانوں [illegible] [illegible] سروں میں جوئیں اکثر ہوتی ہیں۔ ان سے [illegible] [illegible] جاتے ہیں۔

انسان کو جوؤں اور کیڑوں کی صفائی پر خاص توجہ دینی چاہئے [illegible] کے [illegible] رکنے کا طریقہ [illegible] کم تعداد میں ہوتے [illegible] سے [illegible] [illegible] ان کو صاف کرنا ہی [illegible] ہوگا۔

کتابوں میں ہونیوالے سفید چھوٹے چھوٹے مچھلی کی شکل کے کیڑے - یہ ایک چھوٹا بے پر کا کیڑا ہے جس کے چھلکے اور جسم میں چاندی کے نشان ہوتے ہیں جن سے یہ چمکنے لگتا ہے - یہ دن کی روشنی سے نفرت کرتا ہے اور اندھیرے میں رہنا پسند کرتا ہے - یہ آسانی کے ساتھ تصویروں کے چوکھٹوں کے پیچھے - کتابوں کے اندر اور گھر کی اندھیری درازوں میں دیکھا جا سکتا ہے - کیونکہ یہ کوئی بھی لیئی دار یا میٹھی چیز کھا لیتا ہے اسلئے یہ کیڑا کتابوں کی جلد، لیبلوں کا گوند اور روغنی تصویروں کے چوکھٹے کو پھاڑ کر کھا جاتا ہے - انکی بارھ کو روکنے کے لئے الماریوں اور خانوں کی --- جہاں کتابیں، کاغذ وغیرہ رکھے جاتے ہیں --- صفائی اور جھاڑ پونچھ ضروری ہے - کلف دار کپڑوں کو اکثر ہوا میں رکھنا چاہئے - اگر اتفاق سے کوئی میٹھی چیز یا شربت وغیرہ کپڑے پر گر پڑے تو انکو اتارنے سے پہلے دھو ڈالنا چاہئے چونکہ یہ کیڑا گرم جگہیں پسند کرتا ہے اسلئے یہ بہتر ہوگا کہ کلفدار کپڑے کسی ٹھنڈی جگہ میں رکھے جائیں - گھر کی لکڑی کے سامانوں کی درزیں بند کر رکھنی چاہئیں - نیپتھولین کی گولیاں کیڑوں کو بھگاتی ہیں - اس کیڑے کو برباد کرنے کے لئے اسکی لیئی کی پسندیدگی سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے - آٹے کے سو حصوں میں سوڈیم فلورائڈ کے ۱۲ حصے ملا دو اور اتنا پانی ڈالو کہ لیئی بن جائے - چکنے دار الماری کے چھوٹے ٹکڑوں کے ایک طرف یہ لیئی چپکا دو - انکو سلنڈروں میں رول کر دو - سلنڈروں میں اندر کی طرف لیئی لگی ہونی چاہئے - اسکے بعد انھیں ان حصوں میں چھوڑ دو جہاں کیڑے زیادہ ہوں -

گبریلا - ہر آدمی گبریلے اور اسکی کارگزاری سے واقف ہے اسکے کھانے کی مقدار کی کوئی حد نہیں لیکن وہ مقدار جسے یہ خراب کرتا ہے اور جس میں بیماری کے جراثیم پیدا کرتا ہے - بہت خوفناک ہے - یہ جہاں بھی جاتا ہے مچھلی کی سی بدبو چھوڑ جاتا ہے - اکثر یہ کھانے میں، جسے یہ کھاتا ہے، پاخانہ بھی کر دیتا ہے اسلئے کھانا ڈھکا رہنا چاہئے اور باورچی خانہ صاف رکھنا چاہئے - اگر پوڈر دار نیپتھلین فرش پر چھڑک دیا جائے تو گبریلے فوراً وہاں سے بھاگ جائیں گے -

گھریلو بوٹ - یہ کیڑا کچھ کچھ گبریلے سے ملتا جلتا ہے - ان میں فرق یہی ہے کہ بوٹ کے پیر بھدے اور ٹنگڑیاں لمبی ہوتی ہیں - یہ زیادہ نقصان دہ نہیں ہوتا اگرچہ کپڑوں کو کچھ نقصان ضرور پہنچاتا ہے -

بوٹ اپنی بھدی اور طویل چیں چیں سے ہم کو پریشان کرتا ہے - اسی آواز سے نر بوٹ اپنی مادہ کو مخاطب کرتا ہے - عموماً یہ گھروں پر سردیوں کے موسم میں حملہ کرتا ہے اور درختوں میں ادھ کھلے صندوقوں میں اور اکثر تصویروں کے چوکھٹے کے پیچھے رہتا ہے -

اس کیڑے کے انسداد کے بہت سے ذرائع ہیں - اسکو آٹے کی ایسی لیئی سے مارا جا سکتا ہے جس میں سوڈیم فلورائڈ ملا دیا گیا ہو یہی الماریوں پر رکھدی جاتی ہے جہاں یہ کیڑا رہتا ہے - یہ کیڑا میٹھے کو پسند کرتا ہے اسلئے ایک گہرے چوڑے منہ کی بوتل یا کوئی دوسرا لمبا اور بڑا برتن میٹھے سرکے سے بھر کر وہاں رکھدیا جاتا ہے جہاں بوٹ رہتے ہیں - یہ کیڑے اسکی بو سے اسکی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور سرکہ حاصل کرنے کی کوشش میں اس میں گر پڑتے اور ڈوب جاتے ہیں۔

چیونٹیاں - یہ ننھی سی جان اپنی محنت پسندی اور جفاکشی اور سخت کوششوں سے بنائے ہوئے اپنے گھروں کے لئے مشہور ہے - ان کی دو قسمیں ہیں چھوٹی لال اور کالی چیونٹیاں - موخر الذکر اپنے کھانے کی --- خاص طور پر میٹھی چیزوں کی --- تلاش میں گھروں پر حملہ کرتی ہیں - انکی فطرت زیادہ نقصان دہ کیڑوں کی سی ہے کیونکہ یہ مربے اور شہد میں چپک جاتی ہیں دودھ میں ڈوب جاتی ہیں یا چینی کے برتن میں رینگتی رہتی ہیں -

اگر گھر میں انکے داخل ہونے کی جگہ تلاش کی جائے تو عموماً بہت چھوٹے بلوں میں سے انکی فوج نکلتی ہوئی نظر آئیگی) اور شربت میں بھیگا ہوا کپڑے کا ایک چھوٹا ٹکڑا اسکے منہ پر ڈال دیا جائے تو چیونٹیاں اس پر آتی ہی رہینگی حتیٰ کہ پیڑا چیونٹیوں سے بھر جائیگا - جب کپڑا بھر جائے تو اسے ابلتے ہوئے پانی میں ڈال دینا چاہئے اور بار بار یہ عمل کرتے رہنا چاہئے -

انکو مارنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انکے بلوں کا پتہ لگانا چاہئے اور اسکو انکے ساتھ ساتھ آگ لگا کر برباد کر دینا چاہئے - لیکن اکثر ان کے بل کا تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے - اس صورت میں زہر دینا چاہئے - سوڈیم آرسینیٹ کے ۴/۱ گریمس سوڈیم کا بونیٹ کے تقریباً ۲ گریمس اور چینی کے ۱۵۰ گریمس ملانے سے چیونٹیوں کے لئے ایک تیز زہر تیار ہو سکتا ہے - اس میں ۱۹۹ مکعب سینٹی میٹر پانی ملا اچھی طرح گھول دو - اس طرح ایک قسم کا شربت تیار ہو جائیگا - شربت میں کچھ روئی بھگو کر ایک چھچھلی طشتری میں رکھدو - ایسی جگہوں سے دور جہاں بچے اور دوسرے پالتو جانور اسے چاٹ سکیں - چیونٹیاں اس میٹھی چیز کو کھائینگی تو ان میں زہر پیدا ہو جائیگا -

دیمک - ان کیڑوں کی زندگی بھی چیونٹیوں کی سی ہوتی ہے اور یہ اکٹھا رہتے ہیں یہ اپنے بنائے گھروں میں رہتے ہیں جو کئی حصوں میں تقسیم رہتا ہے - مثلاً رانی، سپاہی اور مزدور - یہ عادتاً زمین کے نیچے رہتی ہیں - انکی خاص خوراک پودوں کا لکڑی دار مادہ ہے اسلئے مالی اعتبار سے کافی اہمیت رکھتی ہیں کچھ تو اسلئے کہ یہ مفید کیڑے کٹی ہوئی فصل کی زمین کی بچی ہوئی جڑیں باہر نکال دیتے ہیں ساتھ ہی یہ کیڑے گھر میں کتابیں، میز کرسیاں وغیرہ کھانا پسند کرتے ہیں

۴

انکے انسداد کی بہترین ترکیب یہ ہے کہ انکو انکی خوراک نہ دی جائے۔ تمام ردّی کاغذ جلا دینے چاہئیں یا کھاد کے ڈھیر میں ڈال دینے چاہئیں۔ ردّی کاغذوں یا کپڑوں کا گھر میں بہت عرصے تک ڈھیر نہ لگائے رہو۔ فرش اور دیوار کی الماریوں کی درزیں سیمنٹ سے بند کروا دینی چاہئے۔ اکثر صفائی کیجئے اور مٹی کا تیل وکریوسوٹ جیسی کیڑوں کو بھگانے والی چیزوں کو کیڑوں والی جگہوں پر لگانے سے دیمکیں بھاگ جاتی ہیں۔ اگر یہ فرش پر یا دیوار کے سوراخوں میں سے نکلیں تو سوراخوں میں کچھ پیرس گرین یا آرسینک پوڈر چھڑک دینے سے وہ بالکل مر جائیں گی۔

گھر کی مکھی۔ ہم گھر کے کیڑوں میں مکھی کو عموماً پہلا درجہ دیتے ہیں۔ بہت نقصان دہ ہونے کے علاوہ مکھیاں ہیضہ، میعادی بخار اور پیچش بھی پھیلاتی ہیں۔ یہ ہمارے گھروں میں زیادہ تر کھانے کی چیزوں پر حملہ کرتی ہیں اسلئے انکو گھروں پر حملہ کرنے سے روکنے کے لئے کوشش کرنی چاہئے کیونکہ انکو روکنے کا یہی ایک علاج ہے۔

مکھی انڈے دینے کے لئے گندی جگہوں میں جاتی ہے اور اپنے جسم و پیروں میں گندگی بھر لیتی ہے۔ اس گندگی میں عام طور پر بیماریوں کے جراثیم ہوتے ہیں۔ پھر بعد میں جب یہ ہمارے کھانے کی چیزوں پر رینگتی ہے تو گندگی اُن میں بھی لگ جاتی ہے۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ مکھی اپنا زیادہ تر وقت گندی جگہ تک جانے اور پھر لوٹ کر کھانے تک آنے جانے میں لگاتی ہے۔ مکھی جب ہمارے کھانے پر رینگتی ہے تو یہ اس پر نہ صرف گندگی ہی ڈالتی ہے بلکہ اگر مکھی انسان کی بیماری کے جراثیم بھرے پاخانے کو کھاتی ہے تو ہمارے کھانے پر اُسے بھی گرا دیتی ہے۔ مکھی دن بھر کچھ نہ کچھ ضرور کرتی رہتی ہے لیکن رات میں چھپ رہتی ہے۔

انکو روکنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انکو بڑھنے کا موقع نہ دیا جائے۔ گھر کا کوڑا کرکٹ سڑی ہوئی ترکاری، گوبر کا ڈھیر وغیرہ گھر کی مکھی کے پیدا ہونے کی خاص جگہیں ہیں اسلئے سب چھلکے اور خراب کھانے وغیرہ کو گھر سے دور پھینک دینا چاہئے۔ زیادہ دیر تک کوئی چیز بھی خراب حالت میں ایک جگہ نہ پڑی رہنے پائے۔ اسکو باقاعدہ پھینک دیں یا جلا دیں اسی طرح انسانی پاخانے کو بھی کھلا کبھی نہ چھوڑیں ورنہ اُس پر مکھیاں جا بیٹھیں گی۔

ان کے پیدا ہونے کی روک تھام کے علاوہ حتی الامکان انکو اُڑا دینا چاہئے جہاں تک ممکن ہو مکھیوں کو گھر سے دور رکھنا چاہئے۔ مکھی پکڑنے کے کاغذ اور جال انھیں پھنسانے کے دوسرے ذریعے ہیں۔ یہ کاغذ خریدے یا گھر پر بنائے جا سکتے ہیں۔ ریندی کا تیل ۵ حصہ اور ۸ حصہ ریسن کو گرم کرتے رہو حتیٰ کہ ریسن گل جائے گرم مرکب کاغذ کے تختوں پر لگا دو۔ انھیں گھر میں کئی جگہ لگا دو۔

مکھیاں اس پر آکر بیٹھیں گی اور مر جائینگی۔ مکھی پکڑنے کے جال کو بنانے میں فارملین استعمال کی جاتی ہے۔ ایک ایسا محلول بناؤ جس میں ۶ حصہ فارملیلین (۴۰ فیصدی) ۳ حصہ چینی ۵۰ حصہ [illegible] پانی اور ۴۱ حصہ پانی ہو۔ ایک بڑے برتن میں اس محلول کو تقریباً اوپر تک بھر دیں پھر اسے کسی سوختے سے ڈھک دیں اس سوختے میں سے دو چٹیں محلول کے اندر پہونچتی رہیں اور اسکو گیلا رکھیں۔ مکھیاں اسکی طرف فی الفور متوجہ ہو جائینگی۔ وہ سوختے سے کچھ چوسیں گی اور زہر ان کے اندر سرایت کر جائے گا لیکن وہ برتن میں گرنے سے بچ جائینگی مری ہوئی مکھیوں کو جو آس پاس گر پڑیں، جلا دیا جائے۔

مکڑی۔ یہ انسان کو اسکے کھانے یا سامان کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتیں لیکن ان کا ڈھیلا گندہ جالا — جو دیوار کے کونوں میں لگا رہتا ہے۔ اگر چھیڑا نہ جائے تو دیکھنے میں بہت بُرا لگتا ہے اور اس میں جلد جلد صفائی کرنے کی ضرورت ہو جاتی ہے۔ مکڑی کی زندگی کے حالات بہت دلچسپ ہیں۔ مادہ مکڑی ایک جالا بنتی ہے اور نر اسکے پیچھے رہتی ہے۔ نر مکڑی جالے میں داخل ہوتا ہے اور اختلاط کے بعد مادہ اُسے کھا جاتی ہے بعد میں وہ انڈے دیتی ہے اور انھیں اپنے رہنے کی جگہ پر چھوڑ کر ایک دوسرا گھر بنانے کے لئے کہیں اور چلی جاتی ہے۔ انڈوں کے پھوٹنے پر بہت سی چھوٹی چھوٹی مکڑیاں نکل آتی ہیں جو پوری طرح بڑھنے کی حالت تک ان مکوڑوں کو کھاتی ہیں جو جالے میں پھنس جاتے ہیں۔ پھر یہ جال کو چھوڑ دیتی ہیں اور ہر ایک مادہ اپنے لئے ایک نیا جالا بنتی ہے۔

مادہ کے انڈے دینے سے پہلے ہی سارے جالے برباد کر دینے چاہئیں۔ جالے برباد کرنے کے ساتھ ساتھ ساری مکڑیاں بھی مار ڈالی جائیں۔ فرش پر گرتے ہی وہ آسانی سے بھاگ جاتی ہیں۔ جالے کو چھوتے ہی وہ کسی چیز کے پیچھے چھپ جاتی ہیں۔ اگر کوئی جالا توڑتا رہے اور دوسرا آدمی فرش پر دیکھتا رہے تو مکڑیاں چھپنے کے پہلے ہی ماری جا سکتی ہیں۔



ہمارے جانور



بلیک کوارٹر یا گھٹیا

ری کی قسم۔ یہ ایک خاص اُڑ کر لگنے والی بیماری ہے جس کی پہچان یہ ہے کہ کسی جگہ بدن میں بادی کی سوجن ہوتی ہے
یہ سوجن گردن یا کندھے یا پیٹھ یا کمر یا ران پر ہو سکتی ہے۔ یہ بیماری
کم عمر کے جانوروں کو یعنی تین مہینے سے لیکر چار سال تک کے جانوروں
کو ہوا کرتی ہے۔ مگر یہ نہیں ہے کہ اس سے زیادہ عمر کے جانوروں کو بالکل
نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ یہ بیماری موٹے تازے جانوروں کو بہ نسبت دُبلے کمزور
جانوروں کے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ یہ مویشی اور بھیڑ بکری کی بیماری ہے لیکن
مویشی کو سب سے زیادہ ہوا کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ کبھی کبھی گھوڑوں کو بھی
بیماری ہوتی ہے۔ دوسرے گھریلو جانوروں اور آدمیوں کو یہ بیماری
نہیں ہوا کرتی ہے۔ یہ بیماری اکثر بعضی چراگاہوں میں ہوتی ہے اور ایک
جگہ اور ایک ہی موسم میں برابر ہر سال ظاہر ہوتی ہے۔ یہ بیماری اکثر
ترائی کی زمین میں ہوا کرتی ہے۔ جب یہ بیماری کسی جانور کو ایک
بار ہو جاتی ہے تو پھر دوسری بار اس جانور کو کبھی نہیں ہوتی ہے۔

ری کا سبب۔ اس بیماری کا سبب ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ اس
بیماری کا کیڑا جو بہت چھوٹا ہوتا ہے اور بغیر
خوردبین کے نظر نہیں آسکتا ہے کھال میں ہو کر بدن کے ریشوں میں پہونچ
جاتا ہے۔ غالباً قریب قریب ہر صورت میں وہ منہ یا ٹانگ کے کسی
چھوٹے سے زخم یا خراش کے راستے بدن میں پہونچتا ہے
یہ بدن کے ریشوں میں بڑھنے والا کیڑا ہوتا ہے اور بدن کے گوشت
میں اس کا اثر پہنچتا ہے۔ اور ا نتھریکس کی بیماری کے کیڑے کے خلاف
ناخون میں زیادہ نہیں ملتا۔

وہ مدت جس میں بیماری کا اثر پہنچنے کے بعد جانور میں بیماری
ظاہر ہوتی ہے۔ اس بیماری میں وہ مدت جس میں بیماری کا اثر
پہنچنے کے بعد بیماری ظاہر ہوتی ہے۔ اوسط درجہ دو دن ہے۔

بیماری کی علامتیں یعنی پہچان کی باتیں۔ بلیک کوارٹر کی بیماری
شروع ہو کر بہت جلد
آخیر درجہ تک پہونچ جاتی ہے اور جانور اکثر ایک سے لیکر تین دن تک
میں مر جاتا ہے۔ اس بیماری کی پہچانیں دو قسم کی ہے ایک وہ جو
بدن کے کسی خاص حصہ میں معلوم ہوتی ہیں اور دوسری عام قسم کی
پہلی پہچان جو بدن کے کسی خاص حصہ میں ظاہر ہوتی ہے یہ ہے کہ جانور
اکثر لنگ کرنے لگتا ہے۔ اور اس کے بعد ایک یا کئی جگہ سوجن معلوم
ہوتی ہے۔ سوجن اکثر ران کے اوپر کے حصوں پر اور گردن اور شانوں
اور سینہ کے نیچے کے حصہ اور کمر اور پیٹھ پر ہوتی ہے کبھی کبھی سوجن
منہ میں یا گلے میں ہوتی ہے۔ کبھی ایک ہی جگہ سوجن ہوتی ہے اور
کبھی کئی جگہ اور کبھی کئی جگہ کی سوجن مل کر ایک ہو جاتی ہے۔ سوجن پہلے
بہت تھوڑی سی جگہ میں ہوتی ہے اور اس میں درد ہوتا ہے مگر وہ
بہت جلد بڑھ جاتی ہے اور آٹھ گھنٹے کے عرصہ میں بڑھ کر بہت ہی
زیادہ ہو سکتی ہے۔ اس سوجن کو دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ وہ انگلی سے
دبانے سے اس طرح چٹکتی چرچراتی ہے کہ اس میں ہوا بھری ہوئی
ہے (جیسے کہ بادی کی سوجن ہوتی ہے) اس حالت میں اس میں بالکل
درد نہیں ہوتا ہے اور چھونے سے ٹھنڈی معلوم ہوتی ہے خاصکر
بیچ کے حصہ میں ٹھنڈی ہوتی ہے وہ رنگ میں بہت کالی ہوتی ہے
اور کبھی اس میں سڑن کی علامتیں پائی جاتی ہیں اگر اس سوجن میں
نشتر دیا جاتا ہے تو اس میں سے بہت سا ہوا کی طرح کا مواد نکل کر
اُڑتا ہے اور گہرے کالے رنگ کا پانی جس میں کھٹی بو آتی ہے نکلتا
ہے۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے میں کہیں سوجن نہ ہو ایسی حالت
میں سوجن بدن کے اندر ہوتی ہے اور بیماری کا پہچاننا مشکل ہوتا
ہے بڑی بڑی عام پہچانیں یہ ہیں کہ جانور سست معلوم ہوتا ہے
اور گلہ سے الگ ہو جاتا ہے اور اس کا بدن کانپتا ہے اور بہت گرم

ہوتا ہے اور جانور سانس جلدی جلدی لیتا ہے جب سوجن بڑھ جاتی ہے تو عام پھیپھڑیں زیادہ ظاہر ہونے لگتی ہیں اور جانور کراہتا ہے اور اس کے پیٹ میں قولنج کا سا درد ہوتا ہے۔ اس کو سانس لینے میں مشکل ہوتی ہے اور سارا بدن سوائے سوجن کی جگہ کے گرم ہوتا ہے اور کمزوری بڑھ جاتی ہے اور جانور زمین پر گر جاتا ہے اور اس کا بدن اینٹھنے لگتا ہے اور اسی حالت میں مر جاتا ہے بعض صورتوں میں عام پھیپھڑیاں پہلے ظاہر ہوتی ہیں اور بعض صورتوں میں سوجن پہلے معلوم ہوتی ہے۔

اس بیماری سے بعض جانور اچھے ہو جاتے ہیں اور ان صورتوں میں پورا آرام قریب چھ دن میں ہوتا ہے جتنے جانوروں کو یہ بیماری ہوتی ہے ان میں فی سیکڑہ نوے سے لے کر سو تک مر جاتے ہیں۔

وہ علامتیں جو جانور کے جسم میں مرنے کے بعد ظاہر ہوتی ہیں

سوجن کی پہچان پہلے بیان ہو چکی ہے۔ گلٹی کے چیرنے سے اس کے نیچے کا گوشت بھورے رنگ یا کالے رنگ کا نکلتا ہے یہ گلٹیاں بہت سڑی ہوئی اور دیکھنے میں تر معلوم ہوتی ہیں اور اگر دبائی جائیں تو ان میں سے بہت سخت سڑی بدبو نکلتی ہے جس کی نسبت کہا گیا ہے کہ سڑے ہوئے مکھن کی بدبو سے ملتی ہوئی ہوتی ہے۔ سوجن کے آس پاس جو گلٹیاں ہوتی ہیں وہ بڑھ جاتی ہیں اور ان میں خون بھرا ہوتا ہے۔ جسم کے بھیتر کے عضووں میں کوئی بات خاص نہیں ظاہر ہوتی سب عضووں میں اکثر خون نکلا ہوا ہوتا ہے اور کبھی کبھی آنتوں کے اندر کے مواد میں خون ملا ہوا ہوتا ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ تلی اور خون کی حالت معمولی ہوتی ہے۔

بیماری کی پہچان

اس بیماری میں ہیموریجک سپٹیسیمیا اور انتھریکس کا دھوکا ہو سکتا ہے مگر بلیک کوارٹر کی بیماری میں سوجن خاص قسم کی ہوتی ہے یعنی چھونے سے ٹھنڈی معلوم ہوتی ہے۔ اگر جانور کی لاش چیری جائے تو تلی اور خون کی حالت معمولی پائی جائے گی مگر جیسا کہ پچھلے باب میں بیان ہوا انتھریکس کی بیماری میں خون اور تلی کی حالت اکثر خاص طرح کی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر لوگ بیکٹریالوجی یعنی نہایت چھوٹے کیڑوں اور پودوں کے علم کی ترکیبوں سے ان بیماریوں کا فرق آسانی سے پہچان سکتے ہیں۔

اگر بیماری کی شروع میں ہی خبر ہو جائے اور مویشی کو نگلنے میں دشواری نہ ہو تو تیز جلاب دینا چاہئے۔

لاہوری نمک یا ایپسم سالٹ یعنی جلاب کا نمک	½	چھٹانک
صبر	¼	"
سونٹھ	¼	"
شیرا	۴	"

یہ سب چیزیں سوا سیر گرم پانی میں ملائی جائیں اور نیم گرم پلائی جائیں۔

یہ پوری عمر کے بیل یا بھینس کے لئے ہے۔ چھوٹے جانوروں کے لئے اس مقدار کا نصف دیا جائے اور پوری عمر کی بھیڑوں کو اس کا چھٹا حصہ دیا جائے۔

پینے کے لئے سڑن روکنے والی دوائیں دینی چاہئیں مثلاً ایک اونس (نصف چھٹانک) فینائل ڈھائی سیر پانی میں ڈال کر بعض صورتوں میں اس علاج سے فائدہ ہوتے دیکھا گیا ہے۔ گلے میں اور جگہ جو سوجن ہوتی ہے اس کا علاج اکثر اس طرح کیا جاتا ہے کہ گرم دہکتے ہوئے لوہے سے اس پر لکیر بنا دیتے ہیں۔ یہ خیال رکھنا چاہئے کہ دہکتے ہوئے لوہے سے بہت گہرا نہ داغیں ورنہ زخم میں پیپ پڑ جانے کا اندیشہ ہے منہ کے اندر سے بار بار دوا کے پانی سے دھو ڈالنا چاہئے۔ اس پانی کی ترکیب یہ ہے کہ سوا تولہ پھٹکری دس چھٹانک پانی میں ملا دی جائے۔

آدھ آدھ گھنٹے کے بعد نیم گرم پانی کا عمل دیا جا سکتا ہے جانور کو پینے کے لئے پتلی مانڈ کچھ نمک ڈال کر دینا چاہئے اور مانڈ کے ساتھ طاقت بخش دوا بھی دینی چاہئے جس کے بنانے کی یہ ترکیب ہے۔

دیسی شراب ۲ چھٹانک، سونٹھ آدھ چھٹانک، پسی ہوئی سیاہ مرچ ¼ چھٹانک، پانی سوا سیر ان سب کو مل کر لیں۔

دوا دینے میں بہت احتیاط برتنی چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ جانور کی سانس رک جائے کیونکہ جانور کو نگلنے میں اکثر دقت ہوتی ہے۔

جانور کے سانس گھٹ کر مر جانے کا اندیشہ ہونے کی صورت میں ڈاکٹر مویشی کے گلے کے بیچ کے نرخرے میں اسلئے سوراخ کر دیتا ہے کہ جانور سانس لے سکے اور اس طرح اکثر جانور بچ جاتا ہے۔

بیماری کی روک تھام

یہ معلوم ہوا ہے کہ بعض چرنے کی جگہوں میں بعض موسموں میں چرنے سے یہ بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ جہاں یہ معلوم ہو جائے وہاں ان موسموں میں جانوروں کو نہ چرنے دیں۔

جن علاقوں میں یہ بیماری وبائی شکل میں پھیلتی ہو اس میں بارش شروع ہونے کے قبل مویشیوں کو اس بیماری کا ٹیکہ لگوا دیں۔ ٹیکہ لگ جانے سے دو ماہ تک جانور اس سے محفوظ رہتا ہے۔ اگر ضرورت ہو تو دو ماہ کے بعد پھر ٹیکہ لگوا لیں تاکہ بارش کا موسم جس میں اس بیماری کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے گزر جائے۔

اس بیماری کی وبا شروع ہونے پر تندرست جانوروں کو سیرم کا ٹیکہ لگوانا چاہئے اور وہی احتیاطیں برتنی چاہئیں جو دوسری چھوت والی بیماریوں میں برتی جاتی ہیں۔

(مرسلہ سول ویٹرنری ڈپارٹمنٹ یو۔پی۔)

فوجیوں کے لئے رعائتیں

صوبہ کے جو لوگ بری، بحری اور ہوائی فوج میں کام کر رہے ہیں اُن افراد اور اُن کے کنبہ والوں کے لئے حکومت صوبہ جات متحدہ نے وقتاً فوقتاً مختلف رعایتوں کا اعلان کیا ہے۔ حکومت کی طرف سے ہونے والے یہ اعلانات فوجیوں اور اُن کے کنبہ والوں کی آئندہ زندگی میں یقیناً اہم اور مفید ثابت ہوں گے ان رعایتوں میں کھیتی کی زمین سے متعلق رعائتوں کے علاوہ اُن فوجیوں کے لئے جن کی جنگی خدمات تسلیم کی گئی ہوں۔ مختلف سرکاری ملازمتوں کو محفوظ یا ریزرو رکھنا۔ فوجیوں کے بچوں کے لئے تعلیم حاصل کرنے کی سہولتیں اور گاؤں سدھار کی متعدد اسکیمیں شامل ہیں۔ میڈیکل اور پبلک ہیلتھ سروس کے ملازموں کو خاص سہولتیں دی گئی ہیں تاکہ وہ فوج میں بھرتی ہو کر زمانۂ جنگ میں زخمی سپاہیو کی خدمت کر سکیں۔ حکومت کی اعلان کردہ رعائتوں کے علاوہ ملک اور ملک معظم کی خدمت میں میدان جنگ میں جان کی بازی لگانے والے سپاہیوں کے فائدے کا خیال رکھتے ہوئے اُن کی پوری دیکھ بھال کے لئے "یوپی سیلرس" سولجرس اینڈ ایرمین بورڈ" کے ماتحت صوبہ بھر میں متعدد ضلع سیلرس سولجرس اینڈ ایرمین بورڈ کام کر رہے ہیں۔

اس مضمون میں فوجیوں، اُن کے کنبے والوں اور اُنکے ساتھ رہنے والوں کے متعلق سرکاری اعلانات کی تفصیل درج ذیل ہے۔

آراضی کے متعلق رعائتیں

ہز اکسلنسی گورنر نے طے کیا ہے کہ اس صوبے کے رہنے والے ایسے فوجیوں کو جنھیں موجودہ جنگ میں اپنے بہادرانہ کارناموں کے صلے میں اعزاز عطا کئے گئے ہیں یا آئندہ کئے جائیں، مالگذاری کا کچھ حصہ بطور انعام دیا جائے۔ ان انعامات کے حاصل کرنے کا حق بحری، بری اور ہوائی تینوں فوجوں کے فوجیوں کو یکساں حاصل ہوگا۔ ان کی قسم حسب ذیل ہوگی اور یہ اُن خاص پنشنوں بھتے یا گریچوائٹی کے علاوہ دئے جائیں گے جو ان اعزازات کے ساتھ ملتے ہیں۔

اعزاز	انعام
وکٹوریہ کراس جارج کراس	۱۰۰۰ روپیہ سالانہ انعام مالگذاری میں سے
ڈی۔ایس۔او (بہادری کے لئے) آئی۔او۔ایم (درجہ اول یا دوئم) ملٹری کراس جارج میڈل ڈسٹنگوشڈ سروس کراس فلائنگ کراس	۵۰۰ روپیہ سالانہ مالگذاری میں سے

مندرجہ بالا انعامات (۱) فوجی اعزاز حاصل کرنے والے فوجی کو تازندگی یا اگر اس کی بیوہ ہو تو اُسے تازندگی یا دوسری شادی کرنے تک ملیں گے (۲) بیس سال تک۔ جو مدت بھی زیادہ ہو۔ اگر انعام حاصل کرنے والا اُس کی بیوہ دونوں ہی مر جائیں یا ۲۰ سال ختم ہونے سے پہلے بیوہ دوسری شادی کر لے تو بقیہ مدت کے لئے پوری شرح پر اور انھیں شرائط کے ساتھ جو ابتدا میں انعام دئے جانے کے وقت عائد تھیں، انعام یافتہ کے قریبی وارث کو اس انعام کا دیا جانا جاری رکھا جائے گا۔ یہ انعام اس شکل میں بھی دئے جائیں گے جبکہ کسی فوجی کو مذکورہ بالا اعزازات میں سے کوئی اُس کی موت کے بعد دیا گیا ہو۔ ایسی حالت میں یہ انعام مرحوم فوجی کی بیوہ کو تازندگی ملتا رہیگا یا اُس کی دوسری شادی تک یا بیس سال تک جو مدت بھی زیادہ ہو اگر بیوہ بیس سال ختم ہونے کے پہلے ہی مر جائے یا دوسری شادی کر لے تو یہ انعام مدت کے خاص وقت کے لئے متوفی فوجی کے مرد وارثوں کو دیا جائے گا۔ اگر اعزاز پانے والے فوجی کی بیوہ نہ ہو تو یہ انعام متوفی فوجی کے مرد وارث کو ۲۰ سال تک دیا جائے گا۔ اگر وراثت کے بارے میں کوئی جھگڑا پیدا ہوگا تو اس بارے میں صوبہ حکومت کا فیصلہ آخری ہوگا۔

ہز ایکسلنسی نے یہ بھی فیصلہ کیا ہے کہ ایسے ہر ایک انعام پانے والے کو حضور گورنر کی مہر اور دستخط شدہ ایک سند بھی عطا کی جائے گی۔

فوجیوں کے لئے قانون قبضہ آراضی میں ترمیمیں

حکومت صوبہ متحدہ نے ملک معظم کی بری، بحری اور فضائی فوجوں میں کام کرنے والوں کے حقوق کاشتکاری کے تحفظ کے لئے ۱۹۳۹ء کے قانون قبضہ آراضی صوبہ متحدہ نمبر ۱۷ میں (۱) ۱۹۴۰ء کے ایکٹ ۱۰، (۲) ۱۹۴۱ء کے ایکٹ ۱۸ اور (۳) ۱۹۴۲ء کے ایکٹ ۴ کے ذریعہ تین ترمیمیں کی۔

ان ترمیموں سے پہلے ایکٹ مذکور کی دفعہ ۴۰ کے بموجب (۱) کوئی اسامی آگرہ میں یا ساقط الملکیت یا موروثی اسامی بقیہ صوبہ میں اپنی جوت یا اس کے کسی حصہ کو پانچ سال سے زیادہ مدت کے لئے شکمی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ یا اگر ایسی جوت کا کوئی بھی حصہ شکمی پر اٹھا ہو اس کے تین سال کے اندر اس جوت کو شکمی پر نہیں دے سکتا (۲) اسی طرح کوئی غیر دخیلکار اسامی اپنی کل جوت یا اُس کا کوئی بھی حصہ ایک سال سے زیادہ مدت کے لئے نہیں اٹھا سکتا تھا یا اگر ایسی جوت کا کوئی بھی حصہ شکمی پر اٹھا ہو تو اس کے ایک سال کے اندر اس کو شکمی پر نہیں دے سکتا تھا۔

(۱) ۱۹۴۰ء کے ترمیمی ایکٹ نمبر ۱۰ کے ذریعہ ان پابندیوں سے ملک معظم کی بری، بحری یا ہوائی فوج میں کام کرنے والوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ اب وہ دفعہ ۴۰ کی خلاف ورزی کے باوجود اپنی جوت

ں نہیں کئے جاسکیں گے۔ لیکن اس ترمیم کا فائدہ اُس جوت کو نہیں
۔ جس میں فوجی ملازم کسی دوسرے کاشتکار کا شریک ہے۔

(۲) ۱۹۴۳ء کے ترمیمی ایکٹ نمبر ۴ کے ذریعہ مشترکہ جوت کی صورت
میں ملک معظم کی بری، بحری یا ہوائی فوج میں کام کرنے والوں کو دفعہ
بندیوں سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ بشرطیکہ اُن میں سے کوئی شخص اپنی
ن ملازمت کی وجہ سے جوت پر کاشت نہ کر سکتا ہو۔ اس ترمیمی ایکٹ
مزید تحفظ یہ کیا گیا ہے کہ اگر ایکٹ قبضہ آراضی ۱۹۳۹ء کی دفعہ ۴۲
ماتحت فوجی سپاہی ایک سال سے زیادہ مدت والے یا سال بہ
ن شکمی پٹہ کی رجسٹری نہ کرا سکیں تو وہ دفعہ (۷) کے ماتحت بیدخل
ں کئے جا سکنے۔

(۳) ۱۹۴۲ء کے ترمیمی ایکٹ نمبر ۱۸ کے ذریعہ یہ قانون بنایا گیا
ر ملک معظم کی بری، بحری یا ہوائی فوج میں کام کرنے والوں میں سے جو
داران یا حق داران قبضہ مستقل یا مالکان ادنیٰ اپنی اس آراضی خود
ت کو جس کا محصول مخصص المقام ۲۵ روپیہ سالانہ سے زیادہ نہ
ی پر اُٹھا دیں تو اس آراضی پر آسامیان کو کسی قسم کا موروثی حق
شل نہ ہوگا۔ یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ خود کاشت کو شکمی پر اُٹھانے کی
سے فوجی ملازمین کے حقوق ایسی آراضی میں زائل نہ ہو جائیں۔

ودقرضے۔ حکومت صوبہ متحدہ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ سپاہیوں کے
نمائندوں کو آسان شرطوں پر تقاوی دی جائے۔ اگر کسی
ی کا نمائندہ اُس کی تحریری اجازت سے گذارہ کی رقم (فیملی الاٹمنٹ)
ب جزو قرضہ کی ضمانت میں دے دیگا تو وہ سو روپیہ یا ۴ مہینہ
گذارہ کی رقم جو بھی کم ہو اس کو بلا سود تقاوی کی حیثیت سے مل
ے گی۔ جس کی ادائیگی ضمانت میں دئے ہوئے گذارہ کی رقم سے
ں قسطوں میں ہوا کرے گی۔

ئداد کا تحفظ۔ ہر ضلع کے کلکٹر کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ بقایا
مالگذاری آراضی یا اسی کے متعلق قابل وصول
ں کی وصولی میں لڑنے والے سپاہیوں کی جائداد لڑائی کے
زمیں یا ان کے سمندر پار سے لوٹ آنے تک، جو زمانہ بھی زیادہ
قرقیت نہیں کی جائے گی۔

ن میں چھوٹ۔ اگر سرکاری علاقہ میں مستقل رہنے والا کوئی
کاشتکار فوج میں بھرتی ہو جائے تو ایک
ں تک کا بقایا لگان جو اس کے ذمہ ہوگا معاف کر دیا جائے گا
لڑائی کے زمانہ تک لگان میں ۱۵ فی صدی کی چھوٹ ملتی رہیگی
ے کاشتکاروں کو مکان بنانے کے لئے بلا نذرانہ زمین دیجائیگی۔
اگر کوئی کاشتکار اپنے بیٹے یا پوتے کو جس کا گذارہ اُسکی جوت
لڑائی پر بھیج دے گا تو جب تک اُس کا بیٹا یا پوتا فوج میں رہے گا
ے لگان میں ۲۵ فی صدی کی چھوٹ ملتی رہیگی۔

لگان کی معافی۔ اگر سرکاری علاقہ جات کا کوئی کاشتکار لڑائی میں
کام آجائے تو اس کی بیوہ کو زندگی بھر یا دوسرا
نکاح کرنے تک یا اُس کے لڑکے کے بالغ ہونے تک کل لگان کی معافی
ملے گی۔

اسی طرح اگر کوئی سپاہی فوجی کام میں ہمیشہ کے لئے ناکارہ ہو جائیگا
تو اُسے ساری عمر کے لئے اپنی جوت کے لگان سے معافی مل جائیگی۔

اگر لڑائی میں کام آجانے والے کسی کاشتکار کی جوت اُس کی
ماں کو ملے اور اس کا گذارہ صرف اسی جوت پر ہو تو اُسے بھی زندگی
بھر کے لئے اس جوت کے لگان سے معافی مل جائے گی۔

ان رعایتوں کے لئے یہ شرط ہے کہ لڑائی میں جانے سے
پہلے وہ کاشتکار سرکاری علاقہ کے کسی گاؤں کا رہنے والا ہو۔

بلا لگان زمین۔ مذکورہ بالا رعایتیں اُن ریاستوں کے کاشتکاروں
کو بھی حاصل ہوں گی جو کورٹ آف وارڈس کے
ماتحت ہیں۔ ان ریاستوں میں بھی لڑائی میں کام آجانے والے
کاشتکاروں کی بیوہ اور اُن کے وارثوں کو کاشت کے لئے بلا لگان
اور مکان بنانے کے لئے بلا نذرانہ زمینیں دیجائیں گی بعض ریاستوں
نے ملک معظم کی فوجوں میں بھرتی ہونے والے کاشتکاروں کو اُنکے
لگان میں ۳۳ ⅓ فی صدی چھوٹ دینا طے کیا ہے۔

عدالتی کارروائیوں میں سہولتیں

عدالتی سہولتیں۔ انڈین سولجرس (لیٹیگیشن) ایکٹ ۱۹۲۵ء میں
آرڈیننس ۴۲ ۱۹۴۲ء کے ذریعہ یہ ترمیم کی گئی ہے کہ

(۱) جو سپاہی میدان جنگ میں کام آجائیں گے ان کے وارثوں
کو دیوانی اور مال کے مقدمات میں وہی تحفظ حاصل رہیگا جو اب تک صرف
خاص حالات میں خدمات انجام دینے والے ہندوستانی سپاہیوں کو
حاصل تھا۔

(۲) اس آرڈیننس کی رو سے ان مقدمات کی کارروائی بھی ملتوی
کی جا سکتی ہے جن میں ہندوستانی سپاہی اگرچہ خود فریق نہ ہو مگر مقدمہ
سے اس کا اتنا تعلق ہو کہ اس کی عدم موجودگی سے اسکے مفاد کو نقصان
پہونچنے کا امکان پایا جائے۔

ان مراعات سے وہ سپاہی بھی فائدہ اُٹھائیں گے جو جنگی
قیدی ہیں یا رہ چکے ہیں۔ جو لوگ شاہی ہندوستانی بیڑہ میں ملازم
ہیں یا اس سے متعلق ہیں وہ بھی اس ایکٹ سے استفادہ حاصل کرنے
کے لئے ہندوستانی سپاہی سمجھے جائیں گے۔

اندراجات داخل خارج۔ بورڈ مال صوبہ متحدہ نے یہ حکم دیا ہے
کہ مال کی عدالتوں کو چاہئے کہ ایسے
اشخاص کو حاضر ہونے سے مستثنیٰ کر دیں جو بری و بحری یا ہوائی فوج

میں ملازم ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تصدیق کرنے والے افسر کو یہ اطمینان ہو کہ رجسٹری شدہ دستاویز کے مطابق ایسے اشخاص کو جائداد متعلقہ پر قبضہ مل گیا ہے۔

بلا فیس قانونی مشورہ۔ صوبہ کے قریب قریب ہر ضلع کے وکیلوں نے بری بحری اور ہوائی فوجوں کے ملازموں یا ان کے متعلقین کو جو اپنے گھر پر ہیں بلا فیس لئے ہوئے قانونی مشورہ دینے کے لئے کہا ہے۔ قانونی مشورہ کے لئے درخواستیں جہاں تک ماتحت عدالتوں کا تعلق ہے ڈسٹرکٹ سولجرز بورڈ ڈسٹرکٹ سیلرز بورڈ یا ڈسٹرکٹ ایرمین بورڈ کے پریذیڈنٹ متعلقہ یا حاکم ضلع متعلقہ کو پیش کرنا چاہئیں ہائی کورٹ الہ آباد یا چیف کورٹ لکھنؤ کی صورت میں ایسی درخواستیں ہائی کورٹ یا چیف کورٹ کے رجسٹرار کی خدمت میں پیش کرنا چاہئیں۔

بلا فیس نقلیں۔ اگر ڈسٹرکٹ سولجرز، ڈسٹرکٹ سیلرز یا ڈسٹرکٹ ایرمین بورڈ کی طرف سے کوئی ایسی درخواست موصول ہو جس میں ہندوستانی بری، بحری یا ہوائی فوج کے متوفی ملازم کے وارثان نے خاندانی پنشن دئے جانے کی تحقیقات کے سلسلہ میں عرضداشت کی ہو تو ان کو ان پیدائشی رجسٹروں سے منتخب حصوں کی نقلیں بلا فیس دی جائیں گی۔

کورٹ فیس میں تخفیف۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں صاحب گورنر نے کورٹ فیس میں تخفیف کر دی ہے:۔

(۱) اس فیس میں جو ایکٹ کورٹ فیس کے ضمیمہ ۱ کے آرٹیکل ۱۱ و ۱۲ او ضمیمہ ۲ کے آرٹیکل ۱ کی رو سے مندرجہ ذیل جائداد پر قابل تشخیص تھیں۔

(۱) کسی ایسے شخص کی جائداد پر جس پر (برٹش) نیول ڈسپلن ایکٹ۔ (برٹش) آرمی ایکٹ، (برٹش) ایئر فورس ایکٹ، انڈین آرمی ایکٹ ۱۹۱۱ء۔ (ایکٹ نمبر ۸ سنہ ۱۹۱۱ء) انڈین ایئر فورس ایکٹ ۱۹۳۲ء (ایکٹ نمبر ۱۴ ۱۹۳۲ء) انڈین نیوی ڈسپلن ایکٹ ۱۹۳۴ء کا اطلاق ہوتا ہو اور جو میدان جنگ کے فرائض یا ایسے فرائض کی انجام دہی میں مارا گیا ہو جو جنگی نوعیت رکھتے ہوں یا جن میں وہی خطرات ہوں جو میدان جنگ کے فرائض انجام دینے میں ہوتے ہیں یا زخموں کی وجہ سے یا حادثات پیش آنے کی وجہ سے یا میدان جنگ میں کسی مہلک مرض کے لگ جانے کی وجہ سے مر گیا ہو۔

کسی ایسے شخص کی جائداد پر جو ملک معظم کی سول یا فوجی ملازمت میں اور جو ایسے زخم آجانے کی وجہ سے مر گیا ہو جو ایسے وقت میں عمداً لگائے گئے ہوں جب کہ (۱) وہ واقعی سرکاری فرائض کی انجام دہی میں مصروف تھا یا (۲) اس کی موت سرکاری فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہونے کی وجہ سے ہوئی ہو۔

(i) جب کہ اس جائداد کی قیمت جس کی نسبت نقول مصدقہ وصیت نامہ پروانہ انصرام تولیت عطا کی گئی ہوں یا جسر تصریح ایکٹ وراثت ہند ۱۹۲۵ء کے حصہ ۱۰ کے ماتحت حاصل سرٹیفکٹ میں کی گئی ہو پچاس ہزار روپیہ سے زیادہ نہ ہو۔

(تو اس صورت میں) پوری کورٹ فیس جو ایسی جائداد قابل تشخیص ہوتی معاف کر دی گئی ہے۔

(ii) جبکہ رقم متنازعہ یا جائداد متنازعہ کی قیمت پچاس روپیہ سے زیادہ ہو (تو ایسی صورت میں) پہلے پچاس ہزار کی یا جائداد پر قابل تشخیص کورٹ فیس معاف کر دی گئی ہے۔

(iii) جبکہ جائداد اس طرح موت واقع ہو جانے کی وجہ ایک مرتبہ سے زیادہ منتقل ہوئی ہو تو ایسی صورت میں وہ کل کورٹ فیس معاف کر دی گئی ہے جو جائداد متنازعہ کے دوسری مرتبہ بعد کئی مرتبہ منتقل ہونے پر قابل تشخیص ہوتی۔ خواہ اس جائداد کی کچھ ہی ہو یا رقم متنازعہ کتنی ہی کثیر ہو۔

(iiii) اس فیس کی جملہ رقم جو فقرہ (i) و (ii) مذکورہ میں متذکرہ اشخاص کے حق میں جائداد کے داخل خارج کرانے درخواستوں کی بابت پر قابل وصولی تھی (معاف کر دی گئی ہے

(۲) اس فیس میں جو ضمیمہ اول کے آرٹیکل ۶-، ۷ و ۹ کے ان نقولوں کی بابت قابل وصول ہیں جو عدالت دیوانی یا عدالت فوجداری یا عدالت مال یا دیگر دفاتر سے ان اشخاص کے استعمال کرنے کے لئے ملتی ہیں جو ان کے لئے درخواستیں دیتے ہیں مگر شرط کہ اس فقرہ کے احکام کا اطلاق ان نقلوں پر نہ ہوگا جو کسی عدالت میں پیش کی گئی ہوں یا ہمراہ مسل نتھی کی گئی ہوں یا جن کے بارے (عدالت نے) اندراجات کرلئے ہوں یا جو کسی شخص کی طرف علاوہ فقرہ (۱) و (۲) میں متذکرہ اشخاص کے وارثان یا قائم مقامان کے کسی سرکاری افسر کے پاس پیش کی گئی ہوں۔

افسران کو ہدایت

فوجی سپاہیوں اور ان کے خاندان والوں کے حقوق محافظت کے خیال سے ماتحت افسران کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی فوجی سپاہی یا اس کے خاندان والوں کے خلاف کوئی کرنا چاہیں تو پہلے ڈسٹرکٹ سولجرز بورڈ یا ڈسٹرکٹ سیلرز بورڈ یا ڈسٹرکٹ ایرمین بورڈ کے متعلقہ پریذیڈنٹ کو مطلع کر دیں جو اس اطلاع کے بغیر کیا جائیگا وہ ناجائز متصور ہوگا۔

پڑتال کرنے والے افسروں (رجسٹرار، قانون گویان ان کے افسران بالا) کو یہ ہدایت دی گئی ہیں کہ جب بھی وہ پڑ

...نے کی غرض سے باہر جائیں وہ مذکورہ بالا ہدایات پر خاص طور پر دھیان ... ان ہدایات پر جنگ ختم ہونے کے ایک سال بعد تک عملدرآمد ہوتا رہیگا۔

...د پولیس ٹیکس سے استثنا۔ فوجی سپاہیوں کے خاندان والے پولیس ایکٹ ۱۸۶۱ء کی دفعہ ۱۵ کے ...ت زائد پولیس کا خرچ اٹھانے کے لئے جو ٹیکس لگایا جاتا ہے اس سے ...ثنیٰ کر دیئے گئے ہیں۔

...لحہ جات رکھنے کی آسانیاں۔ (۱) اگر کسی سپاہی کے پاس ذاتی اسلحہ ہو اور وہ اُسے سمندر جاتے وقت کسی ایسے عزیز یا دوست کے نام منتقل کرنا چاہے جسے ...سنس دینے والا افسر نا اہل نہ سمجھے تو وہ شخص مقررہ لیسنس فیس ...ے کر اس اسلحہ کو رکھ سکتا ہے۔

(۲) اگر وہ اسلحہ پستول یا ریوالور نہیں ہے تو سپاہی اُسے ...ی بھی ایسے عزیز یا دوست کے پاس چھوڑ سکتا ہے جسے لائسنس ...ینے والا افسر فارم نمبر ۱۴ میں لیسنس دیدے۔

(۳) اگر وہ اُسے مال خانہ میں جمع کر دے تو ایک سال کے بعد ...ن سرکار ضبط کرنے والے قانون کا اس پر اثر نہ پڑے گا اور سپاہی سمندر ...سے لوٹنے کے بعد اپنے لیسنس کی تجدید کرا سکتا ہے۔ ایسی صورت ...ں یہ سمجھا جائے گا کہ لیسنس کی میعاد ختم نہیں ہوئی۔

...امتحان ڈپلوما۔ فوج میں شریک ہو جانے کی وجہ سے جو طالبعلم سرکاری صنعتی اور حرفتی اداروں کے فائنل ...امتحانوں میں نہیں بیٹھ سکتے ہیں۔ ان کو لڑائی ختم ہونے پر پچھلے ریکارڈ ...کمانڈنگ افسر کی اچھی رپورٹ کے مطابق بلا امتحان ڈپلوما دیدیا ...جائے گا۔

...علاج معالجہ۔ صاحب گورنر نے یہ حکم دیا ہے کہ برطانوی اور ہندوستانی سپاہیوں کے (جو کہیں بھی جنگی فرائض ...انجام دے رہے ہوں) ان کے گھر والوں کا علاج جو عام طور پر صوبہ ...متحدہ کے رہنے والے ہوں سرکاری اور امدادی ہاسپتالوں نیز ...ڈسٹرکٹ بورڈ یا میونسپل بورڈ کے ہسپتالوں اور سرکاری شفاخانوں ...میں بلا فیس اور بلا دواؤں کی قیمت لئے ہوئے ہونا چاہئے بشرطیکہ ...ان اشخاص کے پاس ایک سرٹیفکٹ شناخت ہو جس کو مندرجہ ذیل ...افسران میں سے کسی افسر نے دیا ہو۔

(۱) اس ڈپو کے فوجی افسر نے جہاں سے کہ سپاہی بھرتی ہوا تھا۔

(۲) صوبجاتی حکومت کے کسی گزیٹیڈ افسر نے۔

(۳) کسی تحصیلدار یا نائب تحصیلدار نے۔

(۴) پولیس کے کسی افسر نے جو باعتبار عہدہ کم سے کم سب انسپکٹر ہو۔

(۵) کسی جج نے۔

(۶) ہندوستانی فوج کے کسی کمیشنڈ افسر نے جو ملازمت میں ہو یا ملازمت سے ریٹائر ہو چکا ہو۔

(۷) کسی آنریری مجسٹریٹ یا منصف نے۔

(۸) ڈسٹرکٹ سولجرز ڈسٹرکٹ سیلرز بورڈ یا ڈسٹرکٹ ایئرمین بورڈ کے سکرٹری نے یا تحصیل سولجرز یا تحصیل سیلرز یا تحصیل ایئرمین بورڈ کے آنریری سکریٹری نے یا ڈسٹرکٹ وار کمیٹی کے سکرٹری نے۔

مندرجہ بالا رعائتیں صرف دوران جنگ تک کے لئے ہیں اور ان کا تعلق کمیشنڈ افسران کے خاندان والوں سے نہیں ہے۔

یو۔پی جنگی فنڈ سے امداد

صوبہ متحدہ کے رہنے والے بری، بحری اور ہوائی فوج کے ہندوستانی سپاہیوں اور ان کے متعلقین کی امداد کے لئے جو اسکیم صاحب گورنر بہادر نے مرتب کی ہے اس کی رو سے جنگی مقاصد کے صوبجاتی فنڈ سے مندرجہ ذیل کو امداد دیجائے گی۔

(۱) بری، بحری اور ہوائی فوجوں کے ہندوستانی سپاہیوں کو جو ایسے امراض میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے علٰحدہ کر دیئے گئے ہوں جو انھیں ہندوستان میں لگ گئے ہوں اور جن کے بارے میں قطعی طور پر کہا جا سکتا ہو کہ وہ فوجی ملازمت میں ہونے کی وجہ سے نہیں لگے ہیں۔

(۲) ایسے اشخاص کے خاندان والوں کو جو ہندوستان میں دوران ملازمت میں ایسے امراض میں مبتلا ہو کر مر گئے ہوں جو فوجی ملازمت میں رہ کر نہیں لگے ہوں مندرجہ بالا امداد حاصل کرنے کے لئے درخواستیں ڈسٹرکٹ سولجرز ڈسٹرکٹ سیلرز اور ڈسٹرکٹ ایئرمین بورڈوں کے توسط سے پراونشل سولجرز پراونشل سیلرز اور پراونشل ایئرمین بورڈوں کے نام یا حاکم ضلع متعلقہ کے نام بھیجنا چاہئیں۔

فوجی تعلیم کے لئے وظیفے۔ حکومت صوبہ متحدہ ۱۹۴۱ء کے شروع ہی سے ۵۰ روپیہ ماہوار کا ایک وظیفہ یو۔پی کے ان مستند باشندوں کو دے رہی ہے جو پرنس آف ویلز رائل انڈین ملیٹری کالج دہرادون میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ وظیفہ ہر امیدوار کو ۶ سال کے لئے ملتا ہے اور جب تک لڑائی ختم نہیں ہوتی اس وقت تک جاری رہیگا۔ اس کی تقسیم میں جو امیدوار یو۔پی کے ایسے افسروں۔ نان کمیشنڈ افسروں اور سپاہیوں کے لڑکے یا متعلقین ہیں جو ملک معظم کی ہندوستانی فوج میں کام کر چکے یا کر رہے ہیں ان کو ترجیح دیجاتی ہے۔

(۲) ۱۹۴۳-۴۴ء کے تعلیمی سال سے جالندھر جہلم اور اجمیر کے کنگ جارج رائل انڈین ملیٹری اسکولوں میں بھی یو۔پی کے سپاہیوں کے لڑکوں اور ان کے قریبی عزیزوں کو صوبہ کی حکومت دس روپیہ ماہوار کے تیس وظیفے دے رہی ہے یہ وظیفے پڑھائی ختم ہونے تک ہر تعلیمی سال میں برابر ملتے رہیں گے۔

(۳) ان اسکولوں میں بھرتی ہونے والے طالب علموں کے والدین یا سرپرستوں اور گورنر جنرل باجلاس کونسل کے درمیان جو معاہدہ ہوتا ہے اس کے فارم کی فیس اب صرف آٹھ آنے کر دی گئی ہے۔ اس سے پہلے اسی فارم پر آٹھ آنے سے لیکر ساڑھے سات روپے تک ٹکٹ لگانا پڑتے تھے۔

(۴) ۱۰ر فروری ۱۹۴۴ء سے اتحادی فوجوں کے تمام باوردی سپاہی جہازراں اور ہوابازی افسروں کے علاوہ کھیل تماشوں کے ٹیکس سے مستثنیٰ کر دئے گئے ہیں۔

سرکاری ملازمتیں

عام رعایتی اصول۔ تمام سرکاری ملازمتوں میں حکومت نے فوجیوں کے لئے ایک رعایتی اصول یہ رکھا ہے کہ جہانتک ممکن ہو ان امیدواروں کو ترجیح دی جائیگی جنکی جنگی خدمات تسلیم کی جا چکی ہیں۔ چنانچہ پچاس فیصدی جگہیں تو جنگی خدمات والے امیدواروں کے لئے ریزرو کر دی گئی ہیں۔ بقیہ پچاس فی صدی جگہوں پر صرف عارضی تقرر کئے جائیں گے۔ جب لڑائی ختم ہو جائے گی تو ان میں سے بھی ۲/۵ جگہیں جنگی خدمات کرنے والے امیدواروں کو دیجائیں گی اور صرف ۳/۵ جگہوں پر وہ لوگ مستقل کئے جائیں گے جو دوران جنگ میں ان جگہوں پر عارضی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں۔ جو ملازمتیں ریزرو کی گئی ہیں ان کی تفصیل اس پمفلٹ کے آخر میں ایک خانہ وار نقشہ میں درج ہے۔

تعلیمی پابندی سے نجات۔ جو لوگ فوج میں شامل ہو جانے کی وجہ سے اپنی تعلیم مکمل نہیں کر سکے ہیں ان کے لئے کسی جگہ کی امیدواری میں وہ تعلیمی استعداد لازمی نہ ہوگی جو عام امیدواروں کے لئے ضروری ہے۔

سینیارٹی کا تعین۔ جو مدت کسی امیدوار نے ۳ر ستمبر ۱۹۳۹ء کے بعد سے ملک معظم کی بحری بری یا ہوائی فوج میں ملازم کی حیثیت سے گذاری ہوگی وہ کسی مطلوبہ ملازمت پر تقرری کے لئے امیدواروں کی عمر میں شامل نہ کی جائے گی۔ ایسے امیدواروں کے مقابلہ میں جو ۱۰ر مارچ ۱۹۴۱ء کے بعد غیر ریزرو جگہوں پر اس زمانہ میں مقرر کئے گئے ہیں جبکہ جنگی خدمات والے امیدواروں کے سینیارٹی کا تعین گورنر بہادر اپنی انفرادی رائے سے فرمائیں گے۔

دیہات سدھار

یو۔پی میں فوجی سپاہیوں کے گھر درحقیقت دیہات میں ہیں اس لئے ظاہر ہے کہ گاؤں سدھار محکمہ کے ہر کام سے سپاہیوں اور

ان کے گھر والوں کو فائدہ پہونچتا ہے۔ لیکن اس محکمہ نے ان کے لئے کچھ خاص انتظامات بھی کئے گئے ہیں۔

خاص انتظامات۔ (۱) لڑائی کے تین سال بعد تک گرام سدھار عملہ میں جتنی بھی جگہیں ہوں گی ان میں سے ۷۰ فی صدی ان سپاہیوں کے لئے محفوظ رہیں گی جنھوں نے میدان جنگ میں نمایاں کام کئے ہیں۔

(۲) اگر کوئی ایسا گاؤں جس نے فوجی کام بہت کئے ہیں اپنے یہاں کے راستے اور پانی کے انتظام کے لئے گاؤں سدھار فنڈ سے مدد کے لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو درخواست دے تو اس کا خاص خیال کیا جائیگا اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کو یہ بھی اختیار رہے کہ وہ چاہے تو اس گاؤں کے فوجی کاموں کے بدلہ میں جو گاؤں والوں نے کئے ہیں اس کام میں چندہ دینے کے لئے نہ کہے۔

(۳) اگر کوئی ایسا گاؤں جس نے کافی فوجی کام کئے ہیں پنچایت گھر بنوانے یا اسی طرح کے دوسرے کاموں کے لئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ سے مدد مانگے گا تو اس کی درخواست پر خاص توجہ کی جائیگی عام طور پر یہ مدد اس شرط پر ملتی ہے کہ خود گاؤں والے بھی کچھ رقم دیں لیکن فوجی کاموں کا خیال کرتے ہوئے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اس شرط کو ہٹا سکتے ہیں۔

(۴) اگر کسی گاؤں نے فوجی کام بہت کئے ہیں اور اس نے گاؤں سدھار حلقہ میں شامل ہونے کے لئے درخواست دی ہے تو دوسرے ہر گاؤں پر اسے ترجیح دی جائے گی۔

(۵) اگر کسی سپاہی کے گھر میں کوئی بیمار ہو جائے تو گاؤں سدھار آرگنائزر اس کے لئے دوا اور آرام کا ہر طرح خیال کریگا۔ گاؤں سدھار عملہ کا یہ بھی کام ہے کہ وہ سپاہیوں کے گھر والوں سے لکھوائے اور ان کے پاس جو خط آئیں ان کے جواب دلوائے۔

(۶) جہاں تک ممکن ہے پنشن پانے والے سپاہی گرام سدھار میں نوکر رکھے جاتے ہیں تاکہ لڑائی ختم ہونے پر جب سپاہی اپنے گھر واپس آئیں تو ان پرانے سپاہیوں کے ذریعہ سدھار کے کاموں سے فائدہ اٹھانے میں ان کو آسانی رہے۔

(۷) جن دیہاتوں نے لڑائی کے کاموں میں بہت زیادہ حصہ لیا ہے ان کے لئے حکومت نے تین سو نئے سنٹر کھولنے کی ایک خاص سکیم منظور کی ہے اس اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ جب سپاہی لڑائی سے واپس آئے تو اس کو اپنے کام شروع کرنے کے لئے بہترین حالات مل سکیں۔ ان سنٹروں کے لئے کافی عملہ مقرر کیا جائے گا تاکہ سابق سپاہیوں کو وہ تمام سہولتیں مل سکیں جن کا فراہم کرنا دیہات کی زندگی کو بہترین اور صحت بخش بنانے کے لئے محکمہ گاؤں سدھار کا فرض ہے۔

(۸) ہر ضلع کی گاؤں سدھار ایسوسیشن میں سپاہیوں کے کم از کم دو نمائندے ضرور رکھے جائیں گے۔ ان میں سے ایک اس کی انتظامیہ کمیٹی کا ممبر بھی ہوگا۔

(۹) ہر مہینہ گاؤں سدھار کے رسالہ ہل کی پچاس کاپیاں کم قیمت پر ان ہندوستانی سپاہیوں کو بھیجی جاتی ہیں جو سمندر پار گئے ہوئے ہیں۔

عام انتظامات۔ ان کے علاوہ (الف) ایندھن کے درختوں اور چارہ کی فصلوں کو ترقی دینا۔ (ب) مویشیوں کی دیکھ بھال اور ان کی اچھی نسلیں پیدا کرنا۔ (ج) قرضہ دینے اور خرید و فروخت کرنے والی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کرنا۔ (د) تعلیم کا پھیلانا۔ (ہ) گاؤں والوں کی صحت کو بہتر بنانے کے لئے طبی امداد دینا اور دوسرے مناسب انتظامات وغیرہ ایسے کام ہیں جن سے دیہات کے سب ہی رہنے والوں کو یکساں فائدے پہونچتے ہیں۔

کچھ اور بھی اسکیمیں ہیں جو نیچے دیجاتی ہیں۔

(۱) گرام سیوک کے دستوں کو پنشن پانے والے سپاہیوں سے قواعد سکھلائی جاتی ہے اور اس کام کے لئے ان کو اجرت دیجاتی ہے۔

(۲) گرام سدھار ریڈیو اسکیم کے ماتحت مختلف گاؤں کو بیٹری کے ریڈیو سیٹ دئے گئے ہیں اور لکھنؤ سے ایک باقاعدہ دیہاتی پروگرام براڈکاسٹ ہوتا ہے۔

(۳) گرام سدھار کی طرف سے لائبریریاں بالغوں کے لئے رات کے اسکول اور لڑکے اور لڑکیوں کے دن کے اسکول کھولے گئے ہیں۔

(۴) عورتوں کی اصلاح اور ترقی کے لئے گرام سدھار کے حلقوں میں ایسے مرکز قائم کئے گئے ہیں جہاں انھیں گھریلو صنعتوں اور "ہوم نرسنگ" وغیرہ سکھائی جاتی ہیں۔

(۵) گرام سدھار کی طرف سے اچھے بیج اچھی کھادیں اچھے اوزار اور مویشیوں کی اچھی نسل کے لئے سانڈ فراہم کئے جاتے ہیں۔

(۶) انگریزی اور دیسی دواخانے اور زچہ بچہ کے اسپتال کھولے گئے ہیں۔ نیز دواؤں کے بکس بھی دئے جاتے ہیں۔

(۷) گرام سدھار کی سرکاری لاریاں جن میں وائرلس سیٹ لاؤڈ اسپیکر میجک لینٹرن اور سینما مشین بھی ہوتی ہے دیہات والوں کی صحت صنعت حرفت اور زراعت وغیرہ کو ترقی دینے کے لئے اچھے اچھے فلم دکھاتی رہتی ہیں۔

تعلیمی سہولتیں

وظیفے۔ محکمہ تعلیم میں ان تمام سپاہیوں کے بچوں اور متعلقین کو حسب ذیل رعایتیں دی گئی ہیں جو ملک معظم کی فوج کی کسی بھی شاخ میں کام کر رہے ہیں (یا آیندہ کریں گے) اور جن کے گھر یا جن کی سکونت یو۔پی میں ہے۔ یہ رعایتیں اُن ریزرو سپاہیوں کے بچوں یا متعلقین کے لئے نہیں ہیں جو اس جنگ میں کسی وقت بھی میدان جنگ میں جانیوالوں کی فہرست میں نہیں آئے۔ مگر تجارتی جہازوں پر کام کرنے والے نیز سول یا پانیر فورس کے ان ممبران کے بچوں اور متعلقین کے لئے ہیں جو کسی جنگی علاقہ میں ان ہی حالات میں کام کر چکے ہیں جن میں باضابطہ فوج کے سپاہیوں کو کام کرنا پڑتا ہے۔

(۱) تمام منظور شدہ ورناکیولر اور اینگلو ورناکیولر اسکول میں جن میں میونسپلٹی اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے وہ اسکول بھی شامل ہیں جو ثانوی دور تک تعلیم دیتے ہیں اسکول میں داخلہ اور نصف فیس کی معافی کے وقت فوجیوں کے مستحق بچوں اور متعلقین کا خاص خیال کیا جائے۔

(۲) ہر سال منظور شدہ ورناکیولر یا اینگلو ورناکیولر اسکول کے چوتھے پانچویں درجہ تک کسی بھی درجہ میں پڑھنے والے فوجیوں کے بچوں اور متعلقین کو دو روپئے ماہوار کے سو وظیفے دئے جائیں گے۔ ان میں سے ہر وظیفہ زیادہ سے زیادہ دو سال تک ملے گا۔ نیز یہ طالب علم اسکول کی فیس اور دوسری فیسوں سے مستثنیٰ رہیں گے۔

(۳) ان اسکولوں کے مڈل سکشن میں پڑھنے والے طالبعلموں کو تین روپئے ماہوار کے ساٹھ وظیفے دئے جائیں گے۔ ان میں سے ہر وظیفہ زیادہ سے زیادہ تین سال تک ملتا رہیگا۔

(۴) اینگلو ورناکیولر یا انٹر میڈیٹ کالج کے لوور اور اپر سکشن میں پڑھنے والے طالب علموں کو ہر سال چار روپئے ماہوار کے تیس وظیفے دئے جائیں گے۔ ان میں سے ہر وظیفہ زیادہ سے زیادہ چار سال تک ملتا رہے گا۔

(۵) منظور شدہ اینگلو ورناکیولر اسکول یا انٹر میڈیٹ کالج کے آٹھویں درجے میں ہر مضمون میں پاس ہونے والے ایسے طالبعلموں کو جنھیں سالانہ امتحان میں مجموعی طور پر ۴۵ فی صدی سے کم نمبر نہ ملے ہوں ہر سال دس روپیہ ماہوار کے بیس وظیفہ دئے جائیں گے ان میں سے ہر وظیفہ زیادہ سے زیادہ دو سال تک ملتا رہے گا۔

(۶) ہائی اسکول میں پاس ہونے والے طالبعلموں کو بہ لحاظ قابلیت سولہ روپیہ ماہوار کے دس وظیفے دئے جائیں گے ان میں ہر وظیفہ زیادہ سے زیادہ دو سال تک دیا جائے گا۔

(۷) انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کرنے کے بعد ٹامسن کالج رڑکی یا صوبہ متحدہ کی کسی منظور شدہ یونیورسٹی کے بی ۔ اے ۔ ایس ۔سی ۔ بی کام یا بی ٹیکچر کے درجوں میں پڑھنے والے طالبعلموں کو ہر سال بہ لحاظ قابلیت بیس روپیہ ماہوار کے پانچ وظیفے دئے جائیں گے ان میں سے ہر وظیفہ زیادہ سے زیادہ دو سال تک دیا جائے گا۔

اگر ضرورت سمجھی گئی تو دو روپیہ ۔ تین روپیہ یا چار روپیہ ماہوار کے وظیفوں کی تعداد بڑھائی جا سکتی ہے۔

(۸) مذکورہ بالا وظیفہ پانے والوں کے لئے اپنے درجے میں کسی دوسری اسکیم یا کسی دوسرے حکم کے ماتحت دوسرا وظیفہ پانے میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔

(۹) مذکورہ بالا سپاہیوں میں سے جو اس لڑائی میں مر گئے ہوں یا بیکار ہوگئے ہوں ان کے لڑکوں اور متعلقین کو بھی ویسی ہی رعائتیں ملیں گی ۔ جن دوسرے سپاہیوں کے لڑکوں اور متعلقین پر اس اسکیم کا اطلاق ہوتا ہے ان کے متعلق نوعیت کے اعتبار سے غور کیا جائے گا۔

(۱۰) جو شخص کسی لڑکے یا لڑکی کے لئے مذکورہ بالا فائدہ حاصل کرنا چاہے اسے کلکٹر ضلع کے پاس ڈسٹرکٹ سولجرس بورڈ میں درخواست دینی ہوگی اور ضروری تحقیقات کے بعد درخواست دینے والے کو ایک سرٹیفکٹ ملے گا ۔ جو یہ اس افسر کے سامنے پیش کیا جائے گا جسے رعائتیں دینے کا مجاز ہے۔

تعلیم کی قدیم اسکیم

سب سے پہلے سپاہیوں کے لڑکوں اور ان کے متعلقین کی تعلیم کے لئے جو اسکیم گورنمنٹ ریزولیوشن نمبر ۱۸۶۰/۱۵ – ۱۲۱ ۔ لمے مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۱۸ء میں پیش کی گئی تھی وہ حسب ذیل ہے۔

اس اسکیم کا تعلق ان تمام جنگجو اور غیر جنگجو فوجی ملازمین کے لڑکوں اور لڑکیوں سے ہے جن کا نام میدان جنگ میں جانے والوں کی فہرست میں مندرج تھا اور جو ۴ اگست ۱۹۱۴ء کو یا اس کے بعد مر گئے ہیں یا زخم آجانے یا امراض میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گئے ہیں ۔ بشرطیکہ وہ اس زمانہ میں زخمی یا امراض کے شکار ہوئے ہوں ۔ جب کہ ان کا نام میدان جنگ میں جانے والوں کی فہرست میں مندرج تھا۔

۲ ۔ صاحب ایڈجوٹینٹ جنرل کی طرف سے ایسے تمام اشخاص کی ایک فہرست مندرجہ ذیل فارم میں جس میں انکی جائے سکونت بھی درج ہوگی ۔ برطانوی ہندکے ہر ضلع کے کلکٹر کے نام ان کے قواعد کے ماتحت تعمیل کرنے کے لئے بھیج دی جائے گی۔

۳ ۔ ایسی فہرست کے موصول ہونے پر صاحب کلکٹر اپنا اطمینان کرنے کے بعد فہرست مندرجہ تمام سپاہیوں کے ان بچوں کے نام لکھ لیں گے جو ۱۶ برس سے کم ہوں لڑکیوں کے نام لکھتے وقت مقامی رسم و رواج کا لحاظ رکھا جائے گا ۔ اور قاعدہ نمبر ۷ کی پابندیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر لڑکے کے سرپرست کے پاس ایک سرٹیفکٹ بھیجدیا جائیگا ۔ جس میں اس امر کی تصدیق کی جائے گی کہ فلاں لڑکا یا لڑکی قواعد کے بموجب فائدہ اٹھانے کی مستحق ہے۔

۴ ۔ ہر ایسے لڑکے کے ساتھ جو کسی بھی تعلیمی ادارہ کے افسر اعلیٰ کے پاس ایسا سرٹیفکٹ پیش کرے گا مندرجہ ذیل رعائتیں کی جائیں گی۔

الف ۔ تسلیم شدہ اینگلو ورناکیولر یا ورناکیولر اسکول کے ہر ایسے لڑکے کی فیس جو چوتھے درجہ یا چوتھے درجہ کے نیچے کسی درجہ میں پڑھتا ہو پوری معاف کر دی جائے گی ۔ اس کے علاوہ اسے مندرجہ ذیل الاؤنس بھی دیا جائے گا۔

سکشن	زیادہ سے زیادہ مدت جس کے لئے الاؤنس دیا جائیگا	الاؤنس کی رقم: اینگلو ورناکیولر اسکول — روپیہ	آنہ	پائی	الاؤنس کی رقم: ورناکیولر اسکول — روپیہ	آنہ	پائی
ابتدائی (پریپریٹری سکشن)	ڈیڑھ سال	۱	۸	۰	۱	۰	۰
لوئر پرائمری سکشن	دو سال	۲	۰	۰	۱	۸	۰
اپر پرائمری سکشن	دو سال	۳	۰	۰	۲	۰	۰

(ب) ہر لڑکے کو جو کسی تسلیم شدہ ورناکیولر اسکول کے مڈل سکشن میں پڑھ رہا ہوگا ۳ روپیہ ماہانہ کا ایک وظیفہ دیا جائے گا ۔ یہ وظیفہ زیادہ سے زیادہ تین سال تک دیا جاسکے گا ۔ لڑکیوں کی صورتوں میں ایسے وظیفے زیادہ سے زیادہ دو ہی سال تک دئے جاسکتے ہیں ۔ اگر لڑکا اسکول کے ہاسٹل میں رہتا ہوگا تو اسے ۵ روپیہ ماہانہ کا وظیفہ ملے گا۔

(ج) ہر لڑکے کو جو کسی تسلیم شدہ اینگلو ورناکیولر اسکول کے لوور مڈل سکشن میں پڑھ رہا ہوگا ۴ روپیہ ماہوار کا وظیفہ دیا جائیگا اور اگر وہ اپر مڈل سکشن میں پڑھ رہا ہوگا تو اسے ۵ روپیہ ماہوار کا وظیفہ دیا جائے گا ۔ متذکرہ بالا ہر دو صورتوں میں زیادہ سے زیادہ ۲ سال کی مدت تک کے لئے وظیفہ دیا جائیگا ۔ اگر لڑکا اسکول کے کسی ایسے ہاسٹل میں رہتا ہوگا جو محکمہ کی طرف سے منظور شدہ ہو تو تین روپیہ ماہوار کا مزید وظیفہ دیا جائیگا۔

(د) ہر ضلع میں چھ روپیہ ماہوار کا ایک وظیفہ ہر ایسے لڑکے کو اور چھ روپیہ ماہوار کا ایک وظیفہ ہر ایسی لڑکی کو دیا جائے گا جسے تسلیم شدہ اینگلو ورناکیولر کے نویں درجہ میں داخلہ کے لئے مقابلہ کے امتحان میں ان تمام لڑکوں یا لڑکیوں میں جن کے پاس اس قاعدہ

کے ماتحت عطا کردہ سرٹیفکٹ ہو سب سے اچھے نمبر ملے ہوں۔ داخلہ کے لئے مقابلہ کا امتحان ضلع میں ہر سال گورنمنٹ یا چیف ایڈیڈ اینگلو ورناکیولر اسکول کے ہیڈ ماسٹر یا ہیڈ مسٹرس لیتی ہیں۔ ضلع کے کسی تسلیم شدہ اینگلو ورناکیولر اسکول کے ہائی سکشن میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے ایسے وظیفے زیادہ سے زیادہ ۲ سال کی مدت کے لئے دئے جائیں گے۔ اگر لڑکا یا لڑکی اسکول کے کسی ایسے ہاسٹل میں رہتی ہوگی جو محکمہ کی طرف سے منظور شدہ ہو تو اسے تین روپیہ ماہوار کا مزید وظیفہ دیا جائے گا۔ یعنی اسے کل نو روپیہ ماہوار کا وظیفہ دیا جائے گا۔

نوٹ۔ اگر کسی ضلع میں یہ وظیفے نہ دئے جا سکیں گے تو وہ صاحب ڈائرکٹر سررشتہ تعلیمات کی منظوری سے دوسرے ضلعوں میں بھیجدئے جائیں گے۔

(۵) ۸ روپیہ ماہوار کے بارہ وظیفے ہر سال ان طالبعلموں کو دئے جائیں گے جنھوں نے یونیورسٹی میٹریکولیشن یا ڈپارٹمنٹل اسکول لیونگ سرٹیفکٹ اکزامینیشن میں سب سے زیادہ نمبر پائے ہوں اور جن کے پاس اس قاعدہ کے ماتحت عطا کردہ سرٹیفکٹ بھی ہوں۔ صوبہ متحدہ کے ان انٹرمیڈیٹ درجوں میں جو محکمہ کی طرف سے منظور شدہ ہوں تعلیم حاصل کرنے کے لئے یہ وظیفے ہر صورت میں زیادہ سے زیادہ دو سال کی مدت کے لئے دئے جائیں گے۔ اگر طالبعلم اسکول کے ایسے ہاسٹل میں رہتا ہو جو محکمہ کی طرف سے منظور شدہ ہو تو اسے جملہ ۱۲ روپیہ ماہوار کا وظیفہ ملے گا۔

(و) بارہ روپیہ ماہوار کے ۶ وظیفے ہر سال ان طالبعلموں کو دئے جائیں گے جنھیں یونیورسٹی انٹرمیڈیٹ امتحان میں سب سے اچھے نمبر ملے ہوں گے اور جن کے پاس اس قاعدہ کے ماتحت عطا کردہ سرٹیفکٹ بھی ہوں گے صوبہ متحدہ کے کسی ایسے کالج میں جو محکمہ کی طرف سے منظور شدہ ہو بی۔ اے یا بی۔ ایس۔ سی درجوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے یہ وظیفے زیادہ سے زیادہ ۲ سال کی مدت کے لئے دئے جائیں گے اگر طالب علم اسکول کے ایسے ہاسٹل میں رہتا ہو جو محکمہ کی طرف سے منظور شدہ ہو تو اسے (بجائے ۱۲ روپیہ کے) ۱۶ روپیہ کا وظیفہ ملے گا۔

(۵) ان قاعدوں کے ماتحت عطا کردہ وظیفے پانے والوں کو ایسے دیگر وظیفوں کے ملنے سے محروم نہ رکھا جائیگا جو ان درجوں میں دئے جاتے ہیں جن میں کہ وہ پڑھ رہے ہوں۔

(۶) کوئی الاؤنس یا وظیفہ جو ان قاعدوں کے ماتحت عطا کیا گیا ہو اس وقت بند کر دیا جائے گا جبکہ طالب علم کی رپورٹ ترقی اس کے خلاف ہو یا اس کا چال چلن خراب ہو۔

(۷) کسی بھی طالب علم کو جس نے دس سال تک کی عمر تک کسی اسکول میں تعلیم نہ پائی ہو وظیفہ نہیں دیا جائیگا۔

(۸) ہر ورناکیولر اسکول کے ہیڈ ماسٹر طالب علم کو اس درجہ میں داخل کر لیں جس کے لئے وہ ایسے امتحان داخلہ لینے کے بعد مناسب سمجھیں گے اور بورڈ متعلقہ کے چیرمین سے ان قواعد کے تحت الاؤنس یا وظیفے دئے جانے کی بابت منظوری حاصل کر لیں گے بورڈ متعلقہ کے صاحب چیرمین الاؤنسوں یا وظیفوں کے ماہوار بلوں پر اپنی منظوری دیں گے۔

(۹) اسی طرح اینگلو ورناکیولر اسکول کے ہیڈ ماسٹر ہیڈ مسٹرس طالب علم کو اس درجہ میں داخل کر لیں کے جس کے لئے وہ اسے امتحان داخلہ لینے کے بعد مناسب سمجھیں گے۔ اور انسپکٹر آف اسکولس یا انسپکٹریس آف گرلس اسکولس سے ان قواعد کے ماتحت الاؤنس یا وظیفے دئے جانے کے بابت منظوری حاصل کر سکیں گی۔ نویں جماعت میں داخل ہونے کے لئے جو امتحان مقابلہ ہوتا ہے اس میں شریک ہونے کی بابت درخواست انسپکٹر آف اسکول، انسپکٹریس آف گرلس اسکولس کے نام ۱۵ اپریل تک دیدینا چاہئے۔ انسپکٹر آف اسکول یا انسپکٹریس آف گرلس اسکولس متعلقہ ایسے الاؤنسوں یا وظیفوں کے بلوں پر اپنی منظوری دیں گے جو اینگلو ورناکیولر اسکولوں میں دئے جائیں گے۔

(۱۰) جو وظیفے کالجوں میں دئے جانے کے لئے منظور ہو چکے ہیں وہ طالب علموں کو دئے جائیں گے اور ان کے ماہانہ بل پر صاحب ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیمات اپنی منظوری دیں گے۔

(۱۱) حکومت نے سرپرستوں کو اس معاملہ میں کہ اُن سے لڑکے کو کس ادارہ میں تعلیم حاصل کرنا چاہئے پوری آزادی دی ہے (اور وہ لڑکے کو جس ادارہ میں چاہیں داخل کر سکتے ہیں) حکومت سرکاری تعلیمی اداروں کے علاوہ دوسرے اداروں کی جس میں کہ ان قواعد کے ماتحت تعلیم حاصل کرنے کے لئے لڑکے بھیجے جائیں گے (فیس وغیرہ کے معاملہ میں) تلافی کر دے گی۔

نوٹ۔ متذکرہ بالا اسکیم کا تعلق ہندوستانی سپاہیوں کے اُن لڑکوں سے بھی ہے جنکا نام میدان جنگ میں جانے والوں کی فہرست میں ۴ اگست ۱۹۱۴ء سے ۱۱ نومبر ۱۹۱۹ء تک درج تھا اس اسکیم کا تعلق امپیریل سروس کے تمام ایسے ملازمین کے لڑکوں سے بھی ہے خواہ وہ کسی بھی عہدہ کے ہوں جو اس صوبہ کے رہنے والے ہیں اور جن کا نام میدان جنگ میں جانے والوں کی فہرست میں متذکرہ بالا تاریخوں کی درمیانی مدت میں درج تھا۔ یہ رعائتیں ایسے لڑکے یا لڑکی کے ساتھ کیجائینگی جسکے والدین یا سرپرست کی مالی حالت اچھی نہ ہو۔



اتحادی بحری بیڑہ جرمنی پر
حملہ کرنے جا رہا ہے

پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ

جگہوں کا تحفظ - صوبہ متحدہ کی پبلک ہیلتھ اور سب آرڈینیٹ پبلک ہیلتھ ملازمتوں میں لڑائی کے دوران میں جتنی مستقل اسامیاں ہوں گی وہ سب لوگوں کے لئے محفوظ رکھی جائیں گی جو قابل اطمینان فوجی خدمات انجام دے چکے ہیں بشرطیکہ ایسے امیدوار کافی تعداد میں مل سکیں اور ان میں ان جگہوں پر کام کرنے کی لیاقت بھی پائی جائے۔

مراعات

صوبجاتی افسران - ۱ - یوپی پبلک ہیلتھ کا کوئی افسر بھی اگر سول ملازمت سے فوج میں چلا جائے تو سول محکمہ میں اس کا حق بدستور قائم رہے گا - عارضی افسروں کو بھی فوجی خدمات کے بعد اپنے محکمہ میں واپس آنے کا حق ہے۔ ایسی صورت میں ان کی تنخواہ کی ترقی کے لئے فوجی ملازمت کا زمانہ شامل کرلیا جائے گا!

۲ - اگر پبلک ہیلتھ کا کوئی افسر پروبیشن کے زمانہ میں ایمرجنسی کمیشن لے کر فوجی کام پر چلا جائے تو صرف فوجی کام کی قابل اطمینان رپورٹ پر وہ پروبیشن کا زمانہ ختم ہوتے ہی مستقل کر دیا جائیگا - حالانکہ فوجی ملازمت کی وجہ سے وہ اپنی اصل جگہ پر کام نہیں کرسکا۔

۳ - اگر اس محکمہ کے ایسے افسر کو ایمرجنسی کمیشن مل جائے جو کسی فن میں اعلیٰ قابلیت رکھتا ہے تو اسے آئی - ایم - ایس کے مستقل افسران کی طرح پہلے کی تاریخ سے کمیشن دیا جا[illegible]

۴ - پبلک ہیلتھ کے جو افسران فوجی خدمات انجام دے ہیں انھیں ٹریننگ کے بغیر ہی ترقی مل سکتی ہے۔

۵ - ایک سال کی قابل اطمینان فوجی خدمات کے بعد میدان جنگ میں یہ افسران جتنا زمانہ صرف کریں گے وہ تنخ[illegible] کی سالانہ ترقی سینیارٹی اور پنشن کے لئے دو سال کے بر[illegible] شمار کیا جائے گا۔

سبارڈینیٹ افسران - ۱ - سبارڈینیٹ سروس کے افسران کو بھی مذکورہ بالا نمبر ا کی رعا[illegible] حاصل ہوگی۔

۲ - ان کے عہدہ ترقی اور پنشن کے لئے بھی ایک[illegible] کی منظور شدہ فوجی ملازمت دو سال کے برابر سمجھی جائے[illegible]

۳ - فوج میں جانے سے پہلے جن سول قاعدوں کے مطابق ان کی چھٹی جمع ہوئی تھی ان ہی کے مطابق فوج میں جانے کے بعد بھی جمع ہوتی رہے گی - فوجی ملازمت میں جو چھٹی لی جائے گی وہ سول ملازمت میں چھٹیوں کے ح[illegible] میں شمار کرلی جائے گی۔

۴ - اگر کسی افسر کا نیا تقرر ہوا ہے اور وہ مستقل ہو[illegible] سے پہلے ہی فوجی ملازمت میں چلا گیا ہے تو اس کے ف[illegible] افسران کی قابل اطمینان رپورٹ پر وہ سول ملازمت میں کسی مناسب جگہ پر مستقل کر دیا جائے گا۔

(۳) میڈیکل گریجویٹس - ۱ - اگر کسی میڈیکل گریجو[illegible] نے فوجی خدمات انجام [illegible] ہیں اور لڑائی ختم ہونے پر وہ اپنی لیاقت کی وجہ سے پبلک ہ[illegible]

صوبجاتی افسران

(الف) اگر پراونشل میڈیکل سروس کے کسی افسر کو سول ڈیوٹی سے فوجی ڈیوٹی پر بھیجدیا جائے تو اسے اپنی پرانی جگہ پر بدستور حق حاصل رہیگا۔ (یہ رعایت پراونشل میڈیکل سروس کے ان غیر مستقل افسران کو بھی حاصل رہیگی جو خود فوج کے لئے اپنی خدمات پیش کریں)۔

(ب) پراونشل میڈیکل سروس کا کوئی افسر فوجی خدمات میں جتنی مدت گذاریگا وہ

(۱) پراونشل میڈیکل ڈپارٹمنٹ میں اس کی تنخواہ ترقی اور پنشن کے لئے شمار کی جائے گی۔

(۲) یہ افسر فوجی خدمات پر جانے سے پہلے جن قاعدوں کے مطابق چھٹی جمع کرنے کا حقدار تھا انہی کے مطابق اس کی چھٹی جمع ہوتی رہیگی لیکن جو چھٹی وہ فوجی محکمہ میں لے گا وہ اس چھٹی میں سے کم کر دی جائے گی۔

(ج) سول سرجنی کے عہدوں پر ترقی پانے کے لئے فوجی خدمات کو ایک زبردست حق مانا جائیگا۔ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ سول سرجنوں کی جتنی مستقل جگہیں (جو پراونشل میڈیکل سروس کے لئے مخصوص کر دی گئی ہیں) آئندہ خالی ہونگی ان میں سے ۵۰ فی صدی دوران جنگ میں خالی رکھی جائیں گی اور لڑائی کے بعد بھری جائے گی اس سلسلے میں پراونشل میڈیکل سروس کے ان افسروں کو ترجیح دیجائیگی جو فوجی خدمات انجام دے چکے ہوں سینیارٹی کا زیادہ خیال نہ کیا جائے گا۔

(د) پراونشل میڈیکل سروس کے جو افسر فوجی خدمات انجام دے رہے ہیں وہ مطلوبہ ٹریننگ حاصل کئے بغیر بھی تنخواہ میں ترقیوں کے مستحق سمجھے جائیں گے۔

(ہ) اگر پراونشل میڈیکل سروس کا کوئی ایسا غیر مستقل افسر جس نے فوجی خدمات انجام دی ہوں فوجی خدمات سے واپس آنے پر یا اس کے پہلے پراونشل سروس کے مستقل عملہ میں تقرری کے لئے منتخب کیا گیا ہو تو جو مدت اس نے فوجی خدمات میں گذاری ہے وہ اس کی تنخواہ اور ترقی کے سلسلہ میں شامل کر لی جائے گی یعنی۔

(۱) پراونشل میڈیکل سروس میں اسکی ابتدائی تنخواہ میں ضروری پیشگی ترقیاں بھی شامل ہوں گی اور

مقرر ہو گیا ہے تو پنشن کے لئے وہ مدت بھی اس کی ...ی ملازمت میں شامل کر لی جائے گی جو اس نے فوجی ...ات میں گزاری ہے بشرطیکہ وہ حکومت کو وہ عطیہ ...پس کر دے جو اس نے فوجی خدمات کے سلسلہ میں ...ل کیا۔

۲۔ ایسے میڈیکل گریجویٹ پبلک ہیلتھ میں ملازمت کے ...رخواست دیں۔ وقت فوجی خدمات کے زمانہ کو ...سے کم کرا سکتے ہیں۔

۳۔ ایسے افسروں کی فوجی خدمات کی مدت تنخواہ کی ...کے لئے دو سال کے اضافہ کے ساتھ شمار ...جائے گی۔

(۱) میڈیکل لائسنشیٹس۔ نمبر ایک اور نمبر ۲ رعایتیں ان میڈیکل لائسنشیٹس کو بھی ...ل ہیں جو پبلک ہیلتھ کی سبارڈینیٹ سروس میں لئے ...ئیں گے۔

ان کی تنخواہ میں ترقی کے لئے فوجی خدمات کی مدت ...سے ایک سال زیادہ شمار کیا جائے گا۔ ان افسروں نے اپنی فوجی ملازمت کے دوران میں جو زمانہ میدان ...میں گذارا ہے وہ تنخواہ کی ترقی کے لئے دوگنا شمار جائے گا۔

(۲) ...سال سے زیادہ فوجی خدمات کا صلہ۔ پبلک ہیلتھ کی صوبجاتی اور سبارڈینیٹ دونوں ملازمتوں کے جن افسروں نے ایک ...ل سے زیادہ قابل اطمینان فوجی خدمات انجام دی ...ان کو حسب ذیل مزید رعایتیں دی جائیں گی۔

(۱) ان کو گریجویشن کے بعد کے امتحانات پاس کرنے ...نصاب کی تکمیل کرنے سے مستثنیٰ کر دیا جائیگا۔

(۲) مزید تعلیم کے لئے رخصت دی جائے گی۔

(۳) جن افسروں نے فوجی میڈیکل کور میں قابل اطمینان ...کیا ہے ان کو دستوں کے ٹوٹنے کے بعد ترقی وغیرہ کے ...ع پر ترجیح دی جائے گی۔

میڈیکل ڈپارٹمنٹ

صوبہ متحدہ کی حکومت نے مندرجہ ذیل رعائتیں ...ینے کا فیصلہ کیا ہے۔

(۲) پراونشل میڈیکل سروس میں اس کی مدت ملازمت اس طرح شمار کی جائے گی کہ جو مدت اس نے فوجی خدمات میں گذاری ہے وہ گویا پراونشل میڈیکل سروس میں گذاری ہو۔

پراونشل میڈیکل سروس کے جو افسران انڈین میڈیکل سروس میں عام خدمات کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ (۱) ایک سال کی منظور شدہ فوجی ملازمت کے بعد جب سول ڈیوٹی پر واپس ہوں گے تو کل سات سال کی فوجی اور سول ملازمت کرنے کے بعد سول سرجنی کی جگہ پانے کے مستحق ہو جائیں گے۔ دوسرے سول سرجن جو قائم مقامی کر رہے ہوں گے ان کو اپنی پرانی جگہوں پر واپس کر دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ جتنی مدت وہ فوجی خدمات انجام دینے میں گذاریں گے وہ ان کی مدت ملازمت کے حساب میں بغرض ترقی تنخواہ اور پنشن دوگنی شمار کی جائے گی۔

(۲) ایسے افسران کو غیر ملکوں کی اعلیٰ تعلیم کی سند حاصل کرنے کے لئے تعلیمی رخصت دی جائے گی۔

(۳) ان کو پوسٹ گریجویٹ کے امتحان اور کورسوں سے مستثنیٰ کر دیا جائے گا۔

پراونشل میڈیکل سروس کے جو افسران انڈین میڈیکل سروس میں اندرون ہندوستان کی خدمات کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ (۱) ان کی فوجی ملازمت کا زمانہ سینیارٹی، ترقی تنخواہ اور پنشن کے دوگنا شمار کیا جائے گا۔

(۲) پوسٹ گریجویٹ کے امتحان اور کورسوں سے مستثنیٰ کر دیا جا چکا۔

(۳) تعلیمی رخصت دی جائے گی۔

نوٹ: اس محکمہ نے جو رعائتیں دی ہیں وہ پبلک ہیلتھ ڈپارٹمنٹ کی رعائتوں سہولتوں سے اتنی زیادہ ملتی جلتی ہیں کہ تکرار سی نظر آتی ہیں اسلئے مزید تفصیلات کا مناسب نہیں سمجھا جاتا۔

تاثّرات

جناب احمد ندیم قاسمی

(۱)

رَن میں جانے کے لئے تیار بیٹھے ہیں جواں
مچھلیاں اُبھری ہوئی شانوں کی سینے بیقرار
وہ چھتوں پر چڑھ رہی ہیں بھولی بھالی لڑکیاں
آنسوؤں سے صاف آنچل ہو رہے ہیں داغدار

(۲)

آج چوراہے پہ گاؤں کے ہے جمگھٹ کس لئے
رَن سے شاید واپس آیا ہے کوئی بانکا جوار
جھونپڑی سے ہوتے ہوئے وہ کسی کا سر اُٹھا
خشک لب، زلفیں پریشاں، چہرہ فق، آنسو رواں

دیش بدیش کی بات

دُنیا کے اہم واقعات

(از رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر)

۷۔ نومبر کو امریکہ کے صدر کا انتخاب ہوگیا جس میں موجودہ صدر مسٹر روز ویلٹ چوتھی بار صدر منتخب ہوئے۔ پہلے یہ خیال تھا فیصلہ تھوڑے ہی دو لوٹوں سے ہوگا لیکن مسٹر روز ویلٹ لاکھوں ووٹوں سے جیت گئے۔ اسکے یہ معنی اخذ کئے گئے کہ امریکہ اپنی موجودہ ملی پالیسی سے مطمئن ہے اور اپنی اُس پُرانی پالیسی کو تبدیل کر رہا ہے کہ جس کے مطابق وہ دوسرے ممالک کے معاملات میں بہت اندازی نہیں کرتا تھا۔ یہ یکرنگی پالیسی امریکہ کو اب پسند نہیں ہے جنگ میں اتحادیوں نے فرانس اور بلجیم سے جرمنوں کو تقریباً بالکل نکال دیا اور ہالینڈ کا بہت بڑا حصہ اسی طرح آزاد کیا جاچکا ہے بقیہ ہالینڈ میں جنگ ہو رہی ہے اور وہاں سے بھی آگے بڑھکر امریکی اور برطانی فوجیں جرمن سیگفرِیڈ لائن کو توڑنے میں مصروف ہیں۔ فرانسیسی سینولان بھی جرمنوں کے قبضہ میں ہے اتحادی فوجیں اُسے توڑنے میں بھی کوشاں ہیں۔ آجکل میز نامی لائن توڑی جارہی



شاہ بلجیم جن کا ملک اب جرمنوں کے پنجہ سے آزاد ہوگیا ہے۔

۷۔ جرمن فوج وہاں سے پیچھے ہٹکر مورچہ بندی کرنے والی ہے۔ روسی فوج ہنگری میں گھس کر وہاں کے دارالحکومت پر قبضہ کرنے میں کوشاں ہے۔ جرمن اسکو بچانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں اسکے چھن جانے سے جرمنی کا زیادہ نقصان ہوسکتا ہے۔ اٹلی میں اتحادیوں نے فارلی نامی محاذ پر قبضہ کرلیا ہے۔ اور آگے بڑھکر دریائے پو پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہاں بھی سخت جنگ ہو رہی ہے۔ یوگوسلادیہ میں وہاں کے دارالحکومت بلگریڈ پر اتحادیوں کا قبضہ ہوچکا ہے اور روسی فوج سے مل کر وہاں کے سپہ سالار جنرل ٹیٹو آگے بڑھ رہے ہیں۔ یونان بھی تقریباً بالکل آزاد ہوچکا ہے۔ بلغاریہ پہلے جرمنوں سے ملا ہوا تھا لیکن اتحادیوں اور روس کے دبانے سے اب وہ اتحادیوں کے ساتھ ہو کر جرمنی کے خلاف لڑ رہا ہے۔ یہی حال رومانیہ کا ہے جہاں کے پٹرول پیدا کرنے والے علاقہ پر اب روس کا قبضہ ہے۔ پولینڈ تقریباً بالکل آزاد ہوگیا ہے صرف دارالحکومت وارسا اور ملک کا کچھ حصہ اور آزاد ہونا باقی ہے۔



شاہ جارج والئ یونان آپ کا ملک بھی اب جرمنوں کے پنجے سے آزاد ہوگیا ہے

بالٹک کی چاروں ریاستیں فن لینڈ، استھونیا، لیٹویا اور لیتھوینیا تقریباً بالکل آزاد ہوچکی ہیں۔ ان کے کچھ ہی حصوں سے جرمن فوج نکالی جانی باقی ہے۔ مغربی پرشیا جرمن صوبہ بھی

روس کا حملہ جاری ہے۔ وہاں پر جرمنوں نے بہت سی کھائیاں (ٹرینچ) ایک دوسرے کے پیچھے کھود رکھی تھیں جن کے بل پر ابھی تک وہ اس طرف سے روسی حملے روک رہے ہیں۔ کچھ دنوں سے یورپ کی جنگ کی رفتار سست سی ہے اور وہاں کوئی بڑا واقعہ پیش نہیں آ رہا ہے۔ اب خاص جرمنی پر حملہ ہو رہا ہے اور جرمنوں کی یہ کوشش ہے کہ وہ اتحادیوں کو روک کر اُن کی بڑھی ہوئی ہمتوں کو کچھ پست کر دے تاکہ اُسے کچھ دنوں آرام ملے۔ اب اُسے فتح کی قطعی اُمید نہیں رہی صرف اتنی فکر ہے کہ بغیر پوری شکست کھائے ہوئے وہ صلح کر سکے۔ ادھر اتحادی مکمل فتح چاہتے ہیں۔ جرمنوں نے (وی ۲) نامی ایک نیا راکٹ بم ایجاد کیا ہے جو اپنی آواز سے بھی زیادہ تیز اُڑ کر مقام مقصود پر پہونچ کر پھٹتا ہے۔ اُس میں ایک ٹن کے قریب مادہ آتشگیر بھرا رہتا ہے جس سے مکانات وغیرہ کو بہت زیادہ نقصان پہونچتا ہے۔ اُس بم کا وزن ۱۴ ٹن ہوتا ہے اور آسمان میں اُڑتے وقت وہ ایک جلتا ہوا بڑا فٹ بال نظر آتا ہے۔ اُس سے آجکل لندن اور انگلینڈ کے دیگر مقامات کو نقصان پہونچایا جا رہا ہے۔ حفاظتی تدابیر بھی ہو رہی ہیں۔ خیال ہے کہ آج سے چھ ماہ کے اندر جرمنوں کو پوری شکست ہو جائے گی۔ فرانس



جاپانی فوج کے وائس مارشل وی۔ ایچ۔ بیٹ

مکمل آزاد ہے اور جنرل ڈیگال اُس کے صدر ہیں۔ مصر میں وفد پارٹی کے لیڈر نحاس پاشا وزارت سے علٰحدہ کئے جا چکے ہیں اور

دوسری پارلیمنٹ کا انتخاب ہونے والا ہے۔ سیاسی پارٹیوں کی سرگرمیاں زوروں پر ہیں۔

آج کل برطانیہ اور امریکہ میں پورا اتفاق ہے لیکن روس سے کچھ اختلاف رائے ہے۔ پولینڈ کی جو گورنمنٹ لندن میں جائز تسلیم کی جا رہی ہے اُسے روس نہیں تسلیم کرتا بلکہ اُس نے ایک دوسری پولش گورنمنٹ قائم کی ہے جو اُس کی رائے کے مطابق کام کر رہی ہے۔ ان دونوں حکومتوں میں میل کرانے کی کوششیں کی جا چکی ہیں جو ابھی تک کامیاب نہیں ہوئیں۔ روس کرزن لائن کے مشرق کا پولینڈ کا حصہ لینا چاہتا ہے جسے لندن والی پولش گورنمنٹ دینا نہیں چاہتی



چیانگ کائی شیک جو اپنے ملک سے جاپانیوں کو نکالنے کی برابر کوشش کر رہے ہیں

یہی خاص فرق ہے۔ برطانیہ روس کی رائے ماننے کو تیار نہیں ہے۔ لیکن پولش گورنمنٹ نہیں مانتی اور امریکہ بھی اُس کی رائے سے متفق نظر آتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اختلاف رائے ایران کے سلسلے میں ہے۔ روس وہاں پٹرول نکالنا چاہتا ہے لیکن ایران نہیں مانتا۔ امریکہ اور برطانیہ کی پٹرول کے متعلق شرطیں ایران مبہم طور پر منظور کرتا ہے۔ روس نے ایران کے وزیر اعظم کے خلاف غصہ کا اظہار کیا جس کے جواب میں وزیر اعظم نے استعفیٰ دیدیا۔ تیسری خاص بات یہ ہے کہ روس ابتک جاپان سے بہت دوستی کا اظہار کیا کرتا تھا لیکن ادھر موسیو اسٹالن نے اپنی تقریر میں جاپانیوں کو حملہ آور قرار دیا۔ اس پر بھی اب سنجیدگی سے غور ہو رہا ہے۔ روس اب چینی جنگ میں بھی کودنا چاہتا ہے لیکن یہ کس طرح ہوگا اس کے متعلق ابھی کچھ ظاہر نہیں ہوا۔ چین میں اتحادی چیانگ کائی شیک کی مدد کرتے رہتے ہیں لیکن وہاں کمیونسٹ بھائی وہاں کے ایک بڑے حصہ پر تقریباً آزاد ہیں۔ امریکہ کا ایسا ادادہ ہوا تھا کہ ان کی آزادی کو تسلیم کر لیا جائے اور جاپان کے خلاف

اُن کی امداد حاصل کی جائے۔ یہ بات چیانگ کائی شیک نے نہ مانی۔ اب روس کا خیال ہے کہ چیانگ کائی شیک جاپان کے ساتھ کامیاب جنگ نہ کر سکیں گے اس لئے روس اس جنگ میں کودنا چاہتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو چین بھائیوں کے کمیونسٹ ہونے کی وجہ سے چیانگ

فتوحات حاصل ہوئی ہیں۔ اُس کی وہ اس کوشش میں ہے کہ چین ہو کر ملایا' سنگاپور وغیرہ کے لئے جاپان سے خشکی کا راستہ بن جائے چین کی شکستوں سے ہر انصاف پسند کو تشویش ہے۔ کہتے ہیں کہ اسی سلسلے میں پریسیڈنٹ روزویلٹ چین جانے والے ہیں۔ یہ بھی امید کی جاتی ہے کہ



ہر ہٹلر ڈکٹیٹر جرمنی

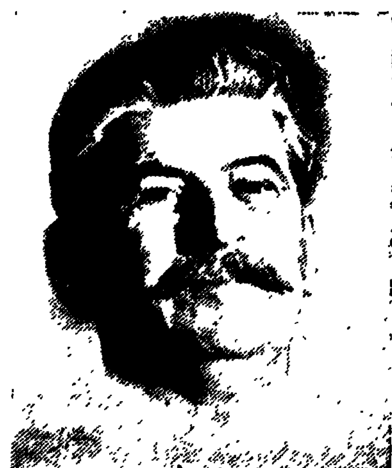


شہنشاہ ہیروہتو والی جاپان

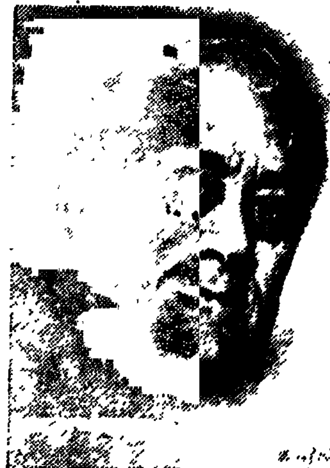
خبر ہے کہ امن عالم کا دشمن ہٹلر شاہ جاپان سے ملاقات کرنے کے لئے جاپان گیا ہے۔

کائی شیک کے عہدہ میں کچھ تبدیلی ہونا بہت ممکن ہے۔ یہ ایک بڑی بات ہے۔ لیکن ابھی یہ سب باتیں اندازہ ہی اندازہ ہیں۔ دیکھنا ہے کہ یہ معاملات کس طرح طے ہوتے ہیں۔ جاپان کو ادھر چین میں کافی

عنقریب پریسیڈنٹ روزویلٹ، مسٹر چرچل اور مارشل اسٹالن کی پھر ایک کانفرنس ہونے والی ہے۔ جب تک جرمنی کو مکمل شکست نہ ہو جائے اُس وقت تک ان تینوں کو بہر حال متحد رہنا ہے۔ خیال ہے کہ اس بار



مارشل اسٹالن



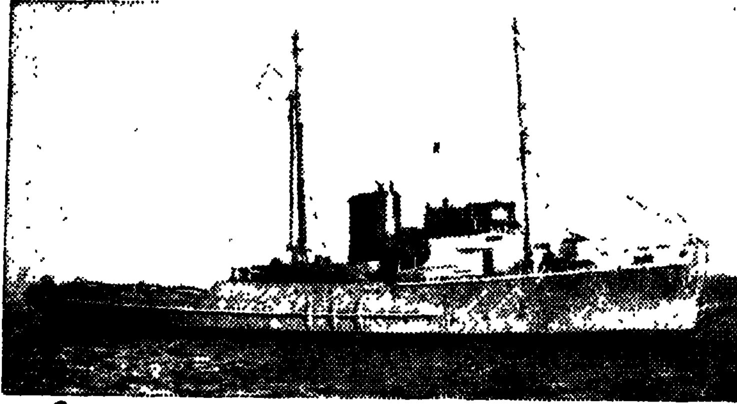
پریسیڈنٹ روزویلٹ



مسٹر چرچل

اتحادی ممالک کے ان تینوں رہنماؤں کے عنقریب پھر ملنے کی اُمید کی جاتی ہے۔

جو ملاقات ہوگی اُس میں اِن تینوں کے ہر قسم کے اختلاف دور ہو جائیں گے
بحرالکاہل میں امریکہ نے فلپائنس کے جزیرہ لینے میں جو فوجیں اُتاری تھیں وہاں جاپان نے بھی کافی فوجیں بھیجی ہیں اور جنگ بہت سخت ہو رہی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حتی الامکان جاپان فلپائنس کو آسانی سے نہ چھوڑے گا اور یہیں اپنی ساری طاقت لگا دے گا۔ ممکن ہے اسی محاذ پر جنگ کا فیصلہ ہو جائے۔ نیوگنی کے پاس بھی امریکہ نے ایک جزیرہ میں فوجیں اُتاری ہیں۔ اُسے قریب قریب جیت بھی لیا ہے۔ خاص جنگ فلپائنس کی ہے۔
ہندوستان میں آجکل جنوبی افریقہ کے سلسلے میں کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ وہاں کے وزیر اعظم فیلڈ مارشل اسمٹس نے ہندوستانیوں سے پریٹوریا میں سمجھوتہ کیا تھا۔ یہ سمجھوتہ کارروائی کے لئے نیٹال بھیجا گیا تھا۔ لیکن وہاں والوں نے اسے تسلیم نہ کیا اور اس کے خلاف قانون بنا دیا۔ اس پر نہ صرف ہندوستانی ناراض ہوئے بلکہ حکومت بھی ناخوش ہوئی۔
مسٹر کھرے ممبر وائسرائے کونسل نے اسمبلی میں حکومت کی طرف سے سخت مخالفت کی۔ حکومت وہاں سے ہندوستانی ایجنٹ گورنر جنرل تک کو بلانے اور اس ملک سے تمام تجارتی تعلقات منقطع کرنے کو تیار رہے۔ اگرچہ اس سے ہندوستان کا بھی نقصان ہے لیکن جنوبی افریقہ کو زیادہ نقصان ہوگا اور ہندوستان کے ساتھ عزت سے زیادہ نقصان کا خیال نہ کیا جائیگا۔ گاندھی جناح



برطانی فوج کا یہ جہاز ۵۰ دن تک سمندر میں کام کر سکتا ہے۔

ملاقات کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہونے پر اب پھر ہندوستان اور ولائت میں لوگ اس معاملہ کی طرف توجہ کر رہے ہیں۔

یو پی کے لئے صوبہ کوآپریٹو بینک

صوبہ کوآپریٹو بینک قائم کرنے حکومت یو پی کا فیصلہ اس صوبہ کی تحریک امداد باہمی کی ترقی کے لئے ایک اہم اقدام ہے۔ اس سلسلے میں حکومت نے ۳ سال کے لئے ۱۵۰۰۰ روپیہ سالانہ اور ۸۵۰۰ روپے کی مستقل گرانٹ اس سال کے لئے اہلکاروں اور دیگر اخراجات کے لئے دی ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ سال کے ختم ہو جانے سے پہلے ہی یہ بینک قائم ہو جائے۔ بینک کے منیجر کا تقرر عمل میں آ چکا ہے اور قواعد و ضوابط کی رجسٹری اور بینک کے ڈائریکٹروں کی تقرری کے سلسلے میں ابتدائی کارروائیاں کی جا رہی ہیں۔
اس بینک کا مقصد دیگر مقاصد کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی لین دین کا کام کرنا ہے۔ خاصکر اس صوبہ کی کوآپریٹو سوسائٹیوں کے لئے اُن کی ضرورت کے وقت اور کافی تعداد میں سود کی ایسی کم شرح پر جو اپنی حفاظت کے لئے مناسب ہو، مالی امداد پہونچانا ہے اور ممبران کو شخصی طور پر ضمانت پر قرض دینا ہے۔
لوگوں کو یہ بات یاد ہوگی کہ صوبہ کوآپریٹو بینک کے قائم کرنے کا سوال ۱۹[illegible]ء سے اُٹھتا رہا ہے۔ اس کے خلاف کچھ دنوں یہ بات کہی جاتی تھی کہ اس کی بچت کا سرمایہ بیکار پڑا رہے گا۔ لیکن اب ایسے اندیشہ کے لئے گنجائش نہیں ہے۔ پچھلے پانچ یا زیادہ سالوں میں تحریک امداد باہمی نے بہت تیزی سے ترقی کی ہے جس کے باعث فصلوں کی پیداوار کی خرید فروخت کا انتظام کرنے کے لئے یعنی ایکھ اور اناج کے سلسلے میں اور صنعتی کام، دودھ کی سوسائٹیاں اصارفین کے اسٹور، شہری بینک اور سوسائٹیوں وغیرہ کے لئے روپئے کی بہت ضرورت ہے۔ اس بینک کی کوآپریٹو سوسائٹیاں بھی ممبر ہونگی اور افراد بھی۔ اس وقت بینک اپنے سرمایہ میں سے (۱) افراد کے لئے مقررہ ۵۰۰۰ حصوں میں ۴۰۰۰ حصے جاری کرے گا۔ (۲) کوآپریٹو سوسائٹیوں کے لئے ۸۰۰۰ حصے جاری کرے گا ہر ایک حصہ کی قیمت ۱۰۰ روپیہ ہوگی۔
کوآپریٹو سوسائٹیوں کے رجسٹرار اپنے عہدے کی وجہ سے بینک کے چیرمین ہوں گے۔ بینک کے ڈائریکٹروں میں شخصی ممبران کے تین نمائندے، کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ۶ نمائندے اور دو ممبر حکومت کے نامزد شدہ رہیں گے۔

کسانوں کا کوآپریٹو بینک

از جناب جے۔ پی۔ مشر ایم۔ اے۔ بی کام پبلسٹی افسر۔ محکمہ امداد باہمی۔ یو۔ پی

ہمارے گاؤں میں ایسے بہت کم کسان ہوں گے جنھیں قرض لینے کی ضرورت نہ پڑتی ہو۔ زیادہ تر کسان شادی بیاہ، مقدمہ بازی، بیل یا بیج خریدنے یا گھر کا خرچ چلانے کے لئے قرض لیتے ہیں۔ اور اس کے لئے انھیں گاؤں کے مہاجن کا منہ تاکنا پڑتا ہے۔ مہاجن کسان کی حیثیت کم ہونے کی وجہ سے اور اسے غرضمند سمجھ کر من مانا سود لیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ کبھی وہ کسان کو دیتے کچھ ہیں اور لکھواتے کچھ ہیں۔ نہ ادائیگی کی ٹھیک رسید دیتے ہیں اور نہ حساب کتاب ہی صاف رکھتے ہیں۔ ان کی یہی نیت رہتی ہے کہ کسان ہمیشہ محتاج بنا رہے اور ان کا منافع بند نہ ہونے پائے۔ بھلا جن کی ایسی نیت ہے ان سے ان کا بھلا کیونکر ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیچارے کسان قرض کی بیماری سے پریشان ہیں اور نہیں جانتے کہ ان کا چھٹکارا کیسے ہو سکتا ہے۔

سب بیماریوں کی طرح کچھ دوا ہوتی ہے۔ اسی طرح قرض کی بیماری کی بھی دوا ہے۔ اس دوا کا نام امداد باہمی یعنی آپس میں مل کر کام کرنا ہے۔ گاؤں کے دس بیس کسان مل کر ایک دوسرے کی بھلائی کے لئے ایک جماعت یا سوسائٹی بنا لیتے ہیں اور یہ طے کر لیتے ہیں کہ سب لوگ مشترکہ ذمہ داری پر آپس میں لین دین کے بارے میں قرض لیں گے۔ مہاجن کو یقین ہو جاتا ہے کہ اس کا روپیہ نہ ڈوبے گا کیونکہ ایک کے نہ ادا کرنے پر باقی سب مل کر اس کمی کو پورا کریں گے۔ اس لئے وہ سوسائٹی کو کم سود پر قرض دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ جب سوسائٹی کو کم سود پر قرض ملتا ہے تب وہ سوسائٹی میں شامل لوگوں کو کم سود پر قرض دیتی ہے۔ اس اصول پر کام کرنے والی سوسائٹی کو "دیہاتی بینک" کہتے ہیں۔ اس کا منشاء لوگوں کو صرف سود پر قرض دینا ہی نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان میل جول، کفایت شعاری اور ایک دوسرے کی مدد سے اپنے پیر پر کھڑے ہونے کی عادت پیدا کرنا ہے۔

بینک میں صرف ایسے ہی لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو ایماندار، نیک چلن اور اسی گاؤں کے رہنے والے ہوں۔ شامل ہونے والوں کو ممبر کہتے ہیں۔ جب تک ممبر بینک کا کم سے کم ایک حصہ نہیں خریدتا ہے اور اس حصے کا روپیہ نہیں جمع کرتا ہے تب تک وہ قرض نہیں پا سکتا ہے۔ حصے کی قیمت بیس روپیہ ہوتی ہے، اور وہ بیس روپیہ چھ ماہی قسطوں میں ادا کی جاتی ہے۔ جب تک ممبر سوسائٹی میں شریک رہتا ہے تب تک اس کو اپنے حصے کا منافع ملا کرتا ہے، بینک سے الگ ہونے پر اس کو اس کے حصے کا روپیہ واپس کر دیا جاتا ہے۔

بینک کا سارا کام و انتظام ممبر ہی اپنے ہاتھ سے کرتے ہیں۔ اس لئے ممبروں کا ایک جلسہ عام مہینہ میں ایک مقررہ تاریخ کو ہوتا ہے جس میں فصل کی جانچ و نئے ممبروں کی بھرتی کی جاتی ہے اور بینک کی ترقی اور گرام سدھار کے طریقے بھی سوچے جاتے ہیں۔ ماہوار جلسوں کے علاوہ ہر سال کم سے کم ایک سالانہ جلسہ ہوتا ہے جس میں سال بھر کی کل کارروائی، نفع و نقصان اور مالی حالت ممبروں کو بتلائی جاتی ہے۔

سالانہ جلسے میں بینک کا انتظام کرنے اور روزانہ کا کام چلانے کے لئے سب ممبر مل کر اپنے میں سے عام طور پر پانچ یا سات آدمیوں کی پنچایت چنتے ہیں۔ ان پنچوں میں ایک آدمی جو سب سے زیادہ سمجھدار ہوتا ہے اور جس کی بات سب مانتے ہیں، سرپنچ چنا جاتا ہے۔ سرپنچ زیادہ تر خزانچی کا بھی کام کرتا ہے۔ اگر کوئی دوسرا پنچ اچھا مل جاتا ہے تو وہی خزانچی چنا جاتا ہے۔ سوسائٹی کے حساب و کاغذات لکھنے و رکھنے کے لئے ایک منشی کا بھی چناؤ ہوتا ہے۔ ممبروں میں کسی کے پڑھے لکھے نہ ہونے پر کوئی باہری آدمی یہ کام کر سکتا ہے۔ یہ پنچایت بینک کی طرف سے اس کا انتظام کرتی ہے۔ وہ سب وقت پر وصول یابی کرتی ہے۔ پنچایت ہی کے انتظام پر بینک کے اچھے یا برے نام اور حیثیت کا دارومدار ہے۔

شروع میں بینک کی اپنی پونجی بہت ہی کم ہوتی ہے جس سے ممبروں کی ضرورتیں پوری ہو سکیں اس لئے اس کو باہر سے قرض لینا پڑتا ہے۔ جس مہاجن سے دیہاتی بینک قرض لیتا ہے اسے ضلع بینک کہتے ہیں۔ جس طرح ممبر کو بغیر حصے خریدے دیہاتی بینک سے قرض نہیں مل سکتا ٹھیک اسی طرح دیہاتی بینک کو بھی بغیر ضلع بینک کا حصہ خریدے قرض نہیں ملتا۔ ضلع بینک دیہاتی بینک کو عام طور سے آٹھ سے دس روپیہ سیکڑہ سالانہ سود پر قرض دیتا ہے اور دیہاتی بینک اپنے ممبروں کو بارہ سے پندرہ روپیہ سیکڑہ سالانہ سود پر قرض دیتا ہے۔ جب دیہاتی بینک [illegible] کر کے نجی پونجی جمع کر لیتا ہے تو سود کی شرح اور بھی کم ہو جاتی ہے۔

بینک صرف ممبروں کو ہی قرض دیتا ہے اور وہ بھی ضرورت دیکھ کر۔ قرض ضروری اور ترقی کے کاموں کے لئے دیا جاتا ہے جس کے استعمال سے ممبروں کی آمدنی بڑھے۔ جیسے بیج اور بیل خریدنے اور روزانہ گھر کا خرچ چلانے اور [illegible]

کرنے کے لئے قرض ملتا ہے۔ ممبر کو قرض کا روپیہ اسی کام میں لگانا پڑتا ہے جس کے لئے اس نے قرض لیا ہو۔ قرض کا تمام روپیہ اکٹھا ہی نہیں وصول کیا جاتا بلکہ اس کی چھوٹی چھوٹی قسطیں کر دی جاتی ہیں۔ اگر کوئی ممبر قرض ادا نہ کرے تو سرکار بقایا قرض مالگزاری کی طرح تحصیل کے ذریعہ وصول کرا دیتی ہے۔ بینک کے لین دین میں جو منافع ہوتا ہے اس کا کم سے کم پچیس سیکڑہ ہر سال بچت کی پونجی میں جمع کرنا پڑتا ہے۔ حصے کی روپیہ کی طرح یہ بچت کی پونجی بھی بینک کا خود کا روپیہ ہے جو ممبروں کو قرض کے دینے کے کام میں آتا ہے۔ جوں جوں بینک میں زیادہ بچت کی پونجی بنتی جاتی ہے لوگوں کو باہر سے یعنی ضلع بینک سے کم قرض لینا پڑتا ہے۔ بچت کی پونجی کا روپیہ ممبروں میں کبھی نہیں بانٹا جاتا ہے اور بینک کے ٹوٹنے پر بھی وہ گاؤں کی عام بھلائی کے کام میں صرف ہوتا ہے۔

بینک کی رجسٹری قانون کے مطابق کوآپریٹو سوسائٹیوں کے رجسٹرار صاحب کے [illegible] کرانی پڑتی ہے تاکہ ان کو قانونی [illegible] جو [illegible] رعایتیں مل جائیں۔ [illegible]

رعایتوں کے علاوہ بینک کی دیکھ بھال نگرانی و حساب کتاب کی جانچ و پڑتال کے لئے ایک محکمہ بھی قائم کر دیا ہے۔ لیکن یہ سرکاری محکمہ نہ تو بینک کو قرض دیتا اور نہ اس کا انتظام کرتا ہے۔ ممبر خود ہی اپنے اپنے بینک کے مالک ہوتے ہیں۔ بینک کا لین دین اور اس کا انتظام سب ہی ان ہی کے ہاتھ میں رہتا ہے۔

اس وقت ہمارے صوبے میں قریب آٹھ ہزار دیہاتی بینک ہیں جن میں قریب دو ہزار ایسے ہیں جنھوں نے اپنی پونجی اکٹھا کر لی ہے اور اپنے ممبروں کو کم سود پر قرض دیتے ہیں۔ ان کا کام صرف قرض ہی دینا نہیں ہے بلکہ فضول خرچ روکنا۔ اسکول کھلوانا۔ کھیتی کی پیداوار بڑھانا گاؤں کی صفائی اور دوا دارو کا انتظام کرنا۔ چھوٹے موٹے جھگڑے آپس میں طے کر دینا اور غلہ کی بکری کرنا بھی۔ [illegible] [illegible] انسپکٹر [illegible] لکھا پڑھی کر [illegible] بینک کھلوائیں اور ان کے ممبر بن کر فائدہ [illegible] ہیں۔

پیوندی بیر کی کاشت

از مسٹر [illegible] [illegible]

ایک ہندوستانی کے لئے بیر کے متعلق کچھ بتانا ضروری نہیں۔ یہ ہندوستان کے وسیع ترین رقبے میں پیدا ہونے والا پھل ہے۔ بیر کی مختلف قسمیں ہیں۔ ان میں پیوندی بیر لذیذ اور سب سے زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔

قسمیں۔ پیوندی بیر کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ مثلاً بنارسی، سوتی، احمد آبادی، عظیم آبادی (پٹھنیا)، نلکتوی، ناگپوری وغیرہ۔ یہ سب بیر بہت لذیذ ہوتے ہیں اور ان کی گٹھلی چھوٹی ہوتی ہے۔ ناگپوری تو سب کو مات کرتی ہے۔

کاشت۔ بیر کا درخت پیوند سے تیار کیا جاتا ہے۔ اصل درخت جنگلی بیر کا ہوتا ہے اس لئے یہ پیڑ بہت زیادہ مضبوط اور سخت جان ہوتا ہے اور ہر قسم کی زمین میں بغیر آبپاشی کے [illegible] ہے۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کی [illegible] کے لئے ایسی زمین کام میں لائی جائے جس میں دوسری چیز کی کھیتی ہوتی ہو۔

بڑے پیمانے پر کاشت کرنے کے لئے ۳۰ فیٹ کے فاصلے پر $\frac{1}{2}$ ۱ × ۱ × ۱ فٹ کے گڑھے کھود دئے جاتے ہیں۔ ایک ایکڑ میں تقریباً ۴۸ درخت ہو سکتے ہیں۔ گڑھے کھودنے کے بعد ان کو کچھ دنوں کے لئے کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ کھدی ہوئی مٹی پر موسم کا اثر ہو جائے۔

پھر [illegible] میں [illegible] کی کھاد ملا کر اسے [illegible] میں بھر دیا جاتا ہے۔ [illegible] جنگلی بیروں کی دو گٹھلیاں ہر ایک گڑھے میں بو دی جاتی ہیں۔ [illegible] برسات [illegible] آتے ہیں۔ [illegible] پانی دینے کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن گرمی میں ان کو ہفتے میں تین بار پانی دینا چاہئے۔

تقریباً ڈیڑھ سال میں درخت پیوند لگانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ [illegible] بیر کی ٹہنیاں بہت نوک سے کھائی ہیں اسلئے ان درختوں کی ان سے حفاظت کرنی چاہئے۔

اپریل [illegible] مئی کے مہینوں میں ان درختوں پر پیوند لگایا جاتا [illegible] [illegible] نکلتی ہیں۔ جب یہ نئی شاخ تین انچ کی ہو تو نکلنے سے ۳ انچ اوپر سے اصل درخت کی شاخ قلم کر دینی چاہئے۔ [illegible] کے نیچے شاخیں نہ پیدا ہونے [illegible] برسات میں نئی ڈالی (پیوندی) بہت تیزی سے بڑھتی ہے۔ اس کی لمبائی نو انچ ہوتے ہی اس کا سرا کاٹ دینا چاہئے تاکہ شاخیں پھوٹنے لگیں۔

پیوندی بیر دوسرے ہی سال سے پھل دینے لگتا ہے لیکن نئے درختوں سے تیسرے سال [illegible] پھل لینا چاہئے۔

[illegible] میں بڑی تعداد میں جنگلی بیر کے درخت پائے جاتے ہیں۔ یہ پیوند

اگر اس طرح سدھارے جا سکتے ہیں کہ درختوں کو زمین کے برابر بالکل کاٹ دینا چاہئے اُن کے اوپر کچھ کوڑا کرکٹ جلا دینا چاہئے جس سے بہت زوردار پودے نکلتے ہیں۔ ان پر آئندہ ماہ مئی میں آنکھ بٹھائی جا سکتی ہے۔ ان درختوں کی جڑیں پھیلی ہوئی ہوتی ہیں اسلئے پہلے سال سے ہی پھل دینے لگتے ہیں۔

بیر کے درخت میں بہت گہری جانے والی موٹی سی جڑ ہوتی ہے اس لئے اس کی جگہ نہیں بدلی جا سکتی۔ اس سے یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اصلی پیڑ مستقل جگہ پر ہی بویا جائے اور پھر بعد میں اس پر پیوند کیا جائے۔ بہت کم حالات میں گملوں میں جنگلی بیر بو کر پھر آنکھ بٹھائی جاتی ہے جبکہ درخت دوسرے مقامات پر بھیجنا ضروری ہو۔ ان درختوں کی جگہ بدلی جا سکتی ہے۔ لیکن گملوں میں اکثر آنکھیں مر جاتی ہیں اور اس طرح ناکامیابی کا امکان زیادہ رہتا ہے۔ دوسرے طریقے سے بھی بیر کی قلم لگ سکتی ہے لیکن آنکھ باندھنا ہی سب سے زیادہ رائج طریقہ ہے۔

آنکھ باندھنے کا طریقہ بھی جو سنترہ اور گلاب کے لئے رائج ہے اس میں کام میں لایا جاتا ہے۔ آنکھ باندھتے وقت آسمان صاف ہونا چاہئے۔

ترشائی - تجارتی کاشت میں یہ عمل بہت اہم ہے۔ اگر ہر سال ترشوایا نہ جائے تو کسی بھی درخت سے اچھی اقسام کے قابل پھل نہیں حاصل کئے جا سکتے۔

تراشنے کے لئے سب سے عمدہ موسم مارچ اور اپریل کا مہینہ ہے۔ ان مہینوں میں فصل حال ہی میں ختم ہوئی ہوتی ہے اور کونپلوں کی آنکھیں نیم وا حالت میں ہوتی ہیں۔ درخت میں رس کم سے کم رہتا ہے اس لئے اس مہینے میں چھانٹنے سے درخت کو کم سے کم نقصان پہونچتا ہے۔

ترشائی میں تقریباً نصف سے پون انچ سے کم موٹی سب شاخوں کو قلم کر دینا چاہئے۔ یہ کام قلم کرنے کی تیز قینچی سے کیا جانا چاہئے اور زخم بالکل صاف ہونا چاہئے۔

اگلی برسات میں درخت زوردار شاخیں چھوڑتا ہے جو پھلوں سے لد جاتی ہیں۔ جنوری میں پھل پکتے ہیں اور فروری کے آخر تک ختم ہو جاتے ہیں۔

کھاد - اس درخت کی جڑیں بہت گہرائی تک مضبوطی سے جم جاتی ہیں اس سے یہ وسیع رقبہ کی خوراک کھینچ سکتا ہے عموماً کھاد کی ضرورت نہیں پڑتی لیکن تجارتی کاشتکاری میں اچھے گوبر کی کھاد تین چار ٹوکری فی درخت برسات کے پہلے دینی چاہئے۔

بیماری اور کیڑے - یہ درخت بہت سخت جان ہے اور موسمی تبدیلیاں آسانی سے برداشت کر سکتا ہے۔ اس کو کوئی بیماری نہیں ہوتی۔ کیڑے ضرور اس کو کافی نقصان پہونچاتے ہیں۔

اوّل تو اِلی ہے جو پھل میں اندر رہتی ہے۔ کبھی کبھی یہ آفت زیادہ ہو جاتی ہے کہ خاص رقبوں میں بیشتر پھلوں پر اس کا حملہ ہو جاتا ہے۔

دوسرا اِنڈر بیلا یا تنے میں سوراخ کرنے والا کیڑا ہے جو درخت کو نقصان پہونچاتا ہے۔

علاج - پہلے کیڑے کو قابو میں لانا کچھ مشکل ہے لیکن کیڑے والے پھلوں کو برباد کر کے اس کو کچھ حد تک کم کیا جا سکتا ہے۔ درختوں کے نیچے کی زمین کو گوڑ دینا چاہئے اور گرمیوں میں اُسے اکثر اُلٹتے پلٹتے رہنا چاہئے۔ اس سے وہ سب اِلیاں جو زیادہ نہیں بڑھتیں برباد ہو جاتی ہیں۔ بعض جگہ چار پانچ پونڈ کھانے کا نمک برابر کی لکڑی کی راکھ ملا کر تنے سے تین چار فٹ کے فاصلے پر برسات کے تین پہلے ڈالتے ہیں۔

تنے میں سوراخ کرنے والے کیڑے کے لئے سوراخ میں پٹرول کاربن ڈائی سلفائڈ یا کلوروسل ڈال کر اُسے بند کر دیتے ہیں۔ انکی بھاپ سے یہ کیڑے مر جاتے ہیں۔

آمدنی - ایک تندرست اور طاقتور درخت سے ایک سے ڈیڑھ من تک پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی قیمت پہلے اوسطاً دو آنہ فی سیر تک ملتی تھی۔ اس طرح ہر ایک درخت سے پانچ چھ روپئے حاصل ہو سکتے تھے۔ فی ایکڑ تقریباً ۲۴۰ سے ۲۹۰ روپئے تک آمدنی ہو سکتی تھی۔ اس کی کاشت غیر زرخیز پرتی زمین میں ہونے سے اور سنبھال و سینچائی میں بہت کم خرچ ہونے سے، لاگت کے اعتبار سے بہت سستی ہوتی ہے۔ صرف ترشائی، رکھوالی اور تھوڑی کھاد دینے کے کام ہی ایسے ہیں جن میں کچھ خرچ ہوتا ہے۔ اس طرح یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ اگر پرتی زمین میں بیر کی کھیتی کی جائے تو کسان کو ایک اچھی آمدنی ہو سکتی ہے۔

(ماخوذ ناگپور ایگریکلچر کالج میگزین سے)

معدنیات اور جانوروں کی تندرستی

(از پی۔ جی۔ پانڈے ریسرچ افیسر (علم الامراض) امپیریل ڈیری ریسرچ انسٹیٹیوٹ عزت نگر)

غذا میں معدنیات کی اہمیت پر غور کرتے وقت سب سے پہلے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ پوری غذا میں ان کا ایک جزو ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک اچھی غذا میں پروٹین کی کافی مقدار ہونا ضروری ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ایسی چیزیں ہوں جو آسانی سے ہضم ہو جائیں۔ اور ان میں وٹامن بھی ہوں۔ ایک جانور کے جسم اور اس سے تیار کی ہوئی اشیاء کا کیمیائی طور سے امتحان کرنے سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ ان میں معدنیات بہت کافی ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ اچھی تندرستی قائم رکھنے کی خاطر ہم اپنے جانوروں کے لئے جو خوراک مقرر کریں اُن میں ان اشیاء کی مقدار اس قدر کافی ہو کہ وہ بہت آسانی سے جزو بدن ہو سکیں۔

ضروری معدنیات

خوراک دینے کے تجربوں سے اس بات کا پتہ چلا ہے کہ دودھ دینے والے جانوروں کے جسم کی بڑھ۔ ان کی تندرستی کو قائم رکھنے۔ ان سے بچہ کشی اور بالآخر ان سے دودھ حاصل کرنے کے لئے کیلسیم۔ سوڈیم۔ فاسفورس۔ میگنیشیم۔ لوہا۔ گندھک۔ میگنیز۔ تانبہ۔ کلورین۔ [illegible] آئیوڈین۔ جستہ اور غالباً کوبالٹ ضروری ہوتے ہیں۔ ان میں سے کیلشیم اور فاسفورس بہت ہی زیادہ ضروری ہیں کیونکہ ان کا ۸۰ تا ۹۰ فیصدی حصہ سارے بدن کی راکھ میں ہوتا ہے اور ۵۰ فیصدی حصہ ہڈی کی راکھ میں ہوتا ہے۔ ایک اس گائے کی تندرستی قائم رکھنے کے لئے جس کو معمولاً اچھی خوراک دیجاتی ہو اور جس کا وزن ایک ہزار پونڈ ہو ۸ گرام کیلشیم اور ۱۰ گرام فاسفورس کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور دودھ کی پیدائش کی غرض سے اسکے علاوہ روزانہ فی گیلن دودھ کے لئے ۵ر۹ گرام کیلشیم اور ۵ر۷ گرام فاسفورس دینا چاہئے۔ جانوروں کے گابھن ہونے کے زمانہ سے لیکر اس وقت تک جب تک کہ وہ گابھن رہیں یہ دونوں معدنی اشیاء انکو ۷ گرام روزانہ سے کم نہ ملنا چاہئیں۔ اس بات کا اندازہ لگایا گیا ہے کہ بچھڑوں کی بڑھ کے لئے اور ان کے وزن کو ½۱ پونڈ روزانہ کے حساب سے بڑھانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایک بچھڑہ روزانہ ڈیڑھ پونڈ چونا اور فاسفورس کھائے اور یہ دونو چیزیں اسکے بدن کے اندر قائم رہیں۔ لیکن چونکہ خوراک میں یہ دونوں اجزاء محض ۵۰ فیصدی کے حساب سے کام میں [illegible] سکتے ہیں اسلئے خوراک میں ان دونوں اجزاء کی جس قدر ضرورت [illegible] کرتی ہے اس سے دوگنی مقدار دینا چاہئے۔

ضروری معدنیات میں ان دونوں کے بعد معمولی نمک (سوڈیم اور کلورین) لوہے اور تانبے کو اہمیت حاصل ہے۔ پہلے والی چیز خوراک کے اجزاء کا مزہ اچھا ہو جاتا ہے اور ہاضمہ میں مدد ملتی ہے اور بعد کی دونوں چیزوں کا تعلق ان اجزاء کے پیدا ہونے سے ہے جو خون کو رنگین بناتے ہیں جسم کے اندرونی حصوں میں دوسرے معدنیات کی مقدار بہت کم ہوتی ہے اور یہ چیزیں کسی بھی ملی جلی خوراک کو کھلانے سے کافی مقدار میں حاصل ہو سکتی ہیں۔

خراب قسم کی خوراک کیا ہے

الفاظ "خراب خوراک" جہاں تک کہ ان کا تعلق خوراک کے معدنی اجزاء سے ہے اس حالت کو ظاہر کرتے ہیں جس میں کہ جانور کے جسم کے اندرونی حصہ میں ضروری معدنیات بالکل موجود نہیں ہیں۔ یہ بات اس خوراک کو برابر کھلانے سے پیدا ہوتی ہے جس میں کہ ایک یا زائد ضروری اجزاء کی کمی یا تو خوراک کے غلط طریقہ پر تیار کرنے کی وجہ سے یا دہ چارہ زائد دینے کی وجہ سے ہوتی ہے جو کم مٹی اور پانی یا دیگر وجوہ کے باوجود بھی پیدا ہوا ہو۔ خراب خوراک کی وجہ ایک ایسی ہی صورت بعض ان حالات کی وجہ سے بھی ہو جاتی ہے جن کی وجہ سے ان معدنیات کے جزو بدن ہونے میں اور جسم میں باقی رہنے میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے جو عام طور پر خوراک میں موجود رہتے ہیں۔ یہ صورتیں یہ ہیں۔ (۱) خوراک میں وٹامن کی کمی اور زائد دھوپ (۲) دودھ کا زائد پیدا ہونا اور زیادہ تر گابھن رہنا۔ (۳) خوراک میں معدنی اجزاء کا خراب (نامناسب) توازن۔

خوراک میں وٹامن ڈی کے موجود ہونے سے کیلسیم کے اجزاء کے جذب ہونے میں مدد ملتی ہے۔ لہذا اسکے نہ ہونے سے جانور کے جسم کے اندرونی حصہ میں یہ خاص دھات پوری طور پر جزو بدن نہ ہوگی۔ کیلسیم اور فاسفورس کی کمی ان گایوں میں بھی پیدا ہو سکتی ہے جو گابھن نہ ہوں یا جو دودھ بہت زیادہ دیتی ہوں اگر ان کی خوراک میں یہ دھاتیں مناسب مقدار میں نہ دیجائیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جنینین (فوئیٹس) کے بڑھنے اور دودھ کے اخراج کے لئے کافی مقدار میں ان کا موجود ہونا ضروری ہوتا ہے۔ جانوروں کے رگ و پٹھ کو ان دھاتوں سے فائدہ پہنچانے کے لئے صرف یہ نہیں ہے کہ ہر رگ و پٹھ میں یہ دھاتیں موجود ہوں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جسم کے اندر کے سیالوں میں اسکا خاص تناسب [illegible] ہونا چاہئے

خوراک کا توازن

چونکہ ہر کھانے میں مختلف قسم کی دھاتیں موجود رہتی ہیں اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ ان میں سے بعض بہت زائد مقدار میں موجود ہوں گی اور بعض بہت کم مقدار میں۔ اسلئے یہ بہت ضروری ہے کہ اس توازن کے ساتھ خوراک کو تیار کرتے وقت یہ معلوم کر لیا جائے کہ اس میں کتنی دھاتیں کس کس تناسب کے ساتھ موجود ہیں نیز یہ بھی معلوم کر لیا جائے کہ اس خوراک کو جو جانور کھائینگے ان کو دھات کی زیادہ مقدار میں ضرورت ہوگی۔ جسم کے بعض حصوں کی توانائی کی غرض سے ونیز اس غرض سے کہ مناسب طور پر ان سے کام لیا جاسکے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسی خاص تناسب سے دو دھاتوں کو ایک ساتھ ملایا جائے۔ شلاً تانبے (اور غالباً کسی اجزاء خاص کر کوبالٹ) کو لوہے کے ساتھ شامل کرنا ضروری ہے تاکہ خون کے خلیوں کو رنگ دینے والا مادہ ملتا رہے۔ ان دونوں دھاتوں کا کم از کم تناسب عارضی طور پر یوں رکھا جاتا ہے۔ اگر لوہا ۴۰ حصہ ہو تو تانبہ ایک حصہ ہو۔ اسی طور پر ہڈیوں کی غرض سے کیلسیم اور فاسفورس کا تناسب جو ہڈیوں کی بناوٹ کے لئے بہت اچھا ہوتا ہے وہ تقریباً ۴ و ۱ ہوتا ہے اسکا بیان بھی سے خالی نہ ہوگا کہ جانوروں کا جسم اس قابل ہوتا ہے کہ اگر یہ دھاتیں غیر مناسب مقدار میں بھی دی جائیں تب بھی ان کا تناسب جسم کے اندر قائم رہتا ہے۔ گردوں میں اس بات کی طاقت ہوتی ہے کہ جسم کے اندرونی حصوں میں جو دھاتیں زیادہ ہو جائیں ان کو خارج کر دے۔ اسکے برعلاف خوراک میں جن دھاتوں کی کمی ہوتی ہے وہ ان اجزاء سے پوری کی جاتی ہیں۔ جن کو جمع رکھتے ہیں اور خون کی نسوں کے ذریعہ سے رگ و پٹھوں میں پہنچائے جاتے ہیں۔ اگر یہ کمی بہت عرصہ تک جاری رہتی ہے تو ان دھاتوں کے جمع رکھنے والے اعضاء لبریز ہو جاتے ہیں اور اس سے بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔

دھاتوں کی کمی سے پیدا ہونے والی بیماریاں

قدرتی حالات کے ماتحت چرائی کے میدان بہت محدود ہوتے ہیں اور کھانے میں وہی اشیاء استعمال کی جاتی ہیں جو کھیتوں میں پکتی ہیں۔ دوسری ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو بچوں کیلئے تیار کی جاتی ہیں اور جن میں دھات کا جزو ملے ہوئے چارہ کے مقابلہ میں بہت کم ہوتا ہے۔ گزشتہ صدی کے آخری زمانہ میں جانوروں کے نمونوں کو چارہ دینے کے بارہ میں دھاتوں کی اہمیت کو پوری طور پر محسوس کر لیا گیا تھا اور دنیا کے ہر حصہ میں جانور رکھنے والوں کے نمونوں میں بہت ہی خطرناک بیماریاں پائی گئی تھیں لیکن ان کے وجوہ معلوم نہ کئے جاسکے۔ غذا کے بارے میں جو نئی باتیں آجکل معلوم کی گئی ہیں ان سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ یہ بیماریاں چارہ میں بعض دھاتوں کی کمی ہونے کی وجہ سے پیدا ہو گئی ہیں۔ ایسی بیماریاں مختلف صورتوں میں ہوتی ہیں۔ عام صحت خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اور جسم لاغر ہونے لگتا ہے۔ اسکے علاوہ بہت سے شدید امراض پیدا ہو جاتے ہیں مثلاً پیکا۔ بھوک کی کمی۔ پیروں میں سختی اور فالج۔ ہڈیوں کی خرابیاں۔ خون کی کمی۔ باڑہ میں کمی اور بچہ پیدا کرنے کی اہلیت میں تخفیف۔

ہڈیوں کی خرابیاں

چھوٹے اور بڑھتے ہوئے جانوروں کی ہڈیاں بڑھ کر چپٹی ہڈی ہو جاتی ہیں جو کیلسیم اور فاسفورس جمع ہو جانے کی وجہ سے سخت پڑ جاتی ہیں لیکن ان دھاتوں کے نہ ہونے کی وجہ سے یا بعض ان صورتوں کی وجہ سے (وٹامن ڈی اور دھوپ لگنے کی کمی کی وجہ سے) جو ان دھاتوں کے ہضم ہونے میں رکاوٹ پیدا کرتی ہیں جو غذا میں موجود ہوتی ہیں جو رکاوٹ پیدا کرتی ہیں جو غذا میں موجود ہوتی ہیں۔ یہ چپٹی ہڈی جسم کی مضبوط ہڈی کی صورت اختیار کر پاتی ہے۔ اعضاء کی حرکت کی وجہ سے یہ بڑھتی ہوئی چپٹی ہڈی جوڑوں کے مقام پر پھول کر بدشکل ہو جاتی ہے۔ اور جانور کے جسم کے بوجھ کی وجہ سے ملائم اعضا خم کھا جاتے ہیں۔ اس حالت کو عام طور پر سوکھے کی بیماری کہتے ہیں۔

پوری طرح پر بڑھے ہوئے جانوروں میں اس ہڈی کا یہ کام ہوتا ہے کہ کیلسیم اور فاسفورس کو جمع رکھے اور ایسی ضرورت کے موقع پر جبکہ ان میں سے کسی ایک کی کمی غذا میں واقع ہو جاتی ہے تو اس کمی کو جانور اس ہڈی کے ذخیرہ سے پورا کرتا ہے اگر اسکی ضرورت برابر ہوتی رہتی ہے تو دھات کا یہ ذخیرہ بہت کم ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جانور مٹی اور ہڈی کھانے لگتے ہیں جس کی وجہ سے ٹاکسیکوسیس (*Toxicosia*) اور باٹولیزم (*Botulism*) کی بیماری پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔ (جنوبی افریقہ میں لیمسکٹی۔ ٹیکساس میں کمر کی بیماریاں) کیلسیم اور فاسفورس کی کمی کی یہ پہلی علامتیں ہوتی ہیں۔ اور اس حالت کو عام طور پر پیکا کہتے ہیں۔

ڈیری کے جدید طریقے ایسے ہیں جن کی وجہ سے دودھ میں جو کیلسیم اور فاسفورس ہوتا ہے اسکا اخراج اسکے مقابلہ میں بہت زیادہ ہوتا ہے۔ جتنا کہ معدہ کو غذا سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ زیادہ دودھ دینے والی گایوں کی ہڈیوں میں مختلف قسم کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس قسم کے فرق ہڈیوں کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ جسم کا ڈھانچہ ہلکا پڑ جاتا ہے۔ اس میں بہت سے سامات ہو جاتے ہیں اور وہ کمزور ہو جاتا ہے۔ زیادہ شدید صورتوں میں بیل سے جفتی

کھاتے وقت گائے کے پیڑو کی اور دوسری ہڈیوں کے ٹوٹ جانے کا ڈر رہتا ہے۔ گھوڑوں میں جب یہ صورت پیدا ہوجاتی ہے تو اسکو بدن کی بیماری ہوجاتی ہے (بھوسے کی بیماری ملر کی بیماری۔ بیگ ہیڈ یا آسٹیو کروسس کی بیماری کہتے ہیں۔ اور ایسی غذا کے کھلانے سے یہ بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ جن میں فاسفورس بہت زیادہ ہوتا ہے۔ مثلاً بھوسا یا ایسا اناج جس میں مقابلتاً کیلیسم کم ہو۔ گھوڑے میں اس حالت کے پیدا ہوجانے سے ان خرابیوں کا پتہ چلتا ہے جو ایسی غیر مناسب غذاؤں کے کھلانے سے پیدا ہوجاتی ہیں۔ جن میں کیلیسم اور فاسفورس کے اجزاء کم ہوتے ہیں۔

اگر ہڈیوں کا گودا خارج ہوجانے کی حالت میں کسی وجہ سے کسی جانور کا ڈھانچہ کمزور ہوجاتا ہے تو وہ اس نقصان کو پورا کرنے کے لئے اس طرح پر کوشش کرتا ہے کہ بعد کی دھاتوں کے جمع کرنے کے لئے ملائم ہڈیوں میں سیلس قائم کرتا ہے لیکن اگر اس ترکیب میں کامیابی نہیں ہوتی ہے تو ہڈی اور بھی ملائم پڑ جاتی ہے اور اسکو آسانی سے جھکایا جا سکتا ہے۔ اس حالت کو آسٹیو ملیکیا کہتے ہیں اس حالت میں اور سوکھے کی بیماری کی حالت میں بجز اسکے کوئی اور اصولی فرق نہیں ہے کہ آسٹیو ملیکیا کا اثر بڑے جانوروں پر ہوتا ہے۔ ایک خاص بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ مویشیوں اور بھیڑوں میں آسٹیو ملیکیا کی بیماری فاسفورس کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے ایسی حالت میں بڑھ ماری جاتی ہے۔ جسم کے ڈھانچہ میں غیر ضروری قسم کی چیزیں بڑھ جاتی ہیں لنگڑاپن پیدا ہوجاتا ہے بھوک کی کمی ہوجاتی ہے۔ بچہ دینے کی اہلیت میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے۔ دودھ دینے میں کمی ہوجاتی ہے اور بالآخر یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اگر تدارک نہ کیا جائے تو جانور کی صحت بالکل خراب ہونے لگتی ہے۔ اور آخر میں وہ مرجاتا ہے۔

اعصابی خرابیاں

جانوروں میں بہت سی اعصابی خرابیاں اس بات کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہیں کہ کافی مقدار میں دھات والی غذا کھانے کے باوجود بھی ان میں دھاتوں کا توازن ٹھیک نہیں رہتا اسکی بہت عام مثال دودھ بخار ہوتا ہے جو ان گایوں کو ہوتا ہے جن کو بہت زیادہ مقدار میں دودھ حاصل کرنے کی غرض سے پالا جاتا ہے اور جن کو ایسی خوراک دی جاتی ہے جن میں بہت زیادہ دھاتیں ہوتی ہیں یہ خاص بیماری بچہ دینے کے بعد ہی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور اگر اس کا علاج فوراً ہی نہ کیا جائے تو پہلے تو جانور پر غفلت سی طاری رہتی ہے اور اسکے بعد وہ مرجاتا ہے۔ بھیڑوں میں ایسی حالت کو لیمبنگ کی بیماری کہتے ہیں۔ یہ بیماری خون کے پلاسما میں کیلیسم کے معمول سے کم ہوجانے کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں اس بات کو دھیان میں رکھنا چاہئے کہ عموماً جانور کی زندگی کے دوران میں تناسب ایک امر اعصابی (اینڈوکرین) اندرونی غذا کی ریزش کی ترتیب کے ذریعہ سے قائم رہتا ہے۔ جو جانور کے گابھن ہونے کے دوران میں بہت تیزی کے ساتھ کام کرتا ہے اچانک کوئی بھی ہیجانی واقعہ ہوتے مثلاً بچہ پیدا ہوجانے کی وجہ سے اس ترتیب میں خلل واقعہ ہوجانے کا امکان رہتا ہے۔ اور ایسی صورت میں خون میں کیلیسم کا تناسب اپنی حسب معمول تقریباً ۱۰ ملیگرام فیصدی (ملیگرامس فیصدی سی۔ سی۔ سیرم) مقدار سے کم ہوکر اس قدر قلیل ہوسکتی ہے کہ صرف ۲ ملیگرام فیصدی باقی رہ جائے اور اس حالت میں جانور پر دودھ کے بخار کی علامتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ کوئی بھی صورت جس کی وجہ سے عارضی طور پر کیلیسم کا تناسب زیادہ ہوجاتا ہے ان علامتوں کو فوراً کم کر دیتا ہے اور جانور میں صحت کی علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں یہ بات یا تو تھن میں ہوا بھرنے سے حاصل ہوسکتی ہے یا کسی نس میں یا کھال کے نیچے ایک حل ہوجانے والے کیلیسم کے نمک کا انجکشن دینے سے ان صورتوں سے جانور کے اندرونی غدودوں کی آمیزش کی ترتیب کے درست کرنے میں مدد ملتی ہے۔

چراگاہوں میں پرورش پانے والی گایوں اور دودھ پلاکر پرورش پانے والے بچھڑوں میں اعصابی خرابیوں کی جو اور صورت پیدا ہوجاتی ہے وہ اعصابی نہ و دخس پٹھوں کے تشنج اور اینٹھن و مروڑ سے مشابہ ہوتی ہے۔ بچھڑوں میں اس صورت کو دودھ پیدا کرنیوالا کزاز (ٹیٹنی) اور گایوں میں گھاس والا کزاز (ٹیٹنی) کہتے ہیں اور اسکے ساتھ ہی خون میں (میگنیزیم) کا تناسب بہت کم ہوجاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ گائے کے دودھ میں میگنیزیم کی کمی رہتی ہے (تقریباً ۱ء ۵ فیصدی ہوتا ہے۔) اور اس بات سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ بچھڑوں میں دودھ دینے والی (ٹیٹنی) کی بیماری پیدا ہوجانا اس بات کی علامت ہے کہ ان میں میگنیزیم کی کمی ہے۔ اس کا اس صورت سے علاج کیا جاتا ہے کہ نس یا کھال کے نیچے میگنیزیم سلفیٹ کے ۲۰ فیصدی حل کے ۵۰ تا ۱۰۰ سی سی کے انجکشن دئے جائیں۔

خون کی خرابیاں

جانوروں میں خون کی کمی کی یہ وجہ بتائی جاتی ہے کہ تانبے اور فولاد کی کمی پیدا ہوجاتی ہے خون کو رنگین بنانے کے لئے فولاد خود ہی ایک جزو ہوتا ہے لیکن اسکے بننے کے لئے تھوڑا سا تانبا اور بعض صورتوں میں کوبالٹ کی بھی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ غذا میں خون کی کمی کی اس صورت کو نیوزیلینڈ میں بش کی بیماری۔ فلوریڈا میں نمک کی بیماری۔ کینیا میں ناکوروٹیس کی بیماری۔ ڈنمارک کی بدن گھلانیوالی بیماری۔ آسٹریلیا میں اور اسکاٹلینڈ میں پیننگ کی بیماری کہتے ہیں تحقیقات سے اس بات کا پتہ چلا ہے کہ چارہ کے ان پودوں میں جو ان ملکوں کے متاثر علاقوں میں پیدا ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں فولاد کم ہوتا ہے جو زائد زرخیز علاقوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

ان جانوروں کو خون کی یہ بیماری ہوجاتی ہے جب فولاد میں تھوڑا سا تانبا یا کوبالٹ ملاکر دیا جاتا ہے تو اس بیماری سے جو حالت پیدا

ہوجاتی ہے وہ بہتر ہونے لگتی ہے۔ ہالینڈ میں غذا کی کمی کی وجہ سے خون کی کمی کی جو حالت پیدا ہوجاتی ہے اسکی وجہ سے بھوک کی کمی۔ دبلا پن۔ بدن میں کمزور اکھڑا پن۔ بچہ پیدا کرنے کی اہلیت میں کمی اور خون کی کمی ہوجاتی ہے اور اسکی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ان پودوں (گھاس) میں تانبے کی کمی ہوتی ہے جو ان جانوروں کو کھلائے جاتے ہیں ان دودھ پینے والے سور کے بچوں۔ بچھڑوں اور میمنوں میں جن کو محض دودھ ہی پلایا جاتا ہے اگر یہ علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں تو اسکو دودھ والا انیمیا کہا جاتا ہے اور اسکی وجہ دودھ میں فولاد اور تانبے کی کمی بتائی جاتی ہے۔ جن ملکوں میں سوروں کو بہت پالا جاتا ہے دودھ پینے والے سور کے بچوں کے بہت زیادہ مقدار میں مرنے کی خاص وجہ دودھ کا انیمیا ہی بتایا جاتا ہے۔

کمی کے ٹریس ایلیمنٹس

ٹریس ایلیمنٹس کا کیا مطلب ہوتا ہے آیوڈین اسکی ایک مثال ہے۔ خوش قسمتی سے جانوروں کی ضرورتوں کے لیئے بہت سی کھانے کی چیزوں میں ٹریس ایلیمنٹس بہت کافی ہوتے ہیں لیکن آیوڈین کی بابت یہ بات اس وجہ سے ٹھیک نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ بعض علاقوں کی بوٹیوں میں اس چیز کی کمی ہوتی ہو۔ ان علاقوں میں آیوڈین کی کمی کی وجہ سے انسانوں اور جانوروں دونوں کو گھیگا ہو سکتا ہے۔ جانوروں میں سے مویشیوں۔ بکریوں اور سوروں کو اس بیماری کے ہوجانے کے زیادہ امکان ہوا کرتا ہے۔ جانوروں کے بچے اور نوزائیدہ بچوں کو یہ بیماری زیادہ تر ہوا کرتی ہے اور بہت سے ایسے واقعات دیکھے گئے ہیں جن میں کہ میمنوں اور سوروں میں یہ بیماری پائی گئی ہے جن میں سے سب کے سب ایسے تھے جن کے تھائیرائیڈز (ورقی غدود) پیدائشی بڑھے ہوئے تھے اور بہت سے ایسے تھے جن کے یا تو بال بالکل نہ تھے یا ان کی شکل خراب ہوگئی تھی اسکو گابھن بھیڑوں اور سورنیوں کے کھانے میں پوٹاشیم ایوڈائیڈ یا ایوڈائزڈ نمک ملا کر دینے سے روکا جا سکتا ہے۔

عملی طور پر قابل غور باتیں

حالانکہ سائنٹفک طریقہ پر فارم کے جانوروں کو کھانا کھلانے کے مسئلہ کو بہت اہم مان لیا گیا ہے اور چونکہ اس بارے میں یورپ اور امریکہ میں بہت کچھ تحقیقاتی کام کئے جا چکے ہیں لیکن فارم والوں کو ایسی خوراک کے مقرر کرنے کی خاطر دھاتوں کا کوئی خاص ایسا معیار نہیں بتایا گیا ہے جو جانوروں کی باڑھ اور استحالہ (غذا کا جزو بدن ہونا) کے لیئے ضروری ہو اور جس سے جانوروں کو دھات کی کافی مقدار حاصل ہو سکے۔ ہندوستان میں اس سلسلہ میں اس حد تک کچھ بھی واقفیت نہیں ہے کہ جانوروں کو دھات کی ضرورت یا چاروں اور گھاس کے دھاتی اجزا کی بابت کوئی بھی ڈیٹا موجود نہیں ہیں۔ ابھی کچھ روز قبل تک مویشیوں میں دھات اور وٹامن کی کمی پر بہت کم توجہ کی گئی تھی۔ گذشتہ چند سال کے دوران میں کمی کی وجہ سے جو بیماریاں ہوا کرتی تھیں انکے واقعات کو تحریر میں لایا گیا ہے اور مختلف علاقوں سے چاروں کے بارے میں جو تجربات کیئے گئے ہیں ان سے دھات کے اجزا میں نمایاں فرق موجود ہونے کا پتہ چلا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جس قدر خیال کیا جاتا ہے اس سے کہیں زیادہ اسکی کمی عام طور پر ہوا کرتی ہے۔ ڈاکٹر مائیٹ کی یہ سفارشیں کہ کمی کی وجہ سے جو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں انکی بابت پوری طور پر اس غرض سے معلومات حاصل کی جائیں کہ ان علاقوں کا پتہ آسانی سے چل سکے جن میں دھاتوں کی کمی ہوا کرتی ہے اور ہندوستانی مویشیوں اور بھینسوں کی خوراک کا ایک قابل اطمینان طریقہ اختیار کرنے کی غرض سے مضرت رساں اثرات کو محدود کیا جا سکے۔ امپیریل کونسل آف اگریکلچرل ریسرچ کی مالی امداد سے کچھ عرصہ سے چراگاہوں اور چاروں کے دھات والے اجزا کے بارے میں متعدد تحقیقاتیں کی جا رہی ہیں۔ چراگاہوں میں دھاتوں کی کمی اور جانوروں میں غذائی کمی کے مسئلوں پر غور کرنے سے قبل یہ بات بہت ضروری ہے کہ مختلف قطعات آراضی کی مٹی کے دھات کے اجزا کی بابت معلومات حاصل کی جائیں۔ یہ بات بالکل صاف ہے کہ اگر مٹی میں بعض ضروری دھاتیں نہ ہوں تو انکی کمی کا اثر یہ ہوگا کہ انکے کھانے کی چیزوں میں بھی ان دھاتوں کی کمی ہوجائیگی جن کی وجہ سے ان جانوروں کی جسمانی بناوٹ۔ باڑھ اور انکے اعضا کے کام میں بڑا خلل واقع ہوگا جو اس قسم کی خوراک کھاتے ہیں اور چونکہ ہندوستان کی مٹی مختلف قسم کی ہوتی ہے اسوجہ سے ان میں جو فصلیں پیدا ہوتی ہیں وہ بھی اسی وجہ سے نیز آب و ہوا کے اثرات کی وجہ سے مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہ جانوروں کی کھانے کی نوعیت اور انکی مقدار ان دونوں کے معیاروں کو بھی خاص طور پر مقرر کرنا ہوگا۔ ہندوستان کی مٹی کی بعض خرابیاں مشہور ہیں خاص کر فاسفورس کی کمی ہوتی ہے اور پہاڑی اور پہاڑ کے دامن کے علاقوں میں کیلشیم کی کمی ہوتی ہے۔ کئی صدیوں سے ہندوستان کے زرخیز میدانوں میں بہت زائد کاشت بہت زیادہ فصلوں کے پیدا ہونے اور باقاعدہ کھاد دے کر مختلف قسم کی دھاتوں کو مہیا کرنے میں کمی کی وجہ سے اچھی قسم کی دھاتوں کی کمی پیدا ہوگئی ہے

دھاتوں کی کمی

حالانکہ دھات کی کمی کی وجہ سے جو واقعی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ان کے کل اثرات کی بابت کچھ معلومات حاصل نہیں ہو سکتی ہیں لیکن دھاتوں کی کمی ہونے کے کافی ثبوت موجود ہیں جن کی وجہ سے مویشیوں میں عام طور پر بچے کمی کے ساتھ ہوتے ہیں اور جو ہوتے بھی ہیں ان کی باڑھ اچھی طرح پر نہیں ہو پاتی ہے۔ پٹنہ اور کوئمبٹور میں جو تجربات حاصل کئے گئے ہیں ان سے اس بات کا پوری طور سے پتہ چلا

ہے کہ بچھڑوں کو دھاتوں کی بنائی ہوئی مکسچر پلانے سے انکی باڑھ پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ جنوبی اور مشرقی ہندوستان میں جہاں جانوروں کی خاص غذا چاول کا بھوسہ ہوتی ہے وہاں کے مویشی شمالی ہندوستان کے مویشیوں کے مقابلہ میں اچھے نہیں ہوتے ہیں۔ جہاں گیہوں اور دوسرے قسم کے اناجوں کی کافت ہوتی ہے۔ پنجاب میں کانگڑہ کی وادی کے علاقے میں مویشیوں کی حالت کی خرابی کی ایک وجہ یہ ہے کہ انکو چاول کا بھوسہ بطور خاص غذا کے کھلایا جاتا ہے جس میں کیلسیم اور فاسفورس کی کمی ہوتی ہے۔

دھاتوں کی بابت مدراس کے مختلف علاقوں کی چراگاہوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جنگل کے چرنے کے مقامات کے مقابلہ میں پہاڑی علاقوں میں فاسفورس اور چونے کی کمی ہوتی ہے متعدد قسموں کی گھاس کے دھات کے اجزا کا تجزیہ کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ شمبشور کے پہاڑوں کے ڈھالو مقامات میں دھاتوں کی کمی بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ضلع کنتور کے انگول کے علاقہ میں بہت عمدہ قسم کی گھاس پیدا ہوتی ہے جس میں چونے اور فاسفورس کے اجزا بہت کافی مقدار میں ہوتے ہیں۔

دھاتوں کی کمی کی صورت کے برخلاف مٹی یا کھانے کی چیزوں میں بعض دھاتوں کی زیادتی سے بھی بہت سے امراض میں بڑی خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ مدراس میں ایک بیماری بہت زیادہ ہوا کرتی ہے جس کو وہاں والے یڈلو کہا جاتا ہے جو جوڑوں کی بیماری سے مشابہ ہوتی ہے اور جس کو اس سے پہلے آسٹیومیلیکیا کی بیماری بتایا گیا ہے۔ اب یہ بات پوری طرح پر معلوم ہو چکی ہے کہ اسکی وجہ پانی اور چارہ میں فلورین کی زیادتی ہوتی ہے۔ اس گرد و نواح کے بعض دوسروں میں ایک ایسے ہی فلوروسیس کا پتہ چلا ہے۔ صوبہ متوسط میں دیکھا گیا ہے کہ وہ گھاسیں جو بھاری قسم کی کالی مٹی میں پیدا ہوتی ہیں ان میں دھات کے اجزا ہلکی مٹی میں اگنے والی گھاسوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوتے ہیں۔

...ی تناسب کے ساتھ خوراک دینے کی ضرورت

بنگال میں جہاں چاول کا بھوسہ مویشیوں کی خاص خوراک ہوتی ہے عام طور پر کیلسیم کی ضرورت مقررہ معیار سے زائد ہوا کرتی ہے اور ...کا کوئی خاص تناسب اسوقت تک مقرر نہیں کیا جاسکتا ہے جب تک کہ روزانہ کی خوراک فی ۱۰۰۰ پونڈ تقریباً ۵۰ گرام کیلسیم کا اضافہ جسم کے وزن کے اعتبار سے نہ کردیا جائے۔ اس بات کا امکان ہے کہ چاول کا بھوسے کے ساتھ بہت زائد مقدار میں پوٹاش دینے کی وجہ سے کیلسیم کے جزو بدن ہونے میں خلل واقع ہو۔ نتائج سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بنگال میں معمولاً خوراک دینے کے حالات میں چونے کے مقابلہ میں فاسفورس کی کمی واقع ہوجانے کے بہت زائد امکانات ہیں اور ایسی کھلی اور دیگر اجزا دینے سے جن میں جزو بدنی ہونیوالا فاسفورس بہت کافی مقدار میں موجود ہو یہ حالات بہتر ہوسکتے ہیں۔

اسی صورت سے بہار میں چارہ کی خاص فصلوں کا اندازہ لگایا گیا۔ جس وقت ہندوستان کے مختلف علاقوں کی چراگاہوں کے معدنی اجزا کا ایک عام مطالعہ کرلیا جائیگا تو مویشیوں کے لئے کسی ایسی خوراک کے مقرر کرنے میں آسانی ہوگی جو اقتصادی طور پر بھی مناسب ہو۔ جانور کے لئے کوئی ایک قسم کی خوراک کا مقرر کرنا اکثر دشوار پایا گیا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اس کا بہت کچھ انحصار مٹی کی نوعیت۔ فصل اور ان کاموں پر ہوتا ہے جو مویشیوں سے لئے جاتے ہیں و نیز اس بات کی واقفیت پر ہوتا ہے کہ کسی خاص علاقہ میں کون سی خوراک عام طور پر مویشیوں کو دیجاتی ہے۔ کسی خاص موسم میں بعض خاص قسم کے چارا کے ملنے و نیز ان کی غذائی اہمیت کی وجہ سے ملی جلی خوراک کے اجزا پر بہت اثر پڑتا ہے۔

عام طور پر چارے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ یعنی یہ کہ رفیج (Roughage) اور کنسنٹریٹس (Concentrates) اول الذکر میں گھاسیں۔ سوکھی گھاس اور بھوسہ ہوتے ہیں جن میں کیلسیم زیادہ ہوتا ہے۔ اور فاسفورس کم ہوتا ہے اور موخرالذکر میں کھلی اناج اور ان کی بنی ہوئی اشیاء ہوتی ہیں جن میں فاسفورس زیادہ اور چونا کم ہوتا ہے۔ بڑے پیٹ ہونے کی وجہ سے مویشی اور بکریاں رفیج کا چارہ کھاسکتی ہیں جن سے ان کی کیلسیم کی ضرورتیں پوری ہوجاتی ہیں اور جانوروں میں جو عام کمی ہوتی ہے وہ کیلسیم کی وجہ سے نہیں بلکہ فاسفورس کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کمی کو کھانے میں کنسنٹریٹس ملا کر پورا کیا جاسکتا ہے اسکے برخلاف گھوڑے جن کو کنسنٹریٹس بہت زیادہ دئے جاتے ہیں ان میں فاسفورس کے کمی کی امکانات بہت کم ہوتے ہیں اور ان جانوروں میں جو اسکیلیٹل بیماریاں ہوتی ہیں وہ زیادہ تر کیلسیم کی کمی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

جانوروں کی غذا کی بابت مرکزی اور صوبہ جاتی اداروں کی کمی کی وجہ سے جو بیماریاں ہوتی ہیں ان کی تشخیص اور ان کے علاج کی فارم والوں کو مشورہ دے سکتے ہیں۔ فارم کے مالک کو یہ بھی مشورہ دیا جاتا ہے کہ یا تو مقامی تجرباتی فارم یا علاج حیوانات کے عہدہ داروں سے مشورہ کرے جن کا یہ کام ہے کہ ان کمیوں کی چھان بین کریں اور ایسی مناسب خوراکیں مقرر کریں جن میں معدنی اجزا کافی مقدار میں موجود ہوں۔

ریڈیو پروگرام

(وقت ۷½ بجے سے ۸¾ بجے شام)

(وقت کی اطلاع ۸ بجے)

۱۶ دسمبر ۴۴ء۔ گیت۔ سروج کماری۔ بچوں کی پڑھائی لکھائی۔ (بات چیت) سے دیوی۔ خبر لوانتو۔ ستار پر دھن۔ ریڈیو کرافٹ۔ بہنو، تمہارا خط ملا۔ فلمی گیت۔ خبریں۔ پہیلیاں، دمنتی دیوی۔ سوہر، سروج کماری۔

۱۷ دسمبر ۴۴ء۔ رامائن پاٹھ۔ پنچ منڈلی۔ بال سبھا۔ دیپک دھرو۔ (خاص پروگرام) تمر نیشپند۔ ٹھمری۔ راجیشوری دیوی۔ تمہارا خط ملا۔ دادرا۔ مرتضیٰ حسین۔ خبریں۔ میرا کے بھجن۔ آرتی۔ پورب کا حال۔ (مکالمہ)

۱۸ دسمبر ۴۴ء۔ بدیشیا۔ رام جی داس۔ زیادہ غلہ پیدا کرو۔ (مکالمہ) پوربی گیت۔ کاشی بائی۔ کویتا۔ بھوشن۔ نعت۔ خبریں۔ گیت۔ آرتی۔ شری۔ داس۔ ہفتہ کا پروگرام۔

۱۹ دسمبر ۴۴ء۔ شو کے بھجن۔ بلدیو پرساد۔ کھاد کی کمی۔ (مکالمہ) کھیم کرشن۔ بدیشیا۔ گیت بازی۔ بلدیو پرساد اور رام جی داس۔ ل کی کہانی (مکالمہ) تلسی کے بھجن۔ دی۔ بجے۔ جوشی۔ خبریں۔ کیرتن۔

۲۰ دسمبر ۴۴ء۔ بیماری۔ فقیرے لال اور منڈلی۔ بچوں کا جلسہ۔ دیش بدیش کی باتیں۔ ٹنڈا کا رہن سہن (مکالمہ) ی۔ کے۔ مشرا۔ ریلٹو۔ نرائن۔ فقیرے لال اور منڈلی۔ لڑائی کا حال۔ (مکالمہ) قوالی۔ خبریں۔ بچوں کی فرمائش۔ گیت۔ فقیرے لال معہ پارٹی۔

۲۱ دسمبر ۴۴ء۔ پوربی گیت۔ رام جی داس۔ سوامی بھگت۔ (ناٹک) شری لیش چندر۔ دادرا۔ منی بائی۔ خبریں۔ بھجن۔ کسانی باتیں۔ پنچ منڈلی۔

۲۲ دسمبر ۴۴ء۔ آرتی۔ رام نرائن سینی معہ پارٹی۔ ہمارے اپنے کوی۔ گردھر (بات چیت) رسول احمد ابودھ۔ پوربی گیت۔ شانا بائی۔ خبریں۔ کیرتن۔ رام نرائن سینی معہ پارٹی۔ جلدی پھلنے والے درخت۔ (مکالمہ) کے۔ ایس۔ مشرا اور رمئی کاکا۔ رامائن پاٹھ۔ رام نرائن سینی معہ پارٹی۔

۲۳ دسمبر ۴۴ء۔ ملا اور پارٹی۔ اس سے بچئے۔ لڑائی جھگڑا۔ (مکالمہ) دھنوتی مشر۔ بھجن۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ گیت۔ وجلا پارٹی۔ اُرملا کی کتھا۔ شکنتلا ماتھر۔ سوہر۔ ملا معہ پارٹی۔

۲۴ دسمبر ۴۴ء۔ رباعی۔ ایس۔ منظور حسین۔ اگر تم جانتے۔ قاعدہ قانون (بات چیت) فصیح احمد انصاری۔ سوز۔ منصور حسین۔ پورب کا حال۔ (مکالمہ) بچوں کا جلسہ۔ پہیلیاں۔ رمئی کاکا۔ خبریں۔ کہروا۔ رام آسرے معہ پارٹی۔ تمہارا خط ملا۔

۲۵ دسمبر ۴۴ء۔ بدیشیا۔ رام جی داس۔ پیداوار بڑھاؤ۔ (مکالمہ) پوربی گیت۔ کملیشوری دیوی۔ بڑا دن (کویتا) بھوشن۔ دادرا۔ خبریں۔ شور کے پد۔ کرپا شنکر تیواری۔ اس ہفتہ کا پروگرام۔

۲۶ دسمبر ۴۴ء۔ سوز۔ منظور حسین۔ لوائی سنو۔ سریش (تقریر) شری رام۔ نوحہ۔ مرتضیٰ حسین۔ فصل کی رکھوالی (مکالمہ) رام اجاگر دوبے اور ریلٹو۔ پوربی۔ رام آسرے۔ خبریں۔ بدیشیا۔ رام جی داس۔

۲۷ دسمبر ۴۴ء۔ مرثیہ خوانی۔ مرزا اختر بخت۔ شہادت نثر خوانی۔ ایس نجم الحسن۔ نوحہ۔ ابو حسین معہ پارٹی۔ خبریں۔ بچوں کا جلسہ۔ دیش پردیش کی باتیں۔ عجیب جانور۔ (مکالمہ) پرکاش، ٹنڈن اور ریلٹو۔ لڑائی کا حال چال (مکالمہ)۔

۲۸ دسمبر ۴۴ء۔ بھگتی گیت۔ شالنی شیواڈے۔ کانتی خیر ہوا جنگ بہادر۔ رام جی داس۔ مرتضیٰ حسین۔ خبریں۔ بچت کا استعمال (مکالمہ) سینچائی کا انتظام۔ (مباحثہ) پنچ منڈلی۔

۲۹ دسمبر ۴۴ء۔ یا مدینہ۔ قوالی۔ پنچ منڈلی۔ باغبانی کے فائدے۔ (تقریر) محمود احمد۔ پوربی گیت۔ رادھا بائی۔ دودھ کی صفائی کا انتظام۔ (مکالمہ) دینا ناتھ اور رمئی کاکا۔ نعت۔ خبریں۔ دادرا۔ مرتضیٰ حسین۔

۳۰ دسمبر ۴۴ء۔ کرشن پیارے جھول رہے پالنا۔ اُرملا بھارگو معہ پارٹی۔ بہو کی رسوئی۔ طرح طرح کی ترکاریاں (تقریر) سوشیلا شریواستو۔ گیت۔ شانتی جیٹرجی۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ میری پیاری گلاب سی زچہ۔ اُرملا بھارگو معہ پارٹی۔ بہنوں کی فرمائش۔

خبریں۔ رے۔ من رادھے رادھے بول۔ (بھجن) اُرملا بھارگو معہ پارٹی۔

۳۱ر دسمبر ۱۹۴۴ء۔ پوربی گیت۔ للّا معہ پارٹی۔ بچّوں کا جلسہ۔ تندرستی۔ کھیل کود۔ (مکالمہ) رامیشور دیال ماتھر اور پلٹو۔ آرکسٹرا پر ناچ دُھن۔ تمہارا خط ملا۔ بچاری۔ للّا معہ پارٹی۔ خبریں۔ سمرنی۔ للّا معہ پارٹی۔ پورب کا حال۔ (مکالمہ)

۱ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ سوا گت ہے نو ورش تمہارا۔ (کورس) پنچ منڈلی۔ کھاد کا انتظام (مکالمہ) رام آجاگر دوبے اور چھبیلے۔ شہنائی پر دُھن۔ بسم اللہ معہ پارٹی۔ اس ہفتہ کا پروگرام۔ گیت۔ جنگ بہادر دادرا۔ ببّا بائی۔ خبریں۔ کہاوتیں۔ ارجن لال۔

۲ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ دادرا۔ مرتضیٰ حسین۔ گنیش کی کتھا۔ چندر پرکاش ودیارتھی۔ گیت۔ چندر کنور۔ پہیلیاں۔ رسی کا کالہ بھجن۔ خبریں۔ پوربی گیت۔ رام جی داس۔ سارنگی پر دُھن۔ ریڈیو آرٹسٹ۔

۳ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ رام رتن دھن پائی۔ (بھجن) مہاراشٹر بھجن منڈلی۔ بچّوں کا جلسہ۔ یہ بھی سیکھو۔ چستی چالاکی۔ (مکالمہ) دی۔ این۔ سنگھ اور پلٹو۔ غزل۔ حفیظ احمد خاں۔ پورب کا حال۔ (مکالمہ) کیرتن۔ مہاراشٹر بھجن منڈلی۔ بچّوں کی فرمائش۔ خبریں۔ آرتی۔ مہاراشٹر بھجن منڈلی۔

۴ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ گیت۔ مرتضیٰ حسین۔ پچھتاوا (ناٹک) رسول احمد اور دوسرے۔ شہنائی پر دُھن۔ بسم اللہ معہ پارٹی۔ پرجات (کویتا) بھوشن۔ غزل۔ امتیاز احمد خاں۔ خبریں۔ نعت۔

۵ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ رامائن پاٹھ۔ پنچ منڈلی۔ ہمارے تجربے۔ دودھار جانور کے بھجن۔ (تقریر) درگا چرن ترویدی۔ ٹھمری۔ سدھیشوری بائی۔ پالے سے نقصان (مباحثہ) رمئی کاکا اور پنچ۔ میرا کے بھجن۔ فیلادتی کا زوال۔ خبریں۔ دوگانے۔

۶ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ میرے تو گردھر گوپال (بھجن) ودیا مندر معہ پارٹی۔ پرکھوں سے سیکھو۔ نیمو کے فائدے (تقریر) شانتا کمار کی۔ گیت۔ گنگا کی کتھا۔ شیلا ماتھر۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ ودیا مندر معہ پارٹی۔ خبریں۔

۷ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ پوربی گیت۔ بلدیو پرساد۔ بچّوں کا جلسہ۔ کھیلے کیوں نہیں۔ کبڈی۔ (مکالمہ) پشپال سنگھ اور پلٹو۔ تلسی کے بھجن۔ سدھیشوری بائی۔ تمہارا خط ملا۔ بدیشیا گیت بازی۔ راجی داس اور بلدیو پرساد۔ چوربازار سے ہوشیار (مکالمہ) کہروا۔ پنچ منڈلی۔ خبریں۔

۸ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ ہرک گیت۔ پنچ منڈلی۔ صاف آب و ہوا (مکالمہ) ایک ڈاکٹر اور چھبیلے۔ دادرا۔ منّا بائی۔ اس ہفتے کا ستار پر دُھن۔ ریڈیو آرٹسٹ۔ گیت۔ منّا بائی۔ خبریں۔ پنچ بھیّا (کویتا) بھوشن۔

۹ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ بدیشیا۔ رام جی داس۔ اپنی بپتی۔ سُکھ کا چکر۔ دی۔ آر۔ رسک۔ دادرا۔ نور جہاں۔ کھیتی کی رکھوالی (مکالمہ) سریشچندر و ارجن لال۔ سب ان کے سامنے قوالی۔ پنچ منڈلی۔ خبریں۔ بھجن۔

۱۰ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ بچاری۔ جواہر معہ پارٹی۔ بچّوں کا ان کے فائدے۔ دریا سید قائم رضا نسیم اور چھبیلے۔ پوربی۔ منّا بائی۔ پورب کا حال۔ مکالمہ۔ نرگن۔ جواہر معہ پارٹی۔ بچّوں کی فرمائش۔ خبریں۔ سمرنی جواہر معہ پارٹی۔

۱۱ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ ٹھمری۔ جنگ بہادر۔ بچت کا استعمال (مکالمہ) دادرا۔ ملکہ بائی۔ ودرنیتی۔ سریشچندر۔ قوالی۔ نیاز معہ پارٹی۔ خبریں۔ ناچ پر دُھن۔

۱۲ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ کورس۔ عابد قوال معہ پارٹی۔ ہمارے پرانے کوی۔ خسرو (تقریر) پوربی گیت۔ راجیشوری دیوی۔ ترکاری۔ (مکالمہ) دادرا۔ عابد قوال معہ پارٹی۔ خبریں۔ بھجن۔

۱۳ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ رامائن پاٹھ۔ سوشیلا دید اور پارٹی۔ امریہ۔ (ناٹک) چندر کماری شری واستو۔ بہنو تمہارا خط ملا۔ بہنوں کی فرمائش۔ خبریں۔ سوہر۔ سوشیلا دید معہ پارٹی۔

۱۴ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ بچاری۔ پنچ منڈلی۔ بچّوں کا جلسہ۔ کھیلے کیوں نہیں۔ پتلوا (مکالمہ) رام آجاگر دوبے اور پلٹو۔ بھجن سور۔ رادھا بائی۔ تمہارا خط ملا۔ تلسی کا بھجن۔ کریا کے تیواری۔ خبریں۔ من کی من میں راجے (مکالمہ) راہ گیت۔ رام جی داس۔

۱۵ر جنوری ۱۹۴۵ء۔ کیوٹ کے رام۔ (کتھا) شیتلا پرشکل۔ مویشیوں کی دیکھ بھال۔ کھلی چلنی کا انتظام۔ (مکالمہ) نہرو (کویتا) بھوشن۔ میرا کا بھجن۔ راجیشوری دیوی۔ اس ہفتہ پروگرام۔



[illegible]

گاؤں سدھار کی رفتار ترقی

گذشتہ جون اور جولائی میں گاؤں سدھار کا جو کام ہوا ہے اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

جون ۱۹۴۴ء میں گاؤں سدھار۔ یو پی کے بیشتر باشندوں کا ذریعہ معاش زراعت ہے اس لئے اس ماہ پیداوار بڑھانے کی تحریک پر زیادہ زور دیا گیا۔ اس ماہ ۵۷۶۲ من بیج تقسیم کئے گئے۔ بیج تقسیم کرنے کے علاوہ بیج گوداموں کے ملازمین کسانوں کو جدید آلات زراعت کے استعمال کے بارے میں بتلاتے رہے۔ زراعت کی اشاعت کو مزید موثر بنانے کے لئے کسانوں کے کھیتوں میں مظاہرے بھی کئے گئے۔ دیہات میں تقریباً ۵۰۵ مظاہرے کئے گئے۔ کھاد جمع کرنے کے لئے ۳۰۹۶ گڑھے بنائے گئے۔ گندہ پانی جمع کرنے کے لئے ۵۰۳۲ گڑھے بنائے گئے۔ کسانوں کو طرح طرح کی کھاد تیار کرنے کے لئے ترغیب دی گئی۔ مویشیوں کی اصلاح کا کام برابر ترقی کرتا رہا۔ ۴۵۴ اصلاح شدہ نسل کے سانڈ دئے گئے اور ۳۷۰۸ بیل آختہ کئے گئے۔ ۷۰۰۸ جانوروں کا علاج کیا گیا۔

گاؤں سدھار کے کارکنان نے گاؤں کی صفائی کی طرف خاص توجہ کی۔ دیہات میں اشاعت کے لئے اور مظاہرے کئے گئے جن میں ۲۱۱۷ سوختہ گڑھے بنائے گئے۔ ۱۹۵۴۹ گھور صاف کرائے گئے اور ۸۰۶ سور باڑے آبادی سے ہٹائے گئے۔ دیہات کے گھروں کے لئے ۲۵۱۶ روشن دان دئے گئے۔ پھیلنے والی بیماریوں کو روکنے کی خاص کوشش کی گئی۔ ۵۱۱۵ اشخاص کو ٹیکے لگائے گئے۔ انگریزی اور دیسی دواخانوں نے گاؤں والوں کو دوائیں دیں۔ ۶۰۷۰ بیماروں کا علاج کیا گیا۔ ۱۰۳۵ اشخاص کو ابتدائی امداد کی ٹریننگ دی گئی ۱۵۳ دائیاں ٹرینڈ کی گئیں۔

اس ماہ محکمہ گاؤں سدھار کے نئے ملازموں کے لئے ۲ ہفتے کے ریفریشر کورس کا انتظام کیا گیا۔ زراعت کے موضوعوں، کمپوسٹ بنانا، ایندھن کے درخت لگانا اور کھیتی کے جدید طریقوں کی اشاعت پر خاص زور دیا گیا۔ اس کے علاوہ فوجی قواعد بھی سکھائی گئی۔ محکمہ گاؤں سدھار کے ملازمین فوجیوں کے کنبے میں ان کی بھلائی کے کام کرنے میں بھی دلچسپی لے رہے ہیں تاکہ وہ ان دیہات میں فوجیوں کے ایجنٹ بن سکیں۔ وہ فوجیوں کے رشتہ داروں سے فوجیوں کے لئے خطوط لکھواتے ہیں، ان کی ضروریات کا خیال رکھتے ہیں۔ بیماروں کے علاج اور بچوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ وہ ایسے متعدد کام کرتے ہیں جس سے فوجیوں کے کنبے والے آرام سے رہ سکیں۔

گاؤں والوں میں نیا جوش پیدا کرنے کے لئے مختلف مرکزوں پر مختلف دیہات میں کھیلوں کے مقابلے کا انتظام کیا گیا۔ دیہاتی اسکاؤٹوں کی بھرتی کی رفتار بھی اطمینان بخش رہی۔ اور بیشتر دیہاتی اسکاؤٹوں کو مکمل ٹریننگ دی جا چکی ہے۔ اس ماہ ٹریننگ یافتہ اسکاؤٹوں کی تعداد ۹۹۴۳

عمارت سازی کے سامان ملنے میں دشواریاں ہوتے کے باوجود ۳۰ کنوئیں اور ۱۳ باندھ بنائے گئے۔ بہت سی نالیاں بھی بنائی گئیں۔ گاؤں والے ان کاموں میں اپنے حصے کا خرچ بخوشی برداشت کر رہے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ وہ گاؤں سدھار کے کاموں میں کافی دلچسپی لے رہے ہیں۔

ریڈیو پروگرام بدستور گاؤں والوں کی تفریح کا سامان بہم پہونچانے کے ساتھ ساتھ ان کی معلومات میں اضافہ کر رہے ہیں جن گاؤں سدھار سنٹروں میں سیٹ لگے ہوئے ہیں وہاں ریڈیو سننے کے لئے گاؤں والوں کا جم غفیر اکٹھا ہو جایا کرتا ہے۔

جولائی ۱۹۴۴ء میں گاؤں سدھار۔ سیمنٹ اور اینٹوں کی کمی کے باعث مکان بنانے کا زیادہ کام نہیں ہو سکا پھر بھی ۲۰ نمونے کے گھر، بارہ باندھ اور ۱۵ کنوئیں بنائے گئے۔ بہت سی نالیاں بھی بنائی گئیں۔ گاؤں والے نصف خرچ نقد سامان یا محنت کی شکل میں ادا کر رہے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ گاؤں والوں کو گاؤں سدھار کے کاموں سے کافی دلچسپی ہے۔ گاؤں والے اب یہ سمجھنے لگے ہیں کہ گاؤں سدھار کے ان کاموں سے دیہات میں ایسی سہولتیں ہو جائیں گی جس سے گاؤں رہنے کے لئے اچھے اور آرام دہ ہو جائیں گے۔

محکمہ گاؤں سدھار کے ملازمین نے پیداوار بڑھاؤ تحریک کو زوردار بنانے اور اس کے ماتحت حکومت کی طرف سے کسانوں کو ملنے والی رعائتوں کی اشاعت کے سلسلے میں خوب کام کیا۔ غلہ پیدا کرنے

کرنے کے لیے پرتی زمین کا استعمال کیا گیا۔ اس ماہ ۳۱۵۳۲ من بیج تقسیم کئے گئے۔ آبادی میں ترکاری کے بیج بونے اور پھلوں کے درخت لگانے کی اشاعت کی گئی۔ آلات زراعت تقسیم کئے گئے۔ کھیتوں میں جو مظاہرے کئے گئے وہ بہت مفید ثابت ہو۔

گاؤں والوں کو گاؤں سدھار کے کاموں کے بارے میں بتلانے کے لیے اور جنگ کی صحیح خبریں دینے کے لئے ۵۰۳ بھجن منڈلیاں قائم کی گئیں اور ۲۴۱۴ جلسے کئے گئے۔ دیہی مصنوعات کے مظاہرے کے لیے ۴۲ نمائشیں کی گئیں۔

گاؤں کی صفائی کا کام بدستور جاری رہا اور اُس کا دیہاتی باشندوں پر بہت زیادہ اثر پڑا۔ ۶۷۵ سوختہ گڑھے بنائے گئے ۱۹۱ سور باڑے آبادی سے ہٹائے گئے۔ ۱۰۸۷ گڑھے پاٹے گئے، ۲۵ پاخانے اور ۵۰۷ پیشاب خانے بنائے گئے ۱۲۱ کنوؤں کا پانی صاف کیا گیا۔ ۲۲۵۵ روشندان دیہات کے گھروں کو دیئے گئے چھوت چھات کی بیماریوں کی روک تھام کے لئے ۴۲۲۷ اشخاص کو ٹیکہ لگایا گیا۔ گاؤں سدھار کے دواخانوں میں ۴۳۶۷ بیمار آدمیوں کا علاج ہوا۔ ۱۳۴۷ اشخاص کو ابتدائی امداد کی اور ۱۸۵ دائیوں کو دائی گیری کی ٹریننگ دی گئی۔

اسکے علاوہ ۴۰۵۷ کھاد کے گڑھے پاٹے گئے اور ۴۶۹۵ گندہ پانی جذب کرنیوالے گڑھے بنائے گئے۔ ۶۱۰۷ بیمار جانوروں کا علاج کیا گیا اور ۸۰۸ سانڈ آختہ کئے گئے۔

محکمہ گاؤں سدھار کے ملازمین نے دیہاتی اسکاؤٹوں کی بھرتی کی طرف خاص توجہ کی۔ ٹریننگ حاصل کرنے والے اسکاؤٹوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ ۴۷۵۷ آرگنائزروں کو مکمل ٹریننگ دی گئی فوجیوں کے گاؤں میں یہ اسکاؤٹ بہت اہم خدمات انجام دے رہے ہیں۔

محکمہ گاؤں سدھار کے ٹیکنیکل اسٹاف نے ضلع بھر میں دورہ کیا اور میجک لالٹین، گانے کے ریکارڈ وغیرہ کے ذریعے اشاعت کی۔ جس گاؤں سدھار سنٹروں میں ریڈیو سیٹ لگے ہیں وہاں خبریں سننے اور دیگر دلچسپ پروگرام سننے کے لئے لوگ بدستور بڑی تعداد میں جمع ہوتے رہے۔

مستی چپاتی

ای۔آر۔ایف۔اے۔کونور کے غذائی تحقیقاتی ادارے نے گھر سے باہر کام کرنے والوں کے لئے ایسی مسی چپاتی کی تحقیقات کی ہے جس میں عمدہ غذائی اجزا ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں حسب ذیل اطلاع شائع کی گئی ہے:-

محنت مزدوری کرنے والوں کو دن میں کم از کم دو بار پوری غذا ملنی چاہئے۔ مزدوروں کے لئے عام طور پر دوپہر کو کھانا کھانے کے لئے گھر واپس آنا ممکن نہیں ہوتا۔ نہ اُنکی اتنی حیثیت ہوتی ہے وہ کسی ہوٹل میں جا کر کھانا کھائیں اسلئے اُن لوگوں کو گھر سے کھانا ساتھ لیجانا ضروری ہے۔ اس کھانے میں حسب ذیل خصو[صیات] ہونی چاہئیں:-

(۱) مقدار میں کافی اور مقوی ہو یعنی غذائی اجزا مناسب [مقدار] میں ہونے چاہئیں۔

(۲) سستا ہو، اُن چیزوں سے تیار کیا گیا ہو جو بازار [سے] آسانی سے مل سکتی ہیں اور جو آسانی سے تیار کیا جا سکتا ہو۔

(۳) اسکا ساتھ لیجانا آسان ہو یعنی ٹھوس ہو تاکہ بکھر[نے سے محفوظ ہو] مختصر ہو اور اُسکے لیجانے کے لئے کسی خاص برتن کی ضرورت [نہ ہو]

(۴) دیر تک رکھنے سے اُسکا ذائقہ نہ خراب ہو۔

ایسی مستی چپاتی، حسب ذیل اجزا سے تیار کی جاتی۔

گیہوں کا آٹا	۵	چھٹانک
چنے کا آٹا	$\frac{1}{4}$	"
پیاز	$\frac{3}{8}$	"
میتھی کی پتی (یا کوئی اور پتی)	$\frac{1}{4}$	چھٹانک
دودھ	$\frac{1}{2}$	"
نمک	$\frac{1}{4}$	"
گھی یا مکھن	$\frac{1}{8}$	"

یہ سب چیزیں (علاوہ گھی کے) ملائی جاتی ہیں اور پانی [میں] گوندھ کر انکی لوئی بنائی جاتی ہے۔ اس لوئی سے معمولی طر[ح] سے چپاتیاں تیار کرلی جاتی ہیں۔ اگر موٹی موٹی چپاتیاں تیا[ر کی] جائیں تو بہتر ہے کیونکہ انھیں زیادہ دیر تک رکھا جا سکتا ہے [تیار] ہونے کے بعد چپاتیوں پر گھی چپڑ لیا جاتا ہے۔ پورا کھانا تقریباً [...] وزن کا ہوتا ہے۔ اس میں تقریباً ۱۳۰۰—۱۴۰۰ کیلوریز ہوتے ہیں ایک مزدور کی ضرورت [...] تقریباً [...] حصہ ہیں اور تقریباً ۵۰ گرام [...] کا جزو ہوتا ہے۔ اس غذا میں وٹامن [...] اور نمک کی اچھی مقدار ہو[تی ہے]

اگر تازہ دودھ دستیاب نہ ہو سکے تو اُس کی جگہ کھویا یا [دودھ] کا سفوف استعمال کیا جا سکتا ہے۔ زیادہ استطاعت والے لوئی میں دودھ کی مقدار زیادہ یا ایک انڈا بھی شامل کر[سکتے] ہیں۔

اس کھانے کو ایک بڑے پتے پر رکھ کر کاغذ میں لپیٹ [کر] لیجانا آسان ہے۔ یہ دیر تک تازہ اور خوش ذائقہ رہتا [ہے] اس کے ساتھ صرف پانی کی ضرورت ہے۔ یہ کھ[انا] مسافروں، سیاحت و تفریح کرنے والوں اور محنت مزدوری کر کے گزر کرنے والوں کے لئے بہت مفید [ہے]

اسکاؤٹوں کی بھرتی کی رفتار

ستمبر ۱۹۳۳ء میں دیہاتی اسکاؤٹوں کی بھرتی کا کام اطمینان بخش رہا۔ ذیل میں اسکاؤٹوں کی بھرتی اور ٹریننگ کی تفصیل درج کی جاتی ہے:۔

نمبر شمار	ضلع	ٹریننگ یافتہ اسکاؤٹوں کی مقررہ تعداد	ٹریننگ یافتہ اسکاؤٹوں کی تعداد
	درجۂ الف: ۱۰۰ فی صدی اور اُس سے زیادہ۔		
-	فیض آباد	۳۶۰۰	۸۰۲۹
-	مرزاپور	۲۷۰۰	۵۷۹۱
-	فرخ آباد	۱۵۰۰	۳۱۷۰
-	کانپور	۱۵۰۰	۳۱۱۹
-	ہردوئی	۱۵۰۰	۲۶۴۲
-	اعظم گڈھ	۱۵۰۰	۲۱۲۰
-	بلیا	۱۹۵۰	۲۰۷۳
-	مین پوری	۱۵۰۰	۲۰۳۸
-	مُرادآباد	۱۵۰۰	۱۹۷۶
-	فتحپور	۱۵۰۰	۱۸۸۱
-	ہمیرپور	۱۵۰۰	۱۸۵۷
-	الہ آباد	۳۱۵۰	۳۷۴۳
-	اٹاوہ	۱۵۰۰	۱۶۵۰
-	جالون	۱۵۰۰	۱۶۲۲
-	بلندشہر	۱۵۰۰	۱۶۲۱
-	بدایوں	۱۵۰۰	۱۵۹۹
-	مظفرنگر	۱۵۰۰	۱۵۸۱
-	سلطان پور	۲۲۵۰	۲۳۷۲
-	گونڈا	۳۰۰۰	۳۱۱۶
-	ایٹہ	۱۵۰۰	۱۵۰۷
	درجۂ ب: ۵۰ فی صدی سے زیادہ لیکن ۱۰۰ فیصدی سے کم		
-	بجنور	۱۵۰۰	۱۴۴۱
-	دہرادون	۱۵۰۰	۱۴۲۵
-	بستی	۲۷۰۰	۲۵۲۷
-	آگرہ	۱۵۰۰	۱۳۹۰
-	سہارن پور	۱۵۰۰	۱۳۵۹
-	جون پور	۳۰۰۰	۲۹۷۲
-	میرٹھ	۱۵۰۰	۱۱۳۰
-	متھرا	۱۵۰۰	۱۰۹۸
-	بہرائچ	۱۵۰۰	۱۰۹۹
-	کھیری	۱۵۰۰	۱۰۵۸
-	پیلی بھیت	۱۵۰۰	۱۰۴۸
-	بریلی	۱۵۰۰	۱۰۳۹
-	غازی پور	۲۷۰۰	۱۸۰۱
-	گورکھپور	۳۶۰۰	۲۲۰۷
-	بنارس	۴۰۵۰	۲۵۵۲
-	نینی تال	۱۵۰۰	۷۵۹
	درجۂ ج: ۵۰ فی صدی سے کم		
۳۷	پرتاب گڈھ	۲۵۵۰	۱۱۹۷
۳۸	علی گڑھ	۱۵۰۰	۶۹۸
۳۹	شاہ جہاں پور	۱۵۰۰	۵۰۲
۴۰	اُناؤ	۱۵۰۰	۴۹۰
۴۱	سیتاپور	۱۵۰۰	۳۸۴
۴۲	جھانسی	۱۵۰۰	۳۲۷
۴۳	رائے بریلی	۲۴۰۰	۱۸۸
۴۴	لکھنؤ	۲۵۵۰	۲۰۶
۴۵	باندا	۲۸۵۰	اعداد موصول نہیں ہوئے
۴۶	الموڑا	۱۵۰۰	اعداد موصول نہیں ہوئے
۴۷	گڑھوال	۶۰۰	اعداد موصول نہیں ہوئے
۴۸	بارہ بنکی	۳۴۵۰	اعداد موصول نہیں ہوئے

آچاریہ دویدی جی کی یادگار

رائے بریلی سے ۴۰ میل دور موضع دولت پور میں آنجہانی آچاریہ مہاویر پرساد دویدی پیدا ہوئے تھے۔ وہ پہلے ریلوے میں ایک اچھے عہدے پر تھے لیکن اپنے ادبی ذوق کی وجہ اُنھوں نے ریلوے کی ملازمت چھوڑ کر بہت قلیل تنخواہ پر ہندی کے رسالہ ’سرسوتی‘ کی ادارت قبول کر لی تھی۔ اس فن میں اُنھوں نے خوب عزت اور شہرت حاصل کی۔ اُنکے پنشن لے لینے پر الہ آباد میں اُنکے اعزاز میں ’دویدی میلہ‘ لگایا گیا تھا اور بنارس کی ناگری پرچارنی سبھا نے ایک جلسہ کرکے اُن کو ’ابھینندن گرنتھ‘ نذر کیا تھا۔ رائے بریلی کے ’دویدی ساہتیہ سنگھ‘ گذشتہ ۸ دسمبر کو دولت پور میں اُنکے مکان پر اُنکی یاد قائم رکھنے کے لئے دروازوں کے دونوں طرف سنگ مرمر کے تختے لگائے ہیں جن میں سے ایک میں ہندی اور دوسرے میں رومن رسم الخط میں دویدی جی کی ولادت اور وفات کی تاریخیں کندہ ہیں یہ تقریب مسٹر ایم۔ ایس اندھاد ڈپٹی کمشنر رائے بریلی کی صدارت میں ہوئی تھی۔ دویدی جی نے ثابت کر دیا کہ دیہات میں پیدا ہونے پر بھی انسان کتنی ترقی کر سکتا ہے۔





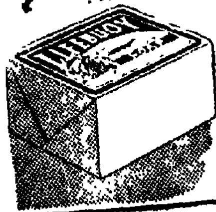
آچاریہ دویدی

باہتمام کالی کے متراپرنٹر و پبلشر۔ انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد۔



آپ کبھی نہیں جانتے
کہ آپ کا لڑکا کہاں ہوگا !
لیکن آپ یہ جانتے ہیں
کہ وہ میل اور مٹی کے خطرے سے محفوظ ہے !

ممکن ہے کہ چھوٹے میاں بازار کی سڑکوں کو ناپتے پھریں یا کسی ندی یا تالاب کے کنارے کیچڑ میں کھیلیں۔ شاید جہاں جی میں آئے فوراً مشغولِ فٹ بال ہو کر مٹی میں لوٹنیاں کھانے لگیں۔ خواہ یہ کہیں بھی کیوں نہ ہوں۔ ایک بات کا تو آپ کو یقین ہوتا ہے کہ وہ ضرور مٹی اور میل میں بھر کر لوٹیں گے۔ کیا یہ شکر کی بات نہیں کہ آپ نے اُسے لائف بوائے صابون کے ساتھ نہانے دھونے کی عادت سکھا رکھی ہے؟ آپ کو یہ تو معلوم رہتا ہے کہ میل اور مٹی ان کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ یہ کتنی اچھی بات ہے کہ لائف بوائے صابون کے ساتھ بکثرت اور باقاعدہ طور پر نہانے دھونے سے بچے میل اور مٹی کے خطرے سے ہمیشہ بچتے ہیں۔ یہ وہ خطرہ ہے کہ کوئی جگہ اُس سے خالی نہیں۔ ہر قسم کی میل میں جراثیم نشوونما پاتے ہیں۔ یہ خطرناک جراثیم بڑی آسانی سے بیماری کا باعث بن سکتے اور بیماری کو پھیلا سکتے ہیں۔ لیکن لائف بوائے جراثیم کُش ہے یعنی جراثیم کو ہلاک کر دیتا ہے۔ لائف بوائے میں بیماری کی حفاظت کرنے والا وہ خاص جزو موجود ہے جس نے اِسے دنیا بھر میں مشہور بنا دیا ہے۔



لائف بوائے ایک اچھا صابون ہی نہیں بلکہ ایک اچھی عادت ہے

LEVER BROTHERS (INDIA) LIMITED

L 58-95 UD

فی کاپی ۸ آنہ - سالانہ چندہ ۵ روپیہ ۸ آنہ Regd. No. A—294

Printed and published by K. Mittra, at The Indian Press Ltd., Allahabad.